جلد دوم

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیرا

مصنفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت
مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ،

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیر حقّانی

اس بے نظیر تفسیر میں جس طرح بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے
اسی طرح اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام
استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکات قرآنیہ سے
فیض یاب ہو

ناشر میر محمد، کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

فہرست تفسیر حقانی جلد ۲ دوم

	صفحہ
پارہ ۳ تلک الرسل	۳
تفسیر سورۃ آل عمران	۳۱
پارہ ۴ لن تنالوا	۷۵
تفسیر سورۃ النسآء	۱۲۲
پارہ ۵ والمحصنٰت	۱۴۳
پارہ ۶ لا یحب اللہ	۲۱۹
تفسیر سورۃ المآئدۃ	۲۳۸
پارہ ۷ واذا سمعوا	۲۹۹
تفسیر سورۃ الانعام	۳۱۶
پارہ ۸ ولو اننا	۳۵۵
تفسیر سورۃ الاعراف	۳۷۶
پارہ ۹ قال الملا	۴۰۵
تفسیر سورۃ الانفال	۴۵۲
پارہ ۱۰ واعلموا	۴۶۷
تفسیر سورۃ التوبۃ	۴۸۰
پارہ ۱۱ یعتذرون	۵۱۱
تفسیر سورۃ یونس	۵۲۵
تفسیر سورۃ ہود	۵۵۳
پارہ ۱۲ وما من دآبۃ	۵۵۷
تفسیر سورۃ یوسف	۵۸۰

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
ان رسولوں میں بھی ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت
بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
دی ہے اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض کے
دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
درجے بلند کیے اور مریم کے بیٹے عیسے کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَ
عطا کیے اور روح القدس سے ان کو مدد بھی دی اور
لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
اگر اللہ چاہتا تو ان (انبیاء) کے بعد والے اپنے پاس
بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
کھلے کھلے احکام آئے پیچھے آپس میں نہ لڑتے
وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
لیکن آپس میں اختلاف کر بیٹھے پھر بعض تو ان میں سے ایمان لے آئے اور
مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
بعض ان میں سے منکر ہو گئے اور اگر خدا چاہتا تو وہ نہ
اقْتَتَلُوْا قف وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ
لڑ مرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے
مَا يُرِيْدُ ع ﴿٢٥٣﴾
(سو) کرتا ہے۔

ترکیب

تلک مبتدا الرسل خبر اور ممکن ہے تلک الرسل مبتدا فضلنا خبر ہو۔ من کلم اللہ بدل ہے محل فضلنا سے درجات حال ہے بعضہم سے اور ممکن ہے کہ فی مقدر ہو من بعد الخ بدل ہے من بعضہم سے مع اعادۃ حرف جر ولکن استدراک ہے مضمون ماقبل سے۔

تفسیر

اس سے پہلے خدا تعالیٰ نے طالوت وجالوت اور ان کے باہم مقابلہ اور ایمان داروں کے استقلال کا ذکر کرکے جہاد کے مشروع ہونے کی وجہ بیان فرمائی تھی کہ اس سے خدا مفسدوں کے شر کو دفع کرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو مفسد لوگ ملک کو ویران کر دیا کریں۔ اور یہ انبیاء اولوالعزم کا قدیم معمول ہے۔ پھر آپؐ پر اعتراض بے جا ہے کہ نبیوں کا کام لڑائی نہیں بلکہ آپؐ بھی اُنھیں رسول میں سے ہیں جو ایسا کام کرتے آئے ہیں، اور اس لیے طالوت وجالوت کا قصہ بیان کیا گیا۔ اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ شر کے دفع کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں جو درجات میں مختلف ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل میں اول سر گروہ موسیٰ علیہ السلام تھے جن کی طرف منہم من کلم اللہ کے ساتھ اشارہ کیا اور اخیر بنی اسرائیل میں بڑے اولوالعزم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے فضائل واتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدناہ بروح القدس کے ساتھ بیان ہوئے

٣٣ ع ۵ ١

ف روح القدس سے بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ روح کہ جو حضرت عیسیٰ اور حواریوں پر نازل ہوئی تھی، جس کی وجہ سے معجزات وکرامات دکھاتے تھے اور یہی ان کی مؤید تھی۔ **ف** کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہاں تو خدا تعالےٰ کلم اللہ فرماتا ہے کہ خدا نے کلام رسولوں سے کیا اور سورۂ شوریٰ میں یہ فرمایا وماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا، الآیہ کہ کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی کے یا حجاب سے یا فرشتے کے ذریعہ سے پس تعارض پایا گیا) کس لیے کہ یہاں جو کلام کرنا فرمایا ہے اس سے مراد اسی طرح کا کلام کرنا ہے جو سورۂ شوریٰ میں بیان ہوا یعنی بذریعہ وحی یا حجاب یا فرشتے کے ذریعہ سے کس لیے کہ دو بدو بالمشافہ جیسا کہ انسان باہم کلام کرتے ہیں اس طرح اس سے کوئی نہیں کر سکتا، پس تعارض نہ رہا۔

اور ان کے درمیان حضرت سموئیل اور داؤد اور الیاس اور نحمیاہ اور یرمیاہ اور دانیال وغیرہم علیہم السلام موسیٰؑ کی شریعت کی اصلاح کرنے والے گزرے ہیں۔ اور اے محمدؐ! آپ بھی رسولِ برحق ہیں اس بات کی طرف تلک آیات اللہ الخ میں اشارہ کیا یعنی باوجودیکہ آپؐ نبی امی ہیں نہ تورات کو دیکھا نہ انجیل کو، پھر بنی اسرائیل کے صحیح صحیح اور جزئیاتِ احوال کا اس طرح بیان کرنا (کہ جو مطابق واقع ہوں، حالانکہ بائبل کے علماء بھی اس طرح بیان نہیں کرسکتے۔ خود بائبل میں تعارض اور غلطیاں ہیں) آپ کا کام نہیں بلکہ ہم آپ کو یہ باتیں ٹھیک ٹھیک جبرئیل کی معرفت سناتے ہیں۔

اس میں آں حضرتؐ کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ پہلے زمانوں میں موسیٰؑ اور اُن کے متبعین کو بنی اسرائیل کے سرکشوں نے نہ مانا اور پھر حضرت عیسیٰؑ کے معجزات دیکھ کر انکار کیا، اگر آپ کا انکار اور آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں تو کچھ نئی اور تعجب کی بات نہیں نہ یہ رسالت کا قصور ہے۔ اس کے بعد مفسد اور سرکشوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ولو شاء اللہ الآیہ، کہ یہ انکا راہِ حق میں اختلاف اور قتال کہ کوئی ایمان لایا کوئی کافر ہوگیا سب تقدیرِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اس میں اُن نادانوں کے اعتراض کا بھی جواب ہے، جو کہتے ہیں خدا کیوں لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا اور کیوں انبیاء بھیج کر ہدایت پر مجبور کرتا ہے، کہ جو کچھ ہوتا ہے ہماری تقدیر سے ہوتا ہے لیکن ہم ہر حال میں اتمام حجت کرنے کے لیے اسباب ہدایت دکھاتے ہیں۔

ولکن اللہ یفعل ما یرید۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
ایمان والو! اُس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کچھ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ
خرید و فروخت ہوگی نہ یاری اور نہ سفارش (کام آئے گی)
لَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۚ وَالْكٰفِرُوْنَ
ہمارے دیئے میں سے دے لو اور کافر ہی
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٥٤ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
ظالم ہیں اللہ کے سوا کوئی (بھی) معبود
هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ
نہیں وہ (ہمیشہ) زندہ قائم ہے نہ اُس کو
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ
اور جو کچھ کہ زمین میں ہے کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کے
عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
حضور میں (کسی کی) سفارش کرسکے ان کے اگلے اور پچھلے سب
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
حالات کو وہی جانتا ہے اور اس کے علم کا
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَاۤءَ ۚ وَسِعَ
کوئی بھی احاطہ نہیں کرسکتا مگر جس قدر کہ (اس نے) چاہا اس کی
كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا
کرسی (حکومت) نے آسمانوں اور زمین کو گھیر لیا ہے اور وہ
يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٢٥٥
ان کی حفاظت کرنے سے نہیں تھکتا اور وہ عالی شان (بڑی) عظمت والا ہے۔

ترکیب

انفقوا۔ اس کا مفعول شیئًا محذوف ہے مما میں ما بمعنی الذی اور عائد محذوف ہے ای رزقناکموہ لا بیع فیہ جملہ صفت یوم۔ ولا خلۃ ولا شفاعۃ معطوف ہے بیع پر۔ اللہ مبتدا لا الٰہ الا ہو جملہ خبر الحی القیوم خبر ثانی۔ لا تاخذہ الخ جملہ مستانفہ اور ممکن ہے کہ خبر ہو حی کی۔ سنۃ اصل میں وسنۃ مثل وعد یعد عدۃ۔

تفسیر

پہلے خدا تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا تھا اور قاتلوا فی سبیل اللہ فرمایا تھا جس طرح اس کی تائید اور فوائد ظاہر کرنے کے لیے طالوت کا قصہ سنایا تاکہ ترغیب دارین دل پر جم جائے۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں صرف کرنے کی تاکید کی تھی کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضًا حسنًا اسی طرح اس حکم کی تائید کے لیے پھر یہ آیت انفقوا الخ نازل فرمائی کیونکہ جان و مال کا صرف کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے اور یہ بات بتلادی کہ آج جو کچھ کہ کرنا ہو سو کر لو کل یعنی روز حشر نہ کوئی عمل مول مل سکتا ہے نہ وہاں کسی کی دوستی کام آسکتی ہے نہ سفارش۔ پھر جو کچھ کافروں پر عذاب اور سختی ہوگی وہ انھیں کے ہاتھوں سے ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں سعادت حاصل نہ کی سو یہ ظلم اُن کے نفسوں پر انھیں کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اپنی صفات کے متعلق مسائل بیان فرماتا ہے کس لیے کہ قرآن مجید کی عادت ہے کہ وہ علمِ توحید اور علمِ احکام اور علمِ قصص کو بڑی خوبی سے ملا کر بیان کرتا ہے۔ ہر ایک قصہ یا واقعہ کو ایسے موقع پر لاکر بیان کرتا ہے کہ جس سے اس کی توحید وصفاتِ کاملہ کا ثبوت ہوتا ہے یا احکام پر نفس کو رغبت ہوتی ہے اور یہ بیان کا نہایت عمدہ طریق ہے تاکہ طبیعتِ سامع کو ملال نہ ہو۔ اور جب وہ ایک بیان سے دوسرے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا ایک باغ کی سیر کر کے دوسرے کی سیر کرتا ہے جس سے دل پر فرحت پیدا ہوتی ہے سو اس سے اُس نے یہ آیت اللہ لا الٰہ الا ہو کہ جس کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں نازل فرمائی اس میں ان جملہ عیوب و اعتراضات کی کہ جو جہاد کے بارے میں جاہل لوگ خدا پر کرتے ہیں نفی کر دی گئی۔ اس آیت کے مضامین کی خوبی بیان سے باہر ہے تمام کتبِ الہامیہ میں اس قدر مطالب اس کی ذات وصفات کے متعلق نہیں ہیں اسی لیے احادیثِ صحیحہ میں اس کے فضائل بے شمار آئے ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں جو چاہے مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ کتابوں میں دیکھ لے۔

متعلقات

(۱) اللہ لا الٰہ الا ہو، منصبِ نبوت کا یہ پہلا کام ہے کہ اس کی ذات کا ثبوت کر کے جس قدر بے وقوفوں نے اس کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں ان کی نفی کر کے اس کی صفات کاملہ کا ثبوت کرے اور جو کچھ قوت متوہمہ نے مخلوقات و محسوسات پر قیاس کر کے اُس بے چون و بے چگون میں عیوب ثابت کر رکھے ہیں ان کو مٹادے اس لیے سب سے مقدم لفظ اللہ کو ذکر کیا کہ جو ایسی ذات کا نام ہے کہ جس میں تمام خوبیاں ہوں اور وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہ ہو اور پھر سب نقصان کی باتوں سے پاک ہو۔ سو جب عاقل اس مضمون کو خیال کر کے تمام کائنات کی طرف دیکھے گا تو سب کو حادث اور فانی اور مستعار الوجود جان کر ضرور یقین کرے گا کہ اس عالمِ حسی کے پردے میں ضرور کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کی طرف سب کے وجودات کے سلسلے منتہی ہوتے ہیں اور جس کے ہاتھ میں سب کی ڈوریاں ہیں یا جس کے نور کی سب شعاعیں ہیں۔ اس کے بعد لا الٰہ الا ہو سے اس کی وحدانیت ثابت کی اور عالمِ وجود میں اُس کے وجود کے آگے سب کو پست کر دیا۔ اس کے بعد الحی القیوم کہہ کر اس کی حیاتِ حقیقی اور اس کا واجب الوجود ہونا ثابت

کر دیا۔ القیوم بروزن فیعول من قام ایقوم پھر جب واو ی
جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واو کو ی کر کے ی میں ادغام
کر دیا۔ مجاہد کہتے ہیں اس کے معنی ہر چیز پر قائم کے ہیں یعنی
ہر شخص کے رزق و روزی وغیرہ امور کی تدبیر کرنے والا ضحاک
کہتے ہیں دائم الوجود۔ قوی یہ ہے کہ اس کے معنی واجب
الوجود کے ہیں۔ سو یہ لفظ تمام صفاتِ کمالیہ کا سرچشمہ ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہونے کا منبع۔ اس
کے بعد پھر کسی صفت کی تشریح اجمال کی تفصیل ہے۔ اس
کے بعد لا تاخذہ سنۃ ولا نوم سے یہ بات ثابت کر دی کہ
وہ جمیع خصائص ممکنات سے بری ہے پھر جب ایسا ہے
تو ما فی السموات وما فی الارض کہ تمام آسمان و زمین اُسی کے
ہیں اس کے آگے اور کون ہے جو ہمسری کا دعویٰ کرے یا
اپنی وجاہت اور دھمکی سے کسی کی سفارش کر سکے۔ من
ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ جب تمام ممکنات اس کی معلول
اور وہ سب کی علت ہے تو ہر چیز کا علم اس کو حاضر ہے یعلم
ما بین ایدیھم وما خلفھم بخلاف اور ممکنات کے کہ ان کو دوسری
ممکنات سے یہ علاقہ نہیں۔ پھر کون ہے کہ جن چیزوں کو وہ
جانتا ہے وہ بھی جانے، ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ ہاں جس قدر
چیزیں اُس نے اپنے بندوں کو خواہ بذریعہ حواس خواہ
بذریعہ الہام وحی بتلائی ہیں اُسی قدر بندے جان سکتے ہیں
الا بما شاء۔ (۲) وسع کرسیہ کرسی کے لغوی معنی ایک
چیز کا دوسرے سے ملنا (والکرس ابوال الدواب وابعارہا
یتلبد بعضہا فوق بعض ومنہ الکراسۃ لتراکب بعض اوراقہا
علیٰ بعض۔ تفسیر کبیر) اور کرسی کو بھی اسی لیے کرسی کہتے
ہیں کہ اس کی لکڑیاں باہم ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ علمائے محققین
کہتے ہیں وہ کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے پاک ہے یہ الفاظ
بطور استعارات اس کی ذاتِ مقدسہ کے لیے قرآن میں
مستعمل ہوئے ہیں اس جگہ اس کے معنی سلطنت اور
قدرت کے ہیں کہ جو ہر چیز کی ایجاد کے لیے اصل ہے
والعرب یسمون اصل کل شیٔ الکرسی اِس تقدیر پر آیت
کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قدرت آسمانوں اور زمین کو گھیرے
ہوئے ہے کوئی چیز اُس سے باہر نہیں اور یہ قرینِ قیاس
ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بندوں سے ان کی عادات و عرف
کے موافق کلام کرتا ہے سو جس طرح بندے بادشاہ کے
لیے تخت اور کرسی تصور کرتے ہیں اسی طرح یہ الفاظ اُس
نے اپنی ذاتِ پاک کے لیے بولے اِس سے ظاہری معنی
مراد نہیں۔ اہلِ حدیث یہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ کے جو معنی
ہیں اس کی ذات کے لیے ثابت ہیں مگر ہم اس کی حقیقت
و کیفیت نہیں جانتے۔ اور ظاہریہ اور اُن کے مقلد نہایت
غلو کر کے اُس کے لیے عرش پر بیٹھنا اور دیگر خواصِ جسمانیہ
صرف خبر احاد اور ظاہر الفاظ کے زور پر ثابت کرتے ہیں،
اور یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں جس طرح حقیقت کا استعمال
ہوا ہے اُسی طرح مجاز اور کنایہ اور استعارہ اور تشبیہ کا بھی۔
(۳) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اس سے معتزلہ نے
شفاعت کا انکار کیا ہے مگر یہ اُن کی غلط فہمی ہے اس سے تو
شفاعت کا ثبوت ہوتا ہے۔ غایۃ الامر یہ کہ شفاعت
اُس کے اِذن پر موقوف ہے سو اُس نے اپنے حبیبؐ کو
دے دیا ہے اور پھر قیامت کو اس کو تازہ کرے گا اس لیے
آں حضرت علیہ السلام شافعِ اکبر ہیں۔ بنی آدم حضرتؐ
کے دامن تلے پناہ لیں گے، آپؐ ایمان داروں کو پناہ
دیں گے ؎

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ

دین میں (کوئی) زبردستی نہیں   گمراہی سے ہدایت

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ

(خود) متمیز ہو چکی ہے   پھر جس نے جھوٹے

بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

معبودوں کا انکار کر دیا اور اللہ کو مان لیا تو

اِسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ
اُس نے ایسا مضبوط سہارا پکڑ لیا کہ جو ٹوٹنے والا
لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ
نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے اللہ ایمانداروں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
کا مددگار ہے اُن کو تاریکیوں سے نکال کر
اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔـھُمُ
روشنی میں لا رہا ہے اور جو منکر ہیں ان کے دوست
الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى
شیاطین ہیں (وہ) ان کو نور سے نکال کر اندھیروں میں
الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
لا رہے ہیں یہی دوزخی بھی ہیں
ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾
وہ دوزخ میں سدا رہیں گے۔

ترکیب

اکراہ اسم لا فی الدین خبر تبین اے تمیز فعل الرشد فاعل من الغی موضع نصب میں مفعول ہو کر تمام جملہ علت ہے لا اکراہ کی فمن یکفر الخ شرط طاغوت اس کی اصل طغیوت ہے کیونکہ یہ طغیت تطغی کا مصدر ہے مثل ملکوت اور رہبوت کے، یہ مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔ فقد استمسک الخ جزا الوثقی مؤنث ہے اوثق کا مثل اوسط و وسطی لا انفصام لہا جملہ حال ہے ضمیر وثقی سے یا عروۃ سے اللہ مبتدا ولی الذین الخ خبر یخرجہم جملہ حال ہے اللہ سے وقس علیہ الباقی۔

تفسیر

اگرچہ پہلی آیات میں خدا تعالیٰ نے جہاد کی علت فرما چکا تھا ولولا دفع اللہ الناس الآیہ اور معترضوں کو جواب شافی دے چکا تھا مگر وہ جواب اشارۃً تھا اس لیے اس کی تشریح اور تفسیر کر دی کہ جہاد سے یہ غرض نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان کیا جاوے اور بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے جیسا کہ مخالفین اسلام کج فہمی سے یہ تصور کر کے اسلام پر اعتراض کیا کرتے ہیں اور یہ اس لیے کہ خدا نے اپنے نبی برحق ﷺ کی معرفت وہ معجزات و آیات بینات ظاہر کیے کہ جن سے حق و باطل میں رات دن کی طرح امتیاز ہو گیا پھر اب جو کوئی غیر اللہ کی عبادت و شان الوہیت کا انکار کر کے خدائے واحد پر ایمان لاتا ہے تو وہ ایک ایسے قوی وسیلہ کو پکڑتا ہے کہ جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ خلوص دل اور زبانی باتیں سب کو سنتا اور جانتا ہے

ایمان ایسی عمدہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ بندہ سے محبت کرتا ہے اور اس کو کفر اور طبیعت اور رسوم کی اندھیریوں سے نکال کر نور میں داخل کرتا ہے۔ اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتے ان کے محب اور مددگار شیاطین ہیں کہ جو اُن کو نور فطرت سے نکال کر کفر اور اخلاق رذیلہ اور شہوات وحب جاہ و مال کی اندھیریوں میں ڈالتے ہیں جو موت کے بعد جہنم کی صورت میں ظاہر ہوں گی اور جس طرح ان اندھیریوں سے ان کو عمر بھر رستگاری نہ ہوئی وہاں بھی نہ ہو گی اس لیے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

ع ۳۴/۲

پس جہاد سے یہ غرض نہیں جو مخالفین سمجھتے ہیں بلکہ دنیا سے شر و فساد کا دفع کرنا اور قبیحات کا مٹانا اور دنیا کے ناپاک کرنے والوں کی شوکت کا توڑنا سو یہ عین مقتضی رسالت اور نتیجہ سلطنت آسمانی ہے جس کے ظہور کی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام خبر دیتے آئے ہیں اس پر اعتراض کرنا عقل سلیم پر پتھر پھینکنا ہے۔ طاغوت سے مراد سرکش ہیں جن کا مصداق بعض نے شیاطین جن و انس قرار دیا ہے یعنی ان کے گروہ اور سرگروہ جو کفریات کی تعلیم کرتے تھے بعض نے بت مراد رکھے ہیں، واللہ اعلم۔ عروہ اسکی

ف. جہاد کی غرض زبردستی اسلام پھیلانا نہیں۔

جمع عُرا آتی ہے اس کے معنی دستہ وغیرہ کے ہوتے ہیں جیسا کہ لوٹے اور پیالی سے لگا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کا استعارہ ہے کہ جو امر معقول کو محسوسات کے پیرایہ میں بیان کیا کرتے ہیں۔ جو شخص دینِ الٰہی قبول کرتا ہے گویا ایک نہایت مضبوط دستۂ غیبی کو پکڑتا ہے ۞

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ

(اے نبی) کیا آپنے اس کو بھی[1] دیکھا کہ جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے معاملہ میں حجت کی تھی

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

(اس غرور میں آکر کہ) اسکو خدا نے سلطنت دی تھی جب ابراہیمؑ نے کہا کہ

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ

میرا رب تو وہ ہے کہ جو جلاتا اور مارتا ہے (اُس نے) کہا میں بھی تو جلاتا

وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ

اور مارتا ہوں ابراہیمؑ نے کہا (اچھا) اللہ تو

بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ

آفتاب کو مشرق سے نکالا کرتا ہے سو تُو اُس کو مغرب

الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ

کی طرف سے نکال دے تب تو کافر حیران رہ گیا اور خدا

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ۝۲۵۸

نا انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا

ترکیب

ان آتاہ اللہ یہ جملہ موضع نصب میں ہے سیبویہ کے نزدیک۔ اور خلیل کے نزدیک موضع جر میں ہے تقدیرہ لان آتاہ اللہ من المشرق اور من المغرب فعل سے متعلق ہیں۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کا ذکر آیۃ الکرسی میں کیا اور علم التوحید کی بحث شروع فرمائی تو اس کے بعد تین قصے اس کے مناسب اور مؤید ذکر کیے جن کو فی الجملہ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ سے بھی ایک لطیف مناسبت ہے۔ (۱) قصہ ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود کے اثبات کے لیے برہانِ قاطع ہے۔ (۲) او کالذی مر علی قریۃ سے شروع ہوتا ہے۔ (۳) واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحی الموتی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ دونوں قصے اثبات حشر کے لیے ذکر ہوئے ہیں تاکہ مبدأ و معاد کا کامل یقین ہوجائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل کے قریب پیدا ہوئے تھے۔ جب وہاں ان کی خداپرستی کا شہرہ ہوا اور بت پرستی کی مذمت لوگوں میں مشہور ہوئی تو وہاں کے بادشاہ نمرود ابن کوش نے کہ جو جبار[2] اور سخت بے دین اور ملحد تھا حضرت ابراہیمؑ کو بلا کر پوچھا کہ رب کون ہے اور کہاں ہے؟ اگر ہے تو مجھ کو دکھا بلکہ دنیا میں ہر ایک چیز اپنے اسباب کے پیدا ہونے سے پیدا ہوجاتی ہے پھر آپ ہی فنا ہوجاتی ہے (یہ سب باتیں اس کی بادشاہی اور دولت کے نشہ سے تھیں) حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر دلیل بیان کی کہ ہم دنیا میں ایک ایسا فعل پاتے ہیں کہ جو کسی کے قبضۂ قدرت میں نہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس فعل کا فاعل اور قوی قادر ہے جو اپنی لطافت[4] کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا اور وہ فعل مارنا اور جلانا ہے جس طرح کوئی شخص کسی تخت یا صندوقچہ کے اس کاریگر کا وجود کہ جو اب ہم کو دکھائی نہیں دیتا یوں ثابت کرے کہ آخر کوئی ہے کہ جس نے ان لکڑیوں میں تصرف کیا اور چھیل تراش کر ایک طور پر جمع کر دیا اسی طرح مارنا جلانا تمام مخلوقات میں ایک

[1] یعنی اس کے معاملہ کو بھی دیکھا ۱۲ منہ [2] بعض کہتے ہیں کہ یہ ضحاک کی طرف سے حاکم تھا ۱۲ [3] جیسا کہ تورات کتاب پیدائش کے باب میں مذکور ہے

[4] دیکھیے ہوا باوجودیکہ جسم ہے مگر لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی اور جو جسم کی کثافت سے بھی بری ہے تو وہ کیوں کر محسوس ہو سکے؟ ۱۲ منہ

قوی تصرف ہے جو کسی کے قبضہ میں نہیں نہ کوئی از خود زندہ ہو سکتا ہے نہ کسی کو زندہ کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے۔ اس کے جواب میں نمرود نے کہا اگر یہ فعل بلا توسط اسباب ہے تو میں اس کا قائل نہیں اور اگر اسباب کے ذریعہ سے ہے تو میں بھی بذریعہ اسباب مار سکتا جلا سکتا ہوں۔ ہم جماع کرتے ہیں اُس نطفہ کے سبب سے آدمی بن جاتا ہے زہر کھلانے تلوار مارنے سے مر جاتا ہے انا احی وامیت اِس کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ گو دنیا میں اس کے کاروبار عادتاً اسباب پر مبنی ہیں مگر وہ اسباب کس کے قبضہ میں ہیں من جملہ اسباب عالم کے گردشِ افلاک اور آفتاب کا ذخیرہ خاص طور پر طلوع وغروب کرنا ہے اچھا آپ اُس میں تو کوئی تصرف کر دیجیے۔ آفتاب کو مغرب کی طرف سے تو نکال کر دکھایئے۔ یہ سُن کر وہ حیران اور بھونچکا ہو گیا مگر ایسے بے انصاف راہ پر نہیں آتے بلکہ شرمندہ ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوا دیا جس میں خدا نے ابراہیمؑ کو سلامت رکھا، اور پھر ابراہیمؑ وہاں سے ہجرت کر کے ملکِ شام میں آئے۔ پادری اور ان کے مقلد اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ قصہ توراۃ میں نہیں اس لیے غلط ہے۔ اُن سے کوئی پوچھے کہ کیا توراۃ کے دس بارہ ورق میں حضرت ابراہیمؑ کے تمام وقائع عمر یہ مندرج ہیں، بلکہ ہزاروں باتیں نہیں۔ پھر کیا وہ سب غلط ہیں، اور خدا کا بیان فرمانا ان کی صداقت کے لیے کیا کافی نہیں!

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ

یا جیسا کہ وہ شخص جو ایک ایسے شہر پر سے گزرا جو چھتوں سمیت

عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ

ڈھا پڑا تھا اس نے (دیکھ کر) کہا کہ اس کی ویرانی کے بعد

اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ

اس کو خدا کیوں کر آباد کرے گا تب اس کو خدا نے سو برس تک مردہ

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ

پڑا رہنے دیا پھر اس کو اٹھا کر پوچھا کہ تو کب تک پڑا رہا؟ اُس نے کہا

لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ

ایک دن یا اس سے بھی کم پڑا رہا ہوں گا۔ (خدا نے) کہا (نہیں)

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى

بلکہ تو سو برس پڑا رہا پھر تو اپنے

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَ

کھانے اور پانی کو دیکھ کہ ابھی تک بُسا بھی نہیں اور

انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً

اپنے گدھے کو (بھی) دیکھ (کہ بالکل گل گیا) اور ہم تجھ کو لوگوں کے لیے قدرت کا

لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

نمونہ بنایا چاہتے ہیں اور تو (گدھے کی) ہڈیوں کو (بھی) دیکھ کہ کس طرح سے ہم

نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا

ان کو جوڑتے ہیں، پھر (کیونکر) ان کو گوشت پہناتے ہیں پھر جب اس کو

تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

یہ قدرت معلوم ہوئی تو کہہ اٹھا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ خدا ہر

كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٥٩

چیز پر قادر ہے۔

ترکیب

او تفصیل کے لیے کالذی میں کاف زائد ہے جیسا کہ کمثلہ میں۔ بعض نے کہا زائد نہیں تب اس کا موضع نصب ہے والتقدیر اورایت مثل الذی وہی خاویۃ جملہ موضع جر میں ہے صفت قریۃ کی علٰی عروشہا متعلق ہے خاویۃ سے انی بمعنی کیف یا بمعنی متٰی موضع نصب میں ہے یحیی سے مائۃ عام ظرف ہے اماتہ کا کم ظرف ہے لبثت کا لم یتسنہ اس میں ہا زائدہ ہے

وقف میں اصل فعل یتسنن جیسا کہ حمأ مسنون آیا ہے چونکہ تین نون جمع ہوگئے تھے اخیر کو ی سے بدلا پھر ی کو الف سے اور الف جزم کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ بعض ہا کو اصلی کہتے ہیں۔ ولنجعلک محذوف پر معطوف ہے تقدیرہٗ اریناک ذلک لتعلم قدر قدرتنا ولنجعلک میں بعض کہتے ہیں وَ زائد ہے۔

تفسیر

یہ دوسرا قصہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو برس پیشتر ملک شام میں بمقام ایلیا گزرا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ پچھلے حملہ میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہزار ہا بنی اسرائیل کو قتل کیا اور شہر یروشلم کو جلا کر برباد کر دیا بیت المقدس کو ڈھا کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور ستر ہزار یہودیوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا اور ستر برس تک بنی اسرائیل وہاں اس کی قید میں رہے مگر حضرت یرمیا علیہ السلام یہیں رہے تھے۔ ایک بار وہ اس شہر کے پاس سے گزرے۔ اس کی یہ حالت اور ملک اور قوم کی بربادی دیکھ کر دل بھر آیا حسرت کے طور سے کہنے لگے کہ اب اس شہر کو خدا کیوں کر آباد کرے گا۔ خدا نے ان کو اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ دکھایا وہ یہ کہ حضرت یرمیا نے اپنی سواری کا گدھا زیتون کے درخت سے باندھ دیا اور انگور کے شیرہ کا برتن اور روٹیوں کا تھیلہ درخت سے لٹکا کر سو رہے۔ خدا نے ان کی روح قبض کر لی یہاں تک کہ سو برس کا عرصہ ان پر گزر گیا گدھے کی ہڈیاں بھی خشک ہو گئیں۔ اس عرصہ میں بخت نصر مر گیا اور ایران کے بادشاہوں کا دور دورہ ہو گیا ارتخششتا نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے ملک میں واپس ہو جاویں اور پھر بیت المقدس اور شہر کو آباد کریں۔ سو تخمیناً بیالیس ہزار بنی اسرائیل کہ جن میں حضرت عزیر علیہ السلام اور یرمیا علیہ السلام بھی تھے ملک شام آئے اور بیت المقدس اور شہر کو از سر نو تعمیر کرنا شروع کیا۔ پھر کسی نے بادشاہ کو بہکا دیا اور لوگ بھی مانع آئے آخر دارا شاہ کے عہد میں بنی اسرائیل کی واپسی کے بیس برس بعد یروشلم اور بیت المقدس پھر از سر نو تعمیر[5] ہوا جیسا کہ دوم کتاب تاریخ اور کتاب عزرا اور کتاب نحمیا سے ثابت ہے۔ اس عرصہ میں خدا نے حضرت یرمیا کو زندہ کیا اور ان سے بطور الہام پوچھا کہ تم کتنی دیر تک پڑے رہے؟ چونکہ وہ صبح کو سوئے تھے عصر کے وقت زندہ ہوئے، یہ کہا کہ ایک دن یا کم پڑا رہا ہوں۔ وہاں سے جواب آیا کہ سو برس تک پڑا رہا ہے گدھے کو دیکھ! دیکھا تو اس کی ہڈیاں سفید پڑی چمک رہی تھیں اور کھانے پینے کو دیکھا تو ویسا ہی تھا۔ پھر خدا نے اُن کے روبرو گدھے کو زندہ کیا اور شہر میں آکر سب شہر اور بیت المقدس کو آباد دیکھ کر کہا کہ مجھے یقین ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے مُردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے سو حشر اور بعد مُردن تمام خلق کو زندہ کر کے حساب لینا بھی اس کی قدرت میں ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي

اور (اے نبی اُس واقعہ کو بھی یاد کرو کہ) جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے بھی تو دکھا

كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ أَوَلَمْ

کہ تو مُردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔ (خدا نے) فرمایا کیا تجھے یقین

تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ

نہیں آتا؟ (ابراہیم نے) کہا کیوں نہیں لیکن اپنے دل کا اطمینان کرنا

قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ

چاہتا ہوں (خدا نے) فرمایا (اچھا) چار پرندے لو

فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ

پھر ان کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر اُن میں سے ہر ایک کا

جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر اُن کو بُلاؤ تو

يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ

وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ بے شک خدا

[5] حضرت عیسیٰؑ سے تخمیناً پانسو برس پہلے ۱۲ منہ

۳۵ ع ۳ ۴

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

اذ کا عامل محذوف ہے تقدیرہٗ اذکر پس یہ مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول فیہ قال فعل ابراہیم فاعل رب ارنی الخ جملہ مقولہ کیف تحی الموتیٰ جملہ مفعول ہے ارنی کا اے کیفیۃ احیاء الموتیٰ لیطمئن کا لام محذوف سے متعلق ہے تقدیرہٗ سئلتک لیطمئن من الطیر صفت ہے اربعۃ کی منہن حال جزءٍ سے سعیا مصدر موضع حال میں اور مفعولِ مطلق بھی ہوسکتا ہے۔

تفسیر

یہ تیسرا واقعہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بابل سے ہجرت کرکے ملک شام میں آنے کے بعد گزرا۔ حضرت ابراہیم کو ہرچند خدا کے فرمانے کے وجہ سے یقین تھا کہ آدمی مرکر گو اُس کے اجزاء مخلوط ہوجائیں ہوا میں ہوا اور خاک میں خاک اور پانی میں پانی آگ میں آگ مل جائے مگر خدا اس کو زندہ کریگا اور اس کے اجزاء کو جمع کرے گا۔ لیکن بمقتضائے بشریت یہ بات گونہ عجب معلوم ہوتی تھی اس لیے خدا سے سوال کیا کہ مجھ کو دِکھا تو کس طرح سے مُردوں کو زندہ کرے گا۔ خدا نے فرمایا تجھ کو یقین نہیں ؟ عرض کیا یقین تو ہے لیکن اطمینانِ قلبی کے لیے سوال کرتا ہوں کہ اس امر کا مشاہدہ بھی کرلوں تاکہ عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔ خدا نے فرمایا تو چار پرندے کر چند روز ان کو اپنے پاس رکھ۔ پھر سب کا قیمہ کرکے تھوڑا تھوڑا پہاڑ کے مختلف ٹیلوں پر رکھ دے اور پھر ہر ایک کو بلا تیرے پاس ہر ایک جانور دوڑ کر چلا آویگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے مور اور کبوتر اور مرغ اور کوا لیا اور اسی طرح کیا۔ پھر جس کو پکارا اس کے اجزاء مجتمع ہوکر زندہ ہوا اور ابراہیمؑ کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا۔ اس امر کے مشاہدہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یقین کامل ہوگیا۔

اگرچہ ان چار پرندوں کے لینے کی وجہ اور ان کے نام کسی صحیح حدیث سے معلوم نہیں ہوتے مگر علماء کے اقوال سے یہ نام جو اوپر گزرے ثابت ہوتے ہیں اور چار پرندوں کے لینے اور اُن کے بلانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بیشتر انسان کے جسم کے لیے چار عنصر آگ پانی ہوا مٹی جزوِ غالب ہیں اور دنیا میں یہ چاروں پرند کہ جو ہر ایک دوڑ کر اپنے حیّزِ اصلی کی طرف اڑ جانا چاہتا ہے آپس میں ملے ملے رہتے ہیں اور ایک روز یہ پھر جدا ہوجاویں گے اور قیامت کو اس قادرِ مطلق کے حکم سے پھر ملیں گے ہر ایک دوڑتا چلا آوے گا۔ اس امر کے مشاہدہ کے لیے ان کا نمونہ اور ان کے مناسب چار پرند جانور مختلف الطبائع لینے کو کہا اور ان کو بلانے کو فرمایا تاکہ پہچان رہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہ اور جانور ہیں۔

ف اول قصہ میں چونکہ حضرت یرمیاہ نے ادب ملحوظ نہ رکھا اور انّٰی یحیی ہٰذہ اللہ بعد موتہا کہا تو خدا نے قرآن میں اُن کا نام نہ لیا اور خود انھیں پر امتحان ہوا برخلاف اس کے حضرت ابراہیمؑ نے پہلے رب ارنی کہا اور کیفیت احیاء موتیٰ پوچھی اُن کا ذکر آیا۔ **ف ۲** نیچری مفسر نے ان دونوں قصوں کا انکار کیا ہے اور اپنی عادتِ قدیمہ کے موافق مفسرین پر اعتراضِ بیہودہ کرکے ایک لغو توجیہ کی ہے کہ کالذی سے مراد کانہ مر علٰی قریۃ یعنی خواب میں یہ واقعہ گزرا ہے۔ اور اسی طرح ابراہیمؑ کا واقعہ بھی خواب کا ہے۔ چوں کہ بجز تقلیدِ ملحدین اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس شخص نے اپنے دعوے پر قائم نہیں کی اور اس توجیہ کو کوئی نحوی یا اہلِ زبان تسلیم نہیں کرتا۔ اور نیز اُن کے کلام میں باہم تعارض بھی ہے۔ اس لیے میں لفظ بہ لفظ جواب دینا مناسب نہیں جانتا۔

بعض عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ مُردے دنیا میں

زندہ نہیں ہوتے خود بائبل کے برخلاف ہے۔ دیکھو کتاب حزقیل میں سیکڑوں مُردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے[1]

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
مثال ان کی جو اپنے مال خدا کی راہ میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے کہ جو سات بالیں
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَ
نکالے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں اور
اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دوچند کر دیتا ہے اور اللہ وسعت والا
عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
خبردار ہے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ
خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کر کے نہ احسان
اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ
جتلاتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انھیں کے لیے ان کا بدلہ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
خدا کے پاس ملے گا اور نہ ان کو کوئی خوف ہوگا
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ
اور نہ وہ کبھی رنجیدہ ہوں گے اچھی بات کہنا
وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ
اور درگزر کرنا ایسی خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے
اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾
(سائل کو) ایذا پہنچے اور اللہ بے نیاز بُردبار ہے۔

ترکیب

مثل الذین الخ جملہ مبتدا لے مثل انفاق الذین الخ۔ کمثل جنۃ الخ خبر۔ انبتت سبع الخ جملہ موضع جر میں صفت ہے جنۃ کی مائۃ جنۃ مبتدا فی کل سنبلۃ خبر یہ جملہ صفت ہے سنابل کی، الذین ینفقون صلہ و موصول مبتدا لہم اجرہم الخ خبر قول معروف موصوف و صفت مبتدا خیر الخ خبر یتبعہا اذی جملہ صفت ہے صدقۃ کی۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالے نے اپنی قدرت کاملہ اور عالم آخرت کا ثبوت قطعی کر چکا تو اب عالم آخرت کے لیے سازوسامان کی ترغیب دیتا ہے کہ وہاں کے لیے کچھ دیا کرو، وہ ضائع نہیں جاتا۔ وہ خدائے قادر کہ جو مردہ کو زندہ کرتا ہے اور جس کے اوصاف مذکور ہوئے

[1] اور ۲ کتاب سلاطین کے تیرھویں باب ۲۱ ورس میں ہے کہ یسع نبی کی قبر میں لوگوں نے ایک مردہ کو ڈال دیا اور جب وہ شخص گر گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو وہ جی اٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہوا، انتہی۔ دراصل ایسی باتیں ملحد بنایا کرتے ہیں، جو کہ سوا محسوسات کے معقولات کے منکر ہیں۔ خدا تعالے اور اس کی قدرت اور اس کے افعال، خوارق عادت سب کے منکر ہیں۔ ان کی نظر بہائم کی مانند ہے۔ جو محسوسات سے تجاوز کر کے معقولات تک نہیں پہنچتی۔ اور یہ کہنا کہ یہ قصہ توراۃ میں کیوں نہیں یا الٹ پلٹ کر وہاں سے نقل کیے گئے ہیں، خیالِ خام ہے۔ اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں۔

اس خیرات کے اجر کو عالم مثالی میں قائم کرتا ہے جس طرح کوئی یہاں ایک دانہ زمین میں ڈالے اور اس سے گیہوں یا باجرہ وغیرہ کا کوئی پیڑ اُگے اور اس میں سات خوشے پیدا ہوویں اور ہر خوشہ میں سو دانے ہوں تو ایک دانے کے سات سو دانے زمین میں مخفی کرنے سے حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کو پانی دیا جاوے اور آفات سے محفوظ رکھا جاوے۔ اسی طرح جو کوئی خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے تو اُس کو عالم مثالی کی زمین میں مخفی کرتا ہے اس کا وہاں ایسا درخت اُگتا ہے اور ایسے ثمرات پیدا ہوتے ہیں بشرطیکہ ایمان اور خلوص کا پانی دیا جاوے اور احسان جتلانے اور سائل کو ایذاء دینے کی بلاؤں سے بچایا جاوے۔ ورنہ سائل کو زبان سے نیک بات کہنی اور اُس کے الحاح پر درگزر کرنا یا عموماً ہر شخص سے نیک بات کہنی اور درگزر کرنا ایسی خیرات سے بہتر ہے۔

ف ۱ یہ مثال ایک ذہنی الوجود چیز کے ساتھ ہے اس کے لیے یہ کچھ ضرور نہیں کہ خارج میں کوئی ایسا پیڑ بھی پایا جاوے کہ جس کے سات خوشے ہوں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔ ف ۲ لا خوف علیہم میں تعمیم ہے۔ نہ دنیا میں ایسے لوگوں کو افلاس کا خوف و غم ہوگا نہ آخرت میں۔ ف ۳ مال، انسان کو بہت عزیز ہے اس کے صرف کرنے والے کے لیے واسع علیم فرمایا کہ ہم وسعت اور فراخی عطا کرتے ہیں، اور خلوص دل سے آگاہ ہیں۔ اور موذی ریاکاروں کے لیے غنی حلیم فرمایا کہ ہم کو کچھ پروا نہیں اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ
ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتلا کر
بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ
اور ایذا دے کر اُس شخص کی طرح برباد مت کرو کہ جو اپنا مال

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
لوگوں کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ قیامت
الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
کے دن پر سو اُس کی مثال ایسے چکنے پتھر کی سی ہے کہ جس پر کچھ
تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ
مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ پڑ جائے اور اس کو صاف کر جائے
لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ ۱
جو کچھ انہوں نے کمایا تھا سب گیا گزرا ہوا۔
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۲۶۴
اور اللہ (ازلی) کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور اُن لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضامندی حاصل
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ
کرنے کے لیے اور اپنے دلی اعتقاد سے
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
خرچ کرتے ہیں ایک ایسے باغ کی سی ہے جو نرم زمین پر ہو اُس پر زور کا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ
مینہ برسے تو دوچند پھل لائے،
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ
پھر اگر اس پر مینہ نہ پڑے تو شبنم ہی کافی ہو جائے اور جو کچھ تم
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۲۶۵
کر رہے ہو خدا خوب دیکھ رہا ہے۔

ترکیب

کالذی کا کاف موضع نصب میں ہے نعت ہے مصدر محذوف کی تقدیرہ ابطالا کابطال الذی ینفق رئاء الناس

مفعول لہٗ ہے ینفق کا رئاء کی پہلی ہمزہ نفس کلمہ ہے کہ یہ رای سے ہے اور اخیر بدل ہے ی سے صفوان جنس ہے وقیل جمع صفوانۃ علیہ تراب جملہ موضع جر میں صفت ہے صفوان کی ابتغاء مفعول لہٗ ہے ینفقون کا اور تثبیتاً اس پر معطوف ہے اور یہ مصدر ہے فعل متعدی کا اے یثبتون اعمالہم باخلاص النیۃ اور ممکن ہے کہ بمعنی تثبت ہو ربوۃ بضم الراء و فتحہا بلندی یا پھولی ہوئی نرم زمین اصابہا وابل جملہ صفت ہے جنۃ کی وابل وبل سے مشتق ہے یقال اوبل فہو موبل اکل سکون کاف اور ضمہ دونوں طرح جائز ہے یہ جمع ہے واحد اس کا اکلۃ ہے بمعنی ماکول ضعفین حال ہے اے مضاعفا فطل خبر ہے مبتدا محذوف کی اس کے معنی شبنم ہیں اور خبر بھی محذوف کی کہہ سکتے ہیں۔

تفسیر

پہلی آیات میں خیرات دے کر احسان جتلانے اور فقیر کو بدزبانی یا طعن و تشنیع سے ایذا دینے سے منع فرمایا تھا، یہاں اس کے اجر ضائع ہونے میں منافقوں سے مثال دیتا ہے کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے نہ ان کو اجر آخرت کا یقین ہے بلکہ محض نام آوری کے لیے مال خرچ کرتے ہیں یعنی منافق، سو تم ایسا نہ کرو ان کو کچھ بھی اجر نہیں اسی طرح تم کو بھی نہ ملے گا۔ کس لیے کہ عالمِ مثال میں جس طرح شجر خیرات کو احسان جتلانا اور ایذا دینا برباد کرتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانا اور ریاکاری کرنا بھی برباد کرتا ہے۔ پھر ان منافقوں کے حال ظاہر کرنے کے لیے مثال دیتا ہے کہ ایمان اور خلوصِ نیت بمنزلہ ربوۃ نرم اور بلند زمین کے ہے جو اپنے پیڑوں اور درختوں اور جڑی بوٹیوں کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے اعنی عمدہ زمین۔ اور کفر اور ریاکاری بمنزلہ سخت پتھر کے ہے کہ جس پر کوئی چیز نہیں اُگتی اور اس پر کسی قدر مٹی پڑی ہو ۳۶ ع
یعنی ظاہری اسلام۔ پس جو منکر اور ریاکار خیرات کرتے ہیں تو گویا اس پتھر پر کسی قدر مٹی دیکھ کر کچھ بونا چاہتے ہیں اور ۶ ۲

جب اس پر سخت بارش پڑ جاتی ہے تو سب کو بہا دیتی ہے کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہیں رہتا۔ اسی طرح جب موت اور مرورِ دہر کا مینہ پڑے گا ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا، وہ ظاہری نیکوکاری جو غبار تھی اڑ جاوے گی اور جو مومن و مخلصین خدا کی خوشنودی اور خلوصِ دل سے حسنات و خیرات کرتے ہیں تو اُس عمدہ زمین پر (عالمِ مثالی میں) باغ لگاتے ہیں جس پر زور کا مینہ برستا ہے تو دُگنا پھل آتا ہے اور چونکہ زمین عمدہ ہے اگر زور کا مینہ نہیں برستا تو کسی قدر ترشح اور شبنم ہی کافی ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد تو بے شمار اجر حاصل ہوگا اور دنیا میں بھی اس کا کچھ پھل اس کو ملے گا۔

ف ان دونوں مثالوں میں جو کچھ باریکیاں ہیں ان کو میں اس مختصر میں بیان نہیں کر سکتا، مفرد اور مرکب کے لحاظ سے ہر پہلو میں اعجاز ہے۔

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن
کیا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اُس کے لیے کوئی کھجوروں اور
نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
انگوروں کا ایسا باغ ہو کہ جس میں نہریں بہتی
الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ
ہوں اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے بھی ہوں
وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ
اور اس پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے بال بچے بھی ننھے ننھے ہوں
فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ
پھر اس باغ پر ایسا لُو کا جھونکا چل جائے کہ جس میں آگ ہو جس سے وہ جل جائے
كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ
اللہ یوں اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ
تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
تم غور کرو ایمان والو!

أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا

اپنی کمائی میں سے پاک چیزیں اور نیز وہ چیزیں

أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا

جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے اُگائی ہیں وہ دیا کرو اور ایسی بُری

الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ

چیز کے دینے کا تو ارادہ بھی نہ کرنا کہ جس کو تم خود بھی

إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

بغیر چشم پوشی کیے نہیں لے سکتے اور جان رکھو کہ اللہ

غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ ٢٦٧

بے پروا خوبیوں والا ہے۔

ترکیب

من نخیل صفت جنۃ کی کہ تجری اور لہ فیہا الخ واصابہ الکبر جملہ بحذف قد حال ہے احد سے ولہ ذریۃ حال ہے اصابہ کی ضمیر سے ولا تیمموا اے لاتقصدوا فعل الخبیث مفعول منہ جار مجرور متعلق تنفقون سے اور تقدیم تخصیص کے لیے پس یہ جملہ اعنی تنفقون منہ حال ہے الخبیث سے ولستم بآخذیہ الخ جملہ حال ہے فاعل تنفقون سے۔

تفسیر

یہ ایک اور مثال اس شخص کے لیے بیان کی گئی کہ جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذا دیتا ہے وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آبِ رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڈھا ہو کہ علاوہ اس عمدہ باغ کی آمدنی کے اور کوئی وجہ معاش نہ رکھتا ہو، نہ اور فنون کسب معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اُس بے کسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑ جائے کہ جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے۔ پھر دیکھیے کہ اُس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بے کسی اور حیرت اور حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالمِ غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڈھے کی طرح حَسنات اور اعمالِ صالحہ کرنے سے معذور و مجبور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور انہیں اعمالِ صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے اور اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لُو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تر و تازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہو جاوے یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اُس تر و تازہ باغ کو تباہ کرتے ہو؟ اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ کیسی چیزیں خیرات و صدقہ میں دینی چاہییں آیا دل سے اُتری ہوئی کہ جن کو باہم بھی کوئی بجز کراہت اور ناخوشی کے نہیں لیتا، یا عمدہ اور مرغوب چیزیں۔ حکم دیتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں دو۔ اور نیز طیبات ما کسبتم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز تم نے حلال اور جائز طور سے حاصل کی ہے اس کو دو، اسی کو خدا قبول بھی کرتا ہے حرام اور ناجائز کمائی کی خیرات اس کے نزدیک قبول نہیں ہوتی۔ اور جو چیزیں کہ اناج میوے وغیرہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے بھی دو اور جن چیزوں کو تم خرچ کرتے ہو اُن میں سے اُن بُری چیزوں کے دینے کا تو قصد بھی نہ کرنا کہ جن کو تم بھی خوشی سے نہیں لیتے کس لیے کہ خدا بے پروا ہے بُری نذریں قبول نہیں فرماتا۔ تغمضوا اغماض آنکھ بند کرنا، اور اس کی اصل

غموض یعنی چھپانا ہے۔ اسی لیے کلام خفی کو غامض کہتے ہیں۔ مگر یہاں مراد مساہلت ہے۔ کیوں کہ آدمی جب کوئی ناپسند چیز دیکھتا ہے تو آنکھ بند کرلیتا ہے ٭

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
شیطان تو تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بُری باتوں کا
بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً
حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور
مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾
فراخی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا خبردار ہے
يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ
جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے اور جس کو دانائی
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا
دی گئی تو اس کو سب کچھ دیا گیا اور
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ
سمجھتے بھی وہی ہیں جو عقل مند ہیں اور جو
اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ
کچھ بھی تم خیرات کرتے ہو یا کوئی نذر
نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مانتے ہو تو بیشک اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا تو کوئی
مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ
بھی مددگار نہیں اگر خیرات ظاہر کرکے دو
فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا
تو بھی اچھا ہے اور اگر اس کو چھپاکر فقیروں کو
الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ
دو تو یہ تمہارے لیے (زیادہ) بہتر ہے اور یہ تمہارے
عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
گناہوں کو مٹادے گا اور جو کچھ تم
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾
کر رہے ہو اللہ سب سے واقف ہے

ترکیب

الشیطان مبتدا یعدکم الخ جملہ خبر واللہ مبتدا یعدکم خبر منہ صفت ہے مغفرۃ کی جو مفعول ثانی ہے یعد کا یؤتی الحکمۃ جملہ صفت ہے علیم کی وما انفقتم الخ شرط فان اللہ الخ جواب۔ ان تبدوا شرط فنعما ہی جواب آگے کے لیے نعما اصل میں نعم ما تھا، باہم ادغام کر دیا ہی مبتدا مؤخر نعم فعل ما نکرہ بمعنی شئے اس کا فاعل مجموعہ خبر۔ اور یوں بھی ہے کہ ہی مخصوص بالمدح خبر مبتدا محذوف کی ہو تقدیر الکلام نعم الشئ شیئا ہی۔

تفسیر

خیرات وصدقات سے اکثر خیالاتِ فاسدہ منع کیا کرتے ہیں کہ یہ مال جاکر پھر کہاں سے آئے گا تمہارے بال بچے ہیں، آئندہ کیا کیا ضرورتیں پیش آنی ہیں، جن کا منشاء انسان کا طبعی بخل ہے شیطان ان خیالاتِ فاسدہ کو دل میں ڈالتا ہے مگر ایمانداروں کے دلوں میں خدا کی طرف سے ایک روحانی سلسلۂ الہام بھی قائم ہے اس کے ذریعہ سے خدا اس صدقہ وخیرات پر مغفرت اور فضل یعنی کشائش وفراغ دستی وبرکت کا وعدہ کرتا ہے۔ کس لیے کہ واللہ واسع علیم خدا بڑی کشائش دینے والا اور خبردار ہے۔ انسان اپنے ذرائع معاش اور کوشش کو وسعت کا سبب جانتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کس لیے کہ بارہا ایک دو نہیں تو سیکڑوں عاقلوں کی کوششیں اور باریک بینیاں بے کار ہوجاتی ہیں بجائے فائدہ اور دولت کے افلاس اور نقصان پیش آتا ہے۔ یہ اسرار اور حکمت ہر ایک کو نصیب نہیں،

ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا مگر انھیں کے فہم کو رسائی ہوتی ہے کہ جن کو خدا نے حکمت یعنی دانائی دی ہے اور جس کو دانائی دی گئی اُس کو سب کچھ دیا گیا۔ کس لیے کہ انسانی سعادت خواہ دنیاوی ہو یا اخروی ہو سب علم و حکمت ہی پر مبنی ہے اس خزانہ غیبی کے آگے دولت و مال و اسباب کامرانی کیا چیز ہیں۔ ممکن ہے کہ خدا کا وعدہ مغفرت و کشائش انبیاء کی معرفت ہوا ہو جو ہر ایک شریعت میں متوارث ہی شیطان صدقہ و خیرات کرنے پر تنگ دستی ہی سے نہیں ڈراتا بلکہ فحش کا بھی حکم دیتا ہے۔ سائلوں کو گالیاں دینا اور نیک کاموں کی مذمت کرنا، شہوات و لذات اور نمود کے کاموں میں روپیہ اُڑانا، شراب خواری اور زناکاری، قمار بازی اور سب بازیوں میں بے دریغ روپیہ اٹھانا، شہرت کے لیے مجامع کرنا، رقص و سرود کی مجلسیں بیاہ شادی میں کرنا، بلاحاجت مکانات بنانا وغیرہ جملہ فحش شیطانی الہام ہے جس کا بدیہی نتیجہ افلاس اور رسوائی ہے۔ عجب ہے کہ اُن کاموں میں روپیہ خرچ کرنے سے تو افلاس سے ڈرتا ہے مگر شیطانی کاموں میں بے دریغ اُڑانے سے افلاس سے نہیں ڈرتا حالانکہ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ شیطانی کاموں میں صرف کرنے سے افلاس آتا ہے جس کی نظیر ہندستان کے امراء زادے موجود ہیں۔ اور نیک کاموں میں صرف کرنے سے اب تک کوئی بھی محتاج دیکھا نہیں گیا بلکہ برکت اور فراغ دستی دیکھی جاتی ہے۔ مگر شیطانی الہام نے کیسا برعکس معاملہ سمجھایا ہے۔ اس کے بعد حکم دیتا ہے کہ جب تمہارے دل میں اخلاص ہے تو تم کو اختیار ہے مخفی طور سے دو یا ظاہر دو۔ پھر خلوص نیت پر آمادہ کرنے کے لیے واللہ بما تعملون خبیر فرمایا ۞

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

(اے نبی) آپ کا ذمہ نہیں کہ ان کو راہ راست پر لائیں لیکن اللہ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۤءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اور تم جو کچھ بھی اچھی چیز خیرات

خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا

کرتے ہو تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتے ہو اور تم تو صرف اللہ کی رضامندی

ابْتِغَاۤءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

حاصل کرنے کے لیے خرچ کیا کرتے ہو اور جو کچھ تم خیرات کروگے تو پوری

خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

پوری تم کو ملے گی (یعنی اس کا ثواب) اور تمہارا کوئی حق رکھا نہ جائے گا۔

لِلْفُقَرَاۤءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

(خیرات تو) اُن فقیروں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے

اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ

ہوں ملک میں کہیں جا بھی نہیں سکتے

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۤءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ

ناواقف تو ان کو قناعت کے سبب غنی سمجھتا ہے

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ

(تو اے مخاطب) انکی صورت (و شکل) سے اُنکو خوب جان سکتا ہے وہ کسی سے چمٹ کر نہیں

اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

مانگتے اور تم جو کچھ بھی کام کی چیز خرچ کروگے سو اُس کو

٣٧ ع ٧ ٥ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

اللہ جانتا ہے جو لوگ رات اور

اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

دن چھپے اور کھلے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتے ہیں

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس موجود ہے نہ اُن پر کچھ

وقف منزل عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی رنجیدہ ہوں گے۔

٢

ترکیب

للفقراء خبر ہے مبتدا محذوف کی اے الصدقات المذکورۃ للفقراء پھر فقراء کے احصروا الخ لایستطیعون ضربا یحسبہم الجاہل اغنیاء تعرفہم بسیماہم لایسئلون الناس الخ پانچ وصف بیان فرمائے اول بطور صفت اور باقی بطور حال وفیہ سر لایسعہ المقال الذین موصول وصلہ مبتدا فلہم اجرہم جملہ خبر اور فا اس لیے کہ مبتدا میں بوئے شرط تھی۔

تفسیر

یہ خیرات کی بابت چوتھا حکم ہے جس طرح پہلی آیتوں میں خیرات میں دینے کے قابل چیزوں کا بیان تھا، اس میں اُن لوگوں کا بیان ہے کہ جن کو خیرات دینی چاہیے۔ صحابہ باخود آں حضرت علیہ السلام مشرکین اور بت پرستوں کو دینے میں کوتاہی کیا کرتے تھے ان کی بت پرستی سے نفرت کر کے، اس پر حکم آیا کہ تم ہر ایک محتاج کو دو خواہ مومن ہو خواہ کافر بدکار۔ ہدایت پر لانا آپ کا ذمہ نہیں کہ آپ ان کو ایسی باتوں سے مجبور کر کے مسلمان کریں، ایمان اور ہدایت اُس کے قبضہ میں ہے جس کو چاہتا ہے نصیب کرتا ہے۔ تم شوق سے دو تم کو ان کی بت پرستی سے کیا تم تو خاص اللہ کی رضامندی کے لیے دیتے ہو۔ اب جو کچھ تم دو گے، پاؤ گے۔ اُن کو کیا دیتے ہو اپنے لیے جمع کرتے ہو یہ سب خدا تم کو واپس دے گا کچھ نہ لے گا۔

اس کے بعد جو لوگ خیرات کے لیے زیادہ مستحق ہیں اُن کو بیان کرتا ہے کہ ان صدقات کے زیادہ مستحق وہ فقراء ہیں کہ جن میں یہ پانچ باتیں پائی جاتی ہیں (۱) یہ کہ وہ خدا کی راہ میں بند کیے گئے ہوں جیسا کہ آں حضرت سے تعلیم پانے اور شب و روز یاد الٰہی میں بہت سے صحابی[ف۱] گھر بار چھوڑ کر حضور میں حاضر رہتے تھے۔ جن کے فیض نے آں حضرت کے بعد تمام عالم کو منور کیا، سو اُن کا دینا علاوہ ثواب کے تائید و تقویت اسلام بھی ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں طلباء و علماء و خادمان دین کی خدمت ضروری سمجھی گئی (۲) یہ کہ وہ ان وجوہ سے پاشکستہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں، کہیں تجارت یا سوال کے لیے نہیں جا سکتے۔ (۳) اس فقر و فاقہ پر بھی اس کشادہ پیشانی اور حزمی سے گزارتے ہیں کہ ناواقف ان کو اس بے اعتنائی اور بے سوالی سے غنی سمجھتا ہے (۴) جس سے اُن کے چہروں پر انوار تقدس ایسے چمکتے ہیں کہ جن کو ہر ایک صاحب بصیرت پہچان لیتا ہے کہ یہ خاصان خدا اور محبوب کبریا ہیں۔ (۵) ان میں صفت توکل غالب ہے۔ عام سائلوں کی طرح سے دربدر بھیک مانگتے، اور رستوں میں لوگوں سے لپٹتے نہیں (جیسا کہ آج کل چرس اور بھنگ پی کر گدائی کرنا ولایت اور کمال احمقوں میں سمجھا جاتا ہے)۔ اس کے بعد زیادہ خیرات دینے کی ترغیب دیتا ہے کہ جو اپنا مال رات دن خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں نہ ان کو اس مال کے خرچ کرنے سے رنج ہوگا نہ اُن کو کچھ آخرت میں خوف ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ

جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت میں) کھڑے نہ ہوں گے

إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے کہ جس کو بھوت چمٹ کر

مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا

دیوانہ کر دیتا ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ سودا

الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَأَحَلَّ اللّٰهُ

کرنا بھی تو سود ہی جیسا ہے حالانکہ خدا نے سودے کو

الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَاءَهُ

تو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے پھر جس کے پاس

ف۱ یہ مہاجرین کے گروہ میں سے ایک خاص فرقہ تھا جن کو اصحاب الصفہ کہتے تھے ۱۲ منہ

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ

اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے پھر وہ باز آجائے تو جو کچھ لے چکا وہ اسکا ہوگیا

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

اور اس کا معاملہ خدا کے حوالے اور جو پھر بھی سود لے تو یہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۷۵

دوزخی ہیں جو اُس میں سدا رہا کریں گے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ

خدا سود کو مٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝۲۷۶ اِنَّ

اور اللہ کو کوئی بھی ناشکر گناہ گار پسند نہیں بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا

جو لوگ ایمان لائے اور (انہوں نے) اچھے کام کیے اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اُن کا اجر

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

ان کے رب کے پاس ہے اور نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا اور

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۷

نہ وہ کبھی رنجیدہ ہوں گے۔

ترکیب

الذین یاکلون الخ مبتدا لایقومون الخ جملہ خبر کما کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی، تقدیرہٗ الاقیاما مثل قیام الذی الخ ذلک مبتدا بانھم الخ خبر من المس متعلق ہے یتخبطہ سے فمن جاء شرط فلہ ما سلف جواب وامرہ معطوف جواب پر ومن عاد شرط فاولئک جواب الذین آمنوا اسم لھم اجر خبر۔

تفسیر

صدقہ وخیرات کے بعد سود کی برائیاں بیان کرنا اور اس کو حرام کر دینا گویا صدقہ وخیرات کے بیان کو پورا کر دینا ہے۔ کس لیے کہ جس طرح صدقہ وخیرات میں رحم دلی اور مسکینوں اور غریبوں کی دستگیری ہے اسی طرح سود میں سخت دلی، اور حاجت مندوں پر سخت گیری ہے یہ اُس کی پوری ضد ہے۔ ہم پہلے الفاظِ آیت کی تفسیر پھر مسئلہ ربٰوا کی تشریح اور اس کے حرام ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں:۔

فرماتا ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اس فعلِ بد کی سزا میں عذابِ الٰہی کی دہشت سے بدحواس ہوں گے جیسا کہ کوئی خللِ آسیب سے بدحواس ہو جاتا ہے (چونکہ دنیا میں محتاجوں کو اُن کی سخت گیری سے دہشت اور حیرانی ہوتی تھی، اُن کا یہ فعل اُس عالم میں اُن پر آسیب بن کر سوار ہوگا) اور یہ اس لیے ہوگا کہ ان سود خوروں نے یہ بات بنائی ہے کہ سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے جس طرح ایک روپیہ کی چیز کو دس روپے میں بیچنا درست ہے اسی طرح بوقتِ حاجت کسی کو دس روپے دے کر پندرہ لینا اپنے روپیہ کا نفع حاصل کرنا ہے کہ جس سے اتنی مدت میں ہم نفع حاصل کرتے، اس کا جواب دیتا ہے یہ تمہارا قیاس غلط ہے کیونکہ بیع میں ایک چیز معاوضہ میں دی جاتی ہے اور سود میں اصل روپیہ لے کر اس پر زیادتی کون سی چیز کا معاوضہ ہے؟۔ رہی یہ بات کہ اس سے ہم نفع حاصل کرتے تو یہ یقینی بات نہیں۔ اس تقریر کی طرف اجمالاً احل اللہ البیع وحرم الربٰوا میں اشارہ کر دیا۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اس کی ممانعت سے پہلے جو کچھ کسی نے لے لیا خیر وہ اس کا ہو گیا دنیا میں اس پر کچھ مطالبہ نہیں آخرت میں خدا چاہے تو معاف کرے چاہے حساب لے وامرہٗ الی اللہ لیکن باوجود حکمِ ممانعت آنے کے پھر جو کوئی سود لے گا اور خدا کے حکم حقیر جانے گا۔ تو

جہنمی ہوگا ہمیشہ اس میں رہے گا۔ سود خور نازاں نہ ہوں کہ ہم نفع حاصل کررہے ہیں بلکہ نقصان کررہے ہیں کیونکہ خدا کے نزدیک یہ روپیہ نہایت مکروہ ہے۔ اُس عالم میں اس سے کچھ نفع نہ ہوگا کیونکہ اُس عالم میں خدا اس کو مٹاتا ہے گو بظاہر زیادتی معلوم ہو مگر باطن میں بربادی ہے۔ برخلاف صدقہ و خیرات کے، ظاہر میں مال گھٹتا ہے لیکن باطن میں بڑھتا ہے۔ اس لیے احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے کہ جب کوئی خلوص نیت سے خدا کی راہ میں کوئی تھوڑی سی چیز بھی دیتا ہے تو خدا اس کو عالمِ باطن میں بڑھاتا ہے اور زیادہ کرتا ہے یہاں تک کہ بعدِ مُردن وہ تھوڑی سی چیز اس کو پہاڑ کے برابر اجر میں معلوم ہوگی۔ وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ۔ چونکہ سود خور چند مدت کی مہلت کا معاوضہ لیتا ہے اور یہ خدا کی نعمت و دولت کی ناشکری ہے سو اُسکو کوئی ناشکر گنہگار نہیں بھاتا بلکہ وہ نفرت کرتا ہے جس کی نفرت کا پرتو اس عالم میں یہ ہوتا ہے کہ سود خور کو لوگ بہ نظرِ حقارت دیکھتے اور مکروہ جانتے ہیں اور سخی کی عزت اور اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس وعید کے بعد ایمان داروں کو (کہ جو خیرات و زکوٰۃ دیتے ہیں) خوش خبری سُناتا ہے کہ یہ اُن کا مال برباد نہیں جاتا بلکہ اس کے پاس جمع ہوتا ہے اُس عالم میں سب کا اجر ملے گا۔ کہ ان کو کوئی رنج و غم نہ ہوگا، عالمِ قدس میں شاداں رہیں گے کیونکہ انہوں نے میرے محتاج بے کسوں کے دل خوش کیے تھے لاخوف علیهم ولا هم یحزنون۔

ربٰوا (یعنی سود بیاج) لغت میں زیادتی کا نام ہے کہتے ہیں ربی الشی یربو۔ ومنہ قولہ تعالٰی اھتزت وربت اے زادت۔ ربٰوا کی دو قسم ہیں ربا النسیئۃ۔ ربا الفضل۔ اول قسم کا ربٰوا ایامِ جاہلیت میں جاری تھا اور وہ یہ تھا کہ کوئی شخص، کسی کو کسی میعاد پر قرض دیا کرتا تھا اور اس پر کچھ ماہواری مقرر کر لیتا تھا پھر جب میعاد پر وہ روپیہ مدیون سے ادا نہ ہوتا تھا تو قرض خواہ اصل میں کچھ اور بڑھا کر مہلت دیتا تھا۔ اور کبھی سود کو اصل میں جمع کرکے پھر اس پر سود لگایا کرتا تھا جس کو اضعافاً مضاعفاً اور سود کہتے ہیں۔ سود خواروں کا عموماً دستور ہے۔ قسمِ دوم یہ ہے کہ گیہوں یا جو وغیرہ کسی چیز کو اُسی کی جنس سے ڈیوڑھے یا دُگنے پر فروخت کیا جاوے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اول میں یہ رائے تھی کہ اوّل قسم کا ربٰوا حرام ہے اور قسمِ ثانی درست ہے مگر انہوں نے اس مذہب سے رجوع کیا۔ لیکن جمہور ائمہ دونوں قسم کے سود کو حرام کہتے ہیں اول کی حرمت قرآن کی انھیں آیات سے ثابت ہے اور قسمِ دوم کا حرام ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ من جملہ ان کے ایک حدیثِ صحیح ہے کہ جس کو عمر بن الخطاب اور عبادہ بن صامت اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے اصحاب الصحاح نے روایت کیا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثلٍ سواءً بسواءٍ یداً بیدٍ فاذا اختلف ہذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید۔ رواہ مسلم

اس حدیث میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن چھے چیزوں میں برابر برابر اور دست بدست فروخت کرنے کا حکم دیا اور وہ چھے چیزیں یہ ہیں سونا چاندی گیہوں جو چھوارے نمک۔ پس جب سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے اور گیہوں کو گیہوں سے اور جو کو جو سے اور چھواروں کو چھواروں سے اور نمک کو نمک سے فروخت کریں تو کمی زیادتی نہ کریں اور اُسی وقت دیویں تو اُسی وقت لیویں اگر سیر دے کر دو سیر لے گا یا دو کر وقت سیر بھر ہی لیگا، تو یہ ربٰوا ہوگا۔ پھر علماء ظاہر یہ کہتے ہیں کہ صرف انھیں چھے چیزوں میں ربٰوا ہے باقی اور چیزوں میں نہیں۔ سیر بھر باجرہ جوار دے کر دو سیر خواہ اُسی وقت لو خواہ پھر۔ مگر مجتہدین بالخصوص ائمہ اربعہ یہ کہتے ہیں کہ علاوہ ان کے اور چیزوں میں بھی انھیں پر قیاس کرکے حکم جاری ہوگا مگر جب کسی چیز کو کسی چیز پر قیاس کرتے ہیں تو دونوں میں ایک وصفِ مشترک

ضرور دیکھا جاتا ہے جس کو علم اصول فقہ میں علّت کہتے ہیں۔ اس علت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قدر و جنس ہے یعنی تُلنے اور نپنے میں آنی ہوںؔ۔ تول اور ناپ کو قدر کہتے ہیں پس اگر یہ چیز بھی تُل کر بکتی ہے اور دوسری بھی جیساکہ چاندی سونا۔ پھر اگر دونوں ایک جنس ہیں تو بیع میں کمی زیادتی بھی منع ہوگی اور اُدھار بیچنا بھی۔ اور اگر صرف قدر میں شریک ہیں اور جنس غیر ہیں جیساکہ گیہوں اور جَو، کہ دونوں نپ کر عرب میں بکتے ہیں مگر جنس الگ الگ ہیں اس صورت میں زیادہ لینا دینا تو درست ہوگا مثلاً گیہوں سیر دے کر دو سیر جَو خرید لے مگر اُدھار کرنا درست نہ ہوگا۔ اسی طرح جنس ایک ہو مگر قدر میں شریک نہ ہوں جیساکہ پتا وری ایک لنگی کو دو کے ساتھ فروخت کرے تو وہاں بھی فضل جائز ہے نسیہ حرام۔ خلاصہ یہ کہ اگر قدر و جنس دونوں متحد ہوں گے تو فضل اور نسیہ دونوں حرام ہونگے اور ایک بات میں اتحاد ہوگا تو صرف نسیہ یعنی اُدھار بیچنا حرام ہوگا فضل یعنی زیادہ لینا درست ہوگا اور جو دونوں میں اتحاد نہیں تو فضل نسیہ دونوں درست ہوں گے جیساکہ روپیہ سے غلہ خریدنا یا بیچنا۔ اب رہی یہ بات کہ امام صاحبؒ نے ان دونوں چیزوں کو علت کیوں قرار دیا؟ اس کے اَدِلّہ کتب حنفیہ میں مذکور ہیں۔

دوسرا قول امام شافعیؒ کا ہے وہ یہ کہ چار چیزوں میں علت ربوٰا کے حرام ہونے کے لیے طعم ہے یعنی کھانے میں آنا اور چاندی سونے میں نقدیتؔ اور دوسرا وصف جنس کا متحد ہونا۔ تیسرا قول امام مالکؒ کا ہے وہ یہ کہ علت قوت ہے یعنی غذا ہونا یا جو اس کی اصلاح کرے جیساکہ نمک۔ چوتھا قول عبدالملک بن ماجشون کا ہے یعنی قابل نفع ہونا۔ انھیں باتوں پر نظر کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ آیتِ ربوٰا مجمل ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی کہا کہ آں حضرتؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور ربوٰا کے مسائل ہنوز ہم نے حل نہیں کیے۔ اس مجمل کی تفسیر ائمہ نے خوب کر دی ہے۔ اب جو کوئی خواہ مخواہ اس آیت کی تخصیص کر کے کہ "صرف غریبوں سے سود لینا حرام ہے اور دولت مندوں سے درست ہے اور گورنمنٹ کے پرامیسری نوٹ کی آمدنی بھی درست ہے اور رفاہِ عام کے سرمایہ کا سود لینا بھی درست ہے اور ریل وغیرہ امورِ تمدن میں بھی سود کے لیے روپیہ دینا درست ہے" اس کا کیا اعتبار ہے؟ پھر اس پر دہلی کے علماء پر بہتان باندھنا کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا تھا، صریح غلط ہے اور یہ کہنا کہ یہ مسئلہ تجارت اور ترقی ملک کے حق میں سدِ راہ ہے سخت بے وقوفی اور ابلہ فریبی ہے۔ حق یہ ہے کہ سود کی تمام قسمیں حرام ہیں اور اس پر چار وعید نازل ہیں:۔

اوّل تخبط اور اس کے بعد حرم الربوٰا دوّم ومن عاد فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون کہ سود کو جائز کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ سوّم یمحق اللہ الربوٰا۔ چہارم فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کہ سود خواروں کو اللہ اور رسول سے لڑائی

ف: سود کی حرمت کی وجہ

ؔ یعنی معاملات بمعاوضہ قیمت ان کا جاری ہونا۔ دیکھو جو لین دین ہوتا ہے تو روپیہ اشرفی سے ہوتا ہے ۱۲ منہ

ؔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھلوں وغیرہ اُن چیزوں میں کہ جو وزن اور پیمانہ سے فروخت نہیں ہوتیں بڑھوتری ربوٰا کا حکم نہیں رکھتیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے نزدیک جو چیزیں مبادلہ میں سوا چاندی سونے کے دی جاتی ہیں، جیساکہ لوہا تانبا پیتل اور کپڑا وغیرہ ان کی بڑھوتری میں ربوٰا نہیں، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک سوا چاندی سونے کے اور جس قدر چیزیں کھانے میں نہیں آتیں نہ ذخیرہ ہوسکتی ہیں جیساکہ سبز ترکاری اور تانبا لوہا وغیرہ ان میں بھی ربوٰا نہیں۔ اور اس مسئلہ کی تعریفات کتب فقہ میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہیں ۱۲ منہ

کرنے پر مطلع کر دو۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں اس کے لینے
والے اور دینے والے اور کاتب اور شاہد سب پر لعنت آئی
ہے۔ اور سِرّ اس کا یہ ہے (۱) ہر فعل کی روح ہمہ رنگ کی
طرح پیوست ہو جاتا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے
کہ سود خوری سے دل پر سختی اور روپیہ کی محبت اور
بزدلی اس درجہ کی طاری ہوتی ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں
اور یہ تینوں اوصاف نہایت درجہ کے خراب ہیں۔ دیکھیے
سود خور کیسے سخت دل ہوتے ہیں کہ کیسا ہی غریب و مفلس
کیوں نہ ہو اس کی خانہ بربادی کر کے اپنا بھلا کرنے میں دریغ
نہیں کرتے۔ اور بزدلی ان کی مشہور ہے۔ اور اسی لیے آپ
تاریخوں کے ورق اُلٹ جائیے کبھی کسی سود خور قوم کو آپ
نہ پاویں گے کہ اس نے اولوالعزمی کی ہو یا فاتح ملک ہوئی
ہو۔ بلکہ بیشتر یہ ناجائز روپیہ جمع کیا ہوا دلیروں کے ہاتھ
لگا کرتا ہے۔ یہ تاثیر تو دنیا میں ظاہر ہوتی ہے اور عالم باطن
میں اس کے یہ اخلاق رذیلہ ہمیشہ اس کی روح کو صدمہ
پہنچاتے ہیں جیسا کہ اس نے لوگوں کے دلوں پر صدمہ پہنچایا
(۲) سود خوری سے ملک کی ترقی اور علوم و فنون اور
کارخانوں اور تجارت کی طرف (کہ جو قوم اور ملک اور ع ۳۸ ۶
سلطنت کی رونق کا باعث ہیں) توجہ نہیں رہتی اور
بدنیتی آجاتی ہے۔ آپ سود خوروں کے ملک کو کبھی سر
سبز نہیں دیکھیں گے بلکہ صرف انھیں چند مُردار خوروں کو
(۳) صلہ رحمی اور ہمدردیٔ انسانی اور مروت کا دروازہ
اس سے بند ہو جاتا ہے، اعاذنا اللہ منہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا
ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ
مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾
سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم (سچے) مومن ہو۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ
پھر اگر (یہ) نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ
لڑنے کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو
رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَ
تمہاری اصل رقم پہنچ سکتی ہے نہ تم ظلم کرو اور
لَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ
نہ کوئی تم پر ظلم کرے اور اگر قرض دار تنگ دست ہے
فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا
تو اس کو فراخی تک مہلت دینی چاہیے اور اگر (مناسب) سمجھو تو
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۰﴾ وَ
معاف ہی کر دینا تمہارے لیے بہتر ہے اور
اتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ
اُس دن سے ڈرتے رہا کرو کہ جس دن تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے
ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ
پھر جس کسی نے جو کچھ کمایا تھا اس کو پورا پورا دیا جائے گا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾
اور کسی کا کوئی حق دبا نہ رکھا جائے گا

ترکیب

ان کنتم مؤمنین شرط جملہ مقدم دال بر جزا فان لم تفعلوا شرط فاذنوا الخ جواب وان شرطیہ کان تامہ ذوعسرۃ اس کا اسم فنظرۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے فالحکم نظرۃ الخ یہ تمام جملہ جواب شرط واتقوا فعل انتم فاعل یوماً مفعول بہ ترجعون الخ جملہ اس کی صفت۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا " سُود سے باز آجاؤ اور جو کچھ ممانعت سے پیشتر لے لوا چکے ہو وہ تمہارا ہے۔" اس پر خیال پیدا ہوتا تھا کہ ممانعت سے پہلے کا جو سود قرض دار کے ذمہ پر چڑھا ہوا ہے وہ بھی ہمارا ہے اس کو لینا چاہیے۔ اس خیال کو خدا تعالیٰ نے رد کیا کہ جو کچھ سود قرض داروں کے ذمہ پر باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر سچا ایمان رکھتے ہو اور جو تم باز نہیں آتے تو تم کو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کا اشتہار دیا جاتا ہے کس لیے کہ باوجود ممانعتِ شدید اور تاکیدِ مزید کے پھر سود لینا اور غریبوں کا دل دُکھانا خدا اور اس کے رسول سے جنگ کرنا ہے۔

ہاں اگر تم اس فعلِ بد سے توبہ کرتے ہو تو تم کو تمہارا اصل مال پہنچتا ہے۔ نہ سود لے کر تم کسی پر ظلم کرو نہ اصل مال میں کمی کر کے تم پر ظلم کیا جاوے۔ جب کہ سود کی سخت ممانعت ہو گئی اور ذمہ پر چڑھا ہوا سود لینا بھی حرام ہوا تو قرض خواہ کا قرض دار کو تنگ کر کے جلدی وصول کرنا بھی ایک طبعی بات ہے کس لیے کہ جو امید نفع کی تھی جس کی وجہ سے مہلت دے رہا تھا وہ تو منقطع ہو گئی مگر جو قرضدار تنگ دست ہیں ان کے لیے اس میں بڑی دقت ہے وہ کہاں سے لا کر ان کو دیں اُدھر قرض خواہ ہے کہ تقاضوں کے مارے اس کو پیسے ڈالتا ہے بے آبرو کر رہا ہے قید میں ڈلوانے کی فکر کر رہا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے ان بے کسوں کے حالِ زار پر رحم کر کے اس کے ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ اگر قرض دار تنگ دست ہے (یعنی سردی گرمی کے کپڑوں اور دو ایک دن کے کھانے اور خرچ عیال کے علاوہ نہ کوئی جائداد رکھتا ہے کہ اس کو فروخت کر کے ادا کرے نہ نقد مال ہے کہ دے کر پیچھا چھڑائے تو اس کو مہلت دینی چاہیے یہاں تک کہ اس کو قرض ادا کرنے کا مقدور حاصل ہو جائے اتنے عرصے میں اس کو تنگ کرنا یا قید کرانا حرام ہے اسلام میں سراسر رحم دلی ہے اول ربوا الفضل کو بھی اسی لیے حرام کیا تھا کہ اگر مثلاً کسی غریب کو اچھے گیہوں کی ضرورت پڑے تو برابر سرابر کسی سے بدل لے اس تفاوتِ قلیل پر نظر نہ کی جائے۔ اسی طرح ربوا النسیئہ کو حرام کیا، باہم احسان اور صلہ رحمی کے طور پر دوسرے بھائی کی حاجت قرض دے کر روا کر دینی چاہیے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم بالکل معاف کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ خزانۂ الٰہی میں جمع ہو کر تمہیں آخرت میں نفع دے گا۔ اس کے بعد اس صلہ رحمی اور رحم دلی اور اُس سخت گیری کے لیے ایک کوڑا سا غافلوں کی پشت پر مار دیا کہ اُس دن سے ڈرو کہ جس میں تم پھر خدا کے پاس واپس جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا نتیجہ پائے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ تم پر بھی خدا تعالیٰ کے سیکڑوں مطالبات ہیں پھر جب تم سخت گیری کرتے ہو تو اپنے لیے اُس روز رحم کی کس بھروسہ پر امید رکھتے ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ
ایمان والو ! جب تم اُدھار پر
بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ
کسی میعادِ معین تک لین دین کیا کرو تو اس کو لکھ لیا کرو
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ص
اور چاہیے کہ تم میں سے کوئی کاتب پورا پورا لکھے
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا
اور لکھنے والے کو انکار نہ کرنا چاہیے جیسا کہ
عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ
اس کو خدا نے سکھایا ہے لکھ دے اور مضمون وہ بتائے کہ
عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا
جس پر مطالبہ ہو اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور
يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ط فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ
اس میں کوئی کسر نہ رکھ جائے پھر جس پر

عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ

مطالبہ ہے اگر وہ بے وقوف یا معذور ہو یا وہ مضمون

أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ط

نہیں بتا سکتا تب اُس کے ولی کو چاہیے کہ انصاف سے مضمون بتائے

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ

اور اپنے لوگوں میں سے دو مرد گواہ کرلیا کرو

فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ

اور اگر دو مرد نہ ملیں تو ایک مرد اور

امْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

دو عورتیں کہ جن کو تم گواہوں میں پسند کرتے ہو

أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا

کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھولے گی تو دوسری اس کو یاد

الْأُخْرَىٰ ط وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا

دلا دے گی اور گواہوں کو انکار نہ کرنا چاہیے جب کہ وہ طلب

دُعُوا ط وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا

کیے جائیں اور معاملہ میعادی لکھنے میں کاہلی نہ کرو خواہ

أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ط ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ ع ۳۹ ۲

(معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا یہ خدا کے نزدیک منصفانہ بات

اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا

ہے اور گواہی کے لیے بھی مضبوطی ہے اور زیادہ قرینِ عقل ہے کہ تم کو

تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

شبہ نہ پڑے مگر جب کہ وہ معاملہ دست بدست تجارت کا ہو

تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

کہ جس کو باہم لیتے دیتے ہو تب تو اس کے نہ لکھنے میں

أَلَّا تَكْتُبُوهَا ط وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ

تم پر کچھ مضائقہ نہیں اور جب سودا کرو تو گواہ کرلیا کرو

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ط وَإِنْ

اور نہ کاتب کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اور جو

تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ ط

ایسا کروگے تو یہ تمہاری بدکاری ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور خدا (تو) تم کو سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو

عَلِيمٌ ۝۲۸۲ وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ

جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور تم کو

تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ ط فَإِنْ

کوئی لکھنے والا نہ ملے تو قرض خواہ کے ہاتھ میں کوئی چیز گروی کردو اور جو

أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي

تم میں سے کوئی کسی کے پاس امانت سپرد کرے تو اس کو چاہیے کہ

اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ط

اس کی امانت واپس کردے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَكْتُمْهَا

اور گواہی نہ چھپایا کرو اور جو اس کو چھپاتا ہے

فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝۲۸۳

تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا سب کو جانتا ہے

ترکیب

یا حرف ندا ایہا الذین الخ صلہ و موصول منادیٰ اذا کلمہ شرط
تداینتم بدین الی اجل متعلق ہے فعل سے یہ جملہ شرط فاکتبوہ
جواب بالعدل متعلق ہے ولیکتب سے کما علمہ اللہ کاف
موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی۔ و
لیملل اس کی ماضی امل ہے من رجالکم صفت ہے شہیدین
کی ممن ترضون موضع رفع میں صفت ہے رجل وامرأتان کی۔

من الشہداء بدل ہے من سے جو ممن میں ہے ان تضل، ان
مصدریہ ناصبہ فعل ہے اور یہ مفعول لہٗ ہے تقدیرہٗ لان
تضل فتذکر منصوب ہے معطوف ہے تضل پر احدٰہما فاعل
الاخریٰ مفعول ان تکتبوہ بتاویل مصدر مفعول ہے لاتسئموا کا
صغیرا او کبیرا دونوں حال ہیں تکتبوہ کی ہ سے عنداللہ ظرف ہے
اقسط کا اور لام للشہادۃ میں اقوم سے متعلق ہے ان لاترتابوا
موضع نصب میں ہے وتقدیرہٗ وادنیٰ لئلا ترتابوا۔ تجارۃ موصوف
حاضرۃ صفت مجموعہ خبر تکون اور اسم اس کا ضمیر ہے۔ یکون
میں جو المعاملۃ کی طرف پھرتی ہے۔ تدیرونہا بینکم ای تقبضونہا
جملہ صفت ثانیہ ہے تجارۃ کی رہان موصوف مقبوضۃ صفت
مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے الوثیقۃ رہان۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں صدقہ و خیرات کا حکم دیا اس کے بعد سود کو منع
کیا جس سے بظاہر مال میں کمی ہوتی ہے۔ اس کے بعد مال کی
حفاظت اور ترقی کی تدبیر ان آیات میں بیان کی۔ لکھنے اور
بیع السلم کا حکم دیا۔ یہ اس لیے کہ مال سے انسان بہت سے نیک
کام کر سکتا ہے اور سوال اور ذلت سے بچتا ہے بفراغتِ
دل عبادت کر سکتا ہے اور اسی لیے بے جا صرف کر کے
مال برباد کرنے سے بھی بڑی تاکید سے منع فرمایا ولاتسرفوا۔
یا یوں کہو جب کہ خدا نے سود سے منع کیا تو اس کے بدلے
میں ایک اور جائز آمدنی یعنی بیع السلم کو جائز کیا۔ کیونکہ
بعض مفسرین نے اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی سے بیع
السلم مراد لی ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوتا ہے۔ فرماتا ہے اے
مسلمانو! جب تم باہم کچھ قرض کسی میعاد پر لو دو تو اس کو
لکھ لیا کرو اور کوئی لکھنے والا حق حق لکھے کمی زیادتی نہ کرے
اور قرض لینے والا خود بتاتا جاوے اور جو وہ کم سنی یا بیوقوفی
کی وجہ سے خود نہیں لکھ سکتا یا مضمونِ تمسک نہیں بتا سکتا
تو اُس کے ولی وارث بتائیں اور لکھوائیں اور پھر دو شخصوں
کو کہ جو معتبر ہوں گواہ بنا لو اور جو دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد
اور دو عورتیں گواہی میں کافی ہیں تاکہ ایک بھولے تو دوسری
یاد دلاوے اور جب وقت پڑے تو گواہوں کو لازم ہے کہ
پوری گواہی دیں اس کو ہرگز نہ چھپاویں۔ ہاں اگر نقد بنقد
تجارت ہو تو اس کا لکھنا کچھ ضرور نہیں اور جو باہم بیع کرو تو
کسی کو اس پر گواہ بنا لیا کرو۔ اور جو سفر کی وجہ سے لکھنے والا
نہ ملے تو کوئی چیز رہن کر دینی چاہیے۔ اور جو کوئی کسی کو امانت
سپرد کرے تو اس کو لازم ہے کہ پھر اس کی امانت واپس
کر دے خدا سے ڈرے۔ یہ آیت کا خلاصۂ مطلب ہے۔
اب ہم اس میں جس قدر احکام ہیں ان کی تفصیل کرتے ہیں اور
اس میں اقوالِ مفسرین بھی بیان کرتے ہیں تاکہ آیت کے
مطالب پر بخوبی آگاہی ہو جاوے۔

(۱) اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ۔ حضرت ابن
عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ
تشریف لائے تو لوگ چھواروں کی دو برس تین برس کے
وعدہ پر بیع کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] جو
کوئی بیع سلم کرے تو وزن اور وقت اور پیمانہ معین کر لیا کرے
اس پر خدا تعالیٰ نے اور بھی اس آیت میں اس بیع کی حفاظت کر دی
کہ ان سب باتوں کو لکھ لیا کرو پس ابن عباسؓ کے نزدیک
اس آیت میں تداینتم بدین سے بیع سلم مراد ہے اور اس کے
لکھنے سے یہ مراد ہے کہ وزن اور پیمانہ اور وقت لکھ لیا جاوے جمہور
مفسرین کہتے ہیں کہ بیع چار طور سے ہو سکتی ہے اوّل نقد بنقد
یعنی ابھی دام دینا اور ابھی چیز لینا جس کو تجارۃ حاضرۃ سے تعبیر
کیا ہے سو وہ اس جگہ مراد نہیں کیونکہ وہاں دَین نہیں اور
تداین تفاعل ہے دین سے اور تداینتم تبایعتم بدین۔ دوم
اُدھار کو اُدھار سے فروخت کرنا کہ ہم تم کو پرسوں اتنے روپے
دیں گے تم ہم کو اس قدر چیز دینا، سو یہ بیع باطل ہے یہ بھی
اس آیت میں داخل نہیں۔ تیسرے کسی چیز کو اُدھار سے

۱؎ امام بخاری وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

فروخت کرنا یعنی بیع العین بالدّین، جیسا کہ کوئی کہے ہم نے یہ شے اتنے روپیہ سے خریدی مگر روپیہ دو مہینے میں دوں گا چوتھی بیع الدین بالعین یعنی روپیہ تو اسی وقت دیدیا جاوے اور مال کے لیے کوئی مہلت مقرر ہو جاوے۔ مثلاً کوئی کہے کہ ہم نے تم سے[ل] سومن گیہوں اس نرخ سے خریدے اور فلاں مہینے میں ہم تم سے لے لیں گے اس کو بیع السلم اور بیع السلف کہتے ہیں، اس آیت میں تیسری اور چوتھی قسم مراد ہے اور یہی قوی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے قرض دینا مراد ہے کہ اگر کوئی کسی کو قرض دے تو اس کو لکھ لے لیکن اس میں ضعف ہے۔ کیونکہ لغت میں قرض اور چیز ہے دَین اور چیز ہے۔ قرض میں مدت مقرر کرنا درست نہیں دَین میں ہے۔ قرض، روپیہ پیسہ وغیرہ کسی کو بشرط واپسی دینا۔ دَین، کسی حق کی بابت کوئی چیز اس پر لازم ہونا۔ اور کبھی دونوں ایک معنی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ پس آیت میں دَین کا ذکر ہے نہ کہ قرض کا۔

(۲) فاکتبوہ جمہور محققین کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہے۔ یعنی لکھنا اس معاملہ کا فرض و واجب نہیں بلکہ بہتر ہے تاکہ باہم نزاع اور کسی شرط پر جھگڑا نہ ہو۔

(۳) ولیکتب بینکم کاتب بالعدل، کاتب پر بھی اس کا لکھنا بقول جمہور فرض و واجب نہیں۔

(۴) ولا یضار کاتب ولا شہید، بلکہ اسی لیے متاخرین نے کاتب کے لیے اجرتِ کتابت لے کر لکھنا جائز قرار دیا ہے اور مستحب یہ ہے کہ کاتب بلا اجرت اس شکریہ میں کہ خدا نے اُس کو لکھنا سکھایا ثواب جان کر لکھے جیسا کہ اہلِ اسلام کے اور سب کام اجرِ آخرت پر ہوتے ہیں والیہ یشیر بقولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ۔

(۵) ولیملل الذی علیہ الحق، املال اور املاء دونوں کے لغت میں بتانے اور پڑھ کر سُنانے کے معنے ہیں قال تعالیٰ فھی تملیٰ علیہ بکرۃ واصیلا یعنی جس پر دَین ہے اور اس نے اپنے ذمہ پر لے لیا ہے کہ میں فلاں مہینے میں اس شے کو کہ جس پر بیع واقع ہوئی دوں گا وہ اقرار کرلے اور لکھوائے اور کچھ کم زیادہ نہ کرے اور جو یہ خود لکھوا نہیں سکتا یا خود لکھ نہیں سکتا تو اس کا ولی انصاف سے یہ کام کرے۔

(۶) واستشہدوا شہیدین من رجالکم گواہ بنانا بھی امر استحبابی ہے من رجالکم اور ممن ترضون من الشہداء سے شہادت کے متعلق چند مسائل مستفاد ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ سوائے شہادتِ زنا کے ہر امر کی شہادت کے لیے دو آدمی کافی ہیں لانہ قال شہیدین اور زناء کے معاملہ میں چار شخصوں کی گواہی معتبر ہے کما قال اللہ تعالیٰ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم وقال ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء۔ کیونکہ یہ کام مرد اور عورت دونوں سے متعلق ہے ہر ایک کے لیے دو دو گواہ چاہییں اور نیز پردہ پوشی بھی مطلوب ہے۔ پھر سوائے زنا کے اگر حدود قصاص کا معاملہ ہے تو اس میں صرف دو مرد ہوں عورتیں نہ ہوں کیونکہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے مضت السنۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شہادۃ للنساء فی الحدود کہ حضرت کے عہد سے ابوبکر و عمر رضہ کے عہد تک حدود (وقصاص) میں عورتوں کی گواہی قبول نہ کی جاتی تھی۔ اس کے سوائے اور سب معاملات میں خواہ مالی ہوں خواہ غیر مالی دو مردوں کی

[ل] بیع السلم جمہور ائمہ کے نزدیک جائز ہے جس کو ہمارے عرف میں بدنی کہتے ہیں۔ مگر اس میں چند شرطیں ہیں۔ مال جو لیا جاوے گا اس کی ناپ تول مقرر ہونی چاہیے اور یہ کہ کب لیا جاوے گا، اور کہاں لیا جائے گا وغیر ذٰلک تاکہ کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو خواہ وقت مقرر پر وہ چیز ارزاں ہو خواہ گراں بائع کو دینی پڑے گی۔ اور اس کا نفع مشتری کو درست نہ ہوگا ۱۲ منہ

گواہی اور جو دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد[1] اور دو عورتوں کی کافی ہے۔ دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام کی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کے مزاج میں برودت ہے جس سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ دو میں اگر ایک بھولے گی تو دوسری یاد دلائیگی۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مالی معاملات میں قبول ہوگی اور غیر مالی میں مرد کا ہونا ضروری بات ہے۔ (دوم) ممن ترضون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر شخص گواہی کے قابل نہیں بلکہ عمدہ آدمی ہو اب اس کی تفسیر بالتفصیل علماء امت نے احادیث اور قیاس سے یوں کی ہے کہ گواہ میں دس شرطیں ہونی چاہییں۔ اول حُر ہو۔ یعنی کسی کا غلام نہ ہو۔ دوم بالغ ہو کم سن لڑکا نہ ہو۔ سوم مسلمان ہو جیسا کہ من رجالکم سے سمجھا جاتا ہے کافر نہ ہو البتہ کافر مستامن کی گواہی دوسرے کافر مستامن پر درست ہو سکتی ہے نہ کہ مسلمانوں پر۔

واضح ہو کہ یہ شرطیں اُن باتوں کی گواہی میں معتبر ہیں جو دین سے متعلق ہیں اور معاملات میں تو صرف ہر اہل عقل و تمیز کا قول معتبر ہوگا خواہ حُر خواہ غلام خواہ مسلمان ہو خواہ کافر جوان ہو یا عقل و تمیز والا لڑکا۔ کس لیے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں اگر ان میں یہ قیدیں معتبر ہوں تو حرج ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے ویقبل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی الدیانات الا قول العدل ووجہ الفرق ان المعاملات یکثر وجودہا فیما بین الناس فلو شرطنا شرطا زائدا یودی الی الحرج فیقبل قول الواحد فیہا عدلا کان او فاسقا کافرا کان او مسلما عبدا کان او حرا ذکرا کان او انثی دفعا للحرج۔ معاملات کی مثال شراء اور اذن تجارت اور وکیل بنانا وغیرہ اور دیانات کی مثال نجاست آب کی خبر دینا یا اور کوئی حل و حرمت کے متعلق خبر دینا۔ چہارم عادل ہو فاسق نہ ہو۔ پنجم جس چیز کی گواہی دیتا ہو اس کو خوب جانتا ہو۔ ششم اس گواہی سے اس کا کوئی نفع نہ ہو۔ ہفتم اس سے کوئی اس کی مضرت دفع نہ ہو۔ ہشتم غلط اور نسیان میں مشہور نہ ہو۔ نہم بے مروت اور لالچی نہ ہو۔ دہم جس پر گواہی دے رہا ہے اس میں اور اس میں کوئی عداوت نہ ہو۔ (سوم) ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا۔ ولا تکتموا الشہادۃ سے گواہوں پر فرض واجب ہو گیا کہ جب ان کو عدالت میں طلب کیا جائے تو ایمانداری سے سچی شہادت دیویں اور اس میں سے ہرگز کوئی بات مخفی نہ کریں نہ اس کو بدل کر کہیں خواہ اپنا ہی نقصان کیوں نہ ہوتا ہو۔ اگر گواہ کا کوئی خرچ واداے شہادت میں سفر کرنا پڑے تو جب درس تدریس و عہدہ قضا کے لیے اجرت لینا متاخرین نے جائز رکھا ہے تاکہ یہ دروازہ بند نہ ہو جائے، تو اسی طرح گواہ کو خرچ و خوراک بھی دینا جائز ہو سکتا ہے جس کی طرف ولا یضار کاتب ولا شہید میں اشارہ ہے۔ (چہارم) وان کنتم علی سفر و لم تجدوا کاتبا فرہان مقبوضۃ۔ جمہور محققین کہتے ہیں کہ یہ قید (اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تب کوئی چیز رہن کر دو) ایک امر کثیر الوقوع کے بیان کے لیے ہے کیونکہ سفر میں اکثر ایسا ہوتا ہے مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ وطن میں باوجود کاتب ہونے کے رہن نہ کرو بلکہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی درع[2] کو کسی قدر جو لے کر رہن کیا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ (پنجم) فان امن بعضکم بعضا الآیہ چونکہ کبھی اس طرح سے بھی بیع ہوتی ہے کہ نہ مشتری سے نقد روپیہ لیا جاتا ہے نہ معتبر اور امین سمجھ کر تمسک لکھوایا جاتا ہے نہ کوئی شے زر ثمن کے عوض میں رہن کی جاتی ہے گویا اس مشتری کو امین تصور کیا جاتا ہے اس امر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ایسا سمجھے تو اس کو لازم ہے کہ اس پر جو کچھ

[1] مگر وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے وہاں صرف ایک عورت کی بھی شہادت کافی ہے جیسا کہ بکارت، ولادت اور عورتوں کے خاص عیب۔ ہدایہ ۱۲ منہ

[2] زرہ ۱۲ منہ

آتا ہے خدا سے ڈر کر حسب وعدہ دیدے انکار نہ کرے اور نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز کسی کے پاس رہن کی گئی ہے وہ مرتہن کے پاس رہن رکھنے والے کی امانت ہے اس کو واپس دیدے جب کہ قرضہ ادا کر دیا جائے۔ اس سے بہت سے مسائل رہن کے ثابت ہوتے ہیں۔ من جملہ ان کے یہ کہ اس چیز پر جو کچھ صرف ہو اس کے مالک کے حساب میں لگے، اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو وہ بھی مالک کی ہے۔

من جملہ ان کے یہ کہ اگر امانت کسی آسمانی یا زمینی حادثہ سے تلف ہو جاوے تو امانت ہے اس کا معاوضہ نہیں اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یوں بھی کوئی کسی کو امانت سپرد کرے تو اس کو واپس دینا لازم ہے۔ یہ بھی حفظِ مال کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور حفظِ مال کے لیے یہ آیات بیان ہو رہی ہیں۔ ان آیات میں جس قدر احکام اشارۃً مذکور ہیں اور پھر جو کچھ الفاظ میں اسرار رکھے گئے ہیں اور بلاغت مرعی ہے وہ ایک بحرِ زخار ہے جس کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ

اور جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم

تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ

اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا تم سے حساب لے گا پھر جس کو چاہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ

معاف کرے گا اور جس کو چاہے عذاب دے گا اور

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۸۴) اٰمَنَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ

الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ع ۴۰ ۳ ۸

رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

رسول اور ایمان والے یقین لے آئے ہر ایک اللہ اور اس کے

مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا

فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا کہ ہم

نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَ

کسی ایک رسول میں بھی فرق نہیں کرتے اور

قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ

کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا تیری مغفرت چاہتے ہیں

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (۲۸۵) لَا يُكَلِّفُ

اے ہمارے پروردگار اور تیرے پاس پھر کر جانا ہے اللہ بھی کسی کو

اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ

اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جس نے اچھے کام کیے تو اپنے لیے اور

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا

جس نے برے کام کیے تو اپنے لیے (اس کا وبال بھی اسی پر ہے) اے ہمارے رب اگر ہم

تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج

بھول چوک جائیں تو ہم کو نہ پکڑنا۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال دینا جیسا کہ

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا

ہم سے پہلوں پر ڈال دیا تھا اے ہمارے رب

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَ

اور ہم پر ایسا بارِ گراں نہ رکھ دینا کہ جس کی ہم کو طاقت نہ ہو اور

اعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ

ہم سے درگزر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر مہربانی کر

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲۸۶) ع

تو ہمارا کارساز ہے پس ہم کو کافروں پر فتح یاب (بھی) کر ✧

ترکیب

مافی السمٰوات الخ مبتدا للہ خبر وان تبدوا شرط یحاسبکم جزا فیغفر مرفوع جملہ مستانفہ اور جو مجزوم پڑھا جاوے تو یہ یحاسب پر معطوف ہے والمؤمنون معطوف ہے الرسول پر کل مبتدا آمن باللہ الخ خبر بعض کہتے ہیں المؤمنون مبتدا اور یہ جملہ اعنی مبتدا و خبر اس کی خبر۔ غفرانک اے نسئل غفرانک۔

تفسیر

پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ ”گواہی نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا تو اس کا دل گناہ گار ہوگا“ اور نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ ”کسی کو مضرت نہ پہنچاؤ“ اور یہ بھی کہ ”امانت کو گو اس پر کوئی گواہ نہ ہو واپس دو“۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ بعض ظاہر میں تو گواہی دیتے ہیں مگر اس میں ایسی گول گول باتیں کہہ جاتے ہیں کہ جس سے مضرت ہوتی ہے یا کوئی حیلہ کرکے اور شرع اور قانون کو آڑ بنا کے مضرت پہنچاتے ہیں یا بدنیتی سے کوئی ایسا کام کرتے ہیں کہ جو بظاہر اچھا ہے مگر در پردہ اس میں خیانت ہے جس پر حکام ظاہری کچھ مواخذہ نہیں کرسکتے۔ ان سب باتوں کے لیے جب تک خوفِ خدا نہ ہوا اور یہ بات دل نشین نہ ہوجائے کہ وہ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے ہر خطرہ قلبی بھی اُس کے سامنے موجود ہے وہ بدنیتی اور باطن کے فریبوں اور حیلوں پر عذاب دے گا وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو اور کوئی علاج نہیں، اس لیے یہ آیت للہ مافی السمٰوات ومافی الارض الخ نازل فرمائی تاکہ خدا کا علام الغیوب اور قادر مطلق ہونا دل میں نقش ہوجائے۔ صفاتِ کمالیہ میں سب سے بڑھ کر علم و قدرت ہے اس لیے للہ مافی السمٰوات ومافی الارض میں تو اپنی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کردیا اور وان تبدوا مافی انفسکم الآیہ سے کمالِ علم کو تعبیر کیا کہ اس کو ہر بات معلوم ہے۔ اس سے فرمانبرداروں کو پوری تسلی ثواب اور جزائے خیر ملنے کے لیے ہے اور سرکشوں اور نافرمانوں کو پوری پوری تہدید اور تنبیہ ہے۔ اور اسی لیے سورۂ بقرہ میں نماز[1] زکوٰۃ[2] روزہ[3] حج[4] قصاص[5]، جہاد[6] نکاح[7] طلاق[8] مہر[9] ایلا[10]۔ خلع[11] رضاعت[12] بیع[13] ربوا[14] رہن[15]، وغیرہ احکام متعلقہ بحقوق العباد اور حقوق اللہ کو بیان کرکے اس آیت پر کلام کو تمام کردیا۔

واضح ہو کہ انسان کے افعال کی دو قسم ہیں ایک[1] وہ کہ جو خاص قلب سے متعلق ہیں جیسا کہ محبتِ الٰہی، رحم دلی، اللہ اور اس کے رسولوں پر اور قیامت اور فرشتوں پر ایمان لانا اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس سے ڈرنا اور معبودِ حقیقی اور مولیٰ حقیقی سمجھ کر محبت رکھنا۔ یا کینہ حسد بغض نفاق دل میں رکھنا، اور اس کی ذات و صفات اور قیامت اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کا انکار کرنا۔ ان سب کو اعتقادیات اور نظریات کہتے ہیں۔ دوسرے[2] وہ کہ جن کا ظہور ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ اعضاء سے متعلق ہے جیسا کہ نماز زکوٰۃ صدقہ و خیرات وغیرہا۔ یا زنا چوری اور جھوٹ بولنا گالی دینا وغیرہا ان کو عملیات کہتے ہیں اور یہ باتیں امورِ ظاہرہ میں شمار ہوتی ہیں۔ قسمِ اول میں بھی نیک و بد باتیں ہیں اور قسمِ دوم میں بھی۔ قسمِ دوم کو ان تبدوا مافی انفسکم سے تعبیر کیا اور قسمِ اول کو او تخفوہ سے تعبیر کیا۔ مگر نیک لوگوں سے بھی کبھی بھول چوک ہوجاتی ہے اور دل میں بھی کبھی بے اختیار خطراتِ بد پیدا ہوتے ہیں اگر گرفت ہو تو بڑی مشکل پیش آئے۔ اس لیے فیغفر لمن یشاء بھی فرمادیا مگر بُری باتوں کے لیے ویعذب من یشاء سے تہدید کردی۔

اور جب کہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء فرمادیا، جس میں اشارہ تھا کہ انسان کی بعض باتیں مغفرت و رفعتِ درجات کا سبب اور بعض عذاب کا سبب ہیں عام ہے کہ دنیاوی ہو یا اُخروی یا دونوں ہوں اس لیے موجباتِ رحمت و مغفرت کو بالخصوص ان کو جو علم و معرفت سے متعلق ہیں۔ کس لیے کہ انسان کی سعادت کا زیادہ تر مدار

اعتقادیات و معارف ہی کی درستی پر ہے اس لیے فرمادیا آمن الرسول بما انزل الیہ الآیۃ اس میں یہ بھی بات ظاہر ہوگئی کہ اول سورہ میں جو ہدی للمتقین الآیہ آیا اور متقین کا حال بیان فرمایا اس سے یہی لوگ مراد ہیں تاکہ ابتدا کلام اور انتہائے کلام میں وہ ربط ہوجائے جو کہ دعویٰ اور دلیل کے نتیجہ میں ہوتا ہے یہ کمال بلاغت ہے اور نیز یہ بات بھی بتلادی کہ وصف تقویٰ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔

یہ بات ہم مقدمۂ کتاب میں ظاہر کرچکے ہیں کہ خدا اور بندوں میں بہت سے وسائط ہیں پاک باز بندوں یعنی رسولوں میں اور اللہ میں واسطہ فرشتہ ہے کہ تجرد زیادہ رکھتا ہے، پھر اور آدمیوں کے لیے واسطہ رسول ہیں۔ کس لیے کہ ملائکہ پر تو عالم ملکوت خود ظاہر ہے ان کو بجز یقین کرنے کے چارہ نہیں ہاں انسانوں سے بچشم ظاہر مخفی ہے اس لیے ان کا ایمان لانا زیادہ تر ضروری ہے سب سے اور بیشتر اُن کے ہادی اور مرشد رسول کو اس عالم کا یقین ہونا پر ضرور ہے تاکہ اس کی صداقت اور ایمان کا پرتو امت کے دلوں پر پڑے۔ اور اسی لیے جناب نبی علیہ السلام کو شب معراج میں مختلف اوقات میں اُس عالم کا مشاہدہ کرادیا اور سب کچھ دکھادیا۔ اس لیے فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ اس کے بعد والمؤمنون ذکر کیا اور پھر سب کو جمع کرکے کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ میں علی ترتیب ذکر فرمایا اور مؤمنوں کی طرف سے یہ بھی ظاہر کردیا لانفرق بین احد من رسلہ کہ ہم کو اس کے کسی رسول کا بھی انکار نہیں۔ حقیقت میں خدا کی فرماں برداری کے یہی معنے بھی ہیں کہ اس کے کسی برگزیدہ یا رسول کا انکار نہ کیا جاوے۔ سو یہ بات بھی خاص اہل اسلام کو حاصل ہے۔ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔ عیسائی انھیں کچھ وجوہ سے کہ جن سے یہودی حضرت عیسیٰ کی کسر شان پر استدلال کرتے ہیں جناب محمد علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں جن کے انکار کی وجہ نہ تو توراۃ سے ثابت ہے نہ انجیل سے نہ وہ ان حضرات انبیاء کے برخلاف ہے بلکہ ان کی مصدق۔ علاوہ اس کے صدہا معجزات اور سب سے بڑھ کر معجزہ عرب جیسی جاہل اور وحشی قوم کو خدا پرست اور نیکوکار ہوتے اور کایا پلٹے بھی دیکھ چکے ہیں اور ان کی بشارت بھی کتب مقدسہ میں ہیں۔

اس کے بعد اہل ایمان کی سیرت اور رویہ کو بیان کرتا ہے وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر یہ آپ بھی جان چکے ہیں کہ انسان کا کمال اس کی قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل پر منحصر ہے۔ قوت نظریہ کی تکمیل اعتقادیات کو درست کرنا اور اس کے رسولوں پر قیامت اور فرشتوں پر ایمان لانا ہے سو اس کی طرف کل آمن باللہ وملائکتہ الخ میں اشارہ تھا اور قوت عملیہ کی تکمیل اس کی اطاعت کرنا اور اس کے احکام پر کان دھرنا ہے سو اس کو اس آیت قالوا سمعنا الخ میں واضح کیا۔ اور یہ بھی ہے کہ انسان کے تین حال ہیں اول وہ جو گزر گیا۔ گزشتہ اور پہلی باتوں کے علم کو علم المبدأ کہتے ہیں۔ دوسرا حال موجود اس کے علم کو علم الحاضر[2] کہتے ہیں کہ اس عالم میں انسان کو کیا کرنا چاہیے۔ تیسرا حال آیندہ، کہ مرنے کے بعد اس پر کیا گزرے گا اور کیا پیش آوے گا، اس کو علم المعاد کہتے ہیں۔ قرآن چوں کہ کتاب الٰہی ہے اس میں ان تینوں علموں کی طرف ضرور اشارہ ہوتا ہے اور انھیں کی تعلیم کے لیے انبیاء دنیا میں آئے

---

[1] اسی لیے مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کو برحق جانتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان پر بالتفصیل ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ذکر نہیں بموجب اس آیت کے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ ولکل قوم ہاد۔ ان کو اجمالاً برحق جانتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات بھی پیدا ہوئی کہ ہندستان ایران چین وغیرہ بڑے آباد ملکوں میں ضرور خدا کے انبیاء اور ہادی آئے ہوں گے، بعد میں بمرور زمانہ ان کے مذہب وملت میں تحریف ہوکر صورت بگڑ گئی۔ اس لیے ان کے مذاہب میں بعض بعض باتیں حقانی بھی ملتی ہیں، اور اسی لیے ان کے مشاہیر کی بابت سکوت بہتر ہے۔ سوء ادبی نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ رسول ہوں۔ ان کے پیروؤں کی غلط تاریخ اور غلط کاری سے وہ ملزم نہیں ہوسکتے ۱۲ حقانی

[2] اور اس کو علم الوسط بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور کتابیں لائے ہیں اس لیے اخیر سورۂ بقرہ میں ان تینوں علوم کو بیان فرما دیا آمن الرسول سے لے کر لانفرق بین احد من رسلہ تک تو علم المبدأ کی طرف اشارہ ہے کہ اول سب سے وہ ذاتِ باری ہے اور پھر ملائکہ مخلوقات میں مظہر اول ہیں پھر آسمان و زمین جن و انس ان کی ہدایت کے لیے کتابیں اور رسول آئے اور علم الوسط کی طرف وقالوا سمعنا واطعنا میں اشارہ ہے ۔ کیونکہ بجز طاعت و فرماں برداری کے دنیا میں انسان کے لیے فلاح و نجات کا اور کون ذریعہ ہو سکتا ہے اس کو دنیا میں ہی کرنا چاہیے۔ غفرانک ربنا والیک المصیر میں علم المعاد کی طرف اشارہ ہے کہ مر کر عالمِ قدس میں جانا اور خدا کے پاس حاضر ہونا ہے جہاں سوائے مغفرت کے اور کوئی عمدہ چیز نہیں ۔

لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا الخ یہ تتمہ ہے کلامِ مؤمنین اور رسول کا اور قالوا کا مقولہ ہے یعنی مومنوں نے جب کہ یہ کہا سمعنا و اطعنا تو اس کے ساتھ خدا کی مدح میں یہ بھی کہا کہ ہم کیوں کر اس کی اطاعت نہ کریں حالانکہ وہ کسی کو طاقت سے زیادہ کوئی حکم ہی نہیں دیتا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ خدا کی طرف سے اس بیان میں بطور جملہ معترضہ کے بیان ہوا ہے کہ وہ جو میری طاعت کرتے ہیں بجا کرتے ہیں میں بھی ایسا نہیں ہوں کہ جو کسی کو کوئی حکم طاقت سے زیادہ دوں اور طاعت میں میرا کوئی فائدہ نہیں، نافرمانی میں نقصان نہیں بلکہ بندوں کا ہی نفع اور نقصان ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا یہ ایمان داروں کی طرف سے دعا ہے کہ الٰہی ہرچند ہم تیری طاعت میں سرگرم ہیں مگر جو کچھ مقتضائے بشریت سے بھول چوک ہو جاوے تو معاف کیجیو۔ یہ اس لیے ذکر کیا کہ عابدوں کو اپنی عبادت پر غرور نہ ہو جائے ۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرًا الخ یہ دعا کی دوسری قسم ہے۔ اصر لغت میں سختی اور بوجھ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد احکام کی سختی اور بھاری پن ہے یعنی ہم پر وہ سخت احکام فرض نہ کرنا جو باعثِ دقت ہوں جیسا کہ بنی اسرائیل پر تھے جو کتاب احبار وغیرہ توراۃ کے حصوں میں اب تک موجود ہیں ۔ یا یہ مطلب کہ ہم پر دنیا میں سخت تکلیفیں اور غیر قوموں کی غلامی کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا کہ بنی اسرائیل پر پڑا۔ ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ حمل اور تحمیل میں فرق ہے۔ حمل آپ اٹھانا، تحمیل اٹھوانا۔ یہ تیسری قسم دعا کی ہے کہ ہم پر کوئی ایسی افتاد بھی نہ پڑے جس سے ہم کو وہ باتیں برداشت کرنی پڑیں جو ہماری طاقت سے باہر ہوں۔ واعف عنا عذاب اور مکافات اعمال سیئہ سے درگزر کرنا۔ واغفر لنا پردہ پوشی بھی کر بلکہ اس سے بڑھ کر وارحمنا اپنے کرم سے نعماء دنیا و آخرت نصیب کر اور وانصرنا علی القوم الکافرین اور ہم کو دشمنانِ دین پر فتح یاب بھی رکھیو۔ یہ چوتھی قسم کی دعا تھی حقیقت میں غیر ملت کی حکومت میں رہنا پوری غلامی ہے۔ مخالفوں پر فتح یابی بھی ایک عجیب نعمت ہے ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ

اللہ، اس کے سوا (اور) کوئی معبود نہیں وہ زندہ (اور)

الۡقَیُّوۡمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ

عالم کا کارساز ہے (اے نبی) اس نے آپ پر کتاب برحق

ل بعض علماء نے اس سے یہ بات پیدا کی ہے کہ خدا کو اختیار ہے کہ بندہ کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا حکم دے۔ اس پر بہت کچھ قیل و قال ہوئی ہے۔ مگر جب طاقت و قدرت سے وہ مراد لی جائے کہ جس سے بآسانی و سہولت کام کر سکے تو جو کام مشکل اور دقت سے ہو سکے عرف عام میں اس کو طاقت و قدرت سے باہر کہتے ہیں کون سا اشکال ہو سکتا ہے۔ اس سے ناممکن کام کا حکم دینا ثابت کر کے پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے ارتکاب عبث و ظلم کا جواب دہ ہونا ایک فضول بات ہے۔ حقانی

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ

نازل کی جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى

پہلے توراۃ اور انجیل (بھی) نازل کر چکا ہے لوگوں کی ہدایت کے

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ

واسطے اور اس نے حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا (قرآن) بھی اُتارا جو لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں اُن کے لیے (تو بڑا ہی) سخت عذاب ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

ترکیب

الٓمٓ کی ترکیب بیان ہو چکی اللہ مبتدا لا الٰہ الا ہو جملہ اس کی خبر الحی القیوم موصوف وصفت خبر ثانی نزل علیک الخ جملہ یا خبر ثالث ہے یا مستانفہ بالحق حال ہے مفعول سے یا فاعل سے اے نزلہ محقانی تنزیلہ او ملتبسا بالحق مصدقا حال ہے کتاب سے لما بین یدیہ جملہ مفعول ہے مصدقا کا اور لام اس کی ہے تقویۃ عمل کے لیے ہدی للناس حیز نصب میں ہے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے۔

تفسیر

یہ سورہ مدنیہ ہے اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔ چونکہ آل عمران کا اس میں ذکر ہے اس لیے اس کا نام آل عمران ہوا۔

اس کی شانِ نزول میں محمد بن اسحاق نے یوں روایت کی ہے اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے گو وہ روایات بقاعدہ محدثین فرادیٰ فرادیٰ کم درجہ کی ہیں، وہ یہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور دینِ حق کی روشنی کے چمکارے اطراف و جوانب میں پھیلے، اور مدینہ کے آس پاس کے یہود حجتِ حق سے ملزم ٹھہر گئے تو نجران[1] کے عیسائیوں کی ایک جماعت مناظرہ کے لیے آئی۔ جس میں تخمیناً ساٹھ آدمی تھے ان میں ان کا سردار عبدالمسیح اور اس کا وزیر و مشیر ایہم اور ان کا بڑا پادری کہ جس کو وہ حبر اور اسقف کہتے تھے ابو حارثہ بن علقمہ قبیلہ بنی بکر بن وائل کا بھی موجود تھا اس پادری کی روم کے بادشاہ اس کے علم و فضل کی وجہ سے بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے اور اس کو انعام و اکرام اور جاگیر بھی دے رکھی تھی اور کلیسا، عرب کا سردار بھی کر رکھا تھا۔ جب یہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ابو حارثہ کے خچر نے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی کرز نے کہا کہ جہاں کے لیے جا رہے ہیں وہ بڑا کم بخت ہے۔ ابو حارثہ نے کہا تو کم بخت ہے۔ اس نے کہا بھائی صاحب یہ کیوں؟ اس نے کہا واللہ وہ شخص کہ جس کے پاس ہم جا رہے ہیں وہ نبی ہے کہ جس کا حضرت مسیح اور یوحنا کے عہد سے اب تک انتظار تھا اور جس کی خبر موسیٰ نے توراۃ میں دی ہے اور حضرت مسیح بھی مصلوبی کے وقت بشارت دے گئے ہیں۔ کرز نے کہا جب آپ یہ جانتے ہیں تو پھر کیوں اُس کے دین کو قبول نہیں کر لیتے؟ ابو حارثہ نے کہا بھائی اگر میں ایسا کروں تو جو کچھ بادشاہوں نے ہمیں دے رکھا ہے سب واپس لے لیں، عزت جاتی رہے دنیا بھی رکھنی ضرور ہے۔ یہ لوگ الوہیتِ مسیح کے قائل تھے اور ان کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور تثلیث کے بھی قائل تھے۔ آخر جب یہ مدینے آئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ شروع ہوا، آں حضرتؐ نے بڑے قوی دلائل سے حضرت مسیح کا بندہ ہونا ثابت کیا کہ خدا اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں نو مہینے پرورش پائے اور پھر باہر آ کر اور بندوں کی طرح کھائے پیے اور بقولِ نصاریٰ صلیب پر کھینچا جائے، تڑپ تڑپ کر

۱؎ نجران مدینہ سے چند منزل کے فاصلہ پر ایک شہر عیسائیوں کا تھا ۱۲ منہ

جان دے اور بیٹا باپ کا مماثل اور مشابہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے کوئی چیز مماثل اور مشابہ نہیں، میدانِ وجود میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں تجا مساوی ہونا۔ جب وہ لاجواب ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اچھا اگر اب بھی تمہارے دل میں کوئی کھٹکا ہے تو آؤ، ہم تم اپنی اولاد کو لے کر باہر نکلیں اور خدا سے دعا کریں کہ جھوٹے پر لعنتِ خدا نازل ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ارے بھئی یہ شخص بلاشک خدا کا سچا رسول ہے اگر ہم اس کے مقابلہ میں یوں مباہلہ کریں گے تو ہم پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑے گا۔ اپنے گھر چلے چلو۔ اس اثنا میں یہ سورۃ نازل ہونے لگی۔ سو وہ واپس نجران میں آئے۔ اس سورۃ میں بیشتر نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا رد ہے اور نہایت عمدہ دلائل سے اُن کی تسکین کی گئی ہے۔

الٓمٓ۔ اس کی تشریح سورۂ بقرہ میں ہو چکی۔ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ اُن عیسائیوں کے مقابلہ میں ان کے تینوں عقیدوں کے بطلان کے لیے یہ ایک چھوٹا سا جملہ بے شمار دلائل اور براہین کا مجموعہ ہے۔ اُن کے تین عقیدے یہ تھے: اوّل تثلیث، کہ خدا اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں مل کر ایک خدا۔ بعض حضرت مریم کو تیسرا اُقنوم قرار دیتے تھے۔ دوم حضرت عیسیٰ خدا ہے، انسان کی شکل میں خدا نے ظہور کیا تھا۔ سوم حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔ آج کل کے عیسائی بھی بجز چند فرقوں کے یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس آیت میں ان تینوں عقیدوں کو باطل کر دیا۔ اللہ لا الٰہ الا ہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ صرف اس توحیدِ حقیقی سے تینوں عقائد کا ابطال ہو گیا۔ اول کا اس لیے کہ جب خدا تثلیث اور توحیدِ حقیقی میں صریح تضاد ہے۔ اگر ہر ہر جزء کو خدا مستقل مانا جائے تو تین خدا ہوتے ہیں، اگر تینوں سے مرکب کو خدا کہا جائے تو وہ مرکب اعتباری واحد ہے نہ حقیقی طور پر۔ علاوہ اس کے وہ حادث بھی ہو گا۔ پھر ۳

وہ قیوم نہیں ہو سکتا کیونکہ قیوم حقیقی وہی ہے جس نے سب کو قائم و موجود کیا ہو اس کو کسی نے موجود نہ کیا ہو اور حادث کے لیے محدث قیوم ہوتا ہے۔ دوسرے کا ابطال اس طور سے کہ اگر عیسیٰ کو بھی خدا مانا جائے تو دو خدا ہو جاتے ہیں توحید نہیں رہتی۔ اسی طرح تیسرے عقیدے کا ابطال بھی ظاہر ہے کہ بیٹا قیوم نہیں ہو سکتا اس کے لیے باپ قیوم ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ ایک ہے اس کی کیا دلیل؟ اس کی دلیل یہ یہ ہے الحی القیوم، حی کے معنی زندہ کے ہیں جس کو واجب الوجود کہتے ہیں اور اس کے سوا جو کچھ ہے ممکن الوجود ہے اس کی ذات کے لحاظ سے وہ معدوم ہے نہ حی ہے نہ قیوم ہے۔ اس جملہ میں اور جملہ مذاہبِ باطلہ کا بھی ابطال ہو گیا۔ کس لیے کہ جس قدر مشرک گروہ ہیں وہ جو غیر اللہ کو پوجتے ہیں ضرور ان کو حی و قیوم سمجھتے ہیں خدائی کارخانہ میں نفع و نقصان کا مالک و مختار بھی جانتے ہیں۔ عرب کے مشرک بتوں کو، ارواحِ غیر مرئیہ کو، جنوں کو۔ ایرانی عناصر کو اور سیارات کو، بعض فرشتوں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو پوجتے پکارتے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اسی اعتقاد سے کہ وہ کارساز ہیں۔ جب آیت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہی حی یعنی زندہ ہے تو یہ جملہ اشیاء مرتبہ ذات میں سرے سے موجود ہی نہیں معدوم ہیں پھر جب معدوم ہیں تو کیوں کر قیوم یعنی کارساز ہیں۔

جب خدا تعالیٰ ان کے عقائد مذکورہ کو باطل کر چکا اور توحید خوب ثابت ہو چکی تو اب آں حضرت علیہ السلام کی نبوت اور قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کرتا ہے نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ یہاں کتاب یعنی قرآن مجید کی نسبت فرمایا ہم نے اس کو آپ پر اے نبی نازل کیا ہے یہ کتاب برحق ہے اور اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے یہ دو گواہ کتاب الٰہی ہونے کے لیے خدا نے بیان فرمائے جیسا کہ پہلے مطالب کے لیے دو گواہ الحی، القیوم بیان کیے تھے۔

تثلیث اور الوہیت مسیح کا رد

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک شخص ایسے ملک کے باشندے سے کہ جس میں علوم و فنون کا مطلق چرچا نہ ہو اور خاص اُس شخص نے نہ کبھی کچھ لکھا پڑھا ہو نہ کسی اہلِ علم یہودی یا نصرانی یا مجوسی کی صحبت پائی ہو نہ جہان کی سیر کی ہو بلکہ چالیس برس کا وہ حصہ (کہ جس میں اکتسابِ علوم کیا جاتا ہے) ایک ریگستانی ملک کے دو خشک پہاڑوں میں گزارا ہو پھر اُس پر دنیا کی تنگ دستی اور عزیز و اقارب کے روزمرہ کے جور و ظلم اور بھی مزید ہوں پھر اُس سے ایک ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس میں یہ دو وصف ہوں بلاشک معجزہ ہے وہ کتاب آسمانی اور وہ شخص نبی ہے۔ وصفِ اول، برحق ہونا اُس کی یہ صورت ہے کہ قرآن مجید کے مطالب عالیہ ذات[1] و صفات[2]، مبدأ[3] و معاد[4] انسان کی سعادت و شقاوت، قصصِ[5] گزشتہ اخبارِ[6] آئندہ، قوانینِ[7] ملت دستور[8] العمل سیاستِ ملک، میراث[9]، بیع[10] و شراء، حلت[11] و حرمت، طہارت[12] و نجاست، علمِ[13] اخلاق، رحم[14] دلی، راست[15] بازی، بردباری[16]، خداترسی، دنیا سے دل برداشتگی وغیرہ وغیرہ کس عمدہ اور پاکیزہ عبارت میں مبالغۂ شاعرانہ اور تخیلاتِ جاہلانہ سے خالی ایسے ہیں کہ جن میں سے کوئی بھی عقلِ سلیم کے برخلاف نہیں۔

دوسرا وصف تصدیق کرنا کتبِ الٰہیہ کا، سو یہ بھی ایک بڑی بھاری بات ہے۔ قرآن میں اور کتبِ سابقہ توراۃ و انجیل و زبور کے مضامین مذکورۂ بالا میں سرِ مو تفاوت نہیں۔ اور جو امور جزئیات و فرعیات میں کچھ فرق ہے تو بلحاظِ ملک و زمانہ ہے۔ اس لیے کہ انبیاء ہر زمانے میں لوگوں کے مناسب احکام میں کمی زیادتی کیا کرتے ہیں یہ بات بغیر اس کے کہ سب کا مبدأ الہام ربانی واحد مانا جاوے ممکن نہیں بالخصوص اُس شخص کے لیے کہ جس نے وہ کتابیں آنکھ سے بھی نہیں دیکھیں چہ جائے کہ ان کو یاد کیا ہو۔

پس جب اِس قرآن میں یہ دو وصف ہیں تو اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کیا شبہ ہے اور جب یہ کتابِ الٰہی ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔

وانزل التوراۃ والانجیل من قبل الآیۃ یہ دوسری دلیل ہے اس دعوے کے لیے یعنی یہ بات تو تم بھی مانتے ہو کہ اس سے پیشتر خدا نے توراۃ و انجیل نازل کی تھی اب بتلاؤ اُن کے کتابِ الٰہی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ جو دلیل ان کے لیے ہو وہی قرآن کے لیے ہے۔ مبدأ فیاض نے اپنی اسی رحمت سے انزل القرآن قرآن نازل فرمایا ہے۔ پھر باوجود اِن آیاتِ بینات کے ان الذین کفروا جو کوئی خدا کی آیات کا انکار کرے گا ان کو عذابِ شدید ہے وہ خدائے رحیم جس نے اپنے فضل سے کتابیں نازل فرمائی ہیں عزیز زبردست بھی ہے ذو انتقام بدلہ لینے والا بھی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ

اللہ سے تو کوئی چیز (بھی) پوشیدہ نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِي السَّمَآءِ ⑤ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ

اور نہ آسمان میں وہی جس طرح چاہتا ہے (ماں کے)

فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

پیٹ میں تمہاری صورتیں بنایا کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

وہی زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (اے نبی!) وہی تو ہے جس نے

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

آپ پر کتاب نازل کی کہ جس میں سے تو کچھ آیتیں تو مستحکم[ع] ہیں

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ

کہ جو کتاب کے اصول ہیں اور کچھ دوسری (ایسی بھی ہیں) کہ جن کے کئی کئی معنے ہیں

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ

پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کتاب کی

ع مستحکم یعنی صاف صاف اصولِ دین بیان کرتی ہیں ۱۲ منہ

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ
انھیں آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ جن کے کئی کئی معنی ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور
تَأْوِيلِهِ ج وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ م
ان کی تاویل کریں حالانکہ ان کی تاویل تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ (ہی جانتا ہے)
وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا
اور وہ جو علم میں ثابت قدم ہیں (یہی) کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر
بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا
ایمان لائے کہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور (سمجھانے
يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝٧
سے تو) عقل مند ہی سمجھا کرتے ہیں۔

وقف لازم

ترکیب

ھو مبتدا الذی الخ خبر فی الارحام متعلق ہے یصور سے کیف ظرف ہے یشاء کا یہ کل جملہ موضع حال میں ہے فاعل یشاء سے تقدیرہ یصورکم علیٰ مشیتہ اے مریدا منہ آیات محکمات جملہ موضع نصب میں ہے کیونکہ حال ہے کتاب سے۔ اس جملہ میں آیات محکمات صفت و موصوف مبتدا اور منہ خبر ھن مبتدا ام الکتاب خبر لفظ ام اگرچہ مفرد ہے لیکن معنی جنس کے دیتا ہے اس لیے جمع کی خبر ہوگیا۔ و اُخر جمع ہے اخریٰ کی جو مؤنث ہے آخر افعل تفضیل کا معطوف ہے آیات پر متشابہات اس کی صفت ہے ما بمعنی الذی تشابہ منہ صلہ مجموعہ مفعول ہے یتبعون کا ابتغاء مفعول لہ یتبعون کا الفتنۃ مضاف الیہ اور اسی طرح ابتغاء تاویلہ۔ والراسخون فی العلم مبتدا یقولون الخ خبر اور بعض کہتے ہیں والراسخون معطوف ہے لفظ اللہ پر اور یقولون حال ہے۔

تفسیر

پہلے خدا تعالیٰ نے عقائد باطلہ کے ابطال میں اپنے وصف میں الحی القیوم ذکر فرمایا تھا اور حی قیوم وہ ہے کہ جو اپنی مخلوق کی حاجات پوری کرے اور ان کی ضروریات کا خبرگیراں رہ کر تدبیر و تصرف کرے اور یہ بات دو وصف چاہتی ہے۔ ایک یہ کہ اس کو ہر ایک بات کا علم بھی ہو انجام و آغاز پر نظر ہو بے سوال کیے بھی حاجت کو جانتا ہو۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز پر قادر بھی ہو جو چاہتا ہو وہ کر سکتا ہو اس لیے صفتِ علم کے اثبات کے لیے ان اللہ لایخفیٰ علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء فرمایا کہ اس کو ہر چیز معلوم ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ دوسرے وصف کو ثابت کرنے کو ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء فرمایا کہ اس کا تصرف اشرف المخلوقات انسان پر بھی ماں کے پیٹ اور اندھیری کوٹھڑی میں کس نظم و نسق کے ساتھ ہے کہ عقل حیران ہے۔ جس کی کسی قدر کیفیت کتبِ طبیہ سے معلوم ہوتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اول وصف ان اللہ الخ بھی گویا ایک دعویٰ تھا اس کے ثبوت کے لیے ھو الذی یصورکم دلیلِ قاطع ہے کیونکہ جو ارحام میں ایسے تصرفات کرتا ہے اُس پر کوئی چیز کب مخفی رہ سکتی ہے؟ یا یوں کہو پہلی آیات میں نصاریٰ کے عقائدِ فاسدہ تثلیث اور الوہیت مسیح وغیرہ کا رد تھا اور بیشتر عیسائی ان خیالاتِ باطلہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم و قدرت سے استدلال کیا کرتے ہیں۔ علم سے یوں کہ حضرت عیسیٰ غیب کی باتیں بتاتے تھے اور جو کوئی گھر میں کچھ کھاکر آتا اس کو بھی ظاہر کر دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا تھے کہ خدا انسان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، یا خدا کے بیٹے تھے کہ جو باپ کی طرح علمِ مغیبات رکھتے تھے۔ قدرت سے اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کرتے تھے، کوڑھیوں اندھوں کو تندرستی دیتے تھے ہوا کو ڈانٹتے اور جنوں کو نکالتے تھے۔ یہ بھاری کام انسان کے نہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ خدا یا اُس کے بیٹے تھے۔ گرچہ پہلی آیتوں میں الحی القیوم فرما کر اُن شبہات کو رد کر دیا تھا لیکن یہاں تتمہ کے طور پر اور بھی اُن شبہات کا دلائل قطعیہ سے

رد کر دیا۔

پہلے شبہ کا جواب ان اللہ لایخفی الخ میں دیا کہ خدا کی شان علام الغیوب ہونا ہے۔ سو یہ بات سوائے ذاتِ باری اور کسی کو حاصل نہیں اور جو کسی نبی یا فرشتہ کو کوئی بات معلوم ہو تو وہ بھی اس کی طرف کا فیضان ہے اور جو عیسیٰ خدا ہوتے تو ضرور اُن پر بھی کوئی بات مخفی نہ ہوتی۔ حالانکہ اُن پر بہت سی باتیں مخفی تھیں، چنانچہ انجیل لوقا کے چوتھے باب میں لکھا ہے کہ یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے پھرا اور روح کی رہ نمائی سے بیابان میں گیا۔ جب غیر کی رہ نمائی ہوئی تو علام الغیوب کہاں رہا؟ علاوہ اس کے اُسی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے کہ ایک عورت نے کہ جس کا بارہ برس سے خون جاری تھا چپکے سے آکے پیچھے سے مسیح کی پوشاک چھو لی جس سے اس کا خون بند ہو گیا مگر مسیح کو وہ نہ معلوم ہوئی لوگوں سے پوچھا آخر اس عورت نے اظہار کیا۔ اور بہت سے مقامات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے شبہ کا جواب ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء میں دیا کہ خدا قادرِ مطلق ہے، حضرت عیسیٰ کو یہ بات کب حاصل تھی؟ وہ خدا سے دعا مانگتے تھے چنانچہ اسی انجیل کے چھٹے باب، ۱۲ ورس میں ہے کہ (وہ مسیح) پہاڑ پر دعا مانگنے گیا اور خدا سے دعا مانگنے میں رات کاٹی۔ اس کے علاوہ بقولِ نصاریٰ جب اُن کو سولی دینے یہود لے چلے اور سولی پر چڑھا دیا تو انھوں نے خدا سے فریاد کرنی شروع کی کہ مجھے کہاں چھوڑ دیا اور بڑی سختی سے چیخ چیخ کر جان دی جیسا کہ انجیل متی کے ۲۷ باب میں مذکور ہے۔

اور نیز ہو الذی یصورکم الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر عیسیٰ خدا ہوتے تو وہ عورت کے رحم میں آکر آدمی کی شکل کیوں قبول کرتے خدا تو اوروں کی شکلیں رحم میں بناتا ہے۔ اس کے بعد پھر کلمۂ توحید کا اعادہ کرتا ہے لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم اس میں بھی لفظ عزیز سے قدرتِ کاملہ کی طرف اور حکیم سے علمِ حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جب نصاریٰ کو دلائلِ عقلیہ سے عاجز کر دیا جاتا ہے تو وہ اس مسئلہ میں یوں کہنے لگتے ہیں کہ کتبِ سماویہ میں ان کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اور خدائی کے الفاظ بھی ان کی نسبت بولے گئے ہیں اور قرآن میں بھی ان کو روح اللہ و کلمۃ اللہ کہا ہے۔ تو ہم اس بات کو عقل و ادراک کے احاطہ سے باہر جان کر صرف کلامِ الٰہی کا اتباع کر کے خدا اور اس کا بیٹا کہتے ہیں چنانچہ آں حضرت علیہ السلام سے بھی عیسائیوں نے یہی تقریر کی تھی اور اب بھی عاجز آکر یہی کہا کرتے ہیں۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے ان جملوں میں دیا ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن ام الکتاب واخر متشابہات کہ خدا کے کلام میں وہ آیات (کہ جن پر احکامِ شریعت اور امورِ اخلاقیہ اور تذکیرِ آخرت کا مدار ہوتا ہے جن کو اُمّ الکتاب یعنی اس کی بنیاد کہتے ہیں) صریح اور کھلی کھلی ہوتی ہیں اور کہیں کسی رمز اور مصلحت سے ایسے جملے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے کئی معنی اور پیچیدہ مطلب ہوتا ہے اور اس کلام کا دوسرا پہلو بھی ایک پہلو کا ہمسر ہوتا ہے۔ جن عبارات سے ان کا استدلال ہے وہ از قسم متشابہات ہیں۔ ابن کا لفظ حقیقی بیٹے پر بھی بولا جاتا ہے اور پیار میں نوکر اور غلام اور بندہ کو بھی کہہ دیتے ہیں اور اس کے برعکس لفظِ خداوند ذاتِ باری پر اور بادشاہ اور ذی مرتبہ لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ پس جو کج رو گمراہ لوگ ہوتے ہیں وہ ان کی تاویل اپنی خواہش کے موافق کر کے ایک مطلب گھڑ لیتے ہیں جیسا کہ عیسائی۔ اور جو اہلِ علم اور باخدا ہیں وہ ان ظاہر الفساد معنی کو ترک کر کے اس کلام کی اصلی مراد کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں کہ اس کو وہی جانتا ہے۔ اور یہ بات کتبِ سابقہ ہی پر منحصر نہیں بلکہ قرآن میں جو اسے نبی آپ پر نازل ہوا ہے اس میں یہی بات ہے۔

ف انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات میں یہ بات بتلائی ہے کہ جس طرح قرآن میں یہ بات ہے اسی طرح پہلی کتابوں میں بھی تھی کس لیے کہ مبدأ فیض ہر ایک کا واحد ہے۔ اور زبانِ الہام میں ایسے اسرار ہوتے ہیں جو عقولِ عامہ پر مخفی ہوتے ہیں ۱۲ منہ

پھر ان عقائد فاسدہ کو ان متشابہات سے ثابت کرنا اور وہ معنی لینا کہ جو دیگر آیات کے برخلاف ہیں صریح گمراہی ہے۔ یا یوں کہو قیوم کے لیے دو باتیں ضرور ہیں اول مصالح جسمانیہ کا پورا کرنا شکل و صورت بنانا اس کو ہو الذی یصورکم میں بیان کیا۔ دوم مصالح روحانیہ اعنی علم و الہام سے بہرہ ور کرنا، اس کو ہو الذی انزل الخ میں بیان کیا۔

فائدہ

محکم اور متشابہ کے معنی لغت میں مضبوط اور ملتے جلتے کے ہیں۔ عرب محکم مضبوط بنیاد کو کہتے ہیں۔ اور جو دو چیزیں آپس میں ملتی جلتی ہوں ان کو متشابہ کہتے ہیں اور اسی لیے قرآن کو کتابا متشابہا فرمایا کہ حسن و خوبی میں باہم ہر ایک آیت دوسرے سے برابر ہے۔ ان معنے کے لحاظ سے تمام قرآن پر متشابہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور محکم کے معنی لغوی مضبوط اور حق ہونے کے ہیں اس لحاظ سے تمام قرآن کو محکم بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے الر کتاب احکمت آیاتہ۔ یہ دونوں لغوی معنی باہم کچھ منافات نہیں رکھتے مگر بعض ناسمجھ پادری اس نکتہ کو نہ سمجھے انہوں نے ان میں تعارض ثابت کر کے قرآن پر اعتراض کر دیا۔ البتہ اس آیت میں محکم اور متشابہ کے اصطلاحی معنی میں منافات ہے جو محکم ہے متشابہ نہیں اور جو متشابہ ہے اس کو محکم نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ معنی یہ ہیں محکم ممنوع کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک احتمال کے سوا دوسرا احتمال منع کیا گیا ہے اس کا گزر نہیں اور اسی لیے حاکم کو حاکم کہتے ہیں کہ وہ ظالم کو منع کرتا ہے۔ اور حکمت چونکہ لایعنی باتوں سے روکتی ہے اس لیے اس کو حکمت کہتے ہیں اور متشابہ وہ کلام کہ جس میں چند احتمالات مساوی ہوں اور اس معنی سے جو محکم ہے وہ متشابہ نہیں۔ علماء اصول نے کلام کی یوں تقسیم کی ہے کہ جو کلام کسی معنی کے لیے موضوع ہو اگر اس میں دوسرا احتمال نہیں تو اس کو نص کہتے ہیں اور جو ہو تو پھر اگر وہ دونوں احتمال برابر ہیں تو اس کو مشترک کہتے ہیں اور بالتعیین ہر احتمال کے لیے مجمل اور جو ایک احتمال قوی ہو اور دوسرا ضعیف احتمال قوی کے لحاظ سے اس کو ظاہر کہتے ہیں اور ضعیف کے لحاظ سے ماؤل۔ ان میں سے نص اور ظاہر پر لفظ محکم بولا جائے گا اور مجمل اور ماؤل کو متشابہ کہیں گے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ تقسیم یوں ہونی چاہیے جو کلام کہ کسی معنی پر ظاہراً دلالت کرتا ہے اور اس میں دوسرے احتمال کی گنجائش بھی ہے پس اگر یہ معنی نفس الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں تو اس کو ظاہر کہیں گے اور جو سیاق بھی اسی کے لیے ہے تو اس کو نص کہیں گے۔ اور کبھی عموماً ہر آیت و حدیث کو نص کہہ دیتے ہیں۔ اور جس میں دوسرے احتمال کی گنجایش نہیں اگر احتمال نسخ ہے تو اس کو مفسر کہتے ہیں اور اگر یہ بھی احتمال نہیں تو اس کو محکم کہتے ہیں۔ اور جو ظاہراً دلالت نہیں کرتا اور اس میں پوشیدگی ہے اگر وہ پوشیدگی کسی عارضی وجہ سے ہے تو اس کو خفی کہتے ہیں اور اگر نفس الفاظ میں ہے پھر اگر وہ قرائن کی مدد سے دور ہو سکتی ہے تو اس کو مشکل کہتے ہیں اور جو قرائن سے بھی دور نہیں ہوتی مگر متکلم سے انکشاف کی امید ہے تو اس کو مجمل کہتے ہیں اور اگر امید بھی نہیں تو اس کو متشابہ کہتے ہیں وہی اس آیت میں مراد لیا گیا ہے۔

لا یعلم تاویلہ الا اللہ ابن عباسؓ اور عائشہؓ اور حسنؒ اور مالک بن انسؒ اور کسائیؒ اور فراء۔ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہم علماء یہ کہتے ہیں کہ الا اللہ پر کلام تمام ہو گیا اور یہاں وقف لازم ہے اور والراسخون جدا کلام ہے و عطف کے لیے نہیں بلکہ ابتداء کلام کے لیے ہے۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ متشابہات سے جو کچھ مراد ہے اس کو بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہی ٹھیک ہے کس لیے کہ اسرار غیب کو عقل جب تک جسم کے ساتھ مقید ہے اس کی تاریکی کی وجہ سے نہیں دریافت کر سکتی۔ اور مجاہد اور ربیع بن انس اور اکثر متکلمین

اور جمہور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ والراسخون فی العلم کا اللہ پر عطف ہے یہاں وقف نہیں۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ علماء ربانی بھی متشابہات کو جانتے ہیں۔ کیونکہ بندوں سے جب کلام کیا گیا ہے تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کو کوئی بھی نہ سمجھے ورنہ اس کے نازل کرنے سے کیا فائدہ تھا، والعلم عنداللہ تعالیٰ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

(اور وہ یہ دعا بھی کرتے رہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ

ٹیڑھا نہ کر دیجیے گا اور خاص اپنے پاس سے ہمارے لیے رحمت عطا فرما ، کیوں کہ

اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ

تُو بڑا ہی دینے والا ہے اے ہمارے رب بے شک تُو ایک دن کہ

النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

جس کے آنے میں کوئی بھی شبہ نہیں سب کو جمع کرے گا (کیوں کہ) خدا

لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ع ۹ ۱ ۹

کبھی وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا بے شک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

انکار کر دیا ہے نہ تو اُن کے مال ہی ان کے کچھ کام آئیں گے

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

اور نہ ان کی اولاد ہی (اللہ کے مقابلہ میں) کچھ کام آئے گی) اور یہی تو

هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ

ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہوں گے ان کی بھی فرعون والوں

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا

اور ان سے پہلے لوگوں جیسی حالت ہے کہ انہوں نے ہماری

بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ

آیتیں جھٹلائیں جس پر خدا نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

اور اللہ کی مار بھی بڑی ہی سخت ہے۔

ترکیب

بعد ظرف ہے لاتزغ کا من لدنک صفت ہے رحمۃ کی یا حال۔ لیوم لام بمعنی فی ہے فی یوم لاریب فیہ جملہ موضع جر میں ہے صفت ہے یوم کی الذین موصول صلہ اسم ان لن تغنی الخ اس کی خبر من اللہ موضع نصب میں ہے تقدیرہ من عذاب اللہ اے لایدفع اموالہم ولا اولادہم عذاب اللہ شیئاً مفعول بہ ہے لن تغنی کا اور حال بھی ہوسکتا ہے کداب کاف موضع نصب میں ہے نعت ہو کر مصدر محذوف کی اے کفروا کفراً کعادۃ آل فرعون اور ممکن ہے کہ خبر ہو مبتدا محذوف کی اے داءبہم کداب آل فرعون۔

تفسیر

یہ بھی راسخین فی العلم کا مقولہ ہے یعنی وہ متشابہات کو علمِ الٰہی کے حوالہ کر کے اس پر ایمان لا کر دعا بھی کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہم کو ہدایت دی اور فہم سلیم عطا کیا ہے اب ایسا نہ ہو کہ ہمارے دل کجی کی طرف میلان کر جاویں کیونکہ استقامت تیرے ہی ہاتھ میں ہے (جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے[1]) داعیہ خیر اور داعیہ شر قلب میں اُس کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور دلی استقامت کے بعد ہم کو اپنی رحمتِ خالصہ بھی عطا کر۔

فائدہ

رحمت کی چند قسمیں ہیں اوّل یہ کہ دل میں نورِ ایمان و توحید

[1] مشکوٰۃ ۱۲

حاصل ہو۔ دوم یہ کہ اعضاء پر اطاعت اور خدمت کے انوار ظاہر ہوں۔ سوم یہ کہ دنیا میں رزق اور اسباب معاش سہل ہو جاویں اور تندرستی اور امن و عافیت حاصل ہو۔ چہارم یہ کہ شدتِ موت اور اس کے بعد قبر اور حشر میں رستگاری ہو۔ پنجم یہ کہ عالمِ سرور میں اُس کا دیدار اور نعماء بے شمار حاصل ہوں لفظِ رحمت ان سب کو شامل ہے۔ اس کے بعد کافروں کا حال ذکر کرتا ہے کہ وہ جو دنیا میں اولاد و مال کے لیے خدا سے غافل ہیں یہ آخرت میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، وہ دوزخ میں جلیں گے جس طرح کہ فرعون کے لوگ اور ان سے پہلے منکر لوگ اولاد و مال میں مستغرق ہو کر خدا کو بھول گئے اور اُس کی آیات کو جھٹلانے لگے۔ ہر چند انبیاء نے ان کو سمجھایا لیکن نہ مانا آخر الامر خدا نے اُن پر اُن کی بدکاری کی وجہ سے عذاب نازل کیا۔ داب عادت اور خصلت کو کہتے ہیں۔ وقود، بالفتح ایندھن اور بالضم آگ جلانا ؛

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ

(اے نبی) کافروں سے کہہ دو کہ تم بہت جلد مغلوب کیے جاؤ گے (اور مرنے

تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

کے بعد) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔ اور وہ (دوزخ) کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ

تمہارے لیے اُن دو لشکروں میں جو (بدر کے دن) باہم مقابل ہوئے تھے قدرت کی بڑی نشانی تھی

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

ایک لشکر تو خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ

کافروں کا (گروہ) تھا جو مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دو چند دیکھ رہا تھا

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ

اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے فتح دیتا ہے بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اس (واقعہ) میں اُن کے لیے جو آنکھ رکھتے ہیں بڑی عبرت ہے۔

ترکیب

آیۃ اسم کان لکم خبر فی فئتین موصوف التقتا صفت مجموعہ صفت ہے آیۃ کی اور ممکن ہے فی فئتین خبر ہو اور لکم کان سے متعلق ہو فئۃ موصوف تقاتل فی سبیل اللہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے احداہما فئۃ الخ واخری نعت ہے مبتدا محذوف کی اے وفئۃ اخری۔ کافرۃ خبر یرونہم اس کا فاعل المسلمون وقیل الکفار مثلیہم اے مثل مسلمین او مثل عسکرہم مفعول ثانی، رای العین مفعول مطلق یہ جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے فئتین کی۔

تفسیر

نیک اور بد بندوں کی سیرت بیان فرما کر اس مقام سے کچھ حال بدوں کا بیان فرماتا ہے جنہوں نے نہ صرف یہی ایک جرم کیا تھا کہ آیات اللہ کی تکذیب کی تھی بلکہ نیک بندوں کے ساتھ طرح طرح سے بدسلوکیاں بھی کی تھیں جس لیے اُن پر اُس عزیز ذوانتقام کا غصہ بھڑکا اور اُن کو ذلت سے ہلاک کیا اس لیے ہلاک ہونے سے پہلے نبی کو حکم دیتا ہے کہ قل للذین کفروا الخ کہ اے رسول کافروں اور آیات اللہ کی تکذیب کرنے والوں کو پہلے سے مطلع کر دو کہ تم اپنے زور و کثرت پر گھمنڈ نہ کرو عن قریب دنیا میں مغلوب کیے جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جمع کیے جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیغام الٰہی پہنچا دیا مگر وہ کب باور کرنے والے تھے تمسخر میں اڑا دیا آخر ان پر اس مغلوبی کا وہ وقت آیا جس کی ابتداء اس جملہ سے ہوتی ہے قدکان لکم آیۃ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مکہ سے ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو کفارِ مکہ جب بھی اہلِ اسلام کو

امن و امان نہ دیتے تھے اس لیے خدا تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہجرت سے اگلے سال رمضان کے مہینے میں آں حضرتؐ کو یہ خبر لگی کہ ابو سفیان ایک قافلہ لے کر شام سے مکہ کو آتا ہے جس میں تجارت کا مال ہے۔ آں حضرتؐ نے اسی بشارتِ الٰہی کے اطمینان پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ گرچہ لوگوں کی یہ خوشی تھی کہ قافلہ کو لوٹ لیجیے کیونکہ اس میں نفع اور آسانی تھی مگر خدا کو یہ منظور تھا کہ کفر کی شوکت توڑے اس لیے یہی بات پیش آئی کہ ابو سفیان کو بھی کہیں یہ خبر مل گئی، وہ قافلہ کو دوسرے راستہ سے لے کر مکہ کی طرف لے نکلا اور کہلا بھیجا کہ جلد میری مدد کو پہنچو ورنہ محمد علیہ السلام اور ان کے اصحاب میرے تعاقب میں آرہے ہیں۔ آں حضرتؐ اس کے تعاقب میں مکہ سے کئی منزل بدر کے قریب تک آپہنچے اور ایک میدان میں کہ جس کو بدر کہتے ہیں پانی دیکھ کر ڈیرا کر دیا۔ حضرتؐ کے ساتھ تقریباً تین سو تیرہ آدمی تھے جو محض بے سامان تھے جن میں صرف دو سوار تھے اور چند زرہ پوش تھے اور اسّی کے پاس تلواریں تھی باقی لٹھ پتھر لیے ہوئے تھے اُن کے مقابلہ میں مکہ کے لوگ نکلے ابو جہل اور ابو سفیان اور عتبہ اور عباس وغیرہ بڑے بڑے سردار تھے ان کی تعداد ہزار کے قریب تھی ان کے پاس ساز و سامان بھی خوب تھا، سوار بھی بہت تھے اُنہوں نے بھی اسی میدان میں ایک طرف ڈیرا کر دیا اور پھر باہم صف بندی ہو کر مقابلہ شروع ہوا۔
اب یہاں سے تائیداتِ غیبیہ کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ اول یرونہم الخ کہ کفار کو مسلمان لشکر جو بہت قلیل تھا اپنے سے دو چند نظر آنے لگا جس سے ان کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا پھر کیا تھا جو کچھ ہے دل ہی تو ہے۔ اس بات کا ثبوت خود اس جماعت کے بہت سے لوگوں سے بھی ہوا جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے یرونہم مثلیہم کے یہی معنی ہیں۔ مگر بعض نے یرون کا فاعل مسلمانوں کو بتایا ہے کہ مسلمان ان کو دو چند دیکھ رہے تھے، اس پر خدا نے تائیدِ غیبی کا اظہار کیا آخر کفار نے بڑی شکست کھائی وہ بشارت صادق ہوئی ابو جہل وغیرہ بڑے بڑے کفر کے سردار مارے گئے ستر گرفتار کیے گئے کچھ بھاگ گئے۔

واضح ہو کہ کفروا کا اطلاق مشرکینِ عرب پر بھی ہوتا ہے جن کے مغلوب ہونے کا حال معلوم ہو گیا اور یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ فرقوں پر بھی، اس لیے عموماً اس پیشین گوئی کا روئے سخن سب ہی کی طرف ہے جو اس زمانہ پر لحاظ کرنے والوں کے نزدیک ایک امرِ محال کی پیشین گوئی تھی، کس لیے کہ مسلمانوں کی مدینہ میں بہت ہی تھوڑی جماعت تھی جس کا غلبہ قریشِ مکہ اور دیگر قبائلِ عرب پر بھی جو بڑے بہادر اور جنگ جُو تھے بظاہر محال تھا۔ اس کے سوا دو سلطنتیں ایسی زبردست زور آور تھیں کہ جنہوں نے دنیا پر احاطہ کر رکھا تھا ایک مجوسی سلطنت کسریٰ شاہانِ ایران کی جن کے ماتحت ہندوترکستان وغیرہ ملک تھے۔ دوسری عیسائی قیصروں کی سلطنت جس کا اقتدار تمام یورپ اور ایشیائے کوچک اور شام اور بعض ممالکِ افریقہ پر مسلّم تھا مگر آسمانی تائید کے بھروسے پر سب میں بآوازِ بلند پکار دیا گیا ستغلبون تم جلد مغلوب کیے جاؤ گے۔

کس لیے کہ عرب کی زبان میں سین زمانۂ استقبالِ قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک صدی تمام نہ ہونے پائی تھی کہ یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ اگر یہ من جانب اللہ کوئی علامت پیغمبر علیہ السلام کے برحق ہونے کی نہیں تو اور کیا تھا؟

اس لیے خدا فرماتا ہے واللہ یؤید بنصرہ من یشاء کہ یہ تائیدِ الٰہی ہے وہ جس کو چاہے اس سے فتح یاب کرے ظاہری سامان واسباب اس کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آتے جس کا اب بھی تجربہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات بڑے غور و فکر کے لائق ہے ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ اس میں چشمِ بصیرت والوں کے لیے خدا پر اور اس کی آیات پر ایمان لانے اور ایمان لا کر رسولوں کے رستے پر چلنے کے لیے ایک بڑی عبرت ہے اس لیے کہ یہ بات عالمِ اسباب کے مخالف

ہے۔ پھر اس کا ظہور اگر خاص خدا کی طرف سے نہیں تو اور کیا ہے؟۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ

لوگوں کو مرغوب چیزوں کی خواہش بھلی معلوم ہوتی ہے

النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

عورتوں کی اور اولاد کی اور سونے چاندی کے

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ

چُنے ہوئے ڈھیروں کی اور پلے ہوئے گھوڑوں کی

وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

اور چارپایوں کی اور کھیتی کی یہ سب زندگی دنیا کا

الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

سامان ہے اور عمدہ ٹھکانا تو اللہ ہی کے یہاں ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ

(اے نبی ان سے) کہہ دیجیے کہ کہو تو میں تم کو اس سے بھی بہت بہتر چیز بتاؤں (وہ یہ کہ) پرہیزگاروں

اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

کے لیے ان کے رب کے ہاں باغ ہیں کہ جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ

نہریں بہہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہا کریں گے اور (اُن کے لیے)

مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ

پاکیزہ بیویاں اور نیز ان کے لیے خدا کی خوشنودی ہے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے یہ اُن کے لیے ہے) جو کہ کہا کرتے ہیں

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ معاف کر دے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ

اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیو وہ جو صبر کرتے

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ

اور سچ بولتے اور بندگی میں لگے رہتے اور خرچ کرتے رہتے ہیں

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور صبح کے وقتوں میں استغفار کیا کرتے ہیں۔

ترکیب

زین فعل مجہول للناس اس کے ساتھ متعلق حب الشہوات مفعول مالم یسم فاعلہ من النساء الخ اس کا بیان ذٰلک مبتدا متاع الحیٰوۃ الدنیا خبر واللہ مبتدا عندہ جملہ الخ خبر قل فعل انت اس کا فاعل اؤنبئکم جملہ مقولہ بخیر موضع نصب میں ہے اؤنبئکم سے من ذٰلکم موضع نصب میں ہے بسبب جر کے تقدیرہٗ بما یفضل ذٰلک جنّٰت موصوف تجری الخ صفت مجموعہ مبتدا للذین اتقوا خبر خالدین فیہا حال ہے محذوف سے وازواج معطوف ہے جنّٰت پر الذین یقولون موضع جر میں صفت ہے للذین کی الصابرین الخ موضع جر میں صفت ہے للذین کی۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ ان عجائبِ قدرت میں اہلِ بصیرت کو عبرت کا مقام ہے جس سے عاقل کے نزدیک یہ دنیا اور اس کے تنزہات ایک ناچیز اور فانی معلوم ہوتے ہیں اور عالم باقی کے آگے خواب سا معلوم ہوتا ہے مگر اس چشم حقیقت بیں پر لذات دنیا اور اس کے سامان کی محبت کے پردے پڑے ہوئے ہیں جس سے وہ عالم آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رہا ہے اور چند روزہ عیش کے لیے کفر الحاد میں آکر آخرت اور عالمِ باقی کی خوبیوں سے بے خبر ہے۔ اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جس کا بیان نہیں۔ ہاں یوں کہ خدا کی منزّل کتابوں کے منکروں کا دنیا و آخرت میں جو انجام ہوگا اُسکو

بیان فرما کر ان کی غفلت اور اندھے پن کا سبب ذکر کرتا ہے کہ وہ مال و زن فرزند کی محبت اور فریفتگی ہے جو فانی ہیں اس کے بعد اسی سلسلہ سے دارِ آخرت کی نعمتیں جو نیکوں کو ملیں گی ان کا ذکر فرماتا ہے اور نیکی کے اصول بھی ذکر کرتا ہے ۔ لذائذ دنیا کہ جن پر ہر انسان تفاخر کرتا اور ان کی رغبت کا دم بھرتا ہے سات چیزیں ہیں اوّل عورت ۔ اس سے جس قدر مرد کو لذت اور انس ہے وہ کس چیز سے ہے؟ اسی کی محبت انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے مرد میں اور اس میں ایک جذبِ مقناطیسی رکھا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ہے خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ۔ اس کے بعد بیٹا ہے جس کو انسان اپنا نائب اور قائم مقام سمجھ کر جو بات اپنے لیے چاہتا ہے اس سے بڑھ کر اس کے لیے چاہتا ہے اور نیز اس کا ہر وقت میں قوتِ بازو اور معین و مددگار بھی ہوتا ہے اس سے بھی انسان کو بڑا فخر اور نہایت خوشی ہوتی ہے اس کے بعد مال دولت روپیہ اشرفی بالخصوص توڑے چنے ہوئے یہ بھی ایک عجیب چیز ہے جمیع حاجات کا ذریعہ خیال کیا گیا ہے ۔ اس کا غرور اور سرور بھی انسان کو اندھا کر دیتا ہے خدا اور رسول سے بغاوت پر آمادہ کر دیتا ہے خدائی دعویٰ کرانے لگتا ہے پھر کوتل گھوڑے پھر گائے بیل اونٹ وغیرہ مواشی پھر باغ کھیتی ۔ ان چیزوں کے بعد خدا تعالیٰ نے یہ بات جتلاتا ہے کہ یہ چیزیں صرف زندگیٔ دنیا کا سامان ہیں مگر خدا کے پاس اس سے زیادہ اور عمدہ لذائذ روحانیہ و جسمانیہ موجود ہیں مگر تقاضائے آب و گل انھیں محسوس اور فانی چیزوں پر فریفتہ ہے اور یہ اس کی جبلی بات ہے کیونکہ آدمی جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اسی کو عمدہ عالم سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب باہر آتا ہے تو رو رو کر غل مچاتا ہے پھر جب آنکھ کھلتی ہے تو اس عالم پر غش ہو جاتا ہے سدا یہیں رہنا پسند کرتا ہے یہیں کی ان چیزوں پر دم جاتا ہے ۔ آخر جب اُس عالمِ باقی میں جاتا ہے تو اس عالم کو وہاں کے نعماء اور وسعت کے مقابلہ میں ایسا تنگ و تاریک و پُرالم سمجھتا ہے کہ جس طرح دنیا میں ماں کے پیٹ کو اور وہاں کے رہنے اور واپس جانے کو ۔ یہ چیزیں دل لگانے کے قابل نہیں کیونکہ یہاں کا ہر عیش و ہر چیز فانی، وہاں کی باقی اور جاودانی ہے ۔ یہاں ہر عیش تلخی پر مبنی ہے اور پھر ہر راحت کے بعد تلخی ہے جب تک کہ پیاس اور دھوپ کا رنج نہ اٹھا دے سایہ اور سرد پانی کا کبھی مزہ نہ آوے ۔ اُس عالم باقی میں یہ باتیں نہیں اس لیے خدا نے مجملاً واللہ عندہ حسن المآب کا لفظ کہہ کر اُس عالم کا شوق دلا دیا ۔ اس کے بعد اور بھی کلام کو بلند کیا اور نبی سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ کہو تو میں تم کو دنیا کی ان چیزوں سے عمدہ چیزیں بتلاؤں؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لیے اُس عالم میں (عند ربہم) باغ ہیں کہ جن میں نہریں بہتی ہیں (جہاں تمام جگہ خوشبودار رنگ برنگ کے پھول و پھل اور طائرانِ خوش الحان اور نہایت تکلف کے مکانات ہیں) ان میں بیویاں ہیں کہ جو صورت و سیرت کی تمام برائیوں سے مبرّا حسن و خوبی میں یکتا ۔ اس پر دوام اور بقا ۔ یہاں تک تو جنتِ جسمانیہ کی طرف اشارہ تھا ۔ اس کے بعد جنتِ روحانیہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے ورضوان من اللہ یعنی خدا کی رضامندی آنحضرت علیہ السلام نے گویا صحابہؓ کو اُس عالم کو دکھا دیا تھا جس سے اُن کی نظروں میں دنیا اور اس کے تنزہات گرد ہو گئے تھے ۔ یہ کیا کم معجزہ ہے؟ اس کے بعد اُن نعماء کے مستحق لوگوں کا بھی عجب لطف کے ساتھ ذکر فرماتا ہے للذین اتقوا یعنی پرہیزگاروں کے لیے ۔ یہ عام لفظ ہے ۔ پھر اس کے بعد اس کی اور بھی تشریح ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں یہ چھٹے وصف پائے جاتے ہیں :-

(۱) یقولون ربنا الخ کہ وہ خدا سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم تجھ پر ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور عذاب النار سے بچائیو ۔ (۲) صبر کرنے والے ۔ صبر کہتے ہیں محنت کا نفس پر برداشت کرنا خواہ عبادات قائم کرنے میں خواہ نفس کو اس کی خواہشوں سے روکنے میں ۔

(۳) صادقین سچ بولنے والے اور ہر بات کو سچ کر دکھانے
والے (۴) خدا کی عبادت کرنے والے (۵) منفقین یعنی خدا کی
راہ میں خرچ کرنے والے خواہ بذریعہ صدقۂ نافلہ خواہ بذریعہ
زکوٰۃ خواہ اپنوں کو دے خواہ بیگانوں کو (۶) سحر کے وقت
خدا سے استغفار کرنے والے ۔ اس وقت شب کی ظلمت
دور ہو کر نور پھیلتا ہے ۔ رات کا مُردہ زندہ ہوتا ہے یہ وقت
جُودِ عام اور فیضِ تام کا وقت ہے اور کچھ عجب نہیں کہ عالم
قدس کی صبح کا پرتو اس عالم کی صبح ہو ۔ دوم یہ خواب و
غفلت کا وقت ہے ایسے وقت اُس طرف متوجہ ہو کر
استغفار کرنا اور اس مبدأ فیاض سے اپنی مغفرت کا سوال
کرنا بلاشک عالمِ سرور میں پہنچنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور
اسی لیے صحابہ اور صالحین امت بلکہ اگلے انبیاء اور ان کے
تربیت یافتہ اس وقت عبادت و استغفار کرتے تھے
اور اسی لیے اس وقت سونا نشہ میں پڑے رہنا نحوست
اور بربادی کا باعث ہے ۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

اللہ اور فرشتے اور علم والے عدالت کے ساتھ گواہی

وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِؕ لَآ اِلٰهَ

دے چکے کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں، کوئی بھی خدا نہیں

اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ

مگر وہی (ایک) زبردست حکمت والا بے شک دین تو

عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ

خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب نے جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اختلاف کیا ہے تو صرف یہ معلوم ہو جانے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَ

کے بعد (محض) آپس کی ضد سے اور

مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے تو اللہ بھی

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

بہت جلد حساب لینے والا ہے ۔

ترکیب

شہد فعل اللہ فاعل انہ یہ جملہ بیانِ شہادت والملائکۃ واولوا
العلم معطوف ہے لفظ اللہ پر قائما بالقسط حال ہے فاعل شہد
سے الدین اسم ان الاسلام خبر عند اللہ ظرف ومن مبتدا
یکفر خبر ۔ اور ممکن ہے کہ من شرطیہ یکفر الخ شرط فان اللہ جزا

تفسیر

اس بیان کو تمام کر کے پھر مسئلہ توحید کی طرف رجوع کیا جاتا
ہے ۔ پہلے فرمایا تھا کہ دنیا اور اس کے نعماء فانی ہیں اور دارِ
آخرت اور وہاں کی نعمتیں باقی ہیں اور وہ نعمتیں ان کے لیے
ہیں کہ جو کہتے ہیں ربنا اننا آمنا الخ یعنی جن کی قوت نظریہ ایمان
کامل اور اس کی صفات پر یقین ہے اور قوتِ عملیہ بھی کامل
ہے جیسا کہ الصابرین الخ میں اشارہ ہے ۔ اب یہاں اس بات
کو ظاہر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کی توحید پر ایمان لانا جو
نجات کا مدار ہے کوئی خلافِ واقع اور بے اصل بات نہیں کہ
النصف
جس سے عقل رُکے جیسا کہ بے عقل لوگ جو صرف محسوسات
ہی کا وجود مان کر اور چیزوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں ۔ بلکہ
یہ بات بہت واضح اور کھلی ہے خدا نے خود آسمان و زمین اور
ان کے اندر کی کائنات کو اپنے وجود اور توحید کے لیے شاہد
بنا رکھا ہے جس طرح کوئی نقش پاؤں رکھنے والے کے وجود پر
بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو آنکھ سے دیکھا ہو بآوازِ بلند گواہی
دے رہا ہے اسی طرح ہر چیز مخلوقِ الٰہی بزبانِ حال اُس کے
وجودِ وحدت کو بیان کر رہی ہے ۔

ففی کل شیٔ لہ شاہد ٭ یدل علی انہ واحد

شہد اللہ الخ کے یہ معنی ہیں اس کے علاوہ یوں بھی خدا تعالیٰ کتب الہامیہ میں شہادت دے رہا ہے اور نیز وہ ملائکہ سے اور ملائکہ انبیاء سے کہتے ہیں وہ علماء سے فرماتے ہیں وہ عامہ خلائق کو سناتے ہیں والملائکۃ واولوا العلم۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ جب عقل نورِ الہام کی روشنی سے آنکھ اٹھا کر عالمِ ہستی میں دیکھتی ہے تو اس مخلوقات کو اس کا مظہر اور ظل جان کر سوائے اس کے اور کوئی نظر نہیں پڑتا۔ ع

بخدا غیرِ خدا در دو جہاں چیزے نیست

لا الٰہ الا ہو مگر بسبب لطافت کے وہ عزیز حکیم حسِ بصری سے محسوس نہیں ہوسکتا اور جب کہ یہ عقائد اور یہ اعمالِ صالحہ وہ ہیں کہ جن کا تسلیم کرنا عقلِ سلیم کے نزدیک ضرور ٹھیرا تو یہی مذہب حقانی اور مقبول عند اللہ ہوا اور مذہب اسلام اسی کا نام ہے تمام انبیاء اور ہر بنی آدم کا فطرتی مذہب یہی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجدد ہیں نہ کہ موجد اور اب جو یہود اور نصاریٰ اور دیگر اہل مذاہب اختلاف کرتے ہیں تو یہ سب دلائلِ حقہ سے اعراض کر کے محض ضد اور نفسانیت سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد مذہب اسلام کا عجب لطف سے برحق ہونا ثابت کر کے اہلِ کتاب سے مناظرہ شروع فرماتا ہے اور ان کو ان کے عقائدِ فاسدہ اور اعمالِ کاسدہ پر اذ غدوت من اہلک تک الزام دیتا ہے۔ ع ۲ ۱۱ ۱۰

اسلام کے لغوی معنی فرماں برداری کرنا اور شرع میں ایمان اور اسلام سے ایک معنی مراد ہیں۔ ہاں کبھی لغوی معنی کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا تب ایمان سے مراد تصدیقِ قلبی اور اسلام سے انقیادِ ظاہری لی جاتی ہے۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
(اے نبی) پس اگر وہ آپ سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے ماننے والوں نے

لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا
تو اپنا سر اللہ کے آگے جھکا دیا اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھوں

الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ
سے پوچھیے کہ کیا تم بھی سر جھکاتے ہو؟ پھر اگر

اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا
وہ بھی سر جھکائیں تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر نہ مانیں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
تو آپ پر صرف حکم پہنچا دینا ہی ہے (اور بس) اور اللہ (تو) اپنے بندوں کو

بِالْعِبَادِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ
آپ دیکھ رہا ہے بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ
انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق (ناروا) مار ڈالتے

حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ
ہیں اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ
انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں تو (اے نبی) ان کو

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۱ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
عذابِ الیم کا مژدہ سنادو یہی وہ لوگ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
کہ جن کے عمل دنیا و آخرت میں اکارت گئے

وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۲
اور ان کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

ترکیب

ومن اتبعن من موضع رفع میں ہے عطف ہے اسلمت کی ت پر، اتبعنی کی ی حذف ہوئی ہے رؤس الآیات کی مشابہت سے

اور قائم بھی کی جاتی ہے کیونکہ اصل ہے الذین موصول وصلہ مع معطوف اسم اِنَّ ۔ فبشرہم اس کی خبر اور فَ اس پر اس لیے داخل ہوئی کہ الذین کا صلہ فعل تھا تاکہ یہ معلوم ہو یہ بشارت جزائے کفر ہے اور اِنَّ اس کو مانع نہیں ۔

تفسیر

جب کہ بدلیل قوی ثابت کر دیا گیا کہ دین برحق عند اللہ اسلام ہے اور جو کچھ اختلافات لوگوں نے پیدا کیے ہیں وہ ضد اور تعصب سے ہیں اس پر بھی ناانصاف حجت کیے چلے جاتے ہیں تو اب ان کی تمام بیہودہ گفتگو اور کل شکوک و شبہات کا عجیب لطف کے ساتھ جواب اپنے نبی کو تعلیم فرماتا ہے کہ جس کے آگے منصف مزاج کو سوائے تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا ۔ وہ یہ کہ دنیا میں دو قسم کے اہل مذہب ہیں ایکؔ وہ کہ جو کتاب الہامی اور کسی نبی کے اتباع کا ادعا کرتے ہیں جیسا کہ یہود اور عیسائی وغیرہم ۔ دوؔم وہ کہ جو ایسے نہیں جن کو اَن پڑھ اور بے علم کہا جاتا ہے جیسا کہ مشرکین عرب ان سب سے کہہ دو کہ حقانی اور آسمانی مذہب خدا تعالیٰ کی حقیقی فرماں برداری ہے کہ جس کو تم بھی مانتے ہو سو میں نے اور میرے متبع لوگوں نے فرماں برداری کی بلکہ اس کے آگے گردن جھکا دی خواہ اعتقادیات ہوں خواہ عملیات سب میں تسلیم ہے ۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک اور جمیع صفات عمدہ سے متصف اور بُری صفتوں سے پاک جاننا اور قیامت پر ایمان لانا اور اس کے تمام انبیاء کو بلاتفریق برحق سمجھنا ہمارا عقیدہ ہے ۔ پنج گانہ نماز میں طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر کے اپنی روح اور جسم کو اس پر نثار کرنا کہ جس کو نماز کہتے ہیں ۔ اپنے مال میں سے علاوہ اور خیرات کے ایک حصہ معین دینا ، مخلوقِ الٰہی پر رحم کرنا ، بلاوجہ کسی کی ایذا سے باز رہنا اور اس کی عزت و توحید پھیلانے میں اپنی جان عزیز کو بھی قربان کر دینا شہوات و لذاتِ بے جا کی پیروی نہ کرنا ہمارا شیوۂ خاص ہے ؎

کارِ ما عشق است و بارِ ما عشق است
حاصلِ روزگارِ ما عشق است

یہ باتیں تمام شریعتوں کا عطر اور عقل سلیم کا مسلّم مسئلہ ہیں ۔ پس اگر تم بھی ایسا کرتے ہو تو تم نے بھی ہدایت پائی اور یہی اسلام ہے اور جو نہیں تو اب تمہارے گمراہ ہونے میں کیا کلام ہے اب نبی کا ذمہ خبر دینا ہے ۔ اس کی سزا عالم آخرت میں خود پائیں گے ۔ اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے وہ خصائل بد کہ جو اُن میں پائے جاتے تھے مجملاً بیان کر کے عذاب آخرت سے ڈراتا ہے ۔ وہ خصائل بد یہ تھے عقائد میں آیاتِ الٰہی کا انکار کرنا ۔ اعمال میں انبیاء کو اور دیگر کلمۃ الخیر کہنے والوں کو ناحق قتل کرنا ۔ اس پر نجات کا امیدوار رہنا ؛

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ

(اے نبی) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب میں سے کچھ حصہ

الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ

دیا گیا ہے وہ اللہ کی طرف اس لیے بلائے جاتے ہیں کہ وہ کتاب ان کا

بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم

جھگڑا فیصل کر دے (اس پر بھی) ان میں کا ایک فریق منہ موڑ کر

مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا

پھرا جاتا ہے یہ اس لیے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ

لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ

ہم کو ہرگز دوزخ کی آگ چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز تک

وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

اور ان کو ان کے مذہبی ڈھکوسلوں نے مغرور کر دیا ہے

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

پھر اُس دن کہ جس کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں

فِيهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

کیا حال ہوگا اور اُس دن (جس نے جو کچھ کیا ہے اس کا اس کو پورا (پورا) بدلہ دیا جائیگا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

اور کسی پر (کچھ بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔

ترکیب

یدعون موضع حال میں ہے الذین سے اور ہم معرضون جملہ موضع رفع میں ہے صفت ہے فریق کی یا حال ہے ضمیر مجرور سے۔ ذلک مبتدا بانہم خبر فکیف موضع نصب میں ہے اور عامل اس میں محذوف ہے تقدیرہ کیف یصنعون لا ریب فیہ جملہ صفت ہے یوم کی و وفیت اس پر معطوف والعائد محذوف۔

تفسیر

یہ اُن اہلِ کتاب کی ایک خصلتِ بد بیان کی جاتی ہے اور اس کا سبب بھی بتایا جاتا ہے کہ مذہب انبیائی میں تحریف کرکے انہوں نے چند ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں جن کے اعتماد پر وہ ایسا کرتے ہیں۔ خصلتِ بد یہ تھی کہ جب ان کو باہمی منازعات کے فیصلہ کے لیے کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا کہ جو کتاب اللہ کہہ دے اس کو مانو تو وہ رُوٹھ کر چلے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جیسا کہ کتبِ حدیث میں مذکور ہے یہ ہوا کہ یہود میں ایک مرد و عورت شریف اور دولت مند نے زنا کیا۔ اور ان کے علماء نے بہ لحاظِ دولتمندی اصلی حکم جاری کرنے میں حیلہ بہانہ کیا اور باہم جھگڑا ہونے لگا تو وہ لوگ فیصلہ کے لیے آں حضرت علیہ السلام کی خدمت شریف میں حاضر ہوتے اور عبداللہ بن صوریا یہودی عالم بھی آیا، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمِ الٰہی ان کے لیے کتاب اللہ یعنی قرآن میں یہ ہے کہ ان کو پتھروں سے مارا جاوے (جس کو رجم کہتے ہیں) اور یہی حکم تورات میں بھی ہے۔ عبداللہ نے کہا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تورات لاؤ۔ جب لائے اور اس مقام کو نکالا تو عبداللہ نے اُس جگہ انگلی رکھ کر چھپانا چاہا مگر عبداللہ بن سلام نے اُس کا ہاتھ اٹھا کر وہ آیت پڑھ دی۔ تب آں حضرتؐ نے رجم کا حکم دیا جس پر یہود اور ان کے علماء آں حضرتؐ سے اور بھی زیادہ ناراض ہوگئے اور اکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اُن کا اُس کتاب کی نسبت بھی کہ جس کو یہ برحق سمجھتے ہیں یہ حال ہے تو پھر قرآن کی نسبت کیا ٹھکانا ہے؟ اور اس بے دینی اور بے باکی کا سبب یہ ہے کہ اُن کے پیروں مرشدوں نے چند ڈھکوسلے اُن کے دل میں بٹھا دیے تھے یہ کہ بجز چند روز کے یہود کو نسلِ ابراہیم ہونے کے سبب عذاب نہ ہوگا جس پر وہ مغرور تھے۔ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز کہ جس میں کوئی بھی شبہ نہیں جب ہم ان کو جمع کریں گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا و سزا ملے گی تو پھر ان کو ان خیالاتِ خام کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔ دراصل اب بھی سیکڑوں فرقے مذہبی ڈھکوسلوں پر نازاں ہیں۔ ہندؤوں کے پنڈتوں نے ہزاروں ایسے مسئلے بنا رکھے ہیں۔ عیسائیوں نے یہ بات بنا رکھی ہے کہ مسیح جملہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔

فائدہ

یدعون الی کتاب اللہ، عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ کس لیے کہ جب اُن پر حجت قائم ہو چکی تب کتاب اللہ کی طرف بالخصوص اس فیصلہ کے لیے بلانا کہ جس کو وہ بھی تسلیم کرتے تھے بہت ٹھیک تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عموماً تورات

---

۱ کتاب احبار کے باب ۲۰ ورس ۱۰ میں تصریح ہے ۱۲ منہ

۲ عبداللہ بن سلام رضہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حصین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ توریت کے بڑے عالم تھے۔ سنہ ۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ حقانی

وانا جیل و دیگر صحف مراد ہوں۔ کیونکہ اپنے زعم میں وہ سب کو کتاب اللہ کہا کرتے تھے۔ پھر جب اُن کی بشارات کی طرف کہ جو آں حضرتؐ کی شان میں تھیں (اور کچھ اب ہیں) ہدایت کی جاتی تھی تو ہرگز نہیں مانتے تھے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
(اے نبی) آپ یوں کہیے کہ اے ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ
بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین
تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ
لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت
تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ
دیتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں (سب) بہتری ہے بے شک تو ہی ہر چیز پر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
قادر ہے تو رات کو دن میں اور دن کو
وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ
رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو مُردوں سے
مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا
الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ
ہے اور جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی
حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
دیتا ہے ایمان داروں کو نہ چاہیے کہ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
ایمان داروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائیں
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ
اور جو ایسا کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف سے کسی حمایت میں
فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً
بھی نہیں ہاں اگر تم ان سے کوئی بچاؤ کرنا چاہتے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾
اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کے پاس پھر کر جانا ہے

ترکیب

اللّٰھم میم مشددہ قائم مقام یا کے ہے مالک الملک ندا ثانی ہے اے یا مالک الملک توتی الملک اور اس کے بعد کے جملے جو اس پر معطوف ہیں خبر ہیں مبتدا محذوف کی اے انت بیدک الخیر جملہ مستانفہ ہے بعض کہتے ہیں اس کا حکم پہلے جملوں کا سا ہے۔ بغیر حساب صفت ہے مصدر محذوف کی اے رزقاً غیر قلیل۔ لایتخذ نفی ہے بمعنی نہی من دون اللہ موضع نصب میں ہو کر صفت ہے اولیاء کی لیس کا اسم ضمیر ہے فی شیٔ خبر من اللہ حال ہے فی شیٔ سے اے لیس من ولایۃ اللہ فی شیٔ۔

تفسیر

من جملہ ان کے خصائلِ بد کے یہ بات بھی ان میں تھی کہ وہ دنیا اور اس کے اسباب پر مغرور تھے؛ آں حضرتؐ اور صحابہؓ کو بسبب ان کے فقر و افلاس کے بچشمِ حقارت دیکھتے تھے اور نیز یہود کو اپنے خاندان اسرائیلی پر بھی بڑا فخر تھا اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ نبی آخر الزماں جو مبعوث ہوگا تو اسی انبیائی خاندان میں سے ہوگا نہ کہ عرب کے جاہلوں مشرکوں میں سے۔ ان سب کا ابطال ان آیات میں کیا جاتا ہے اول کا

ف رات دن گھٹتے بڑھتے ہیں جس قدر دن گھٹتا ہے وہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور جس قدر رات گھٹتی ہے دن میں شامل ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ مردہ عورت میں سے زندہ بچہ پیدا کرتا ہے اور کبھی زندہ عورت سے مردہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یا یہ مراد کہ نالائقوں سے لائق اور لائقوں سے نالائق پیدا کرتا ہے یہ سب قادر مختار کی قدرت کے عیاں نمونے ہیں ۱۲ منہ حقانی

اس آیت میں قل اللّٰھم مالک الملک الی قدیر کہ سلطنت و دولت عروج و نزول عزت و ذلت کسی کی موروثی نہیں جس کو چاہے خدائے قادر دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ اس میں اُن کے اُس طعن کا بھی جواب ہے جو وہ ستغلبون کی بشارت پر کیا کرتے تھے کہ باایں ذلت وخواری اہل کتاب پر غالب ہونے کی امید رکھتے ہیں جن کے پاس یہ زور وسلطنت ہے اور نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ سلطنت وعزت عن قریب گروہ خدا پرست اہل اسلام کو دی جائے گی اور ان سرکشوں سے لی جائے گی جس کا ظہور بہت جلد ہوا۔ اور دوسری بات کا جواب اس جملہ میں دیا جاتا ہے تولج الیل فی النہار الخ کہ تم رات دن اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ رہے ہو کہ دن میں رات داخل ہوتی ہے اور رات میں دن۔ رات جو بڑھتی ہے وہ اس قدر وقت کو لے لیتی ہے جو گرمیوں میں دن کے لیے تھا۔ اسی طرح گرمیوں میں دن جو بڑا ہوتا ہے تو رات میں داخل ہو جاتا ہے کہ جاڑے کی رات کا جو وقت تھا اب اس میں آگیا اور نیز رات آتی ہے دن کا وقت لے لیتی ہے اسی طرح رات کے بعد دن آتا ہے۔ اسی طرح وہ مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے مرنے کے بعد جانداروں سے زندہ بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ منی جو ایک جرم مردہ ہے اس سے زندہ حیوان پیدا ہوتا ہے مادہ بے جان سے صدہا زندہ حیوان پیدا ہوتے ہیں اسی طرح زندہ حیوان سے مردہ بچہ یا منی مردہ پیدا ہوتی ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ خدا زندہ اور انبیائی خاندانوں سے نالائق لوگ بھی پیدا کرتا ہے جو مُردوں سے بدتر ہیں اور جاہل خاندانوں سے جو بمنزلہ مردہ ہیں ایسے روشن آفتاب پیدا کر دیتا ہے جو روشنی اور حیات ابدی کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ عرب بالخصوص خاندان قریش خصوصاً بنی ہاشم سے کیسے زندہ لوگ پیدا کیے کہ جنھوں نے ملک عرب بلکہ روئے زمین کو دوبارہ زندگی بخشی اور زندہ خاندانوں سے یہود اور نصاریٰ پیدا ہوئے، جن میں حیاتِ ابدی کا کچھ اثر نہیں وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی عطا کرتا ہے اور جب کہ یہ بات خدا نے ظاہر فرما دی کہ یہ سب باتیں ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں اور دنیا کی ظاہری طمطراق بے اصل و بے حقیقت ہے تو اب مسلمانوں کو یہ تعلیم فرماتا ہے کہ اپنے لوگوں کو ترک کر کے خدا کے دشمنوں سے ان کی شوکت ظاہری پر نظر کر کے دوستی اور محبت نہ کرنا چاہیے اور جو ایسا کرے گا تو وہ خدا کے طرف داروں اور دوستوں میں کچھ بھی شمار نہ ہوگا۔ البتہ اگر کچھ خوفِ جان و مال ہو تو ظاہرداری کا کچھ مضائقہ نہیں۔

واضح ہو کہ کفار سے ایمان داروں کی محبت کے تین طریق ہیں۔ (۱) یہ کہ ان کے ملت و مذہب کی وجہ سے خوش ہو کر ان سے محبت رکھے، سو یہ حرام قطعی ہے۔ بلکہ جو ایسا کرے گا قطعی کافر ہوگا۔ (۲) یہ کہ ان کی ملت و مذہب کو تو بُرا جانتا ہے مگر معاملاتِ دنیا میں خوش اسلوبی اور رحم دلی سے پیش آتا ہے سو یہ ممنوع نہیں۔ (۳) ان دونوں کے درمیانی حالت، وہ یہ کہ کفار کے ملت و مذہب کو تو بُرا جانتا ہے مگر بمقابلہ اہل اسلام قرابت یا محبت یا کسی دنیاوی نوکری وغیرہ کی غرض سے ان کی مدد کرتا ہے یہ کفر نہیں، لیکن سخت گناہ ہے۔ انجام اس کا کفر ہو جاتا ہے۔ قرآن کی اس آیت میں اور دیگر آیات لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء اور لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء میں اسی سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی شان نزول میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا قصہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کا حال کفارِ مکہ کو لکھ بھیجا تھا، جس پر اُن سے سخت بازپرس ہوئی۔

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ سے یہ مراد ہے کہ اگر کفار سے مضرت کا سخت اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ظاہرداری کا کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ دین میں کوئی قباحت نہ آوے۔ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ یہ بات کہ کفار سے دلی دوستی نہ کرو آسمانی قانون کا قدیم مسئلہ ہے۔ توراۃ میں بھی جیسا کہ پہلے گزرا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور عقل سلیم بھی یہی فتویٰ دیتی ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ
(اے نبی ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تم اپنے دل کی کوئی بات چھپاؤ گے یا
تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي
اسکو ظاہر کروگے تو اللہ اس کو جان ہی لے گا اور (وہ) جو کچھ کہ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ
آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہے اور اللہ (تو)
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ
ہر چیز پر قادر ہے اُس دن کو (یاد کرو) کہ
كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ
جس نے جو کچھ نیکی کی ہے اُس دن اس کو
مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ
موجود پائے گا اور (نیز) جو کچھ بُرائی کی ہے (اس کو بھی پائے گا)
تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا
تو چاہے گا کہ کاش بُرائی میں اور اس میں بڑی دُور کا
بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ
فاصلہ ہو جائے اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿ع﴾
اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا (ہی) مہربان ہے۔

ترکیب

ان تخفوا شرط یعلمہ اللہ جزا اور اس کا ترتب باعتبار علم تفصیلی کے ہے۔ یوم ظرف منصوب۔ اس کے ناصب میں مختلف اقوال ہیں۔ ابن انباری کہتے ہیں المصیر سے متعلق ہے۔ بعض کہتے ہیں اذکر محذوف ہے۔ بعض کہتے ہیں تود سے۔ وما عملت ما بمعنی الذی اور عملت اس کا صلہ اور یہ معطوف ہے ما اول پر لو ان الخ یہ ممکن ہے کہ سوء کی صفت ہو تقدیرہ وما عملت من سوء الذی تود ان بینہا و بینہ امدا بعیدا اکبیرا) اور ممکن ہے کہ حال ہو۔ امدا اسم ہے ان کا۔

تفسیر

جب کہ مؤمنوں کو کفار سے محبت کرنے کی ممانعت کردی اور بشرط ضرورت ظاہرداری کی اجازت دی تو ان آیات میں اس بات پر تنبیہ کردی کہ دیکھو دل کا حال کوئی مخفی نہیں، اُس پر زمین و آسمان کا حال منکشف ہے۔ پھر اگر کفر کی محبت کو دل میں جگہ دوگے تو وہ تم کو سزا دے گا۔ وہ ہر چیز اور ہر قسم کی سزا پر قادر ہے۔ پھر روزِ حساب کا ذکر کر کے شامتِ اعمال کے نتیجہ سے ڈراتا ہے کہ اُس روز جس نے جو کچھ کیا ہے اُس کو موجود پائے گا اور بُرائی کو دیکھ کر آرزو کرے گا کہ کاش وہ مجھ سے بہت ہی دور رہے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا تم کو اپنے سے ڈراتا ہے کہ اس میں شانِ قہر بھی ہے۔ باوجود اس کے وہ بندوں پر مہربان بھی ہے۔ اور عواقبِ امور سے متنبہ کرنا بھی اس کی بڑی مہربانی ہے۔

۳ ع ۱۰ ۱۱
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
(اے نبی) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ
(تاکہ) خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا
اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (اور) کہہ دیجیے کہ اللہ اور
اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
رسول کی فرماں برداری کیا کرو پھر اگر وہ نہ مانیں تو خدا کو بھی
لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ
منکروں سے کچھ محبت نہیں بے شک اللہ نے

اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

آدم اور نوح کو اور ابراہیم اور عمران کے

وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً

خاندان کو تمام دنیا پر برگزیدہ کیا تھا جو

بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

ایک دوسرے کی اولاد سے تھے اور اللہ سُنتا جانتا ہے ۔

ترکیب

ان کنتم تحبون اللہ شرط فاتبعونی جواب شرط یحببکم اور یغفرلکم مجزوم ہیں اتبعوا امر کے جواب میں آکر ذریۃ منصوب ہے یا اس وجہ سے کہ یہ بدل ہے نوحا و ماعُطِفَ علیہ سے اور ممکن ہے کہ ان اسمار سے حال بھی ہو اور عامل اس میں اصطفٰے ہو بعضہا مبتدا من بعض خبر یہ جملہ موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے ذریۃ کی ۔

تفسیر

جب توحید ثابت کر دی گئی تو مشرکین کے پاس بجز اس کے اور کوئی حیلہ نہیں رہا کہ ہم ان کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھ کر پُوجتے ہیں۔ مقصود خدا اور اس کی محبت ہے تو اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو اس کے رسول کے کہنے پر چلو، اُس نادیدہ خدا کی محبت کے وہی عمدہ طریق بتا سکتا ہے کہ جس سے وہ راضی ہو اور تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بھی بخش دے، کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ تمہارے خیالاتِ فاسدہ باعثِ محبت نہیں ہو سکتے خدا کی محبت اس کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری سے وابستہ ہے کیونکہ خدا کافروں سے جو خدا اور رسول کے نافرمان ہیں محبت نہیں کرتا۔ رسول کی اطاعت پر محبت کے منحصر کرنے سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ بندے بندے سب برابر ہیں ان کی اطاعت کس لیے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ خدا نے ان کو برگزیدہ کر لیا ہے جن میں سے اوّل برگزیدہ آدم ہیں پھر نوح پھر ابراہیم اور عمران کا خاندان موسیٰ و ہارون وغیرہ۔ یہ خدا نہ تھے نہ فرشتے تھے آدمی تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے تھا۔ اور برگزیدگی اس کے علم و حکمت پر منحصر ہے کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے۔ اس میں قریش کے شبہ کا بھی جواب ہے۔ وہ کہتے تھے محمد اپنی اطاعت کراتا ہے۔ حالانکہ ہم ہی میں کا ایک شخص ہے۔ جواب یہ ہوا کہ سلسلۂ نبوت قدیم سے چلا آتا ہے اور نوح ابراہیم وغیرہ بھی اسی طرح برگزیدہ قابلِ اطاعت تھے یہ کوئی نئی بات نہیں اور یہ برگزیدگی خدا کے ساتھ اس کا ارتباطِ خاص تھا جس کے سبب وہ ان امور سے مطلع کیے جاتے تھے جن سے تم نہیں کیے جاتے اس لیے ان اسرار کی تعلیم کے سبب وہ مقتدا قابلِ اطاعت تھے ۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ

جب کہ عمران کی بیوی نے (یہ) کہا کہ اے میرے رب میرے

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ

پیٹ میں جو کچھ آزاد ہے اس کو میں نے تیرے لیے نذر کیا سو تُو مجھ سے

مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

قبول کرلے کیونکہ تو ہی سُنتا جانتا ہے ۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ

پھر جب اس نے لڑکی جنی تو کہنے لگی کہ اے رب میں نے تو (یہ) لڑکی

اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَ

جنی ہے اور اللہ ہی خوب جانتا تھا کہ اُس نے کیا جنا تھا اور

لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا

لڑکا لڑکی جیسا کاہے کو ہونے لگا اور میں نے اس کا نام

مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا

مریم رکھا اور ہیں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا

مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں پھر تو اس کو

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا

اس کے رب نے اچھی طرح سے قبول کرلیا اور اس کو عمدہ اُٹھان

حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

اٹھایا اور زکریا نے اس کی کفالت کی جب زکریا اس کے

عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا

پاس حجرے میں جاتے تو اس کے پاس کچھ

رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ

کھانا پاتے (پھر مریم سے) پوچھا کہ اے مریم یہ کھانا تیرے پاس کہاں سے آتا ہے

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

مریم نے (جواب میں) کہا یہ خدا کے ہاں سے آتا ہے بے شک اللہ

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے

ترکیب

اِذْ اس کا عامل اذکر ہے محررًا حال ہے ما سے جو بمعنی الذی ہے انثٰی حال ہے وضعتھا کی ھا سے یا بدل۔ نباتًا بمعنی انباتًا مفعول مطلق ہے فعل مذکور سے کفل کا فاعل اللہ ھا مفعولِ اول زکریا مفعولِ ثانی کلما کلمہ شرط دخل علیھا اس کے متعلق زکریا فاعل المحراب مفعول دخل کا وحقہ ان یتعدی بفی او بالٰی لکنہ اتسع فیہ فاوصل بنفسہ الی المفعول، یہ جملہ شرط۔ وجد کا فاعل زکریا عندھا ظرف رزقًا مفعول تمام جملہ جواب شرط قال یامریم جملہ مستانفہ۔

تفسیر

چونکہ ابھی خدا کی محبت اور اس کی طاعت کا ذکر تھا اس لیے مناسب ہوا کہ خدا کے محبوبوں اور حقیقی مطیعوں کے واقعات ترغیب کے لیے اجمالی طور پر بیان فرمائے جاویں جس سے روح کو اس کا ذوق اور ان پاک بازوں اور راست بازوں کے اتباع کا شوق دل میں پیدا ہو۔ سب سے اول قصہ آل عمران کا عبرت انگیز، حضرت مریم اور ان کے فرزند ارجمند حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ہے پھر اس کے ضمن میں حضرت زکریا کی دعا اور التجا پر رحم فرما کر ان کے ہاں فرزند سعادت مند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد کا ہے کہ جن کو یوحنا بھی کہتے ہیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ مریم کی والدہ کا نذر کرنا اور پھر بجائے لڑکے کے مریم کا پیدا ہونا اور ان کا حضرت زکریا کے زیرِ حفاظت محراب یعنی مسجد کے حجرے میں پرورش پانا جس کو اہلِ کتاب ہیکل کہتے ہیں اور پھر بطور خرقِ عادت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھ کر حضرت زکریا کا متعجب ہو کر پوچھنا اور مریم کا جواب دینا بیان فرماتا ہے۔

اگرچہ اناجیلِ اربعہ کے مصنفوں اور حواریوں کے خطوط مسلمہ نصاریٰ میں عمران اور اس کے باپ اور مریم کی ماں کا نام مع التفصیل مذکور نہیں مگر مؤرخینِ اسلام نے اپنی تحقیقات سے بیان کیا ہے کہ یہ عمران وہ عمران نہیں جو موسیٰ اور ہارون کے

ف محرر اس نر کو یعنی لڑکے کو کہتے تھے جو دنیا کے کاروبار سے آزاد کر کے مسجد میں دینی خدمات کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ لڑکی پیدا ہونے سے وہ امید جاتی رہی۔ کس لیے کہ لڑکی لڑکوں کے برابر کیا خدمت سرانجام دے سکتی ہے۔ یہ ان کی ماں کے حسرت کے کلمات ہیں۔ جو جناب باری میں مریم کی ولادت کے وقت لڑکی کو ناچیز سمجھ کر کہے تھے، خدا کو ان کا نیاز و خلوص پسند آیا اس کو قبول کیا اور لڑکوں سے عمدہ ثمرہ حضرت مسیح علیہ السلام ان سے ظہور پذیر ہوا ۱۲ منہ

تو والد تھے بلکہ یہ ماثان کے بیٹے ہیں جو حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں یہ حضرت زکریا بن اذن کے عہد میں تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں۔ بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ وہ اپنے لڑکے کو خدا کی نذر مانا کرتے تھے، جب اس کا دودھ بڑھ جاتا تو اس کو ہیکل یعنی اُس مسجد میں کہ جس کو حضرت سلیمان نے ......

(ملاحظہ ہو صفحہ ۵۳)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ

اُس وقت تو زکریا نے (بھی) اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

مجھ کو بھی اپنی جناب سے پاک اولاد عطا کر

ع ۱۱ ۱۲ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ

بے شک تو دعا کا سننے والا ہے پھر اس کو فرشتے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي

نے آواز دی جب کہ وہ محراب میں کھڑے نماز

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

پڑھ رہے تھے کہ اللہ تم کو خوش خبری دیتا ہے یحییٰ (کے پیدا ہونے) کی

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا

تصدیق کرے گا خدا کے ایک کلمہ[ل] کی اور سردار ہوگا

وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور کنوارا رہے گا اور نیک نبی ہوگا

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ

(زکریا نے) کہا اے رب میرے کہاں سے لڑکا ہوگا اور مجھ پر

بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ

تو بڑھاپا آگیا اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے (فرشتہ نے) کہا

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے (زکریا نے) کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ

اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی معین کر دیجیے کہا تیرے لیے یہ نشانی ہے

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا

کہ تو تین روز تک لوگوں سے بجز اشارہ کے بات

رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ

نہ کر سکے گا اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام

بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

و صبح تسبیح کیا کر۔

ترکیب

ہنا دراصل ظرف مکان کے لیے ہے مگر یہاں ظرفِ زمان مراد ہے لک سے اس میں بُعد ہو گیا یہ دعا سے متعلق ہے من لدنک ہب لی سے متعلق ہے پس من ابتداء غایتِ ہبہ کے لیے ہے نادت فعل الملٰئکۃ فاعل ہ ضمیر مفعول ذی الحال وہو قائم جملہ حال یصلی ضمیر قائم سے حال ہے ان اللہ جملہ بیان ندا ہے مصدقا اور سیدا اور حصورا اور نبیا یحییٰ سے حال ہیں لی خبر یکون غلام اسم وانی بمعنی کیف آیتک مبتدا ان لاتکلم الخ جملہ خبر عشی مفرد ہے۔ بعض کہتے ہیں عشیۃ کی جمع،

ل خدا کا کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اُن کے کلمہ کن کے کہنے سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی جب خوش خبری فرشتے نے دی تو اُن کے اوصاف بھی بیان کر دیے کہ وہ عیسیٰ کلمۃ اللہ کی تصدیق کریں گے، (ہنوز عیسیٰؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) سردار ہوں گے، معصوم و محفوظ ہوں گے، نبی ہوں گے۔ یعنی فرزند بھی دیتے ہیں تو ایسا نہ کہ نالائق و ناہنجار ۱۲ منہ

اور ابکار بروزن افعال مصدر ہے لے وقت الابکار۔

تفسیر

شہر یروشلم میں بنایا تھا جس کو اہل اسلام بیت المقدس کہتے ہیں کاہن یعنی امام کے پاس لاکر چھوڑ جاتے تھے اور وہ وہاں مسجد کی خدمت کیا کرتا تھا جیساکہ سموئیل کو نذر مانا تھا۔ عمران جب مر گئے تو ان کی بیوی حنہ حمل سے تھیں اس نے خلوص نیت سے بدستور بنی اسرائیل یہ نذر مانی کہ الٰہی جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے سب کاموں سے محرر یعنی آزاد کر کے تیرے لیے نذر مانا ہے سو جب جنی تو لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی ہیکل کی خدمت کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی یہ سمجھ کر نہایت حسرت سے جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی میں نے لڑکی جنی اور لڑکی لڑکے کے برابر نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ یہ تیری نذر کے قابل چیز پیدا نہیں ہوئی کیا کروں؟ چونکہ وہاں تو خلوص اور محبت پر نظر ہے وہاں لڑکی اور لڑکے کی کچھ پروا نہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے بطور جملہ معترضہ کے یہ فرمادیا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ اس نے جنا یعنی وہ لڑکی لڑکوں سے بھی بہتر ہے اور اسی لیے ایک جگہ کانت من القانتین فرمایا ہے اور اس تقدیر پر اگر ولیس الذکر کالانثی کے خدا کی طرف کا جملہ ہو کر یہ معنی قرار دیے جائیں کہ اس لڑکی کے برابر کوئی لڑکا نہیں تو ممکن ہے۔ حنہ نے اس کا نام مریم رکھا اور جب اس کا دودھ بڑھ چکا تو بدستور بنی اسرائیل اس کو ہیکل میں کاہنوں کے پاس بھیج دیا ان میں حضرت زکریا بھی تھے جو رشتہ میں مریم کے خالو ہوتے تھے مریم کی خالہ الیساع جس کو الیسابات بھی کہتے ہیں زکریا کی بیوی تھی۔ کاہنوں میں باہم گفتگو ہوتی کہ اس لڑکی کی کون پرورش کرے؟ زکریا نے فرمایا میں مستحق ہوں اس کی خالہ اس کے حال کی خوب نگراں رہے گی اوروں نے نہ مانا اس پر قلم ڈالنے یعنی چھٹی لکھ کر ڈالنے کی قرعہ کے طور پر نوبت پہنچی اور قرعہ میں بھی زکریا کا نام نکلا تب زکریا کے مریم سپرد ہو گئیں۔ اور انھوں نے اُن کے لیے جداگانہ جگہ ہیکل کے متعلق تجویز کر دی۔ مریم کو خدا نے نذر میں خوش ہو کر قبول کر لیا تھا اور خدا غیب سے اس کے خورش کے سامان مہیا کرتا تھا۔ اس عرصہ میں مریم جوان ہو گئیں۔ خدا کی قدرت حضرت زکریا کے ہاں اس بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ تھی ہر چند دعا کرتے تھے کہ رب لاتذرنی فردا وانت خیر الوارثین۔ ان ایام میں کئی بار مریم کے پاس جب ان کے حجرے میں گئے تو بے موسم کے پھل اور میوے دھرے پائے جس سے متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم نے کہا خدا کے یہاں سے، وہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب روزی دیتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر زکریا کو تنبہ ہوا اور دل میں خیال گزرا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو بھی بے موسم پیری میں پھل دے سکتا ہے خدا سے نہایت عاجزی کے ساتھ اولاد کی دعا کی۔ وہ ہیکل میں کھڑے ہوئے عبادت میں مصروف تھے اور یہی ان کی نماز تھی کہ فرشتے نے اُن پر ظاہر ہو کر یہ بشارت دی کہ دیکھ خدا نے تیری دعا قبول کی وہ تجھ کو ایک ایسا فرزند دیا چاہتا ہے کہ جس کا ہم نام تیرے خاندان میں کوئی نہیں۔ وہ بنی اسرائیل کا سردار ہوگا اور اس قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا اور حصور ہوگا یعنی خدا کی طرف سے نفسانی خواہشوں اور گناہوں سے روکا جاوے گا اُس کو ان چیزوں کی طرف از خود رغبت نہ ہوگی اور نبی ہوگا اور پاکباز لوگوں میں سے ہوگا اور وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت مسیح کی تصدیق کرے گا۔ یہ مژدہ سن کر زکریا نے کہا الٰہی میں بوڑھا ہو گیا اور میری بیوی بانجھ ہے یہ کیونکر ہوگا؟ فرشتے نے کہا خدا یوں ہی کر دیتا ہے اس پر کوئی بات مشکل نہیں بغیر اسباب ظاہرہ بھی وہ اپنے افعال ظاہر کر دیتا ہے

زکریا نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی علامت یا نشانی دے دی چاہیے جس
سے مجھ کو یہ معلوم ہو۔ فرشتے نے کہا تیرے لیے یہ علامت ہے
کہ تو تین روز تک بغیر اشارے کے کسی سے کلام نہ کر سکیگا
گویا یہ ایک روزہ تھا۔ بنی اسرائیل میں عبادت کی عبادت
علامت کی علامت۔ اس کے بعد زکریا اپنی بیوی کے
پاس گئے وہ حاملہ ہوگئیں۔ یہ وہ دوسرا قصہ ہے جو مریم کے
قصہ میں ضمناً مذکور ہوا پھر اگلی آیات میں مریم کے قصہ کو تمام
فرماتا ہے وہ یہ کہ حضرت یحییٰ پیٹ ہی میں تھے کہ حضرت
مریم علیہا السلام کو جب کہ وہ اپنے حجرہ میں غسل حیض سے
فارغ ہو کر بیٹھیں آدمی کی شکل میں جبرئیل دکھائی دیے اور
کہا خدا تجھ کو ایک سعادت مند فرزند کی بشارت دیتا
ہے۔ مریم نے کہا نہ میں کسی مرد کے پاس گئی نہ میں بدکار ہوں
پھر لڑکا کیوں کر ہوگا؟ جبرئیل نے کہا خدا یوں ہی کر دیتا
ہے۔ پھر جبرئیل نے قریب آکر ان کے کرتے کے گریبان
میں پھونک دیا جس سے وہ حاملہ ہوگئیں اور کچھ عجب نہیں
کہ ایسی حالت میں چرچا پھیلا ہو مریم اپنے چچازاد بھائی
یوسف کے ساتھ بیت المقدس سے ناصرہ کو چلی گئی
ہوں اور پھر اسم نویسی کو ہیرودیس کے عہد میں یروشلم
میں آئی ہوں۔ اور بیت لحم میں کسی گوشہ میں کہ جہاں کوئی
کھجور کا درخت تھا حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے ہوں۔ اور اسی
لیے حضرت زکریا پر یہود نے تہمت لگا کر (کہ یہ حمل ان کا
ہے) قتل کیا تھا جیسا کہ کتب تاریخ سے ثابت ہے اہل
کتاب یوسف کو مریم کا شوہر کہتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ
حمل ظاہر ہونے کے بعد یا ولادت کے بعد ان سے شادی
ہوئی ہو یہ بات صرف جاہلوں کے طعن دور کرنے کو اس
وقت مشہور کر دی ہو۔ قرآن میں اس کا کچھ ذکر نہیں والعلم
عنداللہ۔ الغرض جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور ان
کی برکت سے خشک کھجور میں چھوارے نمودار ہوئے تو
یہود گروہ کے گروہ مریم کو ملامت کرنے آتے تھے کہ

تیرے ماں اور باپ تو ایسے پاک دامن تھے تو نے یہ کیا کیا؟
حضرت مریم نے کہا اسی لڑکے سے پوچھو۔ لوگوں نے کہا
شیر خوار لڑکا کیوں کر بات کر سکتا ہے۔ اس میں خود حضرت
عیسیٰ بول پڑے کہ میں خدا کا برگزیدہ نبی ہوں اور میری
ماں پاک دامن ہے۔ اس سے سب کو تعجب ہو گیا پھر
اور بھی معجزات لڑکپن[1] میں لوگوں نے دیکھے۔ اس کے بعد
حاکم وقت کے خوف سے

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ
اور (یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا اے مریم تم کو
اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ
خدا نے برگزیدہ کر لیا اور پاک کر دیا اور تم کو دنیا کی
عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ
عورتوں پر فضیلت دی اے مریم
اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ
اپنے رب کی عبادت کرتی رہو اور نمازیوں کے ساتھ سجدہ
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ
اور رکوع کیا کرو یہ غیب کی خبریں
الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ
ہیں ہم ان کو اے نبی! آپ کی طرف الہام کرتے ہیں اور آپ کچھ
لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ
ان کے پاس موجود ہی تھے جب کہ وہ قرعہ ڈال رہے تھے
اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ
کہ ہم میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور نہ آپ

[1] جیسا کہ گارے کے پرند جانور بنا کر ان میں پھونک مارنا اور پھر ان کا زندہ ہو کر اُڑ جانا ۱۲ منہ

لَدَیۡھِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ اِذۡ قَالَتِ
اُس وقت (بھی) موجود تھے جب کہ باہم جھگڑ رہے تھے جب فرشتے
الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ
نے کہا اے مریم اللہ تم کو ایک کلمہ کی
بِکَلِمَۃٍ مِّنۡہُ ٭ اسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ
بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیحؔ عیسٰی ابن
مَرۡیَمَ وَجِیۡہًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ
مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں بڑا باوقار (اور صاحب مرتبہ) اور
مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ یُکَلِّمُ النَّاسَ
خدا کے مقرب لوگوں میں سے ہوگا اور لوگوں سے ماں کی گود میں
فِی الۡمَہۡدِ وَ کَہۡلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۴۶﴾
اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا اور (وہ) نیک لوگوں میں سے ہوگا
قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّ
(مریم نے) کہا اے رب میرے کیوں کر لڑکا ہو سکتا ہے ،
لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ
حالانکہ مجھ کو تو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا فرمایا یوں ہی
اللّٰہُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا
اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے
فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾ وَ
تو بس اس کو یہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور
یُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ التَّوۡرٰىۃَ
(اللہ) اس کو کتاب اور حکمت اور توراۃ

وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ﴿ۚ۴۸﴾ وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ
اور انجیل سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول
اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ
بنا کر بھیجے جائیں گے (وہ کہیں گے کہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی
مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ
طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے لیے گارے سے پرندوں
الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ
کی مورتیں بنا کر اُن میں پھونکتا ہوں
فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُبۡرِیُٔ
وہ خدا کے حکم سے اُڑنے لگتے ہیں اور میں مادرزاد
الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی
اندھے اور کوڑھی کو اچھا چنگا کر دیتا ہوں اور میں خدا کے حکم سے
بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ
مُردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے
مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ
گھروں میں باقی رکھ کر آتے ہو سب کو بتا دیتا ہوں بے شک اس میں
ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿ۚ۴۹﴾
تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم میں ایمان ہے
وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ
اور (میں) اپنے سے اگلی (کتاب) توریت کی تصدیق کرتا ہوا آیا ہوں
وَ لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ
(اور میں اس لیے بھی آیا ہوں کہ) جو چیزیں تم پر حرام کر دی گئی ہیں ان میں سے بعض کو تمہارے لیے حلال کر دوں

ل۔ یہود میں قدیم دستور تھا کہ وہ جس کو سردار یا برگزیدہ کرتے تھے تو اُس وقت کا نبی یا کاہن اس شخص پر زیتون کا تیل مسح کر دیتا یعنی مَل دیتا تھا، اس لیے اس شخص کو مسیح کہتے تھے۔ چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر بھی مقبولیت کا تیل مَلا گیا اور اسی قدیم عزت پر ان کا لقب مسیح مشہور ہوا اور یسوع عبرانی میں ان کا نام ہے جس کو عربی میں عیسٰی کہتے ہیں۔ چونکہ لقب زیادہ مشہور تھا، اس لیے اس کو نام سے پہلے ذکر کیا ۱۲ منہ

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف فَاتَّقُوا
اور میں تمہارے پاس تمہارے خدا کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں سو تم اللہ سے

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ
ڈرو اور میرا کہنا مانو بے شک اللہ میرا اور

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ
تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو یہ ہے سیدھا

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى
رستہ پھر جب عیسٰی نے ان کی طرف سے

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ
انکار معلوم کر لیا تو کہہ اٹھے کہ کوئی ہے جو اللہ کی طرف ہو کر

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ
میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم ہیں

اَنْصَارُ اللّٰهِ ج اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ج وَاشْهَدْ
خدا کے طرف دار ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ (اس پر)

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ
گواہ رہیں کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی اے ہمارے رب جو کچھ تو نے نازل کیا

اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا
ہم اس پر ایمان لائے اور رسول کی پیروی اختیار کر لی سو ہم کو بھی

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ
گواہوں میں لکھ رکھ اور (یہود نے) داؤ کیا اور خدا نے

اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع ۵ ۱۳ ۱۳
اُن کو داؤ کیا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

ترکیب

ذلک مبتدا من انباء الغیب خبر نوحیہ الیک خبر ثانی۔ اذ یلقون اذ ظرف ہے کان کا اور ممکن ہے کہ استقرار کا ظرف ہو کہ جس سے لدیہم متعلق ہے اقلام جمع قلم بمعنی مقلوم ایہم مبتدا یکفل مریم جملہ موضع نصب میں ہے لے یلقون عون ایہم عامل اس میں وہ ہے جو یلقون سے سمجھا جاتا ہے اذ یختصمون کا حال اذ یلقون کا سا ہے اذ قالت بدل ہے اذ سابق سے منہ صفت ہے کلمۃ کی اسمہ مبتدا المسیح خبر عیسٰی بدل یا عطف بیان ہے اس سے ابن مریم خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہو ابن وجیہا اور من المقربین اور یکلم احوال مقدرہ ہیں معنی کلمۃ سے جو مکون ہے فی المہد حال ہے ضمیر یکلم سے رسولا کو اگر صفت مانا جاوے تو یہ بھی حال ہے۔ پھر الی بنی الخ اس سے متعلق ہے مصدقا حال ہے معطوف ہے بآیۃ پر ای جئتکم بآیۃ ومصدقا من التوراۃ بیان ہے لما بین یدی کا ولاحل معطوف ہے محذوف پر اے لاخفف عنکم فلما کلمہ شرط احس کا فاعل عیسٰی الکفر مفعول منہم متعلق ہے احس کے یا کفر کا حال قال من جواب انصاری انصار نصیر کی جمع ہے جیسا کہ شریف واشراف الحواریون اس کا مفرد حواری ہے جو حور سے مشتق ہے جس کے معنی روشنی اور سفیدی یا رجوع کے ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے دل روشن ہوتے ہیں اس لیے حواری کہلاتے ہیں۔

تفسیر

کہ مبادا ان کو مار ڈالے یوسف مریم اور حضرت عیسٰی کو ملک مصر میں لے گیا اور حضرت عیسٰی وہیں ہوشیار ہوئے جوان ہو کر (جب ہیرودیس بادشاہِ یہودیہ کی موت کی خبر سنی تو) ملک شام میں آئے۔ ادھر حضرت یحیٰی زکریا کے بیٹے جو ان سے کئی مہینے پہلے پیدا ہو چکے تھے جوان ہو گئے تھے۔ لوگوں کو تعلیم دیتے اور حضرت عیسٰی کی تصدیق کرتے تھے۔ آخر بادشاہِ وقت نے حضرت یحیٰی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام ملک یہودیہ کے جلیل اور یروشلم

وغیرہ شہروں میں وعظ فرماتے معجزات دکھاتے رہے لیکن یہود کو ہر روز ان سے عداوت بڑھتی گئی باوجودیکہ حضرت عیسیٰ نے توراۃ کی تصدیق کی اور شریعتِ موسوی کی بحسبِ وقت ترمیم کی، کیونکہ موسیٰ اور عیسیٰ میں سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے زمانہ کے مقتضیات کا ضرور اثر ظاہر ہوا جو ترمیم کی حاجت پڑی۔ چنانچہ انہوں نے وہ جو سبت کے روز بے حد قیدیں تھیں کہ یوں نہ کرے اور یوں کرے یا اور ایسے ہی مسائل تھے ان میں بحکم الٰہی تخفیف کر دی اور ان ممنوع حرام باتوں کو درست کر دیا جس کی پوری تفصیل کتاب اجبار اور اناجیل اربعہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوتی ہے اور معجزات بھی دکھائے اور بہت کچھ یہود کی بداقبالیوں اور ناشائستگیوں کی اصلاح کرنی چاہی مگر اس قوم کی حسِ باطنی جاتی رہی تھی یوں تو مسیحا نے کئی مردے زندہ کیے مگر یہود کا اقبالِ مردہ زندہ نہ ہو سکا۔ آخر جب ان کی سرکشی دیکھی تو فرمایا کہ کون خدا کی حمایت میں آتا ہے؟ بارہ شخص کہ جن کو حواری (یعنی خدا کی طرف رجوع کرنے والے یا روشن دل) کہتے ہیں اور ان کے یہ نام ہیں، حضرت کے صدقِ دل سے مرید اور شاگردِ خاص ہو گئے، ۱ شمعون، جس کو پطرس بھی کہتے ہیں۔ ۲ اندریاس، شمعون کا بھائی ۳ یعقوب بن زبدی، ۴ یوحنا ان کا بھائی ۵ فلپیوس، ۶ برتھولما۔ ۷ تھوما۔ ۸ متی۔ ۹ یعقوب بن حلفائی۔ ۱۰ تھدی۔ ۱۱ شمعون کنعانی۔ ۱۲ یہودا اسکریوتی۔ اب ایک دینداروں کی جماعت قائم ہو گئی۔ آخر کار یہود نے حضرت عیسیٰ کی حکام سے شکایتیں کر کے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور جاسوس دوڑ گئے، حضرت کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں اور بہت کچھ مکر و داؤ ان کے قتل کے لیے کیا مگر خدا کا داؤ سب پر غالب ہے اُس نے یہ کیا کہ انھیں یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں کر دیا اور مسیح علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے یہود نے مسیح سمجھ کر اس شخص کو سُولی دی اور بڑی اذیت سے مارا۔

اب ہم یہاں چند ابحاث بیان کرتے ہیں تاکہ ان آیات کا مطلب ناظرین کے بخوبی سمجھ میں آجاوے اور پھر آئندہ سورۂ مریم وغیرہا میں اعادہ کی کچھ حاجت نہ رہے، واللہ ولی التوفیق

فائدہ

فرشتوں نے مریم سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت یہ تمام حال بیان کر دیا تھا کہ وہ ایسے اور ایسے ہوں گے۔ (۱) ان کا نام عیسیٰ مسیح ابن مریم ہوگا (۲) وہ دنیا و آخرت میں معزز اور خدا کے مقربین میں سے ہوں گے۔ (۳) لڑکپن اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے یہ کلام کریں گے برخلاف اور لوگوں کے کہ وہ شیر خوارگی میں کلام نہیں کرتے۔ (۴) ان کو خدا کتاب اور حکمت توریت و انجیل سکھائے گا۔ (۵) وہ لوگوں سے کہیں گے کہ میں خدا کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں جن کا بعد میں بیان ہے (۶) میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں اس کا مصدق ہوں نہ کہ مکذب (۷) میں تم پر سے سخت احکام کا بوجھ بھی ہلکا کرنے آیا ہوں۔ جو چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سخت دلی سے حرام کر دی گئی ہیں بعض کو مباح کر دیتا ہوں۔ ان سب باتوں کے بعد اصلی بات بھی کہی کہ خداوند خدا میرا اور تمہارا سب کا خدا ہے اُس کی عبادت کرو نہ میری نہ کسی اور مخلوق کی۔ یہ ہے راہِ راست، مگر بنی اسرائیل سخت دل کاہے کو ماننے والے تھے۔ حضرت نے ان کے انکار و مخالفت کو معلوم کر کے کہا کوئی ہے کہ خدا کے لیے میرا مددگار بنے، حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں اور ہم خدا پر ایمان لائے۔ پھر دعا کی کہ الٰہی ہم کو گواہوں میں لکھ لے، ہم رسول کے مطیع ہو گئے (اس میں آنحضرتؐ کے مخاطبوں کو ترغیب دلائی جاتی ہے) پھر کس خوبی سے قصہ کو تمام کرتا ہے کہ یہود نے ان سے بڑی بدسلوکی کی جس پر خدا نے بھی ان سے بدسلوکی کی کہ رومی بادشاہ ان پر چڑھ آئے اور مار کر ستیاناس کر گئے ان کی بدسلوکی کو اور اس کے بدلہ کو بطور استعارہ مکر سے تعبیر کیا ۱۲ منہ

بحث اوّل

مفردات الفاظ کی تشریح :- المحراب، اونچی اور عمدہ جگہ۔ اصمعی کہتے ہیں بالاخانہ۔ بعض کہتے ہیں اس جگہ مراد مسجد ہے اس لیے کہ یہ بسبب عبادت کے شیطان سے لڑائی کی جگہ ہے جو حرب سے مشتق ہے۔ حصوراً حصر سے مشتق ہے جس کے معنی بند ہونے اور رُکنے کے ہیں کہتے ہیں حصر الرجل اعتقل بطنہ یہ فعول بمعنی مفعول ہے یعنی شہوات سے روکا گیا جس کو محفوظ اور معصوم کہنا چاہیے۔ عاقر عقر سے مشتق ہے جس کے معنی منقطع ہونے کے ہیں۔ یعنی اولاد سے منقطع ہو گئی جس کو بانجھ کہتے ہیں۔ رمز کے معنی حرکت کے ہیں چونکہ دریا میں تموّج ہوتا ہے اس لیے اس کو عرب راموز کہتے ہیں۔ یہاں مراد اشارہ ہے جو ہاتھ پاؤں یا آنکھ بھوؤں کی حرکت سے ہوتا ہے۔ العشی دن ڈھلے سے غروب تک کا وقت۔ والابکار نئی اور اوّل چیز اور اسی لیے باکورہ نئے پھلوں کو کہتے ہیں اور نئی ناکتخدائی کو بکر کہتے ہیں، اس سے مراد طلوع آفتاب سے دوپہر تک کا وقت ہے۔ بعض نے ابکار بالفتح پڑھا ہے سو یہ اشجار کی طرح جمع ہوگا۔ انباء نبأ کی جمع ہے جس کے معنی خبر ہیں۔ انصار اور حواری کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں۔

دوسری بحث

اس مقام پر عیسائی نکتہ چین قرآن مجید پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح اور مریم کے اور اسی طرح یوحنا یعنی یحییٰ کے قصہ میں چند غلطیاں قرآن میں بیان ہوئیں جو تاریخی واقعات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ (۱) یہ کہ مریم کی ماں کا نذر ماننا اور پھر مریم کو ہیکل میں بھیج دینا اور وہاں کاہنوں میں باہم ان کی پرورش کی بابت گفتگو ہو کر زکریا کے نام قرعہ نکلنا۔ اور زکریا کا مریم کو بے موسم کے پھل کھاتے دیکھ کر اپنے لیے اولاد کے واسطے دعا کرنا انجیل سے ثابت نہیں اس لیے یہ باتیں غلط ہیں۔ (۲) قرآن میں لکھا ہے کہ زکریا تین روز تک بغیر اشارہ کے کسی سے کلام نہ کریں گے حالانکہ انجیل لوقا کے اول باب ورس ۲۰ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زکریا کو یوں فرشتہ نے کہا کہ تو جب تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں گونگا ہو جاوے گا کسی سے بول نہ سکے گا۔ اور اسی باب کے ۶۴ ورس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب یحییٰ پیدا ہوئے اور آٹھویں دن ان کا ختنہ ہوا اور اُن کا نام یحییٰ رکھا گیا، تب اُن کی زبان کھلی جس کی مدت تخمیناً دس مہینے ہوتے ہیں۔ قرآن نے باوجود دعوائے الہام اور تصدیقِ انجیل کے کتنی غلطی کی۔ (۳) لڑکپن میں مسیح کا کلام کرنا اور پھر پرندوں کا معجزہ کہ مٹی کے جانور بنا کر اُن میں پھونک مارنا اور ان کا زندہ ہو کر اُڑ جانا کہیں سے ثابت نہیں قرآن نے اِس کو کہاں سے لیا۔ اِن اعتراضات کا جواب یہ ہے۔ اول سوال کا جواب یوں ہے اگر تاریخی باتیں انجیل اربعہ کے مصنف نے اپنی مختصر تاریخوں میں نہ لکھیں تو اس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ امور غلط ہیں۔ دیکھو زکریا کا فرشتہ سے بشارت پانا اور یحییٰ نام رکھنا وغیرہ باتیں صرف لوقا نے لکھی ہیں اوروں نے نہیں، پھر کیا اس وجہ سے یہ غلط ہو سکتی ہیں؟ اسی طرح مسیح کے پیدا ہونے کے دنوں میں مجوسیوں کو ایک ستارہ دکھائی دینا اور اس کا ان کے آگے آگے چلنا، سوائے متی کے اور کسی نے نہیں لکھا۔ اسی طرح ان چاروں مؤرخوں کا باہم سیکڑوں باتوں میں تفاوتِ بیان پایا جاتا ہے۔ یہی تیسرے اعتراض کا بھی جواب ہے اور تائید اس کی یہ ہے کہ یوحنا اپنی انجیل کے سب سے اخیر میں یہ لکھتا ہے کہ اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں۔ پھر کیا مسیح نے یہ ہی چند باتیں اور یہی چند کام کیے ہیں جو اناجیل اربعہ میں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ علاوہ اس کے یہودی مؤرخوں اور دیگر اناجیل سے بھی ان باتوں کا پتہ لگتا ہے اور ان اناجیل کے زیادہ معتبر ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے سب

تاریخی واقعات غلط ہوں۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لوقا نے نہ زکریا کو دیکھا نہ یحییٰ کو نہ حضرت عیسیٰ کو۔ یہ مورخ سنی ہوئی باتیں لکھتا ہے جس پر گمان ہو سکتا ہے کہ یا راوی نے غلطی کی یا خود لوقا سے سہو ہو گیا یا نسخہ میں اور غلطیوں کی طرح یہ بھی واقع ہوئی اور جو تطبیق کرو تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ عدد زبانِ عرب میں انحصار کے لیے نہیں ہوتا۔ ہمارے عرف میں کہتے ہیں دو دن کی زندگی میں آدمی کیا کرتا ہے مراد تھوڑی زندگی ہے اسی طرح تین روز سے یہ قلیل مدت مراد ہے جو تخمیناً دس مہینے مؤرخ نے بیان کیے۔ قرآن انجیلِ لوقا کی تصدیق کا مدعی نہیں۔

تیسری بحث

ان سے بڑھ کر دہریے اور ان کے مقلد نیچری ان آیات کے صاف اور سیدھے مطلب کو اسی قاعدۂ فاسدہ پر کہ خرقِ عادت محال ہے عجب تاویلیں کر کے اُلٹ پلٹ کرتے ہیں چنانچہ نیچری مفسر نے اس مقام پر حضرت مریم کو غیب سے روزی پہنچنے کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونے کا انکار کیا اور یہ تاویل کی ہے کہ حضرت، یوسف نجار سے پیدا ہوئے تھے صرف یہ بات تھی کہ رخصت کر کے لے جانے سے پہلے یوسف مریم سے ہمبستر ہو گئے تھے چونکہ یہ بات یہود میں مذموم تھی جو دونوں کو شرم و حجاب کا موجب ہوا ہو۔ اور زکریا اور بی بی مریم نے جو فرشتوں سے باتیں کیں وہ ان کا خیال مجسم یا خواب تھا اور چونکہ اس مذہب کا یونانیوں میں رواج دینا منظور تھا اور ان میں ایسی باتیں ہمیشہ سے باعثِ بزرگی سمجھی جایا کرتی تھیں چنانچہ حکیم افلاطون کا حمل بھی بے باپ کے اُن میں مشہور تھا اس غرض سے عیسائی معلموں نے یہ بات مشہور کر دی اور اسی مشہور بات کو مفسروں نے قرآن کی تفاسیر میں لکھ دیا اور اسی طرح لڑکپن میں مسیح کا کلام کرنا اور مٹی کے جانور بنا کر اُن میں پھونک مار کر زندہ کر دینا اور مردہ کو زندہ کر دینا ہے جس سے دلِ مردہ کو زندہ کرنا مراد ہے اور چشمِ باطن کے اندھے کو ہدایت دینا اور بیماری مرضِ قلب کو شفا دینا اندھے اور کوڑھی کے اچھا کرنے سے مراد ہے اور ایسے محاورات حضرت عیسیٰ کی تقریروں میں بیشتر پائے جاتے ہیں۔ یہ ان کی تمام تقریروں کا خلاصہ ہے۔ چونکہ اس لغو گفتگو کا مدار وہی تین چار فاسد عقیدے ہیں کہ جن کا ابطال ہم مقدمہ میں خوب کر چکے ہیں اس لیے اس بارے میں دوبارہ قلم اٹھانا فضول سمجھتے ہیں۔ افسوس یہ لوگ صرف برائے نام مسلمان کہلانے کے لیے قرآن مجید کی فضول تاویلیں کر کے اپنا مضحکہ اُڑواتے ہیں اور تاریخی واقعات کو غلط کہہ کے محققول میں حقیر بنتے ہیں مگر ان کو سرے سے اسلام ہی کا انکار کر دینا تھا۔ اِس زمانے میں اسلام سے کیا دنیا ملتی ہے؟

چوتھی بحث

ذٰلک من انباء الغیب نوحیه الیک، ان واقعات کا اس طور پر مخالفوں کو بتانا آں حضرت علیہ السلام کے لیے بڑا معجزہ ہے۔ نہ آپؐ نے توراۃ پڑھی تھی نہ انجیل نہ کوئی کتاب اور عمر کا اکثر حصہ مکہ میں گزرا جہاں کوئی بھی ذی علم نہ تھا اہلِ کتاب کا تو کیا ذکر پھر مدینہ میں آ کر باوجود مخالفت یہود و نصاریٰ کے یہ کیونکر ممکن تھا کہ آں حضرتؐ ان سے کچھ پڑھنے سیکھنے جاتے اور اگر ایسا ہوتا تو نصاریٰ اور دیگر اہلِ اسلام کے روبرو یہ دعوے کس طرح سے کرتے کہ میں غیب کی خبریں بطورِ الہام بیان کرتا ہوں۔ باوجود اس کے پھر ان واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنا بالخصوص اہلِ کتاب کے علماء کے سامنے اس طرح سے کہ جن کو کوئی پڑھا ہوا بھی بیان نہ کر سکے اگر اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ اگرچہ بعض باتیں بعض کے لیے خرقِ عادت نہیں مگر دوسرے کے لیے خرقِ عادت سمجھی جاتی ہیں۔ کلام کرنا جوان تندرست کی نسبت کچھ بھی تعجب کی بات نہیں البتہ شیرخوار لڑکے کا کلام کرنا تعجب ہے اسی طرح کسی گزشتہ حال کا اس کے دیکھنے والے یا

تاریخ کی کتابیں پڑھنے والے کو تعجب نہیں، اور کے لیے ہے ❊

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ

(اس وقت کو یاد کرو کہ) جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تمہاری عمر پوری کروں گا

وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ

اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں کافروں (کے بہتان) سے پاک

كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ

کردوں گا اور تمہارے ماننے والوں کو تمہارے

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

منکروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا

پھر میرے ہی پاس تم کو پھر کر آنا ہے سو جس بات میں تم اختلاف

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ

کرتے تھے اس میں ہم تمہارا فیصلہ کر دیں گے پھر جنہوں نے

كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا

انکار کیا سو اُن کو تو میں دنیا میں بھی اور آخرت میں

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ

بھی بہت سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی بھی

نَاصِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

مددگار نہ ہوگا اور جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ

انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو اللہ ان کا اجران کو پورا پورا دیگا

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٥٧﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ

اور خدا کو ناانصاف پسند نہیں آتے یہ آیتیں ہیں کہ جنھیں

عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾

ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اور (یہ) حکمت کا تذکرہ بھی ہیں

ترکیب

اذ کا یا وہی عامل ہے اعنی اذکر یا وقع ذلک متوفیک اور رافعک اور جاعل الخ سب خبر ہیں انی کی فاما الذین کفروا مبتدا فاعذبهم خبر ذلک مبتدا نتلوہ خبر۔

تفسیر

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا تتمہ ہے۔ یہود کو حضرت عیسیٰ سے گرچہ وعظ و نصیحت کی وجہ سے عداوت تھی، مگر جب کہ سبت وغیرہ احکام میں تغیر کیا تو یہود کو الزام لگانے کا ذریعہ ہاتھ آگیا۔ ملک شام میں اُس وقت یہود کی سلطنت نہ تھی بلکہ رومیوں کی سلطنت تھی اور قیصر روم کی طرف سے وہاں ایک حاکم رہتا تھا جس کو ہیرودیس کہا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں کو ساتھ لیے ملک شام کے شہروں میں معجزے دکھاتے اور وعظ فرماتے پھرتے تھے۔ ہر شہر میں سیکڑوں مرد و عورت حضرت کے دین میں آتے تھے اس پر اور بھی یہود کو حسد اور رشک ہوتا تھا۔ جب یہود کی دشمنی بڑھ گئی اور وہ حضرت کے قتل کا موقع تلاش کرنے لگے تو حضرت عیسیٰ دن کو شہر یروشلم میں آکر ہیکل یعنی بیت المقدس میں وعظ فرمایا کرتے تھے شام کو زیتون کی پہاڑی میں کسی درخت کے تلے بیٹھ کر دعا و عبادت الٰہی میں رات تمام کرتے تھے۔ اس عرصہ میں یہود کی عید فطیر جس کو عید فسح کہتے ہیں قریب آئی اور سردار کاہن اور فقیہ اس فکر میں تھے کہ ان کو مار ڈالیں۔ عیسیٰ کے حواریوں میں سے ایک شخص یہودا نامی نے جا کر اُن سے کچھ روپیہ لے کر خبر دی پھر تو یہودیوں کی ایک جماعت ہتھیار باندھ کر اُس پہاڑی پر پہونچی۔ ادھر حضرت عیسیٰ خدا سے گریہ و زاری کر کے یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند اگر تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ مجھ سے دور کر دے اور اپنے حواریوں کو آمادہ کر رکھا تھا ان کے پاس صرف دو

تلواریں تھیں حضرت عیسیٰ کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا کہ ان سے کچھ مقابلہ نہ ہوگا۔ الغرض شبا شب یہود حضرت مسیح کو گرفتار کر کے ان کے منہ پر طمانچے مارتے اور ٹھٹھا کرتے ہوئے شہر میں لائے صبح کو تمام یہود جمع ہوئے اور ان سے پوچھا کہ اگر تو وہ مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے (جس طرح اہل اسلام امام مہدی کے منتظر ہیں اسی طرح یہود میں مسیح کا انتظار تھا بلکہ اب بھی ہے کہ وہ ان کو پھر بادشاہت دے گا) آپ نے فرمایا اگر میں کہوں بھی تو تم کب یقین کرو گے۔ آخر الامر سب لوگ ان کو پلاطوس حاکم کے پاس لے گئے کہ یہ لوگوں کو قیصر کے محصول دینے سے منع کرتا اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے۔ حضرت نے انکار کیا۔ اس نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی جرم مستوجب قتل نہیں۔ پلاطوس نے حضرت عیسیٰ کو اسی حالت میں ہیرودیس کے پاس بھیج دیا اس نے پھر اسی کے پاس بھیجا اور چھوڑنا چاہا تو یہود نے غل مچا دیا کہ ایسا نہ کرنا تب اس نے کہا کہ تمہارے کہنے سے میں اس کو سولی دیتا ہوں مگر اس کا گناہ تم پر اور تمہاری اولاد پر۔ یہود نے کہا منظور ہے۔ حضرت کے حواری سب بھاگ گئے اس وقت حضرت پر ایک عجیب حالت طاری تھی جس میں خدا نے حضرت مسیح سے خطاب کر کے یہ جملے فرمائے جو ان آیات میں مذکور ہیں کہ اے عیسیٰ کچھ غم نہ کرو میں تم کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہوں اور جو کچھ یہ لوگ بہتان لگاتے ہیں کہ تو نے خدائی کا دعویٰ کیا اور خدا کا بیٹا بنا (انجیل لوقا باب ۲۲ درس ۱۹) اس سے میں نبی اخیر کی معرفت تم کو پاک کر دوں گا، جیسا کہ انجیل برنباس سے ثابت ہے۔ اور اب جو مخالفین کی جماعت تم کو غالب دکھائی دیتی ہے میں ان کو قیامت تک تمہارے ماننے والوں کے ماتحت کر دوں گا۔ یہ دنیا کی سزا ہے اور آخر تو ہر شخص ہماری طرف رجوع کرتا ہے ہم نیکوں کو پورا بدلہ نیک دینگے اور بدوں کو سخت عذاب دیں گے۔ آخر کار خدا نے ایک شخص مفسد شمعون قرینی کو حضرت عیسیٰ کی صورت میں کر دیا لوگوں نے اسی کو عیسیٰ سمجھ کر اس پر صلیب دھر کر شہر کے باہر لے گئے اور سولی دی۔ اور حضرت عیسیٰ کو ملائکہ آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔ عیسائی کہتے ہیں بلکہ خود حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا اور انہوں نے چیخ چیخ کر جان دی۔ اور پھر ایک شخص یوسف نامی پلاطوس سے حضرت کی لاش مانگ کر لے گیا اور اس نے قبر میں دفنایا اور اوپر پتھر کی چٹان دھر دی یہ جمعہ کی شام کا واقعہ تھا اتوار کو حضرت مسیح زندہ ہو کر لوگوں کو دکھائی دیے اور آسمان پر چڑھ گئے اور پھر آنے کا وعدہ کر گئے اس واقعہ کے وقت ان کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ احادیث صحیحہ سے بھی قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی ہم ابھی تحقیق کرتے ہیں . . . . . . کہ حق کس کی جانب ہے۔ اور یہ تحقیق ان چند ابحاث کے ضمن میں آتی ہے۔

(۱) اذقال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک الخ توفی کے معنی لغت میں کسی چیز کا پورا کر دینا ہے اور چونکہ مردہ اپنی حیات کا پورا حصہ پا لیتا ہے اس لیے اس کو بھی متوفی کہتے ہیں۔ اور انہیں اعتبارات سے اس کے معنی قبض کرنے کے بھی آتے ہیں اور کبھی متوفی بمعنی مستوفی بھی آتا ہے۔ اگر یہاں اس سے مراد موت لی جاوے تو پھر اس آیت میں (وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم نہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا نہ سولی دی بلکہ ان پر اشتباہ پڑ گیا) بظاہر اختلاف سا معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض پادریوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے (ہدایت المسلمین صفحہ ۳۵۵) اس کا جواب بہت سہل ہے (۱) یوں کہ یہاں متوفی بمعنی مستوفی ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں تیری اجل کو پورا کروں گا کہ تجھ کو ان کے قتل سے بچا کر آسمان پر چڑھا لوں گا پھر تو اپنے وقت معہود پر مرے گا (بیضاوی) اب دونوں آیتوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ (۲) یوں کہ اس کے معنی قبض کے ہیں جس سے

آیت کے یہ معنی ہوئے کہ میں تجھ کو زمین سے اپنے قبضہ میں لاکر آسمان پر پہنچا دیتا ہوں (بیضاوی) اب بھی کچھ اختلاف باقی نہ رہا (۳) وفات سے مراد قوائے بہیمیہ اور آثارِ جسمانیہ سے ہلکا کر دینا ہے جو آسمان کی طرف عروج کو مانع ہیں خلاصہ یہ کہ میں تیرے آثارِ جسمانیہ کو پست کر کے تیری روحانیت کو غلبہ دے کر تجھے آسمان پر چڑھا دیتا ہوں (۴) وہب کہتے ہیں کہ تین ساعت وفات رہی پھر خدا نے ان کو زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھالیا جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں مگر یہ وفات یہود کی سولی دینے سے واقع نہ ہوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ بلکہ آثار جسمانیہ کے ہلکا کرنے کے لیے خدا نے وفات دی ہوگی، اور یہود نے جس کو قتل کیا اور سولی دی وہ شمعون قرینی یا کوئی شخص ان کا شبیہ تھا جس سے ان کو اشتباہ واقع ہوا (تفسیر کبیر)۔ اس تقدیر پر بھی دونوں آیتوں میں کچھ تعارض باقی نہ رہا۔ خلاصہ یہ کہ آیت وما قتلوہ میں جو نفی ہے تو یہود کے قتل کرنے کی نفی ہے۔ اب رہی یہ بحث کہ آیا دراصل یہود نے مسیح کے ہم شکل کو سولی دی اور مسیح کو نہیں دی جیسا کہ آیت وما قتلوہ الخ سے پایا جاتا ہے۔ سو اس کی تحقیق یوں ہے کہ گو دوسری صدی بلکہ پہلی صدی ہی سے عیسائیوں، بالخصوص پولوس کے مریدوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو سولی دی اور وہ تیسرے روز زندہ ہو کر لوگوں کو دکھائی دیے پھر آسمان پر چڑھ گئے۔ اور اسی قصہ پر ان کا کفارہ جو اصولِ مذہب ہے مبنی ہے مگر تاریخی واقعات پر بہ نظر انصاف غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ کو سولی دینے لے چلے تھے اُس وقت ان کے حواری اور دیگر مرید لوگ اس خوف سے کہ مبادا ہم پکڑے جاویں سب تتر بتر ہوگئے تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا جیسا کہ لارڈ ولیم میور کی تاریخ کلیسا سے مستفاد ہوتا ہے۔ پھر اب جو حواریوں

نے یا اور مریدوں نے سنا ہوگا تو خاص انھیں یہود یا پلاطس کے نوکروں سے سنا ہوگا جن کی نسبت خیال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ناکامیابی چھپانے کے لیے مشہور کر دیا ہو کہ ہم نے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا سولی دیدی۔ اس کے علاوہ ہم کو صحیح طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا اس امر میں کیا بیان تھا۔ نہ کوئی یہودی تاریخ اس کی خبر دیتی ہے اور نہ کوئی حواری اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے۔ اناجیلِ اربعہ میں سے لوقا اور مرقس تو پولوس کے شاگرد ہیں جو اس واقعہ میں شریک ہی نہ تھے سو یہ ظاہر ہے کہ وہ سنی سنائی باتیں کہتے ہیں۔ رہے یوحنا اور متی وہ بھی وہاں نہ تھے صرف چند عورتیں دور سے دیکھتی تھیں اور کچھ عجب نہیں کہ یہودیوں کو وہاں شک پڑا ہو کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کہاں ہے؟ مگر اُن کا یہ شبہ اور تردد ہم تک کیونکر منقول ہو سکتا جس میں اُن کی سُبکی تھی۔ برخلاف اس کے خود عیسائیوں میں سے دو گواہ قوی شہادت دے رہے ہیں اول برنباس حواری کی انجیل ہے جو آں حضرتؐ کے زمانہ سے صدہا سال پیشتر عیسائیوں میں مشہور و معروف تھی جس کی عبارت یہ ہے تب فرشتوں نے باکرہ سے کہا کیونکہ یہودا عیسیٰ کی شکل میں مبدل ہوگیا الخ تب عیسیٰ نے جواب دیا اے برنباس میری بات یقین کر کہ ہر ایک گناہ کی خدا سزا دیتا ہے چونکہ میری ماں اور میرے ایمان دار شاگرد مجھے زمینی محبت کے اختلاط کے سبب پیار کرتے تھے خدائے صادق انھیں اس محبت پر سزا دینے پر راضی ہوا تاکہ بعد ازاں دوزخ کے شعلوں میں عذاب نہ پاویں اور میں گرچہ دنیا میں بے عیب زندگی بسر کرتا رہا تاہم چونکہ لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے خدا نے عدالت کے دن مجھے شیاطین کے ٹھٹھوں سے محفوظ رکھنے کے لیے چاہا کہ میں اسی دنیا میں یہودا (جس نے گرفتار کروایا تھا) کی موت سے ندامت اٹھاؤں اور سب لوگوں کو یقین ہوا تھا کہ حقیقۃً میں سولی

دیا گیا پس یہ ملامت محمدؐ کے آنے تک رہے گی جو دنیا میں آکر سب کو خدا کی شریعت پر ایمان لانے میں غلطی سے بچائے گا، انتہٰی (جونس) اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ حضرت عیسٰی سولی نہیں دیے گئے بلکہ اور شخص۔ چنانچہ اس غلطی سے عالم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کر دیا۔ عیسائی اس گواہ پر یہ جرح کرتے ہیں (۱) انجیل برنباس ہمارے نزدیک الہامی کتاب نہیں بلکہ ایسی ہے جیسی کہ محمدیوں میں حدیث کی کتابیں (۲) یہ عبارت اس میں کسی محمدی نے یا کسی ملحد نے محمدیوں سے لے کر ملا دی ہے (۳) مسیح کا مصلوب ہونا الہامی کتابوں میں چشم دید گواہوں کی معرفت قلمبند ہوا پھر اس کے برخلاف کیونکر تسلیم کیا جاوے (۴) یوسیفس یہودی مؤرخ جو اسی زمانہ میں ہوا ہے وہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ جواب۔ انجیل برنباس کو الہامی نہ کہنا جو حواری تھا اور بے چارے لوقا کی تاریخ کو الہامی کہنا اگر تقلید قوم نہیں تو اور کیا ہے۔ مانا کہ بمنزلہ کتب حدیث ہے تو پھر کیا ان سے استدلال نہیں کرتے؟ اگر کسی محمدی نے یہ عبارت اس میں ملا دی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص نے اس کتاب میں ہر کتب خانہ میں جا کر الحاق کر دیا۔ ورنہ کوئی اصل دکھلاؤ کہ جس میں یہ عبارت نہ ہو۔ اور وہ ملحد بھی کہاں کا کرامتی تھا کہ جس نے آں حضرتؐ سے پہلے آپؐ کا نام لکھ دیا اور پھر روئے زمین کے نسخوں پر اس کا قابو چل گیا۔ مسیح کا مصلوب ہونا چشم دید گواہوں سے کہیں بھی قلم بند نہیں ہوا ہاں سُنی سنائی بات پولوس کے مریدوں میں چلی آتی ہے۔ یوسیفس نے ہرگز اس کی گواہی نہیں دی ہے محققین نصاریٰ خود مقر ہیں کہ یہ عبارت اصل نسخہ یوسیفس میں نہیں ہے بلکہ یہ پادری صاحبان کی چالاکی ہے۔

دوسرا گواہ لوقا اور متی اور مرقس کی انجیل ہے اس میں لکھا ہے کہ مسیح کی صلیب شمعون قرینی پر رکھ کر صلیب دینے کے لیے چلے تھے اور یہ دستور تھا کہ جو شخص صلیب دیا جاتا تھا وہ اپنی صلیب آپ اٹھاتا تھا۔ (تفسیر سکاٹ ۲۷ متی ۳۲) گرچہ انہیں مورخوں نے اسی تقلید سے یہ بھی کہہ دیا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچا مگر اُن کی یہ تحریر اصل واقعہ کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے۔ انہیں وجوہ سے خود عیسائیوں کے چند فرقے جو اسلام سے پیشتر تھے مسیح علیہ السلام کے سولی دیے جانے کا انکار کرتے تھے۔ جیسا کہ فرقہ باسلیدی، سرنتی، کاربوکراتی، دوسیٹی، گناسٹی ناصری، پوئی۔ ان کی تشریح جس کو منظور ہو وہ تاریخ کلیسا دیکھے۔ اس پر بعض پادریوں کا یہ کہنا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اور زندہ ہونا اُسی وقت سے عیسائیوں میں مسلّم الکل ہو گیا تھا دعوٰی بلا دلیل ہے۔

(۲) ورافعک الیّ، اگرچہ خدا جہت اور مکان سے پاک ہے مگر جہت علوی کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اب جس طرح آسمان کو اس کا مکان قرار دینا غلط ہے اسی طرح نیچریوں کا آسمان کی طرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے انکار کرنا لغو ہے، اور تاویلات رکیکہ ہیں جن کا کوئی اہل مذہب بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ یا صرف روح کی رفعت مراد لینا اور یہ کہنا کہ ماقتلوہ وماصلبوہ میں بھی روح مراد ہے محض بےکار تاویل ہے کس لیے کہ کوئی بھی کسی کی روح کو قتل نہیں کر سکتا نہ یہود کو اس کا دعوٰی تھا نہ فخر۔ پھر روحانی رفعت میں حضرت عیسٰی کی کیا خصوصیت ہے؟۔

(۳) وجاعل الذین اتبعوک الخ حضرت عیسٰی کے ماننے والے اول تو ان کے حواری اور تلامذہ تھے پھر جملہ عیسائی اور جملہ مسلمانان ہیں۔ سو یہ خدا کی بشارت پوری ہوئی اُس دن سے اب تک اور قیامت تک محمدی اور عیسائی اُن کے منکر یہود پر غالب رہے اور رہیں گے، ان شاء اللہ۔ حضرت عیسٰی کے تخمیناً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر

چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھاکر تباہ کر دیا اور بیت المقدس کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنایا۔ جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ کچھ پیش آوے گا وہی پیش آیا اُس دن سے اور بھی رہی سہی یہود کی عزت و شوکت خاک میں مل گئی۔ پھر اُس دن سے لے کر آج تک وہی حال ہے کہ اُن کی حکومت اور سلطنت نہیں۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ

اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ ایسے ہیں کہ جیسے

آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ

آدم جن کو مٹی سے بنایا پھر ان کو کہا

كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ع ۶ ۹ ۱۴

ہو جاؤ سو وہ ہو گئے حق تو وہی ہے جو آپ کے خدا کی طرف سے ہے

فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ

سو آپ کہیں شک میں نہ پڑ جائیں پھر

حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ

علم آجانے کے بعد بھی اس میں جو کوئی آپ سے حجت

الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَ

کرے تو کہہ دیجیے کہ لو آؤ ہم اور تم اپنی اپنی اولاد کو

أَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا

بلائیں اور اپنی اپنی عورتوں کو بھی (بلائیں) اور خود ہم بھی

وَأَنفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل

اور تم بھی (جمع ہو جائیں) پھر بہت گڑگڑائیں فا پھر

لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ

جھوٹوں پر خدا کی مار ڈالیں بے شک

هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا

حق بیان تو یہی ہے اور

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا

زبردست حکمت والا ہے پھر (اس پر بھی) اگر نہ مانیں

فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

تو اللہ مفسدوں کو خوب ہی جانتا ہے

ترکیب

مثل عیسیٰ اسے صفۃ عیسیٰ اسم اَنّ، کمثل آدم خبر خلقہ جملہ تفسیر ہے مثل کی۔ فیہ کی ضمیر عیسیٰ یا ان کے قصہ کی طرف راجع ہے من شرطیہ ہے ماضی بمعنی مستقبل۔

تفسیر حضرت عیسیٰ کا ذکر فرما کر عیسیٰ پرست قوم کی

لہ یہاں بھی نیچری مفسر نے بہت ہاتھ پاؤں مار کر مسیح کا یوسف نجار سے پیدا ہونا ثابت کرنا چاہا تھا مگر نہ ہو سکا ۱۲

فا جب کسی منکر پر حق ثابت کرنا ہوتا ہے تو مباہلہ کیا جاتا ہے جس میں ہر ایک اپنے عزیز اولاد اور عورتوں کو ساتھ لے کر نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہے کہ الٰہی جو گروہ جھوٹا ہو اس پر تیری مار وہ غارت ہو جائے ۱۲

فلا کس لیے کہ انفسنا سے اپنے تن کے لوگ مراد ہیں نہ یہ کہ وہ خود نفس پیغمبر ہیں کیونکہ یہ محال ہے یا خود قسم میں آپ شریک ہونا مراد ہے ۱۲ منہ

کی طرف یعنی نصاریٰ کی طرف (جو اُن کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس لیے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے) روئے سخن کیا جاتا ہے اور اُن کے عقیدہ کا ابطال فرما کر ان کو مباہلہ کے لیے بلایا جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ کا ویسا ہی حال یعنی پیدا کرنا ہے جیسا کہ آدم کا تھا اُن کو بھی بغیر باپ کے پیدا کیا اِن کو بھی بلکہ آدم کے تو ماں بھی نہ تھیں ان کو مٹی سے پیدا کر دیا تھا اور وہ پیدا کرنا کیوں کر تھا صرف کُن کہا تھا وہ ہو گئے (ثمّ تراخی ذکر کے لیے ہے اور جملہ قال لہٗ کن فیکون اس کا بیان ہے) بات حق یہی ہے نہ یہ کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ اے مخاطب تو اُن کے بغیر باپ کے پیدا ہو جانے سے شبہ میں نہ پڑ جانا اور یہ اس کی قدرتِ کاملہ سے کچھ بھی بعید نہیں سیکڑوں حشرات الارض بارہا مٹی سے پیدا ہوتے اور مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں اس پر بھی اے پیغمبر اگر آپ سے کوئی حجت کرے اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہے تو صاف کہہ دیجیے کہ اگر تم کو اپنی صداقت پر بھروسہ ہے تو آؤ مباہلہ کر لیں دنیا ہی میں جھوٹے پر خدا کی مار پڑ جائے گی۔ اور مباہلہ کس طرح کر، بس کہ تم بھی اپنی اولاد اور عورتوں کو لو اِدھر ہم بھی لیں اور خود تم بھی شریک ہو اور ہم بھی، پھر ہر ایک شخص نہایت عاجزی سے دعا کرے کہ الٰہی جھوٹوں پر خدا کی مار۔ مدینہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے نصاریٰ تحقیقِ حق کے لیے حاضر ہوئے۔ جب وہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے سے باز نہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ[1] کی دعوت دی جس پر وہ بھی تیار ہو گئے۔ جب آں حضرتؐ امام حسنؓ و حسینؓ اور بی بی فاطمہؓ اور علی رضوان اللہ علیہم کو ساتھ لے کر قسم کھانے کے لیے نکلے تو نصرانیوں پر ان کے باخدا چہروں کا ایک اثر پڑا تو مباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ نورانی چہرے یہ دعا کریں کہ پہاڑ ٹل جائے تو بے شک ٹل جائے۔ پھر فرماتا ہے کہ صحیح بیان عیسیٰ کی نسبت یہی ہے جو بیان ہوا اور یہ کہ خدا ایک ہی خدا ہے اور اللہ زبردست ہے اس کو بیٹے بیوی کی کوئی حاجت نہیں اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمتِ بالغہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اگر اس پر بھی نہ مانیں تو خدا مفسدوں سے خوب واقف ہے اس جرم کی سزا دے کر رہے گا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
(اے نبی) کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب لو ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا
کہ جس کو ہم اور تم برابر مانتے ہیں وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی بھی
اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ
عبادت نہ کریں اور ہم کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
کوئی کسی کو خدا کے سوا (اپنا) مالک بنائے
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا
پھر اگر وہ اسکو بھی نہ مانیں تو تم کہہ دو کہ (اس بات پر) گواہ رہو کہ ہم نے
مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ
تو گردن جھکا دی اے اہلِ کتاب
لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ
تم کس لیے ابراہیم کے معاملہ میں جھگڑتے ہو اور توراۃ
اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا
و انجیل تو اُن کے بعد ہی نازل
مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾
ہوئی ہیں کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے؟

[1] اس قصہ کو حاکم نے بسند صحیح اور ابن مردویہ نے اور ابو نعیم نے دلائل میں جابر سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ

ف الوہیتِ مسیح، تثلیث، کفارہ ہونا ۱۲ منہ

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَكُمۡ

دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ جس بات میں تم کو کچھ علم بھی تھا اُس میں تو

بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ

تم نے جھگڑا بھی کیا پر جس میں تم کو کچھ علم بھی نہیں اس میں

لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ

کیوں جھگڑتے ہو اور (اس معاملہ کو) اللہ ہی (خوب) جانتا ہے

لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ

اور تم (مطلق) نہیں جانتے۔ (لوسنو) ابراہیم نہ تو

يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ

یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ ایک

حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

طرفہ فرمانبردار تھے اور نہ وہ

الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿٦٧﴾

مشرک ہی تھے۔

ترکیب

الانعبد جملہ موضع خبر میں ہے بدل ہے کلمۃ سے ہا تنبیہ کے لیے انتم مبتدا ہٰؤلاء اس کی خبر حاججتم جملہ مستانفہ جملہ اولیٰ کا مبین فیما ما بمعنی الذی علم مبتدا لکم خبر۔

تفسیر

اہلِ کتاب کے عقیدۂ فاسدہ کا ابطال فرما کر اب ایک دوسرے عنوان سے کلام شروع ہوتا ہے کہ مقابل کو اس کے تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہ ہو وہ یہ کہ اپنے اور اس کے مسلّمات سے دلیل لائی جائے اور اگر مقابل نہ مانے تو اس کو خود کہنا پڑے کہ میں خطاکار ہوں، وہ یہ کہ نصاریٰ بھی اس بات کو مانتے تھے کہ عبادت خالص اللہ ہی کی کرنی چاہیے اور اس کا کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے توحید پر قائم رہنا چاہیے اور اس کے سوا کسی کو رب نہ بنانا چاہیے کہ جو کچھ وہ کہے خواہ مخواہ مانا ہی جاوے۔ یہ تین باتیں ہیں کہ جن کو ہم اور تم دونوں مانتے ہیں پس اگر تم بھی ان پر قائم ہو تو خیر اور جو نہیں مانتے تو تم کو گواہ کرتے ہیں کہ بانا مسلمون ہم تو تسلیم کرتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوا کہ تم برسرِ باطل ہو۔ یہ تین باتیں اس لیے ذکر فرمائیں کہ نصاریٰ کا ان تینوں کے برخلاف عمل اور عقیدہ تھا کس لیے کہ وہ تثلیث کے قائل تھے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس مل کر ایک خدا ہوا پس جب انہوں نے عیسیٰ کو خدا اور خدائی کا حصہ دار بنایا تو پہلی اور دوسری بات کا خلاف پایا گیا۔ اور آں حضرتؐ سے پہلے سے لے کر پیچھے تک عیسائیوں میں پوپ اور دیگر مشائخ و مولوی اس مرتبہ پر مانے جاتے تھے اور اب بھی مانے جاتے ہیں کہ اگر وہ سراسر کوئی بات خلافِ عقل و نقل بھی کہیں تو بے چوں و چرا ماننی چاہیے یہی مذہبی تقلید حرام ہے کیونکہ یہ مرتبہ تو خاص خدا اور اس کے رسول کا ہے جو ملہم ہے کہ بے چون و چرا ان کے قول کو مانا جائے ان کے بعد جو کسی کی بات واجب التسلیم ہے تو محض اس لیے ہے کہ وہ یا تو خدا اور اس کے رسول سے روایت کرتے ہیں یا اس میں درایت سے حکم دیتے ہیں جیسا کہ مجتہدین۔ کیونکہ اس طرح سے ان کا قول تسلیم کرنا گویا خدا اور رسول کا قول تسلیم کرنا ہے۔ پھر جس طرح ان کی تقلید کو ارباب بنا کر حرام کہنا زیادتی ہے اسی طرح ان کی غلطی ظاہر ہو جانے پر بھی ان کے قول پر اڑنا، اور نصوص کو چھوڑ دینا بھی زیادتی اور پھر ان کو ارباب بنا لینا ہے۔ عیسائی و یہودی مذہب کی حکمرانی کا بھی باعث ہوا ہے اس سے حق پرستی زائل ہو جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم کو بھی مانتے تھے پھر ہر ایک شخص اپنے مذہب کے برحق ہونے کے لیے یہ کہہ دیتا تھا کہ ابراہیم کا

یہی طریق تھا گویا وہ ان کو یہودی اور نصرانی سمجھتے تھے خدا نے
اس کا بھی جواب دیا کہ توریت اور اسی طرح انجیل تو اُن
کے بعد نازل ہوئی ہے پھر وہ یہودی یا نصاریٰ کیوں کر
ہوسکتے تھے بلکہ ان کا طریق یہی تھا کہ جس کے زندہ کرنے کو
قرآن نازل ہوا وہ تثلیث کے قائل تھے نہ سبت کے
نہ وہ تمہاری طرح مشرک تھے۔ اس میں عرب پر بھی
تعریض ہے کس لیے کہ وہ بھی ابراہیم کو مانتے تھے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ
بے شک سب سے زیادہ ابراہیم سے انھیں کو یگانگت ہے جو
اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ
اس کے پیرو ہیں اور اس نبی (محمدؐ) اور ایمان داروں کو بھی
وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ
اور اللہ ایمان داروں کا حامی ہے اہلِ کتاب
طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
کے ایک گروہ کی تو یہی آرزو ہے کہ وہ
يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
تم کو گمراہ کرکے رہیں اور گمراہ تو وہ اپنے آپ ہی کو کررہے ہیں
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ
اور ان کو خبر تک نہیں اے اہلِ کتاب

لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ
کس لیے اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہو حالانکہ دل
تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
میں تم قائل ہو اے اہلِ کتاب کس لیے
تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ
حق بات میں جھوٹی بات ملاتے ہو اور (کیوں)
ع ٨ ١٥ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَتْ
جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو اور اہلِ
طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا
کتاب کے ایک گروہ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسلمانوں پر
بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جو کچھ نازل کیا گیا ہے شروع دن میں تو
وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
اس پر ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کردو تاکہ مسلمان
يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ ج وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ
بھی (تمہارے ساتھ) پھر جائیں۔ (اور یہ بھی کہا کہ) بجز اس کے کہ جو تمہارے دین پر چلے
تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى
کسی کو نہ مانو (اے نبی) کہہ دو ہدایت تو اللہ ہی کی طرف
اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ
کی ہدایت ہے، اس لیے اس (حسد) سے کہ جیسا (دین) ان کو دیا گیا تھا اور کسی کو (کیوں) دیا جاتا ہے

لہ یعنی یہود جو ایسی باتیں کرتے ہیں اس کے دو سبب ہیں اول ان کو اس بات کا حسد ہے کہ جیسا دین اور کتاب وشریعت ان کو دی
گئی ہے ویسی اور کو یعنی قوم عرب اور مسلمانوں کو دی گئی دویم یہ بھی خوف ہوا کہ اگر ان کی بات کی تصدیق کریں گے تو وہ ہمارے مسلمات سے
ہم کو قائل کریں گے اس لیے کہہ دیا کہ جو تمہارے دین پر نہ چلے اس کی بات ہی نہ مانو کیونکہ اگر مانو گے تو وہ بھی صاحبِ شریعت وکتاب ماننے
پڑیں گے اور تم پر الزام بھی قائم کریں گے۔ اپنے خیال میں انہوں نے اللہ کے فضل ورحمت کو اپنے خاندان میں منحصر سمجھ لیا تھا حالانکہ خدا کی
رحمت عام ہے اس نے کسی خاندان کے لیے پٹہ نہیں لکھ دیا ہے وہ سب کا خدا ہے اس غرور میں کہ ہمیشہ کے لیے فضیلت ہمارے خاندان کو ہے نیک کاموں میں
کوشش نہ کرنا اور ہر قسم کی برائی کرنا اور فضیلت کا امیدوار رہنا خام خیالی ہے، زہر دار درخت بونا اور عمدہ پھلوں کا امیدوار ہونا ہے ١٢

أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ إِنَّ

یا (اس خوف سے کہ) مسلمان انکو خدا کے روبرو ملزم (نہ) ٹھیرائیں فضل

الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ

(وکرم) تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿ج﴾ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ

اور اللہ کی رحمت فراخ ہے (وہ) سب کچھ جانتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی

مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾

رحمت سے مختص کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے

ترکیب

اولی اسم تفضیل ہے ولی یلی بمعنی قریب شدن سے یہ اسم ان کا بابراہیم متعلق ہے اولی سے للذین معطوف خبر ان پر لویضلون میں لو مصدریہ ہے بمعنی ان الالمن تبع استثناء ہے ماقبل سے اے لاتقروا الالمن پس لام زائد نہیں اور ممکن ہے کہ زائد اور محمول علی المعنی ہوا اے اجحدوا کل احد الامن ان یؤتی میں تین احتمال ہیں (۱) یہ کہ موضع جر میں ہو تقدیرہ ولا تؤمنوا بان یؤتی احد الخ (۲) نصب حرف جر کو حذف مان کر۔ ان صورتوں میں یہ تتمہ کلام یہود کا ہوگا کہ تم اے یہود کسی غیر سے یہ نہ کہو کہ ہماری کتاب اور ملت کے مانند کسی اور کو بھی ملا ہو (اویحاجوکم کا عطف ان یؤتی پر ہوگا اور او بمعنی و) ایسا نہ ہو کہ مسلمان تم کو عنداللہ الزام دیں اس تقدیر پر ایمان بمعنی اقرار ہے قل ان الھدیٰ الخ جملہ معترضہ ہوگا خدا کی طرف سے جیسا کہ کفر کی بات نقل کرتے وقت نعوذ باللہ کہتے ہیں (۳) یہ خدا کی طرف سے جملہ ہو جو بمعنی مفعول لہٗ ہے یعنی اے یہود تم اس حسد سے یہ باتیں کرتے ہو کہ تمہاری طرح اوروں کو کتاب ملی یا اس خوف سے کہ مسلمان تم کو الزام دیں گے سو یہ تمہارا خیال لغو ہے

ہدایت اور فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ مختار ہے جس کو چاہے دے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ ہر فریق ابراہیم کو اپنی طرف کھینچتا ہے. اب فرماتا ہے کہ ابراہیم کا واسطہ نسل اور اولاد ہونے سے نہیں بلکہ اتباع سے کسی بزرگ کے ساتھ محبت و اختصاص اس کے اتباع سے مربوط ہے رسمی باتوں سے کوئی ثمرہ نہیں. اصلی متبع ابراہیم کے یہ نبی (یعنی رسول کریمؐ) اور ان کی امت ہے جو اصول ملت کے پیرو ہیں. اس کے بعد اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے مکر ذکر فرما کر ایمانداروں کو ہوشیار کرتا ہے تاکہ اُن کے داؤں میں نہ آجاویں کیونکہ وہ دل سے چاہتے ہیں کہ دین اسلام سے برگشتہ کر کے اپنی طرف پھیر لیں من جملہ ان کے مکروں کے یہاں چند مکر ذکر کرتا ہے۔ (۱) یہ کہ حضرتؐ کے معجزات کو سحر کہتے تھے اور ان بشارات کو جو کتب سابقہ میں ہیں باوجود شہادت دینے کے تاویلیں کر کے انکار کرتے تھے اس کو لم تکفرون الخ میں ظاہر کیا (جان بوجھ کر احکام الٰہی میں تحریف کرتے اور اسلام سے اس کو دوسرے طور پر کچھ ملا کر دکھاتے تھے تاکہ ایک دوسرے میں تصدیق اور مطابقت نہ ہو جس سے لوگوں کو شبہ پیدا ہو لم تلبسون الخ (۲) یہ کہ چند لوگوں سے کہا جاؤ تم اول دن میں مسلمان ہوجانا، پھر شام کو انکار کر دینا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کوئی ایسی ہی بات اسلام میں دیکھی ہوگی جو یہ اس سے پھر گئے جس سے مسلمان بھی پھر جاویں وقالت طائفۃ (۳) یہ کہ کوئی کچھ ہی کہے اپنے دین کے سوا کسی کو نہ ماننا کیونکہ ہماری مثل اور کون ہے کہ جس کو کتاب ملی ہے. اس کے جواب میں خدا فرماتا ہے یہ اس کا فضل ہے کچھ یہود ہی پر خاص نہیں۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ
اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اُن کے پاس خزانہ بھی امانت
بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖ إِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ
رکھیں تو تم کو واپس دیدیں اور بعض ان میں ایسے بھی ہیں
إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهٖ إِلَيْكَ
کہ اگر آپ اُن کے پاس ایک دینار کہیں امانت رکھیں تو وہ بغیر
إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۭ ذٰلِكَ
اس کے کہ آپ اُن کے سر پر کھڑے رہیں آپ کو کبھی واپس نہ دیں یہ اس لیے
بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيّٖنَ
کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ جاہلوں کے معاملہ میں ہم پر
سَبِيلٌ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
کوئی گناہ نہیں اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹی باتیں
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ أَوْفٰى
بنایا کرتے ہیں ہاں جو کوئی اپنے عہد کو
بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
پورا کرتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے تو بے شک خدا بھی ڈرنے والوں سے
الْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ
محبت کرتا ہے جو لوگ خدا کے عہد اور اپنی
بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا
قسموں سے قدرے قلیل مال حاصل کرتے ہیں
أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَ
اُن کے لیے آخرت میں (کوئی) حصہ نہیں اور
لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ
نہ اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن انکی طرف
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۠ وَلَهُمْ
(نظرِ رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ہی کرے گا بلکہ ان کو
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا
عذاب الیم ہوگا اور ان میں ایک ایسا فریق بھی ہے جو
يَلْوٗنَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ
کتاب کو زبان مروڑ کر پڑھتا ہے تاکہ تم اس کو
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ
بھی کتاب سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں
وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا
اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى
وہ ہرگز خدا کی طرف سے نہیں اور جان بوجھ کر
اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾
اللہ پر جھوٹی باتیں بناتے ہیں ۞

ترکیب

من ان تامنہ مبتدا من اہل الکتاب خبر اور شرط اور جواب کا مجموعہ صفت ہے مبتدا کی کیونکہ وہ نکرہ ہے بقنطار ب بمعنی فی یا علیٰ ہے الا ما دمت ما موضع نصب میں ہے کیونکہ ظرف ہے ای الا مدۃ قیامک دائما اور حال بھی ہوسکتا ہے سبیل اسم لیس فی الامیین خبر یلوٗن صفت ہے فریقا کی، جو اسم ہے ان کا اور منہم اس کی خبر ہے۔

تفسیر

یہود کی سرزنش کے بعد یہ بتاتا کہ سب یکساں نہیں کچھ ان میں ایمان دار خدا ترس بھی ہیں پوری حق گوئی ہے یہ بات کہ انسان کتاب الٰہی اور احکام دینیہ میں خیانت نہ کرے حق میں باطل نہ ملاوے کامل ایمان داری اور پوری دیانت پر موقوف ہے اور جس کو دنیاوی باتوں میں دیانت نہیں

پھر اس قوم کا دین اور کتاب کی حفاظت اور تحریف نہ کرنے میں کیا اعتبار رہے؟ گو چہ یہود میں خدا ترس لوگ بھی تھے جیسا کہ عبداللہ بن سلام اگر اُن کے پاس کوئی بے شمار خزانہ بھی سپرد کر دے تو کبھی خیانت نہ کریں اس لیے ان لوگوں نے تورات و زبور کی بشارتوں میں سے کہ جن سے آں حضرتؐ کی نبوت کا ثبوت تھا خیانت نہ کر کے اسلام قبول کیا، لیکن بیشتر تو ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار یعنی اشرفی سپرد کی جائے تو کبھی نہ دیں پھر ان کا دینی شہادتوں میں کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ چونکہ یہود کا ستارۂ اقبال غروب کر چکا تھا اکثر ان میں ایسی ایسی خیانتیں حضرت عیسیٰ کے عہد سے پہلے ہی سے پیدا ہو چکی تھیں، حادثہ پر حادثہ پیش آتا تھا مگر وہ خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہوتے تھے بلکہ اپنی اسی ذلیل حالت اور بدمعاشیوں میں مست تھے۔ من جملہ بدمعاشیوں کے ایک یہ بات تھی کہ وہ کہتے تھے ہم اہلِ کتاب ہیں اور باقی تمام دنیا جاہل ہے بنی اسرائیل کو اُن سے خیانت کرنے میں کچھ گناہ نہیں۔ اور اسی طرح دیدہ دانستہ بہت سی جھوٹی باتیں بنا رکھی تھیں جیسا کہ برہمنوں نے ہندوؤں کے لیے بنا رکھی ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ بلکہ جو کوئی ہو خواہ بنی اسرائیل ہو یا نہ ہو برہمن سید پیرزادہ ہو یا نہ ہو خدا سے ڈر کر اس کے عہدِ شریعت کو پورا کرے گا خدا اس سے محبت کرے گا، اور جو اس کے برعکس کرے گا وہ قیامت میں عذابِ الیم پاوے گا اس کی طرف خدا عنایت کی نظر بھی نہ کرے گا۔ ازاں جملہ ایک بدمعاشی یہ تھی کہ لوگوں کے بہکانے کے لیے زبان مروڑ کر کتاب پڑھتے اور اُس میں کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے حکم ہے حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہوتا تھا اور ایسی جھوٹی باتیں عمل میں لایا کرتے تھے۔

ع ۹ ۱۶

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ
کسی بشر کا بھی یہ کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے (یہ) کہے

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ
کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔

لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
بلکہ (وہ تو یہی کہے گا) تم خدا پرست ہو کر رہو (اس لیے کہ) تم

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ
کتاب پڑھاتے اور خود بھی

تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ
پڑھتے رہے ہو اور نہ وہ کبھی یہ کہے گا کہ

تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
تم فرشتوں اور نبیوں کو

اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ
خدا بنا لو کیا (یہ ممکن ہے کہ) تم کو اسلام لانے

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۠ ع وَاِذْ اَخَذَ
کے بعد کفر کا حکم دے گا اور (اس وقت کو یاد کرو کہ)

اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ
جب اللہ نے (لوگوں سے) نبیوں کی بابت عہد لیا کہ جب میں تم کو

مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
کتاب اور دانائی دوں پھر جو کچھ تمہارے

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ
پاس ہو اس کی تصدیق کے لیے کوئی رسول تمہارے پاس آئے

لہ منسوب الی الرب اور ان زائدہ ہے جیسا کہ بہت بالوں والے کو شعرانی کہتے ہیں اسی طرح حقانی کو اور ممکن ہے کہ اصل کلمہ عبرانی ہو کہ جس کو ربی کہتے ہیں یعنی خدا پرست ۱۲ منہ

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ

توتم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا (اللہ نے) فرمایا

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ

کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا عہد قبول

اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

کر لیا۔ سب نے (بالاتفاق) کہا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا پھر تم گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ

اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پھر جو اس

تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

(مضبوطی اقرار) کے بعد پھر جائیں تو وہی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

نافرمان[ف] ہیں

ترکیب

بما کنتم صفت ربانیین کی اور ممکن ہے کہ ب سببیہ ہو اے کونوا بہذا السبب تب یہ کان سے متعلق ہوگا اور ما مصدریہ اے بتعلیمکم الکتاب لما آتیتکم اگر بکسر لام پڑھا جاوے تو یہ لام یا اخذ سے متعلق ہوگا اے اخذ لہذا المعنی مگر مضاف محذوف ہوگا اے لرعایۃ ما آتیتکم یا میثاق سے متعلق ہوگا اے توثقنا علیہم لذلک اور ما یا موصولہ موصوفہ ہوگا اور عائد محذوف اس سے من کتاب حال ہوگا اور جو لام کو بالفتح پڑھا جاوے تب ما بمعنی الذی مبتدا ہوگا اور لام تاکید قسم کے لیے ہوگا اور خبر یا من کتٰب وحکمۃ ہوگی یا لتؤمنن بہ اور یا ما شرطیہ اور لام قسم کے لیے ہے اور لتؤمنن اس کی شرط اور لام جواب قسم میں واقع ہے۔ اور بعض نے لما بالتشدید پڑھا ہے جو ظرف زمان ہے۔

ف نافرمان گناہ گار ۱۲ منہ

تفسیر

جب عیسائی الوہیتِ مسیح اور تثلیث وغیرہ عقائدِ فاسدہ میں ہر طرح سے ملزم قرار دیئے جاتے ہیں تو عاجز ہو کر یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ باتیں گو دلائلِ عقلیہ سے ثابت نہیں مگر نقل سے ثابت ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تئیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا ہے اور وہ کلمات بھی ذکر کیے ہیں کہ جن سے اُن کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے اور روح القدس کا بھی شریکِ الوہیت ہونا پایا جاتا ہے اُن کے فرمانے سے ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ وہ بشر تھے اور ان کو کتاب و نبوت سے سرفرازی ہوئی تھی پھر ایسا برگزیدہ بشر کسی کو حکم دے سکتا ہے کہ بجائے خدا کے مجھ ہی کو خدا سمجھ کے پوجو؟ ہرگز نہیں۔ وہ یہی حکم دیتا ہے کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم و تدریس کے موافق ربانی یعنی رب پرست یعنی رب کو ماننے والے خدا پرست ہو رہو۔ نہ وہ یہ حکم دے گا کہ تم ملائکہ روح القدس اور انبیاء کو رب بنا لو ان کی پرستش کرو۔ کیا وہ تم کو اس کے بعد کہ تم مسلمان خدا کے فرماں بردار موحد تھے کتاب کی تعلیم و تدریس کرتے تھے کفر کا حکم دے سکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہود و نصاریٰ اپنے ہادیوں کی تعلیم اور اُن کی کتابوں کے برخلاف خدا پرستی چھوڑ کر انبیاء و ملائکہ پرستی کیا کرتے تھے ان پر الزام دیا جاتا ہے کہ یہ تمہارے انبیاء نے ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ اس کے بعد نبی آخر الزماں علیہ السلام کا جو وہ انکار کرتے تھے اس کی بابت ان پر سرزنش کی جاتی ہے کہ تم اس عہد کو بھی تو یاد کرو جو تم سے آنے والے انبیاء کی بابت لیا گیا تھا اس وقت تم کو کتاب و حکمت دی گئی تھی کہ جب تمہارے پاس کوئی رسول اصول ملت کا مصدق آئے تو تم اُس پر ایمان لانا اور اُس کی

مدد بھی کرنا۔ اس پر خدا نے تم سے پوچھ بھی لیا تھا کہ تم کو اقرار ہے اور تم اس پر میرے عہد کو قبول کرتے ہو تم نے کہہ دیا تھا کہ ہم نے اقرار کر لیا۔ تب خدا نے فرمایا تھا کہ دیکھو تم بھی گواہ رہو اور میں بھی گواہ ہوں۔ باوجود اس عہد موکد کے پھر تم نے کیا کیا عیسیٰ کا انکار کیا اور ان کے بعد جب تلافی مافات کا وقت باقی تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اپنے عہد سے پھر گئے۔ پھر جو اپنے ایسے عہد سے پھرے تو وہ فاسق نہیں تو اور کون ہے۔ اس عہد کا پتہ توریت سفر استثناء سے بھی لگتا ہے کہ اسرائیلیوں کو جمع کر کے موسیٰؑ نے آنے والے نبی کی بابت وصیت کی تھی۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ

کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش کر رہے ہیں حالانکہ آسمان والے اور

مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا

زمین والے چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں

وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (اے نبی) کہہ دو

آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا

کہ ہم تو اللہ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ

أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

ابراہیم اور اسمٰعیل اور

وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا

وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ

اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور (دیگر) انبیاء کو

مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ

ان کے رب کی طرف سے ملا سب پر ایمان لائے ہم ان میں کچھ بھی فرق

مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾

نہیں کرتے اور ہم نے اسی (ایک خدا) کے آگے سر جھکا دیا ہے

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي

سو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ (شخص)

الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾

آخرت میں خسارہ (اور نقصان) میں رہے گا۔

ترکیب

غیر منصوب ہے یبغون کی وجہ سے ومن یبتغ ابتغاء سے مشتق ہے جس کے معنی تلاش کرنا یہ شرط غیر الاسلام منصوب ہے صفت ہو کر دیناً کی جو مقدم ہونے سے حال ہو گیا وہو الخ جواب۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں تھا کہ جو نبی تمہارے دین کی تصدیق کرنے والا آئے تو تم پر ضرور ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔ اس پر یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ مسلم لیکن یہ نبی ہمارے دین اور کتاب کا مصدق نہیں کیونکہ الوہیت مسیح اور تثلیث ہمارے دین کا اصل الاصول ہے سو یہ اس کا رد کرتے ہیں پھر ہم کیونکر ان پر ایمان لاویں۔ (چنانچہ اب بھی پادری یہی اعتراض کیا کرتے ہیں) اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں تمہارے دین کے اصول نہیں بلکہ یہ افراط و تفریط انبیاء علیہم السلام کے بعد تمہارے دین میں پیدا ہوئی ہے جس کے دور کرنے کے لیے اس اخیر نبی کی ضرورت ہوئی ورنہ انبیاء سے باوجود مرتبہ شہود کے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی خلاف فطرت

باتیں کہیں اور کسی کو شریکِ خدائی ٹھیرائیں کیونکہ وہ مقام شہود میں دیکھ رہے ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز ملائکہ و بنی آدم اہلِ ایمان تو از خود اور حجر و شجر و کفار جبراً اُس ہی کے آگے سر نگوں ہیں۔ ہر انسان زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ دراصل الٰہ حق وہی ہے جو مجھ کو مجبورانہ میدانِ وجود میں کھینچے لا رہا ہے بے اختیار جوانی پر بڑھاپا مرض و تندرستی آتی ہے اسی طرح ہر چیز عالمِ ہستی سے پھر اُس کی طرف چلی جا رہی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی فنا کرتا ہے اس کے سوا کسی کو حق نہیں کہ وہ معبود بنایا جائے یہی دین اصلی ہے اس کے برخلاف دینِ الٰہی نہیں ہو سکتا پھر کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ غیر دینِ الٰہی مانا جاوے؟ دینِ اللہ کے اصول میں سے یہ بھی ہیں کہ جملہ انبیاء پر ایمان لایا جاوے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی نسل کے انبیاء خصوصاً موسیٰ اور عیسیٰ پر جو کچھ نازل ہوا اور ہم پر جو کچھ نازل ہوا سب پر ایمان لائے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے جملہ احکام ماننے کے لیے بھی گردن جھکائے ہوئے ہیں اور اسی کا نام مذہبِ اسلام ہے۔ پھر جو کوئی اس دین کے برخلاف جو تمام سلسلۂ انبیاء کا مذہب ہے دوسرا دین اختیار کرے گا ہرگز مقبول نہ ہوگا گو دنیا میں وہ اس غلط مذہب پر اعتماد کر کے اس میں ہزار کوشش کرے مگر آخرت میں کامیاب نہ ہوگا بجائے نفع کے خسارہ اٹھاوے گا۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا
خدا ایسی قوم کو کیوں ہدایت دینے لگا تھا جو ایمان
بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ
لاکر اور رسول کے برحق ہونے کی شہادت دے کر جو اُن کے پاس
حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا
کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا منکر ہو گئے اور اللہ
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ
بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ایسے لوگوں کی
جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ
یہی سزا ہے کہ اُن پر خدا کی اور
وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾
فرشتوں اور سب لوگوں کی ایسی لعنت ہو
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ
کہ جس میں وہ ہمیشہ رہیں نہ اُن کے عذاب میں
الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾
کمی ہو اور نہ اُن کو مہلت ہی ملے
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
مگر جنہوں نے کہ اس کے بعد توبہ کر لی اور
اَصْلَحُوْا اتقف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
سُدھر گئے تو بے شک اللہ غفور
رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
رحیم بھی ہے البتہ جو ایمان لاکر
بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا
کافر ہو گئے پھر اور بھی کفر میں بڑھ گئے
لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ
اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی
ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
گمراہ بھی ہیں بے شک جو
كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ
کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے تو وہ

يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

اگر تاوان میں زمین بھر کر بھی سونا دیں

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

تو ہرگز قبول نہ ہوگا انھیں لوگوں کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع ۹ ۱۱ ۱۷

عذاب الیم ہے اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

ترکیب

کیف حال ہے اور عامل اس میں یہدی ہے شہدوا حال ہے ضمیر کفروا سے اولئک مبتدا جزاءہم مبتدا ثانی ان اور اس کا اسم وخبر مجموعہ خبر پھر یہ تمام جملہ مبتدا اول کی خبر ہوا خلدین حال ہے ضمیر علیہم سے اور عامل اس میں جار یا اس کا متعلق ہے ذہبًا تمیز ہے ملءُ[ف] سے اور بہ کی ضمیر اسی طرف پھرتی ہے ؎

تفسیر

جب کہ خدا تعالےٰ منکروں کے لیے ہر قسم کے بیان شافی ذکر فرما چکا اور پھر بھی وہ ہدایت پر نہ آئے تو جس طرح طبیب علاج کر کے جب صحت نہیں دیکھتا تو یہی کہتا ہے کہ تم کو کس طرح تندرستی ہو تم ایسی ایسی بدپرہیزی کرتے اور کر چکے ہو۔ اسی طرح خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ایسے تیرہ باطن اور سیاہ قلب لوگوں کو کیوں کر ہدایت ہو کہ جو قبل ظہور نبی علیہ السلام اُن کی کتب سابقہ میں بشارتیں دیکھ کر ان پر ایمان رکھتے تھے اور اس رسول کے برحق ہونے کی گواہیاں بھی دیا کرتے تھے (جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ہم نے بیان کیا ہے) باوجود اس کے حضرتؐ کے بے شمار معجزات بھی دیکھ چکے ہیں لیکن پھر بھی عناد سے منکر ہو گئے سو ایسے ازلی بدبختوں کو ہدایت نہیں ہوتی ان کی سزا دنیا میں خدا کی اور فرشتوں اور سب خداشناس لوگوں کی پھٹکار اور آخرت میں عذاب الیم ہے۔ کافروں کی تین قسم ہیں ایک وہ جو صدق دل سے توبہ کر لیتے ہیں اُن کے حق میں الا الذین تابوا الخ فرمایا[۱] کہ خدا ان کو معاف کرتا ہے۔ دوم وہ جو صدق دل سے توبہ نہیں کرتے اور باوجود اس کے ہمیشہ پیغمبر کا مقابلہ کر کے کفر میں زیادہ بڑھتے جاتے ہیں جیسا کہ یہودِ مدینہ اُن کے لیے لن تقبل توبتہم فرمایا کہ ان کی ہرگز توبہ قبول نہ ہوگی یعنی اس کی اُنکو توفیق ہی نہ ہوگی تاکہ توبہ قبول ہو۔ تیسرے وہ جو سرے سے توبہ ہی نہیں کرتے اور حالتِ کفر میں ہی مرجاتے ہیں اُن کی نسبت تین باتیں فرمائیں (۱) اگر وہ بالفرض زمین بھر کر سونا بھی تاوان میں دیں تو ہرگز آخرت میں قبول نہ ہوگا۔ (۲) ان کو عذاب الیم ہوگا (۳) کوئی ان کا مددگار اور سفارشی نہ ہوگا۔ اِس مرضِ روحانی کا یہی نتیجۂ بد ہے ؎

ف الملءُ بالکسر مقدار مایملأ الشئ والملءُ بالفتح مصدر والمعنی مقدار مایملأ الارض۔

۱ جیسا کہ حرث بن سوید انصاری مرتد ہو گیا تھا مگر اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہو گئی۔ عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کا یہ قصہ شانِ نزول قرار دیا ہے۔ (ک) ۱۲ منہ

تفسیرِ حقّانی

پارۂ لَن تَنَالُوا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا
(لوگو!) تم کو ہرگز نیکی نہ ملے گی جب تک کہ تم کچھ اپنی دلپسند چیزیں

تُحِبُّوْنَ ۵ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ
سے خرچ نہ کرو گے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو سو اس کو خدا تعالیٰ

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ الطَّعَامِ
خوب جانتا ہے۔ ہر قسم کا کھانا بنی اسرائیل

كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا
کو حلال تھا مگر وہ کہ

حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ
جو (خود) اسرائیلؑ (یعقوبؑ) نے توراۃ نازل ہونے

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ
سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ (اے نبیؐ!) کہہ دو کہ

فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٩٣﴾
توراۃ لا کر پڑھو تو سہی اگر تم سچے ہو

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ
پھر جو کوئی اس کے بعد بھی خدا تعالیٰ پر جھوٹ

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾
باندھے تو وہی بے انصاف ہیں۔

ترکیب

مِمّا ما بمعنے الذی نکرہ موصوفہ ہے اور مصدریہ نہیں ہوسکتا بہٖ کی ضمیر ما یا شئی کی طرف رجوع کرتی ہے الّا ما حرّم موضعِ نصب میں ہے کس لئے کہ یہ استثناء خبر کان سے ہے من قبل متعلق ہے حرّم سے من بعد ذلک متعلق ہے افترٰی سے الطّعام بمعنے المطعومات والمراد اکلہا اور حِلّ مصدر ہے اس میں جمع اور واحد، مذکر، مؤنث سب یکساں ہے۔

تفسیر

اگلی آیت میں ذکر تھا کہ قیامت میں کفار اگر زمین بھر کر بھی سونا دیں گے تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس مناسبت سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کا ذکر آگیا کہ تم کو برّ یعنی نیکی اور جزاءِ کامل اور ابرار لوگوں کا مرتبہ جب ہی

ف ۱ کل الطعام سے مراد وہ کل طعام مراد ہیں کہ جن میں بحث تھی جیسا کہ اونٹ کا گوشت۔ اس سے ہر قسم کا کھانا مُراد لے کر قرآن پر اعتراض کرنا (کہ ہر قسم کا کھانا کب بنی اسرائیل کو حلال تھا) لغویات ہے ۱۲ ف ۲ فاتوا بالتوراۃ اُن کے ادعاء کے موافق فرمایا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موسیٰ علیہ السلام کی اصلی توراۃ بلا تغیر موجود تھی ف ۳ النیل ادراک الشئ ولحوقہ یقال نالنی من فلان معروف اے وصل الیّ والنوال العطاء یقال نولتہ تنویلاً والنول التناول یقال نلتہ الولہ ۱۲

ملے گا جب تم اپنی دل پسند چیز کو صرف کرو گے یہ
ایک ایسے پاکیزہ الفاظ میں مطالب ادا کیا ہے کہ جن میں
ہزاروں اسرار کی طرف اشارہ ہے مثلاً اول انسان کی محبوب
اُس کی جان ہے اُس کا صَرف کرنا یہ کہ رُوح کو اُس کے
مشاہدۂ جمال میں محو کردے پھر اس کا بروصالِ حقیقی ہے
یا اُس کو اللہ تعالےٰ کے دین اور اشاعتِ خیر میں صَرف
کرکے شہید ہوجائے پھر اُس کی حُبِّ جاہ اور رنگا رنگ
کی طبعی اور بہیمی بیجا خواہشیں ہیں ان کا صَرف کرنا ان کو
چھوڑ دینا ہے اور بعد اس کے اس کا مال[1] اور اس کے
عمدہ عمدہ علوم اور فائدہ بخش کام ہیں اُن کو بھی اُسکی
راہ میں صرف کرے۔ اسی طرح غصہ میں دشمن سے انتقام
لینا بھی بڑی مرغوب چیز ہے اس کو بھی صَرف کرے تاکہ
مجلسِ ابرار اور عالم قدس میں رُتبہ پاوے۔ جب یہ آیت
نازل ہوئی تو ابوطلحہ رضؓ صحابی نے حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرتؐ! میرے پاس مرغوب مال
صرف ایک باغ بیرحاء نامی ہے آپؐ اس کو خدا تعالےٰ
کی راہ میں جیسا مناسب جانیں صَرف کردیں۔ (بخاری)۔
اس وقت عرب کی قوم نے سب سے اوّل اس مسئلہ پر عمل
کرکے دنیا اور دین کی سلطنت حاصل کی تھی اور اسی لئے
خدا پرست لوگ ہمیشہ لذائذ اور قوائے بہیمیّہ کو جوش
میں لانے والی چیزوں کو صَرف کرتے اور ان کا کھانا ترک کردیتے
تھے جیسا کہ اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے
اونٹ کا گوشت اور بعض چیزیں جو شرعاً ملتِ ابراہیمیّہ
میں حلال تھیں اپنے اوپر حرام کرلی تھیں اور یہ معاملہ
توراۃ سے پہلے کا ہے چنانچہ ان کی تقلید سے بنی اسرائیل
میں بھی ان کی حرمت چلی آتی تھی جس پر مدینہ کے یہود آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے لگے کہ آپؐ ملّتِ

[1] کس لئے کہ ماسوائے اللہ کے حُبّ ایک حجاب اکبر ہے اس کا صَرف کرنا بڑا
یعنی مقصود کا حاصل کرنا ہے ١٢ منہ

ابراہیمیہ کے مدعی ہوکر یہ چیزیں کیوں کھاتے ہیں؟ خدا
تعالےٰ نے اس کے ضمن میں اُن کا جواب دیا کہ اونٹ کا
گوشت اور یہ بعض چیزیں ہرگز ابراہیمؑ پر حرام نہ تھیں
تم جو توراۃ کا حوالہ دیتے ہو تو اچھا توراۃ لاکر اس میں دکھاؤ
کہ یہ چیزیں خدا تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر حرام
کی تھیں؟۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
کہدو اللہ نے سچ فرما دیا ہے پس (اس کے فرمانے کے بموجب) ابراہیم کے طریقے پر
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (٩٥)
چلو جو یکطرفہ تھے، اور (وہ کبھی بھی) مشرکین میں سے نہ تھے۔
اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ
بیشک (سب سے) اول گھر جو لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) بنایا گیا وہ گھر ہے جو
بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (٩٦)
مکہ میں ہے وہ مبارک اور دنیا بھر کے لئے رہنما ہے۔
فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ
اس میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہیں (منجملہ اُن کے) ابراہیمؑ کے کھڑے ہونیکی جگہ ہے۔
وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى
اور جو کوئی اس میں چلا جاتا ہے تو امن پاتا ہے، اور لوگوں پر فرض ہے
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ
کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اُس گھر کا حج کریں اُن پر کہ جو وہاں پہنچنے کی طاقت
سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے[2] تو اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوقات
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (٩٧)
میں سے کسی کی کچھ پروا نہیں۔

ترکیب

حنیفاً حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے کہ ملۃ سے بھی ہو

[2] یعنی باوجود استطاعت کے حج بیت اللہ نہ کرے بلانے سے اس کے
دربار میں نہ آئے تو اس کو بھی کسی کی پروا نہیں ١٢ منہ

کیونکہ ملۃ بمعنے دِین ہے پھر حال اور ذوالحال دونوں مذکر ہیں - وضع موضعِ جر میں صفت بیت کی اور للذی ببکۃ اَنّ کی خبر بکۃ یعنی مکہ ہے مَ اور بَ کا بدلہ ہوجاتا ہے جیسا کہ لازب اور لازم - بعض کہتے ہیں مکہ شہر اور بکۃ مسجد الحرام ہے مبارکا اور ہدی دونوں ضمیر وضع سے حال ہیں آیٰت بینات مبتدا فیہ خبر مقام ابراہیم مبتدا اور خبر محذوف ای منہا۔ حج البیت بالفتح والکسر بعض کہتے ہیں بالکسر اسم مصدر ہے مبتدا علی الناس خبر للہ[1] علیٰ سے متعلق ہے من استطاع الناس سے بدل بعض ہے۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے پہلی گفتگو کا اللہ تعالیٰ نے سچی بات کہدی اب اسی پر فیصلہ ہے کہ جو دین ابراہیم کا ہے چلو اس کو اختیار کرو اور یہ ظاہر ہے کہ ان میں دو[2] وصف تھے ایک یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادھر اُدھر بھٹکتے نہ تھے ایک طرف کے ہورہے تھے سب کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی ذات پر تکیہ لگا رکھا تھا۔ حنیف ایسا عام وصف ہے کہ جس کی شاخیں خلت، توکل، رضا، قناعت صبر، دنیا سے نفرت کرکے عالم آخرت کی طرف رغبت، سچ بولنا وغیرہ خصائل حمیدہ ہیں اور دوسرا وصف یہ تھا کہ وہ مشرک نہ تھے نہ شرکِ جلی (کہ کسی کو خدا تعالیٰ کے سوا الوہیت میں شریک کیا جائے) اُن کا شیوہ تھا نہ شرک خفی یہاں تک کہ اپنے جمیع کاروبار اور تمام عالم کا سلسلۂ احتیاج اُسی کے ہاتھ میں جانتے تھے۔ اب غور کرو کہ ان اصل اصول باتوں میں سے اے اہلِ کتاب کونسی بات ابراہیمؑ کی تمہارے پاس ہے؟ اے یہود! کیا ختنہ کرنا اور سبت کا ماننا اور بعض چیزوں کی حِلّت و حُرمت جو حسبِ مصلحت موسیٰؑ کے عہد میں ہوئی اصل اصول ملّتِ ابراہیمیہ ہے؟ اور عیسائیو! کیا عشائے ربانی اور بپتسمہ[3] اور مسیحؑ کو خدا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا جاننا اور اس اعتماد پر کہ وہ ہمارے گناہ اُٹھا کر لے گئے خداوند تعالیٰ کی تمام شریعت کو لغو سمجھنا بلکہ بقولِ پولوس شریعت پر عمل کرنے والے کو لعنتی خیال کرنا اصولِ ملتِ ابراہیمیہ ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں یہ تو تمہارے مشائخ کی قلعی چڑھائی ہوئی اور نفس اور وہم کی ملونی ہے انہی ضروتوں کے لئے تو سب سے اخیر ایک نبی عربی کے بھیجنے کی ضرورت پڑی جس کی خبر اب تک توراۃ و زبور وغیرہ کتبِ سابقہ میں پائی جاتی ہے۔ (بالخصوص یسعیاہ نبی کی کتاب ۴۲ بیالیسویں باب میں تصریح ہے) ان دونوں لفظوں سے یہود اور عیسائیوں اور مشرکین عرب کو کس لطف کے ساتھ ملّتِ ابراہیمیہ سے مخالف ہونے پر الزام دیا ہے۔ ایک پادری نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں جا بجا ثابت کرکے (کہ قرآن کی فلاں بات توراۃ سے ماخوذ ہے فلاں یہودیوں کی تاریخوں سے فلاں طالمود سے فلاں ہگدہ سے فلاں مشناہ سے فلاں مشرکینِ عرب سے فلاں عیسائیوں کی معتبر اور غیر معتبر اناجیل سے) خیالی پتھر پھینکے ہیں پھر قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ منجملہ اعتراضات کے ایک اعتراض ملّتِ ابراہیمیہ کی پابندی پر کیا ہے۔

قولہ تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس دینِ (ابراہیمی) کا خیال پیشتر بھی تھا اور وہیں سے محمدؐ بھی اس تعلیم کے مشاہدہ کرانے پر آمادہ ہوا۔ محمدؐ سے پیشتر حنیف کرکے ایک گروہ تھا وہ اپنے تئیں ابراہیمی صابئین کہتے تھے اور شروع میں محمدؐ نے اپنے تئیں ان میں سے ایک قرار دیا تھا اُنکا طریق یہودی عیسویت کی صورت رکھتا تھا وہ ایک خدا کو مانتے

---

[1] ای استقر للہ علی الناس ۱۲ منہ [2] ایک روز پادری لوگ بڑے اہتمام سے روٹیاں یہ تصور کرکے کھاتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا گوشت ہے ۱۲ [3] عیسائی ہوتے وقت حوض میں غوطہ دینا یا رنگ ڈالنا بعض صرف چھڑکنا ہی کافی جانتے ہیں ۱۲ منہ [4] یہود کے مذہب اور تاریخ کی کتابوں کے نام ہیں ۱۲ منہ

تھے ان کے پاس توریت اور انجیل اور ابراہیم اور موسیٰ کی روایتیں تھیں اور یہ روایتیں یہودیوں کی کُتب مدراس میں پائی جاتی تھیں جو پریوں اور فرشتوں کے قصّے تھے اس فرقہ میں کئی مشہور آدمی تھے ان میں سے ایک عمایہ[1] مشہور شاعر تھا جو محمدؐ کی ہجو کیا کرتا تھا اور چار شخص محمدؐ کے رشتہ دار تھے اور ورقہ بھی اُن میں سے تھا اور زید بھی مکہ میں بُت پرستی اور دختر کُشی کی ممانعت اور توحید کی تعلیم دیا کرتا تھا اور محمدؐ بھی اس کا شاگرد ہوچکا تھا پھر چونکہ طالمود میں ابراہیم پر لفظ مسلم بولا گیا ہے جس کے معنے راستبازی کے ہیں وہی محمدؐ نے بھی قرآن میں بولا اور پھر حگدہ یعنی طالمود کی تاریخی حصہ میں جو کچھ مذہب ابراہیم کی تشریح ہے کہ وہ ایک خدا کو مانتا تھا اور رحم دل تھا اور خدا سے محبت رکھتا تھا اور نمرود نے اُن کو آگ میں ڈالا لیکن وہ صحیح سلامت نکل آئے وغیرہ باتیں تحریر ہیں وہی محمدؐ نے سیکھ کر قرآن میں لکھدیں اور دعوٰی کیا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے انتہےٰ ملخصاً۔

جواب پادری لوگ جس طرح راستبازی اور انصاف سے بے بہرہ ہیں اسی طرح تاریخ عرب سے بھی بے بہرہ ہیں اول تو ورقہ اور زید ہرگز صابئی نہ تھے بلکہ موحدین میں سے تھے اور صابئی ستارہ پرست قوم تھی۔ دوم صابیوں کا کوئی فرقہ توراۃ اور انجیل اور ان کی روایتوں کو نہیں مانتا نہ ان کا طریق یہودیت اور عیسویت کے ساتھ تھا اور ورقہ خاص رومن کیتھولک مذہب کا عیسائی تھا جو اخیر میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقِ دل سے ایمان لایا تھا اور زید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں زمانہ تعلیم وتعلّم پایا نہیں گیا وہ ایک موحد شخص تھا جو آپؐ سے کہیں پہلے مرگیا تھا پھر شاگردی کا الزام لگانا محض دروغ بے فروغ ہے۔ اب رہی یہ بات کہ طالمود اور یہودیوں کی دیگر کتابوں میں حضرت ابراہیمؑ کے قصّوں کا قرآن کے مطابق پایا جانا سو یہ منافی الہام نہیں۔ کیا الہامی بات کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام تاریخی کتابوں کے برخلاف ہو؟ پھر اگر یہی ہے تو اناجیل اربعہ میں سے جو سب سے اوّل ہے اس کے علاوہ سب غلط اور غیر الہامی ہیں کیونکہ وہ تاریخی کتاب یا لوگوں کے حوالہ سے لکھی گئیں۔ اسی طرح بائبل کی کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل کو غلط کہنا پڑے گا۔ علاوہ اس کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طالمود اور مدراس وغیرہ کتابوں کا جاننے والا کون تھا اور وہ کتابیں اب تو مشہور ہی نہیں جب کہاں تھیں اور اگر کوئی یہودی تھا تو اُس پر کیا مصیبت تھی کہ جو اپنے شاگرد پر ایمان لاتا اگر آپ سے پہلے کسی نے ملتِ ابراہیمیّہ کا دعوٰی کیا تو آپ کے نبی مصلح دین ہونے میں کیا فرق آیا۔ کیا حضرت عیسٰیؑ سے پہلے دینِ موسوی کے مدعی اور مصلح نہیں گزرے ہیں بلکہ خود حضرت یحییٰ علیہ السلام اُن کے اُستاد موجود تھے جن سے اُنھوں نے خود تعلیم پائی اور پھر وہی لفظ بولے جو ہمیشہ بولتے آئے ہیں پھر کہیئے حضرت عیسٰیؑ اور اُن کے حواریوں اور ان کی کتابوں کی کیا ضرورت تھی قرآن خود مدعی ہے کہ اصلِ اصول انبیاء علیہم السلام کا تحریفات دُور کر کے زندہ کرنے والا ہے پھر اگر وہ اصول صابیوں، مجوسیوں، عربوں، یہودیوں، عیسائیوں میں بھی کچھ باقی رہ گئے تھے اور ان کی تحریف دور کر کے قرآن نے اپنے جواہر کو لے لیا تو کیا یہ سرقہ ہے پھر کیا قرآن ان کا سرے سے انکار کرتا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد بناتا جیسا کہ جعلی پیشوایانِ مذہب نے کیا ہے۔

اب ہم تفسیر کلام الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہود کا جس طرح اونٹ کے گوشت اور دودھ کھانے پینے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض تھا اسی طرح وہ کعبہ کی بابت اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپؐ نے تمام انبیاءؑ کا قبلہ اور سب سے قدیم بیت المقدس ترک کر کے جاہلوں کا کعبہ اختیار کیا ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا ذکر بھی آگیا

[1] غالباً یہ امیّہ کی تحریف ہے۔ منہ

تھا اس لئے کعبہ کا بھی آیا کرلے یہود! جو گھر دنیا میں خدا کی عبادت اور رہنمائی اور برکت کے لئے بنائے گئے ہیں ان سب سے اوّل وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے یعنی کعبہ۔ اس کو خاص آدمؑ نے پھر ان کے بعد ابراہیمؑ نے بنایا ہے اور بیت المقدس کو سلیمانؑ نے جو ان کی ذریت میں اور ان سے سیکڑوں برس بعد ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں ہزاروں برکتیں اور خدا کی نشانیاں اب تک موجود ہیں سوائے روحانی برکت کے یہاں ظاہری برکات بھی بہت سے ہیں منجملہ ان کے مقامِ ابراہیم^ف اور یہ کہ جو وہاں بصدقِ دل جاتا ہے دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے نجات اور امن پاتا ہے۔[له] اس لئے آج تک کسی بادشاہِ قاہر کی یہ مجال نہیں ہوتی وہ کعبہ پر چڑھ کر آیا اور اُس کو گرا دیا ہو اور لوگوں کو قتل کیا ہو اور جو کوئی ایسا آیا جیساکہ ابرہہ شاہ حبش تو اُس کو خدا تعالےٰ نے غارت کردیا برخلاف بیت المقدس کے کہ اس کو بارہا بختِ نصر وغیرہ بادشاہوں نے ڈھایا اور وہاں کے زن و مرد کو قتل کیا اس لئے جو کوئی زادِ راہ رکھتا ہو اُس پر وہاں عمر بھر میں ایک بار جانا ضروری ہوا یعنی فرض ہے اور جو کوئی اس کے دربار میں حاضر ہونے سے سرتابی کرے تو خدا تعالےٰ کو بھی کسی کی پروا نہیں ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

(اے نبیؐ) کہدو لے اہلِ کتاب! کس لئے اللہ کی آیتوں کا انکار

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا

کر رہے ہو، اور اللہ کے روبرو ہے جو کچھ بھی

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

تم کر رہے ہو۔ (اور) کہدو لے اہلِ کتاب! کیوں

تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

ایمان لانے والوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہو جان بوجھ کر

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا

اس میں کجیاں پیدا کرتے ہو اور تم گواہ ہو، اور

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا

خدا تو تمھارے کام سے ہرگز غافل نہیں۔ ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا

والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کا

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ

بھی کہا مانوگے تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ

ہی بنا کر چھوڑیں گے۔ اور تم کیونکر

تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ

کافر ہو جاؤ گے حالانکہ تم کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سنائی

اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

جاتی ہیں اور تم میں اُس کا رسول بھی موجود ہے اور جو کوئی خدا پر

بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ١٠

پورا بھروسہ کرلیتا ہو وہ بیشک راہِ راست کی طرف ہدایت کیا گیا ہے۔

ترکیب

لم تکفرون سے متعلق ہے اسی طرح لم تصدّون سے۔ عن سبیل اللہ تصدّون سے متعلق ہے من آمن تصدّون کا مفعول تبغونہا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے کیونکہ یہ مذکر اور مؤنث ہے عوجا حال ہے۔

تفسیر

جب کہ اہلِ کتاب کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا اور دلائل

[له] یعنی وہاں جانے سے امن عذابِ اُخروی سے ہوتا ہے ۱۲ ف مقامِ ابراہیم کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس پتھر کو کہتا ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی دیواریں چُنیں تھیں وہ یادگار اب تک موجود ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تمام حرم مقامِ ابراہیم ہے یہاں ابراہیمؑ نے مقام کیا تھا ۱۲ حقانی

تمام ہو چکے تو اب بطور نتیجہ کے ان کو فرماتا ہے کہ تم خدا کی آیات، معجزات اور بشارات کا کہ جو اب تک پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں کیوں انکار کرتے ہو اور ایسے لغو شبہات سے بشارات میں تاویل کر کے کس لئے ایمانداروں کو خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو؟ اور کیوں دینِ حق میں عیب لگاتے ہو؟ حالانکہ دل میں برحق جان رہے ہو تمہاری اس حیلہ بازی اور مکاری سے خدا تعالیٰ غافل نہیں تم کو ضرور سزا دے گا۔ جب یہودِ مدینہ ہر طرح سے عاجز آگئے اور مسلمان اُن کے دھوکے میں نہ آئے تو ایک اور تدبیر نکالی وہ یہ کہ مدینہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے بنی اوس اور بنی خزرج دو قبیلوں میں ایک سو بیس برس سے باہم عداوت چلی آتی تھی، باہم لڑائیاں اور سخت خونریزیاں ہوا کرتی تھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان میں ملاپ اور محبت ہو گئی اور اخوتِ اسلامی قائم ہو گئی۔

بعض یہودیوں نے ایک روز ان کی مجلس میں جا کر جاہلیت کی لڑائی کا ذکر چھیڑ کر پرانے زہر آلود وقائع یاد دلا دیئے اور ہر ایک قوم کے دل میں پھر وہ حرارت جوش مارنے لگی قریب تھا کہ باہم تلوار چلے اتنے میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی آپؐ نے ان کو سمجھایا اور پھر ہر ایک کو گلے ملا دیا جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے مسلمانو! تم ان اہلِ کتاب میں سے اگر کسی کا بھی کہنا مانو گے یا اُن کے اعتراضِ بیہودہ کی طرف متوجہ ہو گے تو تم کو وہ دین سے برگشتہ کر دیں گے اور تعجب ہے کہ تم باوجود آیاتِ الٰہی سننے کے اور رسول کی صحبت پانے کے کفر اختیار کرو گے سو تم کو لازم ہے کہ یقین کامل دل میں اور عقیدتِ خاص پیدا کر کے رحمتِ الٰہی کا دامن ہاتھ میں مضبوط تھام لو تاکہ سیدھے رستہ چلے جاؤ۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ قوی ایمان کس کا ہے؟ کہا غریب بڑھیوں کا کہ جن کو بلا دلیل خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمانِ کامل ہے سو ایسے لوگ کسی کی اگر مگر میں نہیں آتے نہ شیطان کے وسوسہ توہمات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی شمشیرِ یقین تمام شبہات و شکوک شیاطین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ حقیقت میں یہ خوب ایمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ
ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا
تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۰۲)
حق ہے اور مسلمان ہی رہ کر مرنا۔
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا
اور سب مل کر خدا (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو اور الگ
تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
الگ نہ ہو جاؤ اور خدا کا احسان یاد کرو جو تم پر ہے (وہ یہ کہ)
اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ
جب تم میں باہم دشمنی تھی تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ
اب تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ حالانکہ تم جہنم
عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ
کے کنارے پر پہنچ چکے تھے پھر اس نے تم کو اس سے

ف قبل از اسلام قبیلۂ اوس و خزرج انصارِ مدینہ کے دو گروہوں میں صدیوں سے لڑائی چلی آتی تھی طرفین کے ہزارہا لوگ مارے گئے تھے اس کو کنایۃً کنتم علٰی شفا حفرۃ من النار سے تعبیر کر کے بتایا گیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کے برکت قدوم سے ان میں بھی میل ملاپ ہو گیا اور اس میں ایسی سخت خونریز قوم بھائی بھائی بن گئی۔ خدا تعالیٰ اس نعمت کو یاد دلاتا ہے جس کے سبب سے دینی و دنیوی برکات نازل ہوئیں، اتفاق باہمی نفسانی خواہشوں سے جاتا رہتا ہے۔ نبوت نے روحانی اثر سے نفسانیت بالکل نیست و نابود کر دیا تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بیّن و بدیہی معجزہ تھا کہ صدیوں کے نفاق کو رفع کر کے ان میں بھائی چارہ کرا دیا ۱۲ حقانی

مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

بچالیا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی آیتیں اس طرح سے بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ

تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور تم میں سے ایک ایسی

اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ

جماعت بھی ہونی چاہیئے کہ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ

باتیں بتایا کرے اور بری باتوں سے منع کیا کرے،

وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور یہی فلاح بھی پانے والے ہیں؛

ترکیب

اخوانا خبر ہے اصبحتم کی اور یہ جمع اخ کی ہے کنتم کا اسم ضمیر۔ علیٰ شفا الخ خبر شفا بالفتح اس کے معنے کنارہ کے ہیں اس کا تثنیہ شفوان آتا ہے ولتکن کان تامہ منکم اس کے متعلق امۃ اسم یدعون الخ اس کی صفت ؛

تفسیر

باہمی نقیض و عداوت کے اسباب کا قلع قمع کر کے اتفاق اور باہمی محبت کی تاکید کرتا ہے اور اُس نااتفاقی کے زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو جہنم کا گڑھا تھا اور جس کے کنارے پر لوگ پہنچ گئے تھے قریب تھا کہ گر کر ہلاک ہو جائیں لیکن خدا تعالیٰ نے اُس سے نجات دی نبی علیہ السّلام کی برکت سے آپس میں ایسی محبت ہو گئی کہ بھائی بھائی ہو گئے پھر اُس کے خیر و برکات دُنیا اور دین میں بے شمار ظہور میں آئے۔ دنیا کی تمام سرسبز سلطنتیں اُن بھوکے ننگے عرب کے اُونٹ بکری چرانے والوں کے ہاتھ میں آگئیں اور دین میں بھی تمام بنی آدم کے ہادی اور رہنما بن گئے۔ اِس نعمت کی طرف اشارہ کر کے حکم دیتا ہے کہ اس کو یاد کرو کہ تمہاری کیا حالت تھی کیا ہو گئی؟ یہ اتفاق بلکہ تمام عرب بلکہ رُوئے زمین کے نیک لوگوں کا اتفاق اس لئے قائم ہوا کہ نبی علیہ السّلام کی برکت سے اُن پر تجلّی ذاتی ہوئی سب کا مقصود اور مشرب وصالِ معبودِ حقیقی متحد ہو گیا اور جب تک کہ سب کو کوئی ایک غرض مجتمع نہیں کرتی اتفاق نہیں ہوتا سو یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ تمام درندوں کو بھائی بنا دیا۔ پھر آیندہ اس سلسلۂ برکت کے جاری رکھنے کے لئے تمام امت کو بطور فرضِ کفایہ حکمِ عام دیتا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی رہنا چاہیئے کہ جو لوگوں کو نیک باتوں کی تعلیم کیا کریں بری باتوں سے منع کیا کریں اچھی باتوں کا حکم دیا کریں یہ خاص لوگوں کا گروہ ہے جو نبی علیہ السّلام کے نائب ہیں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریوں نے بڑی محنتیں اُٹھا کر دُور دراز تک دین پھیلا دیا تھا مگر صحابہ رضؓ نے اس سے بھی بڑھ کر کر دکھایا جس کی تواریخ شہادت دے رہی ہیں۔ اس آیت میں چند حکم ہیں (۱) یہ کہ جہاں تک اُس سے ڈرنے کا حق ہے ڈرو۔ اوّل اسیر ڈھی یہی ہے۔ محققین کے نزدیک حق ڈرنے کا یہ ہے کہ اُس کی ذات میں اپنی ذات کو اور صفات میں اپنی صفات کو نیست کردے۔ (۲) یہ کہ مرتے وقت تک اسلام پر قائم رہنا۔ (۳) سب مل کر خدا تعالیٰ کی رسّی کو پکڑ لو۔ رسّی سے مفسّرین نے مختلف معنے مراد لئے ہیں کسی عہدِ ازلی، کسی نے قرآن، کسی نے دینِ اسلام، مدعیٰ واحد ہے (۴) یہ کہ اختلاف نہ کرنا۔ اختلاف سے تائیدِ ربّی دُور ہو جاتی ہے (۵) تم میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا قائم رہے جو لوگوں کو دین کی رہنمائی کیا کرے، بری باتوں سے منع کرے اس لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کا شیوہ ہے۔ جب تک یہ رہا دین میں ترقی رہی ؛

[illegible]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَ

اور تم ان جیسے نہ ہو جانا کہ جو متفرق اور

اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

مختلف ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس (روشن) آیتیں آ چکی تھیں۔

وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ

اور انھیں کو عذاب عظیم بھی ہے جس دن کہ

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

کچھ منہ تو سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ ہو جائیں گے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ

سو جن کے منہ سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جاوے گا)

أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے (لو اب) کفر کرنے کے

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ

بدلہ میں عذاب کا مزا چکھو اور جن کے منہ

ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ

سفید ہوں گے سو وہ رحمتِ الٰہی میں ہوں گے۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ آيَاتُ

وہ اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ

آیتیں جنھیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ

يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي

تو جہان پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور (یوں تو) جو کچھ کہ آسمانوں

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى

میں اور زمین میں ہے اللہ تم ہی کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۱۰۹﴾

ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں۔

اختلاف باہم اور تفرقہ جماعت حرام ہے

ع ۸ / ۱۱

ترکیب

یوم ظرف ہے عظیم کا یا لہم کا یا اذکر محذوف کا فاما الذین جواب اما کا محذوف ای فیقال لہم اکفرتم اور آ توبیخ کے لئے ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔

تفسیر

جب کہ اگلی آیت میں باہمی اتفاق کا حکم دیا اور اس اتفاق قائم رکھنے کے لئے ایک جماعت ناصحین کا قائم ہونا فرض کیا تو اس جگہ اختلاف سے تاکیداً منع فرمایا جس طرح اس حکم کو اوّلاً اتقوا اللہ کہہ کر محکم کیا تھا اسی طرح بعد میں لہم عذاب الیم اور آخرت میں سیاہ روئی سے ڈرایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ادنے ادنے چیزوں کے اجتماع میں خدا تعالیٰ نے برکت رکھی ہے دیکھئے جب چند بالوں کو باہم ملا لیتے ہیں تو وہ کمزور بال مل کر کیا مضبوط رسّا بن جاتے ہیں اور جب متفرق اینٹ پتھروں کو باہم مجتمع کر لیا جاتا ہے تو کیسی مضبوط دیوار بن جاتی ہے پھر سب سے اشرف المخلوقات انسان پھر ان میں سے اہلِ ایمان کے اتفاق کے تو کیا کہنے ہیں جن کی مجتمع روشنی عالم کو کس قدر متوّر کرتی ہے چونکہ صحابہ رضی نے پورا پورا اس حکم پر عمل کیا تھا اُن کے مقدّس مذہب کی روشنی تھوڑے سے دنوں میں دنیا کے کناروں تک پھیل گئی جس سے خدا تعالیٰ کی نافرمان سلطنتیں اور سرسبز حکومتیں اُن کے ہاتھ میں آ گئیں۔ (اب اختلاف کا بدنتیجہ بھی دیکھ لیجئے، دنیا کی ذلّت و خواری آخرت میں عذاب الیم) پھر اس حکم کو کس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ بیان سے باہر ہے یعنی اے ایماندارو! تم یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف نہ ہو جاؤ جن کے پاس خدا تعالیٰ کی آیتیں اور ہدایتیں آئیں باوجود اس کے اپنی خواہش نفسانی سے دین میں اختلاف کیا اور سینکڑوں فرقے ہو گئے۔ ایک دوسرے

لہ ہر کام کا سلسلۂ اسباب اسی کی طرف جاکر منتہی ہوتا ہے ۱۲ منہ

کی تکذیب کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کے تھوڑے ہی دنوں بعد انجیل جاتی رہی اور یہی حال یہود کا ہوا پھر انجام نوبت کفر تک پہنچی جس کا ثمرہ ان کے لئے عذاب الیم ہوگا جس روز کہ کچھ لوگوں کے منہ منور ہوں گے اور کچھ سیاہ ہوں گے یعنی قیامت کے روز پھر جن کے منہ منور ہوں گے وہ ہمیشہ رحمت یعنی جنت میں رہیں گے اور کفار روسیاہ سے جہنم میں ملائکہ پوچھیں گے کہ تم کو خدا تعالیٰ نے نور بصیرت عطا کیا تھا پھر مطلوب حقیقی کو چھوڑ کر کیوں کفر میں پڑے اپنے اپنے مقاصد شہوانیہ کو کیوں مطلوب بنایا۔ لو اب اس کا مزہ چکھو یوں تو زمین و آسمان کی سب چیزیں خدا تعالیٰ کی مملوک ہیں وہ جو چاہے کرے مگر وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اپنے کئے کا ثمرہ اٹھانا پڑتا ہے یہ احکام الٰہی ہیں جن کو فرشتہ اے نبیؐ! آپ کو سناتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

(مسلمانو!) تم اچھی جماعت پیدا کئے گئے ہو (اس لئے کہ تم) لوگوں کو

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

اچھی باتیں بتایا کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کیا کرتے ہو اور

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ

تم اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان

الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ

لاتے تو ان کے لئے بھی بھلا ہوتا (مگر) کچھ تو ان میں سے

الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (۱۱۰)

مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ

وہ تم کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے مگر (یونہی) کچھ ستائیں۔ اور اگر

يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ۚ ثُمَّ لَا

تم سے لڑیں گے بھی تو تم کو پیٹھ ہی دیں گے پھر ان کو فتح

يُنْصَرُونَ (۱۱۱) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

نصیب نہ ہوگی۔ ان پر ذلت ڈال دی گئی ہے

أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَ

جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے تو صرف اللہ اور

حَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ

لوگوں کی پناہ سے پائے جائیں گے اور وہ خدا تعالیٰ کا

مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ

غضب حاصل کر چکے ہیں اور ان پر مفلسی ڈال دی گئی ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ

یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے

اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ

تھے۔ اور ناحق (ناروا) نبیوںؑ کو مار ڈالتے تھے۔

ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (۱۱۲)

یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔

ترکیب

کنتم اس کا اسم انتم خیر امۃ خبر ای فی علمی وقیل صرتم کان زائدہ ہے ای انتم خیر امۃ اخرجت الخ امت کی صفت الا اذی کا استثناء اشیاء محذوف سے ہے۔

تفسیر

اول فرمایا تھا کہ جن کے منہ روشن ہوں گے وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے یہاں اس کی وجہ اور علت فرماتا ہے کہ یہ نورانیت تم کو اس لئے حاصل ہوئی کہ تم دنیا میں کمال اور درجہ سعادت حاصل کر چکے ہو برخلاف اہل کتاب کے کہ ان کو یہ سعادت نصیب نہیں اگرچہ کسی قدر ان میں ایماندار ہیں مگر اکثر تو فاسق و فاجر ہیں سو اس اتفاق کی بدولت وہ تم کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے مگر کچھ زبانی طعن و تشنیع سے دل شکنی کریں تو کریں اور جو تم سے لڑیں گے

بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بالخصوص یہود تو اپنے ذلیل و خوار ہوں گے کہ دنیا میں اُن کو بغیر پناہِ الٰہی یعنی ذمّی بننے کے اور بغیر امن لوگوں کے چارہ نہ ہوگا۔ یہ اُن کی سرکشی اور نافرمانی اور کفر اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آیا چنانچہ قرونِ سابقہ میں ہر قوم پر اسلام نے غلبہ پایا۔

پیشین گوئی

یا یوں کہو کہ انسان جس طرح باہم صورتوں میں مختلف ہیں اسی طرح اختلافِ آراء و اختلاف خواہش اُن کی فطرت میں خمیر کیا گیا ہے جس کی اصلاح کے لئے دنیا میں انبیاء علیہم السلام آتے۔ اپنے عہد میں سب کے سربند آنحضرت علیہ السلام تھے بعد میں قیامت تک اپنا قائم مقام اجماعِ امت قائم کیا کہ جس طرف جمہور امت ہو وہ حق اور سب کا مرکز ہے تمام اختلاف کا فیصلہ اسی پر ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے احادیثِ صحیحہ میں جماعت سے الگ ہونے والے کے لئے سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اُس نے اسلام کی رسّی اپنے گلے سے نکال ڈالی، مشکوٰۃ۔ اور اجماعِ امت کے برحق ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ امت میں کوئی خوبی اور عصمت ہو اس لئے فرمایا کہ تم اے امّتِ محمدؐ! اچھی امت ہو علاوہ اپنی تکمیل کے تم اوروں کے بھی ہادی اور معلّمِ خیر ہو تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر میں قوّتِ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے و تؤمنون باللہ میں قوّتِ نظریہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی لئے نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور میری امت کبھی گمراہ نہ ہوگی، رواہ ابن ماجہ۔

اجماع امت [illegible]

ف حبل رسّی۔ خدا تعالیٰ کی رسّی سے مراد اسی کی طرف کا امن ہے جو ماتحتِ اسلام کو حاصل ہے اور لوگوں کی رسّی وہ عہد و پیمان جو لوگ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں۔

لَيْسُوا سَوَآءً ۗ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ

وہ سب برابر نہیں (کیونکہ) اہلِ کتاب میں سے ایک جماعت سیدھے

قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ

رستہ پر بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں رات بھر پڑھتے اور سجدہ

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

کرتے رہتے ہیں　اللہ تعالیٰ پر　اور قیامت کے

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

دن پر ایمان رکھتے ہیں　اور اچھی باتیں بتلاتے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں　اور نیکیوں میں

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾

دوڑ پڑتے ہیں۔　اور وہی نیک بھی ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ

اور وہ جو کچھ نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہ ہوگی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو (خوب) جانتا ہے۔　بیشک جنھوں نے

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

کفر اختیار کیا ہے اُن کا مال　اور ان کی

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَ

اولاد ان کو اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہ بچا سکے گی۔　اور

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

وہ دوزخی ہیں　وہ اس میں ہمیشہ

خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾

رہا کریں گے۔

ترکیب

لیسوا کا اسم ضمیر سواء خبر امۃ موصوف قائمۃ صفت مجموعہ مبتدا من اہل الکتاب خبر یتلون اور یؤمنون وغیرہ حال بھی ہوسکتے ہیں اور جملہ مستانفہ بھی

ف آناء جمع اِنًا مثل معًی و امعاء بمعنے ساعت و وقت ۱۲ منہ

یکفروہ اس کا تعدیہ دو مفعولوں کی طرف ہے یعنی حرمان کی وجہ سے۔

تفسیر

پہلی آیت میں اہلِ کتاب کی نسبت یہ تھا منہم المؤمنون واکثرہم الفاسقون یہاں اُس جملہ کے زیادہ تر تشریح فرماتا ہے تاکہ اہلِ کتاب کو بھی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو کہ سب اہلِ کتاب بھی برابر نہیں ان میں بھی ایک گروہ ایسا ہے کہ جو سیدھے رستہ پر ہے وہ رات بھر آیاتِ الٰہی پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور اُن کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے اور بُری باتوں سے منع بھی کیا کرتے ہیں (جیساکہ یہود میں سے عبداللہ بن سلام رضؓ وغیرہ اور عیسائیوں میں سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ارکانِ دولت اور کلیسیا عرب کے عیسائی) اور وہ نیک بات میں جلد دوڑ پڑتے ہیں اُس کے اختیار کرنے میں اُن کو رسم اور حبِ مال و جاہ مانع نہیں آتی۔ (چنانچہ ان لوگوں نے جب اسلام کے انوار کی تجلّی دیکھی اسی وقت بصدقِ دل اس کو قبول کرلیا) سو یہی لوگ نیک اور دیندار ہیں آئندہ جو کچھ وہ نیک کام کریں گے یا جو کچھ کر چکے ہیں خدا تعالیٰ اُن کی ناقدری نہ کرے گا ضرور جزائے خیر دے گا۔ اور جو ان اوصافِ حمیدہ سے خالی ہیں گو وہ برائے نام عیسائی یا موسائی یا مجاور خانہ کعبہ قریش ہی کیوں نہ ہوں اُن کا مال اور اُنکی اولاد بھی اُن کے کچھ کام نہ آئے گی۔ اُن کو بڑا غرور اور ناز ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلِ کتاب کا اصل طریق منجانب اللہ اور الہامی ہے سو تمام قوم کبھی ایسی نہیں ہوتی کہ جن کو دینداری اور پرہیزگاری کا خیال نہ ہو بالخصوص ان میں سے باخدا لوگ تو ضرور شب بیداری اور نیک کاموں میں کوشش کرنا اور خدا تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لاکر دنیا اور اُس کے تجملاتِ فانیہ پر دل نہ دھرنا اپنا شیوہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اہلِ کتاب میں ایسے خداترس لوگ موجود تھے جنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں کوئی حیلہ اور حجت نہ کی اور یہی اس آیت کا شانِ نزول ہے۔

باانصاف طبیعتوں اور اسلام میں ایک جذب مقناطیسی ہے اس لئے چند روز میں بے شمار قومیں اس مذہب میں آگئیں اور آتی جاتی ہیں۔ آج کل کے عیسائی بالخصوص پراٹسٹنٹ تو شب بیداری اور عبادت و ریاضت اور دعا کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کا دستور تھا سب ترک کر بیٹھے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ
جو کچھ کہ وہ اس زندگانی دنیا میں خرچ کرتے ہیں (اس کی مثال

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ
اس ہوا کی سی ہے کہ جس میں برفی ٹھر ہو وہ ان لوگوں کی کھیتی پر

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ
پڑکر کہ جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے برباد کردے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ
اور اللہ تعالیٰ نے تو ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی

يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اے ایمان والو! کسی غیر کو اپنا رازدار نہ

تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ
بناؤ وہ تمھاری خرابی میں کچھ کمی نہیں

خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ
کرتے۔ چاہتے ہیں کہ تم پر کوئی آفت آئے۔ اُن کے منہ سے عداوت

الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي
ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ اُن کے

صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت ہی بڑھ کر ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو تمہارے

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

لئے ہم نے کھلی کھلی نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ دیکھو تم تو ان سے

اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ

محبت کرتے ہو اور وہ تم سے بالکل محبت نہیں رکھتے اور

تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ اور جب تم سے ملتے ہیں تو

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ

کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے۔ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ کے

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا

مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں، کہدو کہ اپنے غصہ میں مر رہو

بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

بے شک جو کچھ دلوں میں ہے خدا اس کو خوب جانتا ہے۔

ترکیب

مثل مبتدا کمثل ریح خبر اصابت الخ صفت ہے ریح کی بطانۃ مفعول ہے لاتتخذوا کا من دونکم فعل سے متعلق ہوکر صفت ہے بطانۃ کی اسی طرح لایالونکم خبالا تمیز ہے علیکم مفعول عضوا الانامل مفعول ثانی۔

تفسیر

پہلی آیت میں تھا کہ کفار کو ان کا مال کچھ نفع آخرت میں نہ دے گا اس پر شبہ گزرتا تھا کہ کیوں نہ دے گا حالانکہ وہ غریب یتیم فقیر بے کس کو بہت دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ان کے صرف کرنے کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کوئی کھیتی کرے یا باغ لگائے پھر اس کو ہوا اور پالا مار جاوے اور وہ خراب ہو جائے۔ اسی طرح ان کا لیا دیا بیشک کھیتی اور آخرت کے لئے باغ ہے کہ جس سے انتفاع کی امید کامل ہے مگر ان کے کفر کی تند ہوا برف آلود اس کو نیست و نابود کر ڈالتی ہے اس میں کچھ ان پر خدا تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا بلکہ کفر کر کے خود انہوں ہی نے اپنے اوپر ستم ڈھایا۔ خیرات کا مدار ایمان و اخلاص پر ہے سو یہ ان میں نہیں۔ اس کے بعد ان سے محبت کرنے سے منع کرتا ہے کہ تم ان کو دلی دوست نہ بناؤ پھر اس کی چند وجوہ بھی ذکر فرماتا ہے کہ (۱) یہ تمہاری مضرت میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں (۲) تم پر مصیبت پڑنے کو دل سے چاہتے ہیں (۳) ان کے منہ سے بعض باتیں نکلتی ہیں اور دلی بغض اس سے کہیں زیادہ ہے (۴) تم ان سے محبت رکھتے یہ تم سے نہیں رکھتے (۵) تم کل کتاب الٰہی پر ایمان رکھتے ہو یہ نہیں رکھتے۔ (۶) جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور تنہائی میں تم پر غصہ کے مارے انگلیاں چباتے ہیں۔ پھر ان سے دوستی کرنا خلافِ عقل ہے۔

فائدہ

بعض کہتے ہیں کہ اس آیت میں منافقین مدینہ مراد ہیں جو اہلِ اسلام سے دلی عداوت رکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ کے یہود مراد ہیں۔ محققین کے نزدیک اس کا حکم عام ہے بطانۃ بطن سے مشتق ہے یہ مصدر ہے اس کا اطلاق ایک پر ہے جماعت پر جب ہوتا ہے جو نہایت رازدار ہوتے ہیں گویا پیٹ میں گھسے ہوتے ہیں سو ایسی دوستی کفار سے مطلقاً حرام ہے۔ خبال بمعنے فساد و نقصان ۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَ

اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو رنج ہوتا ہے، اور

اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ

اگر کوئی تم پر سختی آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔

کفار سے دوستی حرام ہے

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اُن کا مکر تم کو کچھ

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

بھی ضرر نہ دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُن کے سب کام (اپنے) بس

مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ

میں کر رکھے ہیں۔ اور (یاد کرو) جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ

کو لڑائی کے موقعوں پر بٹھلانے لگے تھے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ

اور اللہ (سب کچھ) سن رہا اور سب کچھ جان رہا تھا۔ جبکہ تم میں سے دو گروہوں

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ

نے ہمت ہاری ہی چاہی تھی (مگر سنبھل گئے کیونکہ) اللہ ان کا مددگار تھا۔ اور

عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ

ایمانداروں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اور

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ

اللہ بدر (کی لڑائی) میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم اُس وقت بہت

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ہی کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو (نافرمانی نہ کرو) (ان احسانوں کو یاد کر کے) عجب

ترکیب

واذ اس کا عامل اذکر محذوف ہے من اہلک میں من ابتداء غایت کے لئے تبوّئ حال ہے یہ مفعول ثانی کی طرف بلا واسطہ حرف جرّ متعدی ہے اوّل مفعول اس کا المؤمنین اور ثانی مقاعد۔ ان تفشلا اے بان تفشلا۔

تفسیر

اس جگہ ایک اور وجہ بھی بیان فرماتا ہے کہ اگر تم کو کوئی بھلائی

ف الفشل الجبن۔ التبوءۃ اتخاذ المنزل یقال بوّأتہ منزلا۔ اذلۃ جمع ذلیل والمراد بہ القلۃ ۱۲

پہنچتی ہے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں اور تمہاری تکلیف و مصیبت سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ اگر تم کو کوئی سختی پیش آوے تو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو ان کا مکر تم کو کچھ نقصان نہ دے گا۔

ع ۱۲ ۱۳

اس کے بعد جنگِ اُحد کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے جس میں اشارہ ہے کہ دیکھو تم نے اُس روز صبر اور تقویٰ نہ کیا تو تم پر مصیبت آئی۔ بہت سے صحابہؓ شہید ہو گئے پھر اس سے وہ لوگ دیکھو کس قدر خوش ہوئے اس ناصبری کا نتیجہ یہ مصیبت پیش آئی یہاں تک کہ دو گروہ نے تم میں سے بھاگنے کا قصد ہی کر لیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو باوجود قلّت و ذلّت کے بدر کی لڑائی میں فتحیاب کر چکا ہے۔ اب تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ اُس کی شکرگزاری کرنے لگو جو باعث سعادت و مزید نعمت ہے۔

بدر کی لڑائی میں کفارِ مکہ ہزیمت اٹھا چکے تھے مگر دل میں جوش تھا کہ پھر اہلِ اسلام سے بدلہ لیجئے۔ اس لئے شوّال کی ساتویں تاریخ ہجرت کے تیسرے سال ابو سفیان ایک لشکر کثیر لے کر مدینہ طیبہ پر چڑھ آیا۔ صحابہؓ میں بعض کی یہ رائے ہوئی کہ باہر نکل کر ان سے مقابلہ کرو۔ بعض نے کہا شہر ہی میں رہو اور تیر اندازی کرو۔ آخر اوّل فریق کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع انصار و مہاجرین صبح کو باہر نکلے اور اُحد پہاڑ جو مدینہ سے ۲ دو میل شمال کی طرف ہے اُس کے نیچے جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی گھاٹیوں پر تیر اندازوں کو بٹھانا شروع کیا کہ تم یہاں سے نہ ہلنا تاکہ اس طرف سے کفار ہماری پُشت کی طرف نہ آجاویں اور اُن کا سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو کیا، واذ غدوت الخ کے یہی معنے ہیں پھر جب لڑائی شروع ہوئی اور صحابہؓ نے اُحد کی طرف پیٹھ کر کے مقابلہ شروع کیا تو کفار بھاگ نکلے جب تیر اندازوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی مورچہ چھوڑ کر کفار کے پیچھے پڑ گئے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بلاتے اور منع کرتے جاتے تھے

مگر وہ کب سُنتے تھے۔اس نافرمانی اور بے صبری کی شامت سے یہ ہوا کہ گھاٹی خالی دیکھ کر کفار پیچھے سے آگئے اور تیر برسانے لگے اور کفار آگے سے بھی ٹوٹ پڑے۔عبداللہ بن اُبیّ منافق تو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور مسلمانوں کے بھی پیر اُکھڑ گئے اور قبیلۂ بنو سلمہ خزرجی اور بنو حارثہ اوسی نے بھی بھاگ نکلنے کا قصد کر لیا اور خوب تلوار چلی جس سے بہت سے صحابہ حضرت حمزہؓ وغیرہ شہید ہو گئے مگر معہ چند شخصوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمے رہے یہاں تک کہ ایک پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک پر لگا اور دانت ٹوٹ گیا اور سرِ مبارک میں زخم آیا اور بچانے میں طلحہؓ کا ہاتھ لنجا ہو گیا لیکن پھر جو صحابہؓ نے پاؤں جمایا تو کفار بھاگ اُٹھے۔ اس واقعہ کو خدا تعالےٰ یاد دلاتا ہے کہ جو عدولِ حکمی کا نتیجہ تھا۔ اس ہزیمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل سے ہی خبر دیدی تھی۔ فشل۔نامردی، بھاگنا۔

۱۳ ع ۹ ۴

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ

جب کہ مسلمانوں سے آپ کہہ رہے تھے کہ کیا تم کو یہ کافی نہیں ہے کہ

يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تمھارا خدا تین ہزار فرشتے بھیج کر تمھاری مدد

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَ

کرے؟ کیوں نہیں اگر تم جمے رہو اور (خدا سے) ڈرو اور

يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

دشمن بھی دفعۃً تم پر چڑھ آئیں تو تمھارا خدا تمھاری

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کرے گا جو پلے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہوں گے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى

آموجود ہوں گے۔ اور یہ صرف اللہ تعالےٰ نے تمھاری خوشی

لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ

اور تمھارے دل کے اطمینان کے لئے کیا ہے۔ ورنہ فتح تو اللہ تم

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ

اور (یہ اس لئے کہ) خدا تعالےٰ کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ ڈالے یا

يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ

اُن کو ذلیل کرے کہ وہ نامراد ہو کر واپس جائیں۔ (اے نبیؐ!) آپ کا

لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ

کچھ بھی اختیار نہیں (اختیار تو اللہ ہی کو ہے) چاہے اُنکو توبہ نصیب کرے یا

يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا

اُن کو عذاب دے کہ وہ ناحق پر ہیں۔[1] اور جو کچھ کہ

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ جس کو چاہے

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ (بڑا)

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

بخشنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

اذ تقول ممکن ہے کہ اذ ہمت سے بدل ہو اور ممکن ہے کہ نصرکم کا ظرف ہو لیس لک خبر شئی اسم او یتوب اویعذبہم معطوف ہیں یکبتہم پر یا الامر پر یا شئی پر باضمار ان۔ او الّا ان کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ باوجودیکہ تمھاری حالت نہایت خراب

[1] اُحد کے روز جبکہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ سے آنحضرت علیہ السلام کے سرِ مبارک پر زخم شدید پہنچا اور حمزہؓ وغیرہ بڑے غازیانِ اسلام شہید ہو گئے تو حضرتؐ نے چاہا کہ کفار پر بددعا کریں تاکہ وہ ہلاک ہو جاویں اس امر سے خدا نے منع کیا اور لیس لک من الامر یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ خدا کو مسلمان کر کے اس قوم سے بڑا کام لینا تھا سو لیا ۱۲ منہ

تھی مگر خدا تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں اسبابِ ظاہر کے برخلاف تمہاری مدد کی تھی۔ اب یہاں اُس مددِ غیبی کو یاد دلاتا ہے یعنی مددِ غیبی کا وہ دن تھا کہ جس دن اے نبیؐ! تم مسلمانوں کو تسلّی دے رہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ تم اپنے قِلت اور بے سروسامانی اور کفار کی کثرت اور اسبابِ حرب پر خیال کر کے ہراساں نہ ہو۔ کیا تم کو کافی نہیں کہ خدا تعالیٰ تمہاری تین ہزار فرشتے بھیج کر مدد کرے کیوں نہیں اگر تم صبر کروگے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کروگے اور کفار تم پر جوش میں آکر یا فوراً حملہ کریں گے تو وہ پانچ ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے گا اور یہ ملائکہ کا بھیجنا بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ تم اُسی پر اعتماد کر بیٹھو بلکہ فتح تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے جو زبردست ہے اور حکمت مدِّنظر رکھ کر کام کرتا ہے یہ تو صرف تمہاری دلجمعی کے لئے ہے اور فتح اس لئے دی کہ کفار کی شوکت ٹوٹ جائے۔

واضح ہو کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کو مع قافلہ گرفتار کرنے کیلئے مع تین سو صحابہؓ مہاجرین و انصار باہر نکلے اور ابوسفیان کو خبر ہوگئی تو اس نے مکہ میں کہلا بھیجا وہاں جوش پیدا ہوگیا تخمیناً ہزار آدمی پیغمبر علیہ السّلام کے مقابلہ میں نکلے اور ابوسفیان قافلہ لیکر نکل گیا اور دونوں لشکروں کا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوگیا۔ مگر صحابہؓ ڈرے کہ ہم کو یہ کیا معلوم تھا کہ اتنی فوجِ جرار سے مقابلہ آپڑے گا نہ ہمارے پاس کوئی سامان ہے نہ ہتھیار ہیں، کیا کریں۔ جب اُن کی یہ حالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی تب یہ فرمایا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہزار فرشتے بھیجے جیساکہ سورۂ انفال میں آیا ہے فاستجاب لکم انی ممدکم بالف الآیہ کہ خدا تعالیٰ نے تم کو جواب دیا کہ میں تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کرتا ہوں۔ اور اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر کُتبِ حدیث میں آیا ہے کہ بدر کے روز ملائکہ گھوڑوں پر سوار ہو کر کفّار سے مقابلہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ اور یہ روایتیں بقدرِ مشترک حدِّ تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ جن کا مفصّلاً بیان کرنا متعذر ہے اور نیز اُسی زمانہ میں جب کہ کفار ہزیمت کھا کر مکہ میں واپس گئے تھے تو خود باہم اس بات کے قائل تھے اور اس کو اپنی محفلوں میں نہایت تعجب اور حیرت انگیز قصّہ تصور کر کے بیان کیا کرتے تھے جیساکہ کُتبِ تاریخیہ سے بخوبی ثابت ہے۔

پھر جب جنگ میں یہ مشہور ہوا کہ مکّہ سے اور بڑی مدد آتی ہے تو حکم آیا کہ اگر وہ فوراً یا غصّہ میں بھر کر آویں گے تو ہم تین ہزار بلکہ پانچ ہزار فرشتہ بھیجدیں گے چونکہ اُنکی مدد نہ آئی تو اور فرشتے بھی نہ آئے۔ (تفسیر کبیر)۔

بعض لوگ جیساکہ ابوبکر اصم اور پھر معتزلہ اور ان کے مرید نیچریہ وغیرہم اس مقام پر یہ کہتے ہیں کہ جنگِ بدر میں کیا کسی لڑائی میں بھی فرشتے نہیں آتے تھے۔ دلائلِ عقلیّہ یہ ہیں۔ (۱) ایک فرشتہ تمام ملک کو برباد کرنے کو کافی ہے پھر ہزاروں کی کیا ضرورت تھی؟ (۲) اگر خدا کو فرشتوں ہی سے کام لینا تھا تو صرف ملک الموت کافی تھا یعنی وہ آپ ہی سب جہان کے کافروں کی روح قبض کرلیتا بلکہ اگر ایسا ہی ہے تو اُس نے کافر پیدا ہی کیوں کئے؟ (۳) ملائکہ اگر اجسام کثیفہ تھے تو ضرور سب کو نظر آتے اور مسلمانوں کی جماعت کے تین سو آدمیوں کو دکھائی دیتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اور اگر اجسام لطیفہ تھے تو اُن میں طاقت ہی کیا تھی جو کسی کو قتل کرتے۔ دلائلِ نقلیہ ان آیات میں جو اس مقام پر وارد ہیں کہیں یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرشتے بھیجے بلکہ رسول کا قول نقل کیا ہے کہ جو بوقت جنگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خدا تعالیٰ پر توکّل کرنے کیلئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بھی کرسکتا ہے (۴) کفّار نے بارہا استدعا کی کہ فرشتہ ہی کیوں نہ خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا مگر اُن کی استدعا قبول نہ ہوئی اور نہ ایسا کسی جگہ پہلے

بدر میں ملائکہ کے نازل ہونے کی بحث

معاملہ گزرا ہے نہ یہ باتیں ممکن ہیں بلکہ نیچر کے برخلاف ہیں۔ ان دلائل کا یہ جواب ہے (۱) اگرچہ ایک فرشتہ کافی تھا بلکہ اُس کی بھی کیا ضرورت صرف خدا تعالیٰ کا کُنْ کہنا ہی کافی تھا مگر ہزاروں فرشتوں کا بھیجنا صرف اہلِ اسلام کی تقویتِ قلبی اور تقویتِ ایمان و اعتقاد کے لئے تھا تاکہ ان کو یہ معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ اپنے مخلصین کی یوں بھی مدد کر دیا کرتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے: وما جعلہ اللہ الا بشرٰی لکم ولتطمئن قلوبکم بہ ؛ اور لفظ جعلَ جو ماضی ہے اپنے حقیقی معنے کے اعتبار سے اس امر کے وقوع پر دلالت کر رہا ہے (۲) اس کا بھی یہی جواب ہے کہ کافروں کے پیدا کرنے اور ملائکہ کے بھیجنے میں مباینت ثابت کرنا رسالت کا انکار کرنا ہے کیونکہ منکر کہہ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ نے رسول بھیجے تھے تو سرے سے کافر ہی کیوں پیدا کئے تھے (۳) ملائکہ اگرچہ اجسام لطیفہ ہیں مگر جب چاہتے ہیں اجسام کثیفہ میں یعنی انسان کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں چنانچہ بدر میں ایسا ہوا اور بیشک وہ لوگوں کو نظر آئے یہ بات کہ سب کو یکساں کیوں نظر نہ آئے کچھ بات نہیں۔ دیکھئے بائبل میں سینکڑوں جا ہے کہ فرشتہ ایک شخصِ خاص کو نظر آیا اوروں کو نہیں دکھائی دیا اور اس کا سِرّ ہم مقدمۂ کتاب میں بیان کر آئے ہیں دلائل نقلیہ کا جواب یہ ہے یہ کہنا (کہ فرشتوں کا بھیجنا ثابت نہیں بلکہ صرف وعدہ یا تسلّی ہے) بڑی تعجب کی بات ہے کیونکہ اوّل تو سورۂ انفال میں صاف تصریح ہے فاستجاب لکم الآیۃ کہ خدا تعالےٰ نے ایسا کر دیا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو گی؟ دوم خود انھیں آیات میں لفظ جعلَ وارد ہے اور ضمیر متصل ارسالِ ملائکہ کی طرف پھرتی ہے ورنہ صرف زبانی جمع خرچ ایسی حالت میں کیا اطمینانِ قلب اور بشرٰی ہو سکتا تھا؟ (۲) کفار کی استدعا پر ملائکہ نہ بھیجنے کی وجہ خود قرآنِ مجید میں مذکور ہے وہ یہ کہ اگر ہم بجائے رسولوں کے تمہارے پاس فرشتے بھیجتے تو ضرور وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر آتے پھر جن کو رسولوں پر یہ شبہ ہے اُن کی نسبت بھی وہی شبہ باقی رہتا کہ کیا معلوم یہ فرشتہ ہے یا آدمی ہے یا کوئی جنّ و شیطان ہے۔ علاوہ اس کے اِس بات میں اور اُس بات میں کوئی ملازمہ نہیں کہ جو اس سے اس کی نفی ثابت کی جائے۔ اور یہ کہنا کہ پہلے کبھی فرشتوں سے کام لینا ثابت نہیں سخت بیباکی ہے۔ دیکھئے توراۃ سفر پیدائش کے اُنیسویں باب میں صاف صریح ہے کہ سدوم اور عمورہ میں جہاں کہ لوط علیہ السلام رہتے تھے فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے اور جب وہاں کے اغلامی لوگوں نے لوطؑ پر حملہ کرنا چاہا تو ان فرشتوں نے لوطؑ کو دروازے کے اندر کھینچ لیا اور صبح کو ان بستیوں پر آگ اور گندھک برسایا اور ان کو نیست کر دیا۔ اسی طرح توراۃ وانجیل و دیگر صحفِ انبیاءؑ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے مخلصین کی اعانت اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی سرکوبی کے لئے آئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دیکھو یہ جبرئیلؑ ہے جو گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے مسلّح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ بدر کے روز ایک انصاری نے ایک مشرک پر حملہ کیا اور اس کے پیچھے دوڑا ہنوز اُس کے پاس نہ پہنچا تھا کہ اس پر ایک کوڑا غیب سے پڑا اور یہ آواز آئی کہ اقدم حیزوم کہ گھوڑی حیزوم آگے بڑھ۔ جب جا کر دیکھا تو وہ شخص مرا ہوا تھا اور اُس پر کوڑے کا نشان تھا اُس کا مُنہ پھٹ گیا تھا اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں کہ اُس روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو سوار سفید پوش دیکھے جو بڑی تیزی سے جنگ کر رہے تھے نہ ان کو میں نے پہلے دیکھا تھا نہ پھر وہ مجھے نظر آئے، یعنی جبرئیلؑ و میکائیلؑ۔ اور ممکن ہونا ان باتوں کا ہم نے مقدمہ میں ثابت کر دیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا
مسلمانو! سود نہ کھایا کرو دُگنا چوگنا کر کے
اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ
اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۳۰) وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ

تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اُس آگ سے بچا ڈرتے رہو جو

أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ (۱۳۱) وَأَطِيعُوا اللّٰهَ

کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ کا اور

وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۱۳۲) وَ

رسولؐ کا حکم مانا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے، اور

سَارِعُوٓا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ

خدا تعالیٰ کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا

جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ

عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ (اور وہ)

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (۱۳۳) الَّذِينَ يُنْفِقُونَ

پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ جو فراخی اور تنگی میں (اللہ کی

فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِينَ

راہ) میں دیا کرتے ہیں اور جو غصہ کو دباتے

الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ

اور لوگوں سے درگزر کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ تو

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۱۳۴) وَالَّذِينَ إِذَا

نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ جو کبھی کوئی بےحیائی

فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ

کا کام کر بیٹھتے یا اپنی جان پر ظلم کر لیتے ہیں تو

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

اسی وقت اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں،

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ

اور خدا کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ اور جو کچھ

يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (۱۳۵)

وہ کر بھی لیتے ہیں تو جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۔

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا بدلہ ان کے خدا کی طرف سے بخشش ہے

وَجَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

اور (نیز) ایسے باغ ہیں کہ جن کے تلے بڑی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں

خٰلِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ (۱۳۶)

وہ ہمیشہ رہا کریں گے، اور عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

ترکیب

اضعافاً حال ہے الربوا سے عرضہا جملہ موضع جر میں ہے تقدیر الکلام عرضہا مثل عرض السموٰت۔ اعدت صفت جنت کی ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے الذین ینفقون اور اسی طرح والذین اذا فعلوا اور الکاظمین اور العافین سب متقین کی صفت میں واقع ہیں ذکروا اللہ جواب ہے اذا کا ومن مبتدا یغفر خبر وہم یعلمون حال ہے ضمیر لم یصروا سے۔

تفسیر

پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنی مغفرت اور رحمت کو ذکر کیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان ہمارے قبضہ میں ہے ہم جس کو چاہتے ہیں معاف کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں۔ اس لئے یہاں پیشتر سُود خوری سے منع کیا کیونکہ جب خدا تعالیٰ تمھیں بخشتا اور تم پر رحم کرتا ہے تو تم بھی اپنے زیردستوں پر رحم کر کے ان کو سُود معاف کر دو ظلم نہ کرو۔ دوم جو کچھ ہے خدا کا ہے پھر تم کیوں اُس کے دیئے ہوئے مال کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہو کیوں ناحق معاوضہ لیتے ہو یا یوں کہو دُنیادار سُود خوری وغیرہ مکاسب میں ایسے مستغرق رہتے ہیں کہ گویا اُن کو سدا یہیں رہنا ہے حالانکہ یہ مسافرخانہ ہے جہاں پھر کبھی آنا ہی نہیں۔ اور پیشتر جہاد اور نزول ملائکہ وغیرہ ان باتوں کا ذکر تھا جو دارِ آخرت کا وسیلہ ہے اس لئے یہاں فرمایا کس واہیات کمائی میں پڑے ہو اس کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی مغفرت اور جنّت کی طرف دوڑو۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی

کیا سود میں ڈھونڈھتے ہو اس کو چھوڑو اور خدا کے لشکر میں داخل ہو کر جہاد کرو جس سے دنیا کی سلطنتیں تمہارے پاؤں پر آپڑیں اور آخرت میں بھی بادشاہت ملے۔ اور چونکہ پہلے جہاد کا ذکر تھا اور سود خوری بزدلی پیدا کرتی ہے اس لئے اس کے ذکر میں اس کی ممانعت کرنا بھی عینِ حکمت ہوا۔

عرب میں دستور تھا کہ جب مدتِ معین پر قرضدار روپیہ ادا نہیں کرتا تھا تو قرضخواہ سود کو اصل میں شامل کر کے مہلت دیتا تھا پھر اگلی قسط پر سود اور بڑھاتا تھا جس طرح یہاں سود خور سود کو اصل میں جمع کر کے سود لگا کر دُگنے تگنے کر لیتے ہیں ایسا ہی وہ بھی کرتے تھے اس لئے اضعافاً مضاعفۃً[۱] سے منع کیا اور فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو پھر فرمایا اس آگ سے ڈرو کہ جو کافروں کے لئے تیار ہوئی ہے یعنی جہنم۔ اس میں اشارہ ہے کہ انجام کار سود خوری اور اس پر بے پروائی کا کفر ہے سو جو سزا کافروں کو ملے گی وہی سود خواروں کو۔ پھر فرمایا اللہ تو اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اس کے بعد کنایہ کے طور پر اپنی اطاعت کے ثمرہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنّت کی طرف دوڑو یعنی اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرنا گویا مغفرت اور جنت کی طرف دوڑنا ہے۔

مفسّرین کہتے ہیں مغفرت سے مراد وہ امور ہیں کہ جن سے مغفرت حاصل ہو اور اسی طرح جنت سے مراد وہ امور ہیں کہ جن سے جنت حاصل ہو پھر اس تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں مراد اسلام ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ادائے فرائض، اور حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ اخلاص ابو العالیہؒ کے نزدیک ہجرت کرنا۔ سعید بن جبیرؒ کے نزدیک تکبیرِ اُولیٰ مراد ہے، فرض ترکِ منکرات و ادائے واجبات بھی اس میں سب کچھ آجاتا ہے۔ جنت کی صفت میں ۲ دو باتیں ذکر فرمائیں۔ اوّل یہ کہ اُس کا چوڑان آسمان و زمین کے برابر ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ عرض سے مراد قیمت ہے عرب بولتے ہیں اذا ابعت الشیَ بالشیَ الآخر، عرضتہ علیہ و عارضتہ یعنی جنت کی قیمت آسمانوں اور زمین کی عمدہ چیزوں سے بھی زائد ہے ؎ نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز۔ دراصل یہ ایک سرّ روحانی کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جنت عالمِ قدس ہے اس عالمِ حسّی سے کچھ علاقہ ہی نہیں نہ وہ شہر عدن میں ہے نہ ملکِ شام میں ہے نہ آسمان میں ہے نہ کسی کوہِ ہمالیہ کی چوٹی پر ہے بلکہ یہ تمام آسمان و زمین اُسکی وسعت کے آگے کچھ بھی نہیں کس لئے کہ اُس کا چوڑان اتنا ہے پھر طُول کا تو کیا ٹھکانا ہے پھر وہ آسمان یا زمین میں کیونکر سما سکے۔ ہاں سماوات اور عرش چونکہ لطافت میں عالمِ قدس کے مشابہ ہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ جنت آسمانوں پر دوزخ زمین کے نیچے ہے۔ پھر سارعوا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ عالمِ ارواح طیبات کا حیزِ اصلی ہے جو جسمانی عوائق ہیں اُن کو توڑ اور چھوڑ کر اس طرح دَوڑو کہ جس طرح قفس سے طائرِ خوش الحان اُڑ کر اپنے باغ میں جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیضِ صحبت سے یہ بات ہر صحابی کو میسّر آگئی تھی۔ چنانچہ بدر کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین سے مقابل ہوئے تو صحابہؓ سے فرمایا قوموا الیٰ جنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض کہ اُس جنت کے لئے اُٹھو جس کا چوڑان زمین و آسمان کے برابر ہے۔ یہ سُنتے ہی عمیر ابن حمامؓ صحابی نے کہا اہا اہا۔ اُس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے چھوارے کھانے لگا پھر کہا اتنی دیر میں چھوارے کھاؤں یہ تو بڑا عرصہ ہے، لو جنت ہی میں چل کر کھادیں گے۔ پھر یہاں تک لڑا کہ شہید ہو گیا، رواہ مسلم۔ اسی طرح جنگِ اُحد میں صحابہؓ کو حالتِ وجد پیش آئی۔ جہاد کے موقع پر سارعوا کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جہاد میں تلوار سے اس طائرِ روح کے بند کٹ جاتے ہیں پھر جس کے بعد روحانی سلطنت اور بڑی سیر گاہ اور وسعت اور عالمِ سُرور اور نُور ہے اور شمشیرِ محبتِ الٰہی بھی یہی کام کرتی ہے۔ دوسرا وصف اعدّت للمتقین کہ وہ پہلے ہی سے تیار کی گئی ہے۔ وہاں کے لوگ اور احباب منتظر ہیں پھر للمتقین

ف اضعافاً جمع ضعف لما کان جمع قلۃ والمقصود الکثرۃ اتبعہ بما یدل علی ذلک و ھو الوصف بمضاعفۃ۔ عرضھا المراد وسعتھا بطریق الاستعارۃ ۱۲ منہ

[۱] اس سے کم سود کھانے کی اجازت نہیں نکلتی ہے کیونکہ قید ایک امرِ واقعی کے لئے ہے ۱۲ منہ

میں اشارہ ہے کہ وہ پرہیزگاروں کا گھر ہے جو دولت اور حسب اور نسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد متقین کے چند اوصاف بیان فرماتا ہے تاکہ حقیقی متقی اور ادعائی متقیوں میں فرق ہوجائے متقین کی دو قسم ہیں ایک محسنین دوسرے تابعین، اور احسان کبھی تو دوسرے کو نفع پہنچانے سے ہوتا ہے اور کبھی ضرر نہ دینے سے ہوتا ہے اس لئے (۱) الذین ینفقون فی السراء والضراء فرمایا جس میں نہ مال کی قید ہے نہ جس کو دیا جائے اس کا ذکر ہے بلکہ عام رکھا ہے خواہ اپنے کو خواہ بیگانے کو خواہ زکوٰۃ خواہ صدقہ نافلہ خواہ ہدیہ دیتے ہیں تنگی میں تھوڑا اور فراخ دستی میں بہت خواہ علم و حکمت صرف کرتے ہیں۔ (۲) والکاظمین الغیظ فرمایا کہ اپنے غصہ کو مارتے ہیں کسی سے بدلہ بھی لینا نہیں چاہتے خواہ اپنا ہو خواہ بیگانہ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اقتدار پاکر بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے (۳) والعافین عن الناس یعنی اپنے حقوق کا بھی کسی سے مطالبہ نہیں رکھتے بلکہ درگزر کرتے ہیں۔ اس لئے ان تینوں وصفوں کے بعد واللہ یحب المحسنین فرمایا۔ اس کے بعد (۴) وصف توبہ ہے یعنی اگر ان سے کوئی گناہ از قسم زنا یا اور کوئی کبیرہ صغیرہ بشریت سے ہوجاتا ہے تو وہ تین باتیں کرتے ہیں (۱) خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس کی تجلی سے جو کچھ کثافت روح پر آگئی ہے دور ہوجاتی ہے (۲) اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ (۳) جو کچھ ہوگیا ہے اس پر اڑتے نہیں بلکہ ندامت کرتے ہیں اور آئندہ کو باز آتے ہیں۔ آگے ان کی جزا جنت فرما کر کلام کو اول اسلوب پر لایا گیا۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ[1] فَسِيرُوا فِي
تم سے پہلے (بہت سے) واقعات گزر چکے ہیں۔ زمین میں پھر کر
الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
تو دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام
الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَ
ہوا؟ یہ لوگوں کے لئے بیان ہے اور
هُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوا
پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ اور (اس شکست سے)
وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ
ہمت نہ ہارو اور نہ غم کھاؤ کہ اگر تم سچے مسلمان ہو تو تم ہی غالب ہو کر
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ
رہو گے، اگر تم کو کوئی زخم پہنچ گیا ہے تو
فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ
دوسروں کو بھی ویسا ہی زخم پہنچ چکا ہے۔ اور ان دنوں
الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَ
کو تو ہم لوگوں میں ہرائے پھراتے رہتے ہیں۔ اور
لِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ
(یہ زخم اس لئے پہنچا) کہ خدا کو (خالص) ایمانداروں کو جانچنا اور تم میں سے
مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
بعض کو شہید بنانا تھا۔ اور اللہ کو ستمگاروں سے محبت (ہی)
الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ
نہیں اور (یہ اس لئے بھی کیا) تاکہ ایمانداروں کو
آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ
پاک کرے اور کافروں کو مٹائے۔ کیا تم یہ سمجھے ہو
أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ
ہو کر (یوں ہی) جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تک تو خدا تعالیٰ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ
نے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو

[1] سنن جمع سنۃ بمعنی طریقۂ مستقیمہ جس سے مراد واقعہ ہے جو طریقہ طبیعہ پر گزرتا ہے ۱۲ منہ

[2] احد کی لڑائی میں بعض مسلمانوں کی سوء تدبیری اور خدا و رسول کی نافرمانی سے شکست ہوگئی تھی جس میں حضرت حمزہؓ وغیرہ ستر صحابی کے قریب شہید ہوگئے تھے۔ اس پر منافق لوگ طعنہ دے کر مسلمانوں کو رنج دلاتے اور ہمت ہراتے تھے۔ ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو نصرت و فتح کا وعدہ دے کر مضبوط کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ (باقی ص ۹۴ پر)

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

جانچا بھی نہیں۔ اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (خدا کی راہ میں)

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ ۱۴ ع ۱۴ ۵

مرنے کی آرزو کیا کرتے تھے سو اب تو تم نے اس کو

رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

آنکھوں سے دیکھ لیا (تو اب کیوں جی چُراتے ہو؟)

ترکیب

من قبلکم خلت سے متعلق ہے ولا تہنوا ماضی وہن سے ہے و حذف ہے کیونکہ وہ کسرہ اور ی کے بیچ میں آگیا تھا۔ الاعلون، اس کا مفرد اعلیٰ ہے التقائے ساکنین کی وجہ سے الف حذف کرکے اس کا یادگار فتحہ چھوڑ دیا گیا ہے قرح مصدر قرحۃ بمعنے زخم ہے اور قُرح بالضم زخم۔ تلک مبتدا الایام خبر نداولہا جملہ حال ہے ولیعلم معطوف ہے محذوف پر ای نداولہا لیکون کیت وکیت ولیعلم اللہ تاکہ معلوم ہو کہ اس گردشِ ایّام کی چند علّتیں ہیں منجملہ اُن کے یہ اور یہ ہے ولیمحص معطوف ہے ولیعلم پر ام منقطعہ بمعنے بل۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالےٰ نے عالمِ آخرت کی رغبت اور جنّت کا شوق دلایا اور جہاد پر جو اصلاحِ عالم کا باعث ہے آمادہ کیا تو یہاں پیشتر دنیا اور اہلِ دنیا کی بے ثباتی بیان فرمائی کہ تم سے پہلے کیا کچھ دنیا پر گزر چکا ہے۔ دنیا میں پھر کر دیکھو کہ فرعون وغیرہ سرکش لوگ کہاں گئے اُن کے نعیم و ناز خاک میں مل گئے انجام کار پرہیزگاروں نے فلاح پائی انبیاءؑ اور ان کی جماعت ہمیشہ کافروں سے لڑتے آئے ہیں۔ اس کے بعد اُس واقعہ کی طرف توجّہ کرتا ہے جو جنگِ اُحد میں گزرا ہے (یعنی وہ جو کچھ مسلمانوں کو ہزیمت اور مصیبت پہنچی تھی اُس پر منافق ہنستے اور ایماندار دل میں آزردہ ہوتے تھے) کہ اگر تم کو کچھ زخم پہنچا ہے تو اس پر کچھ غم نہ کھاؤ نہ سُستی اختیار کرو کیونکہ اس سے پیشتر جنگِ بدر میں تم اُن کو ہزیمت اور زخم دے چکے ہو دنیا میں زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ کبھی رنج ہے کبھی راحت۔ ہم لوگوں میں زمانہ کو یوں ہی اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں مگر انجام کار تم ہی غالب ہوگے بشرطیکہ ایمان پر قائم رہو۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آیا۔ عرب کیا مشرق سے مغرب تک بڑے بڑے ملک صحابہؓ کے ہاتھ میں آگئے ایمان کی بدولت پھر اس اُحد کی شکست میں کچھ حکمتیں ہیں اُن کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اس میں ایک تو ایمانداروں کا امتحان مقصود تھا۔ دوم یہ کہ تم میں سے بہت لوگ عالمِ آخرت اور شہادت کے مشتاق تھے ان کو شہادت دینی تھی۔ سوم یہ کہ جو خالص مسلمان ہیں وہ اس معرکہ میں پڑ کر پاک ہوجاویں اور کفّار مخالفین مِٹ جائیں۔ کیونکہ ہمیشہ سے حق کی یہ تاثیر ہے کہ جہاں کہیں اس کی جماعت کا خون بہا وہیں وہ ایک نیا رنگ لایا۔ غیرتِ الٰہی جوش میں آئی۔ پھر جو لوگ کفار میں قابلِ اصلاح ہوتے ہیں ایمانداروں کی جماعت میں داخل ہوجاتے ہیں اور باقی لوگوں پر غیب سے وہ مار پڑتی ہے کہ نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

فوائد

(۱) جنگِ اُحد میں جو کچھ اہلِ اسلام پر مصیبت پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اُس کے لئے کئی طرح سے تسلّی دی۔ اولاً تو یوں کہ انجام کار تم ہی غالب رہوگے۔ ثانیاً یہ کہ لا تہنوا ولا تحزنوا ثالثاً یہ کہ اگر تم کو زخم پہنچا ہے تو تم نے بھی ایسا ہی زخم ان کو دیا تھا۔ رابعاً تلک الایام نداولہا بین الناس کہ زمانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳) آئندہ خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی نہ کرنا ورنہ دنیا میں اور آخرت میں بھی فلاح نہ پاؤ گے۔ مسلمانوں پر جب کوئی آفت آتی ہے تو اُن کی نافرمانی سے آتی ہے۔ ۳؎ محص لغت میں پاک کرنا محق مٹانا ۱۲ منہ

ف التمحيص الابتلاء وقيل التطهير وقيل التخليص وقيل التصفية ۱۲ منہ۔ التمحيق محو الآثار والمحق نقصها قليلاً قليلاً ۱۲ منہ

یوں ہی ادلتا بدلتا رہتا ہے اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو رنج نہ کرنا چاہیئے ہمیشہ دن یکساں نہیں رہتے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ز رنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم + کہ آئینِ جہاں گاہے چناں، گاہے چنیں باشد ؛ اس کے بعد مقتول و مجروح ہونے کے اسرار و درجات بیان کئے کہ ہم کو تو بعض کا امتحان اور مؤمنین کا پاک کرنا اور کچھ لوگوں کو درجۂ شہادت دینا اور کافروں کو مٹانا منظور تھا ان سب باتوں کے بعد پھر ایک نہایت تاکید اور تہدید کا حکم بھیجا کہ جس سے تمام اہلِ ایمان کانپ گئے اور طالبانِ عقبےٰ پر ایک کوڑا سا پڑ گیا وہ یہ کہ تمام ایمانداروں کو یہ سُنا دو کہ تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ ہم یوں ہی اُس جنت میں کہ جو عالمِ سرور کی بادشاہت ہے چلے جاؤ گے بغیر اس کے کہ جہاد نہ کرو اور صبر اور مشقت کی کسوٹی پر نہ کسے جاؤ اسی طرح ایک اور جگہ بھی فرمایا ہے الم، احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وہم لا یفتنون کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس اٰمنّا کہنا اور لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا اسلام اور آسمانی بادشاہت کے لئے کافی ہے اس پر کوئی آزمائش نہ ہوگی۔ ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ سے تکیہ لگائے کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے اور کفارِ قریش کا زور تھا ہر روز ایمانداروں پر ظلم اور ستم ہوا کرتا تھا۔ اس میں ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! وہ کونسا وقت آئے گا کہ جس میں ہم اس سے نجات پاویں گے اور آپ کی بشارت کا ظہور ہوگا۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ کے مارے سُرخ ہوگیا اور فرمایا کہ بس اتنی ہی تکلیف پر یہ نوبت آگئی۔ واللہ تم سے پہلے انبیاء اور اُن کے مخلصین آرے سے چیرے گئے ہیں اور وہ اُف بھی نہ کرتے تھے (اس کا مضمون کتب صحاح میں ہے) درحقیقت دنیا میں بادشاہ پانچ سات روپے ماہوار پہ سپاہی نوکر رکھتا ہے کہ جس کو سر کٹانے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا پھر جس بادشاہِ حقیقی نے جان دی اور جسم کو ہزاروں خوبیاں عطا کیں، تندرستی دی لاکھوں نعمتیں پُشت در پُشت عطا کرتا چلا آیا ہے اس پر وہ عالمِ روحانی میں سلطنت کا وعدہ فرمائے اور یہی تنخواہ اس کے رسول کی کی معرفت مقرر ہو جاوے اور وہاں جانا بھی ضروری ہو پھر جو کوئی صرف زبانی اسلام اور ایمان پر بھروسہ کرے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں جان اور مال اور عزت و آبرو دینے کو دریغ رکھے، سو اُس کو قطعی جان لیجئے کہ طمع خام رکھتا ہے اور کچھ نہیں۔ یاد دُنیا میں جب کوئی کسی سے عشق مجازی رکھتا ہے تو دیکھئے اپنی آبرو اور مال اور جان کو اُس کے لئے دریغ نہیں کرتا۔ سینکڑوں لوگ برائے نام مسلمان ہیں یا مسلمانوں کی اولاد ہیں زبانی جمع خرچ بہت کچھ گاؤ تکیوں پر پُشت لگائے ہمدردئ اسلام اور حصولِ درجاتِ آخرت کے لئے باتیں بناتے ہیں۔ اگر اسلام کے لئے جان اور آبرو تو درکنار مال یا کسی مطلب میں کچھ بھی نقصان عائد ہوتا معلوم ہو تو پھر کہاں تھے۔ ایسے سگِ دنیا انہی منافقین کی ذریت ہیں کہ جن کا ذکر قرآنِ مجید میں بے شمار جگہ آیا ہے۔ انسان جنت اور اسکی خوشنودی کی امید جبھی رکھے کہ پہلے اپنے دل میں اپنے مال اور اولاد اور عزت و آبرو بلکہ جانِ عزیز اور ہر قسم کے عیش و راحت کو اُس معبودِ حقیقی پر نثار کرنے کو تیار ہو جائے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے دارِ آخرت کی بادشاہی اور جنت میں دیدارِ الٰہی اور نعمائے غیر متناہی ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

اور محمدؐ بجز اس کے کہ رسول ہیں (اور) کیا ہیں ان سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ

بہت سے رسول ہو گزرے ہیں، پھر اگر وہ (خود) مر گئے

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَ

یا (کسی اور طرح) مارے گئے (تو) کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور

مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ

جو کوئی اُلٹے پاؤں پھر بھی جائے گا تو وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں

ع ۱۵ ۵ ۶

اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

بگاڑے گا۔ اور قدر دانوں کو اللہ تعالیٰ بہت جلد جزا دے گا۔

وَ مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ

اور خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی مر بھی تو نہیں سکتا (مرنے کا) وقت

اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ

معین لکھا ہوا ہے۔ اور جو دنیا ہی کا بدلہ چاہتے ہیں تو

الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْہَا ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ

ہم ان کو (دنیا ہی میں) کچھ دیدیتے ہیں، اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہتا ہے تو

الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْہَا ؕ وَ سَنَجْزِی

ہم اس کو آخرت ہی کا بدلہ دیں گے۔ اور قدر دانوں کو تو ہم بہت جلد

الشّٰکِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَ کَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ

جزائے (خیر) دیں گے۔ اور بہت سے نبی ہو گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ (راہِ خدا میں)

مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوْا لِمَآ

ہو کر بہت سے باخدا لوگ لڑے ہیں، پھر جو کچھ ان کو راہِ خدا میں

اَصَابَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ مَا ضَعُفُوْا

مصیبت پہنچی تھی اس سے نہ تو وہ (ہمت) ہار گئے تھے اور نہ وہ سست ہی ہو گئے تھے

وَ مَا اسْتَکَانُوْا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور نہ وہ دب گئے تھے۔ اور اللہ ثابت قدم لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

وَ مَا کَانَ قَوْلَہُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

اور وہ یہی کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا

اور جو کچھ ہم سے اپنے کام میں قصور ہو گئے ہیں ان کو بخش دے

وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی

اور (آئندہ) ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہم کو فتح

الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىہُمُ اللّٰہُ

دیجیو۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی

ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ ؕ

بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دے گا۔

وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ

اور خدا تعالیٰ کو نیکی کرنے والوں سے محبت ہے۔ ایمان والو! اگر تم

اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تم کو (تمہارے دین سے ضرور) برگشتہ

یَرُدُّوْکُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

کر کے چھوڑیں گے۔ پھر تم نقصان میں جا

خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰىکُمْ ۚ وَ ہُوَ

پڑو گے۔ بلکہ تمہارا کارساز (تو) اللہ ہی ہے۔ اور وہ سب

خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ

مدد کرنے والوں سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ (اطمینان رکھو) ہم ابھی کافروں کے دلوں

الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَکُوْا

میں رعب ڈالے دیتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے خدا کے ساتھ

بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىہُمُ

ایسی چیزوں کو شریک بنایا کہ جن کے لئے اس نے کوئی سند بھی نہیں اتاری۔ (یہ تو دنیا کی سزا

النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

ہے اور آخرت میں) ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

ترکیب

ان تموت اسم کان۔ الا باذن اللہ خبر کتابًا مفعول مطلق ہے ای کتب ذٰلک کتابًا۔ مؤجلًا اس کی صفت ہے۔ کاین اصل میں ایٌّ تھا کاف اس پر داخل ہو گیا اور نون خلاف قیاس تنوین کا لکھدیا اب یہ بمعنیٰ کم ہے۔ من نبی اس کا بیان قتل نبی کی صفت ہے یہ کاین مبتدا اور خبر محذوف ای فی الدنیا۔ قولہم اسم کان۔ الا ان قالوا خبر وقیل العکس۔ ان شرطیہ تطیعوا شرط یردوکم جواب اللّٰہ مبتدا مولاکم خبر بما اشرکوا اب سنلقی سے متعلق ہے اور مَا مصدریہ مثوی مفعل ہے ثویت سے اسکا لام کلمہ ی ہے

تفسیر

جنگِ اُحد میں جب کہ وہ جماعت تیر اندازوں کی کہ جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی پر بٹھایا تھا مشرکین کے پیچھے لُوٹ کے لئے دوڑ پڑے ادھر سے خالد بن ولیدؓ جو اُس وقت مشرف باسلام نہ ہوئے تھے ایک جماعت کو لے کر مسلمانوں پر آپڑے اور باہم معرکہ کشت و خون بڑا گرم ہوا یہاں تک کہ عبداللہ بن قمئۃ حارثی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا تو مصعب بن عمیرؓ لوا بردار[لہ] لشکرِ اسلام نے اس کو ڈانٹا۔ اُس نے مصعبؓ کو قتل کیا اور یہ شور مچادیا کہ میں نے محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا۔ اس آوازے سے صحابہؓ میں بڑی تشویش پھیل گئی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ چاہا کہ عبداللہ بن اُبیؔ منافق سے یہ کہیں کہ وہ ابوسفیان سے امان مانگے۔ اس میں کچھ منافق بولے کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ اپنے بھائیوں سے مل جاؤ اور اپنے دین قدیم میں جا ملو۔ انس بن النضر عم انس بن مالک انصاریؓ نے کہا اے قوم! اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تم جی کر کیا کرو گے ؎ کیا جی کر کروں کہ جی نہیں ہے + جی کو سر زندگی نہیں ہے ؛ جس پر وہ شہید ہوئے تم بھی اس بات پر شہید ہو جاؤ۔ تھوڑے سے عرصہ کے بعد جب کہ طلحہؓ اور ابوبکرؓ اور علیؓ وغیرہ مردانِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حملہ کر کے مشرکین کا مُنہ پھیر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ بندگانِ خدا ادھر آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُن کر مسلمان دَوڑ پڑے اور مشرکین کو بھگا دیا۔ اس واقعہ میں یہ آیتیں اہلِ اسلام کی تسلی کے لئے نازل ہوئیں کہ محمدؐ رسول اللہ ہیں جیسے کہ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں خدا نہیں جو ہمیشہ جیتے رہیں۔ پھر اگر وہ کسی لڑائی میں مارے گئے یا خود مر گئے تو کیا تم پھر اُلٹے پھر جاؤ گے اور کفر میں جا پڑو گے اور جو کوئی ایسا کرے گا تو خدا کو کچھ مضرت نہیں دے گا۔ ہاں جو کوئی دین پر قائم رہے گا تو ہم اُس کو جزائے خیر دیں گے اور یہ سمجھو کہ اگر لڑائی سے موت آتی ہے تو تمہارا خیال غلط ہے اجل کا وقت مقرر ہے اُس سے پیشتر کوئی نہیں مرتا۔ اب رہا جہاد میں شریک ہونا اگر اس سے کسی کو لُوٹ اور غنیمت مقصود ہے تو ہم اُس کو دنیا ہی دیدیتے ہیں اور جو آخرت اور شہادت مدِنظر رکھتے ہیں تو ہم ابھی بدلہ دیں گے آنکھ بند ہونے کی دیر ہے پھر تو وہاں سلطنتِ آسمانی اور عیش جاودانی موجود ہے۔ پھر اس کے بعد اہلِ اسلام سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے نبی ہو گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ میں ہو کر یا خدا لوگ مخالفانِ حق سے لڑے ہیں جیسا کہ موسیٰ اور یوشع بن نون وغیرہما پھر جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف پہنچی ہے (زخمی ہوئے مارے گئے گرمی اور بھوک اور پیاس اُٹھائی یا پیادہ سفر کئے ہیں) اس سے ان کا جوشِ ایمانی ٹھنڈا نہیں ہو گیا تھا نہ اُن میں بوقتِ قتل کبھی کچھ بودا پن پیدا ہوا تھا اور نہ اُس کے بعد وہ جہاد سے ضعیف ہو گئے تھے نہ دشمنوں کی شوکت سے اُن کے حوصلے پست ہوئے تھے دیکھو خدا تعالیٰ کو ایسے صابروں سے محبت ہے۔ باوجود اس کے وہ خدا تعالیٰ سے دُعا کر کے یہی کہا کرتے تھے کہ ہمارے گناہ اور جو کچھ ہم سے خدمتِ دین میں قصور ہوئے ہیں اُن کو معاف کر دے اور ہم کو آئندہ ثابت قدمی عطا کر اور کافروں پر فتحیاب کر (اس امت کو سُنایا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی کرو)۔ اور اعانتِ اسلام کر کے دل میں غرہ نہ ہو کہ ہم ہی نے ایسا کیا ہے۔ پھر اُن کی اس سعی اور کوشش کا نتیجہ ذکر کر کے رغبت دلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی عمدہ بدلہ دیا۔ مخالفوں کی حکومت اور ملک اور عمدہ باغ اور مکان سب اہلِ حق کو دیئے۔ چنانچہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے ملکِ شام لیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو آخرت میں بھی اچھا بدلہ دے گا بلکہ دے دیا۔ وہاں اُن کے لئے وہ کچھ ہے جس کا بیان نہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کفار اور منافقین کی

لہ عَلَم بردار ۱۲ منہ

باتوں پر عمل کرنے سے منع کرتا ہے جیسا کہ انھوں نے جنگِ احد میں کہا تھا (پیغمبر مارے گئے اپنے دین کی طرف پھر جاؤ) کہ اگر تم اُن کا کہنا مانو گے تو وہ تم کو کافر بنا کر چھوڑیں گے جس سے تم دنیا و آخرت کے خسارہ میں پڑجاؤ گے۔ تم ایسے لوگوں کی بات کی (کہ جو اسلام کی توہین بیان کریں اور کہیں کہ اب اسلام دب گیا یہ پھر سرسبز نہیں ہوگا، مسلمان ایسے ہوگئے، یوں مغلوب ہوگئے) کچھ پروا نہ کرو تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے۔ ہم کفار کے دل میں اُن ہی کفر کی شامت سے رُعب ڈال دیں گے، اُن کا کرّ و فرِ ظاہری کچھ کام نہ آوے گا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق واقع ہوا روم اور ایران کے جرّار سپاہ کے دل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا رعب ڈال دیا گیا جو کملی پوش اور بے سروسامان تھے وہ دم بھر میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب کہ تم اُن (کافروں) کو

بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اسکے حکم سے قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ تم خود اُکھڑ گئے اور حکم میں

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ

جھگڑنے لگے اور نافرمان ہو گئے بعد اس کے کہ جو تم چاہتے تھے وہ تم کو خدا نے

مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

دکھا بھی دیا تھا۔ کچھ تو تم میں سے دنیا چاہتے تھے

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

اور کچھ لوگ تم میں سے آخرت کے طالب تھے۔ پھر

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ

تم کو ان سے (کافروں کے قتل کرنے سے) باز رکھا کہ تم کو آزمائے۔ اور خدا تعالیٰ نے تم کو

عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

معاف کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایمانداروں پر بڑا ہی فضل

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا

جب کہ تم بڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو

تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ

مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے اور تم کو پیچھے سے رسول پکار رہا تھا سو

فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا

اس لئے تم کو (خدا نے) غم پر غم دیا تاکہ تم جو چیز ہاتھ سے جاتی

تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ

رہے اور جو پیش آوے اُس پر غم نہ کھایا کرو۔

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ

اور اللہ کو تمہارے (سب) کام معلوم ہیں پھر اللہ نے غم کے بعد

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

تم پر امن نازل کیا وہ ایک اونگھ تھی

يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ

جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا رہی تھی اور ایک جماعت نے اپنی جان

اَهَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ

کو فکر میں ڈال رکھا تھا جو اللہ سے بدگمانی کر رہے تھے جاہلوں کی طرح

الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ ھَلْ

بے کہہ رہے تھے کہ آیا کچھ ہمارے لئے بھی

لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ

اختیار باقی ہے؟ (سوال ہے) کہہ دیجئے کہ سب

كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا

اختیارات اللہ ہی کو ہیں، وہ اپنے دل میں وہ باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں جو

يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا

آپ سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی بات ہمارے اختیار میں

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ

ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ دو کہ اگر

كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ

تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا گیا ہے

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ

وہ ضرور اپنے قتل ہونے کی جگہ نکل کر آ جاتے۔ (یہ اسلئے ہوا)

لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِي صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ

تاکہ خدا تمہارے دلوں کے خیال آزمائے اور تمہارے دلوں میں جو

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

کچھ ہے اس کو پرکھے۔ اور اللہ تو دلوں کی باتوں کو (خوب ہی) جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى

جو لوگ تم میں سے دونوں فوجوں کے مقابلہ کے روز پیٹھ پھیر گئے تھے

الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ

ان کو تو صرف شیطان نے ڈگمگا دیا تھا ان کے بعض

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ

اعمال کی شامت سے۔ اور بیشک خدا تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اللہ تعالیٰ تو بڑا معاف کرنے والا بردبار ہے۔

ترکیب

صدق فعل اللہ فاعل کم مفعولِ اوّل وعدہ مفعول ثانی حتے متعلّق ہے فعل محذوف سے ای دام ذالک الی وقت فشلکم والرسول جملہ موضعِ حال میں ہے بغم موضع نصب میں ہے صفت غم کی دقیل لتحسیب الغم امنۃ اسم ہے امن کا ویقرء بالسکون فہو مصدر نعاسًا بدل ہے امنۃ سے اور عطف بیان بھی ہوسکتا ہے یغشی صفت نعاسًا کی وطائفۃ مبتدا قد اہمتھم خبر شئی اسم کان والخبر لنا ماقتلنا جواب لو کان الیٰ مضاجعہم متعلق ہے لبرز سے ولیبتلی معطوف ہے محذوف پر ای فعل ما فعل لیمیز ولیبتلی ولیمحص معطوف ہے ولیبتلی پر۔

تفسیر

پہلی آیت میں تھا کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور فتح دینے والا ہے اور نیز پہلے عموماً اسلام کی فتحمندی اور ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا اس پر اُحد میں شکست سی واقع ہوئی تو مدینہ میں آکر بعض منافق مسلمانوں سے کہنے لگے لو صاحب اچھا وعدہ خدا تعالیٰ نے پورا کیا ارے میاں ایسے وعدوں کا کیا اعتبار ہے؟ ان آیتوں میں خدا تعالےٰ نے جواب دیا کہ اُس نے تو تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ تم نے تو اوّل ہی حملہ میں کفار کی جماعت کو تہ تیغ کرکے بھگا دیا مگر تم نے خود نافرمانی کرکے یہ مصیبت سر پر لی باوجودیکہ تمہارے سردار نے تیر اندازوں کو کہا کہ یہاں سے نہ ہٹو مگر جب تم نے جھگڑا کیا اور اپنی مرغوب چیز یعنی فتح دیکھ لی اور کچھ تم میں سے دُنیا یعنی غنیمت کے طالب بھی تھے کافروں کو بھاگتا دیکھ کر اُن کے پیچھے پڑ گئے ان پر چڑھے چلے جاتے تھے پیچھے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پکار رہے تھے کہ پھر آؤ گھاٹی نہ چھوڑو مگر تم نے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھا اس نافرمانی اور رسول کو غم رسانی کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے تم کو کافروں کے قتل سے روکا یعنی اُن کے دل سے رُعب اُٹھا کر تمہارے دلوں میں ڈال دیا پیچھے سے کافروں نے گھاٹی پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو مارنا شروع کیا اسی لئے غم کے عوض[۱] میں تم کو خدا تعالےٰ نے غم دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور تم کو اس بات کی بھی عادت پڑے کہ جو کچھ فوت ہوجائے اُس پر اور جو کچھ مصیبت آجاوے اُس پر رنج نہ کھایا کرو بلکہ مشیّت اور قضائے الٰہی پر راضی ہوجایا کرو مگر اس کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے تمہاری اس خطا کو معاف کیا اور مسلمانوں پر غیب سے اثنائے معرکہ میں ایک ایسی[۲] نیند ڈالی کہ جس میں ابو طلحہ رض کہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے سیف گر گر پڑتی تھی اس نیند کے بعد وہ رُعب جو اہلِ اسلام کے دل پر تھا جس طرح تکان دُور ہوجاتی ہے اسی طرح دور ہوگیا اور پھر جو حملہ کیا تو مشرکین بھاگ اُٹھے مگر جو لوگ منافق تھے اُن کو جان کی پڑی ہوئی تھی اُن کو نیند

ع ۷ ۱۶ ۷

[۱] تم نے رسول کو نافرمانی کرکے مغموم کیا اُس کے بدلہ میں ہزیمت سے تم پر غم پڑا ۱۲ منہ

[۲] ایسی حالت میں نیند کا آنا بھی ایک معجزہ تھا ۱۲

نہ آئی وہ خدا تعالیٰ سے جاہلوں کی طرح یہ بدگمانیاں کر رہے تھے کہ کیا اللہ کیا روزِ جزا سب بناوٹی باتیں ہیں۔ اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ کاش ہمیں کچھ قدرت و اختیار ہوتا اور دل میں اور لغو باتیں بھی پوشیدہ رکھتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ اگر ہم کو کچھ اختیار ہوتا اور ہمارے کہنے کو پیغمبر مان کر مدینہ سے باہر نہ نکلتے تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ فرماتا ہے کہ یہ خیال لغو ہے کیونکہ جن کی تقدیر میں موت لکھی تھی تو خواہ مخواہ گھر بیٹھے بھی موت آجاتی مگر ان باتوں سے خدا تعالیٰ تمہارے دل کی آزمائش کرتا اور مؤمنین کے دلوں کو پاک کرتا تھا اور اس امتحان کی خدا تعالیٰ کو کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ ہر ایک دل کی بات جانتا ہے بلکہ یہ امتحان صرف باہم بندوں سے دکھانے کے لئے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے وعدہ اور مدد میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چنانچہ اس کو تم نے دیکھ لیا۔ مگر خود تم نے نافرمانی کر کے ہزیمت اٹھائی اور جو لوگ اس روز بھاگے تھے تو ان کو شیطان نے ان کے بعض گناہوں کی شامت سے ڈگمگا دیا تھا جو انھوں نے رسولؐ کا کہنا نہیں مانا گھاٹی کو چھوڑ دیا۔ اور خیر اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔ اس آیت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) یہ کہ تقدیرِ الٰہی کا لکھا ضرور پیش آتا ہے یہ صحیح ہے کہ عالمِ تدبیر میں جو کچھ سوءِ تدبیری ہوتی ہے یہ نتیجۂ بد اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ عالم، عالمِ اسباب ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جب تقدیر کا لکھا پورا ہونے کو ہوتا ہے ویسے ہی اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے جو کچھ ہو گیا اس پر زیادہ ملال کرنا بے فائدہ ہے آخر جب تمام عالم کا کسی شخص کو خالق اور مسبب الاسباب مان رکھا ہے تو پھر اس کے بھی اختیارات ہیں کہ نہیں۔

(۲) دنیا میں جو کچھ انسان پر مصیبت آتی ہے وہ اس کے اعمالِ بد کا ثمرہ ہوتا ہے۔ رہا اہلِ حق کا مخالفانِ حق کے ہاتھ سے شہید ہونا وہ مصیبت نہیں بلکہ وہ عین راحت ہے ایسی موت کے کیا کہنے ہیں:۔ ؎ تو زیست کو نثار کروں ایسی موت پر۔

(۳) یہ کہ ابتداء سے لے کر آخر تک جس قدر اہلِ اسلام مخالفوں کے ہاتھ سے شکست پاتے یا ذلت اٹھاتے آئے ہیں سو یہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کا ثمرہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا

ایمان والو! تم ان کافروں جیسے نہ ہو جاؤ جو

كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

اپنے بھائیوں کے حق میں جب کہ وہ سفر میں

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا

یا جہاد میں ہوتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں (کہ)

غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا

اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (یہ باتیں

قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ

اس لئے ان سے سرزد ہوتی ہیں) کہ خدا اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے ف

قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ

اور جلاتا اور مارتا تو اللہ ہی ہے۔ اور جو کچھ بھی تم

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ

کر رہے ہو خدا اس کو خوب دیکھ رہا ہے اور (اچھا) اگر تم اللہ کی راہ میں مارے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ

جاؤ یا مر جاؤ بھی تو (کیا غم ہے) خدا کی مغفرت اور رحمت (جو ایسے مقتولوں

اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ

کے لئے موجود ہے) ان کی تمام کمائی سے بہتر ہے۔ (مسلمانو!) اور

لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اگر تم مر جاؤ گے یا مارے بھی جاؤ گے تو اللہ ہی کے پاس لائے جاؤ گے۔

ف یعنی ایسی باتیں جو سُست اعتقاد کیا کرتے ہیں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کس لئے کہ مرنا جینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ سفر اور جنگ میں بھی سب مر ہی نہیں جاتے نہ وطن میں سب زندہ رہتے ہیں۔ صرف دل کی حسرت اور افسوس ہے جو ایک قسم کا قلبی عذاب ہے ۱۲

ترکیب

غزّیٰ مشدّد جمع غاز والقیاس غزاۃ کقاض وقضاۃ لیکن فعل کے وزن پر صحیح پر محمول ہو کر آیا ہے لو کانوا شرط ماماتوا جواب جملہ مقولہ ہے قالوا لاخوانہم کا لیجعل کا لام محذوف سے متعلق ہے ای اوقع ذٰلک فی قلوبہم لیجعلہ حسرۃ اور جعل بمعنے صیّر۔ ممکن ہے کہ لام عاقبت ہو۔ ولئن شرط متم جمہور بضم میم پڑھتے ہیں وہوالقیاس لان الفعل منہ یموت اور بعض نے بالکسر پڑھا ہے لمغفرۃ جواب۔

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ منافق کہتے ہیں کہ اگر جنگ میں ہم کو کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ اُس کا جواب دے کر یہاں مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم ایسے سُست اعتقاد اور عالم اسباب پر توکل کرنے والے نہ ہو جیسا کہ منکران قدرتِ خدا ہیں جو اپنے بھائیوں سے یعنی برادری کے اُن لوگوں کے لئے کہ جو دُور دراز سفر میں یا جہاد میں جاتے اور وہاں قضاء الٰہی سے مرجاتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے۔ کیونکہ ان باتوں سے صرف دل میں حسرت اور افسوس پیدا ہوتا ہے جو ایک عذابِ روحانی اور بے فائدہ چیز ہے اور قضا تو کہیں ٹل نہیں سکتی۔ اللہ تعالےٰ مارتا جلاتا ہے وہ ہر جگہ اسبابِ موت پیدا کر سکتا ہے اور مواقعِ قتل میں بچا سکتا ہے اور بالفرض اگر تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں مارے بھی گئے تو اس سے کیا بہتر؟ کس لئے کہ اگر شہید مرے یا یوں ہی مر گئے تو جبکہ خدا تعالےٰ خوش ہے تو کیا باک ہے اس کی مغفرت اور پھر رحمت تمہاری کمائی سے بہتر ہے کیونکہ جو کچھ مال وزر جمع کر رہے ہو اور اس کے لئے مارے مارے پڑے پھرتے ہو سب یہیں رہ جاتا ہے مگر اس کی مغفرت اور رحمت ساتھ رہتی ہے۔ پھر اسی جملہ کو دوسرے پہلو سے تاکید کے لئے اعادہ فرمایا جاتا ہے ولئن متم او قتلتم کہ اگر تم سفر یا جہاد میں مر گئے یا مارے گئے مرکر نیست و نابود نہیں ہو جاؤ گے بلکہ ایک دوسرے پیکر میں حیاتِ جاودانی پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہو گے یہ نجات حقیقی ہے کس لئے کہ وہ نورِ اصل جملہ روحانیات نورانیہ کا ماویٰ و ملجا ہے۔ تمام ذرات آفتاب کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں مگر جب کوئی حائل ہو جاتا ہے تو مطلوبِ حقیقی تک نہ پہنچنے کے سبب جو اضطراب ہوتا ہے وہی بڑا عذاب ہے۔ اس جملہ میں مرجانے کو مارے جانے پر مقدم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالےٰ کی رضامندی میں مرجانا بھی فلاح کا باعث ہے۔ انسان کی تین حالت ہیں اوّل غفلت وگناہ اس کے لئے تو شہادت مغفرت ہے۔ دوم صلاح وطاعت ایسی حالت میں شہادت رحمت باعثِ ترقیِ درجات ہے۔ سوم خدا تعالےٰ کا شوق ایسی حالت میں شہادت باعثِ تقرب ہے جس کو الی اللہ تحشرون سے تعبیر کیا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
پس کچھ اللہ کی رحمت ہی ہے جو آپ (اے نبیؐ!) ان کے لئے نرم دل ملے۔ اور اگر
كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو (یہ لوگ کبھی کے) آپ کے پاس سے جدا ہو گئے
مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ
ہوتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور اُن کے لئے (خدا سے)
لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا
معافی مانگئے اور ان سے کام (کاج) میں مشورہ بھی لے لیا کرو۔ پھر جب
عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
کسی کام کا ارادہ ہی کر لیا کرو تو خدا ہی پر بھروسہ کیا کرو۔ ضرور خدا تعالےٰ کو
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ
توکل کرنے والوں سے محبت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح دے گا تو کوئی بھی
اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ
تم پر غالب نہ آسکے گا۔ اور اگر وہ تم کو رسوا کرے گا (تو)
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ
پھر اس کے بعد کون تم کو فتحمند کر سکتا ہے؟

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۶۰)

اور ایمانداروں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ترکیب

فبما رحمۃ ما زائدہ ہے اخفش کہتا ہے جائز ہے کہ ما نکرہ ہو بمعنی شئی اور رحمۃ بدل ہو اُس سے اور ب لنت سے متعلق ہو۔ فاذا عزمت شرط فتوکل جواب ان ینصر شرط فلا غالب جواب۔

تفسیر

اُحد کی لڑائی میں جو کچھ لوگ بھاگے اور بعض نے بھاگنے کا ارادہ کیا، اس پر اہلِ اسلام میں انگشت نمائی ہونے لگی اور خاص لوگ اُن کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور مشوروں میں بھی اُن کو شریک نہ کیا جاتا تھا، کسی بات میں اُن سے صلاح لی جاتی تھی۔ یہ بات اُن کی دل شکنی کا باعث تھی۔ اور چونکہ یہ بات بمقتضائے بشریت اُن سے سرزد ہوگئی تھی اُس کو خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا تھا۔ اس لئے یہاں اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ تم فضلِ الٰہی سے رحم دل ہو۔ اگر سخت دل اور کج خلق ہوتے تو لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوتے۔ سو تم بھی ان کو معاف کر دو اور خدا تعالیٰ سے اُن کے لئے معافی مانگو اور امورِ دنیا میں بھی ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ ہاں جب تم بعد مشورہ کے کسی کام کا پکا ارادہ کر لو تو خدا تعالیٰ پر توکل کرو اسباب ظاہریہ پر اعتماد نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کو اہلِ توکل پسند ہیں کس لئے کہ اگر خدا تعالیٰ تم کو فتح دینا چاہے گا گو ظاہر میں تمہارے اسباب ضعیف ہوں تو تم پر کوئی غالب نہ ہو سکے گا اور جو تمہاری معصیت اور بدکاری کی وجہ سے تمہیں ذلیل کرنا چاہے گا تو کیسا ہی تمہارے پاس ہو تو کوئی تم کو مدد نہ دے سکے گا۔

فوائد

(۱) لنت لہم الخ حسنِ خلق کا باعث یہ ہوتا ہے کہ جب روح پر انوارِ قدس فائض ہوتے ہیں تو اُس کی قوتِ نظریہ اور عملیہ دونوں مکمل ہو جاتی ہیں پھر جو کچھ صدمہ اُس کو پہنچتا ہے اُس کو خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے جانتا ہے نہ کسی پر اُس کو غصہ آتا ہے نہ انتقام لیتا ہے یا جو راحت غیر کو پہنچتی ہے حسد نہیں کرتا۔ علیٰ ہذا القیاس جس قدر باتیں بدخلقی کی کی خام خیالی کے متعلق ہیں سب دُور ہو جاتی ہیں اور جب اُس کو روحانیت کا مشاہدہ ہوتا ہے تو جسمانیات اور یہاں کے لذائذ اُس کی آنکھوں میں حقیر ہو جاتے ہیں نہ شہوتِ ناجائز رہتی ہے نہ حُبِّ جاہ و مال جو تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے اور اسی لئے بزرگوں کے اخلاق حمیدہ ہوتے ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام کے اخلاق اس درجہ حمیدہ تھے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدح کی ہے، انک لعلیٰ خلق عظیم۔

(۲) جو باتیں وحی اور الہام سے متعلق تھیں ان میں کسی سے مشورہ کی حاجت نہ تھی ہاں امورِ دنیا میں کہ کس دن مخالفوں پر چڑھائی کرنی چاہیے اور کہاں مقام کرنا چاہیے وغیرہ ذالک ایسی باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کرتے تھے۔ اس لئے اُمت پر مشورہ مسنون ہوا۔ اور بیشک مشورہ میں چند رایوں کے ملنے سے قوت ہو جاتی ہے اور اس پر برکت بھی نازل ہوتی ہے اس لئے خلفائے اربعہ تک قیام امامت شوریٰ پر رہا تو عمدہ نتائج بھی برآمد ہوتے رہے اور جب سے شخصی سلطنت ہوئی اور تمام اختیارات ایک شخص کے ہاتھ میں آئے تو برکت جاتی رہی۔ اس لئے مشورہ نہایت عمدہ چیز ہے۔

ف فبما عند سیبویہ وغیرہ زائدۃ مزیدۃ للتاکید وعند الاخفش وابن کیسان نکرۃ مجرورۃ بالباء ورحمۃ بدل منہا والفا لترتیب مضمون الجملۃ والفظ الکریہ الخلق مأخوذ من ماء الکرش کریہ الخلق وغلیظ القلب قساوۃ الانفضاض التفرق ۱۲ منہ

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ

اور کسی نبی کا (بھی) یہ کام نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ اور جو کوئی خیانت کریگا

يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ

تو جس چیز کی اُس نے خیانت کی ہے اُس کو قیامت میں لاویگا۔ پھر ہر شخص اپنے

كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾

کئے کا پورا بدلہ پاوے گا اور کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ

کیا وہ شخص جو مرضیٔ الٰہی کے تابع ہو گیا ہو اُسکے برابر ہو سکتا ہے کہ جس نے

بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَ

خدا تعالیٰ کا غصہ حاصل کیا ہو اور اس کا ٹھکانا (بھی) جہنم ہو۔ اور

بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ

وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں کے (مختلف)

اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾

درجے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تو اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔

ترکیب

لنبی خبر ماکان ۔ ان یغل اسم ومن شرطیہ یأت جواب افمن من بمعنے الذی مرفوع ہے بسبب مبتدا ہونے کے کمن باء خبر ہم مبتدا درجات ای ذو درجات خبر۔

تفسیر

پہلے تھا کہ ان کو مشورہ میں شریک کر لیا کرو مگر اُس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ اگر نبیؐ ایسے امور میں مشورہ نہ کرے اور مصالح اور اسرارِ سلطنتِ آسمانی تم پر ظاہر نہ کرے کہ جو تمہارے فہم سے بالا ہیں تو تم کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ پیغمبرؐ نے خیانت کر لی کس لئے کہ نبیؐ خدا تعالیٰ کا امین ہے اس کی شان خیانت نہیں کیونکہ نبیؐ کو حق الیقین ہے کہ جو کوئی دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کو اُس کی خیانت ظاہر کی جاوے گی اور پھر ہر شخص کو اُس کے اعمال کی پوری سزا دی جاوے گی۔

اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنائم کے تقسیم کرنے میں کوئی مصلحت ملحوظ رکھیں یا قوم اور رفاہِ عام کے لئے اس میں سے کوئی حصہ بیت المال میں جمع کریں یا کسی وجہ سے تقسیم غنائم میں دیر ہو تو تم منافقوں کے کہنے سے اپنے نبیؐ کی طرف ایسی بدگمانی ہرگز جائز نہ رکھیو۔ منافق عبداللہ بن اُبیّ وغیرہ ایسے ایسے شبہات مسلمانوں کے دل میں ڈالا کرتے تھے۔ اور یہ ضروری ہے کہ جب سردار کی نسبت ناجائز بدگمانیوں کا دروازہ کھلتا ہے تو انجام کار بغاوت اور پھوٹ پڑ کر قوم اور ملت کی شوکت اور برکت جاتی رہتی ہے یہ اہلِ اسلام کو اپنے سرداروں اور پیشواؤں کی نسبت ادب ملحوظ رکھنا تعلیم فرمایا۔ یأت بما غلّ اس میں عموماً ہر قسم کی خیانت کی بُرائی ہے اور عام امت کو تعلیم ہے کہ نہ مال میں خیانت کریں نہ رازداری میں نہ احکامِ الٰہی میں اُس بارِ امانت میں جو روزِ ازل بنی آدم کے سر پر دھرا گیا ہے نہ اپنے حاکم اور سردار کی اطاعت میں نہ بیوی میاں کے مال و آبرو اور عصمت میں خیانت کرے۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قیامت کو انسان کے اعمال متشکل ہو کر آویں گے جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اس بات کی کہ نبیؐ کی شان خیانت نہیں تاکید کرتا ہے کہ نبیؐ ہمیشہ رضامندیٔ الٰہی کے تابع ہوتا ہے اور خیانت کرنے والا ناراضی حاصل کر کے جہنم میں ٹھکانا بناتا ہے سو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ دونوں وصف متنافیین کیوں کر جمع ہو سکتے ہیں۔ جب انسان کی روح پر تجلّیٔ ذاتی ہوتی ہے اور کدوراتِ بشریہ کو آبِ عصمت سے دھو یا جاتا ہے تو اُس سے ہرگز معصیت سرزد نہیں ہو سکتی۔ یہاں سے آنحضرت علیہ السلام کا معصوم ہونا پایا گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ اہلِ اصلاح خدا تعالیٰ کے نزدیک باعتبارِ استعداد نفوس کے سعادت اور کمال کے مختلف درجوں پر ہیں۔ پھر تنبیہ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ بندوں کے اعمال دیکھ رہا ہے اُس سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرنا چاہیے۔ امانت ملحوظ

عصمت انبیاءؑ

رکھنے کے لئے یہ جملہ کیا ہے تاکید اور مضمون کی لہر ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ

بیشک اللہ تعالٰے نے ایمانداروں پر بڑا ہی احسان کیا　جب

بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

ان میں　انہی میں　کا　رسول ؐ بھیجا　جو

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ

ان کو اسکی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے　اور ان کو پاک کرتا ہے　اور

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا

ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے،　اور بے شک اس سے

مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ترکیب

اذ ظرف ہے من کا۔ انفسہم صفت ہے رسولاً کی یتلوا اور یزکیہم اور یعلمہم الکتاب جملہ حال ہیں رسولاً سے وان مخففہ ہے مثقلہ سے۔

تفسیر

فرمایا تھا کہ نبی صؐ کی شان غلول و خیانت نہیں۔ یہاں اس بات کو اور بھی ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالٰے نے تو تم پر رسول بھیج کر (جو تم میں پیدا ہوا ہے جس کے وقائع عمر یہ سے تم خوب واقف ہو کہ اُس نے کبھی کوئی خیانت نہیں کی نہ کبھی جھوٹ بولا نہ دنیا کی محبت اُس کی طرف آئی اور وہ اہلِ ایمان کو کتابِ الٰہی بھی پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے جو کچھ عرب کی حالت خراب تھی ظاہر ہے) بڑا احسان کیا ہے پھر یہ احسان اور اصلاحِ ملک جو تم نے دیکھی کبھی خائن کے بھیجنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے؟۔

الہام اور نبوت کی ضرورت

فائدہ

واضح ہو کہ خدا تعالٰے نے انسان کو عقل عطا کی ہے کہ جو اس کو نیک و بد تمیز کر کے دکھاتی ہے مگر اُس کے ساتھ ہی اس عقل و ادراک کا محل جسم خاکی بنایا جس کا اثرِ طبعی تاریکی اور توہمات ہیں جیسا کہ ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے عقل کا رہنما الہام قرار پایا جس طرح کہ آنکھ میں بصارت رکھی ہے مگر وہ بغیر مدد آفتاب یا اور کسی روشنی کے نکمّی ہے۔ یہی حال عقل اور الہام کا ہے۔ اس لئے خدا تعالٰے نے دنیا میں رسولوں کی جماعت بھیجی تاکہ کسی کو کچھ عذر باقی نہ رہے لئلا یکون للناس علے اللہ حجۃ بعد الرسل۔ اور جب شریعت میں کچھ فرق آیا یا زمانہ کی مصلحت کے موافق کچھ تبدّل و تغیّر مقصود ہوا تو ایک رسول کے بعد دوسرا رسول آیا گیا یہاں تک کہ اخیر زمانہ میں جب کہ حضرت مسیح علیہ السّلام آچکے اور ان کی شریعت اور کتاب میں لوگوں نے سخت تبدّل و تغیر کر دیا (جیسا کہ پولوس اپنے زمانہ میں کہتا ہے) اور عرب میں بُت پرستی اور زناکاری اور قزاقی کا بازار گرم ہوا اور ادھر ایران اور ہند وغیرہ ملکوں میں بُت پرستی اور توہمات باطلہ کے اتباع نے سخت رواج پایا تو تمام عالم کی اصلاح کے لئے عالیجناب حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلّم کو ملکِ عرب سے مبعوث کیا اور پھر سب سے اوّل عرب کو من انفسہم ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقینِ کامل آگیا چند وجہ سے (۱) یوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے شہر میں پیدا ہوئے وہ لوگ ابتدائے عمر سے لے کر اخیر تک آپ کے چال چلن سے خوب واقف تھے کبھی سوائے پاکدامنی اور راستبازی اور ترک حُبّ دنیا اور گوشہ نشینی اور خدا پرستی اور راست گوئی کے اور کچھ نہیں دیکھا پھر جب ایسا شخص ایک ایسا دعویٰ کرے کہ جس میں نہ کوئی دنیا کا مطلب تھا نہ آرامِ نفس تھا بلکہ سینکڑوں بلاؤں کا مقابلہ تھا سوائے سچ کے اور کیا گمان کیا جاوے؟ (۲) بعد نبوّت کے کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مال دینا چاہا، حسین و جمیل عورتیں دینے کا وعدہ کیا کہ آپؐ اس دعوائے نبوّت سے باز آئیں مگر آپؐ نے بجائے اس کے فقر و فاقہ پر قناعت کی، برادری اور اہلِ شہر کے ہزاروں تکلیفیں

دلائل نبوت آنحضرت صلعم

اُٹھائیں ظلم پر ظلم برداشت کے اگر خدانخواستہ آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہوتے اور دنیا کا کوئی لالچ یا کسی شہوانی خواہش میں کامیابی مقصود ہوتی تو کبھی اُس پر قائم نہ رہتے۔ (۳) مدینہ طیبہ میں جانے کے بعد اور ہر قسم کا غلبہ اور اقتدار پانے کے بعد بھی آپؐ کی وہی حالت رہی جو پہلے تھی وہی عبادت وہی ترکِ دنیا وہی فروتنی مساکین کو تقسیم کر کے آپ فقر و فاقہ سے گزران کرنا وہی راتوں کو محبتِ الٰہی میں جوش و درد سے رونا۔ (۴) ابتدائے عمر سے لے کر اخیر تک سینکڑوں کرامتیں اور معجزات دیکھے یہ سب باتیں من انفسہم سے علاقہ رکھتی ہیں جس پر خداتعالیٰ عرب کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور من انفسہم کے معنے اگر نوعِ انسان لے جائیں تو کُل بنی آدم اور بنی اسمٰعیل و ابراہیم کا فخر ہیں۔ اس کے بعد سب سے بڑا معجزہ جو تمام بنی آدم نے دیکھا اور جس کا اب بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا ذکر فرماتا ہے وہ یہ کہ عرب کی جو اس وقت حالت ذلیل و خراب تھی کسی کی نہ ہوگی وہ لوگ محض وحشی جاہل شہوت پرست درندے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آیاتِ الٰہی سُنا کر مزکّٰی کر دیا ہر وحشی جاہل علم اور اخلاقِ حمیدہ کا سرچشمہ ہو گیا۔ صحابہؓ کی تاریخ سے اس کا بخوبی ثبوت ہو سکتا ہے اور پھر اُن کو کتاب اور حکمت سکھا کر تمام بنی آدم کے لئے حکیم اور معلّم کر دیا۔ چنانچہ جہاں جہاں صحابہؓ گئے توحید اور خداپرستی اور راستبازی کے آفتاب نے اُن ملکوں کو منور کر دیا۔

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم

کیا جب تم پر کوئی مصیبت آپڑی، حالانکہ اس سے دو چند مصیبت

مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ

تم (بھی) اُنکو پہنچا چکے ہو، تو یہ کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آگئی؟ (اے نبیؐ) کہدو یہ (مصیبت)

مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

تمہارے اپنے ہی کرتوتوں سے آئی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ

قادر ہے۔ اور جو کچھ مصیبت تم کو دونوں

الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

لشکروں کے مقابلہ کے دن پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے پہنچی اور

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ

اس لئے بھی کہ خداتعالیٰ کو ایمانداروں اور منافقوں کو معلوم کرنا تھا۔

وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ

اور اُن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو یا (دشمنوں کو)

اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

دفع کرو۔ (تو) کہدیا کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو تمہارے

لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ

پیچھے ہی نہ ہو لیتے۔ وہ اُس روز بہ نسبت ایمان کے کفر سے نزدیک تر

مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم

تھے۔ اپنے مُنہ سے وہ بات کہتے ہیں

مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ

بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾

کہ وہ (دل میں) چھپا رہے ہیں۔

ترکیب

لما کلمہ تقیید بمعنے شرط اصبتم الخ موضع رفع میں صفت ہے مصیبۃ کی قلتم الخ جملہ شرطیہ اور تمام جملہ محل استفہام یا محض جواب وما بمعنے الذی جملہ مبتدا فباذن اللہ خبر ولیعلم معطوف ہے محذوف پر للکفر اور للایمان کا لام اقرب سے متعلق ہے یقولون جملہ مستانفہ ہے اور حال بھی

ف یعنی بدر میں تم کفار پر دو چند مصیبت ڈال چکے ہو اب احد کی لڑائی میں جو کچھ تم پر مصیبت آگئی تو کہتے ہو کہ یہ کیوں آئی اور کہاں سے آئی حالانکہ یہ تمہاری نافرمانی سے آئی ہے اور نافرمانی کا یہ حال تھا کہ جب منافقوں کو جنگ میں شریک ہونے کو کہا گیا کہ چلو لڑیں اور یہ نہیں تو اپنے شہر سے ہٹا ہی دیں تو حیلہ کرنے لگے کہ ہمیں لڑنا نہیں آتا ۱۲ منہ

ہوسکتا ہے ضمیرِ اقرب سے ای قربوا الی الکفر قائلین۔

تفسیر

پہلے منافقین کے اول شبہ کا جواب دیا کہ نبی کی شان خیانت نہیں یہاں منافقین کے دوسرے شبہ کا جواب دیتا ہے جو کہ وہ ضعفاء اہلِ اسلام کے دل میں اُحد کے ہزیمت سے ڈالتے تھے وہ یہ کہ اگر یہ رسولؐ برحق ہیں تو اُن کو اُحد کے روز ہزیمت کیوں ہوئی؟ اور باوجود وعدہ غلبۂ اسلام کے یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ چونکہ خدا تعالیٰ کو اپنے اس لشکرِ صحابہؓ سے آئندہ بہت کچھ کام لینا تھا اور جنگوں میں ہر چند صحابہؓ کو خارقِ عادت فتوحات بھی نصیب ہوئیں مگر کبھی شکست بھی ہونا عالمِ اسباب کے مقتضیات سے ہے اس لئے منافقوں کے اقوال نقل کرکے آئندہ کے لئے مسلمانوں کو پکا کر دیا کہ اگر پھر کبھی ایسی صورت پیش آئے تو مذبذب اور بودے دل کے نہ ہوجائیں۔ کامل عزیمت کے یہ معنے ہیں کہ اگر کسی کام میں سو بار بھی ناکامی ہو پھر بھی وہ ہمت بندھی رہے اور ہمت کا قائم رہنا فتحمندی اور کامیابی کی دلیل ہے۔ عبداللہ بن اُبیّ وغیرہ کہتے تھے کہ یہ مصیبت کیوں آئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم تو اس سے دو چند ہزیمت خاص بدر اور اُحد کے روز مخالفوں کو دے چکے ہو پھر یہ کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی؟ اے نبیؐ! کہدو کہ یہ تمہاری شامتِ اعمال اور نافرمانی سے آئی۔ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر توضیح کرتا ہے کہ مقابلہ کے روز جو کچھ پیش آیا وہ مقدر تھا اُس میں مخلصین اور منافقین کا امتحان مقصود تھا۔ پھر اُس روز کی کیفیت جو منافقوں سے ظہور میں آئی بیان فرما کر اُن پر کوڑا سا مارتا ہے وہ یہ کہ جب مقابلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو عبداللہ بن اُبیّ کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نہ نکلو۔ گرچہ وہ بھی لشکرِ اسلام میں شامل ہوکر نکلا مگر عین مقابلہ کے وقت مع تین سو آدمیوں کے بھاگ پڑا جب اُس سے عبداللہ ابن عمرو بن حرام انصاریؓ نے کہا کہ اے بھلے مانس! تو ہمیشہ سے دعویٰ اسلام کیا کرتا تھا اب خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑ اور اگر اسلام پر تیرا عقیدہ نہیں تو پاسِ شہر اور برادری سے ہی مخالفوں کو ہٹا۔ اُس نے کہا صاحب ہم کو لڑنا نہیں آتا اگر آتا تو ہم تمہارے تابع رہتے۔ یہ بات اس نے بطورِ طعن کے کہی تھی کہ میرا کہنا کیوں نہ مانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اُس روز بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ کیونکہ ان کے بھاگنے سے کفر کو مدد ملی اور یہ باتیں صرف زبان سے کہتے ہیں دل میں کفر پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اُس سے خوب واقف ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

(یہ وہی لوگ ہیں) جنھوں نے (گھروں میں) بیٹھ کر اپنے بھائیوں کی نسبت (یہ)

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا

کہا تھا کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ (اے نبیؐ! ان سے کہدو) تم اپنے

عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اوپر سے (ہی) موت کو ٹال دینا　اگر تم (اپنی بات کے)

صٰدِقِيْنَ ۝۱۶۸ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

سچے ہو۔　(اے مخاطب) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے

قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ

ہیں آپ اُن کو مُردہ خیال نہ کرنا　۱۶۹　بلکہ

اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ

وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے روزی پاتے ہیں (اور) جو

بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

کچھ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے　اُس پر خوش ہیں

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ

اور وہ ان لوگوں کی طرف سے بھی کہ جو اُنکے پیچھے (دنیا میں زندہ ہیں (اور) ابھی ان میں جاکر

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۷۰

کہ ان پر کچھ بھی خوف نہیں　نہ ان کو کوئی　غم　ہوگا۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ

خدا تعالیٰ کی نعمت　سے　اور فضل سے

وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۱﴾

اور اس بات سے کہ اللہ کسی ایماندار کا اجر ضائع نہیں کرتا خوشیاں مناتے ہیں۔

ترکیب

الذین الخ صفت ہے الذین نافقوا کی لواطاعونا شرط ماقتلوا جواب جملہ مقولہ قالوا کا الذین قتلوا مفعول اوّل لاتحسبنّ کا امواتا مفعول ثانی یرزقون صفت احیاء ویستبشرون معطوف ہے فرحین پر کیونکہ اسم فاعل اس جگہ مشابہ فعل مضارع ہے من خلفہم متعلق ہے یلحقوا سے الاخوف ای بان لاخوف علیہم۔ ان مصدریہ ہے اور موضع جملہ کا بدل ہے الذین سے بدل الاشتمال۔

تفسیر

یہ بھی منافقوں کا ایک شبہ مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکنے کے لئے تھا کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی نسبت جو کہ جنگ میں شہید ہو گئے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے چونکہ حیات ایک مرغوب چیز اور مرنے سے ڈرنا ایک طبعی بات ہے پھر جب اُس کو اس شبہ سے قوت دی جائے تو خواہ مخواہ گھر میں چھپ کر بیٹھنے کو دل چاہے گا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ان سے یہ کہدو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بھلا گھر بیٹھے تم موت سے بچ جاؤ۔ تمام امور جو عالم حسی میں سرزد ہوتے ہیں اور ظہور کرتے ہیں وہ عالم مثالی میں ثابت ہو چکے ہیں وہ ظاہر ہو کر ہی رہیں گے۔ اسی طرح موت کا بھی وقت معین ہے خواہ اس وقت گھر میں ہو یا جنگ میں ضرور مرے گا خواہ مفت نامردی اور بدنصیبی کا دھبہ لگالے یا جوانمردی اور سعادت کا مرتبہ حاصل کرلے۔ اس کے بعد یہ بتلایا جاتا ہے کہ اچھا اگر وہ مرگئے تو کیا خسارہ میں رہے۔ آخر چند روز کا پیش و پس ہے ورنہ سب کو مرنا ہے پھر اس سے کون خوش نصیب زیادہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے اس لئے اب خدا تعالیٰ شہیدوں کے درجات بیان فرماتا ہے کہ اے مخاطب! تو ان لوگوں کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں یہ نہ سمجھ کہ وہ مرگئے بلکہ وہ اپنے خدا تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اور یہ زندگی کچھ فرضی نہیں جیسا کہ نیک نام کو لوگ مجازاً زندہ کہدیا کرتے ہیں اس معنی سے کہ لوگوں میں اس کا نام زندہ ہے بلکہ ان کو حیاتِ جاودانی اور حقیقی زندگی ہے وہ یرزقون روزی دیئے جاتے ہیں اور وہ روزی مشاہدۂ انوار اور خدا تعالیٰ کی تجلی اور جنت کی بیشمار نعمتیں ہیں اور اس کے سوا اُن کو وہاں ہر وقت خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے فرحت اور سرور بھی ہے اور جو لوگ اُن کے اقارب اور دوستوں میں سے ابھی تک زندہ ہیں اور اُن کو اُن کی طرف سے فکر ہے کہ دیکھئے وہ کیسے اعمال کرتے ہیں اور مر کر کہاں جاتے ہیں جیسا کوئی مسافر منزل سخت اور ہولناک طے کر کے اپنے مقام پر جہاں ہر قسم کا آرام ہے پہنچ جائے اور اس کے متعلق لوگ پیچھے ہوں اور اُس کو فکر ہو کہ دیکھئے منزل کیونکر طے کرتے ہیں۔ سو ان کو وہاں خوشی سُنائی جاتی ہے کہ تمہاری برکت سے ان پر بھی کچھ خوف و غم نہیں وہ بھی تمہارے ہی پاس آتے ہیں (عالم روحانی میں ان احیاء کو دنیا کا علم اور اشتیاق بھی رہتا ہے) اور یہ بھی مژدہ سُنایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اجر اور دینی خدمت کو ضائع نہیں کرتا۔ تم اپنی نوکری پوری کر چکے ہو اب تم پر رحمت ہے۔

فوائد

(۱) شہیدوں کے زندہ ہونے سے ابوالقاسم وغیرہ معتزلہ نے یہ مُراد لی ہے کہ وہ قیامت کو زندہ کئے جاویں گے کیونکہ منافق بعث و حشر کے قائل نہ تھے سو وہ اس موت کو رائیگاں سمجھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کے قول کو ردّ کر دیا۔

اہل سنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے کس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرما رہا ہے اور اسی طرح کبھی بالذین لم یلحقوا بہم سے یہ مراد لیتے ہیں کہ شہید تو جنت میں پہلے

جاویں گے مگر جو لوگ ہنوز جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اُن کی طرف سے اُن کو فکر ہوگی سو اس لئے اُن کو بشارت دی جائے گی کہ وہ بھی تمہارے پاس آتے ہیں۔ یہ توجیہ بھی بناء الفاسد علی الفاسد ہے وہ احادیث جو شہیدوں کے بالفعل زندہ ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں صحاح و دیگر کتبِ حدیث اُن سے مالا مال ہیں۔

(۲) بعض حمقا نے اس سے مجازی معنے مراد لئے ہیں کہ اُن کا نام زندہ رہتا ہے کیونکہ قوم اور ملت پر قربان ہوئے ہیں مگر یہ بھی لغو۔ کیونکہ سیاق اور سباقِ کلام اور احادیث اور اجماعِ امت کے برخلاف اور تاویلِ باطل ہے۔ پھر جو ان کو بالفعل زندہ مانتے ہیں بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اُن کے اسی جسم میں حیات دی جاتی ہے شاید اس سے یہ مُراد ہو کہ شہیدوں کی روحانیت اور بقاء باللہ کا اثر بعض اوقات اُن کے اجسام تک بھی پہنچتا ہے اس لئے سینکڑوں برسوں کے بعد جو کبھی شہیدوں کی لاشیں برآمد ہوتی ہیں تو اُن کا جسم بھی تر و تازہ پایا گیا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ اُحد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اُس نے زور کیا تو جنگِ اُحد کے بعض شہیدوں کی لاش نکلی جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہدِ سلطنت میں ہوا ہے۔ اور یہی سرّ ہے کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی لاشوں میں بھی وہ اثر ہو جاتا ہے کیوں نہ ہو پھول کا اثر مٹی میں ہو جاتا ہے رُوح تو بڑی چیز ہے۔

جمہور اہلِ سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیاتِ روحانی نصیب ہوتی ہے یوں تو ہر شخص کافر و مومن کی روح نہیں مرتی کس لئے کہ اصل انسان روح کا نام ہے کہ جو ایک جوہر لطیف ہے اور جس کا علاقہ جسم سے وہ ہے جو آگ کا لکڑی دہکتی سے یا خوشبو کا پھول سے یا علاقہ تدبیر و تصرّف اور مرکّب کا ہے جس کو موت کہتے ہیں اُس سے وہ علاقہ جسمی منقطع ہو جاتا ہے اور روح قائم و سالم دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے ہاں جو کافر و منافق یا گنہگار ہیں وہاں اُن کی روح اپنے اعمال کے اُس رنگ سے جو دنیا میں اُس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہے جہنم کی آگ میں جلتی ہے اور جو ابرار اور نفوسِ قدسیہ ہیں وہ انوارِ الٰہیہ اور عالمِ نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدۂ جمال سے لذّت اُٹھاتے ہیں اور اُن کی روح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالمِ قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہے عیش مناتی پھرتی ہے۔ چنانچہ وہ جو احادیث میں آیا ہے (کہ شہیدوں کی روح سبز پرندوں کے قالب میں آشیانۂ عرش میں رہتی ہے اور جنت میں جہاں سے چاہتی ہے کھاتی پیتی ہے) اُس سے بھی مراد ہے بلکہ کبھی اس عالم میں بھی صورتِ جسدانیہ میں سیر کر جاتی ہیں جیسا کہ ثقات کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے چونکہ جسم سے علاقہ منقطع ہو جاتا ہے اس لئے اُن کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح درست ہو جاتا ہے سوا ابرار کا اُس عالمِ سرور میں جانا اصل زندگی ہے اسی لئے ان کو بالتخصیص زندہ کہہ سکتے ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ کو جو اپنی حیات کو اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیتا ہے اس لئے اس کو حیاتِ ابدی اُس کے بدلہ نصیب ہوتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را + ہر زماں از غیب جانے دیگر است

(۳) خدا تعالیٰ نے یسعیاہ نبی کی معرفت جیسا کہ کتاب یسعیاہ کے بیالیسویں باب میں ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خبر دی ہے (۱) دیکھو میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرے گا۔ (۲) وہ بازاروں میں نہ چلائے گا۔ ملخصاً (۴) اُس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کرے الخ (۵) خداوند آخر یوں فرماتا ہے۔ (۶) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور قیدیوں کو قید سے نکالے۔ کہ یہوواہ میرا نام ہے اپنی شوکت غیر کو نہ دوں گا جو ستائش میرے لئے ہوتی ہے میں وہ کھدی ہوئی مورتوں کے لئے نہ دوں گا۔ (۱۱) بیابان اور اُس کی بستیاں

لہ ملک عرب

قیدار[1] کے آباد دیہات اپنی آواز[2] بلند کریں گے پہاڑوں[3] کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے[4] وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو جوش میں لائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا، الخ۔ اس بشارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کی صاف تصریح ہے اور اس حکمتِ تامیہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو جہاد سے مقصود ہے وہ یہ کہ جس طرح مالکِ باغ اپنے باغ کو باغبان سے چھٹواتا ہے اور جو کانٹے اور ناقص گھانس اُگ آتی ہے بے ساختہ ان کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتا ہے اسی طرح مخلوقِ الٰہی میں جب وعظ و پندِ انبیاء سے کام نہیں نکلتا تب اخیر میں ایک آسمانی سلطنت قائم کرتا ہے اور اپنے پیغمبر کو اس کام کے لئے مبعوث کرکے بُت پرستی کے خس و خاشاک کو اُکھڑوا دیتا ہے سو اس لئے قرآن میں جا بجا جہاد کی تاکید ہوئی اور وہ اس لشکر کی تنخواہ اجرِ آخرت اور درجۂ شہادت اور کبھی کچھ غنیمت اور ملک و قوم کی شوکت قرار پائی۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

جن لوگوں نے زخم پہنچنے کے بعد (بھی) اللہ تعالے اور

مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ

رسول کا حکم مانا۔ اُن میں سے جنھوں نے

اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

نیکی اور پرہیزگاری کی (اُن کے لئے) اجرِ عظیم ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو لوگوں نے (آکر) کہا کہ تمہارے لئے لوگ

قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

جمع ہوئے ہیں سو اُن کو ڈرایا (اس سے) اُن کا اور بھی ایمان

اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ

بڑھ گیا اور انھوں نے (یہ) کہا کہ اللہ ہم کو کافی ہے اور (وہی) اچھا

الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ

کارساز ہے۔ سو یہ (ایمان والے) خدا تعالےٰ کی نعمت اور فضل

اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ

کے ساتھ واپس آئے (اور) ان کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا۔

وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ

اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی پر چلے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑا

فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

فضل کرنے والا ہے۔

ترکیب

الذین استجابوا موضعِ جر میں صفت ہے المومنین کی۔ اجر عظیم مبتدا مؤخر للذین احسنوا منہم خبر۔ الذین قال لہم بدل ہے الذین استجابوا سے حسبنا ای محسبنا مبتدا اللہ خبر او العکس بنعمۃ من اللہ او لم یمسسہم بھی حال ہے ضمیرِ انقلبوا سے واتبعوا معطوف ہے انقلبوا پر۔

تفسیر

پہلی آیت میں شہیدوں کی مدح کے بعد یہ تھا کہ خدا تعالےٰ مومنوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔ یہاں اُن مومنوں کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں یہ نہیں کہ برائے نام اسلام اختیار کرکے ان درجوں کا اپنے تئیں مستحق سمجھ بیٹھے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ شہید ہو گئے ہیں وہ تو منزلِ مقصود کو پہنچ ہی گئے مگر جو اس جماعت کے لوگ زندہ ہیں وہ بھی انہی میں شمار ہیں۔ فرماتا ہے کہ مومنِ کامل وہ لوگ ہیں کہ جو ہزیمت کھا کر زخم اُٹھا کر بھی اللہ تعالےٰ اور رسول

[1] قیدار حضرت اسمٰعیل کا بڑا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جدِّ اعلےٰ ہے یہ صاف تصریح آنحضرت کی ہے کیونکہ بنی قیدار میں سے سوا آپ کے اور کوئی اس کا مصداق نہیں گزرا ہے ۱۲ منہ [2] یعنی حج اور جہاد میں تکبیر کہیں گے ۱۲ منہ
[3] حج میں صفا و مروہ پر للکار کر تکبیر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ [4] من لبیان لا للتبعیض ۱۲ منہ

کی اطاعت کو موجود ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اُن کے لئے اجرِ عظیم ہے کیونکہ انھوں نے اوامر پر عمل کیا احسنوا، اور منہیات سے بچے اتقوا، اس مدح میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جب جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ستر آدمی شہید ہو گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے اور مشرکین چڑھے چلے آتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی لاشوں کی بے حرمتی کریں چنانچہ حضرت حمزہ رضؓ کی لاش کی بے ادبی کی، کان ناک کاٹ کر شکل بگاڑ دی۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنبھل کر پھر اہلِ اسلام کو پکارا تو باوجود اس شدت کے پھر دوڑے چلے آئے اور مشرکین کو ہٹا دیا۔ واقدیؒ وغیرہ اہلِ سِیَر کہتے ہیں کہ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ اُحد کی جنگ سے جب ابوسفیان مشرکین کا لشکر لے کر واپس چلا اور بمقام روحا پہنچا تو اُس کے دل میں آیا کہ ہم نے بہت سے مسلمان قتل کئے اور بہت کو زخمی کیا افسوس کہ اُن کو بالکل نیست و نابود ہی کیوں نہ کیا پھر چلو اور کام تمام کر آؤ کیونکہ اب ان میں دَم نہیں ہے۔ اُس کے اس ارادہ کی خبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے چلو۔ منافقوں نے کہا کیا خوب یہ تو حال ہوا ہے پھر اُن سے لڑنے چلو۔ مگر مخلصین اہلِ اسلام باوجود زخموں کے کمرِ ہمت باندھ کر آمادہ ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ رضؓ کو لے کر حمراء اسد تک کہ جو مدینہ طیبہ سے تین میل ہے پہنچے ابوسفیان ڈر کر بھاگ گیا۔ یہ اُن مسلمانوں کی مدح ہے جو ساتھ گئے تھے۔ پھر الذین قال لہم الناس[1] میں ایمانداروں کی دوسری مدح ہے اس میں بدرِ صغریٰ کے غزوہ[ع] کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اُحد کے روز جب ابوسفیان مکہ معظمہ کو واپس چلنے لگا تو پکار کر کہا اے محمدؐ! ہمارا تمھارا مقابلہ اب کے بدرِ صغریٰ کے موسم پر ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضؓ سے کہا کہدو منظور جب وہ دن آئے اور ابوسفیان لوگوں کو مکہ سے اکٹھا کر کے مرالظہران[ع] تک آیا تو اُس کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے رُعب آگیا اور وہ واپس پھر گیا اور نعیم بن مسعود اشجعی کو کچھ دینا کر کے مدینہ طیبہ میں اس لئے بھیجا کہ مسلمانوں کو کہہ کر ڈراوے کہ تمھارے مقابلہ کے لئے بڑی فوجیں جمع ہو رہی ہیں یہ عقل کی بات نہیں کہ تم وہاں لڑنے کو جاؤ جب یہاں آکر ہم کو قتل کیا وہاں جا کر کوئی زندہ واپس نہ آئے گا۔ منافق تو سنکر کانپنے لگے مگر مخلصین مسلمان بالکل آمادہ ہوگئے اور یہ کہا کچھ پروا نہیں ہم کو اللہ تعالےٰ کافی ہے اور وہی ہمارا مددگار ہے۔ آخر ستر صحابہ رضؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ وعدہ پہنچے۔ یہاں مخالفین میں سے کوئی بھی نہ ملا۔ اس مقام پر ایامِ جاہلیت میں ہر سال کئی روز تک خرید و فروخت کا میلہ لگا کرتا تھا۔ صحابہ رضؓ نے وہاں جو کچھ زادِ راہ لے گئے تھے اس کو فروخت کر کے دو چند نفع اُٹھایا اور ثوابِ آخرت لے کر یہ لوگ صحیح سلامت گھر آئے۔ قال لہم الناس سے مراد نعیم ہے ان الناس سے مراد مشرکین مکہ ہیں بنعمۃ من اللہ العافیۃ۔ اور فضل سے مراد نفع تجارت ہے لم یمسسہم سوء یعنی قتل و ضرب کوئی بُرائی پیش نہ آئی واتبعوا رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ اس سے منافقین کے دل میں حسرت پیدا کرتا ہے ؛

---

[1] یعنی بار دگر لڑنے کے لئے تیار ہوگئے

اُحد کی لڑائی کے بعد جاتے وقت ابوسفیان سردارِ قریش یہ کہہ گیا تھا کہ اب ہم بدرِ صغریٰ پر پھر تم سے لڑنے کو فلاں فلاں وقت آئیں گے اس پر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو تیار کیا خدا پرست تیار ہوگئے در حضرت صلعم کے ساتھ وہاں پہنچے وہاں کفار میں سے کسی کو بھی نہ پایا ابوسفیان کی خالی شیخی تھی ان حکم برداروں کی ان آیات میں مدح کی جاتی ہے کہ وہ صحیح سلامت بھی آئے اور ان کو اجر بھی ملا۔[۱۲] منہ

[۲] یہ بنی کنانہ کا تالاب یا کنواں تھا یہاں ہر سال خرید فروخت کے لئے میلہ لگا کرتا تھا اور یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ۱۲ منہ

[ع] غزوہ اس لشکر کشی کو کہتے ہیں جس میں خود آنحضرت صلعم بھی شریک تھے اور سریہ وہ کہ جس میں خود شریک نہ تھے

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ

(یہ خبر دینے والا) تو صرف (ایک) شیطان تھا جو اپنے دوستوں کو ڈرایا کرتا ہے

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم

سو تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم ایماندار

مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ

ہو۔ اور (اے نبیؐ!) ان لوگوں سے کچھ غم نہ کرو کہ

يُسَٰرِعُونَ فِى الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا

جو کفر میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کو کچھ بھی ضرر

اللَّهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ

نہ دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ

حَظًّا فِى الْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

بھی نہ رکھے۔ اور ان کو بڑا عذاب

عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

ہو۔ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا

بِالْإِيمَٰنِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْـًٔا ۖ وَ

وہ اللہ تعالیٰ کو تو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے۔ اور

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

اُن کے لئے عذاب الیم ہے۔ اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ یہ

الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ خَيْرٌ

جو ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں کچھ اُن کے حق میں

لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا

بہتر ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ

إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۷۸﴾

اور بھی گناہ کمائیں، اور اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ترکیب

ذٰلکم مبتدا الشیطان خبر یخوف جملہ حال ہے الشیطان سے والعامل الاشارۃ ای یخوفکم باولیائہ او یخوفکم اولیاؤہ۔ الذین کفروا فاعل لایحسبن الذین انما نملی لہم الخ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے۔

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ کفار اہلِ ایمان کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے لئے فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہ ڈرانے والا یعنی نعیم بن مسعودؓ یا جماعتِ کفار ابو سفیان وغیرہ) شیطان ہے کہ جو اپنے دوستوں یعنی مشرکین و کفار کی شوکت سے خدا تعالیٰ کے دوستوں کو ڈرایا کرتا ہے اور دل میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے۔ یا یہ معنی کہ شیطان اپنے یاروں کو ڈرایا کرتا ہے یعنی اس کا گزر زیادہ انہی کے دل میں ہے وہیں زیادہ وسوسہ ڈالا کرتا ہے سو تم اُس کے دوست نہیں ہو تم کیوں ڈرتے ہو تم مجھ سے ڈرو اگر سچے مؤمن ہو۔ اس کے بعد مشرکین کے کرّ و فرّ اور منافقوں اور یہود کے خداع و مکر کی بے ثباتی بیان فرماتا ہے کہ اے نبیؐ یا اے ہر مخاطب اہلِ ایمان تم کو اُن کے اس کفر کی تیاری اور کوشش سے ہراساں نہ ہونا چاہیے یہ سب ہیچ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے وہی کر کے رہے گا یہ اُس کے ارادے اور اس کے جاری کئے ہوئے دین میں کچھ بھی خلل اندازی نہ کر سکیں گے نہ خدا تعالیٰ کا کچھ بگاڑ سکیں گے یہ صرف اپنا ہی بگاڑ[1]

ف بعض معترض اعتراض کیا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا لوگوں کے حق میں بُرائی پہنچانے کا ارادہ کرنا اس لئے ڈھیل دینا کہ وہ اور بھی گناہ کر کے زیادہ عذاب میں مبتلا ہوں، اور پھر بار بار یہ فرمانا کہ ہم کو امتحان مقصود تھا یا ہم کو نیک اور بد کی آزمائش کرنی تھی اس کی شان تقدّس اور علم ازلی کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب مجازات و استعارات ہیں۔ بندہ جب اپنے اس اختیار و ارادے و قدرتِ خداداد کو بُرائی میں صرف کرتا ہے اور کسی ناصح کی بات نہیں مانتا جس سے اُس پر بُرے نتائج پیش آتے ہیں تو اُن نتائج کو کہیں بطورِ سرزنش علمِ ازلی کے سبب جو ازل میں خدا تعالیٰ کو ان باتوں کا علم تھا اور وہ دفترِ علمِ الٰہی میں ثبت ہو چکے تھے اپنی طرف اسناد کر دیا جاتا ہے اور اس اسناد میں کوئی بات خلافِ تقدّس نہیں اسی طرح گو اس کو ازل میں ہر چیز کا علم تھا مگر اس عالمِ شہود میں وہ علم جس کو سند بھی حاصل کرنے میں بعد وقوعِ معاملات ہی ہوتا ہے

کررہے ہیں کیونکہ ان کی اس شرارت سے خدا تعالیٰ یہ چاہ رہا ہے کہ اُن کے لئے آخرت میں سعادت کا کوئی حصہ بھی نہ رہے بدبختِ ازلی رہیں ان کو عذابِ عظیم ہوگا۔ اور وہ لوگ جو فطرتی ہدایت چھوڑ کر کفر اُس کے بدلے میں اختیار کرتے ہیں یعنی ایمان دے کر کفر خریدتے ہیں، منافقین وغیرہ وہ بھی کیا خدا تعالیٰ کو مضرت دے سکتے ہیں ان کو عذابِ الیم ہوگا۔ بعد مُردن اُن کے یہ افعالِ شنیعہ جہنم کی آگ بن کر اُن کو جلا دیں گے۔

اُحد کی لڑائی کے بعد مشرکین اپنی فتحیابی پر نازاں ہوکر یہ کہا کرتے تھے کہ جس دین پر ہم ہیں وہ حق ہے کہ ہم کامیاب ہیں اور دنیا اور دولت ہم کو نصیب ہے۔ مسلمان اسلام کی بدولت کس پست حالت میں ہیں نہ مال ہے نہ اسباب ہے گھر بار چھوڑے مدینہ میں فاقہ کشی کر رہے ہیں، قتل کئے جاتے ہیں۔ اس کا جواب دیتا ہے کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اور یہ سامان مہیا کر دیئے ہیں اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں ان کو یہ سامان اس لئے ملے ہیں کہ نافرمانی اور گناہ میں کامل ترقی کر کے مرنے کے بعد اس کی پوری سزا پائیں جس طرح کوئی جرم کرے اور بادشاہ باوجود علم و قدرت کے اس کو فوراً گرفتار نہ کرے اور اس کو اتنی مہلت دے کہ وہ خوب بغاوت اور فتنہ پھیلا دے سو یہ بادشاہ کے کامل غضب کی علامت ہے کہ پھر اس کو گرفتار کر کے اس بڑے بھاری جرم کے معاوضہ میں سخت سزا دے گا۔ بادشاہ کا یہ ڈھیل دینا کچھ اس کے حق میں مہربانی نہیں بلکہ زہر اور قہر ہے۔ اسی طرح بے دینوں کا دنیا میں کامیاب ہونا اور عمر و دولت میں ترقی کرنا باوجود خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے اُن کے حق میں زہر ہے۔ ع ۱۸ ۹

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَآ

اللہ ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑ دیتا کہ

اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ

جس پر تم ہو تاوقتیکہ ناپاک کو پاک سے ممتاز

الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا (بھی) نہیں تھا کہ تم کو غیب پر

الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ

مطلع کر دیتا بلکہ اللہ تو اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

کر لیتا ہے۔ سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ

اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو بڑا اجر

عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

ملے گا۔ اور جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل

يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

(و کرم) سے کچھ دے رکھا ہے اُس پر وہ بخل کرتے ہیں اس بخل

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ

کرنے) کو وہ اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ بات اُن کے حق میں بہت (ہی) بری ہے

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

بہت جلد ان کو اس چیز کا کہ جس پر وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن طوق بنا کر پہنایا جاوے گا

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اور اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا وارث ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ (اس سے خوب) واقف ہے۔

ترکیب

ماکان اللہ خبر کان کی محذوف تقدیرہٗ ماکان اللہ مریدا لان یذر المؤمنین۔ لیذر خبر نہیں ہو سکتی یذر کی اصل یوذر تھی یدع کی مشابہت سے و حذف ہوا ورنہ یہاں کوئی علّت حذف نہ تھی اور یذر کی ماضی نہیں آتی کیونکہ ترک اس کا کام دیتا ہے الذین یبخلون الخ فاعل لایحسبن بخیر مفعول ثانی ہو ضمیر فصل مفعولِ اوّل البخل محذوف یا ہو ۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے اُحد کے معرکہ کا منافق بھی یہ کہتے تھے کہ اگر نبی برحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو یہ حوادث پیش نہ آتے نہ یہ مصائب اُٹھانے پڑتے۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں تسلی کرتا ہے کہ اُحد کے روز شکست کھانا، بہت سے لوگوں کا قتل ہونا اور بہت کا زخمی ہونا اور پھر اس حالت میں ابوسفیان کے مقابلہ کو نکلنا اور بدرِ صغریٰ میں وعدہ پر جانا، ادھر کھانے پینے اور افلاس کی سخت تکلیفات پیش آنی یہ سب باتیں کسوٹی ہیں کھرے اور کھوٹے کے لئے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ اے مسلمانو! ہم بغیر امتیاز کئے تمہارے اُسی حال پر تم کو چھوڑ دیتا اور اس دنیا دار تکلیف میں کھرے کھوٹے کا ایسے حوادث سے امتحان نہ کرتا۔ اس پر خیال ہوتا تھا کہ اس امتحان میں خدا تعالیٰ کی کیا حکمت ہے یوں ہی لوگوں کو مطلع کیوں نہیں کر دیتا کہ فلاں جہنمی ہے فلاں امتحان میں کامل نکلے گا، فلاں ناقص۔ اس کے دفعیہ میں فرماتا ہے کہ اُس کی حکمت کا یہ بھی مقتضیٰ نہیں کہ وہ تم کو غیب پر مطلع کرے جو باعثِ فسادِ انتظامِ عالم ہو جاوے لیکن وہ اپنے رسولوں کو مخصوص کرتا ہے یعنی ان کو جس قدر چاہتا ہے اسرارِ غیب پر مطلع کر دیتا ہے سو تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا چاہیے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو گے تو تم کو اجرِ عظیم عنایت ہوگا۔ حقیقت میں جو شخص دنیا میں ایمان کا دعویٰ کرے یا اس کی محبت کا دَم مارے اور پھر امتحان کی کسوٹی پر کھینچے جانے سے حذر کرے اور چند مصائبِ فانیہ سے اُس کا نشہ ہرن ہو جاوے وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد جہاد کی تقویت کے لئے اس میں مال صَرف کرنے کی تاکید فرماتا ہے اور جو لوگ ہاتھ روکتے اور بُخل کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہماری جمع بنی رہی اُن کو خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے اس بخل پر نازاں نہ ہوں یہ اُن کے حق میں اچھا نہیں ہے بلکہ بُرا ہے۔ قیامت کے روز اس حبِ مال اور بخل کو متشکل کیا جاوے گا اور جس طرح یہ محبتِ مال اور بُخل اُن کے گلے میں پڑا ہوا ہے کہ کسی وقت دُور نہیں ہوتا اسی طرح وہاں اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔ جس طرح خواب میں معانیٔ جزئیہ اپنی مناسب صورت میں نظر آتے ہیں اسی طرح اعمال بھی قیامت کو مرنے کے بعد اپنے مناسب صورتوں میں ظہور کریں گے۔

پھر فرماتا ہے کہ اے بنی آدم! تم مال پر کیوں بُخل کرتے ہو آخر ایک روز فنا ہے سب تم مر جاؤ گے سب کا وارث اللہ ہی رہے گا یعنی اُس کے سوا اور کوئی لینے والا باقی نہ رہے گا یا میراث سے مراد یہ ہے کہ سب کچھ اسی کا ہے پھر تم بیگانی چیز میں کیوں بُخل کرتے ہو؟ بما اٰتٰہم اللہ من فضلہ سے مراد مال یا عام علم و حکمت وغیرہا ہے کیونکہ ان چیزوں میں بھی بُخل کرنا ناجائز ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی (یہ) بکواس (بھی) سن لی جو کہتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ
کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی، ہم ان کی (یہ) بکواس

مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
اور نبیوں کا ناحق قتل کرنا اب لکھ لیتے ہیں۔

وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾
اور (اس کے جواب میں) ہم ان سے (قیامت کے دن) کہیں گے کہ لو عذاب دوزخ کا مزہ چکھو۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ
یہ اپنی اعمال کا بدلہ تو ہے کہ جن کو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا تھا اور

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ
اللہ تعالیٰ تو کسی بندہ پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی تو

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا
کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ہرگز ایمان

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ
نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے کہ

تَأْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ

جس کو آگ کھا جائے۔ کہدو کہ مجھ سے پہلے (بھی) بہت سے رسول

مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ

تمہارے پاس نشانیاں لے کر اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ (بھی)

فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

لے کر آچکے ہیں پھر تم نے ان کو کیوں قتل کر دیا اگر تم سچے ہو۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ

(اے نبی ؐ) پھر اگر انھوں نے آپ کو بھی جھٹلایا تو (کوئی بات نہیں کیونکہ) آپ

قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَ

سے پہلے بھی (بہت سے) رسول جھٹلائے گئے ہیں حالانکہ وہ معجزات اور صحیفے اور

الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾

روشن کتاب (بھی) لائے تھے۔

ترکیب

وقتلہم معطوف ہے ماقالوا پر قتل مصدر مضاف ہے فاعل کی طرف الانبیاء مفعول ذالک مبتدا بما قدمت خبر ای مستحق بما قدمت الذین قالوا بدل ہے پہلے الذین سے

تفسیر

پہلی آیت میں اس بات کی تاکید تھی کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں مال صرف کرنا چاہیئے بخل اچھا نہیں۔ اس کے موافق جو آنحضرت علیہ السلام نے ترغیب دی اور فرمایا کہ جو کوئی دیتا ہے اللہ تعالےٰ کو دیتا ہے۔ اُس پر مدینہ طیبہ کے یہود نے مضحکہ کیا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ فقیر ہے جو بندوں سے مانگتا ہے[ا]۔ دوسرا شبہ تھا کہ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سچے نبی ہیں تو ایسی قربانی کریں کہ جس کو آگ آسمان سے اُتر کر کھا جائے۔ خدا تعالےٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ اُس وقت تک ہم کسی نبی کی تصدیق نہ کریں جب تک کہ وہ ایک قربانی نہ ذبح کرے اور اُس کو آسمان سے آگ آکر نہ کھا جائے جیسا کہ ہمارے انبیاء ؑ کے عہد میں ہوا کرتا تھا یہاں ان دونوں باتوں کا جواب دیتا ہے کہ جو لوگ یہ گستاخی کرتے ہیں ہم اس کو سن رہے ہیں، ہم اس کو ان کے اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور وہ جو ان کے بزرگوں نے انبیاء ؑ ناحق قتل کئے ہیں اور یہ بھی اُس کے پسند کرنے کے سبب اُس میں شریک ہیں اُس کو بھی ہم لکھ رہے ہیں یعنی یہ گستاخی کچھ نئی بات نہیں یہ لوگ پشتینی بدمعاش اور خدا تعالےٰ سے نافرمان ہیں۔ (اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن کا معجزہ آتشی قربانی انھوں نے دیکھا تھا اُن کے ساتھ بجز قتل کے اور کیا سلوک کیا تھا) بعد موت کے ہم ان کو کہیں گے کہ عذاب حریق کا مزہ چکھو اور یہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

اور دوسرے شبہ کی نسبت فرماتا ہے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول اور بہت سے معجزات اور خاص یہ معجزہ کہ جس کے تم خواستگار ہوئے کرآئے ہیں اور صحیفے بھی ان کے پاس کھلے کھلے تھے پھر اُن پر ایمان لانا تو درکنار اُن کو قتل کرڈالا پس اگر اے نبی ؐ! وہ آپ کی تصدیق نہ کریں تو کچھ آپ ؐ کا قصور نہیں بلکہ یہ اُن کی مستمرہ عادت ہے۔ واضح ہو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بیل یا اور جانور انھوں نے قربانی کیا تو اُس کو غیب سے ایک آگ نمودار ہو کر کھا گئی اور یہ بات اس کے مقبول ہونے کی عمدہ علامت تصوّر ہوتی تھی جیسا کہ عہدِ عتیق کے متعدد مقامات سے پایا جاتا ہے۔ لیکن اُن کا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے ہم سے عہد لے لیا ہے کہ بغیر اس معجزہ دیکھے کے کسی پر ایمان نہ لائیں محض غلط بات تھی کبھی اُن سے یہ عہد نہیں ہوا بلکہ مسیح علیہ السلام وغیرہ کو اس کی نوبت بھی نہیں آئی۔ چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات دیکھ چکے تھے ان کا انکار نہ کر سکے

[ا] آج کل بھی جاہل لوگ قرآنی محاورات اقرضوا اللہ قرضاً حسناً وغیرہ پر یہی اعتراض کیا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو دینے اور قرض دینے سے مراد نیک کاموں میں دینا مراد ہوتا ہے جس کا بدلہ خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کو قرض سے بطور استعارہ کے تعبیر کرنا کمال بلاغت ہے مگر کور مغز کے نزدیک عیب ہے ۱۲ منہ

اور ایک نئی بات طلب کی اور یہ طلب عناد سے تھی تو اس لئے سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ایسی حالت میں معجزہ نہ دکھایا جاوے جیسا کہ حضرت مسیح ؑ نے صلیب پر چڑھتے وقت معجزہ دکھانے سے انکار کیا تھا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا
ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ اور تم کو قیامت کے

تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ
روز (تمہارے اعمال کے) پورے (پورے) بدلے ملیں گے۔ پس جو شخص

زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ
آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ

فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا
(دلی) مراد کو پہنچ گیا۔ اور دنیا کی زندگی ہے کیا؟ محض دھوکے

مَتَاعُ الْغُرُورِ (۱۸۵) لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ
کی پونجی۔ ضرور مالی اور جانوں کے (نقصان میں) تمہاری

وَأَنْفُسِكُمْ ۚ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ
آزمائش کی جاوے گی۔ اور البتہ تم کو ان لوگوں سے کہ جن کو تم سے

أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ
پہلے کتاب دی گئی ہے اور مشرکوں سے (بھی)

الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَ
بہت سی رنج کی باتیں سننی پڑیں گی۔ اور

إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ
(اس پر) اگر تم صبر اور پرہیزگاری اختیار کرو تو البتہ یہ (بڑی)

مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (۱۸۶)
ہمت کی بات ہے۔

ترکیب

کل نفس اگرچہ نکرہ ہے مگر اس مقام پر مبتدا اور ذائقۃ الموت خبر انما ما کافہ ہے اور اس لئے اجورکم کو فعل کی وجہ سے نصب ہوا اور اگر بمعنے الذی ہوتا تو اجورکم کو رفع ہوتا فمن زحزح الخ شرط فقد فاز جواب ومن الذین اشرکوا معطوف ہے من الذین اوتوا الکتاب پر اذی موصوف کثیرا صفت مفعول ہیں لتسمعن کا۔

تفسیر

پہلے تھا کہ اگر یہود نے آپ کی تکذیب کی تو کچھ نئی بات نہیں یہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہاں جو کچھ کرتے ہیں کریں آخر ہر شخص کو مرنا ہے (کس لئے کہ جسم کی رطوبت غریزیہ[ے] کو اس کی حرارت غریزیہ فنا کرتے کرتے خود بھی فنا ہو جاتی ہے۔ جس طرح چراغ کا تیل حرارت سے جلتے جلتے اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ خود چراغ کی لو گل ہو جاتی ہے یہ چار مخالف عناصر کب تک جمع رہیں گے انفکاک ترکیب ہو گا اگلے کہاں رہے ہیں جو یہ رہ جائیں گے۔ اس میں اشارہ ہے کہ روح باقی رہے گی کیونکہ نفس کو موت کا مزہ چکھنے والا فرمایا سو موت کے وقت اس کو باقی رہنا چاہیے) پھر روح جب اس عالم سے وہاں جاوے گی تو اپنے اعمال کا پورا بدلہ پاوے گی مگر قیامت میں کہ جب اس عالم عنصری کا وجود نہ رہے گا جو عذاب سے بچا اور جنت میں گیا اس نے اپنے اس دنیا میں آنے کی مراد پالی اور نہ اس کا یہ سفر اکارت گیا۔ اور جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و آرام اور مال و دولت زن و فرزند ہی کو اصلی مراد سمجھتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں یہ سب چیزیں عالم خواب کے عیش و آرام کی طرح چند روز کے بعد خواب و خیال ہو جاویں گی پھر اس بے بنیاد چیز کے نشہ میں اس عالم کے ہادیوں کا انکار کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے حقیقت میں یہاں کے عیش و آرام کچھ بھی نہیں۔ ہر مزہ میں تلخی ملی ہوئی ہے اول تو ہر دم فنا جسم کا تغیر آواز جرس بن رہا ہے پھر اگر مال ہے تو تندرستی نہیں اور یہ ہے تو وہ نہیں سب مرادیں کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتیں سو اس تمام عیش و خوبی کا گھر عالم روحانی ہے اس لئے کاملین موت کے مشتاق رہتے

ے اصلیہ ۱۲

ہیں اس تسلی کے بعد فرماتا ہے کہ اے ایماندارو! یہ عالم دارِ امتحان ہے تم کو جانی اور مالی تکلیفیں یہاں اٹھانی پڑیں گی اہلِ کتاب اور مشرکین کے طعن اور کلماتِ جاں سوز بھی سُننے پڑیں گے ثابت قدم رہنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آج تک ہو رہا ہے پادری اور متعصّب ہنود وغیرہم سینکڑوں برچھیاں مسلمانوں کے دلوں پر مارتے تھے اور مارتے ہیں۔ ہزاروں جھوٹی باتیں لکھ کر اسلام پر دھبہ لگاتے ہیں عجیب عجیب پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور قرآنِ مجید کی ہجو کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم ان باتوں پر صبر کرو اور علم اور پرہیزگاری سے کام لو تو یہ بڑی عمدہ اولوالعزمی کی بات ہے۔ جہاد کے موقع پر جنگ کرنا اور بات ہے عموماً برتاؤ میں حلم اور تواضع کرنا اور بات ہے اس کی بھی جابجا قرآن میں تعلیم[1] ہے۔

ع ۱۹ ۹ ۱۰

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور (اے نبی ؐ! اہلِ کتاب کو وہ وقت یاد دلاؤ) جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ

الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ

(اس کتاب کو) لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت (مگر اہلِ کتاب نے)

فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا

اس عہد کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں

بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾

(تھوڑے) قلیل دام وصول کئے۔ سو کیا ہی بُرا سودا کر رہے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا

اور (کہہ دیجئے) ان لوگوں کو جو اپنے کرتوت پر اتراتے ہیں اور کیا (کچھ بھی)

وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا

نہیں اور (اسپر) خواہشیں کرتے ہیں کہ ہماری تعریف ہو

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ ۖ

سو ان کی نسبت یہ نہ سمجھنا کہ انھوں نے عذاب (دوزخ) سے رستگاری حاصل کرلی ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

(بلکہ) ان کے لئے (تو) عذاب دردناک (تیار) ہے۔ اور آسمانوں اور

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ

زمین کی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

قادر ہے۔

ترکیب

لتبیننہ کا مرجع عند البعض کتاب ہے بعض کے نزدیک نبی علیہ السّلام ہیں۔ وراء ظرف ہے نبذوا کا لاتحسبن بالتاء خطاب للنبی اولکل من یصلح للخطاب۔ انت ضمیر اس کی فاعل اور الذین صلہ وموصول مع معطوف مفعول اوّل خیرًا مفعول ثانی محذوف یا لاتحسبن ثانی اُسی کا اعادہ ہے ہُم مفعولِ اوّل بمفازۃ مفعول ثانی مفازۃ مفعلۃ ہے یعنی ظرف مکان من العذاب متعلق محذوف کے ہوکر مفازۃ کی صفت اور اگر مفازۃ کو مصدر میمی مانا جائے تب اسی کے متعلق ہے۔

تفسیر

صبر اور پرہیزگاری جس کا حکم دیا تھا اور اُس کو ہمت کے کاموں میں سے بتایا تھا یہود میں سے جاتی رہی تھی جس کا ذکر آیات میں کیا جاتا ہے۔ واذ اخذ اللہ کہ خدا تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا تھا کہ کتاب کو لوگوں سے چھپانا نہیں بیان کر دینا۔ مگر دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اس عہد کو پسِ پشت پھینک دیا عہد کے بدلے جو دنیا خریدی کیا ہی بُرا سودا کیا۔ پھر ان میں صبر اور پرہیزگاری کہاں رہی۔ دنیا کے لالچ میں ایمان بھی برباد کر بیٹھے۔

---

[1] قل للذین اٰمنوا یغفروا للذین لایرجون ایام اللہ۔ مسلمانوں سے کہدو کہ کافروں کو معاف کیا کریں وقال ادفع بالتی ہی احسن۔ کہ بدی کے مقابلہ میں نیکی کرو۔ وغیرہا من الآیات ۱۲

[2] المفازۃ مفعلۃ من فاز یفوز اذا نجا وقیل معناہ مکان بعید ۱۲

علمائے اہلِ کتاب پر ہوا پرستی اور دنیا طلبی یہاں تک غالب آگئی تھی کہ وہ جیسا کہ موقع دیکھتے ویسا ہی فتویٰ دیدیا کرتے تھے حق گوئی بالکل جاتی رہی تھی اور لطف یہ تھا کہ اپنے اس کرتوت پر خوش بھی ہوتے تھے بلکہ اس بات پر مدح وستائش کے مستحق بنتے تھے کہ دیکھو ہم کیسے ہوشیار ہیں دین کی آڑ میں دنیا حاصل کرتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ وہ اس چالاکی اور دین فروشی سے چاہیں کہ خدا کی مار اور اس کی سزا سے بچ جائیں ہرگز نہ بچیں گے اُن کو اس فعل کی سزا ملنی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اس کی عدالت کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے اقتدار و قدرت سے بھی کوئی باہر نہیں جو کسی تدبیر وحیلہ سے اس کی سزا سے بچنا چاہے تو بچ نہیں سکتا۔ اس بات سے ڈرنا ہی تو اصل پرہیزگاری ہے جس کو وہ کھو بیٹھے۔ اے مسلمانو! تم زکھو دینا اتوا لے فعلوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ اور اصل ستائش و حمد تو عمدہ بالتو پر ہوتی ہے سو وہ انھوں نے کیں نہیں، اور کیا تو بُرا کام کیا پھر اس پر وہ ستائش کرانا چاہتے تھے سو یہ نہایت بد بات تھی گویا عیب کو ہنر سمجھ کر مدح کا مستحق بننا ہے۔ معاذاللہ جس میں یہ لاعلاج مرض پیدا ہوجائے کہ وہ عیب کو ہنر سمجھ کر اپنے آپ کو تعریف کا مستحق سمجھے ایسے لوگوں سے صلاحیت کی کیا اُمید۔ اس بیان میں صبر و پرہیزگاری کی عدمی جانب بھی بیان کردی جو یہود میں تھی کس عمدہ پیرایہ سے کہ جس کا یہود بھی انکار نہیں کرسکتے تھے کیونکہ وہ خود ایسا کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ اصل تقویٰ خدا تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ اور ہر چیز پر قادر سمجھ کر اعمالِ بد کی سزا سے ڈرنا ہے اور اس میں انسان کو ہلاک کرنے والی خصلت سے بھی آگاہ کردیا وہ یہ کہ عیب کو ہنر اور قابلِ مدح سمجھنا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
البتہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي
اور رات دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لئے (بڑی)

الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ
نشانیاں ہیں۔ (بالخصوص) اُن کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں

قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ
کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر (لیٹے ہوئے)

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ
اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش (بناوٹ) میں غور کرتے

الْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ
(اور کہتے) ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ عبث نہیں بنا ئے۔

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا
تو عیبوں سے پاک ہے سو ہم کو آگ کے عذاب سے بچانا۔ اے رب!

إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ۭ
جس کو تو نے دوزخ میں داخل کیا سو اُس کو رُسوا کیا،

وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَا
اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب!

إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ
ہم نے ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لئے منادی کر رہا تھا (یہ پکارتے) سُنا کہ

أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا
(لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب!

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا
ہمارے گناہ معاف کردے اور ہماری برائیاں مٹا دے

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا
اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دینا۔ اے ہمارے رب! جن

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
جن نعمتوں کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی معرفت ہم سے کیا ہے ان کو ہمیں عنایت کیجیو گا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۴﴾
اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کرنا (کیونکہ) تو وعدہ کے خلاف (کبھی) نہیں کیا کرتا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ

پس انکے رب نے بھی ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) میں بھی تم میں سے (اچھے) عمل

عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ

کرنے والے کی محنت کو رائگاں نہیں کرتا (خواہ وہ) مرد ہو یا عورت

بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا

(کیونکہ) تم آپس میں ایک ہو۔ پھر جنھوں نے ہجرت کی

وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ

اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں

سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ

ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے تو میں (بھی) اُن کی برائیاں

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ

ان سے مٹادوں گا۔ اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں (لے جاکر)

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ

بساؤں گا کہ جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی (یہ) خدا تعالیٰ کی طرف سے

عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (۱۹۵)

(انکے اعمال کا) بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس (بہت ہی) اچھا بدلہ ہے۔

ترکیب

فی خلق السمٰوٰت الخ خبر ان لآیٰت اس کا اسم الذین الخ صفت یا بیان ہے اولی الالباب کا قیاماً اور قعوداً حال ہیں فاعل یذکرون سے اور علیٰ جنوبہم بھی محذوف سے متعلق ہو کر حال ہے، ای کائنین علیٰ جنوبہم ویتفکرون معطوف ہے یذکرون پر باطلاً اسم فاعل بمعنے مصدر کالعاقبۃ یہ مفعول لہٗ یا حال ہے ہٰذا کا مشارالیہ خلق ہے تدخل النار شرط فقد اخزیتہ جواب مجموعہ خبر من ینادی صفت ہے منادیا کی من ذکر او انثیٰ بدل ہے منکم سے بعضکم من بعض مستانف ہے یا حال ثواباً تمیز یا حال۔

تفسیر

اور جانب وجودی کو ان آیات میں اپنے صفاتِ جلیلہ اور پرہیزگاروں کے رویہ کو عبادت و ذکر و دعا سے ثابت فرمایا جاتا ہے کہ پرہیزگار خداپرست ایسے ہوتے ہیں ان فی خلق السمٰوٰت والارض بیشک جو کچھ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کے نشانِ قدرت ہیں کہ ایک مادہ سے مختلف اشیا کس حکمت سے بنائی ہیں واختلاف الیل والنہار اور جو کچھ رات اور دن کے بدلنے میں نشانِ قدرت ہیں کہ نیراتِ عظام کو کس عمدگی اور فوائد بشریہ سے ملے ہوئے کس قادرِ مطلق نے حرکات و سکنات پر کس طرح سے مامور کردیا ہے کبھی دن اور رات، بڑی کبھی چھوٹی، کبھی سرد کبھی گرم ہوتے ہیں اور یہ تغیر بتا رہا ہے کہ دنیا کی کسی حالت کو بھی بقا و دوام نہیں چہ جائیکہ انسان کو۔ ان سب میں غور و فکر کرنے سے اس کی قدرت و کمال کی بڑی بڑی نشانیاں اور دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر کس کے لئے لاولی الالباب عقلمندوں کے لئے نہ کہ حمقاء و جہلاء کے لئے جو حیوانوں جیسی آزاد زندگی پر فریفتہ ہیں لذائذِ حسیہ ہی ان کا مقصودِ اصلی ہے۔ وہ عقلمند جو اصلی خداترس اور پرہیزگار ہیں کون ہیں اور ان کے کیا صفات ہیں؟ الذین یذکرون اللہ وہ جو ان آیاتِ قدرت میں غور کرنے کے بعد ان سب سے خدائے قادر کا وجود برحق مان کر اس کو یاد کرتے ہیں پھر نہ صرف عمر بھر میں ایک دوبار یا برسوں اور مہینوں اور ہفتوں میں بلکہ قیاماً و قعوداً ہر حال میں کھڑے اور بیٹھے، (اسلامی نماز اس قسم کے ذکر کو حاوی ہے) بلکہ و علیٰ جنوبہم لیٹے ہوئے بھی اس سے غافل نہیں اور نہ صرف ذکر ہی کرتے ہیں بلکہ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض لیٹے ہوئے جب آسمانوں اور نیراتِ عظام کو دیکھتے ہیں پھر زمین کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ان کی پیدائش میں غور و فکر کرکے یہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت ہٰذا باطلاً کہ اے ہمارے رب! تو نے اس عالم کو بیکار اور غلط کاری سے پیدا نہیں کیا ہے۔ ہر ہر چیز میں صدہا مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں یہ کسی بے شعور طبیعت یا کسی لایعقل مادہ یا کسی مجہول الحال نیچر کا کام نہیں سبحانک

تو اس لغو اور باطل آفرینش کی تہمت سے پاک ہے۔ اور جو لوگ باوجود عقلِ خداداد کے ان نشانِ قدرت میں غور نہیں کرتے اور عالم کو از خود پیدا شدہ جانتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے سوا اُن کی پیدائش اور کسی کی طرف منسوب کرتے ہیں یا وہ کچھ فکر بھی نہیں کرتے یہ کام جہنم میں جانے کا ہے۔ پھر اے ہمارے رب! وقنا عذاب النار ہم کو جہنم کی آگ سے بچانا ہم آپ ہی کو خالق و مالک مانتے ہیں۔ کیونکہ جس کو تُو نے جہنم میں داخل کیا تو اس کو بڑا ہی رُسوا کیا جس سے زیادہ اور کوئی رسوائی اور ذلّت نہیں اور ایسے ظالموں کا جو ایک کا حق دوسرے کو دیتے ہیں خدا تعالیٰ کے صفات مخلوق میں ثابت کرتے ہیں وہاں ان کا کوئی بھی مددگار اور بچانے والا نہیں جن کو وہ مددگار سمجھ کر پوجتے تھے کسی کی بھی مجال نہ ہو گی کہ اس کے سامنے دَم بھی مارے۔ اور صرف ہماری ہدایت کا یہی سبب نہیں کہ ہم نے عالم کے احوال میں نظر کر کے خدا تعالیٰ کو پہچان لیا اور اسی کو کافی سمجھ بیٹھے ہوں بلکہ سمعنا منادیا کہ ہم نے ایک منادی کو سُنا ینادی جو آواز دیتا تھا کہ ان آمنوا بربکم اپنے رب پر ایمان لاؤ فآمنا ربنا سو اے رب! ہم ایمان لے آئے اس کی مخالفت نہ کی۔ منادی خدا سے مراد نبی ؐ یا اس کے نائب اور قرآن مجید ہے اور دل میں بھی خدا کا منادی فرشتۂ خیر کی طرف آنے کی آواز دیا کرتا ہے اس کی آواز کو بھی وہی سُنتے ہیں کہ جن کے دل میں ادراک باقی ہے۔ یہاں سے کس لطف کے ساتھ نبوّت کی ضرورت بھی ثابت کر دی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عالَم غیب کے حالاتِ صحیح بغیر نبی ؐ کے معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ قوتِ وہمیہ حق بات پر بھی دوسرا رنگ چڑھا کر دکھایا کرتی ہے اب اے خدا! ہمارے گناہ جو بتقاضائے بشریت ہم سے ہو گئے ہیں معاف کر دیجئے۔ اور ہماری بُرائیاں اور سیہ کاریاں سر سے مٹا ہی ڈالئے اور ہم کو آئندہ بھی اس رستہ پر قائم رکھ کہ موت بھی آئے تو نیک لوگوں کے زمرہ میں ہو کر آئے۔ اور

اے ہمارے رب! جو کچھ تُو نے ہمارے لئے اپنے رسول ؐ کی معرفت عالمِ جاودانی کی بابت وعدہ فرمایا ہے وہ ہم کو دینا ہمارے گناہوں کے سبب محروم نہ کر دینا۔ خوف تو یہی ہے کہ تیرے وعدہ کی بابت ذرہ شبہ نہیں کس لئے کہ تو ہرگز وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ بھی ان کو ان کی دُعاء مستجاب ہونے کا مژدہ دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم بھی کسی کی محنت رائیگاں نہیں کیا کرتے، اِن کی دُعاء قبول فرماتے ہیں۔ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں خواہ مرد ہو خواہ عورت، خواہ غریب ہو خواہ امیر شریف ہو خواہ رذیل کس لئے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بعضکم من بعض سب انسان ایک نسل کے ہیں اور بلحاظِ انسانیت یکساں ہیں مراتب میں عنداللہ فرق ہے تو ان کے اعمال و ایمان ہی کے سبب سے ہے۔ فالذین ہاجروا پھر جس نے ہجرت کی خدا تعالیٰ کے لئے وہ وطن کہ جہاں خدا پرستی نہیں کر سکتے تھے چھوڑ دیا اور خدا تعالیٰ کے ممنوع کام بھی چھوڑ دیئے اور وہ اپنے گھروں سے بجرمِ خدا پرستی نکالے گئے اور اسی لئے ستائے گئے اور مقابلہ کی اجازت کے بعد پھر وہ بھی خدا پرستی کو رواج دینے کیلئے لڑے یا اس لڑائی میں مارے گئے اور شہید ہو گئے تو میں بھی اُن کے گناہ دفتر سے مٹا ہی ڈالوں گا اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو مرنے کے بعد ایسے عمدہ باغوں میں لے جا کر رکھوں گا کہ جن کے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہوں گی یہ بدلہ ہو گا خدا تعالیٰ کی طرف سے، اور خدا تعالیٰ کے پاس بہت عمدہ بدلہ ہے تھوڑی سی نیکی پر بھی وہ بدلہ دیتا ہے۔ جو کوئی کیا دے گا، حیاتِ جاودانی جس کی ادنیٰ چیز کی بھی دنیا بھر قیمت نہیں ہو سکتی، کیسا بڑا بدلہ ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

(اے نبی ؐ) آپ ملک میں کافروں کے (اکڑ کر) چلنے پھرنے سے دھوکے میں

الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ قف ثُمَّ مَأْوَاهُمْ

نہ آجانا۔ (یہ تو) تھوڑا سا اسباب ہے، پھر تو اُن کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

جہنم ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے (وہ) باغ ہیں کہ جن کے تلے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا

جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (یہ) مہمانی ہے خدا کے

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

یہاں کی۔ اور جو چیز اللہ کے پاس نیک لوگوں کے لئے ہے وہ تو بہت

لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

ہی) بہتر ہے۔ اور بیشک اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو

لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ تمھاری طرف نازل کیا گیا ہے

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا

اور جو کچھ اُن کی طرف نازل کیا گیا تھا اللہ سے ڈر کر ان (سب) پر ایمان لاتے ہیں، خدا

يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ

تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑے سے داموں سے بھی نہیں بیچتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ

والو! صبر اور (تکالیف کی) برداشت کرتے رہو۔ اور آپس میں

رَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰ ۱۱

دل بستگی رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

ترکیب

متاع قلیل خبر ہے مبتدا محذوف کی ای تقلبہم متاع قلیل الکن مخفف اور مثقل دونوں طرح سے آیا ہے خالدین حال ہے لہم سے اور عامل معنی استقرار ہیں جنّٰت موصوف وصفت مبتدا لہم خبر من اہل الکتاب خبر ان لم یؤمن اسم خاشعین حال ہے ضمیر یؤمن سے اور جمع بلحاظ معنی لفظ من ہے۔

تفسیر

ان پرہیز گاروں کے مقابلہ میں ان لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جو صرف دنیاوی جاہ و حشمت پر مغرور ہو کر ملک میں اکڑتے پھرتے ہیں جو ایک بہت ہی قلیل پونجی ہے اور نیز مشرکین اپنے دنیاوی عیش و آرام پر نازاں ہو کر فقراء مہاجرین و انصار سے جن پر تنگدستی بے امتی محیط تھی طعن کے طور سے کہا کرتے تھے کہ تمھاری خدا پرستی اور پرہیز گاری دیکھی تم سے ہر حال میں ہم بہتر ہیں عیش و آرام میں بلا قید حلال و حرام ہر طرح کے مزے اڑاتے ہیں۔ نہ روزہ نماز کی تکلیف نہ راتوں جاگنے دعا مانگنے کا جھگڑا۔ جب تم کو یہاں کچھ نہیں ملا تو وہاں کیا ملے گا۔ صرف توہمات اور خیالی باتوں پر شادمان ہونا اور مصائب اٹھانا ان ہی احمقوں کا کام ہے کہ جن کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جادو سے دیوانہ کر دیا ہے۔ ان کے خیال باطل کا رد کیا جاتا ہے کہ لایغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد۔ اے مخاطب! تم ان کے ملک میں اس اکڑتے پھرنے سے اور اس قدر قلیل جاہ و عیش سے جو آخرت اور نعیم باقیہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ پرہیز گاری اور خدا پرستی کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں۔ متاع قلیل یہ ایک تھوڑا سا سامان ہے اور بہت ہی بے ثبات بھی ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کسی مصلحت سے ان کو دے رکھا ہے اس پر نظر بھی نہ ڈالنا ثم ماوٰہم جہنم وبئس المہاد تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے یہ چند روزہ کامرانی ہے۔ لکن الذین اتقوا ربہم لیکن کامرانی اور حیات جاودانی تو ان کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور اسی کے لئے خدا پرستی اور پرہیز گاری کرتے ہیں لہم جنّٰت تجری من تحتہا

الانہار۔ اُن کے لئے ایسے باغ تیار ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے وہ اس دنیا میں مسافرانہ بسر کرتے ہیں مسافر کو اصلی مقام کی راحت کا خیال ہونا چاہیئے۔ یہ لوگ جب اس سفرِ دنیا سے اپنے مقام پر آئیں گے تو یہ سامان اُن کو نزلاً من عند اللہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مہمانی میں ملیں گے اور ان چیزوں کے اور جو کچھ چیزیں خدا تعالیٰ کے پاس ہیں ابرار یعنی نیکو کاروں کے لئے موجود ہیں وہ کہیں بہتر ہیں۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس عالم میں کسی کو بھی بقار نہیں لاکھوں کو مرتے دیکھتے ہیں پھر رہی یہ بات کہ یہاں کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے کہ جہاں ہم کو جانا اور جا کر اپنے اعمال کا نتیجہ پانا ہے جس کی اُس کے رسولوں نے خبر دی ہے تو پھر ان نعمتوں کے مقابلہ میں اس چند روزہ سامان پر بس کرنا سخت نادانی ہے۔ اس بات پر سوائے دلائلِ عقلیہ کے تمام سلسلہ انبیاء؊ کی بھی شہادت بس ہے کہ جس کو بعض اہلِ کتاب ادا کر رہے ہیں اور وہ کون ہیں لمن یؤمن باللہ الخ کہ جو اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ مسلمانوں کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی قرآن اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس میں اس بات کی صاف تصریح کی ہے وہ اللہ تعالےٰ سے بھی ڈرتے رہتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی آیات کو تھوڑے داموں سے بھی نہیں بیچتے۔ دنیا جتنی کچھ ہو تھوڑے دام ہیں سو اُن کے لئے بھی ان کا اجر خدا تعالےٰ کے پاس ہے۔ یہاں خدا ترس اہلِ کتاب کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے نبیٔ خاتم الزماں ﷺ کی تصدیق کی تھی جیسا کہ یہود میں عبداللہ بن سلام؄ اور عیسائیوں میں سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی وغیرہم۔ اور ممکن ہے کہ اہلِ کتاب کے نقص بیان کرنے کے بعد اُن میں سے خدا پرستوں کو مستثنےٰ کیا گیا جو انصاف کا مقتضےٰ ہے۔ اس کے بعد پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن کر کے ان کو صبر اور خدا پرستی پر قائم رہنے اور پرہیزگاری پر ثابت رہنے کی طرف متوجہ فرما کر کلام کو کس خوبی سے تمام کر دیا۔ بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا الخ۔ کہ اُن کو پڑا ایکنے دو تمہارا جو کام ہے وہ کئے چلے جاؤ۔ واضح ہو کہ انسان کے دو۲ حال ہیں۔ ایک۱ دنیا کا معاملہ دوسرا۲ خدا تعالےٰ کا معاملہ۔ پھر دنیا کے معاملہ کی دو۲ قسم ہیں ایک۱ اپنے اوپر مشقت گوارا کرنا دوسرے کو تکلیف نہ دینا ایک۲ یہ کہ اُس کے علاوہ کچھ اور بھی سلوک و احسان کرنا۔ پھر اس کی بھی دو قسم ہیں اول یہ کہ خاص اپنی ذات سے علاقہ رکھے سو اُس کو تو اصبروا میں ذکر کیا۔ صبر نفس کو روکنا اور برداشت کرنا ہے۔

خاتمہ کلام

پھر اس صبر کے بہت سے اقسام ہیں (۱) یہ کہ توحید اور عالمِ آخرت کے پہچاننے میں جو کچھ غور اور فکر کرنے میں مشقت ہو اُس پر صبر کرے۔ (۲) واجبات کے ادا کرنے میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں روزہ میں بھوک پیاس، جہاد میں گرمی میں چلنا دشمن سے لڑنا تبلیغِ احکام میں وعظ و پند اور دین کی منادی میں جاہلوں کی بد کلامی سُننا سب پر برداشت کرے۔ (۳) نفس کی خواہش روکنے میں جو کچھ مشقت پیش آوے اُس پر صبر کرے۔ حسین عورت کی طرف حرام کرنے کے لئے دل مائل ہو اُس کو روکے۔ الغرض منہیات سے بچنے میں کوشش کرے۔ (۴) مصائبِ دنیا مرض موت قحط تنگدستی خوف وغیرہ مصائب پر برداشت کرے یہ سب باتیں اصبروا میں شامل ہیں۔ وہ جو اوروں سے علاقہ رکھتی ہیں اُس میں یہ ہے کہ گھر کے لوگوں اور ہمسایہ اور اہلِ شہر اور قوم کے اخلاقِ رذیلہ پر برداشت کرے۔ انتقام لینے میں اور غصّہ کے فرو کرنے میں دل کو روکے رکھے یہ سب باتیں صابروا میں آگئیں۔ رہا دوسروں پر احسان کرنا، صلہ رحمی وغیرہ سو وہ رابطوا میں آگئیں۔ ربط کہتے ہیں باندھنے اور لگانے کو خواہ دل کو محبتِ الٰہی سے باندھے یا جہاد میں گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لئے پہرہ دینے پر دل کو باندھے یا انتظارِ صلوٰۃ میں دل لگا دے یا عزیز قریبوں سے واسطے قائم رکھے اس لفظ میں سب معنوں کی گنجائش ہے اور اسی لئے ہر ایک مفسر نے ان میں سے ایک معنے

اختیار کئے ہیں اور احادیث میں بھی ہر معنی کی طرف اشارہ ہے۔ رہا خدا تعالیٰ کا معاملہ سورہ اتقوا اللہ میں آگیا۔ ایک جملہ میں حکمتِ نظریہ اور حکمتِ عملیہ اور اُن کی جمیع اقسام تہذیب اخلاق سیاست مدن تدبیر منزل وغیرہ سب کو جمع کردیا اور پھر حکمت کے ثمرہ فلاح کی طرف بھی کس مجمل لفظ میں اشارہ کیا جو ہر قسم کی فلاح کو شامل ہے فلاحِ دنیا اور فلاحِ آخرت سب آگئیں۔

اس سورہ میں مبدأ و معاد دارِ آخرت کے حالات خدا تعالیٰ کے صفات نیکی کے نتائج اور نیکوں کا رویہ اور بدلوگوں کا انجام اشاعتِ دین میں استقلال انبیاء اور اُن کے پیروؤں کے مختصر واقعات بیان کرکے سعادت کے عمدہ نتیجہ فلاح پر کس خوبی سے کلام تمام کیا ہے اور ہر ایک مضمون کو دوسرے سے عجب مربوط کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

لوگو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو کہ جس نے تم کو

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا

اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں

وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

پھیلائیں۔ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس کا آپس میں واسطہ دے کر مانگا کرتے

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ہو اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو

عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

تاک رہا ہے۔

ترکیب

من نفس واحدۃ صفت موصوف موضع نصب میں خلقکم کی وجہ سے من ابتداءِ غایۃ کے لئے ہے اور ایسا ہی منہا رجالاً کثیراً صفت ہے رجالاً کی اور رجال اگرچہ یہاں جمع ہے اور قاعدہ چاہتا تھا کہ اس کی صفت میں کثیرۃ ہوتا کیونکہ جمع مؤنث ہے لیکن کبھی جمع کی صفت مذکر بھی آتی ہے جیساکہ جماعت مؤنث کی طرف فعل مذکر مسند ہوجاتا ہے کما قال نسوۃ۔ والارحام منصوب ہے معطوف ہے اللہ پر۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے کہ اس میں ایک سو چھہتر آیتیں ہیں۔ اوّل چونکہ اس میں عورتوں کے احکام نکاح و توریث وغیرہ زیادہ مذکور ہیں اس لئے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نساء مشہور ہوگیا۔ سورۂ آلِ عمران میں بیشتر جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل اور فضائل اور مخالفین ملت اسلامیہ کے مبدأ و معاد ذات و صفات کی بابت شکوک و شبہات کے جواب اور عالم آخرت کے دلائل اور فضائل اور وہ باتیں ذکر کی گئیں کہ جن سے قوام ملت آسمانی اور تقویت مذہب ربانی ہوجائے۔ اس کے بعد حکمتِ نوامیسیہ اور فیض الہام کا مقتضیٰ ہوا کہ مکلفین کے لئے وہ احکام بھی بیان ہوجائیں جو اُن کے معاملات کا پورا دستور العمل ہیں اور ان باتوں کا معین کرنا بھی قوتِ بشریہ کی طاقت سے باہر تھا اس لئے اس سورۃ میں بہت سے احکام بیان ہوئے خصوصاً سب سے اوّل یتیموں کی پرورش اور ان کے مال کی حفاظت اور اُن کے حقوق کی رعایت اور ان پر رحم کرنے کے مسائل اور پھر وراثت وغیرہ کے متعلق کہ جس کا سلسلہ موت سے متعلق ہے گرچہ ایماندار ہر طرح سے خدا تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں مگر عرب کی جہالت اور وحشت ابھی دور ہوئی تھی اور اُن کا درندہ پن تھوڑے ہی دن سے رخصت

لہ صرف اس سورہ کے اوّل میں یا ایہا الناس اور سورۂ حج کے اوّل میں آیا ہے اور دونوں کا یہی مطلع چند اسرار کے لئے قرار پایا ہے ۱۲ منہ

ہوا تھا اس لئے ان احکام پر برداشت کرنے کے لئے شروع کلام یاایہا الناس سے لے کر قولہ رقیبًا سے کیا اور اُس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی دو بار تاکید فرمائی۔ ایک بار یوں فرمایا کہ تم اپنے اُس رب سے ڈرو کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کر دیا اور پھر اُسی سے اُس کی بیوی پیدا کر کے اُن سے بہت سے مرد و عورت زمین پر پھیلا دیئے۔ ان لفظوں میں چند باریک نکتے رکھے ہیں (۱) لفظ رب آیا کہ جس کے معنے پرورش کرنے والے کے ہیں تاکہ اس بات کا خیال رہے کہ خدا تعالےٰ ہماری پرورش کرتا ہے ہم کو یتیموں کی پرورش مجازی میں کچھ کمی نہ کرنی چاہیے ورنہ درحقیقت تو وہی پرورش کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جو پرورش کرتا ہے اُس سے ڈرنا اور اُس کی فرمانبرداری کرنا ضرور چاہیے اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ وہ بڑا بلاکو ہے یا سفاک بے رحم ہے اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالےٰ تو سب محبوبوں سے محبوب اور سب پیاروں سے پیارا ہے بلکہ یہ معنے کہ اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرو ورنہ اس کا بدثمرہ تمہیں دیکھنا پڑے گا۔ (۲) یہ کہ تم کو ایک شخص سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم باہم ایک ہیں کوئی کسی پر حسبُ نسب شکل و صورت مال و جاہ سے بیہودہ تفاخر اور تکبر نہ کرے جو رحم دلی اور مروّت کے برخلاف ہے اور نیز یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم میں برادری ہے، سب سے رحم دلی اور صلہ رحمی کرنا چاہیے اور یہ کہ اگر آج ہم کسی کو پرورش کرتے ہیں تو کیا ہوا آخر ہم کو بھی کسی نے پالا ہے۔ نفس واحدۃ سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور جب ان کو تنہائی سے وحشت ہوئی تو اُن کی بائیں پسلی سے اُنکی بیوی حوّا کو اُن کے سوتے وقت بنا کر بٹھا دیا جس سے وہ خوش ہوئے اُن سے تمام بنی آدم کی نسل چلی۔ احادیث صحیحہ اور توراۃ کتاب پیدائش میں اس کی تصریح ہے۔ حکمائے حال اور دہریّہ اور ہنود کے بعض فرقہ اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ نوعِ انسان قدیم ہے ہمیشہ سے ہے کروڑوں برس اس پر گزر گئے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ مذہب عقلاً اور نقلاً مردود ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے کہ جس کا نام لے کر اور اس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کیا کرتے ہو کہ برائے خدا یہ کر دو یعنی جب تم اُس کے واسطے سے کام نکالتے ہو تو اُس کا کہنا بھی مانو اور ان کے کام نکالنے میں بھی اُس کا لحاظ رکھو۔ اس کے بعد فرمایا الارحام کہ آپس کی قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔ بعض نے مجرور پڑھا ہے کہ قرابت سے بھی تم سوال کیا کرتے ہو۔ عرب کہتے تھے انشدک اللہ والارحام، کہ خدا تعالےٰ کے لئے اور قرابت کے لئے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالےٰ تمہیں تاک رہا ہے غافل نہیں تاکہ ہر وقت لحاظ رہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

اور یتیموں کو ان کے مال دے دیا کرو۔ اور بری چیز کو اچھی

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ

سے بدل نہ لیا کرو۔ اور نہ ان کے مال اپنے مالوں سے

اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۲

ملا کر کھا جایا کرو۔ کیونکہ یہ بڑا گناہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى

اور اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ

تو پھر جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو خواہ

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ

دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے۔ پھر اگر (متعدد بیبیوں میں) تم کو اس

اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ

بات کا ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بس ہے یا اپنی لونڈیوں ہی پر دبس کرو)

اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳

(کیونکہ) ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ عمدہ بات ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ پھر اگر

طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

وہ اس میں سے بخوشی خاطر تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں

فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿۴﴾

تو اس کو شوق سے کھاؤ (پیو)۔

ترکیب

بالطیب مفعول ثانی ہے تتبدلوا کا۔ الیٰ اموالکم متعلق ہے محذوف سے اور موضع حال میں ہے اے مضافۃ الیٰ اموالکم و قیل ہو مفعول علی المعنے ان خفتم شرط۔ فانکحوا الخ جواب ماطاب مفعول فانکحوا من النساء اس کا بیان مثنیٰ وثلث وربٰع تینوں نکرہ غیر منصرف ہیں عدل اور وصف کی وجہ سے اور یہ تینوں بدل ہیں ما سے۔ فان خفتم شرط۔ فواحدۃ اے فانکحوا واحدۃ جواب او تخییر یا اباحت کے لئے ماملکت موصول وصلہ مبتدا کا، فیہ خبر محذوف۔ نحلۃ مفعول مطلق ہے اٰتوا کا دونوں ہم معنے ہیں نفسًا تمیز ہے شیٔ سے عامل طبن۔ ہنیئًا فعیل وکذا مریئًا مفعول مطلق ہیں ای اکلا ہنیئًا۔

تفسیر

جب وہ تمہید ہوچکی تو سب سے اول حکم یتیموں کے مال کی بابت دیتا ہے وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی الخ سے حوبًا کبیرًا تک۔ اس آیت میں تین حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیموں کو جب کہ وہ ہوشیار ہوجائیں ان کا مال واسباب جو ان کے ولی سرپرستوں کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کردینا چاہیے اور اس سپردگی کا وقت اور اس کا طریقہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے بقولہ وابتلوا الیتٰمٰی حتی اذا بلغوا النکاح فان اٰنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم

ف حوب الاثم یقال حاب یحوب اذا اثم واصلہ الزجر للبعیر۔ العول الجور من عال یعول الرجل اذا مال۔ نحلۃ بکسر النون وضمہا بمعنے العطاء ہنیئًا یقال ہناہ الطعام یہنیہ اذا انہضم وکذا المراد ۱۲

اموالہم الاٰیۃ۔ اس کی تشریح اور تفسیر آگے آتی ہے (۲) یہ کہ ان کے اچھے مال اسباب کو اپنے برے مال واسباب سے بدل نہ لیا کرو۔ یہ بات ہوتی ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال تفویض کرکے رکھا جاتا ہے تو اسباب کی فہرست بھی ہوتی ہے مگر ہے اسی قسم کا دوسرا اسباب اس کی جگہ ولی بدل کر دے سکتا۔ مثلاً یتیم کی ایک تلوار بھی تفویض میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہیں بوقت واپسی ولی نے اس کی جگہ اپنی دو روپیہ کی تلوار رکھدی، سو اس بات سے خدا تعالیٰ نے منع کیا کیونکہ قانون عدالت اس کا کافی بندوبست نہیں کرسکتا یہ دیانت پر موقوف ہے۔ (۳) یہ کہ اپنے مال کے ساتھ یتیم کا مال ملاکر نہ کھاجایا کرو۔ مثلاً یتیم کے لئے اس کے مال میں سے کھانا پکانا اس میں کسی قدر اپنا کھانا ملاکر اس قدر زیادہ پکایا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو۔ دراصل یتیم کے لئے پاؤ بھر کافی تھا دو سیر اس کے مال میں سے اور سیر بھر اپنے میں سے ملاکر پکایا۔ یہ بھی ایک صورت باہم یتیم اور ولی میں ہوتی ہے اور اس کا کوئی بجز ولی کے نگراں نہ تھا سو وہی اس کا مرتکب ہوا تو پھر کیا علاج۔ اس لئے اس سے منع کیا اور دیانت کا حکم دیا۔ اور سب کے بعد یہ فرمادیا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔

ف یتیم یہ یتم سے مشتق ہے جس کے معنے تنہا ہوجانا۔ چونکہ باپ کے مرنے سے بیٹا تنہا رہ جاتا ہے اس لئے اس کو یتیم کہتے ہیں اور اسی لئے دُرِ یک دانہ کو دُرِ یتیم کہتے ہیں۔ لغوی معنے کے لحاظ سے جس کا باپ مرجاوے اس کو یتیم کہا جاوے گا، خواہ وہ لڑکا ہو خواہ جوان۔ مگر عرف میں جب کہ لڑکا بالغ ہوجاوے اور بجائے سرپرست کے خود اپنے کاروبار کرنے لگے تب اس پر یہ لفظ نہ بولا جاوے گا۔ یتیم بروزن فعیل جیسا کہ مریض اسکی جمع مرضیٰ کی طرح سے۔ یتمیٰ آنی چاہیے تھی اور آئی یتامیٰ۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یتمیٰ یتیم کی جمع ہے جیسا کہ اسیر کی جمع اسریٰ ہے پھر اس کی اساریٰ یعنی جمع الجمع۔ اور آیت میں جو کہا یتیم کو مال دو حالانکہ جوان ہونے سے یتیم نہیں رہتا

اور مال جوان بالغ ہو کر ملتا ہے تو یہاں لغوی معنے کے لحاظ سے یا مجازاً شفقت دلانے کے لئے باعتبار ماکان یتیم کہدیا ہے۔ (۲) حوب اور حاب دونوں کے معنے گناہ کے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں ہے رب تقبل توبتی واغسل حوبتی۔ (۳) یہ آیت بنی غطفان کے ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے بھتیجے کو اُس کا مال نہ دیتا تھا۔ اس کے بعد اس نے دے دیا۔

اس کے بعد دوسرا حکم یتیموں کے نکاح کی بابت دیا۔ عروہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ عرب کا جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ وہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال و جمال کی وجہ سے خود ہی نکاح کر لیتے تھے مثلاً کسی کے چچا کی بیٹی یتیم اُس کی پرورش میں ہے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو وہ اور کو دینا پسند نہ کرکے خود ہی نکاح کر لیتا تھا مگر ان کا کوئی اور شخص بجز اس کے بازپُرس کرنے والا نہیں ہوتا تھا وہ مہر بھی کم باندھتے تھے اور بعد میں اور بیویاں کرکے اُس کی حق تلفی بھی کرتے تھے چونکہ بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی اُن کی طرف سے اس امر میں حامی و مددگار نہ تھا اس لئے اُن کے بارے میں بھی یہ حکم دیا وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء الآیۃ۔ اگر تم یتیم عورتوں کے حق ادا نہ کرسکو تو اُن پر کیا موقوف ہے اور بہت سی عورتیں ہیں تم اُن میں سے پسند کرکے خواہ ایک سے نکاح کرو خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے۔ اور اگر اُن میں بھی باہم عدل و انصاف نہ کرسکو تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا اپنی لونڈی پر قناعت کرو تاکہ ظلم میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

ف (۱) اقساط عدل کرنا، قسط عدل، قال اللہ تعالےٰ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ۔ اسلام میں عدل و انصاف کی نہایت تاکید ہے اپنے و بیگانے کی اس میں کوئی قید نہیں۔ عرب میں ایک یہ بھی دستور تھا کہ جہاں تک چاہتے تھے نکاح کرتے چلے جاتے تھے پھر بیویوں میں کھانے پینے کے ساتھ سونے میں برابری نہ کرتے تھے جس سے دل چاہا عیش منایا اوروں کو قید میں ڈال کر جلایا۔ اسلام نے اس خرابی کی بھی اصلاح کردی اور گھٹا کر صرف چار عورتوں تک کی اجازت دی اور اس میں بھی یہ شرط کی کہ اگر انصاف و عدل کرسکو تو کرو ورنہ نہیں کیونکہ بیویوں کے حقوق نان و نفقہ شب باشی برابر ہونی چاہئیں۔ (۲) جمہور کے نزدیک اس آیت اور احادیث صحیحہ سے کہ جو حدِّ تواتر کو پہنچ گئے ہیں اور اجماع امت سے چار عورتوں سے زیادہ سے ایک وقت میں نکاح کرنا حرام ہے۔ ہاں مرتی جاویں یا طلاق دیدی جاویں تو کہیں نوبت کیوں نہ پہنچے اور لونڈیاں جس قدر چاہے جمع کرسکتا ہے۔ مگر چار کی اجازت غلام کو نہیں لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس اجازت میں غلام بھی شریک ہے۔ سُدی وغیرہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یا اور کسی آیت سے چار پر حصر کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ما طاب لکم اجازت عام ہے علاوہ اس کے مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع میں و ہے جو جمعیت کا فائدہ دیتا ہے پھر سب کو جمع کیا جاوے تو نو بلکہ اٹھارہ ہوسکتی ہیں۔ اقول یہ استدلال غلط ہے اگر اجازت عام دینی مقصود تھی تو صرف ما طاب لکم من النساء کہدینا کافی تھا چار تک تعین کرنا کیا ضروری تھا اور اگر و کی جگہ او آتا تو یہ بات سمجھی جاتی کہ تمام اہلِ اسلام کو اُن میں ایک عدد اختیار کرنا چاہیئے یعنی سب دو دو سے نکاح کریں یا تین تین یا چار چار سے یہ نہیں کہ کوئی دو سے کوئی تین سے کوئی چار سے کرے حالانکہ یہی مقصود تھا اس لئے و آیا او نہ آیا۔ پس و جمعیت جمیع امت کے لئے ہے نہ کہ ایک شخص کے لئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باستثناء حضرات انبیاء علیہم السلام کہ جن کی طبیعت میں عدل و انصاف خمیر کردیا گیا ہے سب کے لئے کثرت ازدواج اور بے تعداد بیویاں جمع کرنا مقاصدِ دینی و دنیویہ میں مخل ہے اور انسان کی ترقی کمالات اور عمدہ عیش میں خلل انداز بھی ہے۔ مقاصدِ دینیہ میں اس وجہ سے کہ جب بہت سی عورتیں

ہوں گی تو سب کے حقوق میں مساوات کرنا عادتاً مشکل ہے اور اگر انصاف کیا اور اقل مرتبہ مہینہ بھر میں ایک عورت کی باری آئی تو اس کثرتِ مجامعت سے اب یہ اس قابل نہ رہے گا کہ اُس کی طبیعت میں سیاست مُلک اور جہاد کا دلولہ رہے۔ ہندوستان کے رئیسوں کی عین جوانی میں پژمردگی، کثرتِ جماع سے، جو کچھ ان کے ملکوں میں بربادی کر رہی ہے ظاہر ہے اور دنیاوی خرابی کثرتِ عیال قلّتِ مال کے صدمہ اور عیش کی تلخی تو ظاہر ہے آج کیا ہے کوئی لڑکا بیمار ہے کوئی کچھ مانگتا ہے کوئی مر گیا اس کا سوگ ہے۔ پھر اس قدر عورتیں ایک سے کیونکر سیر ہو سکتی ہیں اور سب کی طبیعتیں بھی مساوی نہیں پھر کیا کیا فساد اور خلافِ عصمت باتیں کر کے ننگ و ناموسِ شوہر میں دھبہ لگاتی ہیں۔ علاوہ اس کے ہر وقت عورتوں میں رہنا انسان کو تجارت اور سفر اور مشقت کے اُن کاموں سے مانع آتا ہے جو اس کی ترقی دنیا کی سیڑھیاں ہوتی ہیں، کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

فاحفظ منیک ما استطعت فانہ ؛ ماء الحیوٰۃ یصب فے الارحام ؛ اور یہ بھی خوب کہا ہے ؎ مرا بہ یک دم شہوت کہ خاک بر سر او ؛ اسیر زن نتواں شد بسالہائے دراز ؛ اب رہی یہ بات کہ شریعتِ محمدیہ ؐ نے کیوں عیسائیوں کے راہبوں اور ہندوؤں کے جوگی اور گسائیوں کی طرح ملنگ پنا تعلیم نہ کیا اور کیوں ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کا حکم نہ دیا۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کو چار تک کی اجازت دی اور خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار سے زیادہ نو تک بیویاں ایک وقت میں رکھیں۔ آج کل کے رفارمروں اور عیسائی اور ملحد منش لوگوں کا اسلام پر ایک یہ بھی اعتراض ہے اور اس پر ملمع کار تقریروں سے بڑا زور دیتے ہیں بالخصوص پادری بہت غل مچاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے۔

(۱) یہ بات ہر عقلمند پر ظاہر ہے کہ انسان جب تک کہ اس جامۂ انسانی میں ہے خواہ کوئی کیوں نہ ہو ولی ہو نبی ہو اُس کو تمام انسانی حاجتیں پیش آتی ہیں، بھوک پیاس بھی لگتی ہے اُس کے بعد نیند بھی آتی ہے، پاخانہ پیشاب بھی آتا ہے اُس کو کوئی روک نہیں سکتا اسی طرح اگر اُس کے کسی عضو میں فتور نہیں تو منی بھی پیدا ہو کر اپنا نکلنا چاہتی ہے اِس لئے خواہ مخواہ عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے یہ طبعی بات ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اچھے لوگ اُس کو اُس کے محل پر صَرف کرتے ہیں بُرے لوگ بے محل کام میں لاتے ہیں۔ اگر ملنگ پنا سکھایا جاتا تو علاوہ قطع نسلِ انسانی کے ہزاروں مصیبتیں پیش آتیں، حرامکاری کا پُل لوٹ جاتا۔ دیکھئے باوجود تقدس کے جب جرجیس نے وہ تالاب صاف کرایا کہ جو اُس کلیسا سے متعلق تھا جس میں مجرّد مرد و عورت رہتے تھے تو سینکڑوں کھوپڑیں حرامی بچوں کی نکلیں اور جو ادھر ادھر پھینک دیئے گئے تھے یا حمل گرلئے گئے اُن کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ علاوہ اس کے بُردباری وغیرہ اخلاق کی درستی عیالداری کی بدولت نصیب ہوتی ہے اور ایک عورت پر عموماً سب کو پابند کرنا بھی بعض لوگوں کی عفت میں فرق لاتا ہے کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مرد کو عورت سے کہیں زیادہ قوت ہے اور نیز عورت تیس چالیس برس کی عمر میں دس پانچ بچے جن کر بڑھیا ہو جاتی ہے اور مرد کے لئے یہ عین جوشِ قوت کا وقت ہے پھر اس بڑھیا پر بس کرنا یا تو اشارۃً اور مزہ اُڑانے کا حکم دینا ہے یا سہل شریعت کو دشوار کر دینا ہے کہ جس کی اصلاح کے لئے پھر کسی نبی کی حاجت پڑتی اور یہ بھی ہے کہ عورت ایام حیض

ف ۱ خانہ داری کے سامان اور انتظام خاص عورتوں کا ہی حصہ ہے اور پاکدامنی اور اور نیک نیتی بھی نکاح پر موقوف ہے ۱۲ منہ

ف ۲ چنانچہ پادری لوگ بھی نظرِ عمیق کے بعد اس کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ کتاب مسمّٰی باصلاح سہو مطبوعہ امریکن مشن کے سنہ ۱۸۷۱ء میں کہتے ہیں کہ تعددِ ازدواج بنی اسرائیل میں تھا اور خدا تعالیٰ نے اسکو منع نہیں کیا بلکہ برکت کا وعدہ کیا۔ اور مارٹین لوتھر نے فلپ کو دو جوروؤں کی اجازت دیدی تھی ۱۲ منہ

ف ۳ جن لوگوں میں دوسری عورت کرنے کا دستور نہیں اور اسی بڑھیا بدشکل کج خلق یا بیمار یا متکبر بد مزاج کوتاہ اندیش مخالف مزاج ہی کو گلے باندھنے کی تاکید ہے اُن کے حالات دیکھئے کہ کیا کیا مصائب پیش آتے ہیں (باقی صفحہ ۱۲۷ پر)

ونفاس اور حمل بلکہ رضاعت کے وقت مرد قوی کو بس نہیں کرتی بالخصوص ان گرم ملکوں کے لوگوں کے لئے کہ جن کو ایک روز بھی بغیر جماع کے چین نہیں پڑتا (مرطوب اور بلغمی لوگوں کا ذکر نہیں ہے) پھر ان کے لئے حرام کاری کی اس قدر ممانعت کرکے (کہ کسی کو بد نظر سے بھی نہ دیکھو۔ کسی غیر محرم کے ہاتھ بھی نہ لگاؤ اُس سے تخلیہ میں بات بھی نہ کرو اگر کروگے علاوہ عذابِ آخرت کے دنیا میں بھی سزا پاؤ گے) ایک عورت کا پابند کرنا حکمتِ الٰہیہ کی مصلحت کے برخلاف ہے اس لئے شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے نہ یہ کہ سب کے لئے حکم دیا ہے اور اجازت میں بھی عدل شرط ہے البتہ جس قوم میں بغیر نکاح کے بھی حاجت براری ہوسکے بلکہ خوب طرح سے اُن کے نزدیک چار کیا ایک بھی جنجال اور جان کے لئے وبال ہے۔ رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد نکاح کرنا اور آپؐ کا اس حکم سے مستثنیٰ ہونا سو یہ مصالح کے لئے تھا۔ اوّل یہ کہ عدالت آپؐ کا شیوہ ذاتی تھا، معصوم تھے۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود کسی آمدنی مقرر نہ ہونے کے متعدد بیویں رکھ کر صفتِ توکّل اور استقلال کی تعلیم دینا منظور تھا۔ سوم متعدد عورتوں کی معرفت عورتوں کے متعلق خلوت اور جلوت میں بیشمار مسائل شریعت کا تعلیم کرنا منظور تھا، اور حضرت داؤد و حضرت موسیٰ و حضرت یعقوب علیہم السّلام نے بھی اس لئے متعدد بیویں کیں ہیں جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے اور اب تک یہودی شریعت میں کئی بیویاں کرنا جائز ہیں۔ تیسرا حکم واٰتوا النساء صدقاتھن نحلۃ۔ حضرت ابن عباسؓ و ابن جریجؒ و قتادہؒ وغیرہ نحلہ کے معنے فریضہ کے کہتے ہیں۔ بولتے ہیں فلان ینتحل کذا یعنے ایسا دین رکھتا ہے اسی لئے مذہب کو نحل کہتے ہیں چونکہ مہر بھی شرعی اور دینی بات ہے اس لئے اس کو نحل کہا۔ کلبی کے نزدیک نحلہ کے معنے عطیہ کے ہیں مگر مراد دونوں کی مہر ہے۔ مہر کا دینا واجب ہے مگر جب خود عورت یا درصورتِ صغر سنی اُس کے اولیا معاف کردیں تو معاف ہوسکتا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ

اور تم اپنے مال کو کہ جن کو خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے گزارہ بنایا ہے

اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ

بیوقوف (یتیموں) کو نہ دو (ہاں) اس میں سے ان کو کھلاؤ اور

اكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑤

پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

تو پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو اُن کے مال اُن کے

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ

حوالے کردو۔ اور فضول خرچی سے اور اُن کے

اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ

بڑے ہوجانے کے خوف سے پیش قدمی کرکے نہ کھایا کرو۔ اور جو (سرپرست) با مقدور

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ

ہو تو اس کو مال یتیم سے بچنا چاہیئے۔ اور جو

(بقیہ حاشیہ ۱۲۶) کہیں عورت کو زہر دے کر مارا جاتا ہے کہیں اُس کی ہلاکت کیلئے ڈاکٹروں سے مدد لی جاتی ہے ۱۲ ف عرب میں دستور تھا کہ عورت کو نکاح کے وقت کچھ ہدیہ اُس کی خوشنودی کے لئے دیا کرتے تھے اُس کو مہر اور صداق اور صدقہ کہتے تھے اس رسم کو اسلام نے بھی قائم رکھا اور نکاح میں یہ ضروری ہوگیا مگر مہر میں کمی کرنے کی تاکید بھی شارعؑ نے از حد کردی تاکہ خوشی میں آکر سب گھر بار نہ دے بیٹھے اور پھر بھیک مانگتا پھرے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مہر پیسہ دو پیسے یعنی بہت کم چیز بھی ہوسکتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقل مرتبہ دس درہم ہونے ضروری ہیں جن کے تخمیناً ساڑھے تین روپے ہوتے ہیں مگر ہندوستان میں یہ رسم بدل گئی صرف برائے نام لاکھوں اور کروڑوں کے فرضی مہر باندھنے لگے۔ کہیں سوا من چھروں کا بھیجا کہیں کچھ اور فرضی بات۔ ایسے مہر شرع میں کچھ نہیں نہ ان کا ادا کرنا کوئی ضروری بات ہے ۱۲ منہ

فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِذَا دَفَعْتُمْ

محتاج ہو تو (وہ) دستور کے موافق کھایا کرے۔ اور جب ان کے

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ

مال ان کے حوالہ کیا کرو تو ان پر گواہ کر لیا کرو۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٦﴾

اور حساب لینے کو تو اللہ تعالیٰ ہی بس کرتا ہے۔

ترکیب

السفہآء جمع سفیہ بمعنی بیوقوف مفعول اوّل اموالکم مفعول ثانی قیٰما میں تین وجہ ہیں اس کو قیاما بھی پڑھا ہے جو مصدر ہے قام یقوم کا یہ مفعول ثانی جعل بمعنے صیّر کا التی جعل اللہ لکم سبب قیام ابدانکم دوسرا یہ کہ جمع قیمۃ کی ہے کہ قیمۃ ودیم والمعنے ان الاموال کالقیم للنفوس لے لبقاء النفوس سوم یہ کہ اصل قیاما تھا الف کو حذف کر دیا۔

تفسیر

یہ اُن احکام کی تیسری قسم ہے۔ اس آیت میں تین حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیم اگر سفیہ یعنی بیوقوف ہو اس کو مال کی حفاظت اور تجارت کا طریقہ نہ آتا ہو اور اُس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ اُڑا ڈالے گا تو اُس کے اُس کا وہ مال حوالہ نہ کرو جو تمہاری تفویض میں ہے (اموالکم کے یہی معنے ہیں) اور اس مال میں تمہاری معاش ف ہے۔ (۲) یہ کہ جب تک مال اُن کے سپرد نہ کئے جائیں تو اُن کو اُن کے مال میں سے یا اُس کے نفع میں سے جو تجارت سے مال حاصل ہو کھانا اور کپڑا دینا چاہیے (۳) یہ کہ مال نہ دینے سے عادتاً اُن کو رنج ہوتا ہے تو اُن سے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرو کہ یہ تمہارا ہی مال ہے میاں ہم اُسکے

ف مالوں میں تمہارا گزارہ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ یتیم کی اُس سے گزر اوقات ہے۔ تمہارے کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یتیم بھی کوئی غیر نہیں اس کا گزارہ تمہارا ہی گزارہ ہے ۱۲ منہ

نگہبان ہیں آخر تم کو مل جاوے گا۔ یا یہ مراد کہ ان بیوقوفوں کو اچھی باتوں کی تعلیم کرو۔ اس میں یتیموں پر نہایت شفقت ہے۔ سفاہت کم عقلی اور حماقت کو کہتے ہیں۔

اور جب کہ یہ فرمایا کہ بیوقوفوں کو مال نہ دو وہ خراب کر ڈالیں گے تو اس کے بعد دوسری آیت میں اس کی تفصیل کر دی کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو اس بہانہ سے ولی یتیم کا مال ہضم کر سکتا تھا۔ فرمایا وابتلوا الیتٰمٰی الآیہ، اس آیت میں چار حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیموں کا کاروبار تجارت وغیرہ میں امتحان کر لیا کرو۔ پھر جب وہ نکاح کو پہنچیں (یعنی بالغ ہو جاویں احتلام اور خاص خاص دانتوں کا نکلنا اور بغلوں اور زیر ناف بالوں کا نکلنا اور بالخصوص عورتوں کے لئے حیض آنا اور چھاتیوں کا اُٹھنا علامتِ بلوغ مقرر ہے) اور تم کو ان سے کچھ بھی رُشد (یعنی دُنیا کے کاروبار میں ہوشیاری معلوم ہو (رشداً کے نکرہ لانے سے یہ بات سمجھی جاتی ہے) تو اُن کے مال اُن کے حوالہ کر دو۔ (۲) اور اس بات پر شاہد کر لو یعنی گواہوں کے روبرو دو تاکہ پھر کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ (۳) یہ کہ حالتِ سرپرستی میں اُن کے مال فضول خرچی سے اور اس وجہ سے کہ مبادا یہ بڑے ہو جاویں تو پھر اپنا مال واپس لے لیں گے اب جو کچھ ہو کھا لو) نہ کھایا کرو۔ (۴) اگر یتیم کا سرپرست غنی ہے تو اُس کو کچھ بھی لینا نہ چاہیے اور فقیر ہے تو اپنی سرپرستی اور اُس کے مال کی نگرانی اور خدمت گزاری اور اس کی تجارت کے کاروبار کے معاوضہ میں جو اوروں کو دیا جاتا اُسی قدر آپ لے لے فلیأکل بالمعروف کے یہی معنے ہیں۔ بعد میں کفٰی باللہ حسیبًا فرما کر تنبیہ کر دی کہ خدا تعالیٰ تم سے ہر بات کا حساب لے گا۔ ف اگر یتیم بالغ ہو اور بالکل احمق ظاہر ہو تو اس کو مال نہ دینا چاہیے جیسا کہ پہلے تھا ولا تؤتوا السفہآء الآیہ۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں پھر پچیس برس کے بعد بھی ایسا ہی ہے تو دے دینا چاہیے کیونکہ اب اُس کی اصلاح کا زمانہ تمام ہو چکا کوئی امید باقی نہ رہی اب محروم نہ کرنا چاہیے۔ امام شافعیؒ

اور صاحبینؒ کے نزدیک اخیر عمر تک بغیر رشد معلوم کرنے کے نہ دینا چاہیے کیونکہ یہ سفیہ ہے تلف کر ڈالے گا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ
مَردوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں سے
الْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
حصہ ہے۔ اور عورتوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ
کے ترکہ میں سے حصہ ہے خواہ (ترکہ) کم ہو
أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝٧ وَإِذَا
یا زیادہ (اس میں سے) حصہ مقرر کیا گیا۔ اور جب تقسیم کے وقت
حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
قرابت والے (جن کا کوئی حصہ نہ ہو) اور یتیم اور محتاج (لوگ) آجائیں تو
وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا
ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور ان سے نرم
لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ
بات کہا کرو۔ اور ان وارثوں کو ڈرنا چاہیے کہ
لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا
اگر وہ اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ مریں تو ان (کی
خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا
حالت) پر ان کو (کیا کچھ) ترس (نہ) آتا پس ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور نیک
قَوْلًا سَدِيدًا ۝٩ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ
بات کرنی چاہیے۔ جو لوگ ناحق یتیموں کے مال کھا جاتے
أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ
رہیں وہ (تو) اپنے پیٹ میں آگ (ہی) بھر
فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝١٠ ع
رہے رہیں۔ اور وہ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

ترکیب

مما قل الخ جملہ بدل ہے مما ترک سے اور جائز ہے کہ حال ہو ضمیر محذوف سے ای مما ترکہ قلیلا او کثیرا۔ نصیبا یہ موقع میں مفعول مطلق کے ہے ای عطاء او استحقاقا۔ واذا حضر شرط فارزقوہم الخ جواب لو ترکوا شرط خافوا علیہم جواب ظلما مفعول لہٗ ہے یا مصدر موضع حال میں۔

تفسیر

یہ ان احکام کی چوتھی قسم ہے جو توریث سے متعلق ہیں اس کے سبب نزول میں ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اوس بن ثابت انصاریؓ کا انتقال ہوا اور ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیوی پیچھے رہی اور اس کے چچا کے دو بیٹے سوید اور عرفجہ جو وصی تھے کل مال کو دبا بیٹھے اس کی بیوی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ آپؐ نے فرمایا اس امر میں خدا تعالیٰ جو حکم دے گا ویسا کیا جاویگا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں تعین حصص نہیں بلکہ یہ اگلی آیت میں یوصیکم اللہ الآیہ کے لئے تمہید ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو حصہ نہیں دیتے تھے خواہ میت کی بیٹی ہو خواہ بیوی ہو۔ یہاں صرف اس قدر فرمایا کہ میت خواہ والدین ہوں خواہ اقارب ہو ان کے مال میں جس طرح مردوں کو حصہ پہنچتا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ۔

چونکہ آیندہ آیت میں وارثوں کے حصے مقرر کرنے منظور تھے اور بعض عزیز و اقارب بعید بسبب وارث قریب کے میراث سے محروم ہو جاتے ہیں اور مال کے تقسیم ہونے کے وقت فقیر اور یتیم بھی آنکلتے ہیں سو ایسی حالت میں ان کا بالکل محروم ہو جانا ان کے لئے گونہ جگر خراش ہے اس لئے حکم دیا کہ جب تقسیم کے وقت اقارب محروم الارث یا یتیم اور فقیر آنکلیں تو کچھ اس میں سے ان کو بھی دیدو اور نرم بات کہو کہ بھائی یہ فلاں فلاں وارثوں کا حق ہے کہ جو میت سے زیادہ تعلق رکھتے تھے خدا تعالیٰ تمہیں برکت دے گا۔ ان لوگوں کو میراث میں سے کچھ دینا امر استحبابی ہے فرض واجب نہیں پس اس آیت کو آیت میراث سے منسوخ

۱ ع ۱۰ ۱۲

بنانا بے فائدہ ہے اس کے بعد اُن کو بے کسوں پر رحم کھانے اور خدا تعالیٰ سے ترس کرنے کا حکم اس لطف کے ساتھ دیتا ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زندہ دل کی آنکھوں میں پانی بھر آئے۔ وہ یہ کہ تم خیال کرو کہ اگر تمہارے پیچھے تمہارے ننھے ننھے بچے رہ جاویں تو تم ان کی بے کسی اور بسور بسور کر دیکھنے اور غیروں کے آگے ننھے ننھے ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے کس قدر ترس کھاؤ سو ایسا ہی دوسروں کی اولاد پر ترس کھاؤ۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے ترس کھا کر نرم اور تشفی بخش بات کہا کرو (سچ ہے بے کسوں کے دل میں خدا تعالیٰ کا گھر ہے اُن پر اُس کے لطف و کرم کی نظر ہے) اس کے بعد آیت کو یتیموں کے مال سے پرہیز کرنے پر ختم کر کے حصہ معین فرماتا ہے۔ آگ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ظالم نے جس قدر یتیم کا مال ناحق پیٹ میں بھرا ہے آخرت میں آگ ہو جاوے گا گویا یہ اُس کا سبب ہے گرچہ پیٹ ہی میں کھاتے ہیں مگر فی بطونہم کے آنے سے تاکید ہو گئی جیسا کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا حالانکہ غیر کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھتا صرف تاکید مراد ہے۔ اسی طرح یہاں اس پر اعتراض کرنا حمق ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ

اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد (کے حصہ) کی بابت (یہ) حکم دیتا ہے کہ

مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً

مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، پھر اگر (نری) لڑکیاں (دو یا)

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ

دو سے زیادہ ہوں تو ان سب کے لئے ترکہ کی دو تہائی ہیں۔

وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا (ترکہ) ہے۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ

اور اگر میت کے کوئی اولاد بھی ہو تو میت کے ماں باپ ہر

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ

ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے ۱؎ پھر اگر

لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ

میت کے کوئی بھی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی وارث ہوں تو میت کی

الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

ماں کیلئے تہائی ہے (اور باقی باپ کا) اور اگر میت کیلئے (اولاد نہ ہونے کی صورت میں) بھائی ہوں تو

السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا

(میت کی) ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) میت کی وصیت پوری کرنے اور ادائے قرض

أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا

کے بعد ہے۔ تم کو اپنے باپ (دادا) اور بیٹوں (پوتوں) میں سے نہیں

تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا

معلوم کہ اُن میں سے تمہیں زیادہ نفع دینے والا کون ہے؟

فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

(یہ حصے ہیں) مقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ تو (سب کچھ) جانتا ہے (ہر ایک بات

حَكِيمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ

کی) حکمت سے واقف ہے۔ اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے نصف

أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ

ہے اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو۔

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا

پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے

تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا

(لیکن) اُن کی وصیت پوری کرنے کے بعد جو وہ کر مرے ہوں اور قرض (ادا کرنے)

أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ

کے بعد۔ اور اگر تمہارے کوئی بھی اولاد نہ ہو تو (تمہاری) بیویوں کو

لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ

تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے۔ پھر اگر تمہارے کوئی اولاد ہو تو (اس

وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ

صورت میں) اُن کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں (حصہ) ہے (مگر) وصیت کے بعد

بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَ

جو تم کر گئے ہو یا قرض (ادا کرنے) کے بعد۔ اور

۱؎ میت کی کوئی اولاد بھی ہو بیٹا پوتا وغیرہ ۱۲ منہ ۲؎ باقی کے بھائی وارث ہیں ۱۲ منہ

وَاِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ

اگر کوئی مرد یا عورت کہ جس کے وارث ہو سکتے ہوں کلالہ ہو

وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ

اور اس (میت) کے کوئی بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے

مِّنۡهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ

چھٹا (حصہ) ہے، پھر اگر ایک سے زیادہ ہوں تو

مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ

پھر ایک تہائی (حصہ) میں سب شریک ہیں (مگر یہ تقسیم ادائے) قرض اور

مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ

وصیت پوری کرنے کے بعد کی گئی ہو بغیر اس کے کہ

غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ

کسی کو نقصان دیا جائے، (یہ) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور

اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ⑫ تِلۡكَ حُدُوۡدُ

اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا (اور) بردبار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی (باندھی ہوئی)

اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

حدیں ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا

يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

کہنا مانیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے تلے نہریں بہہ رہی

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ⑬

ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہا کرینگے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ

اور جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدول

حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا

سے آگے بڑھے گا تو وہ اس کو دوزخ میں داخل کریگا جسمیں (وہ) ہمیشہ رہیگا

وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ⑭ ع

اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

ترکیب

للذکر الخ جملہ موضع نصب میں ہے بسبب یوصی کے

فان کن ای المتروکات نساء موصوف فوق اثنتین صفت سب خبر فلہن جواب شرط من بعد وصیۃ الخ جملہ موضع حال میں ہے السدس سے تقدیرہ مستحقا من بعد وصیۃ و العامل الظرف اٰباؤکم و ابناؤکم مبتدا لاتدرون جملہ خبر ہے ایہم مبتدا اقرب لکم ممیز نفعاً تمیز مجموعہ خبر فریضۃ مصدر ہے فعل محذوف کا ای فرض ذٰلک فریضۃ وان کان تامہ رجل فاعل اوامراۃ اس پر معطوف ہے یورث صفت ہے رجل کی اور کلالۃ حال ہے ضمیر یورث سے اور اگر کان ناقصہ مانا جاوے تو رجل موصوف یورث صفت معطوف علیہ اوامراۃ معطوف سب اسم کان۔ کلالۃ خبر بعض کہتے ہیں کلالۃ اسم ہے مال موروث کا تب نصب کلالۃ کا اس وجہ سے ہوگا کہ یہ مفعول ثانی ہوگا یورث کا کما تقول ورث زید مالاً۔ بعض کہتے ہیں کہ کلالۃ ان وارثوں کو کہتے ہیں کہ جن کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ دادا وغیرہ تب حذف مضاف مانا جاوے گا ولہ ضمیر میت کی طرف راجع ہے یا موروث کی طرف کہ جس میں رجل و امراۃ دونوں شریک ہیں غیر مضار حال ہے فاعل یوصی سے وصیۃ مصدر ہے فعل محذوف کا۔

تفسیر

یہ آیت سابقہ کی تفصیل ہے۔ واضح ہو کہ جاہلیت میں دو[۲] سبب سے وراثت جاری ہوتی تھی ایک نسب دوسرا عہد۔ نسب میں بھی وہ لوگ ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو میت کی طرف سے نیزہ لے کر لڑ سکتے تھے اس لئے عورتوں اور چھوٹے لڑکوں کو حصہ نہ دیتے تھے اور عہد دو[۲] طرح پر ہوتا تھا ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو یہ کہہ لیتا تھا کہ میری جان تیری جان اور میرا خون تیرا خون میں تیرا وارث تو میرا وارث ہے سو اس کے روبرو بھائی بیٹے کسی کو بھی ورثہ نہیں ملتا تھا۔ دوسرا یہ کہ کسی کو

ـــه کلالہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے نہ فروع ہوں یعنی کوئی اولاد نہ ہو نہ اصول ہوں یعنی باپ دادا وغیرہ ۱۲ منہ

ع ٢ ١٣

متبنٰی یعنی بیٹا بنا لیتے تھے جیسا کہ ہنود میں رواج ہے سو وہی وارث ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو ابتداءً میں اس رسم و دستور کو بحال خود رہنے دیا پھر مدینہ میں آکر کچھ دنوں ہجرت[۱] اور مواخات[۲] یعنی بھائی چارہ پر وراثت قائم ہوئی یعنے جب کوئی صحابی ہجرت کرکے آتا تھا دوسرا مہاجر اُس کا حصہ پاتا تھا اور کو نہیں ملتا تھا۔ اور مواخات یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو شخصوں میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے اُن میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا مگر اس کے بعد دینِ اسلام میں توریث کا دار و مدار تین چیزوں پر رہا۔

ایک نسب[۱] دوسرا نکاح[۲] تیسرا ولاء[۳]۔

پھر نسب کی بھی چند قسم ہیں (اوّل) میّت کی اولاد ہے کیونکہ اعانت اور کارگزاری انسان کی جس قدر اس کی اولاد کرتی ہے اور کوئی نہیں کرتا اس عمر میں ماں باپ زندہ رہتے ہی نہیں اور بھائی وغیرہ اقارب اپنی اپنی اولاد کی پرورش اور اپنے اپنے دھندے میں مشغول ہو جاتے ہیں اس لئے بقدرِ مشقت سب سے زیادہ ان کا حصہ قرآن میں قرار پایا۔ پھر اولاد کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بیٹے اور بیٹیاں ملے جلے ہوں عام ہے کہ اور وارث بھی ہوں یا نہوں اگر اور بھی ہیں تو ان کا حصہ دے کر اور اگر نہیں تو کُل مال کو للذکر مثل حظ الانثیین (یعنی دو حصہ مرد کے اور ایک عورت کا) کے موافق تقسیم کریں۔ چونکہ جس قدر کارگزاری اور اعانت بیٹا کر سکتا ہے اُس قدر بیٹی ضعیف العقل ضعیف القویٰ نہیں کر سکتی۔ علاوہ اس کے یہ تو کسی مرد سے نکاح کرکے اپنے خرچ کا ذمہ دار اُس کو کر دے گی بیٹے کو یہ بات کب نصیب ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے ہر قوم میں بیٹا باپ کا جانشین قرار دیا جاتا ہے نہ کہ بیٹی۔ اس حکمت سے بیٹے کو دو حصے بیٹی کو ایک حصہ دلایا یعنی تین حصے کرکے ایک حصہ بیٹی کو دو بیٹے کو۔ دوم یہ کہ دو سے زیادہ کئی لڑکیاں ہوں اور بیٹا نہ ہو اس کے لئے فرماتا ہے فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک کہ کُل مال کے تین حصے کرکے دو حصے بیٹیوں کو دیدیں وہ اُس کو باہم برابر حصہ کرکے بانٹ لیں خواہ دو ہوں یا ان سے زیادہ ہوں اور ایک حصہ اور وارثوں کو دیدیا جاوے۔ قرآن میں فوق اثنتین کا لفظ ہے جس سے ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ اگر صرف دو لڑکیاں ہوں تو اُن کو بھی نصف ملیگا کس لئے کہ فوق اثنتین کے معنے جو مشروط تھے نہ پائے گئے۔ مگر جمہور کے نزدیک دو بیٹیاں بھی تین کا حکم رکھتی ہیں اور اس آن شرطیہ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ دو سے زیادہ نہ ہوں تو اُنکو دو ثلث نہ ملیں اور احادیثِ صحیحہ اور دلائل آیات قرآنیہ بھی جمہور کے مؤیّد ہیں۔ سوم یہ کہ صرف ایک بیٹی ہو تو اُس کو کُل مال کا نصف[۱] یعنی آدھا پہنچے گا وان کانت واحدۃ فلھا النصف

اسبابِ وراثت

ف کلالہ کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کل سے مشتق ہے جسکے معنے بار کے ہیں ایسی قرابت بعیدہ جو نہ اصول سے تعلق رکھے نہ فروع سے ایک طرح کی بار ہوتی ہے پھر کلالہ کون ہے؟ بعض کہتے ہیں وہ میّت ہے کہ جس کے بعد اسکے وارثوں میں سے نہ اُسکے اصول ماں باپ موجود ہوں نہ فروع اولاد ہو بلکہ اور لوگ ہوں بھائی اور اُن کی اولاد وغیرہ۔ اُنکی نسبت یہ بلحاظ پرورش کے ایک بار سمجھا جاتا تھا۔ ابوبکر رضؓ عمر رضؓ علی رضؓ اور جمہور صحابہ رضؓ اور اہل لغت و اہل حرمین کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میّت کے ایسے وارث جو اُس کے اصول سے ہوں نہ فروع سے ہوں ۱۲ منہ

[۱] شیعہ اس جگہ حضرت ابوبکر رضؓ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت فاطمہ رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں سے نصف کیوں نہ دیا؟ اس کا اصل جواب یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے بوقت اخیر کوئی مال نہیں چھوڑا تھا نہ جائداد منقولہ نہ غیر منقولہ اور نہ پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ وہ نبوت و رسالت کو دنیاوی مال کا ذریعہ بناتے اور نہ کسی اولوالعزم رسول ؑ نے کوئی مال چھوڑا۔ جو کچھ اُن کو مل بھی گیا تو ضرورتوں اور مہمانوں اور اقربا کے لئے وقف کر دیا تھا فدک میں جو کچھ زمین تھی وہ وقف علی الاقارب تھی۔ اگر یہ روایات جو خبر احاد ہیں جن کا ظن سے زیادہ مرتبہ نہیں تسلیم بھی کر لی جائیں تو ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کو وراثت کا خیال پیدا ہوا ہو مگر اصل حقیقت ابوبکر رضؓ رازدارِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر خاموشی اختیار فرمائی اور دمِ اخیر تک کلام نہ کیا مگر ابوبکر رضؓ بھی غصب کرکے جیسا کہ معترض کہتا ہے اپنے تصرف میں نہ لائے اور نہ اپنی اولاد کو دے گئے جن میں سے ایک لڑکی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں جن کو میراث میں سے بھی کچھ حصہ مل سکتا تھا مگر بدستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کو اس کی آمدنی دیتے رہے پھر عمر رضؓ و عثمان رضؓ بلکہ علی رضؓ کی خلافت میں بھی اسی پر عمل درآمد رہا اپنی خلافت میں (باقی صفحہ ۱۳۳)

چہارم یہ کہ صرف ایک ہی بیٹا ہو اُس کو کُل مال ملیگا کیونکہ جب ایک لڑکی کو نصف ملتا ہے اور مرد کا حصّہ عورت سے دو چند ہے تو خواہ مخواہ اس کو کُل ملے گا کس لئے کہ دوؔ نصف کے جمع کرنے سے کُل ہو جاتا ہے اور اسی پر اجماعِ امت بھی ہو گیا ہے۔ پنجم یہ کہ کئی بیٹے ہوں اُن کا حکم ظاہر ہے وہ اور وارثوں کا حصّہ دے کر جس قدر بچے گا برابر تقسیم کر لیں گے۔

نسب کی دوسری قسم انسان کے ماں باپ ہیں۔ ہر چند ماں باپ کا درجہ اور اُن کے حقوق اولاد سے کہیں زیادہ ہیں مگر جب آدمی صاحب اولاد ہو کر مرتا ہے تو عادتاً اس عمر میں ماں باپ بڈھے ہو جاتے ہیں جن کی عمر کا کسی قدر حصّہ باقی رہ جاتا ہے اس لئے ان کو مال کی کم ضرورت ہے۔ دوم اُن کے پاس ان کا اندوختہ اور اپنے ماں باپ کا زائد حصہ بھی موجود ہوتا ہے برخلاف میّت کی اولاد کے کہ اُن کا سرمایہ تو سر دست یہی باپ کی کمائی ہوتی ہے اس لئے ماں باپ کا حق بہ نسبت اولاد کے کم قرار پایا اور اسی لئے اُس کو اس کے بعد میں بہ ترتیب ذکر کیا۔ والدینِ میت کے تین حال ہیں (۱) یہ کہ ان کے ساتھ میت کی کوئی اولاد بھی ہو مثلاً زیدؔ مرا اور اُس نے ماں باپ اور اولاد پیچھے چھوڑی تو اس صورت کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے

ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہٗ ولد کہ کُل مال کے چھ؁ حصّے کر کے ایک حصّہ ماں کو ایک باپ کو ملے گا باقی چار حصّوں کو اولاد بانٹ لے گی۔ ولد میں میت کا بیٹا اور بیٹی دونوں آگئے پھر اگر صرف ایک بیٹا ہے تو یہ چاروں حصّے یہی لے گا اور اگر کئی ہیں تو باہم برابر بانٹ لیں گے اور اگر بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو دوہرا حصہ بیٹا اور اکہرا حصّہ بیٹی کو دے کر تقسیم کریں گے اور

اگر صرف ایک بیٹی ہے تو آدھا مال وہ لے گی اور حصّہ کے سوا جو کچھ بچے گا اُس کو بھی باپ ہی عصبہ بن کر لے گا۔ اب ام بنت مسئلہ ٦ اور اگر دوؔ بیٹیاں ہیں یا زیادہ تو دوؔ ثلث وہ لیں گی اور ماں باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا اب ام بنت بنت مسئلہ ٦ ۔ (۲) یہ کہ سوائے ماں باپ کے میت نے اور کوئی وارث نہیں چھوڑا اس صورت میں کُل مال کے تین حصّے کر کے ایک ماں کو اور باقی باپ کو ملیں گے جیسا کہ فرماتا ہے فان لم یکن لہٗ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث گرچہ باپ کے حصّہ کی شرح نہیں کی مگر دلالت سے سمجھا جاتا ہے کہ ثلث کے بعد جو کچھ ہے باپ کا ہے اور وارث تو کوئی ہے نہیں۔ پھر اگر اور وارث بھی ہو یعنی خاوند عورت کا اور خاوند کی بیوی۔ مثلاً ایک شخص مرا اُس نے اولاد تو کچھ نہ چھوڑی مگر بیوی اور ماں باپ چھوڑے یا ایک عورت لاولد مری اُس نے خاوند اور ماں باپ چھوڑے اُس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ آیت میں اس کی کچھ تصریح نہیں۔ اکثر صحابہ رضہ کہتے ہیں پیشتر خاوند اپنا چوتھا حصّہ لے گا اُس کے بعد تہائی یعنی ثلث ماں لے گی اور جو بچے گا باپ لے گا یوں تقسیم کریں گے زوج ام اب مسئلہ ۱۲ ۔ ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ کُل کا ثلث ماں لے گی اس طرح تقسیم زوج ام اب ۔ اب اس صورت میں باپ کو ماں سے کم ملتا ہے (۳) یہ کہ میت کے اولاد تو نہ ہو مگر باپ ماں کے سوا اُس نے بہن بھائی چھوڑے ہوں اس صورت میں صرف ماں کا حصّہ خدا تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس کو سُدس یعنی چھٹا حصّہ ملے گا فان کان لہٗ اخوۃ فلامہ السدس۔ مگر یہ حکم جب ہے کہ دوؔ یا دوؔ سے زیادہ میت نے بہن بھائی چھوڑے ہوں۔ اخوۃ اخ کی جمع ہے مگر مراد وہ ہے کہ جس سے اخوۃ ثابت ہو خواہ بھائی ہو یا بہن عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی اگر ایک بہن ہے تب اُن کو ثلث ملے گا۔ مگر یہ نہ فرمایا کہ سُدس کے بعد باقی کون لے گا۔ جمہور صحابہ رضہ یہ کہتے ہیں کہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ باپ لے گا جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ صـــ ۱۳۲) خود حضرت علی رضہ نے بھی اُس زمین کو حضرت فاطمہ رضہ کی اولاد کو نہ دیا ورنہ ردِ مظالم امام برحق کا فرض منصبی تھا نہ حضرت حسن رضہ نے اپنی خلافت میں اس پر مالکانہ تصرف فرمایا۔ یوں حضرت ابوبکر رضہ پر طعن کرنے کے لئے مخالف اس واقعہ کی بُرے پیرایہ میں تصویر کھینچتا ہے تو اس کو اختیار ہے مگر وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضہ پر در پردہ طعن کر رہا ہے بلکہ حضرت علی رضہ اور حضرت حسن رضہ پر بھی معاذ اللہ ۱۲ منہ

فلامہ الثلث سے دو ثلث باپ کے لئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان میں بہن بھائیوں کو اس صورت میں کچھ نہ ملے گا محروم رہیں گے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ان کو ایک سُدس جو ماں سے لیا ہے دیا جاوے گا اور تنہا بہنیں ہوں گی تو ماں کو ثلث ہی ملے گا کیونکہ لفظ اخوۃ ہے نہ اخوات ؛ واضح ہو کہ دادا[1] بمنزلہ باپ کے اور نانی دادی بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہاں اس کی بھی آیت میں تصریح کردی کہ سب حصے میت کے قرضہ اور وصیت ادا کرنے کے بعد قائم ہوا کریں گے۔ اور یہ بھی بتلادیا کہ ان حصوں کے مقرر کرنے میں جو مصلحت الٰہی ہے اس کو تم اچھی طرح نہیں جانتے لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ چونکہ یہ تقسیم عرب کے دستور قدیم کے برخلاف تھی تاکہ ان کو شاق نہ معلوم ہو اس لئے یہ فرمایا گیا۔ نسب کی تیسری قسم میں بہن بھائی ہیں ان کا مرتبہ اولاد اور ماں باپ کے بعد ہے مگر زوجیت کا تعلق عجیب ہے اور نیز بیوی کو عرب میں حصہ نہیں دیتے تھے اس لئے ان سے پہلے میاں بیوی کا حصہ بیان فرمایا۔ اور میاں بیوی کا حصہ دوسرے سبب یعنی نکاح پر مبنی ہے۔ ہم تفسیر میں پیشتر اس سے فارغ ہو لیں پھر اس تیسری قسم کی تشریح کریں گے۔ اگر خاوند لاولد مرے تو منجملہ اور وارثوں کے بیوی کو چوتھا حصہ کل مال میں سے پہنچے گا خواہ ایک بیوی ہو یا چار سب اسی چہارم میں شریک ہیں

اور اگر میت کی اولاد ہے خواہ بیٹا خواہ بیٹی خواہ ایک خواہ دو اس بیوی سے یا کسی اور سے خواہ لونڈی شرعیہ سے تب بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر بیوی لاولد مرے تو خاوند کو نصف ورنہ چہارم ملے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد، الآیہ۔ چونکہ عورت پھر بھی پاتی ہے پھر اور شخص سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور نیز مرد سے کم رتبہ ہے اس لئے اس کا حصہ ہر حال میں میاں کے حصے سے نصف ہے

واضح ہو کہ اگر ایک ماں باپ کی اولاد ہے تو ان کو بہن بھائی عینی اور کبھی بنی اعیان کہتے ہیں اور اگر ماں غیر اور باپ ایک ہے تو ان کو بہن بھائی علاتی کہتے ہیں اور ایک ماں اور دو باپ ہوں مثلاً ایک عورت نے پہلے ایک شخص سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی پھر اس کے طلاق دینے یا مرنے کے بعد اور سے نکاح کر کے اولاد حاصل کی سو یہ بہن بھائی اخیافی کہلاویں گے۔

چونکہ اخیافوں کا رشتہ ضعیف ہے اس لئے پیشتر ان کے حصہ کا ذکر کیا کہ اگر کوئی مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی نہ اس کے ماں باپ ہوں نہ اولاد ہو بلکہ صرف بہن بھائی ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو سُدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا اور جو دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ایک تہائی ملے گی اس کو وہ سب آپس میں برابر بانٹ لیں گے۔ بہن بھائی کا حصہ برابر ہوگا۔ اگر میت کی اولاد یا ماں باپ عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں گے تو ان کو کچھ بھی نہ ملے گا وان کان رجل یورث کلالۃ اوامرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس الآیہ۔ باتفاق جمہور اس جگہ اخ اور اخت سے یہی اخیافی بہن بھائی مراد ہیں کس لئے کہ اسی سورۂ نسآء کے اخیر میں عینی اور علاتی بہن بھائیوں کا ورثہ بیان فرمایا ہے جو اس ورثہ کے غیر ہے کما قال قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرء ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ماترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالاً ونساءً فللذکر مثل حظ الانثیین الآیہ۔ یعنی اگر ایک بہن میت کی ہو اور اس میت کی اولاد اور ماں باپ نہ ہوں (جس کو کلالہ کہتے ہیں) تو اس بہن کو نصف مال ملے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ان کو دو ثلث ملیں گے اور اگر ان کے ساتھ بھائی بھی ہے تو عصبہ ہو کر مرد کے لئے دو حصے اور عورت کے لئے ایک حصہ کر کے تقسیم کر لیں گے۔ یہ لوگ کہ جن کے قرآن میں حصے مقرر

[1] یعنی اگر باپ نہ ہو تو اس کے قائم مقام میراث میں دادا ہے اور ماں نہ ہو تو نانی یا دادی ان کا قائم مقام ہونا بعض کے نزدیک لفظ اب اور ام سے ہے اور بعض کے نزدیک اجماع امت سے اسی طرح پوتا قائم مقام ابن کے ہے۔

ہوئے ان کو ذوالفروض کہتے ہیں جس صورت میں کہ یہ لوگ مُرتد نہ ہوں یا مورث کو عمداً قتل نہ کریں یا اختلافِ دین نہ ہو یا اختلافِ حرّیت عبدیت میں نہ ہو اُس وقت ان کو یہ حِصّہ ملے گا۔

نسب کی چوتھی قسم ایک اور بھی ہے جس کو عصوبت سے تعبیر کرتے ہیں ذوالفروض کے حِصّوں کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے اُس کو عصبہ لے لیتا ہے۔ عصبوں کی تین قسم ہیں کیونکہ اُس کے عصبہ ہونے میں اگر غیر کی احتیاج نہیں تو اُس کو عصبہ بنفسہٖ کہتے ہیں اس قسم میں وہ ذکور[1] ہیں کہ جن کا واسطہ میت سے بغیر توسّطِ انثٰی کے ہو جیسا کہ میت کی اولاد (ذکور) اور اُس کا باپ دادا پھر اُس کے بھائی پھر اُس کے دادا کی اولاد درجہ بدرجہ یہ چار قسم ہیں اور اگر غیر کی حاجت ہے اور وہ غیر بھی عصبہ ہے تو اُس کا باپ دادا پھر اس کے بھائی پھر اُس کے دادا کی اولاد۔ درجہ بدرجہ یہ چار قسم ہیں اور اگر غیر کی حاجت ہے اور وہ غیر بھی عصبہ ہے تو اُس کو عصبہ لغیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میّت کی بیٹیاں اور پوتیاں اور بہنیں یہ بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہوتی ہیں جو وہ خود عصبہ ہیں اگر وہ عصبہ نہیں تو اُس کو عصبہ مع غیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میّت کی بہن پوتی کی عصبہ ہو جاتی ہے اُن کے بعد ذوالارحام ہیں۔ عصبات کا وارث ہونا احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے۔ تیسرا سبب توریثِ ولاء ہے۔ ولاء یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کردے اور اُس کے اقارب نہ ہوں تو یہ آزاد کرنے والا کہ جس کو مولی العتاقہ کہتے ہیں وارث ہوگا اور اُس کو عصبۂ سببیہ کہتے ہیں چونکہ ان میں بھی ایک دوسرے کا ہر طرح سے مددگار رہے اس لئے وراثت قائم ہوگی۔ یا دو[2] شخص ایسے کہ جن کے اقارب نہ ہوں باہم معاہدہ یگانگت کر کے گزران کریں تو اس کو مولی الموالات کہتے ہیں ان میں بھی باہم وراثت ہوگی بشرطیکہ اقارب نہ ہوں ورنہ نہیں۔ ف (۱) دوبارہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حِصّے وصیّت اور قرض ادا کرنے کے بعد قائم ہوں گے کیونکہ قرض کا میّت پر باقی رہ جانا اور وارثوں کا مال لے کر چلتے پھرتے نظر آنا میّت کو بھی عالمِ آخرت میں ضرر دیتا ہے اور قرض خواہ کا بھی ضرر ہے اور نیز وصیت کا پورا نہ ہونا بھی میّت کی رُوح کو صدمہ دیتا ہے اس لئے غَيْرَ مُضَارٍّ فرمایا اور تاکید کر کے وَصِيَّةً مِّنَ اللهِ کہہ دیا کہ یہ تعمیل بھی وصیّتِ الٰہی ہے۔ (۲) کسی وارث کے لئے بغیر مرضی دوسرے وارثوں کے وصیت جائز نہیں اور اگر کسی غیر کے لئے وصیت کرے تو ایسا نہ کرے کہ تمام مال مرتے وقت غیروں کو بخش کر وارثوں کو محروم چھوڑ جائے۔ غایۃ الامر تہائی مال تک وصیّت کر سکتا ہے کہ فلاں فقیر کو یہ دینا یا مدرسہ یا مسجد میں لگانا یا فلاں میرے دوست کو اس قدر دینا اور جو کُل کی وصیت کرے گا تو اس میں سے موصی لہٗ کو صرف ثُلث ملے گا۔ (۳) احکامِ میراث بیان فرما کر یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو اُن پر قائم رہے گا جنت میں آرام پاوے گا ورنہ جہنم میں ذلت اُٹھاوے گا۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
اور جو تمہاری عورتوں[3] میں سے بدکاری کریں تو
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ
ان پر اپنے لوگوں میں سے چار (معتبر) گواہ لاؤ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ
پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو اُن کو گھروں میں بند رکھو
حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللهُ
یہاں تک کہ وہ مرجائیں یا اللہ تعالیٰ اُن کے لئے کوئی راہ
لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا
نکالے۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو
مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا
اُن کو سزا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نیکی پر آجائیں تو

۱؎ مرد۔ ۲؎ عورتیں۔

۳؎ ابتدائے اسلام میں زنا کی یہی سزا تھی پھر بعد میں یہ سزا سخت ہوگئی رجم یا سو کوڑے مارنے کا حکم آگیا ۱۲ منہ

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا
اُن کا پیچھا چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (بڑا) توبہ کرنے والا مہربان
رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ
ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انھیں (لوگوں) کی توبہ قبول کرنی پڑتی
يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ
ہے جو نادانستگی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر (معلوم ہونے پر) جھٹ
مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ
سے توبہ کرلیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہی کی توبہ (بہت جلد) قبول کرلیتا ہے۔
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ
اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ اور ان کی توبہ
التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ
(قبول) نہیں کہ جو گناہ (پر گناہ) کئے چلے جاتے ہیں
حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوتی
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ
تو کہنے لگتا ہے کہ اب میری توبہ ہے اور نہ انہی کی کچھ توبہ ہے
يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا
جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں، اُنہی (لوگوں) کے لئے تو ہم نے
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾
دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترکیب

والّتی، التی کی جمع خلاف قیاس ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ جمع کے لئے وضع کیا گیا ہے مبتدا فاستشہدوا اس کی خبر۔ گرچہ یہ امر ہے لیکن بسبب ملنے التی کے فعل سے شرط کا حکم رکھتی ہے بعض کہتے ہیں خبر محذوف ہے تقدیرہ حکمہن فیما یتلیٰ علیکم وہو فاستشہدوا الخ۔ او یجعل عاطفہ بعض کہتے ہیں بمعنی الّا ان۔ لہن یجعل سے متعلق ہے والذان کو والّتی پر قیاس کیجئے مبتدا وخبر ہونے میں۔ انما التوبۃ مبتدا علی اللہ ثابت کے متعلق ہو کر خبر۔ للذین الخ حال ہے ضمیر ثابت سے جسکے متعلق علی ہے بعض کہتے ہیں للذین خبر علی اللہ شیٔ مقدر سے حال ہے ولا الذین الخ معطوف ہے الذین یعملون السیّات پر مبتدا، خبر بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر

پہلی آیات میں عورتوں کے لئے میراث کا حکم دیا تھا جس کا عرب میں عموماً دستور نہ تھا یہ بات اُن کے حق میں نہایت شفقت کی تھی اس کے ساتھ زنا وغیرہ مفاسد کا بھی حکم بیان کیا تاکہ بُرائی سے منع کرکے کامل شفقت ہو جاوے خصوصاً میراث کے بعد جب کہ عورت کے پاس مال ہو جاتا ہے اور نیز اُس کا سرپرست مرجاتا ہے تو یہ دونوں باتیں اُس کے نفس کو شُتر بے مہار کر دیتی ہیں جس سے آزادگی اور اُس سے حرامکاری جو باعث فسادِ عالم ہے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہم اب آزاد ملک کی عورتوں کو دیکھتے ہیں اس لئے ایسے موقع پر اس حکم کا بیان کرنا بھی نہایت مناسب تھا۔

(۱) والّتی الخ، الفاحشۃ مصدر ہے جیسا کہ العاقبۃ: بُرے کام یا بُری بات کو کہتے ہیں مگر اس جگہ مراد زنا ہے کیونکہ یہ قوتِ شہوانیہ کا بدنتیجہ ہے جو نہایت بد ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کے یہ معنے ہیں کہ جو عورتیں زنا کریں اور چار گواہ اُن پر چشم دید گواہی دیدیں تو ان کو گھر میں یہاں تک مقیّد رکھیں کہ اُن کا حکم نازل ہو جاوے یعنی اُن کے لئے خدا تعالیٰ کوئی طریقہ خلاصی کا نکالے۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب کسی عورت پر زنا کی شہادت گزر جاتی تھی تو اس کو گھر میں مقیّد رکھتے تھے اس بات کے انتظار میں کہ انجام جو حکم اس کے حق میں نازل ہو اُس پر عمل کیا جاوے۔ چنانچہ پھر چند عرصہ کے بعد سورۂ نور میں حکم نازل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمادی کہ اگر کنوارا یا کنواری ایسا فعل کرے تو اس پر سَو دُرّے مارنے چاہئیں اور کبھی اُس کی سات برس تک جلا وطنی بھی کی گئی ہے۔

اور جو بیاہا ہوا مرد یا عورت جس کو محصن یا محصنہ کہتے ہیں ایسا کرے تو اُس کو سنگسار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ بیان فرما کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم۔ توراۃ میں بھی زنا کی سزا قتل ہے۔ چار گواہ اس لئے مقرر کئے کہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے دو ایک کا جھوٹ باندھ لینا سہل ہے مگر چار ثقہ آدمیوں کا ہونا جو جماعت کا حکم رکھتے ہیں ایسی جھوٹی بات پر متفق ہونا عادتاً ناممکن ہے۔ اور نیز اس میں پردہ پوشی بھی ملحوظ ہے اس میں علاوہ سزائے موت کے خاندان کی عزت پر بھی دھبہ لگتا ہے اور نیز یہ فعل دو سے سرزد ہوتا ہے اور کم سے کم مرتبہ شہادت میں دو گواہ ہیں تو دو مرد کے فعل کے لحاظ سے دو عورت کے لحاظ سے چار ہو گئے۔

(۲) والذان۔ اس سے مراد بھی جمہور کے نزدیک زنا ہے نزول میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اوّل اسلام میں صرف ایذاء دینا ہی سزا مقرر تھی کہ ان کو زبان سے برا بھلا کہو، ملامت کرو فاذوہما سے یہی مراد ہے۔ اگر باز آویں اور توبہ کریں تو اُس کا پیچھا چھوڑ دو۔ چونکہ عرب اس گناہ کے عادی تھے اُن کو بتدریج منع فرمایا پھر اُس کے بعد والتی آیت مقدمہ نازل ہوئی کہ جس میں قید کا حکم ہوا۔ اس کے بعد سورۂ نور میں سزا معین کر دی۔ بعض کہتے ہیں والتی سے مراد زنا ہے والذان سے مراد لواطت ہے اور فاذوہما سے مراد تعزیر ہے۔ اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے کہ اغلام کے لئے زنا کا حکم نہیں اس کے لئے تعزیر ہے نہ حد۔ امام شافعی رح کے نزدیک جو زنا کی سزا ہے وہی اغلام کی صرف یہ فرق ہے کہ مفعول اگرچہ محصن ہو اس کو سنگسار نہ کیا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں والتی سے مراد سحق ہے کہ عورت عورت سے بدفعلی کرتی ہے اور والذان سے مراد اغلام ہے کہ جو مرد مرد سے کرتا ہے اوّل کی سزا قید ہے دوسرے کی تعزیر اور زنا کا حکم سورۂ نور میں ہے۔

زنا اور اغلام اور سحق کی برائی ظاہر ہے کہ اُن سے انتظام میں خلل ہوتا ہے جب عورت عورت کی طرف متوجہ ہو گی تو اپنے شوہر کی طرف کب رغبت کرے گی خواہ مخواہ خانہ داری میں فساد پیدا ہو گا اور اسی طرح جب مرد مرد سے حاجت روائی کرے گا تو عورت اوروں کی طرف متوجہ ہو گی اور یہ نسل سے محروم رہیگا عورت کو غیروں کی طرف متوجہ دیکھ کر خاموش ہو گا تو اُس کی غیرت گئی اور مفعول کو زنانا پن عارض ہوتا ہے اور زنا سے نسب میں فرق آتا ہے اور کشت و خون بھی ہوتا ہے جو اکثر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور نیز اس سے روح پر بھی تاریکی پیدا ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا اور اس پر سزا بھی مقرر کر دی اور آخرت میں روح کا معذب ہونا بھی بیان فرما دیا۔ اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس کی برکت سے جس طرح شرک کی بیخ کنی ہوئی اسی طرح زنا کا بھی دروازہ بند ہو گیا۔ اسی لئے بے حجابی جو زنا کی طرف ابھارتی ہے جیسا کہ آج کل مہذب قوموں میں بھی دیکھا جاتا ہے اس کو بھی منع کر دیا اور حجاب کا اسی مصلحت سے حکم دیا۔

(۳) جب کہ یہ فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو اُن سے تعرض نہ کرو تو اس کے بعد توبہ کے اوصاف بیان کرنے بھی مناسب ہوئے فقال انما التوبۃ علی اللہ یعنی جس توبہ کو خدا تعالیٰ ضرور اپنے فضل سے قبول کرتا ہے وہ دو باتوں پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ گناہ کو جہالت سے کرتا ہو اُس کو اُس کے گناہ ہونے کا علم نہ ہو۔ دوم یہ کہ من قریب یعنی موت سے اور اُس کے آثار سے پہلے توبہ کر لے یہ نہیں کہ سدا اُس میں مبتلا رہے۔ ان دو شرطوں کے ساتھ توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے درحقیقت اُس پر کوئی چیز واجب نہیں وہ فاعل مختار ہے مگر اُس نے اپنے فضل سے وعدہ کر لیا ہے۔ بعض کہتے ہیں علی اللہ کے معنے من اللہ ہیں یعنی ان گمراہوں کو جن کی استعداد میں ہنوز کچھ فرق نہیں آیا ہے خدا تعالیٰ توفیق توبہ عطا فرماتا ہے۔ اب رہے وہ لوگ کہ جو عمداً گناہ کرتے ہیں یعنی گناہ کو گناہ جانتے ہیں اُن کی توبہ بالاتفاق قبول ہے مگر وہ لوگ

بہ نسبت نادان کے زیادہ مجرم ہیں اس لئے ان کی توبہ کا ضرور قبول کرنا نہیں فرمایا نہ وہ ہی کر دیا ہے۔ اور جہالت کے معنے یہ بھی ہیں کہ وہ حقیقتِ عذاب کو نہیں جانتے سو وہ بھی ان میں شامل ہیں اس کے بعد جن کی توبہ قبول نہیں ان کا ذکر کرتا ہے۔ ولیست التوبۃ یعنی دو شخصوں کی توبہ قبول نہیں ایک وہ مومن کہ جس کو علاماتِ موت دکھائی دے جاویں اور اس عالم کا پردہ اس سے اٹھ جائے تب اس کی توبہ قبول نہیں۔ دوم کافر ایسے وقت کفر سے توبہ کر کے ایمان لائے تو اس کی بھی توبہ قبول نہیں اس کو ایمانِ یاس کہتے ہیں، اگرچہ اس کی جناب، جنابِ عالی ہے۔ وہ عذر آوروں کو نہیں نکالتا سو بار گر توبہ توڑ کر توبہ کرے پھر بھی اس کو معاف کرتا ہے جیساکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے مگر یہ جب تک ہے کہ بندہ پر وہ عالم منکشف نہیں پھر جو منکشف ہوگیا تو گویا عدالت میں حاضر کیا گیا اب عذر کا زمانہ نہیں رہا اب اس کو سزا ہوگی پہلے عذر کرتا تو مضائقہ نہ تھا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

ایمان والو! تم کو یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی سے عورتوں کے وارث

تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ

بن جاؤ۔ اور ان کو اس لئے روک رکھو کہ

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ

جو ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو (ہاں) اگر

اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَ

وہ کھلم کھلا بدکاری کریں (تو ایذا دینا مضائقہ نہیں)۔ اور

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ

ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ پھر اگر وہ تم کو (کسی

كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا

سبب سے) پسند نہ ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو بعض چیزیں ناپسند ہوں

وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (19)

اور اس میں اللہ تعالیٰ بڑی خیر (وبرکت) دے (ان پر صبر کرو)۔

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

اور اگر ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو

زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

اور اس کو بہت سا مال دے چکے ہو تو

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ

پھر اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا بہتان باندھ کر

بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (20) وَ كَیْفَ

اور صریح بے جا الزام دے کر اس میں لوگے (بھلا) تم اس کو کیونکر (واپس)

تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى

لے لوگے حالانکہ ایک دوسرے سے بے حجاب ہو کر مل

بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (21)

چکا ہے اور انہوں نے تم سے پکا قول وقرار بھی لے لیا ہے۔

ترکیب

ان ترثوا بتاویلِ مصدر فاعلِ لایحل۔ اور کرہاً مصدر اور حال ہے مفعول سے اور بالفتح والضم پڑھاجاتا ہے لتذہبوا کا لام متعلق ہے تعضلوا سے۔ الا ان یاتین استثناء منقطع ہے۔

تفسیر

توبہ کا وصف بیان کر کے پھر عورتوں کے متعلق احکام بیان فرماتا ہے۔ ایامِ جاہلیت میں عرب طرح طرح سے عورتوں کو تکلیف دیتے تھے جس سے ان آیات میں منع فرماتا ہے۔ اول لایحل لکم، عرب میں پہلے دستور تھا کہ جب کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرتا تھا تو اس کا بیٹا جو دوسری بیوی سے ہوتا یا کوئی اور وارث آکر اس بیوہ پر کپڑا ڈال دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جس طرح میں میت کے مال کا وارث ہوں اسی طرح اس کی بیوی کا بھی۔ اس کے بعد یا تو بغیر مہر خود نکاح کر لیتا تھا یا اور سے نکاح کر کے اس کا مہر آپ لے لیتا تھا۔ یہ بات عورت پر اس کی

خود مختاری کے لحاظ سے نہایت شاق تھی اس لئے اس کو حرام فرمایا۔ اور یہ بھی ہوتا تھا کہ بیوہ مالدار کو نکاح سے منع کر دیتے تھے جب وہ مرتی تو اُن کے آپ زبردستی وارث بن جاتے تھے سو یہ بھی اس آیت سے حرام ہے۔

دوم۔ لاتعضلوھن الآیہ۔ عضل کے معنے منع کے ہیں اور اسی لئے مانع صحت مرض کو داء عضال کہتے ہیں۔ عرب میں یہ بھی خراب دستور تھا کہ جب کسی عورتِ منکوحہ سے دل نفرت کر جاتا تھا اور اس کو مہر دے چکتے تھے تو اس سے نہایت بد خُلقی سے پیش آتے تھے تاکہ یہ مجبور ہو کر مہر واپس دے کر خود طلاق طلب کرے سو اس کو بھی اس آیت میں منع فرمایا کہ اس لئے ان کو مت بند کر کے رکھو کہ جو کچھ ان کو مہر دیا ہے واپس لو۔ اور بعض طلاق دے کر بھی روک رکھتے تھے اور سے نکاح نہ کرنے دیتے تھے مہر واپس لینے کے لئے سو یہ بھی منع ہے۔ فرماتا ہے ایسا فعل جب مضائقہ نہیں کہ جب عورت کا قصور ہو کہ عام خانہ داری کا قصور بلکہ فاحشہ مبیّنہ یعنی جب اُس سے زنا چار گواہوں سے ثابت ہو جاوے تب اُس کو مجبور کر کے مہر واپس لینا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسے وقت بعض علماء کے نزدیک مہر دینا ہی واجب نہیں رہتا۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ بیویوں کے ساتھ عمدہ طور سے انصاف اور محبت سے گزران کیا کرو اور جو اُس کی صورت و شکل یا کسی بات سے نفرت ہو تو اس نفرت کو دل میں جگہ دے کر خانہ بربادی نہ کرو۔ انجام ہر چیز کا خدا تعالیٰ کو معلوم ہے شاید اس نفرتی اور مکروہ عورت میں تمہارے لئے کوئی عمدہ فائدہ ہو، خدا تعالیٰ اس سے اولادِ صالح پیدا کر دے یا اس کے اخلاق خانہ داری کی بابت عمدہ ہوں اور خیر خواہی اور معیشت میں آسانی کے باعث ہوں نئی بیوی جس کو تم پسند کر رہے ہو اس میں کیا کیا قباحتیں نکلیں۔

سوم۔ وان اردتم، اس نصیحت کے بعد بھی اگر انسان دوسری بیوی کرنے اور پہلی کے چھوڑنے پر بعض وجوہ ضروریہ سے مجبور ہو تو اس کے لئے فرماتا ہے کہ جو کچھ تم نے مہر میں دیا، خواہ خزانہ ہی کیوں نہ ہو اس کو ہرگز واپس نہ لو اور کیونکر لے سکتے ہو تم نے ان سے خلوت[1] اور صحبت کر لی ہے جس سے مہر کامل واجب ہو جاتا ہے اور علاوہ اس کے بوقتِ نکاح تم نے ان کو وفاداری کا اقرار دیا ہے جو نفسِ نکاح سے سمجھا جاتا ہے۔ عرب میں ایسی حالت میں عورت پر بہتان لگا دیتے تھے تاکہ وہ مہر سے محروم رہے اس کو منع فرماتا ہے کہ کیا تم بہتان باندھ کر مہر رکھنا چاہتے ہو یعنی ایسا نہ کرو۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ (دادا) نکاح کر چکے ہوں تم ان سے نکاح نہ کرو

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

مگر جو گزر چکا (سو گزر چکا) کیونکہ یہ بیحیائی اور گناہ کی

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ

ع ۸

بات اور بُرا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئیں

عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ

تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں

وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَ

اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں تمہاری اور بھتیجیں اور

بَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْۤ اَرْضَعْنَكُمْ

بھانجیں اور تمہاری وہ مائیں بھی کہ جنھوں نے تم کو دودھ

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ

اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری

نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ

ساسیں اور جن بیویوں سے تم نے صحبت کی ہو ان کی وہ بیٹیاں جو

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ

تمہاری پرورش میں ہوں (تم پر حرام کی گئیں[1])۔ پھر اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت

لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نہیں کی تو (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں،

[1] یعنی جن بیویوں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہوا ہو اُن کے پہلے خاوند کی بیٹیوں سے نکاح درست نہیں اور غالباً وہ مرد کی پرورش میں رہا کرتی ہیں (باقی صفحہ ۱۴۰)

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ

اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (بہوئیں) بھی (حرام ہیں)

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا

اور دو بہنوں کا جمع کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو کچھ کہ گزر چکا

قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

(سو گزر چکا)۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ترکیب

ما نکح ما بمعنے من والعائد محذوف ای من نکحہا آباؤکم الا ما استثناء منقطع ہے حرمت فعل مجہول امہاتکم الخ مفعول مالم یسم فاعلہ من الرضاعۃ حال ہے اخوات سے التی صفت ہے من نسائکم کی وان تجمعوا الخ بتاویل مصدر معطوف ہے امہاتکم پر۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ عورتوں کے زبردستی سے وارث نہ ہو جایا کرو جس کے متعدد طریق تھے ان میں سے ایک کو اور بھی صراحۃً منع فرماتا ہے کہ جس میں سخت بے حیائی ہے وہ یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو گھر میں ڈال لیا کرتا تھا سو اس سے خدا تعالیٰ نے ولا تنکحوا فرما کر منع کر دیا اور فرمایا الا ما قد سلف کہ جو ایام جاہلیت میں ہو چکا سو ہو چکا۔ ف نکاح کے معنے لغت میں عورت سے صحبت کرنے کے ہیں اور اس کا اطلاق ایجاب و قبول عقدِ شرعی پر بھی ہوتا ہے اول معنے کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہوئے جس سے تمہارے باپ نے مباشرت کی ہو یا علیٰ سبیل عموم مجاز نکاح یا وطی کی ہو خواہ وہ وطی حلال طور سے ہو یا زنا سے اس سے تم نکاح نہ کرو پس جس کسی عورت سے زنا کیا جیسا کہ رنڈیوں سے اس زمانہ میں لوگ کرتے ہیں تو بیٹے کو اس باپ کی رنڈی سے نکاح کرنا بھی اس آیت سے ممنوع ہے اسی طرح جس عورت سے زنا کیا اس کی بیٹی سے بھی اس کو نکاح درست نہیں اس کی تحقیق آگے آتی ہے۔ امام شافعی رح کہتے ہیں کہ نکاح سے مراد عقدِ شرعی ہے پس جس سے باپ نے عقدِ شرعی کیا ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اس عورت سے بیٹے کو نکاح منع ہے اور جس سے عقدِ شرعی نہیں کیا بلکہ حرام کیا اس سے بیٹے کو نکاح کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ رح کی طرف سے ابوبکر رازی رح نے اور امام شافعی رح کی طرف سے فخر رازی رح نے بہت کچھ دلائل بیان کئے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ۞ پھر جب کہ باپ کی بیوی سے نکاح کرنا حرام کیا تو مناسب ہوا کہ جس قدر عورتیں حرام ہیں ان کا بھی اس کے ساتھ بیان کیا جاوے اس لئے فرمایا حرمت علیکم امہاتکم [1] اس جگہ خدا تعالیٰ نے چودہ قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا سات تو ان میں سے نسب کی جہت سے ہیں۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن۔ پھوپھی۔ خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔ اور سات بغیر نسب کے ہیں۔ دودھ کے سبب ماں۔ دودھ شریک بہن۔ ساس۔ بیوی کی بیٹی بشرطیکہ اس سے صحبت کی ہو۔ بیٹے کی بیوی۔ باپ کی بیوی جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔ بیوی کے روبرو اس کی بہن یعنی سالی۔ اب ہم اس مقام پر دو بحث کرتے ہیں۔ بحث اول میں الفاظ کے معانی اور ان میں ائمہ کا اختلاف اور دوسرے میں ان عورتوں کے حرام ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں و بہ نستعین۔ (بحث اول) امہاتکم، امہات ام کی جمع ہے یہ لفظ اصل میں امۃ تھا ہ مفرد میں کثرت استعمال سے ساقط ہو گئی ہے۔ اس کے معنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) بعض اہلِ ظواہر پرورش کی قید سے یہ بات نکالتے ہیں کہ جو پرورش میں نہ آئی ہوں درست ہیں ۱۲ منہ ۔ لہ ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح حرام ہے عام ہے کہ وہ عینی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی یا دودھ شریک ہاں ایک کے مرجانے یا طلاق دینے کے بعد اس کی دوسری بہن سے باتفاق سلف و خلف درست ہے ۱۲ منہ ف صلبی بیٹوں کی بیویوں سے بھی نکاح حرام ہے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے درست ہے ۱۲ منہ

ہندی میں ماں کے ہیں۔ اگرچہ لغت میں اس کا اطلاق حقیقی ماں پر ہوتا ہے مگر عرفِ شرع میں خواہ بطور عمومِ مجاز یا بالاشتراک ہو وہ عورت مراد ہے کہ جس کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو خواہ ماں کی طرف سے خواہ باپ کی طرف سے جیسا کہ نانی پرنانی دادی پردادی۔ بناتکم۔ جمع بنت ہے جس کے معنی بیٹی کے ہیں اس میں بھی ہر عورت شریک ہے جس کا نسب انسان کی طرف خواہ بواسطہ یا بغیر واسطہ منتہی ہو جیسا کہ بیٹی یا پوتی یا نواسی یہ سب بنات میں داخل ہیں اسی طریق سے جو مذکور ہوا۔ **ف** جو بیٹی زنا سے پیدا ہو امام ابو حنیفہؒ اس کو بھی حرام کہتے ہیں کیونکہ بیٹی ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ بیٹی نہیں۔ دلائل فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اخوات یعنی بہنیں اس میں عینی اور علاتی اور اخیافی سب شریک ہیں۔ عمات پھوپھیاں۔ جس شخص کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو اس کی بہنیں بھی عمات میں داخل ہیں۔ مثلاً دادا کی بہن اسی طرح نانا کی بہن۔ خالات خالائیں جس عورت کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو اس کی بہن خالہ ہے خواہ ماں کی بہن عام ہے کہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی یا نانی کی بہن۔ بنات الاخ بھتیجیاں خواہ عینی بھائی کی بیٹی یا علاتی کی یا اخیافی کی۔ اسی طرح بنات الاخت بھانجیوں کو قیاس کر لیجئے یہ وہ عورتیں ہیں کہ جن سے کبھی اور کسی وجہ سے نکاح درست نہیں۔ ان کو محرماتِ ابدیہ کہتے ہیں۔ وامہاتکم التی ارضعنکم جس نے اس کو بچپن میں دودھ پلایا وہ بھی بمنزلہ ماں کے ہے۔ اور پھر اس ماں کی ماں اور نانی دادی بھی۔ بحکم اجماع ماں شمار ہوتی ہے۔ رضاع، دودھ پلانا گرچہ قرآن میں اس کی کوئی مدت معین نہیں کہ اس زمانہ تک پلانا ماں بنا دیتا ہے اور کس قدر پلانے سے ماں ہو جاتی ہے؛ مقدار کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ نصِ قرآنی کو مطلق قرار دے کر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچے کے شکم میں اتر جاوے باعث حرمتِ نکاح فرماتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ نص کو احادیث سے خاص کر کے اقل مرتبہ پانچ گھونٹوں سے رضاع ثابت کرتے ہیں اور اس کے کم کو معدوم سمجھتے ہیں۔ اور زمانہ کے بارہ میں سب ائمہ آیت میں قید لگاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ ڈھائی برس کی عمر کے اندر اگر بچہ کسی کا دودھ پیئے گا تو رضاعت ثابت ہو گی۔ امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس کی مدت معتبر ہے۔ دلائل فریقین کسی قدر پہلے گزر چکے۔ پھر مدتِ رضاع کے بعد دودھ پینے سے کوئی عورت حرام نہیں ہو گی۔ واخواتکم من الرضاعۃ: دودھ شریک بہنیں۔ رضاع کی وجہ سے قرآن میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت بیان کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ رضاعت بمنزلہ نسب کے ہے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اور بھی کھول دیا کہ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب، رواہ البخاری و مسلم عن ابن عباسؓ۔ کہ جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہیں مرضعہ کی ماں اور بیٹی اور اس کی بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، الغرض رضاع بمنزلہ نسب کے ہے۔ مگر چند صورتیں مخصوص ہیں اس لئے اس امر میں قاعدۂ کلیہ کے طور پر کسی شخص نے ایک شعر میں تمام مسائل جمع کر دیئے ہیں ؎ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند؛ واز جانبِ شیرخوارہ زوجان فروع؛ وامہاتُ نسائکم بیویوں کی مائیں، اس میں بحکم اجماع بیویوں کی نانی دادی جن کی طرف کہ اس کا نسب منتہی ہو خواہ باپ کی طرف سے خواہ ماں کی طرف سے سب شریک ہیں۔ **ف** جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جس عورت سے نکاح کر لیا خواہ ہنوز اس سے صحبت نہ کی ہو صرف نکاح کرنے سے اس عورت کی ماں سے نکاح حرام موبد ہو جاوے گا البتہ بیوی کی دوسرے خاوند کی بیٹی جب حرام ہو گی کہ جب اس بیوی سے صحبت بھی کر لیگا ورنہ محض نکاح سے نہیں اگرچہ اس بیوی کو طلاق دے کر اس کے پہلے خاوند کی بیٹی سے نکاح کر لے تو اس صورت میں کر سکتا ہے کس لئے کہ نبی صلے

ناجائز عورتوں کی تفصیل پر بحث

مقدارِ رضاع

زنا سے مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اب اُس کی ماں سے نکاح حرام ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور جو کسی لڑکی کی ماں سے نکاح کیا اور ہنوز صحبت نہیں کی تو طلاق دے کر اُس سے چاہے تو نکاح کر لے، اخرجہ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی سُننہٖ۔ مگر چند صحابہؓ وتابعینؒ جیسا کہ حضرت علیؓ اور زیدؓ وابن عمرؓ وزبیرؓ وجابرؓ دونوں میں صحبت کرنے کی قید لگاتے ہیں کہ ساس بھی جب بنتی ہے کہ جب نکاح کر کے اس کی بیٹی سے صحبت کرلے گا کیونکہ دونوں حکموں کے بعد قرآن میں دخلتم بہن یعنی صحبت کی قید موجود ہے اور حدیث مذکور میں کلام ہے۔ **ف ۲** علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا تو اس سے اُس عورت کی ماں ساس ہو سکتی ہے ؟ جمہور کے نزدیک نہ ہوگی بلکہ اُس کی ماں سے یا اُس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے کس لئے کہ امہات نساء میں داخل نہیں۔ اور دارقطنی نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک عورت سے زنا کر لیا تھا پھر اُس نے اُس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حرام سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوجاتی۔ مگر امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور احمدؒ واسحاقؒ وعطاءؒ وحسنؒ وشعبیؒ کہتے ہیں وہ ساس ہوجاوے گی۔ بلکہ اگر شہوت سے ہاتھ لگایا یا سترِ خاص کو بہ نظرِ شہوت دیکھا تب بھی اس عورت کی ماں ساس ہوجاوے گی اور یہ عورت بمنزلہ بیوی کے قرار پاکر اس کی بیٹی ربیبہ ہوجائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی لڑکے سے اغلام کرے گا تو اُس کی ماں سے نکاح کرنا ساس ہو کر حرام ہوجاوے گا وفیہ مافیہ۔ ربائبکم جمع ربیبہ یعنی عورت کے پہلے خاوند سے بیٹی اور چونکہ ایسی لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہیں اور نئے باپ کے ہاں پرورش پاتی ہیں اس لئے فی حجورکم کی قید واقعی بڑھائی جس کو بعض ناسمجھ پادری بے فائدہ کہہ کر قرآن پر اعتراض کرتے ہیں۔ حجور جمع حجر بالکسر والضم جس کے معنے گود اور پرورش کے ہیں۔ یہ لڑکیاں بھی جب حرام ہوتی ہیں کہ جب اُن کی ماں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہوا ہو عام ہے کہ اس لڑکی نے اس شخص کے ہاں پرورش پائی ہو یا نہیں مگر بعض نے حضرت علیؓ سے منقول کیا ہے کہ ایسی لڑکی سے نکاح درست ہے کیونکہ قید پرورش میں ہونے کی ہے اور جب اس کی پرورش میں نہ تھی تو حرام نہیں۔ جمہور اس کے برخلاف ہیں اور قید کو احترازی نہیں کہتے۔ اگر صحبت کا اتفاق نہیں ہوا تو بالاتفاق اس لڑکی سے نکاح درست ہے۔ وحلائل ابنائکم صلبی بیٹے کی بیوی، اس میں پوتا بھی شریک ہے خواہ بیٹے نے نکاح کر کے صحبت کی ہو یا نہیں۔ حلائل جمع حلیلہ بروزن فعیلہ یعنی حلال کی گئی۔ چونکہ بیوی حلال ہوتی ہے اس لئے اُس کو حلیلہ کہتے ہیں۔ اصلابکم کی قید سے مُنہ بولے بیٹے کی بیوی نکل گئی کیونکہ اس سے نکاح حرام نہیں۔ وان تجمعوا دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اس میں بحکم حدیث عورت کی خالہ اور پھوپھی بھی شریک ہے یعنی جس طرح دو بہنوں سے نکاح حرام ہے اسی طرح پھوپی، بھتیجی اور خالہ بھانجی سے بھی بلکہ ہر ذی رحم محرم سے مگر ملک یمین میں جمع کرنا منع نہیں یعنی دو بہنوں کو جو لونڈیاں ہوں ایک ساتھ خریدنا مضائقہ نہیں مگر دونوں سے صحبت نہ کرے۔ ان سب اقسام کے بعد پندرھویں ایک اور قسم حرام اور عورتوں کی وہ ہے (جس کا بیان اگلی آیت میں آتا ہے)

تَفْسِیْرِ حَقَّانِیْ

پارۂ وَالْمُحْصَنٰتُ ۵

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ

اور (تم پر) شوہردار عورتیں بھی (حرام ہیں) مگر جو تمہارے قبضہ میں

اَیْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ

آگئی ہوں (یہ) خدا تعالیٰ کا تمہارے لئے نوشتہ ہے اور اُن کے سوا

لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں (بشرطیکہ) تم مال (مہر) کے

مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ؕ فَمَا

معاوضہ میں پاکدامنی کے لئے نہ کہ شہوت رانی کے لئے ان کو نکاح

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

میں لانا چاہو پھر جن سے تم نے صحبت کا فائدہ اٹھا لیا ہو تو ان کے مہر ادا کرو

فَرِیْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا

جو واجبی دینا ہے۔ اور (مہر میں سے) جو کچھ آپس کی رضامندی سے قرار

تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ؕ

پا یا گیا ہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۲۴﴾

بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا (اور سب) حکمتوں سے واقف ہے۔

ترکیب

والمحصنت بھی ایمانکم پر معطوف ہے الا ما ملکت استثناء متصل ہے والمعنی حرمت علیکم ذوات الازواج الا السبایا من المحصنات کتاب اللہ مفعول مطلق ہے کس لئے کہ حرمت بمعنی کتبت احلّ فعل مجہول ما وراء ما بمعنے مَن ای احلّ لکم غیر المذکورات من النساء بشرط ان ای بان الخ محصنین حال ہے فاعل تبتغوا سے فما بمعنے الذی شرط جوابہ فاٰتوہن یا کہو شرط نہیں مبتدا اور فاٰتوہن خبر۔

تفسیر

والمحصنات من النساء، احصان لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ قلعہ غیر کو آنے سے منع کرتا ہے اس لئے اس کو حِصْن کہتے ہیں اور اسی لئے شہر پناہ والے شہر کو مدینہ حصینہ بولتے ہیں۔ حِصان بالکسر نر گھوڑا جو مالک کو قبضہ دشمن سے روکتا ہے۔ حَصان بالفتح پارسا عورت جو اپنے ستر کو بدکاری سے روکتی ہے۔ قرآن مجید میں احصان چند معنی کے لئے بولا گیا ہے۔ (۱) حر یعنی آزاد مرد و عورت پر جو کسی کے غلام نہ ہوں والذین یرمون المحصنت ای الحرائر (۲) پارسا پر محصنات غیر مسافحات (۳) خاوند والی عورت پر والمحصنات من النساء۔ اس صورت میں جمہور کے نزدیک آیت کے یہ معنے ہوتے کہ تم پر شوہردار عورتیں بھی حرام ہیں الا ما ملکت ایمانکم مگر وہ شوہردار عورتیں جو جہاد میں مقید ہو کر آویں اور ان کے شوہر ساتھ نہ ہوں۔ (جیسا کہ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں) یا ہوں (جیسا کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں) تب یہ عورتیں جو لونڈیاں ہو کر آئی ہیں جن کو ہاتھ کا

مال کہا ہے مالکوں کے لئے حلال ہیں ایک حیض آنے کے بعد کس لئے کہ کفر کا نکاح ایسے موقع میں معتبر نہ ہوگا اور اس اسیری[1] کا اثر بمنزلہ طلاق کے بلکہ اس سے بھی زیادہ واقع ہوگا اور ابو العالیہ اور عبیدہ سلمانی اور طاؤس اور سعید بن جبیر اور عطاء اور حضرت عمرؓ کے نزدیک اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم پر محصنات یعنی پارسا عورتیں حرام ہیں مگر جن کی عصمت بسبب نکاح یا ملک کے تمہارے قبضہ میں آجاوے وہ حلال ہیں۔

مہر مقرر ہونے کی بحث

اُن عورتوں کا بیان فرماکر جن سے نکاح حرام ہے فرماتا ہے واحل لکم ماوراء ذٰلکم کہ ان کے سوا عورتیں تم پر حلال ہیں مگر نہ مطلقاً کہ جس عورت سے ان عورتوں کے علاوہ جو چاہا کرلیا جاوے جیسا اجنبی عورتوں سے زنا کرلیا جاتا ہے بلکہ چند شرطیں ہیں جن کے مجموعہ سے عُرف میں نکاح ثابت ہوتا ہے۔ اوّل ان تبتغوا باموالکم یعنی اپنے مال صَرف کرکے اُن کو حاصل کرو۔ گرچہ ہر قوم میں شادی کے وقت مال صرف کرنا بالخصوص شائستہ ملکوں کا قدیم دستور ہے۔ کہیں نکاح سے پیشتر کچھ ہدیہ جس کو چڑھاوا کہتے ہیں بھیجا جاتا ہے اور منگنی کے ایام میں بھی گہنا کپڑا برتن وغیرہ حسبِ دستور بھیجے جاتے ہیں تاکہ شوہر کی خواہش اور بیوی کا اعزاز ثابت ہو اور لوگوں میں یہ بات شہرت بھی پاجاوے آشنائی اور خفیہ سازش نہ معلوم ہوتا کہ کل اُس کی اولاد کو عار و ننگ اور بیوی کے کنبہ کو ذلت کا باعث نہ ہو اور پھر اُس میں اور اُس کے کنبے میں محض اجنبیت نہ پائی جاوے جو تمدن کے بارے میں زہر ہے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ بروقت نکاح عورت کی خوشی اور عزت کے لئے اس کو کچھ نقد دیا جاتا تھا جس کو مہر کہتے ہیں۔ اقل مرتبہ اس مہر کا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم ہونے چاہئیں جو تخمیناً ساڑھے تین یا پونے چار روپے چہرہ شاہی ہوتے ہیں کیونکہ ابتغاء باموال فرمایا ہے اور اس سے کم مقدار کو ایسے موقع میں مال صَرف کرنا نہیں کہتے اور اس لئے چور کے ہاتھ کاٹنے میں بھی جو مال کی چوری پر کٹتا ہے دس درہم معتبر ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مرتبہ کی کوئی حد نہیں خواہ ایک پیسہ ہو یا کچھ اور ہو بلکہ احادیث میں بعض عورتوں کا مہر تعلیم قرآن ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا تھا۔ دوم محصنین کہ اس سے مقصود ان عورتوں کو پابند کرنا اور اپنی پاکدامنی مقصود رکھنا ہو۔ غیر مسافحین نہ شہوت رانی مطلوب ہو یہ ساری باتیں گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول سے ہوتی ہیں اور اسی کو عُرفِ شرع میں نکاح کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ محرمات کے علاوہ اور عورتیں نکاح کرنے سے حلال ہیں ورنہ وہ بھی حرام۔ کس لئے کہ والمحصنٰت کا عطف امہات پر ہے ای وحرمت علیکم المحصنات۔ چونکہ مہر بسا اوقات وقت پر نقد نہیں دیا جاتا تھا بلکہ ذمہ پر واجب کرلیا جاتا تھا اور اس کو کچھ عرب واجب الادعاء خیال نہ کرتے تھے اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن۔ استمتاع لغت میں نفع حاصل کرنا اور جس چیز سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اُس کو متاع کہتے ہیں۔ پھر آیت کے معنے حسنؒ اور مجاہدؒ وغیرہما کے نزدیک یہ ہیں کہ جس چیز پر تم نے ان عورتوں سے نفع حاصل کیا ہے جماع اور عقد نکاح کرکے تو اس چیز کو کہ جو ان کا مہر ہے دیدو۔ اجور اجر کی جمع ہے اور مہر چونکہ عورتوں کے منافع کا بدل ہے اس لئے اس کو اجر کہدیا اور کئی جگہ قرآن مجید میں اجر بمعنے مہر آیا ہے۔ از انجملہ یہ آیت ہے لاجناح علیکم ان تنکحوہن اذا آتیتموہن اجورہن اس ترکیب میں ضمیر میں عائد محذوف مانی جاوے گی۔ اور یوں بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ ما بمعنے مَن لیا جاوے یعنی جن عورتوں سے تم نے نفع بطور جماع و عقد نکاح حاصل کیا ہے اُن کے مہر اُن کو دیدو۔ مگر جمہور کے نزدیک یہاں بھی نکاح مراد ہے۔ اُس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ جب عورت سے نکاح کرکے صحبت کرچکے تو نفع اُٹھا لیا اُن کا پورا مہر واجب ہوگیا۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ پہلی آیتوں میں نکاح مراد تھا اس آیت میں نکاح متعہ مراد ہے جو ابتدائے اسلام میں کسی ضرورت سے جائز ہوگیا تھا پھر اُس کو شریعت نے

[1] قید۔ ۱۲ منہ

حرام کر دیا اور قراءت اُبَی بن کعب رضؓ و ابنِ عباس رضؓ و سعید بن جبیرؒ کہ جس میں الیٰ اجل مسمیٰ آیا ہے اس کی مؤید ہے۔ متعہ ایک قسم کا نکاح ہے جس میں مرد عورت کو کسی مقدار معیّن مال سے ایک مدتِ معیّن تک اپنے پاس رکھے اور ایجاب و قبول اس میں بھی شرط ہے پھر اُس کو رنڈی بازی کہنا فضول ہے۔ جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح فتحِ خیبر اور فتحِ مکہ میں جائز ہوا تھا پھر اس کو نبی علیہ السّلام نے ابدًا حرام کر دیا جیسا کہ حضرت علی رضؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز گدھوں کے گوشت اور نکاحِ متعہ سے منع کر دیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور بھی احادیث اس قسم کی وارد ہیں علاوہ اس کے جب کہ یہ آیت نازل ہوئی والذین لفروجہم حافظون الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم، کہ سوائے بیوی اور لونڈی کے اور کوئی عورت درست نہیں۔ تو پھر اس کے منسوخ ہونے میں کیا کلام ہے؟ کس لئے کہ متاعی عورت نہ بیوی ہے کیونکہ بیوی کو میراث ہے اُس کو نہیں اور نہ لونڈی ہے اور بعض علماء متعہ کو بدستور جائز کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضؓ میں سے ابنِ عباس رضؓ اور عمران بن حصین رضؓ وہ کہتے ہیں کہ یہ عورت بھی بیوی ہے مگر اس کے لئے چند روزہ ہونے کی وجہ سے میراث نہیں۔ مگر ابنِ عباس رضؓ اس کو حالتِ اضطرار میں جائز کہتے تھے پھر اخیر میں رجوع کر لیا۔ اور اس فریق کے بھی دلائل ہیں مگر وہ نہایت کمزور ہیں جن کو علمائے اسلام نے ردّ کر دیا ہے۔ فرقہ شیعہ بھی اس کے جواز کا قائل ہے اور حضرت علی رضؓ سے اس کا جواز منقول کرتے ہیں۔

(دوسری بحث)۔ یہ عورتیں جو شریعت نے حرام کی ہیں وہ ہیں کہ جن کی حرمت سلیم الطبع قوموں میں فطری ہے۔ مثلاً ماں کہ جس کا دودھ پی کر انسان اکثر پرورش پاتا ہے ایک ایسی عورت ہے کہ اگر کوئی شریعت یا پیغمبر بھی دنیا میں آکر منع نہ کرتا تو انسان کی طبیعتِ سلیمہ اُس کی طرف جماع تو کیا خیالِ بد کی بھی اجازت نہ دیتی بلکہ بوقتِ ہیجانِ طبع ایسی عورتوں کا خیال بھی اس شعلۂ شہوت کے لئے سرد پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اور یہ بات سب ۱۰

لوگوں میں یکساں ہے۔ اسی طرح بہن، بیٹی، بھتیجی، بھانجی، خالہ، پھوپی کا حال ہے۔ علاوہ اس کے اگر بغور دیکھئے تو صدہا قباحتیں بھی ہیں اُن کی طبعی قباحت یہ ہے کہ ہر وقت کے پاس کے رہنے اور اُن کے روبرو پرورش پانے سے نفس کو اُن کی طرف ہیجان نہیں ہوتا۔ اگر اُن سے نکاح درست ہوتا تو بلاشک یہ جماع اُس کو سخت مضرت پہنچاتا اور اولاد بھی نہایت کمزور ہوتی۔ چنانچہ حیوانات سے جب اس قسم کی جُفتی سے بچہ لیا جاتا ہے تو وہ نہایت کمزور ہوتا ہے۔ اس کا حکمائے حال نے بھی تجربہ کیا ہے۔ تمدنی قباحت یہ ہے کہ اگر ان عورتوں سے نکاح درست ہوتا تو اوّل باپ بیٹے اور بھائیوں اور دیگر اُن اقارب میں کہ جن کے اجتماع بغیر خانہ داری کا کوئی سامان ہی نہیں ہو سکتا اُس محبت کے اختلاط سے کہ جو اُن عورتوں کو اپنے پیارے بھائی، بیٹے، بھتیجے، باپ سے ہے منظنۂ تہمت ہو کر بڑا فساد پھیلتا۔ دوم جب اپنی سرپرستوں سے نکاح درست ہوتا تو حقوقِ زوجیت عمدہ طور سے قائم نہ ہوتے اور درصورتِ عدمِ قیام پھر بیچاری عورت کی طرف سے کون مطالبہ کرنے کھڑا ہوتا؟

روحانی قباحت یہ ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگوں کو اس بہیمیت سے ایک نفرتِ خاص ہے جیسا کہ بدبُو سے دماغِ انسانی کو ہے پھر اس نفرت کا اثر اُس کی رُوح تک اس طرح سرایت کرتا ہے کہ جس طرح اجرامِ علویہ آفتاب مہتاب کا اثر زمین کے نباتات پر جس سے اس کی رُوح پر ایک ظلمت و مرض طاری ہوتا ہے جو بعد مُردن اس کے لئے عذابِ الیم اور نارِ جحیم کا مزہ دکھاتا ہے۔ رہیں اور سات عورتیں ان میں سے دودھ کی ماں اور بہن میں تو وہی بات ہے جو حقیقی میں ہے۔ رہی ساس، سالی، بہو، بیوی کی بیٹی، باپ کی منکوحہ سو اگر ان کے پاس یہ لوگ نہ آویں جاویں تو خانہ داری میں فرق آتا ہے اور بیوی بمنزلہ قیدی کے ہو جاتی ہے اور اس صورت میں نکاح اگر جائز ہوتو طمع پکنے کا موقع ملتا اور پھر باپ بیٹے، بہنوں میں رقابت

سے وہ فساد پیدا ہوتا کہ جو بیان سے باہر ہے اور نیز باہمی
حقوق تلف ہوجاتے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انبیاء؊ کی معرفت
ان کو حرام کیا اور جو پھر کوئی مرتکب ہو تو اسی کے لئے دنیا
و آخرت میں حکم عدولی کی سزا معین کی۔ اس پر بھی ملحدوں کا
یہ کہنا (کہ ماں اور بیوی میں کچھ فرق نہیں صرف رسم ورواج ع ۴ ۳ ۱
مانع ہے اور مصلحت کے لئے دینی رفارمروں نے منع کردیا
ہے ورنہ عذاب و ثواب کچھ نہیں) سخت بیوقوفی ہے۔ بعد
اس کے مہر کی بابت یہ بھی رخصت دیدی کہ مہر مقرر ہونے
کے بعد باہمی رضامندی سے اس کو کم زیادہ بھی کرسکتے ہو
خواہ بالکل عورت معاف کردے تو جائز ہے ان سب امور کی
حکمت کی طرف۔۔۔۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ
اور جس کو تم میں (اس بات کا) مقدور نہ ہو کہ وہ مسلمان عورتوں

يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا
سے نکاح کرسکے تو پھر جو تمہارے قبضہ میں مسلمان

مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ
لونڈیاں ہوں (انہی سے ہی نکاح کرلے)۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ
اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم آپس میں ایک

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ
ہو۔ سو ان سے اُن کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو

وَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
اور ان کو ان کے مہر دستور کے موافق دے دو (نکاح)

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ
بیویاں بنانے کے لئے ہو نہ کہ شہوت رانی کے لئے اور نہ مخفی

أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ
آشنائی کے لئے، پھر جب وہ نکاح میں آجائیں (اور نکاح میں آنے

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى
پیچھے) پھر اگر وہ زنا کریں تو جو سزا بیویوں پر ہے اس کی

الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
آدھی سزا ان پر ہے۔ یہ (لونڈیوں سے نکاح کی

خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَأَنْ تَصْبِرُوْا
اجازت) اس کے لئے ہے کہ جو تم میں گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ رکھتا ہو اور جو صبر کرو تو

خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع
تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

ومن لم یستطع شرط فمن ما ملکت جواب طولاً مفعول یستطع۔ ان ینکح منصوب ہے طولاً کی وجہ سے محصنات حال ہے ضمیر ہن سے ولا متخذات الخ معطوف ہے محصنات پر اخدان جمع خدن مثل عدل و اعدال بمعنے پوشیدہ آشنائی فاذا الخ شرط فان اتین شرط وجزا کا مجموعہ جواب۔ ان تصبروا مبتدا خیر لکم خبر۔

تفسیر

ان اللہ کان علیما حکیما میں اشارہ فرما دیا۔ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مہر بھی زیادہ دینا ہوتا ہے اور مصارف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اور تجرد بھی ایک مصیبت ہے۔ زنا کا دروازہ بند کردیا گیا اس لئے لونڈی چھوکریوں سے نکاح کی اجازت دی۔ فقال ومن لم یستطع منکم الخ کہ جس کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہو تو کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے بشرطیکہ وہ محصنہ یعنی پاک دامن ہو، زانیہ اور درپردہ آشنائی کرنے والی نہ ہو۔ دوم یہ نکاح مسلمان لونڈی سے اُن کے مالک کی اجازت سے کرلے کیونکہ خدا تعالیٰ کو تمہارے ایمان اور دلی حالات معلوم ہیں اور اس میں کوئی عار بھی نہیں۔ کس لئے کہ بنی آدم بلحاظ نسل کے یکساں ہیں، لونڈی ہونا عارضی بات ہے اور جو کچھ قدر قلیل

لہ لونڈیاں بھی آدم؊ کی اولاد اور تمہاری ہم جنس ہیں۔ اصل فضیلت ایمان و نکوکاری سے ہے ۱۲

دستور اور رواج کے موافق ان کے مہر و مصارف ہوں دیتے رہو نہ کہ ان کے مصارف کا بار مالکوں ہی پر ڈال دو اور نہ یہ ہو کہ ان سے نکاح نہ کرو مخفی آشنائی کرکے شہوت رانی کرو۔

فوائد

(۱) من لم یستطع منکم طولاً۔ طَول تونگری اور فراخی۔ اور بالضم ضد قصر ہے یہ معنی ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ اور سُدیؒ اور ابو زیدؒ وغیرہم نے لئے ہیں۔ اور قتادہؒ اور نخعیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک صبر مراد ہے۔ من لم یستطع کی شرط سے بطورِ مفہوم مخالف امام شافعیؒ نے یہ بات نکالی ہے کہ لونڈی سے جب نکاح درست ہے جب کہ اس کو حرہ سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو ورنہ نہیں اور مومنات کی قید سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کافرہ لونڈی سے خواہ اہلِ کتاب ہی کیوں نہ ہو نکاح درست نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ شرط وجودی بات کے لئے ہے نہ کہ عدمی کے لئے اور مومنات کی قید بطورِ افضلیت کے ہے یعنی افضل یہ ہے ورنہ جب نکاح حرہ کتابیہ سے ہو سکتا ہے تو لونڈی کتابیہ سے کیوں نہیں ہو سکتا؟۔ من فتیاتکم یعنی اہلِ اسلام کی لونڈی سے نکاح کرو نہ یہ کہ خود اپنی لونڈی سے کیونکہ اس سے نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ (۲) آتوہن اجورہن لونڈی کو مہر دینا اس کے مالک کو دینا ہے کیونکہ اس کی ہر ایک جائز آمدنی کا وہی مالک ہے۔ پھر ان دونوں باتوں میں تعارض ثابت کرکے قرآن پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ اور امام مالکؒ ظاہر الفاظ سے استدلال کرکے مہر کو خاص لونڈی کا ہی حق قرار دیتے ہیں۔ (۳) فاذا احصن یعنی جب کہ نکاح میں آجاویں اور پھر زنا کریں تو جو حرہ عورت کی زنا میں سزا ہے اس کی نصف لونڈی کی ہے حرہ پر سَو درے ہیں تو لونڈی پر پچاس اور رجم چونکہ تنصیف کے قابل نہیں اس لئے لونڈی پر رجم نہیں اور یہی غلام کا حکم ہے۔ اور یہ اس لئے کہ بسبب خدمتگاری کے اس کو باہر جانا مردوں سے اختلاط کرنا پڑتا ہے اس لئے محفوظ رہنا بہ نسبت حرہ کے مشکل ہے اور نیز سزا بقدرِ نعمت ہوتی ہے۔ فاذا کی شرط سے بعض نے یہ لکھا ہے کہ اگر لونڈی نکاح میں نہ آئی ہو اور پھر زنا کرے تو اس پر حد نہیں ماری جائے گی ہاں تعزیر ہو گی۔ چنانچہ طاؤسؒ اور سعیدؒ اور ابو عبیدؒ اور داؤد ظاہریؒ کا یہی مذہب ہے مگر بحکم حدیث صحیحین (کہ جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ اگر لونڈی زنا کرے تو اس پر حد قائم کرو پھر زنا کرے تو پھر حد قائم کرو۔ اور صحیح مسلم میں ہے لونڈی غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ محصن ہوں یا نہ ہوں) یہ غلط ہے۔ احصن کے معنے بعض نے مسلمان ہونے کے لئے ہیں، کما ہو مروی عن ابن مسعودؓ وغیرہ۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ
اللہ تعالیٰ (یہ) چاہتا ہے کہ جو (نیک لوگ) تم سے پہلے ہو گزرے
سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ
ہیں ان کا طریقہ تم کو بتائے اور ان کے رستے (پر) تم کو چلائے اور
عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَ
تم پر مہربانی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔ اور
اللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَ
اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے۔ اور
يُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن
جو شہوت کے بندے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے رستے سے)
تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَن
بہت دور جا پڑو۔ (اور) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ
يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾
تم سے تخفیف کردے (کیونکہ) انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

ترکیب

یرید کا مفعول ذالک محذوف لیبین کا لام یرید سے متعلق ہے۔ اور ممکن ہے کہ لام زائدہ ہو تقدیرہٗ یرید اللہ ان یبین۔ و یرید الذین یتبعون معطوف ہے واللہ یرید ان یتوب پر ضعیفا حال ہے انسان سے اور بعض کہتے ہیں تمیز ہے وفیہ ما فیہ۔

تفسیر

لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کے بعد یہ بھی فرما دیا تھا کہ یہ اُس کے لئے ہے کہ جس کو حرام کاری میں گرفتار ہونے کا ڈر ہو ورنہ صبر کرنا تو بہتر ہے کیونکہ لونڈیوں کی عادتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ یہ احکام اور نصائح ہم تمھارے فائدہ کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم صالحین اور راستبازوں کے طریقہ پر چل کر مقصود تک پہنچو ویتوب علیکم سے یہی مراد ہے اور جو تمھیں کہیں شبہ ہو کہ فلاں چیز کو کیوں حلال کیا فلاں کو کیوں حرام کیا؟ اور اُس کی حکمت تمھاری سمجھ میں نہ آوے تو تم وسوسۂ شیطانی میں نہ پڑو بلکہ یہ خیال کرو کہ اللہ تعالےٰ علیم ہے، ہر چیز کی ابتدار انتہار اس کو معلوم ہے اور نیز حکیم ہے ہر امر میں ضرور حکمت مرعی رکھتا ہے پھر جو اُس نے حکم دیا ہے اُس میں ضرور کچھ نہ کچھ حکمت ہے۔ خدا تعالےٰ تو ان احکام کے بیان کرنے اور زنا سے بچنے کے لئے رستہ نیک بتانے میں تم پر مہربانی کر رہا ہے اور شہوات ولذّات کے فریفتہ یہ چاہتے ہیں کہ تم کو راہِ راست سے بہت ہی دُور لے جا کر ڈال دیں کیونکہ مجوسی، یہودی، عیسائی، مشرکین فرقوں میں بڑی آزادی ہے۔ خدا تعالےٰ تمھارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان جبلّی طور پر خواہش کے ساتھ مقابلہ کرنے میں نہایت کمزور ہے۔ بہت لوگ دیوِ شہوت کے مقابلہ میں ذرا بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ انسان کے لئے جس طرح شُتر بے مہار ہو کر لذات وشہوات میں آزادانہ کامرانی کرنا بلا قید حلال و حرام اور پاک و ناپاک بہائم جیسی زندگی ہے جو کمالاتِ روحانیہ سے محروم رکھتی ہے جیسا کہ یورپ کی قوموں میں پولوسی مذہب سے پیدا ہے۔ اسی طرح مباح اور جائز اشیار کو بھی از خود اپنے اوپر حرام کر کے معیشت کے دائرہ کو تنگ کر لینا ہے جیسا کہ ہنود میں برہمنوں نے کر رکھا ہے اور اُن کے ہاں چچا، ماموں، خالا، پھوپی کی بیٹی سے نکاح ممنوع، غیر کے ہاتھ لگ جانے سے اُن کا کھانا پینا ناپاک، بغیر نہائے سردی ہو یا گرمی، جنابت ہو یا نہ ہو کھانا پینا ممنوع وغیرہ دنیا میں قومیّت کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ یہ کام حضرات انبیار علیہم السّلام کا ہے ہر چیز کی حلّت و حُرمت کا نتیجۂ روحانی بلکہ جسمانی وہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جن قوموں نے یہ کام اوروں کے سپرد کیا وہ گمراہ ہو گئیں۔ اسلام نے یہ خدمت حضرات انبیار علیہم السّلام بالخصوص خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص رکھی اس لئے وہ اس افراط وتفریط سے محفوظ ہے ہر قسم سے انسان کے لئے سہولت بھی ملحوظ رکھی ہے مگر اور قومیں مسلمانوں کو بھی اپنے رستہ پر لے جانے کی کوشش کرتی ہیں جو مسلمان اس طریقۂ انبیائی کو چھوڑ کر جس قدر ان کے طریقہ کو اختیار کرے گا اسی قدر گمراہی میں پڑ کر راہِ راست سے دُور جا پڑے گا اور ایسا واقعہ ہوا بھی ہے جن لوگوں پر افراط کی ہَوا لگی وہ یورپ کی قوموں کی طرح بے قدر ہو گئے یہاں تک کہ فرائض بھی چھوڑ بیٹھے اور جن پر ہنود کا اثر پڑا اُن میں ہزاروں رسوم بیجا پیدا ہو گئے شدہ شدہ ان کے مذہبی قوانین بھی اسی رنگ میں رنگین ہو گئے بلکہ جس طرح وہ اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں یہ بھی اپنے بزرگوں کی پرستش کرنے لگے، تعزیہ پرستی، قبر پرستی، فال اور ٹوٹکوں کی پابندی ان میں پیدا ہو گئی۔ آیت کے الفاظ میں دونوں فرقوں میں اہلِ افراط و تفریط کی طرف اور درمیانی رستہ کی طرف کس خوبی سے اشارہ ہے درمیانی رستہ کی طرف یرید اللہ لیبین لکم سنن الذین من قبلکم (لے طریق الانبیار السابقین) میں اشارہ ہے اور افراط کی طرف ویرید الذین یتبعون الشہوٰت ان تمیلوا میلاً عظیماً میں اشارہ ہے اور دراصل یہ آزادی بہت ہی دور لے جا کر ڈال دیتی ہے اور تفریط کی طرف یرید اللہ ان یخفف عنکم میں اشارہ ہے کہ اُنھوں نے تو رستہ بھاری اور مشکل کر دیا خدا تعالےٰ آسانی کرنا چاہتا ہے وخلق الانسان ضعیفا اس کی علت ہے کہ انسان ایسی دشواری کا متحمل ہونے میں ضعیف ہے؛

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ
مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاجایا
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
کرو، (ہاں) اگر آپس کی رضامندی سے سودا ہو
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
(تو کچھ مضائقہ نہیں)۔ اور نہ آپس میں خونریزی
اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۲۹)
کیاکرو، بے شک خدا تعالیٰ کی تم پر بڑی مہربانی ہے۔
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا
اور جو کوئی یہ کام سرکش اور ظالم بن کر کرے گا سو ہم عنقریب
فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر
عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا (۳۰) اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ
(بہت) آسان ہے۔ اگر تم ممنوعات میں سے بڑے بڑے
مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
گناہوں سے پرہیز کروگے تو ہم تمہارے گناہ (صغائر) دور کردیں گے،
وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (۳۱)
اور (علاوہ اسکے) تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔

ترکیب

بینکم ثابت سے متعلق ہوکر حال ہوا اموال سے۔ بالباطل لاتاکلوا سے متعلق ہے الا استثناء منقطع تکون کا اسم ضمیر جو اموال کی طرف پھرتی ہے تجارۃ خبر بعض نے کان تامہ قرار دے کر تجارۃ کو بالرفع بھی پڑھا ہے عن تراض موصوف منکم صفت مجموعہ تجارۃ کی صفت

ف احکام کے بعد معاملات میں جو بُرے نتائج پیدا ہوجاتے ہیں دغا فریب سے مال اور کسی کی بیوی پر دستِ تطاول دراز کرنا جس کا آخری نتیجہ مارپیٹ اور آخر قتل تک نوبت پہنچتی ہے اس انجام کی خرابی جتا کر ان آیات میں کن تہدید آمیز الفاظ سے روکا جاتا ہے ۱۲ منہ

ومن یفعل مرفوع بالابتداء فسوف الخبر مدخلاً بالضم مصدر و بالفتح ظرف۔

تفسیر

جب کہ عورتوں کے متعلق نکاح کے احکام بیان کئے گئے اور اور مصارف مہر ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی تو اس کے بعد جو کچھ باہمی کج اخلاقی اور جورو خصم کی بدمزگی سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اُن کی اصلاح فرماتا ہے کہ تم باہم اپنے مال دغا فریب کے طور پر نہ کھاجایا کرو نہ بیوی میاں کے مال میں ایسا کرے نہ میاں بیوی کے مال میں ایسا کرے ہاں باہم رضامندی سے تجارت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ میاں کسی بات پر ناراض ہوکر یا کسی طمع فاسد سے یا کسی بدگمانی سے بیوی کو قتل کردیا کرے نہ بیوی میاں کا مال لینے کی وجہ سے یا کسی اور شخص سے نکاح کرنے کے لئے میاں کو زہر سے یا کسی اور ترکیب سے قتل کرے اور جو ایسا کرے گا تو اُس کی سزا جہنم۔ اور خدا تعالیٰ کو تم سے محبت اور مہربانی ہے اس کی محبوب چیز کو قتل کرنا بُرا ہے۔ یا یوں کہو کہ نکاح میں مالکانہ صرف تھا اس کے ساتھ اور ناجائز تصرفات کا منع کرنا بھی مناسب ہوا اپنے مالوں کو باطل طور سے نہ کھاؤ، اس میں اپنا ذاتی مال بھی آگیا اُس میں اسراف اور طرح طرح کی فضول خرچی کرنا جو عموماً شادی بیاہوں میں ہوتی ہیں باطل طور سے کھانا ہے جو انجام کار اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ لاتقتلوا انفسکم اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس میں غیر کا مال بھی آگیا کیونکہ برادرانِ دینی یا بنی آدم بمنزلہ نفسِ واحد کے ہیں اُن کا مال باطل طور سے کھانا یہ ہے کہ چوری، قزاقی، غصب، رشوت سے۔ یا انکار حق کرکے یا کوئی فریب دے کر کسی کا مال کھایا جاوے اس میں سب ناجائز طریقے مراد ہیں سو ایسا نہ کرو ہاں تجارت کا کچھ مضائقہ نہیں خواہ اس میں بائع کو فائدہ مشتری کو نقصان ہو یا بالعکس یا نہ ہو۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے تو اپنے بھائی کو قتل

کرتا ہے لا تقتلوا انفسکم بھی عام ہے خودکشی کرنا (جیساکہ
رنج کی حالت میں کوتاہ اندیش کرتے ہیں یا بہ نیت تقرب
کسی دریا میں ڈوب مرنا یا آگ میں جل مرنا یا برف میں دب
جانا جیساکہ ہنود کرتے ہیں) اس میں شامل ہے۔ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کرے گا اسی چیز
سے اس کو حشر تک اس عالم میں عذاب دیا جاوے گا اور اس میں
غیر کا قتل کرنا بھی مراد ہے کیونکہ سب بنی آدم بمنزلہ نفس واحد
ہیں سو یہ بھی حرام ہے۔ اوّل تو اس فعل سے اس طور سے منع فرمایا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر مہربانی ہے انسان مظہر اسرار رحمانی
ہے اور یہ مخلوق اسی کی عیال۱؎ ہے اس کو اپنے ہر ایک بندہ پر
رحمت کمال ہے جس طرح کہ ماں باپ کو اپنے بال بچوں پر ہوتی
ہے پھر دیکھو ان کا قتل کرنا ناجائز طور سے مال کھا جانا ماں باپ
کو کہ جس کا تعلق خالق مخلوقیت کا نہیں کس قدر برا معلوم
ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہم نے تمہاری توبہ بنی اسرائیل
کی طرح قتل نفس مقرر نہیں کی کیونکہ ہم تم پر مہربان ہیں اس کے ع ۵/۸ ۲
بعد اس کی سزا سنا کر ڈراتا ہے کہ ایسے کے لئے جہنم ہے۔ عدوانا
وظلما سے اس طرف اشارہ ہے کہ قصاص وغیرہ حقوق میں
قتل مباح ہے۔ اس گناہ کے بعد توبہ کی رغبت دلاتا ہے کہ اگر تم
گناہ کبائر سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے پہلے گناہ معاف کر دیں گے
خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر بشرطیکہ حقوق عباد نہ ہوں یا
صغائر کو معاف کر دیں گے۔ کبائر شرک کرنا، قتل کرنا، چوری
کرنا، زنا کرنا، سحر کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ جن کی
تشریح احادیث میں موجود ہے۔ کبائر سے بچنے کی یوں قید
لگائی کہ کبائر صغائر سب سے بچنا بجز خاصان خدا ہر ایک کا
کام نہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
اور جس چیز میں کہ خدا تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر

عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
فضیلت دی ہے اس کی ہوس نہ کیا کرو۔ مردوں کو اپنی کمائی کا حصہ
اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
ہے۔ اور عورتوں کو اپنی کمائی کا حصہ
اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۳۲)
بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز جانتا ہے۔
وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ
اور ہم نے ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں ہر ایک کے لئے
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ
وارث بنا دیئے ہیں۔ اور جن ۲؎ سے
عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ
تم نے عہد باندھ لیا ہے ان کو (بھی) ان کا حصہ دے دیا کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (۳۳)
بے شک اللہ تعالیٰ کے روبرو ہر چیز حاضر ہے۔

ترکیب

ما بمعنے الذی یا نکرہ موصوفہ اور عائد بہ میں ضمیر ہے بعضکم مفعول ہے فضل کا نصیب مبتدا للرجال خبر مقدم مما کا من نصیب سے متعلق ہے ولکل کا مضاف الیہ محذوف ہے ای لکل احد جعل کا مفعول اوّل موالی جمع مولیٰ ہے اور مفعول ثانی لکل ای جعلنا وارثا لکل احد مما ترک یا تو مال محذوف کی صفت ہے ای من مال ترکہ الوالدان یا متعلق ہے یرثون محذوف سے والذین عقدت الخ مبتدا

۱؎ حالانکہ وہ عیال و اطفال سب سے پاک ہے لم یلد ولم یولد ۱۲ منہ

۲؎ ابتدائے اسلام میں لوگ خویش و اقارب چھوڑ کر مدینہ میں آرہے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کا آپس میں رشتہ قائم کر دیا تھا یہ تھا ان کا عہد ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا جب آیت میراث اتری تو یہ حکم جاتا رہا جس کے جو اصلی وارث تھے وہی میراث کے مستحق ٹھہرائے گئے مگر ان لوگوں کیلئے بھی عہد کے موافق سلوک کرنے کا حکم باقی رہا ۱۲ منہ

فاٰتو ہم خبر جملہ کا عطف کلام سابق پر ہے۔

تفسیر

پہلی آیت میں قتل کرنے اور ناحق کسی کے مال کھانے سے منع فرمایا تھا اور عجیب لطف کے ساتھ ممانعت کی تھی۔ اس جگہ نفوس کی اصلاح اور اس قتل و ناحق مال خوری کے مادہ کو کہ جو اکثر حسد و رشک ہے قطع کرتا ہے کیونکہ بیشتر انسان جب کسی مال کی طرف یا اُس کے رُتبہ و منصبِ خداداد کی طرف دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو کم مایہ جان کر اُس کے دل میں لالچ اور حسد کا شعلہ بھڑکا کرتا ہے جو اُس کو اُس کے قتل کرنے یا مال مارنے پر آمادہ کر کے دنیا اور آخرت کی سعادت سے محروم کر دیا کرتا ہے اس لئے اس مرض کی دوا تعلیم فرماتا ہے کہ تم ہر ایک فضیلت و منصبِ مختصہ کی دل میں ہوس نہ کیا کرو جو ہر وقت سوخت و گداز اور غمگینی اور خداتعالیٰ کی ناشکری کا باعث ہو جاتی ہے اور انجام کار حسد و لالچ پیدا کر کے قتل اور ناحق مال مارنے وغیرہ فسادات میں مبتلا کر دیتی ہے بلکہ رضائے الٰہی اور قسمتِ ازلی پر راضی و شاکر ہو کر اُس سے اُس کی عنایت اور فضل کا سوال کیا کرو وہ دے گا۔ اور یہ جان لو کہ ہر مرد و عورت کو اس کی جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ملتا ہے اور ہر ایک کو جو خداتعالیٰ ویسا مال و نعمت نہیں دیتا تو اس میں مصلحت و حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے بکل شئی علیما۔ واضح ہو کہ جب انسان کسی کو مال و نعمت اولاد و تندرستی میں اپنے سے فائق دیکھتا ہے تو اس کے لئے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں یا تو یہ اُس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کو حسد کہتے ہیں سو یہ حرام ہے کیونکہ یہ تمام فسادات قطع محبت و مودّت کی جڑ ہونے کے علاوہ خود اس کے لئے بھی ہر وقت جلنے کا باعث ہوتا ہے یا یہ کہ زوال تو نہیں چاہتا مگر ویسا اپنے لئے بھی چاہتا ہے اِس کو غبطہ کہتے ہیں گرچہ یہ حرام نہیں مگر انجام کار ایسی آرزوؤں کا دل میں رکھنا بھی خداتعالیٰ سے ناراضی اور ناشکری اور دنیا میں ہر وقت قلق و اضطراب کا باعث ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کون ہے کہ جس کی تمام آرزوئیں حاصل ہو گئی ہیں؟ بلکہ "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ اس لئے کسی عارف نے نفس کو ان باتوں میں ہر وقت خداتعالیٰ سے لڑائی اور ناراضی کرتے دیکھ کر یہ کہا ہے ؎ سر مدگلہ اختصار می باید کرد ÷ یک کار ازیں دو کار می باید کرد ÷ یا تن برضائے دوست می باید داد ÷ یا قطع نظر زیار می باید کرد ÷ احادیث میں بھی ایسے مضامین بکثرت ہیں اس لئے ان سب رنجوں سے نجات پانے کے لئے یہ فرما دیا ولا تتمنوا۔ یا یوں کہو میراث کے بارے میں لوگوں کے خداتعالیٰ نے کم زیادہ حسبِ مصلحت حصے مقرر کئے تھے اُس پر کم حصے والے کہتے تھے کہ ہم کو کم کیوں دیا بلکہ مجاہدؒ نے روایت کیا ہے کہ اُمّ سلمہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مردوں کو دو چند میراث دلائی کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ ہر میّت کے لئے ہم نے اُس کے وارث موالی مقرر کئے ہیں اس کی مصلحت ہم خوب جانتے ہیں یا یوں کہو کہ عورت و مرد کے حقوق بیان فرما کر مَردوں کو فضیلت دی تھی جس سے عورتوں کے دل میں مساوات کی آرزو پیدا ہونا ممکن تھا اس لئے اس خیال سے روک دیا کیونکہ ایک کو دوسرے پر برتری نہ ہو تو انتظام عالم درہم برہم ہو جاتے۔ موالی جمع مولیٰ جس کے معنے آزاد کرنے والے اور آزاد کئے گئے کے ہیں۔ اور ابن عم اور عصبہ کو بھی کہتے ہیں یہاں عصبات مراد ہیں یا عموماً وارث۔ والذین عقدت الخ اسلام میں پہلے جن میں بھائی چارہ ہو جاتا تھا وہی وارث ہوتے تھے پھر جب کہ آیاتِ میراث نازل ہوئیں تو اقارب کے لئے میراث رہ گئی اور بھائی چارہ والے لوگوں کو کہ جن سے عقد ایمان یعنی باہم قسمیں ہو گئی کچھ بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہاں یا تو بطورِ صلہ محبت اُن کے لئے دینا فرمایا کہ جو اُن کی تقدیر میں ہے وہ دے دو (نصیبہم کے یہ معنی ہیں) یا در صورت نہ ہونے اقارب کے وہ وارث ہیں ÷

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا

مرد عورتوں پر اس لئے حاکم ہیں کہ خدا تعالےٰ نے بعض کو

فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ

بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور اس لئے بھی

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ

کہ وہ اپنا مال صرف کرتے ہیں۔ پھر جو نیک بیویاں ہیں

قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

وہ تو خدا تعالیٰ کی عنایت سے مرد کی تابعدار ہیں (اور) غائبانہ (ہر چیز کی) حفاظت

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

اور جن عورتوں کی نافرمانی کا ڈر ہو تو (اوّل مرتبہ) اُن کو سمجھا دیا کرو

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

اور پھر اُن کے ساتھ صحبت داری کرنا ترک کر دو۔ اور (اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو)

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ

اُن کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم بھی اُن پر کوئی جھگڑا

سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

نہ ڈھونڈو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (سب سے) بڑا بالا دست

كَبِيْرًا ۞۳۴ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

ہے۔ اور اگر تم کو میاں بیوی کے باہم نااتفاقی کا اندیشہ ہو تو

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ

ایک منصف مرد کے کنبہ کا اور ایک منصف بیوی کے کنبہ کا مقرر

اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ

کر دو اگر یہ دونوں منصف اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

بھی ان میں موافقت کرا دیگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا

خَبِيْرًا ۞۳۵

بوجھتا ہے۔

ل یعنی اوّل نرمی سے سمجھا دینا چاہیے اس پر نہ مانیں تو بے التفاتی کرو ساتھ سونا چھوڑ دو۔ اگر کوئی ڈھیٹھ اس پر بھی نہ ملنے تو ہاتھ سے دھول دھپا کر کے سیدھا کر دو، پر خواہ مخواہ الزام لگانے کے لئے راہیں نہ تلاش کرو کیونکہ تم پر بھی کوئی بالادست ہے اور اگر اس پر بھی نہ مانیں تو طرفین سے دو شخص ثالث بن کر ملاپ کرا دو اگر ان کی نیت بخیر ہے تو خدا تعالیٰ ان میں ملاپ کر دے گا ۱۲ منہ

ترکیب

الرجال مبتدا قوّامون خبر علے النسآء متعلق ہے قوامون سے بما بھی اسی سے ہے۔ و بما انفقوا کا ما مصدریہ ہے۔ فالصالحات مبتدا قانتات خبر بماحفظ کا ما بمعنی الذی اور نکرہ موصوفہ بھی ہو سکتا ہے دونوں صورتوں میں عائد محذوف ہوگا اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے والّتی الخ مبتدا فعظوہنّ خبر فے المضاجع واہجروہن کا ظرف بھی ہو سکتا ہے لے اترکوا مضاجعہن دون ترک مکالمتہن اور بمعنے سبب بھی ہو سکتا ہے یعنی جدائی بسبب ساتھ نہ سُلانے کے کرو۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ہم نے میراث میں مَردوں کو فضیلت دی ہے اس جگہ اُس فضیلت کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کس بات میں ہے؟ فرماتا ہے اس بات میں کہ مرد عورتوں کے سرپرست اور کارکُن ہیں اور نیز یہ مہر اور نان و نفقہ میں ان پر اپنا مال صرف کرتے ہیں۔ قوّامون جمع قوّام ہے یہ مبالغہ ہے قیام فی الامر کے لئے۔ کہتے ہیں ہٰذا قیم المرأۃ وقوامہا کہ یہ شخص عورت کا سرپرست اور کارگزار ہے یعنی اُس کا کاروبار اور حفاظت کرتا ہے۔

مرد کو عورت پر دو قسم کی فضیلتیں ہیں ایک ذاتی کہ جو مرد کی ذات میں خدا تعالےٰ نے پیدا کی ہے کیونکہ انسان کو تمام کائنات پر فخر ہے تو صرف قوّتِ نظریّہ اور قوّتِ عملیّہ کی وجہ سے ہے چونکہ عورتوں کی سرشت میں مَردوں کی نسبت قضاء و قدر نے برودت رکھی ہے اور مَردوں میں حرارت جو اس کے ادراکات اور عجائب علوم و فنون حاصل کرنے کا آلہ ہے سو اس میں بھی مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور اعمالِ شاقہ اور غیرت و شجاعت وغیرہ سرداری کے اوصاف کا بھی سرچشمہ یہی قوّت و حرارت ہے اس میں بھی

مَردوں کو فوقیت ہے اس لئے آپ تاریخوں کو کھول کر دیکھ جایئے انبیائے اولوالعزم اور حکمائے باکمال اور شاہانِ باعزّ و شان اور دیگر کاملین کی فہرست میں بجز مَردوں کے آپ کو اور کوئی نظر نہ آئے گا الّا شاذ و نادر اور نیز قدرتی طور پر مَرد اور عورت کی بناوٹ مرد کی فوقیت کا ثبوت دے رہی ہے اس فضیلت کی طرف الرجال قوّامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضہم علٰی بعض میں اشارہ ہے۔ دوسری فضیلت عرضی ہے وہ یہ کہ عورت چونکہ وسائل معاش میں بھی قاصر ہے اور نیز اس میں ایک شانِ محبوبیت ہے جو اس کو مرد پر ناز اور طلب کی طرف برانگیختہ کیا کرتی ہے اس لئے اس کے تمام مصارف روٹی کپڑا بلکہ مہر وغیرہ سب مرد کے ذمہ ہیں اور وہی وقتاً فوقتاً اس کو اپنی کمائی سے شاد و خرم رکھتا ہے یہ اُس کی دست نگر رہتی ہے یہ اُس کا آقا ولی النعمۃ ہے اس فضیلت کی طرف وبما انفقوا من اموالہم میں اشارہ ہے۔ ان وجوہ سے مرد کو محکمۂ قضا و قدر سے سرداری کی سند ملی ہے۔ ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی شانِ نزول میں یوں فرمایا ہے کہ محمد بن سلمہ کی بیٹی کو کسی بات پر خفا ہو کر اُس کے میاں سعد بن الربیع انصاری رضؓ نے ایسا طمانچہ مارا کہ اُس کے مُنہ پر نشان پڑ گیا وہ بیوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر معاوضہ کی طالب ہوئیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں وحی کا انتظار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں فضائل مرد کے بعد اس طرف اشارہ ہے کہ مرد سزاوار ہے ایسی باتوں میں اُس سے برابری نہیں چاہیے ان صفات سے امام مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما نے یہ بات نکالی کہ اگر مرد نان و نفقہ سے عاجز ہو جائے تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ عورتوں کو فرمانبرداری اور نیک روی کی ترغیب عجب لطف کے ساتھ دیتا ہے وہ یہ کہ مَردوں کی سرداری اور درجۂ فضیلت بیان کر کے عورتوں کی وہ فضیلت بیان فرماتا ہے جس سے ان کی پارسائی اور فرمانبرداری نکلتی ہے۔ عورت کی دو حالت ہیں ایک مرد کے روبرو ہونے کا وقت دوسرا اس کے غائب ہونے کا زمانہ۔ روبرو کے زمانہ میں عورت کی یہ خوبی ہے کہ وہ فرمانبردار ہو جو مرد کہے وہ کرے جب سونے کے لئے پاس بُلائے تو فوراً تعمیلِ حکم کرے، نرمی سے بات کرے اور جو میاں سختی سے بولے تو آپ جواب ترش نہ دے، خانہ داری کے معاملات میں اُس کی خوشنودی کو مقدّم رکھے اس وصف کو اس لفظ میں ادا کیا فالصالحات قانتات کہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں قنوت کے معنے طاعت کے ہیں اس میں خاوند اور خداوند دونوں کی اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری حالت جو سفر کی ہے اُس میں عورت کی یہ خوبی ہے کہ اپنی عصمت اور مرد کا مال حفاظت سے رکھے اس کی طرف حافظات للغیب بما حفظ اللّٰہ میں اشارہ کر دیا۔ اس کے بعد ان کے برعکس عورتوں کا ذکر کر کے اُن کی اصلاح کی تدبیر بیان فرماتا ہے والّتی تخافون نشوزہن۔ نشوز کے معنے لغت میں بلندی کے ہیں۔ بولتے ہیں نشز الشیٔ اذا ارتفع۔ اور چونکہ عورت کی نافرمانی اور سرکشی میں اُس کا سر اُٹھانا پایا جاتا ہے اس لئے اس کو نشوز کہتے ہیں۔ پس جو عورت بلا کسی حجتِ شرعیہ کے مرد کی نافرمانی کرے، ساتھ سونا چھوڑ دے یا سخت کلامی کرے یا ستر و پردہ اور غیر محارم کے روبرو ہونے میں کہا نہ مانے یا والدین کے گھر رہنا پسند کر کے خاوند کے ہاں نہ آوے، اُس عورت کو ناشزہ کہتے ہیں۔ اُس کو نان و نفقہ دینا خاوند پر واجب نہیں رہتا۔ جب میاں بیوی میں ایسی حالت ہو جائے تو اوّل مرتبہ یہ ہے کہ اُس کو خاوند نرمی سے نصیحت کرے فعظوہن کہ تم کو ایسا کرنا مناسب نہیں اس میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی شرمندگی ہے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو واہجروہن فی المضاجع اس کو ساتھ نہ سُلاوے کیونکہ اگر اُس کو میاں سے محبت ہے تو یہ امر اس پر شاق گزرے گا پھر ضرور اطاعت کرے گی اور جو اس کی بھی پرواہ نہ کرے تو ایسی بیہودہ کو واضربوہن کسی قدر دھول دھپے سے درست کر دے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں گو یہ بات مباح ہے مگر نہ مارنا اولیٰ ہے۔

مگر ایسا مارنا کہ جس میں اُس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے یا زخم پڑجائے یا اُس کے چہرہ یا کسی عضو میں نقص پیدا ہو اتفاقاً ممنوع ہے۔ پھر اگر وہ سیدھی ہوجائے تو مرد کو بھی نہ چاہیے کہ خواہ مخواہ کی نکتہ چینیاں کر کے اس کو دق کرے بلکہ اس میں خدا تعالےٰ سے ڈرے جو بالادست ہے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ شریعت نے عورت کی عزت و حرمت بہت کچھ قائم کی ہے۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے اہل وعیال سے اچھا نہیں اور ان پر نرم نہیں وہ ہرگز اچھا نہیں۔ اور کہیں فرمایا کہ عورتوں سے بہ نرمی پیش آؤ ان کی جبلت میں کجی ہے اُس پر صبر اور برداشت کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ عجب شخص ہے کہ صبح کو تو بیوی کو مارتا پیٹتا ہے پھر رات کو ساتھ لے کر سوتا ہے، یعنی مارنا نہ مندی چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ بیوی میاں کی وزیر ہے اس کی رضا اور اس سے بخوشی و خرمی پیش آنا خوش گزرانی کا باعث ہے ورنہ زندگی تلخ ہو جائے گی مگر باوجود اس کے عورت پر جیسا کہ آٹے پر نمک تہدید بھی رکھی ہے۔ اگر تہدید نہ ہو تو معاذ اللہ بڑی خرابیاں پیش آتی ہیں (جیسا کہ اس زمانہ میں سکولوں میں پڑھ کر عورتیں بالکل آزاد ہوتی چلی جاتی ہیں بیحیائی اور فحش اور زناکاری کا نام تہذیب رکھا جاتا ہے۔ ادھر خاوند بھی دیوث بن کر اُس کی آزادانہ آمد و رفت برداشت کرنے کا اور اس کے دوستوں سے ملنے کا نئی تہذیب کی بدولت عادی ہوجاتا ہے) اس کے بعد بھی اگر عورت نہ سمجھے تو ایک شخص عورت کے کنبہ کا اور ایک مرد کے کنبہ کا جو دونوں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں باہم فیصلہ کرا دیں مگر نیک نیتی اور اصلاح مدنظر رکھیں تاکہ خدا تعالےٰ ان میں توفیق دے کہ پھر ملاپ ہو کر خانہ آبادی ہو جائے اور جو کنبہ کے پنچ نہ ملیں تو اور نیک لوگ قائم کر لیے جاویں۔ امام شافعیؒ اور مالکؒ اور اسحٰقؒ اور اوزاعیؒ بلکہ حضرت عثمانؓ و علیؓ وابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اگر پنچوں کو بغیر طلاق کے اور کوئی چارہ نہ ہو اور باہم کسی طرح ملاپ ہوتا نظر نہ آئے تو ان کو اختیار ہے کہ طلاق دیدیں۔ اور عطارؒ اور حسنؒ اور زیدؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہم علماء یہ فرماتے ہیں کہ طلاق کا اختیار پنچوں کو نہیں۔ یہ بات میاں کے اور حاکم شہر کے ہاتھ میں ہے ان کی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں حکماً من اہلہ۔ ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ حاکم و قاضی جو فیصلہ کرے تو فریقین کے حال سے بخوبی واقف بلکہ اُسی قوم کا ہوتا کہ کوئی بات اس پر مخفی نہ رہے، ولئے برحالِ شاں کہ جن کے مجسٹریٹ محض اجنبی ہوں، اور طلاق وغیرہ امورِ شرعیہ کا فیصلہ کرے ؛

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
اور اللہ تو کی عبادت کیا کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو (بھی) شریک نہ کیا کرو
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى
اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي
مسکینوں کے ساتھ نیکی کیا کرو اور قرابت دار ہمسایہ
الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ
اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پاس بیٹھنے والے
بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ
دوستوں کے ساتھ بھی اور مسافر اور غلاموں کے ساتھ بھی (نیکی
اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ
کیا کرو)۔ بیشک اللہ تعالےٰ کو اترانے والے شیخی مارنے والے
مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ
پسند نہیں آتے، یہ وہ ہیں جو خود بھی بخل کرتے
وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ
اور لوگوں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں، اور جو کچھ اُن کو
مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا
اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے اسکو چھپاتے ہیں۔ اور ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ

منکروں کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور یہ وہ ہیں کہ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ

جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں اور

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط

نہ اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر۔

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ

اور جس کا شیطان ساتھی ہو تو برا ہی

قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

ساتھی ہے۔

ترکیب

احسانًا کے نصب میں چند وجہ ہیں سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکیں الجنب بضمتین اور بفتح جیم اور سکون نون دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے جس کے معنے اجنبی کے ہیں یہ وصف ہے الجار کا بالجنب کی ب بمعنی فی ہے یہ حال ہے الذین یبخلون مبتدا خبر مبغضون وغیرہ محذوف والذین ینفقون اس پر معطوف ہے۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالےٰ مردوں کی فضیلت بیان فرما چکا اور باہم میاں بیوی کے معاملات کا فیصلہ خاوند کی فضیلت ملحوظ رکھ کر فرما دیا تو اُس کے بعد تمام بنی آدم کو یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ فضیلت دنیاوی ہے اور فضیلتِ اُخروی اور چیز ہے اُس میں نوکر آقا سے بڑھ جاتا ہے اور فقیر بےکس بادشاہ سے اور بیوی خاوند سے اس لئے اس جگہ اُخروی فضیلت بیان کی جاتی ہے جو اصل مقصود ہے اور جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ انسان کی اصلی فضیلت کا دو چیز کی تکمیل پر دار و مدار ہے۔ ایک قوتِ نظریہ۔ دوسری قوتِ عملیہ اور انہیں کی تکمیل کا نام سعادت ہے۔ قوتِ نظریہ کی تکمیل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک جان کر خالصًا اُس کی عبادت میں مصروف ہو جاوے جس سے روح پر آئینہ کی طرح آفتابِ غیبی کے انوار پڑ کر یہ بھی بعد مُردن قدّوسین کی جماعت میں مل جاوے سو اُسی کی طرف واعبدوا اللہ الخ میں اشارہ ہے۔ یہاں دونوں[۱] قوموں کے لئے دس حکم دیئے گئے اُن میں سے یہ پہلا حکم ہے۔ قوتِ عملیہ کی تعمیل دو طرح سے ہے ایک یہ کہ اہلِ حقوق کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آئے سو اس کی بابت دوسرا حکم ماں باپ کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کا دیا گیا و بالوالدین الخ۔ تیسرا حکم عمومًا اور اہل قرابت کے ساتھ سلوک کرنا علیٰ قدر مراتبہم۔ چوتھا حکم یتیموں کے ساتھ نیکی کرنا۔ پانچواں حکم عمومًا ہر فقیر تنگ دست کے ساتھ نیکی کرنا۔ چھٹا حکم ہمسایہ قریب کے ساتھ۔ ساتواں حکم ہمسایہ بعید کے ساتھ۔ قریب سے مراد یا تو اہلِ قرابت یا متصل رہنے والا۔ اسی طرح بعید سے مراد اجنبی شخص یا فاصلہ سے رہنے والا۔ آٹھواں حکم دوست ہم پہلو کے ساتھ نیکی کرنا۔ بالجنب کے معنے ہم پہلو کے ہیں جو کہ مکتب یا کسی اور کار کے شریک یار ہوئے ہیں۔ یا جو سفر و حضر میں ہر وقت مصاحب رہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیوی ہے کہ جو پہلو میں رہتی ہے۔ نواں حکم مسافر کے ساتھ سلوک کرنا۔ دسواں حکم غلاموں کے ساتھ سلوک کرنا جو ملک اور قبضہ میں ہیں اور ما ملکت سے ہر جانور بھی مراد ہے اُس کے ساتھ بھی نیکی اور رحمدلی کرنی چاہیے۔ دوسری طرح یہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ دے اور بیشتر بنیاد ضرر تکبر اور غرور پر ہے اُس کی طرف ان اللہ لا یحب من کان مختالًا فخورًا میں اشارہ فرمایا اور زیادہ تر ضرر یہ ہے کہ باوجود نعمت و قدرت کے اہلِ حقوق کو کچھ نہ دیا جاوے بلکہ اوروں کو بخل سکھایا جاوے اور دینے کے ڈر کے مارے مفلسی ظاہر کی جاوے۔ اس کی طرف الذین یبخلون الخ میں اشارہ ہے کہ دیا تو جاوے مگر بے محل و بے موقع دیا جاوے، نہ اُس سے نیت بخیر مقصود ہو نہ صلہ رحمی

[۱] حاکم و محکوم و عورت ۱۲

بلکہ دکھلاوا۔ اس کی طرف والذین ینفقون الخ میں اشارہ ہے یہاں تک قوّتِ عملیہ کی تکمیل میں خلل انداز باتیں بیان فرمائیں پھر قوتِ نظریہ میں خلل انداز باتیں ولایومنون باللہ الخ میں ذکر فرماتا ہے کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادہا۔ **ف** فخور (متکبّر) کے دو جملوں میں یہ اوصافِ رذیلہ بیان فرمائے اوّل الذین یبخلون الخ میں بخل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا اور اسی لئے اپنا مال چھپانا ایک ایسی ردی اور ذلیل حالت ہے جو اس کے فخر اور تکبّر کو خاک میں ملادیتی ہے دوم والذین ینفقون اموالہم الخ شیخی میں ریاکاری کے لئے مال دینا اور خلوص ندارد نہ اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ آخرت پر۔ اس احمق کا شیطان رفیق ہے پھر جس کا وہ رفیق و یار بنے تو پھر اس سے جس قدر برائیاں سرزد ہوں کم ہیں ؛

ع ۶ ۹ ۳

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور ان کا کیا (نقصان) ہوجاتا اگر وہ اللہ تعالےٰ پر اور قیامت کے دن پر

الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ

ایمان لے آتے اور خدا تعالیٰ کے دیئے میں سے کچھ دے دیتے۔ اور

كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔ اللہ تعالےٰ تو کسی پر

لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ

ذرّہ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر نیکی ہوتی ہے (تو)

حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

اس کو دوچند کردیتا ہے اور اپنے پاس سے (بھی) بڑا بدلہ

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا

دیتا ہے۔ پھر کیا حال ہوتا ہے جب کہ ہم ہر ایک

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى

قوم سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ کو بھی (اے نبیؐ) ان لوگوں

هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ

پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس دن تو منکر اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ

جنھوں نے رسولؐ کی نافرمانی کی ہے (یہی) آرزو کریں گے

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ

کہ کاش زمین کا پیوند ہوجاویں۔ اور اللہ تعالےٰ سے کوئی بات

اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

بھی چھپا نہ سکیں گے ؛

ترکیب

ماذا مبتدا علیہم خبر اور صرف ما مبتدا اور ذا موصول علیہم صلہ مجموعہ بھی خبر ہوسکتی ہے لو آمنوا الخ شرط۔ لم یضرہم خبر محذوف اس سے ترغیب مقصود ہے لو مصدریہ بھی ہوسکتا ہے مثقال صفت ہے مصدر محذوف کی اے لایظلم ظلماً قدر مثقال ذرۃ ای وزن ذرۃ مصدر اور اس کی صفت کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کی جگہ قائم کردیا وان تک اصل میں تکن تھا نون صرف کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے کیونکہ نون غنہ سکون کی وجہ سے مشابہ و ہے اگر حرکت دی جائے گی تو نون حذف نہ ہوگا جیسا کہ لم یکن الذین وغیرہ میں۔ یومئذ ظرفِ یودّ الذین کفروا وعصوا الرسول اس کا فاعل لو تسوّٰی بہم الخ اس کا مفعول لو بمعنے ان۔ تسوّٰی فعل مجہول الارض مفعول مالم یسمّ فاعلہ ؛

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ نہ تو ان لوگوں کا اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر جو انسان کو عملِ خیر کی طرف اور امیدِ ثواب رکھ کر اللہ تعالےٰ کی راہ میں صَرف کرنے کی طرف اور ہر طرح کی نیکی کی طرف برانگیختہ کرتا ہے، سو یہ بڑی بدنصیبی اور حرمان کا باعث ہے۔ اس لئے یہاں بطورِ ترغیب فرماتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں

صرف بھی کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا؟ یعنی یہ بات خلافِ عقلِ سلیم نہیں نہ اس میں کسی قسم کی مضرت ہے۔ اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی۔ کسی ملحد نے کسی مومن سے کہا تمہارا اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان لانا اور خیر و خیرات کرنا فضول ہے کیونکہ نہ کوئی اللہ ہے نہ قیامت، پھر لے دیے کا ثواب کہاں؟ ناحق مال کو فرضی ڈھکوسلوں پر صرف کرنا اور نماز روزہ ہر ایک قسم کی عبادت کی تکلیف اٹھانا شراب کباب، رنڈی لونڈے مزے کی باتوں سے رکنا عبث ہے اور ضررِ صریح۔ مومن نے جواب دیا کہ اگر تیرا ہی کہنا سچ ہوا تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں عبادت میں بھی کچھ نہ کچھ فائدہ جسمانی ہے اور نہ ہو نہ سہی کسی قدر تکلیف اور لذائذِ فانیہ سے جو ناجائز ہیں محروم رہنے میں کچھ قباحت نہیں۔ دنیا اور انسان کی عمر بادِ صبا کی طرح آناً فاناً گزر جاتی ہے، تمام لذتیں اور سب عیش عالمِ خواب کے مزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے چند روز کے بعد ہم تم دونوں برابر ہیں۔ اور اگر تیرا کہنا غلط نکلا اور مرنے کے بعد اس عالم ثواب و عذاب کا بازار بھی گرم ہوا اور اللہ تعالےٰ اور قیامت برحق نکلے تو فرمائیے وہاں تیرا کیا حال ہوگا، اب محلِ خطر میں تو ہے یا ہم؟ یہ سنکر ملحد کو ہوش آگیا اور ایمان لے آیا۔ اس کے بعد فرماتا ہے اللہ تعالےٰ خبردار ہے تمہاری کوئی حالت مخفی نہیں اور نیز وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور جو کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو اپنے فضل سے عالمِ آخرت میں دو گنا کرکے دیتا ہے اور اس کے علاوہ اپنی طرف سے بھی اجرِ عظیم دیتا ہے پھر نیکی نہ کرنا اور آخرت کے ساز و سامان سے غافل رہنا سخت غفلت اور صریح بدبختی ہے یضاعفہا سے اس عالم کی سعادتِ جسمانیہ کی طرف اور یؤت من لدنہ سے سعادتِ روحانیہ کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد ایک اور حسرت ناک واقعہ جو پیش آنے والا ہے یاد دلاتا ہے کہ جس روز ہم ہر ایک گروہ کے ہادی کو ان پر ان کی نافرمانی ثابت کرنے کے لئے گواہ بنا کر لائیں گے اور تم کو اے نبی! ان مخالفوں پر گواہ بنائیں گے (اور اسی طرح عقل بھی جو اس کو بری باتوں سے مانع تھی گواہی دے گی) تو ان کا کیا حال ہوگا اس دن تو اللہ تعالےٰ اور رسولؐ کے نافرمان یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین میں سما جاویں۔ بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابیؓ بن کعبؓ سے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ تجھ سے کچھ قرآن سنوں، ابیؓ نے کہا کیا خدا تعالےٰ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا ہاں، اس سے ابیؓ کو ایک وجد ہوگیا پھر یہی آیتیں پڑھنی شروع کیں جب یہاں تک نوبت پہنچی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زار زار قوم کی حالت پر رونے لگے اور فرمایا اے ابیؓ بس کر۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ (یعنی نہ پڑھو)

وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

جب تک کہ تم اپنی بات نہ سمجھنے لگو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى

اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو مگر سفر میں (پانی نہ ملے تو

تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى

تیمم کرکے پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں)۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

میں ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ ہو کر آوے

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً

یا عورتوں سے صحبت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

تم پاک مٹی لے کر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کو مسح کرلو۔ بے شک اللہ تعالےٰ

كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۳)

درگزر کرنے والا (اور) معاف کرنے والا ہے۔

ل یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا مسئلہ ہے اور شراب کی حرمت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ نماز سے روکتی ہے ۱۲ منہ ۲ سفر میں نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو بغیر غسل کے تیمم کے ساتھ نماز درست ہے ۱۲ منہ

ترکیب

وانتم الخ جملہ حال ہے فاعل لاتقربوا سے سکاریٰ جمع سکران حتے تعلموا بمعنے الیٰ ان ولاجنباً حال ہے والتقدیر ولاتصلوا جنبا، جنب میں جماعت اور ایک دونوں شامل ہیں علے اللغۃ الفصحی الاعابری ن بسبب اضافت کے گر پڑا یہ بھی حال ہے ای لاتقربوا فی حال الجنابۃ الا فی حال السفر۔ حتے تغتسلوا غایۃ ہے ولاتصلوا جنبا کی وان کنتم شرط مرضیٰ جمع مریض من الغائط مفعول ہے جاء کا۔ غائط بروزنِ فاعل ہے غاط یغوط اذا اطمان سے فلم تجدوا معطوف ہے ماقبل پر داخل ہے شرط میں فتیمموا فعل انتم فاعل صعیداً مفعول طیباً اس کی صفت جملہ جواب ہے فامسحوا جملہ تفسیر ہے تیمموا کی۔

تفسیر

پہلے تھا کہ اگر وہ ایمان لاتے اور خیر کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا یعنی وہ جو ایسا نہیں کرتے تو عقلِ سلیم کے بھی برخلاف کر رہے ہیں گویا کہ وہ دنیا کے نشہ میں مست و مدہوش ہیں۔ جس طرح کہ مست شراب پی کر خلافِ عقل باتیں کرتا ہے ایسا ہی یہ بھی کر رہے ہیں۔ اس مناسبت سے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جس طرح اس نشہ سے منع کیا اسی طرح ظاہری نشہ شراب وغیرہ سے بھی اس جگہ عجب نرمی کے ساتھ منع فرمایا کہ تم نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تم کو ہوش نہ ہو اور اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔ گرچہ بظاہر نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے مگر رمزاً نشہ کی بھی برائی ہے کہ یہ ناپاک چیز اس قابل نہیں کہ اس کو پی کر دربارِ الٰہی میں حاضر ہو۔ پھر سورۂ مائدہ میں تو بالکل تصریح کر کے نشہ کی ممانعت کر دی اور اس کو ناپاک کہہ دیا اور یہ اس لئے کہ لوگ اس کے عادی تھے ایسی چیز کو بتدریج منع کرنا عینِ حکمت ہے۔ اور اس آیت کا شانِ نزول یوں ہے، عبد بن حمید و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و حاکم نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن رض نے لوگوں کی دعوت کی تھی اور اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی۔ لوگوں نے کھایا شراب پی اس میں نماز کا وقت آگیا حضرت علی رض کو پیش امام کیا تو انہوں نے نشہ میں قل یا ایہا الکافرون اعبد ما تعبدون و انتم عابدون ما اعبد پڑھ دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ عبدالرحمٰن ابن عوف رض نے نماز پڑھائی تھی بعض میں ہے کہ نماز مغرب کا وقت تھا۔

شانِ نزول

(۱) لاتقربوا الصلوٰۃ، جمہور مفسرین رح اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے۔ اور ابن عباس رض اور امام شافعی رح کہتے ہیں کہ نماز کی جگہ یعنی مسجد کے اندر جانے کی بھی حالت نشہ میں ممانعت ہے۔

(۲) سکاریٰ جمع سکران جو صفت فعلان کے وزن پر آتی ہے اس کی جمع فعالیٰ آتی ہے۔ سکر کے معنے لغت میں بند کرنے کے ہیں اور نشہ بھی عقل کو بند کر دیتا ہے اس لئے اس کو سکر کہتے ہیں۔ جمہور صحابہ رض و تابعین رح کے نزدیک شراب کا نشہ مراد ہے۔ ضحاک رح کہتے ہیں نیند کا نشہ مراد ہے کہ نیند کے وقت نماز نہ پڑھو یہ قول ضعیف ہے۔

غسل جنابت فرض ہے

(۳) ولاجنباً الاعابری سبیل، کہ نماز ناپاکی کی حالت میں بھی نہ پڑھو کہ جس کو جنابت کہتے ہیں جب تک کہ غسل نہ کر لو مگر سفر میں تیمم کر کے پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں اور حضر میں بھی پانی نہ ملے تو تیمم درست ہے مگر سفر کی قید اس لئے ہے کہ سفر میں بیشتر پانی نہیں ملتا۔ اور جو لوگ الصلوٰۃ سے مسجد مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ، نہ جنابت کی حالت میں، مگر بطریق گزر جانے کے کچھ مضائقہ نہیں یعنی ٹھہرو نہیں نہ وہاں جا کر کچھ عبادت کرو ہاں کسی طرف جاتے ہو اور وہاں سے رستہ ہو تو نکل جانے کا مضائقہ نہیں۔ عابری سبیل کے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں۔ چونکہ اس آیت میں تیمم کی طرف اشارہ تھا اس لئے اس کے بعد تیمم کے مواقع اور اس کا حکم بھی بیان فرماتا ہے۔

(۴) وان کنتم مرضےٰ الخ چار شخصوں کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے
ایک بیمار کے لئے عام ہے کہ پانی کے استعمال سے ہلاک ہونے کا
خوف ہو یا صرف زیادتی مرض کا۔ پھر عام ہے کہ اس کو ضرر کا
یقین ہو یا ظن غالب اور یہ تیمم بھی عام ہے خواہ غسل کے لئے ہو
خواہ وضو کے لئے۔ دوسرے مسافر بعض نے سفر کو عام رکھا ہے
خواہ وہ سفر ہو کہ جس میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے یا نہ ہو بعض
کہتے ہیں وہی سفر مراد ہے[۱] اس میں بھی اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے
عام ہے کہ غسل کے لئے ہو یا وضو کے لئے۔ تیسرے پاخانہ پھرنے
والے کے لئے مگر اس جگہ عام حدث مراد ہے خواہ پیشاب خواہ پاخانہ
خواہ نیند یا ہوا کا نکلنا سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر پانی نہ ملے تو
تیمم کرے۔ چوتھے جماع کرنے والے کے لئے لامستم النساء، امام
ابو حنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک اس سے مراد جماع ہے کس لئے کہ صرف
عورت کو چھونے سے بغیر دخول کے یا مذی برآمد ہونے کے وضو
نہیں ٹوٹتا جس سے پھر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرنا پڑے کیونکہ
احمدؒ و ابن ابی شیبہؒ و ابوداودؒ و نسائی و ابن ماجہؒ نے
روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وضو کرنے
کے بعد بھی عائشہ رضؓ کا بوسہ لے لیتے تھے مگر دوبارہ وضو نہ
کرتے تھے بلکہ اسی وضو سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ امام شافعیؒ کے
نزدیک اس سے مراد بدن سے بدن کا مل جانا ہے اس سے وضو
کرنا پڑے گا ورنہ تیمم۔ رہا جماع سو اس کے لئے غسل ہے اور جو
پانی نہ ملے یا کچھ عذر ہو تو تیمم کرے جیسا کہ احادیث عمار و عمران
ابن حصین و ابو ذر رضؓ سے ثابت ہے اور عمر بن الخطاب رضؓ اور عبداللہ
ابن مسعود رضؓ ابتداء میں فرماتے تھے کہ جنبی کے لئے تیمم نہیں صرف
وضو کی جگہ تیمم ہے نہ کہ غسل کی جگہ۔ پھر اگر جنبی کو پانی نہ ملے
تو نماز نہ پڑھے۔ مگر بعد میں انہوں نے رجوع کیا کیونکہ جمہور
صحابہ رضؓ اس کے برخلاف تھے۔ فلم تجدوا ماءً کی قید چاروں
قسموں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر
بیمار و مسافر و پاخانہ پھرنے والے بھی اور جماع کرنے والے
کو پانی مل جاوے تو اس کو بموجب اس قید کے تیمم نہ چاہیے
حالانکہ ان کے لئے گو پانی ملے مگر کسی مرض کی وجہ سے وضو
وغسل نہ ہو سکے تو تیمم کا حکم ہے اور اسی طرح مسافر کی کیا قید
ہے اگر انسان گھر بیٹھا ہو اور تندرست ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم
کرسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قیود باعتبار اس امر کے ہیں
کہ یہ وہ مواقع ہیں کہ جہاں غالباً تیمم ہوتا ہے اور پانی نہیں ملتا
تشریح مقام یہ ہے کہ تیمم کی ضرورت یا حدث اصغر میں پڑتی
ہے جیسا کہ پاخانہ پیشاب وغیرہ یا حدث اکبر میں جیسا کہ بیوی
سے صحبت کرنا سو ان دونوں کو او جاء احد منکم من الغائط (حدث
اصغر) او لامستم النساء (حدث اکبر) میں بیان کیا اور یہ ضرورت
وضو اور غسل کرنے پر قادر نہ ہونے سے ہوتی ہے اور یہ قادر
نہ ہونا بیشتر مرض یا سفر کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے اس کے
مواقع کو سب سے پہلے ان کنتم مرضےٰ او علےٰ سفر میں بیان فرما دیا
اس لئے سفر میں اگر پانی ملے تو تیمم نہ کرے اور اس پر علماء نے
ان مواقع کو قیاس کیا ہے کہ جہاں گرانی قیمت آب یا ڈول
رسی نہ ہونے کی وجہ سے وضو اور غسل پر قادر نہ ہو اس کے
بعد تیمم کی ترکیب بیان فرماتا ہے، فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا
بوجوہکم وایدیکم۔ یہاں اس بات کی کچھ تشریح نہیں کہ دو ضرب
مارے یا ایک۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ ائمہ کبار فرماتے ہیں کہ اول
دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر پھراوے دوسری دفعہ ہاتھ مار کر
کہنیوں تک پھراوے جیسا کہ احادیث اور فعل صحابہ رضؓ و تابعینؒ
سے ثابت ہے۔ بعض ائمہؒ کہتے ہیں کہ ایک ضرب کافی ہے یعنی
ایک بار زمین پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھ پر پھرانا جیسا کہ حدیث عمار رضؓ
سے سمجھا جاتا ہے جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے صعیدًا
کے معنے زمین کے ہیں خواہ ریتا ہو یا چکنا پتھر ہو یا غبار ہو سب پر
تیمم جائز ہے اور طیبًا سے مراد یہ ہے کہ نجس نہ ہو اور یہی مذہب
امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام
شافعیؒ اور احمدؒ کہتے ہیں مٹی کے سوا اور کسی چیز سے تیمم
درست نہیں کیونکہ صعیدًا کے معنے زمین اور طیبًا کے معنے
عمدہ جس پر گھاس اگنے کی صلاحیت ہو۔ اس آیت کا شان نزول

[۱] وہو الصحیح ۱۲

یوں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع حضرت عائشہ رض ایک بار جہاد میں گئے ایک جگہ پر عائشہ رض کا گلوبند کھویا گیا جس کو وہ اپنی بہن سے مانگ کر ساتھ لائیں تھیں اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کو ٹھہرنے کا حکم دیا ابوبکر رض نے عائشہ رض کو جھڑکا کہ تیری وجہ سے یہاں قیام کرنا پڑا نہ پانی ہے نہ اناج لوگ نالاں ہیں۔ اس پر یہ آیت تیمم نازل ہوئی جس سے لوگ بہت خوش ہوگئے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ

(اے نبی!) کیا آپ نے لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب سے (کچھ بھی)

الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ

بہرہ ور کیا گیا ہے وہ گمراہی مول لے رہے ہیں اور تم کو بھی راہ سے

أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿ط﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

بہکانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارے دشمنوں کو خوب

بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا ۙ وَ

جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے حمایت کے لئے اور

كَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿۴۵﴾ مِّنَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے مدد کے لئے، بعض یہودی ایسے بھی ہیں کہ

هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ

جو کلام کو اپنے موقع سے بدلتے ہیں[1]

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ

اور زبان مروڑ کر سمعنا و عصینا[2] اور اسمع

غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ

غیر مسمع اور راعنا کہتے ہیں

وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا

اور دین (اسلام) میں عیب لگانے کے لئے، اور کاش وہ

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ

سمعنا و اطعنا اور اسمع و انظرنا کہتے تو (ان کے حق

خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ

میں) بہت ہی بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ تعالےٰ نے

اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۴۶﴾

تو ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کردی ہے سو اس لئے بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔

ترکیب

الم تر فعل انت فاعل الے الذین مفعول اوّل یشترون مفعول ثانی من الذین ہادوا خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ہم من الذین الخ۔ یحرفون حال ہے فاعل ہادوا سے یا یوں کہو کہ من الذین نصیرا سے متعلق ہے والذین اوتوا نصیبًا کا بیان بھی ہوسکتا ہے عن مواضعہ متعلق ہے یحرفون سے ویقولون معطوف ہے یحرفون پر غیر مسمع حال ہے۔ اور قولاً محذوف کی صفت بھی ہوسکتا ہے۔

تفسیر

جب تیمم کا مسئلہ پہلی آیت میں بیان ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اس پر تمسخر کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کا دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کر ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق نہیں اس کا یہ زور شور چند روز میں مٹ جائیگا۔

[1] مدینہ کے یہود اس مجموعہ میں بھی کہ جو توریت کے نام سے نامزد تھا اپنے اغراض فاسدہ سے تحریف لفظی اور معنوی کردیا کرتے تھے ایک لفظ کی جگہ اپنے مطلب کے موافق دوسرا لفظ لکھ دیتے تھے اور کبھی لکھے کے خلاف پڑھ دیتے تھے کبھی معنے نئے پیدا کر دیتے تھے تاکہ ان پر الزام عائد نہ ہو ان کی بات ورہے ۱۲ منہ

[2] اطراف مدینہ کے یہود جب آنحضرت صلعم کی مجلس میں آتے تو قابلیت جتلانے اور نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو احمق بنانے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے سمعنا و عصینا (سن لیا اور نہ مانا) عرب میں بزرگ کے کلام کو سن کر سمعنا و اطعنا کہا کرتے تھے کہ سن لیا اور مان لیا مگر یہ عصینا کہتے تھے۔ اور بزرگوں کو مخاطب بناتے وقت اسمع و انظرنا کہتے تھے کہ سنیئے ہماری طرف التفات فرمایئے مگر یہ اسمع غیر مسمع کہتے تھے جو گستاخی کا کلمہ ہے کہ جس کے معنی ہیں کہ سن اور بہرہ (باقی بر صفحہ ۱۶۱)

بالخصوص اُن میں سے دو یہودی عالم عبداللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین کے پاس جاکر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے اِس لیے خدا تعالیٰ نے اُن کا ردّ اِن آیات میں نازل فرمایا۔ اور چونکہ اوّل اس سورہ سے یہاں تک احکام بیان ہوتے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک وشبہات کا ردّ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب شروع ہوتی ہے تاکہ ایک قسم کی کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو اور اسی لئے قرآن میں یہ طریقہ رکھا گیا کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اے نبی ؐ! دیکھو جن کو کتاب کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے یعنی فی الجملہ اُن کو الہامی شریعت اور کلام انبیاءؑ سے آگاہی ہے وہ باوجود اس کے دینِ حق اور اس کے سچے رہبروں پر طعن کرکے گمراہی خرید رہے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے یہ دونوں وصف جس میں ہوں خدا تعالیٰ کی پناہ، اس کی شقاوت اور بدبختی کا کیا ٹھکانا ہے۔ پھر فرماتا ہے وہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے وہ تمہارا حامی ہے تم اُن سے کچھ خوف نہ کرو۔ اس کے بعد خصوصاً یہود کی چند عادتِ بد ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن سے گمراہی خرید رہے ہیں اور خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

(اوّل) یحرّفون الکلم عن مواضعہٖ کی ضمیر کلم کی طرف راجع ہے گرچہ قیاس ظاہری یہی چاہتا تھا کہ کلم چونکہ کلمۃ کی جمع مؤنث جس کی طرف مؤنث کی ضمیر مواضعہا پھرانی چاہیے تھی مگر چونکہ اس جمع کے حروف مفرد سے کم ہیں پس ایسی جمعوں میں تذکیر و تانیث دونوں طرح کی ضمیریں جائز ہیں قالہ الواحدی۔ تحریف بدلنا کم زیادہ کرنا یا تاویلِ فاسد کرنا خواہ زبانی خواہ کتاب میں۔

یہود کے اقبال بلکہ دین کی عمر طبعی ہو چکی تھی اس لئے اُن میں ایسی ایسی باتیں مروّج ہو گئی تھیں اور یہ بات صدہا سال سے ان میں تھی ان کے علماء دنیاوی طمع سے ہر ایک قسم کی تحریف اور تاویلاتِ فاسدہ کرتے تھے۔ چنانچہ جن مقاماتِ توراۃ میں اب تک حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبریں پائی جاتی ہیں ان کے عجیب وغریب معانی لگا کر ان دونوں رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور نفس کتاب میں بھی انھوں نے ایسا کیا کہ عہد عتیق کے کسی نسخہ کا بھی اعتبار منصف مزاج کے نزدیک نہیں رہا۔ یہ مانا کہ حوادثِ دہر اور مخالف بادشاہوں کے حملوں نے اور حفظ کے دستور نہ ہونے اور قلّتِ کاغذ و کتابت نے بھی عہدِ عتیق بلکہ عہدِ جدید کو اُلٹ پلٹ کر دیا کاتبوں کی خود غرضیوں اور سہو نے بھی ہزاروں اختلافات پیدا کر دیئے۔ اور پھر عیسائیوں میں بھی وہی بات پیدا ہو گئی تھی کیونکہ پیشتر وہ بھی یہودی الاصل تھے یہاں تک کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں طوفانِ بے تمیزی کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے اُن کے علماء بوقتِ استدلال اپنی کتابوں سے کسی کو پتہ ہی نہ لگنے دیتے تھے گرچہ عیسائی علماء نے بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں بائبل کی مرمت کرنے میں بہت کچھ کوشش کی مگر جب مقابلہ کیا تو پھر بھی ہزاروں ہی اختلافات باقی رہ گئے۔

آج کل عیسائی مشنری اہلِ اسلام کے مقابلہ میں دیدہ دانستہ اس تحریف کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں بھلا کوئی اپنی مذہبی کتاب میں ایسا کر سکتا ہے اور جو کسی نے کیا تو اور لوگ اس کی خیانت کب چلنے دیتے ہیں؟ یہ انکار شاید ناواقف لوگوں کو تو تردّد میں ڈالتا ہو مگر جو بائبل سے بخوبی واقف ہیں ان کے روبرو یہ ہٹ دھرمی اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اب بھی اس قوم میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۰) سننا نصیب نہ ہو اور انظرنا کی جگہ زبان دبا کر راعنا کہتے تھے ظاہر تو اس کے معنے ہیں ہماری حمایت کیجئے مگر اُس کو کھینچ کر کہنے سے راعینا ہو جاتا ہے جس کے معنے ہیں ہمارا چرواہا یہ اُن کی گستاخی اور بے ادبانہ حرکات خدا تعالیٰ کی پھٹکار کا نتیجہ تھیں اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ زبان مروڑ کر السام علیکم بھی کہتے تھے۔ سام موت یعنی تم کو موت آجائے۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اُن کی جو قابلیت نہیں خدا تعالیٰ کی پھٹکار ہے ۱۲ منہ

عادتِ قدیمانہ کا اثر باقی ہے۔
اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ میں ہر ایک قسم کی تحریف پر سینکڑوں شواہد پیش کروں مگر کسی قدر اقوال نقل کر کے نمونہ دکھاتا ہوں تاکہ ناظرین کو تصدیق ہو۔

شاہد اول

(شاہدِ اوّل) متی نے اپنی انجیل کے دوسرے باب تیئیسویں آیت میں لکھا ہے کہ یوسف عیسیٰؑ کو مصر سے لے کر ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا جا کے رہا تاکہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔ حالانکہ اب کسی نبی کی کسی کتاب میں نہیں کہ عیسیٰؑ پیدا ہو کر ناصری کہلائے گا۔ اور اس لئے ممفرڈ رومن کیتھلک نے اپنے سوالات مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں لکھا ہے کہ اس مقام پر کریز اسٹم اپنی نویں تفسیر میں لکھتا ہے کہ یہود نے کتبِ انبیاءؑ کو نہ صرف غفلت بلکہ بددیانتی اور عناد سے جلا دیا اور کسی میں تبدّل کر دیا۔ انتہٰی کلامہٗ اب اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔

شاہد دوم

(۲) کتابِ خروج کے اکیسویں باب آٹھویں آیت عبرانی توراۃ کے متن میں ہے کہ جو کوئی اپنی منگیتر سے ناراض ہو اس کو روا نہیں کہ اجنبی قوم کے ہاتھ بیچے بلکہ فدیہ لے۔ اس کے حاشیہ کے ایک نسخہ میں برخلاف لکھ دیا۔ اور اسی طرح کتاب احبار کے ۲۵ باب تیس ۳۰ آیت میں ہے کہ جو کوئی شہر پناہ کے اندر اپنا گھر فروخت کر کے برس بھر تک نہ چھڑائے گا تو ہمیشہ کے لئے مشتری کا ہوگا وہ یوبلی کے سال میں چھوٹ نہ جاوے گا۔ اس کے حاشیہ میں ایک نسخہ لکھا ہے کہ جس میں اثبات ہے اب دیکھئے گا کس کا اعتبار کیا جاوے احکام میں تحریف پائی گئی

شاہد سوم

(۳) انجیل متیؑ کے ۲۷ باب ۳۵ ورس میں یہ فقرہ کہ مسیح کو سولی دی اور اس کے کپڑوں پر چِٹھی ڈال کر ان کو بانٹ لیا تاکہ نبی کا کہا پورا ہو الحاقی ہے۔ گریسباخ نے بھی اسکا اقرار کیا ہے اور ہارن نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۱ جلد ثانی میں دلائل سے اس کا الحاقی ہونا بیان کیا ہے مگر اب تک یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے۔ یوحنا کے اوّل خط کے ۵ باب ۷ ورس میں یہ فقرہ جو تثلیث کی بنیاد ہے محققین بالخصوص ہارن اور گریسباخ اور آدم کلارک اور شولز کے نزدیک قطعًا الحاقی ہے اور وہ یہ ہے "تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں الخ" بائبل مطبوعہ مرزاپور کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائے جاتے حالانکہ متن میں درج ہیں۔ زیادہ تحقیق منظور ہو تو مقدمۂ تفسیر کو دیکھئے۔

(دوم) یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آکر زبان موڑ کر تمسخر کی ۔ ۔ ۔ ۔ نیت سے یہ کلمات کہہ جاتے تھے سمعنا وعصینا کہ ہم نے سُن لیا اور نہ مانا واسمع غیر مسمع کہ سُن اَن سُنی بات۔ یعنی تجھ کو مکروہ باتیں سُننی نصیب ہوں سمعنا تو پکار کر کہتے عصینا دل میں۔ اسی طرح اسمع پکار کر اور غیر مسمع آہستہ سے وراعنا زبان دبا کر جس سے راعینا پیدا ہوتا تھا جو گالی ہے اور تفاخر کرتے تھے کہ ہم یہ باتیں کہہ آتے ہیں اگر وہ نبی ہوتے تو معلوم کر لیتے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خبردار کر دیا اور ان بے ادبوں کی حرکاتِ ناشائستہ پر صبر اور برداشت کرنے کا حکم دیا اور ان بے ادبوں کو ادب سکھایا کہ بجائے اس کے یوں کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا مگر یہ شقی ازلی محروم ازسعادت ہیں ۞ ۞ ۞

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا
اے اہل کتاب! اس (دن) سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ کر
بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ
الٹ دیں یا ان پر اصحاب سبت کی طرح لعنت کردیں
اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى
اس (کتاب) پر ایمان لے آؤ کہ جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو
اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ
تمھارے پاس ہے اس کی بھی تصدیق

أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ

کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر

مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ

رہتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے

يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

جانے کو تو نہ بخشے گا اور اس کے سوا جس کو چاہے گا

لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو

افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

اس نے بڑا ہی طوفان باندھا۔

ترکیب

من قبل متعلق ہے آمنوا سے علٰے ادبارہا حال ہے وجوہا سے ولیغفر جملہ مستانفہ ہے مادون ذالک مفعول ہے یغفر کا۔ مادون کے معنے سوا کے ہیں اور دون بمعنے کمتر بھی ہو سکتا ہے۔ او نلعنہم والضمیر عائد الی اصحاب الوجوہ افتریٰ اختلق وفعل لانہ کما یطلق حقیقۃ علے القول یطلق علے الفعل ایضًا مجازًا۔

تفسیر

اہل کتاب کے قبائح بیان فرما کر اُن کو سعادتِ دارین کی طرف بلاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ پہلے قبائح بیان کرنا اور پھر اُس کی اصلاح کی تدبیر بتلانا حکمتِ الٰہیہ کا دستور ہے کیونکہ جب تک طبیب مریض کے امراضِ مہلکہ کو بیان نہیں کرتا اور اُس کے مآل کار موت سے نہیں ڈراتا تو مریض کی طبیعت تلخ دواؤں کے پینے پر مائل نہیں ہوتی اس لئے اِن آیات میں مرض بتا کر علاج بتایا کہ اُس کتاب اور شریعت پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس کی چیز یعنی اصُولِ مذہب اور مضامین باقیماندہ توراۃ و دیگر کُتبِ انبیاءؑ کی تصدیق کرتی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ دینِ محمدی کوئی ایسی سخت چیز نہیں کہ جس کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو (اپنے دینِ قدیم کے لحاظ سے بشرطیکہ وہ الہامی ہو اور اُس میں تحریفات اور پچھلے مشائخ اور ریفارمروں کی قلعی نہ چڑھائی گئی ہو) کچھ تردّد ہو۔ اس کے اصول وہ ہیں کہ جن کو الہام کے علاوہ دنیاوی عقلاء بھی بصدقِ دل قبول کرتے ہیں اُس کے ساتھ اس علاج سے رُوگردانی کی صورت میں جو کچھ بد نتائج پیش آنے والے تھے اُن کی طرف بھی اشارہ کرکے اُن کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا اور وہ بد نتیجے دو تھے ایک دنیا کی بربادی اور بداقبالی اور ذلّت وخواری جو آسمانی سلطنت سے بغاوت کرنے والے کے لئے ضرور پیش آتی ہے اُسی کی طرف من قبل ان نطمس وجوہا فنردّہا علٰے ادبارہا میں اشارہ فرمایا یعنی ایمان اُس شدنی سے پہلے لاؤ کہ جس میں چہروں کو بگاڑ کر اُن کی پشت کی طرف یعنی اُلٹا کر دیں گے یعنی وہ جو اقبال اور ترقی تھی اُس کو اُلٹ دیں گے۔ مُنہ کا بگاڑنا کنایہ عزت کے بگاڑنے سے ہے اور پس پشت مُنہ کو کر دینا اُس کی سعادت سے شقاوت کی طرف پھرا دینا ہے یہ محاورہ کی بات ہے اب اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم تم کو اصلی حالتِ غلامی اور اسیری کی طرف رجوع کر دیں گے یا پھر عرب سے ملکِ شام کی طرف جلاوطن کر دیں گے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق

ل سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں بنی اسرائیل میں اس روز شکار اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اس حیلہ سے کہ پانی کی نالیاں بنا دیں ہفتہ کے روز سے پہلے ان کے مُنہ کھول دیتے تھے مچھلیاں آجاتی تھیں پھر اتوار کو پکڑ لیتے تھے اس وقت کے علماء نے منع بھی کیا نہ مانا۔ لہٰذا عذابِ الٰہی آیا سُور بندروں جیسے چہرے ہو گئے ان کو اصحاب السبت کہتے ہیں۔ جو مسلمان ہوں اور شراب حیلے بنا کر جائز کیا کرتے ہیں اُن کو عبرت پکڑنا چاہیئے۔ حذا نعم کے عذاب صدہا قسم کے ہیں ۱۲ منہ

یہود و نصاریٰ کو صحابہؓ کے فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے جلاوطن ہو کر چکی چولھے سر پر دھر کر شام کو گئے۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان اس عالم محسوسات میں سنّ تمیز کو پہنچ کر گوناگوں صنائع دیکھ کر عالم معقول کی طرف چلتا ہے اگر یہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے تو شہر مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور جو شہوانی اور حیوانی باتوں میں پڑ جاتا ہے تو اُدھر سے منہ کے بل الٹ کر پھر اُسی عالم کی طرف آجاتا ہے۔ حقیقی معنے بھی مراد ہوسکتے ہیں کہ چہروں کو بگاڑ کر پس پُشت کر دیں بری صورت بنا دیں۔

دوسرا عذابِ آخرت اُس کی طرف اونلعنہم کما لعنا اصحاب السبت میں اشارہ ہے کہ جس طرح سبت میں تعدّی کرنے والوں پر عہد داؤد علیہ السلام میں ہم نے لعنت کی تھی ایسی تمہر نہ کردیں۔ چونکہ اس اعلان اور اذنِ عام اٰمنوا سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ ہم بہت سے گناہ کر چکے ہیں اب ہمارا قصور کیونکر معاف ہوسکتا ہے پھر ہمارا اسلام میں داخل ہونا کیا فائدہ دے گا؟ اس لئے اس کے بعد معافی کا اعلان کر دیا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک مگر اس لئے کہ کسی کو حقوقِ عباد میں یا عموماً گناہوں پر جرأت نہ ہو لمن یشاء کی قید بھی لگا دی کہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا جس کو چاہے گا نہیں۔ خدا تعالیٰ شرک کے سوا سب گناہ معاف کردیتا ہے اور توبہ سے شرک بھی معاف کر دیتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ

(اے نبیؐ!) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس ٹھہراتے ہیں۔

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے مقدس کرتا ہے، اور (کسی پر) تاگے کے برابر (بھی)

فَتِيْلًا (۴۹) اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى

ظلم نہ کیا جاوے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر کیسے (کیسے) بہتان باندھ رہے ہیں

اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا (۵۰)

اور صریح گنہگاری کے لئے تو یہی کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ

(اے نبیؐ) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا

الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

ہے، وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ

اور کافروں کی نسبت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو یہی

اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (۵۱)

سیدھے رستہ پر ہیں۔

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر خدا تعالیٰ نے لعنت کردی ہے۔ اور جس پر

يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (۵۲)

اللہ تعالیٰ لعنت کرے تو اس کے لئے کوئی (بھی) مددگار نہ پائے گا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا

کیا اُن کا بادشاہی میں کچھ حصہ ہے؟ پھر تو یہ کسی کو

لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (۵۳) اَمْ

رائی کے برابر بھی نہ دیں گے۔ کیا

يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىھُمُ

لوگوں پر اس بات سے جلے مرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ

اپنے فضل سے نعمت دی ہے۔ سو بے شک ہم ابراہیمؑ کے

اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰھُمْ

خاندان کو کتاب اور حکمت اور (نیز) اُن کو بڑا

مُّلْكًا عَظِيْمًا (۵۴)

ملک عنایت کرچکے ہیں۔

ترکیب

کیف یفترون، کیف منصوب ہے یفترون کے سبب اور جملہ محلاً منصوب ہے انظر کی وجہ سے ویقولون معطوف ہے یؤمنون پر للذین کفروا متعلق ہے یقولون سے ہؤلاء

مبتدا　ابدای خبر جملہ مقولہ۔

تفسیر

پہلی آیات میں یہود پر اُن کی بدافعالیوں کے سبب عتاب تھا جس کو وہ اپنے ابنیائی خاندان کے سبب قابلِ التفات نہ سمجھتے تھے اور اس پر بھی تقدّس کا دم بھرتے تھے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں تقدّس ہمارا موروثی حق ہے اور ہم ابراہیم و اسحٰق (علیہما السّلام) کی نسل ہیں جن پر آتشِ دوزخ ازخود حرام ہے اور ہم رات کو گناہ کرتے ہیں تو صبح تک خود بخود پاک ہوجاتے ہیں اور دن کو کرتے ہیں تو شام تک پاک ہوجاتے ہیں۔ اور نصاریٰ میں بھی پولوس کا یہ قول کہ مسیحؑ سب کے گناہ سر پر اُٹھا کر لے گئے، بہت ہی کچھ مؤثر تھا اس لئے یہ لوگ اپنے آپ کو پاک اور جنّتی سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح برہمنوں وغیرہ اور بہت سی اقوام میں ایسے ڈھکوسلے ہیں کہ جن پر وہ نازاں رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی تقلید سے اسلام کے جاہل فرقوں میں بھی آج کل یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہیں یہ مشہور ہے کہ ہم فلاں پیغمبر فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمارے گناہ سب نیست ہوجاتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے ایسے اور ایسے ہیں جس طرح کہ یہود اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے فرزند اور اُس کے پیارے کہتے ہیں اور اقبالِ رفتہ کی پھر واپس آنے کی ان حرکات پر اُمید کرتے تھے اس لئے اُن کے رد میں فرمایا گیا کہ یہ کیوں ناحق اپنی تعریفیں کرتے اور پاکیزہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پاکیزہ تو وہی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق پرہیزگاری کی دی ہے اس کے بعد حکیمانہ طور پر اُن کی خیانت ظاہر فرماتا ہے (۱) انظر کیف یفترون الخ کہ وہ ایسے ایسے دعوے کرکے خدا تعالیٰ پر جھوٹے ڈھکوسلے بناتے ہیں کہ ہم اُس کے فرزند اور محبوب ہیں۔ ہم پر آتشِ دوزخ حرام ہے، اور جھوٹ باندھنا بجائے خود اثم مبین ہے۔ (۲) باوجود علم کتاب اور روشنیٔ شریعت کے جو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح کسی قدر ان میں باقی تھی جبت بُت اور طاغوت پر یعنی شیطان پر ایمان لاتے ہیں یعنی ان کے ماننے والوں کو خدا پرستوں پر ترجیح اور فوقیت دیتے ہیں چنانچہ یہودِ مدینہ میں سے حیّی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ مکرمہ میں اس لئے گئے کہ قریش کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے پر آمادہ کریں اور جب مشرکین نے پوچھا کہ آیا ہم حق پر ہیں یا اہلِ اسلام جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت جائز ٹھہراتے ہیں؟ تو کہدیا کہ تم حق پر ہو۔ سو یہ بات اس لئے تھی کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر کفر کی وجہ سے لعنت کردی ہے۔ وہ قریش کی مدد پر بھروسہ نہ کریں۔ دشمنانِ خدا تو کا کوئی حامی نہیں ہوسکتا۔ یہ عیوب تو ان میں جہل سے متعلق جو قوتِ علمیہ کا نقصان ہے۔ اس کے بعد قوتِ عملیہ کا نقصان بیان کرتا ہے اور قوتِ عملیہ کا سب سے زیادہ نقصان بخل اور حسد سے ہوتا ہے یہ دونوں وصف بھی اُن میں تھے۔ (۱) ام لہم نصیب من الملک کیا اُن کو ان کی آرزو کے موافق سلطنت تو کیا اس کا کوئی حصہ بھی باوجود بُخل کے کہ جو مناؔ فی سلطنت ہے مل سکتا ہے؟ اور بُخل کی حالت کہ اگر سلطنت مل جاوے تو کسی کو نقیرؔ یعنی ذرّہ بھی نہ دیں۔ (۲) ام یحسدون الناس، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکتِ روزافزوں اور نبوّت اور روشنیٔ دین پر حسد کرتے تھے کہ یہ تو ہمارا حصّہ تھا ان کو کیوں ملا؟ اس پر تسلّی دیتا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کے خاندان میں داؤدؑ وسلیمانؑ کو سلطنت اور نبوّت دی تھی اب تم ابراہیمؑ کے دوسرے خاندان پر کیوں حسد کرتے ہو؟

ف خود ستائی اور حسد و بخل کی برائی

[۱] کس لئے کہ سلطنت کے لئے فوج اور کارپرداز ضروری ہیں اور جب انسان بخل کرتا ہے تو مفت کوئی کسی کی غلامی نہیں کرتا نہ یہ ننگ سر پہ دھرتا ہے پھر جب یہ ہے تو کون سر کٹوائے پھر کس طرح سے ملک ہاتھ آئے۔ ان اخلاقِ رذیلہ پر یہود زمانۂ گزشتہ کے اقبال کو جو داؤدؑ وسلیمانؑ کے عہد میں تھا آرزو کرتے تھے سو یہ خیال محال تھا ۱۲ منہ

[۲] نقیر نقر سے مشتق جسکے معنے کھودنا اس سے مراد خرمہ کا چھلکا اور یہ ضرب المثل عام ہو مراد قلّت ہے اور اسی طرح قطمیر سے قلیل مراد ہو ۱۲

ع ۵　الجبت اصلها الجبس فابدلت السّين تاء قال قطرب وهو الذي لا خير فيه فاختلف في مصداقه فقيل السّاحر وقيل كعب بن الاشرف اليهودي وقيل الشيطان وقيل صنم لقريش سجد له اليهود لما دخلت مكة لمرضاة قريش. والطاغوت من طغى يطغى اي تجاوز الحد والتاء زائدة كما في الرحموت والناسوت والمراد به الشيطان ... وكل من طغى عن الحق ۱۲ منه

فَمِنْهُم مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُم مَّنْ صَدَّ
پھر ان میں سے کچھ تو اس کتاب پر ایمان لے آئے اور کچھ اس سے رُک
عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ
گئے۔ اور کافی ہے جہنم (ان کے) جلانے کے لئے۔ بے شک
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ
جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا سو عنقریب ہم ان کو آگ میں
نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ
داخل کریں گے، جب کہ ان کی چمڑی جل جاوے گی تو اس کے عوض ہم اور
جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ
چمڑی بدل دیں گے، تاکہ وہ (خوب) عذاب چکھیں۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾
بے شک اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو ایمان لائے اور (انھوں) نے اچھے کام (بھی) کئے (سو)
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
ان کو ہم بہت جلد (ایسے) باغوں میں داخل کریں گے کہ جن کے تلے پڑی
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ
نہریں بہ رہی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ ان کے لئے
فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ
وہاں پاک بیبیاں بھی ہوں گی اور ہم ان کو ٹھنڈی چھاؤں
ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾
میں بٹھائیں گے

ترکیب

من امن مبتدا منہم خبر مقدم و — مجموعہ جملہ پر داخل ہے سوف نصلیہم جملہ خبر ان کلما شرط بدلنٰہم جواب والذین الخ مبتدا سندخلہم خبر لہم فیہا الخ جملہ نعت یا حال ہے۔

تفسیر

یہ اسی بیان کا تتمہ ہے کہ باوجود اس کے ہم نے خاندانِ ابراہیمؑ کو خصوصًا نسل اسحٰقؑ و اسرائیلؑ کو کتاب یعنی ظاہر شریعت و حکمت یعنی علمِ اسرار اور ملکِ عظیم یعنی قدرت دی تھی اسپر بھی اُن میں سے کچھ لوگ تو خدا پرست تھے اور کچھ منکر اور مخالف رہے (جیساکہ تاریخ بنی اسرائیل سے واضح ہوتا ہے) پھر جب اُن کا اپنے ایسے انبیاءؑ کی نسبت یہ حال تھا تو اے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) آپؐ کی نسبت انکار اور نکتہ چینی جس قدر ہو وہ اس بدبخت قوم کے حسد کے خیال سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔ ہم ایسے بدبختوں کو جہنم میں جلاویں گے جس طرح دنیا میں آتشِ حسد اور عناد میں یہ نئے نئے رنگ بدلتے ہیں اسی طرح عالمِ آخرت میں ان کے عذاب کی صورت ہو گی کہ جب آگ سے ایک جلد جل جاوے گی تو دوسری جلد یعنی چمڑی اور پیدا ہو جاوے گی۔ اس سے یہ غرض ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے (کہ اگر وہ جہنم میں ڈالے جاویں گے آخر وہ آگ ہے گھڑی دو گھڑی میں جل بھن کر مرجاویں گے یہ تکلیف منقطع ہو جاوے گی) بلکہ وہ جہنم میں ہمیشہ جلتے رہیں گے اور ایک جسم کے بعد پھر وہی جلنے کے لئے مبدء غیب سے پیدا ہو گا تاکہ پورا عذاب چکھیں اور اس زندگی کو کوئی طبیب محال اور فانی نہ سمجھے بلکہ یہ سب ممکن اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کیونکہ ان اللہ کان عزیزا حکیما کہ وہ زبردست بھی ہے یعنی قادرِ مطلق ہے اور تا دیر قائم رکھنے کی اس کو سیکڑوں تدبیریں معلوم ہیں کیونکہ وہ حکیم ہے۔

قرآن کی عادت ہے کہ جہاں کہیں مخالفوں کے لئے عذاب وغیرہ عقوباتِ دنیا و آخرت بیان کئے ہیں اُس کے ساتھ ہی مطیع لوگوں کے لئے ثواب اور جنت کے نعماء بھی بیان ہوتے ہیں تاکہ مخاطب کے لئے کامل ترغیب و ترہیب حاصل ہو کر عذاب سے ڈر کر ثواب پر نظر کرکے دنیا اور اُس کے لذائذِ فانیہ سے نفرت

اور نیک روی اور عالمِ باقی کا شوق دل میں پیدا ہو۔ یہاں
اُن کے لئے کہ جو ایمان لاکر اچھے کام کرتے ہیں یہ وعدہ ہے
کہ ہم اُن کو ایسے باغوں میں (نہ دنیا کے باغ بلکہ عالمِ قدس
کے باغوں میں) بسا دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی
اور یہ عیش اُن کے لئے دنیا کے عیش کی طرح یا عالمِ شباب
کی طرح چندروزہ نہ ہوگا بلکہ دائمی اور وہاں اُن کے اُنس
کے لئے عالمِ قدس کی بیویاں بھی ہوں گی اور دراز سایہ میں
رہیں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں دُور تک درخت
متصل ہوں گے اس لئے ان کا سایہ بھی دراز ہوگا۔ بعض کہتے
ہیں کہ سایۂ دراز سے خدا تعالیٰ کی مہربانی اور دائمی عنایت
مراد ہے جو اُس کے تقرّب اور روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ
بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو جن کی امانت

إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ
ہوں ان کو دیدیا کرو۔ اور جب لوگوں میں (کسی جھگڑے کا) فیصلہ کیا

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ
کرو تو انصاف سے کیا کرو، بے شک

اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
اللہ تعالیٰ تم کو (بہت ہی) اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ (سب کچھ)

سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
سُنتا (اور) دیکھتا ہے ایمان والو! اللہ تعالیٰ

آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
کی فرمانبرداری کرو اور رسولؐ کی اور اپنے

وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ
فرمانرواؤں کے حکم پر چلو، پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف

فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ
ہو جائے تو اُس کو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی طرف لے جاؤ

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
اگر تم کو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان

الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ع ۸/۹/۵
ہے۔ یہ (بہت ہی) اچھی بات ہے اور اس کا انجام (بھی) اچھا ہے۔

ترکیب

ان تؤدوا بتاویل مصدر مفعول ثانی ہوا یامرکم کا
واذا کا عامل یامرکم ہے یہ سب شرط ان تحکموا ای بان
تحکموا جملہ جواب نعما یعظکم بہ جملہ خبر ان نعما کا ما بمعنی الشیٔ
معرفۃ تامۃ یعظکم محذوف کی صفت ہے جو مخصوص بالمدح
ہے تقدیرہ نعم الشیٔ شیئاً یعظکم بہ ما نعم کا فاعل اور ما بمعنے الذی
بھی ہوسکتا ہے اس کا مابعد اس کا صلہ اور یہ بھی فاعل نعم ہے
اور مخصوص بالمدح محذوف ای نعم الذی یعظکم بہ تادیۃ الامانۃ
اور ما نکرہ موصوفہ بھی ہوسکتا ہے تب فاعل مضمر ہوگا
اور مخصوص محذوف جیسا کہ بئس للظالمین بدلاً میں ہے۔

تفسیر

جب کہ اہلِ کتاب کی خیانت کا ذکر آیا کہ وہ توراۃ وانجیل کی
بشارات کو جو دینِ محمدیؐ کے برحق ہونے کی بابت ہیں چھپاتے
اور محرّف کرکے کفار کو موحدین سے اچھا بتلا رہے ہیں عموماً
اہلِ اسلام کو ابدالآباد کے لئے امانت داری کا حکم دیا یا
یوں کہو کہ جب ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں
کے لئے جنّت اور حیاتِ ابدی کا وعدہ کیا گیا تو اس جگہ اعمالِ
صالحہ میں جو عمدہ چیز ہے اُس کو بیان کرتا ہے یعنی امانت اور عدل۔
اس آیت کے شانِ نزول کی بابت یہ روایت ہے کہ جب
آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مکّہ فتح کیا اور کعبہ کے اندر
نماز کے لئے جانا چاہا تو عثمان بن طلحہ نے کہ جس کے پاس
کعبہ کی کُنجی تھی قفل بند کر دیا اور کُنجی دینے سے انکار کیا۔
حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ مروڑ کر اُس کے ہاتھ سے کُنجی چھین کر
قفل کھولا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر جاکر نماز پڑھی
اور حضرت عباسؓ نے چاہا کہ یہ کُنجی مجھے ملے۔ اس پر یہ آیت

نازل ہوئی تب عثمانؓ کو کنجی واپس دی گئی۔ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ سے امانتاً لی تھی اس پر عباسؓ نے اپنے لئے درخواست کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور آپؐ نے فرمایا یہ ہمیشہ تیرے خاندان کے لئے ہے بجز ظالم کے تجھ سے کوئی نہیں لے گا۔ پھر عثمانؓ نے اپنے بھائی شیبہ کو دی جو آج تک اس کے خاندان میں چلی آتی ہے۔

خدا تعالیٰ کو بموجب اپنے اس وعدے کے جو اس نے یسعیاہ علیہ السلام کی معرفت بنی قیدار کے ساتھ کیا تھا جیسا کہ اب تک کتاب یسعیاہ کے بیالیسویں باب ۴۲ پایا جاتا ہے یہ منظور ہوا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانی سلطنت کا دنیا میں قائم کرنے والا بنادے اور پھر ان کے جانشینوں کو اس انصاف وعدالت کی کرسی پر بٹھادے اور تمام دینی مقدمات کا فیصلہ انہیں کے محکمہ سے دلوادے تو اس لئے اوّلاً امانت کا حکم دیا۔ امانت مصدر میمی ہے جس کا اطلاق مفعول پر بھی ہوتا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو کسی کا حق تجھ پر ہو تو اس کو بخوشی خاطر ادا کر دیا کرو۔

حقوق کی تین ۳ قسم ہیں اوّل اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کی عبادت اور توحید اور شکر گزاری کرنا اور بری باتوں سے باز رہنا اور جن کا اس نے حکم دیا ہے ان کو عمل میں لانا پھر یہ بھی ایک دریائے بے کنار ہے اس میں اعلیٰ امانت کا ادا کرنا اس کی ذات وانوار میں محو ہوجانا ہے ؎ این جان عاریت کہ بحافظ سپردہ ست روزے رخش ببینم وتسلیم وے کنم ۔ اسی کی طرف بہت سی آیات میں اشارہ ہوا ہے۔ منجملہ ان کے یہ ہے انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض الآیۃ ۔ دوم مخلوقات کے حقوق اس میں ادائے امانت، پورا تولنا، راز کو افشا نہ کرنا، کسی کی چیز کو مستعار لے کر واپس دینا یا کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے تو اس کو بوقت طلب واپس دینا ہے۔ بیوی کو میاں کے مال اور آبرو کو محفوظ رکھنا، بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کو اپنے ماتحتوں سے بہ نرمی پیش آنا، ظلم نہ کرنا، علماء کو مسائل اور کتاب الٰہی کے بیان کرنے میں کمی زیادتی نہ کرنا، ان کو تعصبات بے جا سے روکنا، گھر والے کو بیوی بچوں کے حقوق برابر ادا کرنا، انکی تربیت میں کوشش کرنا وغیرہ امانت کا ادا کرنا ہے۔ سوم اپنے نفس کے حقوق، اس میں امانت یہ ہے کہ روح کو شہوانی لذائذ سے مکدّر نہ کرے۔ گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے تئیں جہنم میں نہ پہنچاوے۔ غرض جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے غصہ اور شہوت کے نشہ میں آکر اس کے برخلاف نہ کرے۔ اوّلاً امانت کا حکم اس لئے دیا کہ جب خود اصلاح پذیر ہو جاوے گا تو اس کے بعد کرسی عدالت پر بیٹھنے کی صلاحیت رکھے گا اس لئے کہ اس کے بعد ثانیاً فیصلوں میں انصاف کرنیکا حکم دیا اور سمیع و بصیر ہونا جتلا کر متنبہ کر دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس فیصلہ کے لئے کوئی قانون آسمانی بھی ضروری ہے اس لئے اس کے بعد ثالثاً یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان فیصلوں کو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو یعنی قرآن اور حدیث کو دستور العمل بناؤ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں گو بطور اجمال یا قواعد کلیہ ہر ایک قسم کے احکام ہیں۔ اور اس دریائے بے کنار سے جس قدر چاہو بحر فکر میں غوطہ لگا کر موتی نکالو اور اسی لئے قرآن مجید میں ہے تفصیلاً لکل شئی، وتبیاناً لکل شئی کہ قرآن میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور احادیث میں بھی آیا ہے اس لئے کہ ظاہر و باطن اور ہر عدل کے لئے مطلع ہے اور اس کے عجائب کم نہیں ہوتے۔ ہر ایک شخص بقدر فہم ان عجائب مودعہ سے مستفید ہوتا ہے اور احادیث جہاں تک ہیں سب گویا قرآن مجید کی شرح ہیں خواہ بطور قول اور اسی لئے پیغمبر علیہ السلام کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں کہ صرف قرآن پر بس کرے اور اس کی شرح سنت کی طرف متوجہ نہ ہو یہ کسی مکلف کا منصب نہیں اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمادیا کہ بعض پیٹ بھرے پلنگ پر لیٹ کر یہ کہنے لگیں گے کہ ہم کو قرآن کافی ہے جو اس میں حلال ہے وہی حلال ہے اور جو حرام ہے وہی حرام

ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالےٰ کی طرح بہت سی چیزیں حرام بیان کی ہیں منجملہ اُن کے گدھا ہے جو گھروں میں رہتا ہے۔ منجملہ اُن کے درندوں میں سے جنگل والا جانور حرام ہے الخ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ الےٰ قولہ کما حرّم اللہ۔ اور چونکہ قرآن کے باریک نکتوں پر کما ینبغی واقف ہونا نبی کا کام ہے اور ان باریک چشموں سے حکم کی کوئی نہر جاری کرنا گویا ناواقف کے نزدیک اپنی طرف سے پیدا کرنا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تشریح کو از خود بیان کرنا فرمایا اس لئے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول باعادۂ واطیعوا ذکر کیا اور اس کے بعد فردّوہ الےٰ اللہ والرسول فرمایا لیکن یہ تمام باتیں نہ تو قرآن میں اس طور سے جمع ہو سکتی تھیں کہ ہر مخاصمہ کے وقت ہر شخص اُس سے فیصلہ کرے نہ احادیث میں تمام وکمال تشریح اُمورِ غیر متناہی کی ہو سکتی تھی اور دین کی باعتبار ان اصُول کے تکمیل ہو چکی تھی الیوم اکملت لکم دینکم آ چکا تھا اور رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا اس لئے اس کے بعد واولی الامر منکم فرمایا کہ اپنے لوگوں میں سے اولی الامر کی بھی اطاعت کرو۔ اولی الامر سے بعض کہتے ہیں حکام وسلاطین وقضاۃ وغیرہم مراد ہیں کہ جن کو ولایتِ شرعیہ حاصل ہو، شیعہ کہتے ہیں ائمہ اثنا عشر مراد ہیں، بعض کہتے ہیں صحابہ رض۔ اگر غور کیا جاوے تو سب کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اس سے مراد اہلِ علم اور شریعت کے مُفتی اور مجتہد و مستنبط ہیں اور یہی قول جابر بن عبداللہ ومجاہد وحسن بصری وابو العالیہ وعطاء بن ابی رباح وابن عباس و امام احمد (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا ہے اور امام مالک رح وابو حنیفہ رح وضحاک رح بھی یہی فرماتے ہیں اور اس کی وجہ جیسا کہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن القیم نے بیان کی ہے کہ بعد نبی علیہ السلام کی امتِ محمدیہ صہ میں جو کسی اور کا

له ورنہ دراصل تحریم وتحلیل اللہ تعالےٰ کا فعل ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ ۱۲ منہ

کہنا مانا جاتا ہے تو صرف اس وقت کہ وہ علم کے موافق حکم دے کتاب وسُنّت کے بموجب حکم کرے خواہ وہ علماء آپ حکم کریں یا ان کے فتویٰ سے امراء وسلاطین حکم دیں پس جس طرح کہ علماء نبی علیہ السّلام کے پیرو ہیں اسی طرح اُن کے امراء ہیں۔ اب جو احکام کہ کتاب وسُنّت میں بصراحت مذکور ہیں ان میں تو علماء کا قول عامیوں پر ماننا فرض واجب ہے اس میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہ ہوا ہے وہ احکام ومسائل کہ جو بصراحت کتاب وسُنّت میں نہ پائے جائیں بلکہ بحکم تفصیلاً لکل شیٔ بطور اسرار مودوعہ پردۂ الفاظ میں مستور ہوں اور علماء میں سے جو غواص اور مستنبط ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے ولو ردّوہ الےٰ الرسول والےٰ اولے الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم۔ جن کو مجتہد کہتے ہیں وہ ان مسائل کو استنباط اور اجتہاد کر کے نصوص سے ظاہر کرتے ہیں آیا ان کے ان مسائل میں بھی پیروی غیر مجتہد لوگوں کو چاہیئے یا نہیں؟ (اور اس پیروی کو عُرفِ فقہاء میں تقلید کہتے ہیں) اہلِ اسلام میں سے جمہور سلف سے خلف تک ان مسائل میں بھی اتباع کرنا واجب اور ضروری کہتے ہیں۔ ان چند وجوہ سے اول آیاتِ مذکورہ "تبیاناً لکل شیٔ" و "الیوم اکملت لکم دینکم" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن میں خدا تعالیٰ نے خواہ تفصیلاً خواہ اجمالاً کہ وہ اجمال بھی بنظرِ مجتہد میں تبیان وتفصیل ہے۔ جمیع احکام کو بیان فرما کر کتاب اور دین کو کامل کر دیا اور اسی لئے آیندہ کسی اور نبی ع کی حاجت نہ رکھی خاتم النبیین فرما دیا۔ (۲) اور یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن مجید وسنت واجب العمل ہے خواہ وہ مسائل کتاب وسنّت سے ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ وجوبِ عمل ہمارے علم پر موقوف نہیں اگر ایسا ہو تو پھر منصوصات کہ جن کا ہم کو یا عامی کو علم نہ ہو وہ بھی واجب العمل نہ رہیں اذ لا فرق بین ذٰلک وبین ہٰذا فسادہ لا یخفٰے علی ارباب العقول منصوصات وغیر منصوصات میں یہ فرق ہو گا کہ وہ بمنزلہ ایک ایسے خزانہ کے ہیں جو گھر میں

رکھا ہوا ہر ایک بصیر کو معلوم ہے اور غیر منصوصات بمنزلہ خزانہ مدفون کے ہیں جس کو بجز ماہر کے اور کوئی نہیں جانتا مگر جس کو خزانہ کی ضرورت ہو تو وہ ضرور اس ماہر کے کہنے پر عمل کر کے اُس سے مستفید ہو گا۔ اسی طرح گنج قرآنی جو مستور ہے اس کے ماہر مستنبط و مجتہد ہیں کما لا یخفیٰ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ منصوصات قطعیات ہیں اور یہ مسائل ظنیہ ہیں کیونکہ اصل مسئلہ کو جو کتاب وسُنّت میں منصوص ہے مجتہد اصل قرار دیتا ہے اور اس حکم کی احادیث و اقوال علماء صحابہؓ سے نیز اپنے دلائل سے ایک علت معیّن کرتا ہے پھر دوسری جگہ اس علت کو دیکھ کر وہی حکم ظاہر کر دیتا ہے۔ مثلاً قرآن اور احادیثِ صحیحہ میں شراب کو حرام قرار دیا ہے اب مجتہد نے دیکھا کہ کیوں حرام قرار دیا ہے کیا سُرخ رنگ سے، کیا رقیق ہونے سے، کیا تلخی ہونے سے۔ پھر دیکھتا ہے کہ یہ وصف تو اور چیزوں میں بھی پائے جاتے ہیں حالانکہ وہ حرام نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نشہ کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ احادیث میں جن چیزوں کی شراب بنتی ہے جیسا کہ انگور کا شیرہ ان کو نشہ لانے سے پہلے پیغمبر علیہ السّلام نے مباح قرار دیا اور صحابہؓ نے پیا ہے اور نشہ کے بعد اس کا نام رکھ کر حرام بنا دیا۔ پس معلوم ہوا کہ علّت نشہ ہے۔ اور اب بھنگ و چرس و افیون میں بھی نشہ معلوم ہوا تو مجتہد نے کہہ دیا کہ یہ بھی حرام ہیں اور ان کی حرمت شراب کی حرمت میں ضمناً مذکور ہے سو اس تعیینِ علّت میں کبھی وصفِ خاص کو عام سمجھ لیتا ہے ان احتمالات کی وجہ سے حرمتِ بھنگ کو ظنی کہتے ہیں اور ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے فن اصولِ فقہ قرار دیا ہے اور مجتہد کے اس استنباط کو قیاس کہتے ہیں۔ (دوم) یہ آیت ہے لعلمہ الذین یستنبطونہ اس آیت میں اولی الامر میں سے اُن کی طرف رجوع کرنا فرمایا جو استنباط کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نص کی موجودگی میں استنباط نہیں کہا جاتا اگر استنباط جو قیاس کا ہم معنے ہے حجّت شرعیہ نہ ہوتا تو مکلف پر اُس کی طرف رجوع کرنا واجب نہ کیا جاتا اور یہ کہنا کہ اولی الامر سے مُراد اُمراء و لشکر ہیں اور استنباط سے مُراد محاربات میں تدابیر کا استنباط ہے نص کو بلا وجہِ وجیہ خاص کر دینا ہے جو ایک قسم کا نسخ ہے۔

(سوم) یہ آیت ہے کہ جس کی ہم تفسیر لکھ رہے ہیں کیونکہ اس میں ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول کیونکہ تنازعہ کی صورت میں جو ردّ کرنا فرمایا تو یہ وہی صورت ہے کہ جس کا کتاب وسُنّت میں حکم منصوص نہیں کیونکہ منصوص ہوتا تو یہ تو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول میں آگیا تھا اور کلمہ اِن شرطیہ پھر کیا فائدہ دیتا تھا؟ بلکہ خدا تعالیٰ نے وقائع کو دو قسم بنایا ایک وہ کہ ان کے احکام منصوص ہیں۔ دوم وہ کہ منصوص نہیں اوّل میں تو اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول اور اُن کے نائب اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا اور دوسری قسم میں اللہ تعالیٰ اور رسولؐ یعنی کتاب و سُنّت کی طرف ردّ کرنا فرمایا۔

(چہارم) محمد بن علی الشوکانی نے اپنی مختصر میں لکھا ہے کہ قیاس کا حجّت ہونا معاذؓ کی حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جب اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا کس طرح سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے، عرض کیا سُنّتِ رسول اللہؐ سے، فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملے؟ عرض کیا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس حدیث کے راوی اور طرق ہم نے ایک جگہ مستقل طور سے بیان کر دیئے ہیں۔ انتہٰے (نیل المرام)۔

لیکن محدّثین میں سے ایک گروہ جو ظاہریہ کے نام سے موسوم ہے اس کا منکر ہے وہ ان ادلّہ کے جواب میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں کہ جن سے کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تاکید اور قیاس مخالف کتاب وسُنّت کی بُرائی پائی جاتی ہے لیکن جمہور کو اس سے کب انکار ہے بلکہ کُتبِ اصولِ فقہ میں احناف و شوافع کے علمائے علّام نے تصریح کر دی ہے کہ اوّل کتاب اللہ پھر سنّتِ رسول اللہ

پھر اجماعِ امت پھر قیاس۔ اور جو قرآن وحدیث کے برخلاف ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں نہ وہ قیاس درست ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے تو صحابہؓ کے قیاس کے مقابلہ میں بھی اپنے قیاس کو معتبر نہ سمجھا چہ جائیکہ حدیث و اجماع کے خلاف میں اب رہا یہ اعتراض کہ چار امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ کو معین کرنا اور آئندہ اجتہاد کا دروازہ بند کرنا اور انھیں کی تقلید پر انحصار کرنا اور حنفی شافعی کہلانا بدعت و شرک ہے سو یہ محض تعصّب ہے۔ دیکھو سینکڑوں محدّث اور سیکڑوں حدیث کی کتابیں ہیں مگر ان میں سے جس طرح صحاح ستّہ اور شیخینؒ کو علماء نے منتخب کرلیا ہے اسی طرح ان کو بھی۔ اگر وہ بدعت نہیں تو یہ بھی نہیں اور جس طرح بخاری و مسلم جیسا محدث ہوجانا ممکن ہے اسی طرح ائمہ اربعہ کا سا مجتہد ہوجانا بھی امکانِ عقلی رکھتا ہے مگر عادتًا بوجہ مفقود ہونے شرائط کے نہیں پایا جاتا اور چاروں میں انحصار ایک انتظامی بات ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے جیساکہ صحیح بخاری کی صحت پر۔ تقلید غیر کے قول کو بلادلیل حُسنِ ظن سے تسلیم کرنا ہے جو ایک قسم کی تصدیق ہے خواہ وہ کوئی ہو اور جس قول کو بلادلیل تسلیم کیا ہے خواہ وہ مسائلِ فقہیہ میں سے ہو خواہ الٰہیات فلکیات وغیرہا امور میں سے ہو اور مقلّد کے پاس اُس قول کے برحق ہونے کے لئے بجز حُسنِ ظن کے اور کوئی دلیل نہیں ہوتی ہاں جس کی تقلید کرتا ہے اُس کے پاس ہوتی ہے اب یہ کیا کم تعجّب کی بات ہے کہ تقلید ائمہ اربعہ خصوصًا مسائلِ فقہیہ پر اعتراض، مگر قاضی شوکانیؒ و ابن قیمؒ و ابن حزمؒ و امام بخاریؒ وغیرہ اُن لوگوں کی تقلید کہ جن سے اُن کو حُسنِ ظن ہے مقبول ہو، ورنہ اِس تقلید کا وجوب اور اُس کی حرمت مخالف کے ذمہ پر ہے۔ ہاں جو کوئی نصوصِ قرآنیہ یا احادیث کو قیاس کے مقابلہ میں نہیں مانتا یا تاویلِ رکیک کرتا ہے وہ بیشک بُرا کرتا ہے ؎

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ

(اے نبی صلعم!) کیا آپ نے ان کو بھی دیکھا کہ جو دعویٰ (تو یہ) کرتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ پر

آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ

نازل ہوا اور آپؐ سے پہلے نازل ہوا ہم سب پر ایمان رکھتے

مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا

ہیں (اور حال یہ ہے کہ) شیطان سے منصفی کرانا چاہتے

إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن

ہیں حالانکہ اُن کو اُس سے منکر ہوجانے کا حکم

يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن

ہوچکا ہے۔ اور شیطان (تو یہی) چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کرکے

يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ

بہت ہی دُور جا ڈالے۔ اور جب ان کو کہا جاتا

لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَ

ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور

إِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ

رسولؐ کی طرف (فیصلے کے لئے) چلو تو (آپؐ) منافقوں کو دیکھیں گے کہ

يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ

آپؐ سے اکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ پھر اُس وقت

إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ

کیا ہوتا ہے کہ جب اُن کی بداعمالی سے جو کچھ وہ کرچکے ہیں اُن پر کوئی مصیبت

أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ

آ پڑتی ہے تو (اس وقت) آپؐ کے پاس وہ قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں

بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَ

کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور ملاپ چاہا

تَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ

تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں کی

اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

بات جانتا ہے، سو آپؐ (بھی) ان سے درگزر کیجئے

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

اور ان کو نصیحت کردو اور ان کے حق میں بڑی موثر

قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

بات کہدو۔

ترکیب

یریدون حال ہے الذین یزعمون سے انھم اور اس کا معمول قائم مقام دو مفعولوں کے ہیں وقد امروا حال ہے فاعل یریدون سے ضلالاً اے فیضلوا ضلالاً اور بمعنے اضلالاً بھی ہوسکتا ہے فی انفسہم متعلق ہے قل سے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور قضایا کے فیصلے انھیں کے سپرد کرو۔ یہاں اس بات کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایسے بھی تیرہ باطن لوگ ہیں کہ باوجودے کہ ان کو اس بات کا اقرار ہے کہ ہم قرآن اور سب اگلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں نورِ ایمان نہیں صرف ظاہری ایمان ہے اپنے قضایا ناپاک اور شیطانی لوگوں کے پاس فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں اس امید سے کہ وہ رشوت لے کر یا کسی خاص وجہ سے ہم پر رعایت کریں گے اور اللہ تعالیٰ و رسول اور ان کے جانشینوں کے ہاں یہ بات کہاں؛ وہاں سوا حق کے اور کچھ نہیں۔ انسان کی تاریکیٔ باطن کی یہ بھی پوری علامت ہے کہ وہ معاملات میں انصاف ملحوظ نہ رکھے اور بصورت نزاع جھگڑے کو اچھے اور خدا پرست لوگوں کی طرف سے اٹھا کر خدا ترس لوگوں کی طرف بامید رعایت رجوع کرے ایسی صورت میں اس کا ظاہری ایمان اور لاف زنی کچھ فائدہ مند نہیں۔ مدینہ میں کچھ اہلِ کتاب اور کچھ قبیلۂ انصار سے ایسے لوگ بھی تھے کہ جو بظاہر دعوی ایمان کرتے تھے اور جب کوئی معاملہ آپڑتا اور کوئی جھگڑا قائم ہوجاتا تو اس کے لئے کعب بن اشرف یہودی وغیرہ رشوت خواروں کو پنچ بناتے اور جو کوئی ان سے کہتا خدا تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسولؐ کی طرف چلو وہاں کا فیصلہ منظور کرنا چاہیئے تو رسولؐ کے پاس جانے سے اپنی باطنی خیانت کے سبب انکار کرنے لگتے تھے اور جب ان پر کوئی سختی مصیبت پیش آجاتی تھی جو بیشتر انسان کے اعمال بد کا نتیجہ ہوتا ہے تو اپنے مطلب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ کر حاضر ہوتے اور اس عدم حاضری کے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے کہ یا حضرتؐ! اس میں بعض مصلحتیں تھیں ورنہ کوئی اور بات نہ تھی۔ اس لئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ان کے دل کا حال ہم کو خوب معلوم ہے مگر تم ان کی ان باتوں پر گرفت نہ کرو بلکہ اپنے خُلقِ عظیم کی وجہ سے درگزر کرو اور ان کو نہایت نرم اور اثر بخش بات سے نصیحت کردو تاکہ ان کی طبیعتوں میں اثر پیدا ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے منافق سچے ایماندار ہوگئے۔ اس آیت میں جس طرح بہت سے فائدہ مند اصول امت کو تعلیم دیئے گئے ہیں اسی طرح واعظ اور ناصح لوگوں کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ

اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا

سے اس کا حکم مانا جائے، اور کاش وہ لوگ جنھوں نے اپنا برا کیا ہے

اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

آپؐ کے پاس آتے (اور) پھر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ

اور رسولؐ (بھی) ان کے لئے معافی مانگتا تو البتہ وہ اللہ تعالیٰ کو

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

(بھی) معاف کرنیوالا مہربان پاتے پھر (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن ہوں گے

حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ
جب تک کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں منصف نہ بنائیں۔ پھر
لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ
ان کے دل میں آپ کے فیصلے سے کچھ ناراضی (بھی) پیدا نہ ہو اور (اسکو)
وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا
بخوشی خاطر قبول بھی کرلیں۔ اور اگر ہم ان پر یہ بات فرض کر دیتے
عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَوِ
کہ تم اپنے آپ کو خود ہلاک کر دو یا
اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ مَّا فَعَلُوْہُ اِلَّا
اپنے ملک سے نکل جاؤ تو ان میں سے بہت ہی کم لوگ
قَلِیْلٌ مِّنْھُمْ وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا
کرتے، اور اگر وہ یہی بات عمل میں لاتے جس کی
یُوْعَظُوْنَ بِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَ
ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا اور
اَشَدَّ تَثْبِیْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ
(انکے حق میں) ثابت قدمی کا باعث ہوتا۔ اور بیشک اس وقت تو ہم بھی ان کو
لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَھَدَیْنٰھُمْ
اپنے پاس سے بڑا (ہی) اجر دیتے۔ اور ان کو راہ راست کی
صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۶۸﴾
ہدایت کرتے۔

ترکیب

لیطاع موضع نصب میں ہے مفعول لہ ہو کر اور لام ارسلنا سے متعلق ہے باذن اللہ موضع حال میں ہے ضمیر لیطاع سے اور مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے ای بسبب امر اللہ ولو انہم شرط اذ اس میں خبر ان عامل ہے جو جاؤک ہے لوجدوا اللہ جملہ جواب شرط فلا وربک لایؤمنون میں اوّل لا زائدہ ہے والتقدیر فوربک لایؤمنون اور ممکن ہے کہ دوسرا زائدہ ہو اور قسم نفی اور منفی کے درمیان واقع ہو۔

تفسیر

پہلی آیت میں تھا کہ جب اُن کو رسولؐ کی طرف بُلایا جاتا ہے تو وہ باوجود ادعائے ایمان کے اس سے اکڑتے ہیں۔ یہاں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اُن کو رسولؐ سے انحراف نہ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ رسولؑ دنیا میں اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ اُن کی اطاعت کریں۔ (۲) پھر ان کے بروقت حضوری جھوٹی قسمیں کھانے اور ناحق کی باتیں بنانے کی نسبت فرماتا ہے اگر بجائے اس کے اس وقت رسولؐ کے پاس حاضر ہو کر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسولؐ بھی اُن کے لئے معافی مانگتا تو خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف ہی کر دیتا۔ رسولؐ کا معافی مانگنا باعث قبولیت ہے اور نیز رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اور بندہ میں واسطہ ہے اس لئے اس کا ذکر آیا۔ پھر اس رُوگردانی اور دعوائے ایمانی کی نسبت فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! ہم کو تمہارے ربؔ یعنی اپنی ذات کی قسم وہ اس ظاہری ایمان پر نازاں نہ ہوں وہ ہرگز سچے مؤمن شمار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپؐ کو اپنے جھگڑوں میں پنچ اور حکم مقرر نہ کریں گے اور پھر اس سے دل میں بھی راضی ہوں اور زبان سے بھی تسلیم کریں۔ بیشک انسان جب تک نبیؐ کے حکم پر راضی نہ ہوگا ہرگز مؤمن نہ ہوگا اور اس کی کسی ایک بات کو بھی ردّ کرے گا بشرطیکہ قطعی الثبوت ہو کافر ہوگا۔ اس کے بعد یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم رسولؐ کی معرفت سخت اور دشوار حکم بھی نہیں دیتے جس سے وہ رُکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم کوئی ایسا سخت حکم دیتے کہ بنی اسرائیل[1] کی طرح اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے ملک سے نکل جاؤ تو اس پر تو بہت ہی کم لوگ عمل کرتے یعنی صرف سچے ایماندار۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ تو بڑی بات ہے کاش وہ انھیں سہل احکام پر عمل کریں تو بھی ان کے

[1] بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کے سبب سخت سخت احکام جاری ہوتے تھے منجملہ ان کے مصر سے (جو مدتوں سے ان کا وطن ہو گیا تھا) نکلنا پھر گوسالہ پرستی کی توبہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنا وغیرہ ۱۲ منہ

حق میں بہتر ہو لکان خیراً لہم سے اخیر تک اُس حکمت اور سرّ کی طرف اشارہ ہے جو رسولؐ کی اطاعت پر متفرع ہوتے ہیں اور اس بات کا بھی اظہار ہے کہ اس فرمانبرداری سے اللہ تعالےٰ اور رسولؐ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ تمھارا ہی فائدہ ہے۔

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ

اور جو لوگ اللہ تعالےٰ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ

مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ

اُن کے زمرہ میں ہیں کہ جن پر خدا تعالےٰ نے کرم کیا ہے (یعنی)

النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ

انبیاءؑ اور صدّیقینؒ اور شہداءؒ

وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾

اور صالحینؒ اور اُن کی رفاقت کیا ہی عمدہ ہے۔

ذٰلِکَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ

بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا ﴿۷۰﴾ ع

کا جاننا کافی ہے۔

ع ۹ ۱۱ ۶

ترکیب

ومن یطع شرط فاولئک جواب اور ممکن ہے کہ مبتدا اور خبر ہوں من النبیین بیان ہے الذین انعم اللہ علیہم کا حسن کا فاعل اولئک رفیقا تمیز ذٰلک مبتدا الفضل خبر۔

تفسیر

اس سے پیشتر کئی ایک آیتوں میں پے درپے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی تاکید چلی آتی ہے اور ہر ایک جگہ اس اطاعت کا جداگانہ فائدہ بھی بیان ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلی آیت میں چارؔ فائدے بیان کئے تھے (۱) لکان خیراً لہم (۲) واشد تثبیتاً کہ اس سے خوب ثابت قدمی حاصل ہوتی (۳) واذاً لاٰتیناہم الاٰیۃ (۴) ولہدیناہم الخ اب اس آیت میں ایک اور سرِّ لطیف کی طرف ایک بڑے فائدے کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے۔

فائدہ یہ کہ اللہ تعالےٰ ورسولؐ کی اطاعت کہ جس پر انسان طوعاً وکرہاً مامور کیا جاتا ہے نہ کوئی عبث بات ہے نہ اس میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کا کچھ فائدہ ہے کہ وہ زبردستی اپنے بندوں سے نوکری یا خدمت لیتا ہے بلکہ اس میں بندوں کا ایک بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ آدمی بسبب غلبہ قوائے بہیمیّہ کے سعادت آخرت کے سیدھے رستہ پر نہیں چل سکتا وہم اور شہوات اور غضب و طمع راہزن بن کر اُس رستہ سے بہکا دیتے ہیں بُری بات کو اچھی بناکر دکھا دیتے ہیں البتہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہادی اور رسول بھیجتا ہے اور جو اس کو سیدھی راہ کی طرف بُلاتے ہیں کہ ہوشیار ادھر اُدھر نہ مائل ہونا سیدھے میرے پیچھے چلے آؤ عقل اور الہام آلٰہی کی مشعل ہاتھ میں لئے میرے قدم بقدم چلو۔ جس نے اُس کا کہنا مان لیا اور رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کیا تو وہ سیدھا منزلِ مقصود (عالم قدس) تک پہنچ گیا جہاں ابرار انبیاءؑ اور صدیقینؓ اور شہداءؒ وصالحینؒ رہتے ہیں وہاں نہ کچھ غم ہے نہ رنج بلکہ سرورِ ابدی اور حیاتِ جاودانی ہے۔ اُن کے ساتھ ہونے سے یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ان کے درجات میں کچھ تفاوت نہ ہوگا جیسا کہ امیر و وزیر و عالم رعایا ایک شہر میں ہوتے ہیں اور ہر ایک کے درجات اور مقامات جداگانہ ہوتے ہیں۔ ثوبانؓ غلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو آپؐ پر عاشقِ زار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم آخرت میں جدا رہنے پر رنج ظاہر کیا کہ آپؐ اُن اعلےٰ مقامات میں ہوں گے جہاں ہمارا گزر نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہاں جدائی نہ ہوگی کیونکہ اس عالم میں جب کہ ارواحِ ناقصہ کو ارواحِ صافیہ سے محبّت واتباع کا تعلق کامل ہوجاتا ہے تو اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہیں تو اس تعلّق کی وجہ سے اُن میں انوارِ تجلّیات اس طرح منعکس ہوں گے کہ جس طرح باہم آمنے سامنے کے آئینوں کی

روشنی صفائی کی وجہ سے ایک دوسرے میں چمکتی ہے۔

سرِ لطیف یہ ہے کہ ہر چیز اپنے حیّز اصلی کی طرف بے خود کھنچتی ہے پھر جن کا حیّز طبعی عالمِ قدس اور صحبتِ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہے وہ از خود اِدھر ہی جاتی ہیں یہ معنے ہوتے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا کہنا وہی مانتے ہیں جو اُن لوگوں کے زمرہ کے ہیں برخلاف بدبخت جہنمیوں کے۔ نیک لوگوں کے بترتیب چار مرتبہ ہیں (۱) نبی "النبییّن" (۲) نبی کی قوتِ نظریہ کا (جو اعلیٰ) پرتو ہے صدّیق ہوتا ہے جس کی صفت اسرارِ نبوّت کی تصدیق کرنا ہے (۳) اور قوتِ عملیہ کا پرتو شہید ہے جس کا کام عالمِ غیب کے برحق ہونے کی گواہی دیتا ہے خواہ قلم سے خواہ زبان سے خواہ جان سے اور اسی لئے شہید کچھ مقتول فی سبیل اللہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے منحصر نہیں کر دیا بلکہ عام کر دیا (۴) ان کے بعد وہ ہیں کہ جن میں پہلے درجوں سے کم تبی کی دونوں قوتوں کا پرتو ہے اس کو صالح کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مقامِ رغبت کا تھا اس لئے مناسب تھا کہ اعلیٰ کو پہلے بیان کیا جائے اس لئے اول النبیین پھر الصدّیقین الخ بیان ہوا۔ اسی طرح ان درجات کی کیفیات اور اطاعت کے خلوص معلوم کرنے کے لئے وکفٰی باللہ علیما نہایت ہی مناسب ارشاد ہوا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ

ایمان والو! اپنے ہتھیار پکڑ لو

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا (۷۱)

پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یا سب مل کر نکلا کرو۔

وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ج فَاِنْ

اور بیشک تم میں کچھ ایسے (بھی) ہیں کہ جو نکلنے میں سستی کرتے ہیں۔ پھر اگر

اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ

تم کو کوئی مصیبت آتی ہے (تو) کہنے لگتا ہے کہ مجھ پر اللہ تو کی بڑی عنایت تھی

اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَکُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا (۷۲)

جو میں تمہارے ساتھ موجود نہ تھا ۔

وَلَئِنْ اَصَابَکُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ

اور جو تم پر فضلِ الٰہی ہو جاتا ہے تو ایسا بن کر گویا کبھی تم میں

کَاَنْ لَّمْ تَکُنْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهٗ

اور اس میں کوئی محبت ہی نہ تھی، (یہ) کہنے

مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ

لگتا ہے) کہ اے کاش میں بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو بڑی

فَوْزًا عَظِیْمًا (۷۳)

مُراد پاتا۔

ترکیب

ثبات۔ جمع ثبۃ بمعنے جماعت اور اس کی اصل ثبوت اور تصغیر ثبیۃ یہ حال ہے فانفروا سے اور اسی طرح جمیعًا حال ہے لمن اسم۔ ان لیبطئنّ اس کا صلہ یا صفت۔ منکم خبر ان۔ فان اصابتکم شرط قال الخ جواب اذ ظرف ہے انعم کا کان لم تکن بینکم وبینہ مودۃ جملہ معترضہ ہے لیقولن اور اس کے مفعول یٰلیتنی الخ میں یہاں منادیٰ محذوف ہے یا قوم لیتنی۔ ابو علی ایسی جگہ منادیٰ محذوف نہیں مانتے۔

تفسیر

جب کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا حکم مؤکد ہو چکا اور اُس کے فوائد بیان ہو چکے کہ جن پر موافق حکم اللہ تعالیٰ اور رسول کے پابندی اور اطاعت ضروری ہے بڑی اصل الاصول بات جہاد ہے اس لئے اُس تمہید کے بعد اس کا حکم دیتا ہے کہ ایماندارو ہتھیار اُٹھاؤ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک ایک جماعت ہو کر نکلو یا سب مل کر چلو۔ حذرکم، واحدی کہتے ہیں کہ حذر سے مراد ہتھیار ہیں کیونکہ یہ دشمن سے بچنے اور محفوظ رہنے کا سبب ہیں اور در اصل حذر کے معنے بچاؤ اور ڈر کے ہیں یعنی دشمن سے

غافل نہ رہو۔ فانفروا، نفر کے معنے کوچ کرنے اور تیار ہونے کے ہیں اور ایسے آمادۂ جنگ لوگوں کو نفیر کہا کرتے ہیں۔ یعنی اگر چھوٹی جماعت کہ جس کو سریہ کہتے ہیں ضرورت پڑے تو وہ نکلے اگر اور سب کی ضرورت ہو تو سب چلیں لڑائی کا انجام یا فتح و ظفر دشمن کا مال و ملک قبضہ عـه میں آنا یا شکست یا ناز خم اُٹھانا ہے۔ چونکہ یہ جنگ دنیاوی بادشاہوں کی جنگ نہیں جس کی صرف فتحمندی میں فائدہ تصوّر ہو اور یہاں بظاہر فتح نظر نہ آوے یا مشقت و تکلیف دکھائی دے تو کنارہ کشی اور پہلوتہی کی جاتے بلکہ یہ اُس آسمانی سلطنت کی جنگ ہے کہ جس کے ظہور کی انبیاء علیہم السلام خصوصاً یسعیاہؑ اور داؤدؑ و دانیالؑ و حضرت مسیح علیہم السلام خبر دیتے آئے ہیں جس جنگ کا منشا بت پرستی کی شوکت توڑنا راستی اور تہذیب اور توحید کے مٹانے والوں کا مٹانا ہے جس کی فتح تو فتح ہے مگر شکست میں بھی عالم آخرت کے لئے اس فوج کے سپاہیوں کو حیاتِ ابدی اور جنان الفردوس کی دائمی پنشن ملتی ہے سو اس کی شکست کو قہر اور مصیبت اور ہزیمت کو زہر سمجھ کر اس میں سستی نہ کرنا چاہیئے۔ مگر مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ منافق اور سست ایمان ایسے بھی تھے کہ جو اس جنگ کے شریک ہونے میں حیلہ جوئی اور سستی کرتے تھے اور جو کبھی اس لشکرِ اسلام پر مصیبت و ہزیمت پڑ جاتی تھی تو خوش ہو کر یہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑی مہربانی کی جو ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوئے ورنہ ہم پر بھی مصیبت پڑتی وہ اپنے شریک نہ ہونے کو حالتِ شکست میں انعامِ الٰہی سمجھتے ہیں اور فتح و نصرت کے وقت از راہِ تأسف کر کے اور اپنے آپ کو بالکل اجنبی سمجھ کر کہ گویا ان میں اور اہلِ اسلام میں کبھی کوئی علاقہ محبت و مودّت ہی نہ تھا جو اس فتح میں ان کا کوئی حصہ مقرر کرتا) یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی اُن کے ساتھ ہوتے تو اس غنیمت میں شریک ہو کر بڑے ہی نہال ہوتے اس سے اللہ تعالیٰ کی یہ غرض ہے کہ اے ایماندارو! تم کو ایسا سست ایمان اور حیلہ جو نہ ہونا چاہیئے خصوصاً ایسے کام میں کہ جس پر تمہاری سعادتِ دارین موقوف ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ
پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیئے کہ جو حیات

يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَ
دنیا کو آخرت کے لئے بیچتے ہیں۔ اور

مَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ
جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے پھر مارا جاوے

اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۷۴﴾
یا غالب آجاوے سو ہم اُس کو جلد اجرِ عظیم دیں گے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
اور تمہیں کیا ہو گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ
اور ناتواں مردوں اور عورتوں اور

وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ
بچوں کے لئے نہیں لڑتے کہ جو (بیچارے) کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے ربّ!

اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ
ہم کو ظالم لوگوں کے اس شہر سے نکال

اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ
دے۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی کھڑا کر دے۔

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ؕ
اور ہمارے لئے اپنے یہاں سے کسی کو مددگار بنا دے۔

لـه یعنی آخرت اور رضائے الٰہی میں جانبازی کرنے والوں کو دشمنوں سے لڑنا چاہیئے ہے۔

۲ـه جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو آپ کے بہت سے ضعیف لوگ بڈھے عورتیں بچے جو ایمان لے آئے تھے کفار کے پنجہ میں گرفتار رہ گئے ان پر طرح طرح کی تکلیفیں پڑتی تھیں، ماریپٹ گالی گلوچ سے گذر کر ان کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا وہ یہ دُعا کرتے تھے کہ اے خدا تو! ہم کو یہاں سے نکال اور ہمارے لئے کوئی حمایتی کھڑا کر دے ان کی رستگاری کے لئے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی (باقی صفحہ ۔۔)

عـه فتح وغنیمت ۱۲ منہ

ترکیب

فلیقاتل فعل فی سبیل اللہ اس سے متعلق الذین آلخ فاعل ومن یقاتل شرط فسوف نؤتیہ جواب وما لکم استفہام مبتدا وخبر لا تقاتلون موضع حال میں ہے والمستضعفین معطوف ہے اسم اللہ پر اے وفی سبیل المستضعفین اے فی تخلیصہم من الرجال الخ ان کا بیان ہے الذین یقولون جملہ صفت ہے مستضعفین کی یا منصوب باضمار اعنی۔

تفسیر

مشرکین مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ایمانداروں پر بے حد ظلم وستم کرنے شروع کئے ایمانداروں سے خرید وفروخت، شادی بیاہ بند کردی ادھر کسی ایماندار بلال رضؓ وصہیب رضؓ جیسے کو گرم زمین پر لٹا کر کوڑے مارے جاتے ہیں، کہیں کوئی خاندان کا بزرگ ان عورتوں اور بچوں پر جو ایمان لے آئے ہیں ظلم کر رہا ہے قید میں ڈال رکھا ہے خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ہر روز منصوبے باندھے جاتے ہیں جا بجا ایمانداروں پر مار پیٹ ہوتی ہے انتہا یہ ہوا کہ مسلمانوں کو جب برداشت نہ رہی تو ہجرت کی اجازت ہوگئی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضؓ اور بہت سے وہ مرد وزن کہ جو مکہ مکرمہ سے نکل سکتے تھے نکل کر مدینہ طیبہ میں آئے اور بہت سے چھوٹے لڑکے اور غلام عورتیں اور ضعیف وبیمار یا اور کسی وجہ میں گرفتار ہیں مشرکین کی قید میں رہ گئے اب تو یہ سمجھ کر کہ مبادا یہ بھی بھاگ کر مدینہ چلے جائیں اُن پر اور بھی ظلم وستم ہوتا تھا اور سخت قید تھی (عشق الٰہی کی بدولت)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶) ترغیب دلائی جاتی ہے اور ان پر رحم دلایا جاتا ہے کہ تم کو کیا ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان ضعفاء کی رستگاری کے لئے نہیں لڑتے یہ وہ امور تھے کہ جنھوں نے جہاد وقتال پر مسلمانوں کو مجبور کیا تھا جس کو مخالف ڈاکہ زنی سے تعبیر کرتا ہے ۱۲ حقانی

منجملہ ان موقعوں کے کہ جہاں جہاد فرض ہوجاتا ہے ایک یہ بھی موقع تھا اس لئے ان آیات میں خدا تعالےٰ ایمانداروں کو طرح طرح سے حمیت دلا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے تاکہ ایماندار کو کفار کے جور وستم سے مخلصی ہو اول تو خذوا حذرکم فرمایا پھر یہاں فلیقاتل الخ فرما کر وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ فرماتا ہے اور ان گرفتاروں کے کلمات نقل کرکے رقت دلاتا ہے۔ فلیقاتل یعنی اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑنا اور جان دینا ہر شخص اور ہر بوالہوس کا کام نہیں ع سوز وغم پروانہ مگس راند ہند؛ بلکہ اُن کا کام ہے جنھوں نے آخرت اور وہاں کے نعماء ونعیم باقیہ کے لئے اپنی زندگی کو بیچ دیا ہے تمام حرص اور کل ہوسیں خدا تعالےٰ کی نذر کر چکے ہیں۔ اگر فلیقاتل کا فاعل اہل ایمان وغیرہ قرار دیا جاوے تو الذین الخ اس کا مفعول ہوگا جس کے یہ معنے ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اُن بدبخت لوگوں سے لڑنا چاہیئے کہ جو آخرت دے کر دنیا خرید رہے ہیں۔ یشرون مضارع کا صیغہ دونوں صورتوں میں عجیب لطف دے رہا ہے اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ تم صرف فتحمندی ہی پر اجر آخرت کا حاصل ہونا منحصر نہ سمجھو بلکہ مغلوب ومقتول ہونے کی صورت میں بھی ہم اجر عظیم دیں گے یعنی شکست میں بھی فتح ہے۔ وما لکم الخ فرماتا ہے کہ تم کو کیا ہوا کہ جو تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں نہیں لڑتے والمستضعفین حالانکہ کمزور مکہ مکرمہ میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں الخ اس میں ایماء ہے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑنا ناتوان مرد عورتوں بچوں کی خلاصی کے لئے لڑنا ہے۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی منجملہ انھیں قیدیوں کے تھے۔ الذین یقولون یہ اُن قیدیوں کا قول نقل کرتا ہے اس کے بموجب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حمایتی کھڑا کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کرکے ان کو قید سے چھڑایا؛

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

جو ایماندار ہیں وہ تو اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑتے ہیں

اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

اور جو منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں

سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا أَوْلِيَاءَ

لڑتے ہیں سو تم شیطان کے حمایتوں

الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ

سے لڑو، بیشک شیطان کا فریب کمزور

ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ

ہے۔ (اے نبیؐ!) کیا آپؐ نے ان کو نہیں دیکھا کہ

لَهُمْ كُفُّوْا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

جن کو (چند روز) ہاتھ روکنے اور نماز پڑھنے اور

وَآتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

زکوٰۃ دینے کے لئے کہا گیا تھا، پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو ان میں

الْقِتَالُ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ

سے ایک فریق تو لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا

كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ

جیسا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔ اور

قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ

کہنے لگے اے رب! تو نے ہم پر کس لئے جہاد فرض کر دیا؟

لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ

ہم کو تھوڑے دنوں تک اور مہلت دینا تھا، آپؐ ان سے

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ

کہدیجئے کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے۔ اور آخرت کی نعمتیں پرہیزگاروں کے

لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾

لئے بہت (ہی) بہتر ہیں۔ اور (تم پر) تاگے کے برابر (بھی) ظلم نہ ہوگا۔

أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ

تم جہاں کہیں (بھی) ہو گے تم کو موت آ ہی لے گی اگرچہ تم

كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ

مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ ہو۔

ع ۷

ترکیب

فلما کتب شرط اذا فریق الخ جواب اذا یہاں مفاجات کے لئے ہے جو ظرف مکان ہے اور ظرف مکان اس موقع پر اس اسم کی خبر ہو سکتا ہے جو اس کے بعد ہے وہ یہاں فریق ہے۔ منہم اس کی صفت اور یخشون حال ہے اور ممکن ہے کہ اذا خبر نہ ہو تب فریق بتدا اور منہم اس کی صفت اور یخشون خبر اینما شرط اور ما زائدہ ہے اور این شرطیہ پر تقویت معنی شرط کے لئے پیشتر داخل ہوتا ہے یدرکم جواب۔

تفسیر

اس آیت میں اور طرح سے جہاد کی ترغیب دلائی جاتی ہے وہ یہ کہ جب کفار شیطانی کام پر لڑتے اور شیطان کی سپاہ بن کر نیک کاموں سے روکتے ہیں اور موحدین کو ستاتے ہیں تو پھر ایمانداروں کو کیا ہوا جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں حق پر نہ لڑیں بلکہ جو حقیقی ایماندار ہیں وہ ضرور اس کی راہ میں جان دینا دریغ نہیں کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ شیطان کے گروہ اور جماعت سے لڑو کیونکہ شیطان کی فوج ہمیشہ ہزیمت کھایا کرتی ہے۔ کہاں فرعون اور کہاں اس کا لشکر، آخر نمرود کا کیا حال ہوا؟ حضرت مسیحؑ کے ستانے والے کیا ہوئے؟

اس آیت میں اور چند اسرار کی طرف اشارہ ہے۔ اوّل یہ کہ جو لوگ اسلام کی اس تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ دینیات اور تعلیم کا سلسلہ تو صرف وعظ و پند اور معجزات پر ہونا چاہیئے تھا اس میں

لہ ابتدائے اسلام میں بعض جلد باز منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باربار تقاضا کیا کرتے تھے کہ ہم کو جہاد کا حکم دیجئے اور جہاد کے متعلق آیات نازل ہونے کا بڑا شوق رکھتے تھے مگر مصلحتِ الٰہی اجازت نہ دیتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ صرف نماز پڑھ لیا کرو صدقہ و خیرات کرو یہی تمہارا فریضہ ہے۔ پھر جہاد فرض ہوگیا تو جی چرانے اور لوگوں سے ڈرنے لگے اور خدا تعالےٰ سے کہنے لگے کہ ہائے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا چند روز ہمیں دنیا میں جینے دینا تھا ۱۲ منہ

مار پیٹ قتال جدال کیسا؛ دیکھو مسیح علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ صبر اور برداشت کا حکم دیا ہے) اس میں اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ ہرچند حق کا اصل منشا یہ نہیں کیونکہ لا اکراہ فی الدین ہے مگر جب بد تہذیب اور راستی کے دشمن اہلِ حق پر بے انتہا ظلم کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کو مٹا ڈالیں، والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت تو ان کے مقابلہ میں بشرطِ قوت اگر تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی جائے تو اور کیا کیا جاوے؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ قدرت قوم کی وجہ سے بہم پہنچی مخالفوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا اور حضرت مسیح علیہ السلام بلکہ ان کے حواریوں کو یہ قدرت بہم نہ پہنچی اس لئے بجز صبر کے اور کیا کرتے مگر اس پر بھی آپ نے حواریوں کو جس وقت کہ گرفتار ہوئے ہتھیار بندی کا حکم دیا اور ایک حواری کی تلوار سے فریقِ مخالف کے ایک شخص کا کان اڑ گیا۔ انجیلِ لوقا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں جب کہ ایمانداروں کے پاس سازوسامان نہ تھا نہ مقابلہ کے لئے قوت تھی اور بعض دل جلے صحابہ جیسے کہ عبدالرحمٰن رض بن عوف و مقداد رض و قدامہ رض بن مظعون و سعد رض بن ابی وقاص حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار کے ظلم و ستم بیان کرکے اجازت مقابلہ کی مانگتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصلحتِ الٰہیہ کی وجہ سے رخصت نہ دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہو، نماز پڑھو صدقہ و خیرات دیا کرو۔ چنانچہ اگلی آیت الم تر الی الذین قیل لہم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کے شانِ نزول میں کلبی وغیرہ نے یہی روایت کی ہے۔ پھر جب مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور صحابہ رض مہاجرین و انصار کی جانباز قومیں اسلام میں داخل ہوئیں تو پھر ان کج رووں کی تہذیب کے لئے تلوار اٹھانے کا حکم دیا جس میں ان کے فعلِ بد کا جواب کلمہ بکلمہ دے کر ان کی درستی اور ضعفاءِ اسلام کی مخلصی کی گئی۔ حاصل جواب یہ کہ جب شیطان کی راہ میں اور دنیاوی اغراض کے لئے لڑنا کسی عقلمند کے نزدیک عیب نہیں تو پھر افشائے توحید و دادرسی اور حق کی اعانت کے لئے لڑنا کیوں عیب ہوگا؟

(دوم) فتمندی کا وعدہ ہے گو اس وقت (کہ صرف مدینہ طیبہ میں مٹھی بھر مسلمان تھے تمام روئے زمین پر کفر کی کالی گھٹا محیط تھی) اس پیشینگوئی کا ظہور عقلِ ظاہربین کے نزدیک محال تھا مگر چونکہ عالمِ غیب میں یہ بات مقرر ہو چکی تھی اس لئے بےتردد قرآن نے متعدد مقامات پر اس بات کی صاف صاف خبر دی۔ یہاں ان کید الشیطان کان ضعیفا فرمایا پھر لیظہرہ علے الدین کلہ فرمایا۔ پھر تو صاف صاف وعد اللہ الذین آمنوا لیستخلفنہم فی الارض کہدیا۔

(سوم) یہ کہ صرف لڑنا کوئی عمدہ بات نہیں کیونکہ کفار بھی شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں بلکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ہونا چاہیے اس میں شہرت و شجاعت مقصود نہ ہو الم تر الی الذین یہ انھیں جلد بازوں کی بابت بیان فرما کر اور پھر جہاد میں سستی کرنے سے ان پر الزام قائم کرتا ہے کہ تم جہاد فرض ہونے سے پہلے تو یہ کچھ کہا کرتے اور کہتے تھے پھر جب جہاد فرض ہوا تو موت سے ڈرنے لگے اور کہنے لگے کہ کاش ہم پر جہاد فرض نہ ہوتا تو ہم چند مدت اور جیتے۔ اگرچہ جہاد کے آرزومند مخلصین لوگ تھے مگر چونکہ منافقین بھی بظاہر انھیں میں شامل ہیں اس لئے اذا فریق منہم یخشون کہنا درست ہوا یعنی منافق دشمنوں سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا کوئی خداتعالیٰ سے ڈرتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور جانتے ہیں کہ جہاد میں جانا مرجانا ہے۔

ف انجیل لوقا کے بائیسویں باب ۳۶ ورس میں ہے اور جس کے پاس نہ ہو اپنا کپڑا بیچے اور تلوار مول لے؛ پھر ۴۹ ورس میں ہے کہ جب مسیح کو یہود کی جماعت ہتھیار بند ہو کر شب کو زیتون کی پہاڑی پر گرفتار کرنے آئے تو حواریوں نے ان کے مقابلہ میں تلوار چلانے کی اجازت مانگی یہاں تک کہ مخالفین میں سے ایک کا کان کٹ گیا پھر لیسوع نے فرمایا۔ یہیں تک رہنے دو دیکھو کہ یہ امر شدنی ہے۔ بلکہ خود مسیح ؑ نے رسی کا کوڑا بناکر لوگوں کو ہیکل میں سے سودا بیچتے ہوئے نکال دیا۔

اس کے جواب میں نبیؐ کو یوں تعلیم فرماتا ہے کہ ان سے کہدو اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ جہاد میں جانا باعث موت اور گھر بیٹھنے سے زندگی ہے تو یہ زندگی کب تک؟ یہاں کی نعمتیں کیا ہیں؟ آخر دارِ فانی ہے۔ البتہ عیش تو پرہیزگاروں کے لئے دارِ آخرت میں ہے جو کبھی فانی نہیں نہ کلفت پر مبنی ہے نہ اس کے بعد کلفت۔ برخلاف لذائذ دنیا کے جب تک گرمی اور پیاس کی تکلیف نہ اٹھائی جائے سایہ اور برف کا مزہ نہ آتے اور پھر زیادہ دیر کے بعد طبیعت مکدر ہوجائے ورنہ دراصل یہ خیال غلط ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے خواہ اس وقت جہاد میں ہو خواہ مضبوط برجوں میں بیٹھا ہو خواہ مخواہ آوے گی پھر نامردی اور بزدلاپن عبث ہے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ

اور اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچتی تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

سے ہے۔ اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو

يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ

کہتے ہیں کہ (اے نبیؐ) یہ تیری طرف سے ہے۔ کہدو

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ

سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، پھر اس قوم کو کیا

الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (۷۸)

ہوگیا ہے جو بات بھی نہیں سمجھتے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ

(اے انسان!) جو کچھ تجھ کو فائدہ پہنچے تو (وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ

اور جو کچھ تجھ کو نقصان پہنچے سو (وہ) تیرے نفس کی شامت سے ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى

(اے نبیؐ) اور ہم نے آپؐ کو لوگوں کی (ہدایت کیلئے) رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور (اس پر)

بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۷۹)

اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

ترکیب

وان تصبہم شرط یقولوا الخ جواب فما مبتدا ھؤلاء القوم خبر لایکادون الخ جملہ حال ہے ما اصابک ما شرطیہ اصابک بمعنی یصیبک فمن اللہ جواب۔ وارسلنا فعل بافاعل ک مفعول للناس متعلق فعل سے رسولاً حال مؤکدہ۔

تفسیر

جہاد سے منہ چھپانے والوں کا ایک یہ بھی بہانہ تھا کہ وہ عالمِ اسباب پر نظر کرکے جو کچھ کبھی ہزیمت یا تکلیف پیش آتی یا مال و جان کا نقصان پہنچتا تھا تو وہ اس کو الزام دینے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیتے تھے کہ یہ برائی آپؐ کی وجہ سے پیش آئی اور جو فتح و ظفر اور غنیمت حاصل ہوجاتی تو اس کو کہتے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غرض یہ کہ برائی صرف اے نبیؐ! تیری وجہ سے پیش آتی ہے اور بھلائی تو مقدر بات ہے، جہاد میں بجز برائی کے اور کچھ حاصل نہیں۔

اس کا جواب دیتا ہے کہ ان سے کہدو اگر تم اس بات سے قطع نظر کرکے مسبب الاسباب اور فاعلِ حقیقی کی طرف خیال کرتے ہو جیسا کہ حسنۃ یعنی فتح و ظفر وغیرہ بہتری میں ہر چیز کا فاعلِ حقیقی اور موجد اصلی اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر برائی اور بھلائی میں تفرقہ کرنا ایک کو بندہ کی طرف ایک کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا حماقت ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جس کی نسبت فرماتا ہے فمال ھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا کہ ان کو کیا ہوا جو بات بھی نہیں سمجھتے؟ اور اگر عالمِ اسباب کی طرف نظر کرتے ہو تو نیکی کو جس طرح عمدہ اسباب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو تو سختی اور مصیبت کا باعث بھی تمہاری معصیت اور سوءِ تدبیری ہے،

سواس کو اپنے اعمالِ بد کا نتیجہ کیوں نہیں کہتے؛ پس ادب کا مقتضیٰ یہی ہے کہ بُرائی کو اپنی طرف اور بھلائی کو خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کردو ورنہ درحقیقت ہر خیر و شر اس کی طرف سے ہے کس لئے کہ عالمِ وجود میں ہر چیز یا واجب لذاتہٖ ہے کہ اس کو کسی بات میں کسی کی حاجت نہیں یا ممکن کہ اپنی ذات اور وجود بلکہ جمیع صفات میں واجب الوجود کی محتاج کیونکہ اگر ممکن کا محتاج مانیں گے تو انتہاء اسی واجب لذاتہٖ کا محتاج ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ مسلّم ہے کہ واجب لذاتہٖ تو صرف ایک ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور باقی جو موجود ہے ممکن اور اس کے وجود کا پرتو ہے خواہ اس میں خیر ہو خواہ شر، خواہ فعل ہو خواہ قول، جوہر ہو خواہ عرض۔ بعض پادری اور آریہ اس کلام کا مطلب نہ سمجھے اور کل من عند اللہ اور من نفسک میں تعارض سمجھ کر قرآن پر اعتراض کر بیٹھے۔ پھر فرماتا ہے کہ لوگوں کا خیر و شر کو تیری طرف منسوب کرنا نادانی ہے آپؐ تو لے نبی صرف رسول ہیں خالق نہیں اور ہم اس کی شہادت دیتے ہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی،

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

اور جو پھر گیا تو ہم نے (بھی) آپؐ کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں

حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا

بھیجا۔　اور (منافق) کہتے ہیں (ہمارا کام) تو مان لینا ہے، پھر (باوجود

بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ

اسکے) جب وہ آپکے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کچھ آپؐ نے

مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ

کہا تھا اُسکے برخلاف منصوبہ باندھنے لگتا ہے،　اور جو کچھ وہ راتوں کو

يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ

باتیں بنایا کرتے ہیں اللہ تو اُن کو لکھتا رہتا ہی، ان سے درگزر کرو　اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اللہ تعالےٰ پر توکل رکھو،　اور اللہ تعالےٰ کافی ہے کام

وَكِيْلًا ﴿٨١﴾

بنانے کے لئے۔

ترکیب

مَن شرطیہ فقد اطاع اللہ جواب حفیظا حال ہے ک مفعول سے علیہم متعلق ہے حفیظ سے فاذا شرط بیت جواب طاعۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے امرنا طاعۃ۔ تقول حاضر و غائب دونوں کے لئے، حاضر کے لئے ہوگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوگا ورنہ ضمیر طائفہ کی طرف پھرے گی وکلاہما جائز۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ ہمارے احکام بندوں کے پاس پہنچا دو اور باقی جو کچھ لوگ چون وچرا کرتے ہیں آپؐ کو ان سے کیا وہ خدا تعالےٰ سے سرکشی کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ جو آپؐ کا حکم مانتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں کس لئے کہ رسول تو واسطہ ہے جس نے اُس کو مانا تو اُس نے اس کو مانا کہ جس نے وہ بھیجا ہے اور جو نافرمانی کرتے اور طرح طرح کی حجتیں اور حیلہ کرکے آپؐ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو وہ ہماری نافرمانی کر رہے ہیں، آپؐ کا کام صرف تبلیغ احکام تھا سو کر چکے باقی ان کا ہدایت پر لانا آپؐ کا ذمہ نہیں کہ ان کے باطن پر بھی ہر وقت مطلع ہو کر نگہبانی کرتے رہو یا ان کے دلوں کو پھیر دو۔ پھر ان منافقوں کی کج روی اور سیاہ باطنی بیان فرماتا ہے کہ آپؐ کے روبرو تو سن کر کہدیتے ہیں طاعۃ کہ ہم نے قبول کر لیا یا ہمارا شیوہ طاعت ہے (جیسا کہ ہماری زبان میں سن کر لوگ بجا بجا یا بسر و چشم کہدیا کرتے ہیں) مگر جب ان منافقوں کی

کوئی جماعت آپؐ کی مجلس سے باہر نکلتی ہے تو جو کچھ آپ نے فرمایا
ہے اس کے برخلاف منصوبہ باندھتے ہیں۔ بیّت تبییت سے
مشتق ہے جس کے معنے شب گزاری کرنا اور رات کو گھر میں رہنا،
اور چونکہ گھر میں خصوصًا رات کو بیٹھ کر فکر کرنے اور سوچنے کا
عمدہ موقع ملتا ہے اس لئے ہر فکر اور سوچ کرنے اور منصوبہ
باندھنے کو بیت فلان کہنے لگے۔ فرماتا ہے خدا تعالےٰ ان کے
ان منصوبوں کو ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہا ہے یعنی ان کی
اس حرکت سے واقف ہے ان کو سزا دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرماتا ہے کہ تم
ان سے درگزر کرو اور خدا تعالےٰ پر توکّل کرو، اپنے کسی کاروبار
کو ان پر یا کسی اور پر موقوف نہ سمجھو بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کارساز
ہے وہ دم بھر میں اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ مدبّر عالم وہی ہے
ہر کاروبار میں اس کی طرف نظر کرنا چاہیئے۔ یہ چند منافق کیا
اسلام کا بگاڑ سکتے اور کیا اس کی مدد کر سکتے ہیں۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ
کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر وہ (قرآن)
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ
اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۸۲) وَإِذَا جَاءَهُمْ
اختلاف پاتے [1] اور جب کہ ان کے پاس امن
أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا
یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے
بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ
ہیں۔ اور اگر اس کو رسولؐ کے پاس اور اپنے
أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ
با اختیار لوگوں کے پاس پہنچا دیتے تو ان میں سے تحقیق کرنے
يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ
والے اس کی تحقیق [2] کر لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ تعالےٰ کا
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ
فضل [3] اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بجز چند لوگوں کے تم شیطان
إِلَّا قَلِيلًا (۸۳)
کے تابع ہو گئے ہوتے۔

ترکیب

ولو شرطیہ لوجدوا جواب اذا جاءہم شرط اذاعوا ذاع یذیع بمعنے افشاء اذاعوا افشاؤا ظاہر کیا یہ جواب شرط لوردّوہ الی الامر شرط لعلمہ جواب منہم حال ہے الذین سے یا یستنبطونہ کی ضمیر سے الا قلیلاً فاعل اتبعتم سے مستثنیٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لعلمہ الذین یستنبطونہ سے مستثنیٰ ہے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں منافقین کا مکر و کید اور درپردہ مخالفت کا بیان تھا جس کا باعث اصلی یہی تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتے تھے نہ قرآن کو کتاب الٰہی جانتے تھے اس لئے یہاں ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت کرتا ہے اور چونکہ وہ لوگ نہایت بد ذہن اور بلید الطبع تھے ان کو قرآن کے اور بشیما

[1] اگر کوئی کہے کہ قرآن میں اختلاف ہے کیونکہ کہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے پھر ہے لا تدرکہ الابصار کہ اس کو بصر ادراک نہیں کر سکتی کہیں ہے لنسئلن کہ ہم سب سے سوال کریں گے پھر ہے لایسئل عن ذنبہ انس ولا جان کہ کسی کے گناہ سے سوال نہ ہوگا۔ چنانچہ بعض پادریوں نے بائبل کے اختلافِ کثیرہ کے جواب میں ایسے اختلافات قرآن گنوائے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ہرگز اختلاف نہیں اسکی تشریح ان کے مواقع میں موجود ہے بخلاف اختلافاتِ بائبل کے ۱۲ [2] اس جگہ سے قیاس کا جو استنباط کا ہم معنے ہے حجتِ شرعیہ ہونا ثابت ہے اس مقام پر امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث کہ عامی پر علماء کی تقلید واجب ہے احکام حوادث میں ۱۲ منہ [3] فضل و رحمت سے مراد قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

(باقی صفحہ ۱۸۳ پر)

دلائل نہ بتلائے گئے جو قرآن میں موجود ہیں بلکہ صرف ایک موٹی سی یہ بات صداقت کے لئے بتلائی کہ اگر قرآنِ مجید خداتعالےٰ کا کلام نہ ہوتا بلکہ خود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا تصنیف کیا ہوا ہوتا جیساکہ وہ سمجھتے ہیں تو اس میں اختلافِ کثیر پاتے (اختلافِ کثیر) کے معنے ابوبکر اصم رحؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ منافقین درپردہ بہت کچھ مکر و فریب کرتے تھے جن کی وقتاً فوقتاً خداتعالےٰ نے رسولؐ کو قرآن میں اطلاع دی اگر قرآن مجید کتابِ الٰہی نہ ہوتا تو ایسی خبروں میں ضرور بالضرور تفاوت اور اختلافِ کثیر واقع ہوتا جیساکہ قیاسی اور تخمینی باتوں میں ہوا کرتا ہے اور باوجودیکہ منافقوں کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں کوئی بات امن وخوف کی اُن کے کانوں میں پہنچتی تھی تو بلاتحقیق اس کو مشہور کر دیتے تھے۔ اگر ان باتوں میں بھی اختلاف پاتے تو ضرور اس کو بھی مشہور کرتے حالانکہ بجز تسلیم کے کبھی کوئی چارہ ہی نہ ہوا۔ جمہور متکلّمین کہتے ہیں کہ قرآن باوجودیکہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے اس میں بہت سے علوم ہیں، کہیں انبیائے گزشتہ کے حالات ہیں کہیں عالمِ آخرت کا بیان، کہیں طہارت ونجاست کے مسائل، کہیں علم الشرائع والاحکام۔ باوجودے کہ اس کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جنہوں نے نہ کبھی کچھ لکھا پڑھا تھا نہ کسی سے تعلیم پائی تھی اس پر ہر روز کے محاربات ومخالفین کے جور وظلم کی برداشت پھر ہر ایک بات مختلف سورتوں میں مکرر بیان ہوئی ہے مگر کہیں کچھ بھی تفاوت نہ ہونا صریح دلیل ہے کہ یہ عالمِ غیب سے اُس شخص کی طرف سے ہے کہ جو ہر ایک بھول وچوک سے پاک ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ جو طرز ہدایت ہے وہ ہر جگہ برابر ہے مثلاً یہود و مشرکین کی مذمت ہے . . . تو وہیں تک کہ جو اصلی ہے نہ

(بقیہ صفحہ ۱۸۲) رسالت ہے یعنی اگر قرآن اور نبوت تمہارے لئے نہ آتی تو بجز اُن لوگوں کے کہ جن کو ازلی ہدایت ہے سب شیطان کے تابع مشرک وبدکار ہو جاتے اور نفوس زکیہ قبل نبوت کے بھی شرک وحرام کاری سے بچے ہوئے تھے ۱۲ منہ

یہ کہ حد سے تجاوز ہو جائے جیساکہ بندے غصہ میں آکر بالکل صفائی کر دیتے ہیں۔ پھر سخاوت کا حکم اور اسراف سے ممانعت اوصافِ متضادہ ہیں ہر ایک جا وہی طرز ہے۔ یہ بات کسی بندہ کے کلام میں پائی نہیں جاتی ایسے امور میں اُن سے ضرور اختلاف وتفاوت سرزد ہوتا ہے۔ واذا جاءہم اس کے بعد منافقوں کی عادت بیان کرتا ہے کہ وہ امن یا خوف کی بات کو بلاتحقیق مشہور کر دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کا ضرر ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں اہلِ اسلام اور کفّار میں باہم جنگ وجدال کی تیاریاں رہا کرتی تھیں سو مخالفین کے پاس ایسی خبروں کے پہنچنے سے مسلمانوں کی مضرّت متصوّر تھی۔ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ ایسی باتوں کو رسولؐ یا علمائے مستنبطین سے دریافت کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ استنباط طلب۔ نبط، نبط اس پانی کو کہتے ہیں جو کنوئیں سے اوّل بار کھودنے سے نکلتا ہے۔ جس بات کو اجتہاد کرکے نکالتے ہیں وہ گویا فکر کے آلات سے کھود کر نکالی جاتی ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ

پس اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑو (اے نبیؐ) آپؐ پر بجز اپنی ذات کے

إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

کسی کی ذمہ داری نہیں، اور مسلمانوں کو ابھارو۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ

عجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ کافروں کی جنگ کو روک

كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ

دے، اور اللہ تعالےٰ کی سب سے زیادہ سخت لڑائی اور سخت

تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً

سزا ہے۔ جو کوئی نیک کام کی سفارش کرتا ہے (تو)

يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يَشْفَعْ

اس میں سے اس کو (بھی) ایک حصہ ملتا ہے، اور جو کوئی برے کام کی

شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۗ

سفارش کرتا ہے تو اس پر (بھی) اس کے وبال کا (ایک) حصہ ہوتا ہے،

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾

اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

ترکیب

فقاتل میں ف عاطفہ ہے فلیقاتل فی سبیل اللہ پر یا فقاتلوا پر۔ لاتکلف حال ہے فاعل قاتل سے الا نفسک مفعول ثانی ہے لاتکلف کا اور اول ضمیر مخاطب ہے بأسا و تنکیلا تمیز ہیں واللہ اشد سے من یشفع شرط یکن لہ نصیب منہا جواب مقیتا میں تی و سے بدل ہے جو اصل میں مقعل ہے قوت سے۔

تفسیر

پہلی آیت میں مذکور تھا کہ منافق بلا تحقیق خبریں اُڑایا کرتے ہیں کہ فلاں قوم مسلمانوں پر چڑھ کر آتی ہے اُنھوں نے ایسی تیاری کی ہے تمام عرب اب عنقریب مدینہ طیبہ کو آکر غارت کر دینگے جن سے بیشتر عام مسلمانوں کے دلوں میں خلجان پیدا ہوتا تھا اور ایک قسم کی پست ہمتی جو عادتاً انسان کو اپنی بے سروسامانی اور مخالفین کے سامان اور انبوہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو و شر و فتنہ کے مٹانے پر اُس کے توکل پر کمر ہمت باندھو اور اگر کوئی آپؐ کا ساتھ نہ دے تو کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تم اور کسی کے ذمہ دار نہیں (خدا تعالیٰ کے اُس وعدہ کے اعتماد پر جو اُس نے اپنے رسولؐ سے کیا تھا تن تنہا آنحضرت علیہ السلام روئے زمین کے مشرکوں اور بُت پرستوں کی بُت پرستی مٹانے اور لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ چنانچہ بدر صغریٰ میں ابو سفیان کے مقابلہ میں تنہا نکلے پیچھے دیکھا تو صرف ستر آدمی ساتھ آرہے تھے اور کتاب یسعیاہ میں چونکہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے اور زبور میں بھی۔ اگر اس بے سروسامانی پر یہ عزم و ہمت آپؐ کی طرف سے اعتماد پر نہ تھی تو عادتاً کوئی عقلمند ایسا قصد بھی نہیں کرسکتا اور آپؐ کے سچّے عزم کا اثر صحابہؓ کے دل میں بالخصوص حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دل میں پیدا ہوا کہ آپؐ کے بعد عربوں کی تھوڑی سی جمعیت سے ہرقل شاہ روم کا مقابلہ کیا کہ جو اس وقت یورپ اور ایشیا کے اکثر ملکوں کا بادشاہ تھا۔ پھر یہ فتوحات اگر اُس وعدۂ آلٰہی کا ظہور نہ تھا تو اور کیا بات تھی؟ اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب دینے کا حکم دیا گیا کیونکہ یہ نیک کام ہے اس لئے کہ اس جہاد کا منشاء اصلی دنیا کو بدی سے پاک کرنا اور زمین پر آسمانی سلطنت قائم کرکے شر و فساد مٹانا ہے پھر اس سے بڑھ کر اور کونسا نیک کام ہوگا! اور جو کوئی نیک کام میں رغبت دلاتا یا سفارش کرتا ہے تو اُس کو بھی اس میں سے ثواب کا حصہ ملتاہے جس طرح کہ بُری بات کے لئے رغبت دلانے اور سفارش کرنے والے کو بُری بات کا حصہ ملتاہے۔

عسے اللہ، اپنے رسولؐ سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم عنقریب کفّار کے شر کو روک دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اور خدا تعالیٰ کے وعدہ کے اثر نے یہ کیا کہ تخمیناً ایک صدی کے اندر ہی اندر میں دنیا پر کوئی ایسی بُت پرست و کافر سلطنت باقی نہ رہی کہ جو آسمانی سلطنت کا مقابلہ کرسکے۔ ادھر جبل الطارق سے لے کر چین تک اُدھر کوہِ قاف اور آذربائیجان سے لے کر افریقہ تک بڑے بڑے ملک اُس جھنڈے کے تلے آگئے جو مدینہ طیبہ میں خدا تعالیٰ نے قائم کیا تھا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ اور کونسی دلیل ثبوت نبوت کے لئے ہوسکتی ہے۔ بأس، جنگ اس سے مراد مخالفوں کا زور اور اُن کی لڑائی اور عذاب ہے۔ نکال، عذاب و سزا۔ شفاعت شفع سے مشتق ہے جس کے معنے دو ہو جانے کے ہیں۔ شفیع چونکہ ذو حاجت کے شریک ہوکر اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا دیتا ہے اس کو شفیع کہتے ہیں۔ مقیت کے معنے قادر کے بھی ہیں جیسا کہ نضر بن شمیل شاعر کہتا ہے ؎ تجلد ولا تجزع وکن ذا حفیظۃ + فانی علی ما ساءہم لمقیت ؎ اور یہ قوت سے مشتق

ہو کر بمعنے حفیظ بھی آتا ہے۔ یہاں دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا

اور (مسلمانو) جب تم کو کسی طرح پر بھی سلام کیا جاوے تو تم بھی (اسکے جواب

أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ

میں) بہتر سلام کرو۔ یا وہی (کلمہ جواب میں) لوٹا دو۔ بیشک اللہ تعالے ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (۸۶) اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ تعالے ہے کہ جس کے سوا

إِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

کوئی معبود نہیں۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ تم کو قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ

جمع کر کے رہے گا۔ اور اللہ تعالے سے بڑھ کر کس کی بات

اللَّهِ حَدِيثًا (۸۷) فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ

سچی ہو سکتی ہے۔ پھر تم کو منافقوں کی کیا پڑی ہے جو

فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا ۚ

تم دو ٹھوک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اعمال کی وجہ سے انکو اوندھا کر دیا ہے

أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ

کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا تعالے نے گمراہ کیا اس کو ہدایت پر لے

اللَّهُ ۖ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ

آؤ۔ ف۔ اور جس کو اللہ تعالے گمراہ کرتا ہے تو آپ کو اس کے لئے

لَهُ سَبِيلًا (۸۸)

کوئی رستہ نہیں ملے گا۔

ترکیب

واذا حییتم شرط التحیۃ تحییۃ (اصلہا) وہی تفعلۃ من حییت می کی حرکت نقل کر کے ح کی طرف آئی پھر باہم ادغام ہو گیا فحیوا جواب اس کی اصل حییوا تھی لیجمعنکم جواب ہے قسم محذوف کا پھر یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور مبتدا کی دوسری خبر بھی بن سکتا ہے فما مبتدا لکم خبر فی المنافقین متعلق ہے محذوف سے اے صرتم فئتین اس محذوف کی خبر ؎

النصف

تفسیر

فقاتل فی سبیل اللہ میں جس طرح کہ شرک و فساد مٹانے کے لئے لڑنے کی تاکید تھی اسی طرح اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ یہ لڑائی صرف اپنے موقعہ پر ہے اور خاص حقوق الٰہی کے لئے اس سے یہ مراد نہیں کہ تم اپنے اخلاق اور معاشرت میں درندہ پن اختیار کرو، گاہ بگاہ جس کو پاؤ مار ڈالا کرو، بات بات پیچھے کر و لڑنے کو پہلے آمادہ ہو جاؤ، خرانٹ بن جاؤ۔ (جیسا کہ مخالفین اسلام اسلام کی بعض وحشی قوموں سے آج کل اسلام پر عیب لگایا کرتے ہیں) بلکہ اُس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی اور حلم و تواضع کی بھی عادت کرو یہاں تک کہ جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم بھی اُس کو اسی طرح سے سلام کرو یا اس سے عمدہ اور بڑھ کر جواب دو تاکہ تم سے اُس کو وحشت دُور ہو اور لوگ تم سے احکام الٰہی اور اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم پانے کا قصد کریں۔ تحیۃ دعاء حیات کرنا۔ عرب کا اسلام سے پہلے باہمی بجائے السلام علیکم کے حیاک اللہ کہنے کا دستور تھا جیسا کہ ہر ایک قوم میں ایک دستور ہے۔ چونکہ زندگی بغیر عافیت کے کوئی اچھی چیز نہیں اور لفظِ سلام میں سلامتی اور عافیت دارین کی بھی دعا ہے اور نیز یہ اللہ تعالے کا بھی نام ہے اور نیز اس میں تسلیم یعنی فروتنی

ع ۸

ف مدینہ طیبہ کے چند لوگ ابتدائے اسلام میں ایسے بھی تھے کہ ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر درپردہ حبّ جاہ وغیرہ اسباب دنیا کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین سے سخت عداوت رکھتے تھے مسلمانوں پر نکتہ چینیاں بھی کیا کرتے تھے مخالفوں کو بھی اسرار پر مطلع کرتے اور لڑنے کو اُبھارتے تھے مسلمان چاہتے تھے کہ ان منافقوں کو نکال دیا جائے مگر بعض رحم دل انصار اپنی قرابتوں کے سبب درگزر کی طرف مائل تھے اس لئے ان کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے ان آیات میں انھیں کے حالات کی طرف اشارات ہیں ۱۲

کی طرف بھی اشارہ ہے اور مذہب اسلام کی طرف بھی رمز
ہے اس لئے اس کی بجائے السلام علیکم کہنا قرار پایا خواہ السلام
علیکم کہو خواہ سلام علیکم۔ اس کا اسی طرح سے رد کرنا تو
وعلیکم السلام کہنا ہے اور بہتر طرح سے رد کرنا یعنی جواب
دینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا ہے۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کفار آتے تو آپؐ کے اخلاق
اور فروتنی سے ازحد خوش ہو کر جاتے تھے۔ اسی شمشیرِ اخلاق
نے عرب کے وحشیوں کو چندروز میں مسخر کر لیا تھا اور پھر
صحابہؓ کا بھی یہی دستور تھا کتبِ تاریخ اس پر شاہد ہیں۔
ان اخلاقِ حمیدہ کی تاکید کے لئے دو باتیں ذکر فرمائیں ان اللہ
کان علے کل شیء حسیبًا۔ دوسری اللہ لاالٰہ الخ اس میں
اللہ لاالٰہ الاھو میں توحید اور لیجمعنکم الی یوم القیامۃ میں
عدالت کی طرف اشارہ ہے اور قیامت کے برحق ہونے کی دلیل
من اصدق الخ سے فرمائی۔ جنگِ احد میں جب کہ عبداللہ
ابن ابیؔ اپنے گروہ کو عین مقابلہ کے وقت لے کر بھاگ آیا
اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے
دو فریق ہو گئے تھے، ایک کہتا تھا کہ ان کو قتل کرنا چاہیے
دوسرا کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے گا قتل میں بدنامی
ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فما لکم فی المنافقین
کہ تم ان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ ان پر اللہ تعالیٰ نے ان کے
اعمال کی شامت ڈال دی ہے۔ کیا جس کو خدا تعالیٰ نے گمراہ
کیا تم اس کو ہدایت کر سکتے ہو؟ رکس اور نکس دونوں
کے ایک معنی ہیں یعنی الٹ دینا یعنی اسلام کی راہِ راست
سے الٹے کفر میں جا پڑے۔ یہ بھی اخلاقی تعلیم ہے کہ کسی کے
اس کی لغزش کے سبب پیچھے نہ پڑ جانا چاہیئے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ
وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں ویسے تم (بھی) کافر ہو جاؤ تاکہ برابر
سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ
ہو جائیں پس تم ان میں سے کسی کو (بھی) دوست نہ بناؤ

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ
جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پھر اگر
تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وہ نہ مانیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ تو مار
وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
ڈالو۔ اور نہ ان میں سے کسی کو دوست
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
بناؤ اور نہ مددگار۔ مگر جو لوگ کہ اس قوم سے
يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
سلوک کرتے ہیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ
مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ
ہے یا وہ تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ دل ہو کر
اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ
تمہارے پاس آگئے ہوں (تو ان سے ملاپ کا مضائقہ نہیں)۔
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم پر ان کو غلبہ دیتا تو
فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ
وہ تم سے لڑتے، پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور
فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ
تم سے نہ لڑیں اور تمہارے آگے صلح کا پیغام ڈالیں تو
فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾
اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان پر الزام کا کوئی رستہ نہیں رکھا ہے۔
سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
عنقریب تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے کہ جو تم سے بھی امن میں رہنا چاہتے
يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا
ہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں، (مگر)
رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ج
جب فساد کے لئے بلائے جاتے ہیں تو اس میں کود ہی پڑتے ہیں۔

فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَیُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ

وَیَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ

پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور

اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكُمْ

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۠ (۹۱) ع

جہاں کہیں پاؤ قتل کرو، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر خداتعالیٰ نے تمہارے لئے صاف حجت قائم کردی ہے۔

ترکیب

لو تکفرون بتاویلِ مصدر مفعول ہے ودّوا کا، کما کفروا کی نعت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے ای کفروا ککفرہم۔ الا الذین استثناء ہے واقتلوہم سے بینکم وبینہم میثاق جملہ خبریہ صفت ہے قوم کی او جاءوا عطف ہے یصلون پر حصرت صدورہم جملہ بتقدیر قد حال ہے فاعل جاؤکم سے ان یقاتلوکم اے عن ان یقاتلوکم متعلق حصرت سے ہے او یقاتلوا قومہم معطوف ہے ان یقاتلوکم پر فان اعتزلوکم شرط فلم یقاتلوکم الخ اس کی تفسیر فما جعل جملہ جواب فان لم یعتزلوکم شرط فخذوہم جواب شرط۔

تفسیر

ابھی فرمایا تھا کہ جس کو خداتعالیٰ گمراہ کرے کیا تم اُس کو ہدایت کر سکتے ہو؟ اب یہاں یہ فرماتا ہے کہ تم تو اُن کی ہدایت چاہتے ہو اور وہ ازلی گمراہ خود تم کو ہی اپنے جیسا کافر بنانا چاہتے ہیں پھر اب تم اِن سے کوئی علاقہ محبت نہ رکھو کیونکہ اس میں ان کی محبت سے تمہارے لئے دنیا و آخرت کا ضرر ہے۔ مگر جب وہ ایمان لاکر خداتعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں تب اُن کے ایمان کا امتحان ہو چکا اب اُن سے محبت اور دوستی کرنے کا مضائقہ نہیں۔ اِس کے بعد حکم عام دیتا ہے کہ اگر وہ پھر جاویں یعنی نہ اسلام لاویں نہ ہجرت کریں تو اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ آسمانی سلطنت کے باغی ہیں بظاہر اس حکم میں ہر ایک کافر سے جنگ کرنا پایا جاتا تھا خواہ اہلِ اسلام سے لڑتا ہو یا نہ ہو خواہ اس نے اسلامیوں سے عہد کیا ہو یا نہ ہو گویا ہر ایک کو زبردستی مسلمان بنانا چاہیے حالانکہ پہلے حکم ہو چکا تھا کہ لااکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغی کہ دین میں کسی پر کچھ زبردستی نہیں ہدایت اور ضلالت خود واضح ہو چکی ہے اس لئے اس جگہ دو قوموں کا استثناء کرتا ہے اوّل الا الذین یصلون الخ وہ لوگ کہ جو اُس قوم سے عہد رکھتے ہوں کہ جس سے اہلِ اسلام سے باہمی عہد ہو مثلاً ایک ایسی قوم ہے کہ اس کا اہلِ اسلام سے عہد ہے کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے نہ تم ہم پر یا ہم تمہارے مددگار تم ہمارے۔ عرب کی کوئی قوم مسلمان ہو اور دارالاسلام میں بسبب اور کافروں کے نہ آسکے کہ وہ مانع آتے ہوں اور وہ قوم اُن سے عہد کرے سو وہ بھی مسلمانوں کے عہد میں ہیں اُن سے بھی لڑنا نہ چاہیے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور یوں بھی اُن سے عہد کرلیں تب بھی اُن سے لڑنا نہ چاہیے کیونکہ آیت کا حکم عام ہے۔ الغرض جس قوم سے اہلِ اسلام کا عہد ہو یا عہد والی قوم سے عہد ہو وہ حکمِ قتل و جہاد سے مستثنیٰ ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کفارِ عرب کی کس قوم کے ساتھ عہد تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ اسلمی لوگوں سے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے وقت ہلال بن عُویمر اسلمی سے عہد کرلیا تھا کہ نہ تُو ہم سے سرکشی کرنا نہ ہم تجھ پر چڑھائی کریں گے۔ اور جو تم سے پناہ لے گا ہم بھی اُس کو پناہ دیں گے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں وہ ہم عہد لوگ بنو بکر بن زید مناۃ تھے، مقاتلؒ کہتے ہیں کہ خزاعہ و خزیمہ بن عبد مناۃ سے عہد تھا، پس جو خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن تلے اور عہد میں آگئے اُن سے

ع ۱۲

کیونکر جنگ کی جاسکتی تھی۔ دوم اوجاؤکم حصرت صدورہم کہ وہ تنگ آگئے ہوں گے نہ اہلِ اسلام تم سے لڑتے ہوں نہ تمہارے ساتھ ہوکر اپنی قوم سے لڑتے ہوں یعنی یک طرفہ ہوں پھر عام ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا اہلِ اسلام کے پاس آویں یا اپنے مقام ہی سے یہ بات اور امن قائم کرنا ظاہر کردیں اوجاؤکم کے یہی معنے ہیں۔ بیضاوی کے حاشیہ میں اس مقام پر لکھا ہے المراد بالمجیئ الاتصال وترک المعاندۃ والمقاتلۃ لاحقیقۃ المجیئ - اور یہ قوم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تنگ ہوکر آئی تھی بنو مدلج تھے ایسی قوموں سے بھی لڑنا نہ چاہیئے، خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مسلّط اور قادر کردیتا۔ پھر اسی فریق کی تشریح فرماتا ہے فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم کہ اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑائی نہ کریں اور تم سے صلح اور امن کے خواہاں ہوں والقوا الیکم السلم تو ان سے ہرگز نہ لڑو اُن پر خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے کوئی حجت نہیں رکھی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کفّار و مشرکین اہلِ اسلام سے نہ لڑیں یا معاہدہ کرلیں تو ان سے جنگ نہیں نہ ان کا قتل کرنا جائز ہے، ان کو آزادی ہے۔ لڑنے کا اور جہاں کہیں مل جائیں مارنے کا حکم خاص ان لوگوں سے ہے کہ جن کا حال ان جملوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے برعکس دوسرے چالاک اور بدمعاش تم کو عنقریب ایسے ملیں گے کہ جو صلح و امن یا اسلام تم سے ظاہر کرکے تم سے بھی امن میں رہنا چاہیں گے اور پھر اپنی قوم کے پاس جاکر اُسی کفر و سرکشی میں شریک ہوکر اُن سے بھی امن میں رہنا چاہیں گے بلکہ جب وہ اسلام کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لئے بلائے جاویں گے تو اس فتنہ و فساد میں کود پڑیں گے جیسا کہ اسد اور غطفان کی قوم نے کیا تھا پھر اگر ایسے لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں اور تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور سچی صلح نہ کریں اور تم سے لڑنے سے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو جہاں پاؤ قتل کرو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے تمہارے لئے خدا تعالےٰ نے حجت قائم کردی ہے بلاشک اگر ایسے لوگوں سے یہ نہ کیا جاوے تو پھر کیا کیا جاوے۔

حتے یہاجروا۔ ہجرت جدائی اور ترک کرنا ہے۔ حقیقۃً ہجرت وہ ہے کہ جس کی تشریح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے والمہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ۔ رواہ البخاری کہ مہاجر وہ ہے کہ جو خدا تعالےٰ کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑدے۔ اس میں اُس شہر اور وطن کا رہنا بھی آگیا کہ جہاں کفّار کا ایسا غلبہ ہو کہ جو شرائع اسلام بآزادی ادا نہ کرنے دیں ایسی صورت میں وہاں سے ترک وطن کرنا اور مسلمانوں کے ملک میں چلا جانا ضروری ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب تک کہ مکہ مکرمہ فتح نہ ہوا تھا اور وہاں کفّار کا غلبہ تھا وہاں سے ہجرت کرنا ضروری تھا اس کی بڑی تاکید کی جاتی تھی سو لوگ ہجرت کرکے مدینہ طیّبہ میں آتے تھے پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو فرمادیا کہ اب ہجرت کی کچھ ضرورت نہیں نیک نیتی اور جہاد چاہیئے ہندوستان آج کل اگرچہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہے پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں آکر دارالاسلام صدیوں تک رہ چکا ہے۔ اب دارالاسلام تو نہیں مگر یہ لوگ اب تک شرائع اسلام سے منع بھی نہیں کرتے اس لئے دارالحرب بھی نہیں بلکہ دارالامن ہے، اس لئے ہجرت کرنا ضروری نہیں، واللہ اعلم ؛

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا

اور کسی مومن کا (یہ) کام نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے

اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

مگر غلطی سے (ہو تو اور بات ہے) اور جو کوئی مومن کو خطاءً قتل کرڈالے تو

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى

اس کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور مقتول کے وارثوں کے

اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ

پاس دیت پہنچانی چاہیئے (ہاں) اگر وہ خود معاف کردیں (تو خیر) پھر اگر وہ

مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ

(مقتول مومن) اُس قوم کا ہو کہ جو تمھاری دشمن ہے تو مسلمان غلام

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ط وَاِنْ كَانَ مِنْ

ہی آزاد کردے، اور اگر وہ اُس قوم سے ہو کہ

قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

اُس میں اور تم میں باہم معاہدہ ہے تو اُس کے وارثوں

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

کو دیت دینی چاہیئے اور مسلمان غلام (بھی) آزاد

مُّؤْمِنَةٍ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

کرنا چاہیئے۔ پھر جس کو میسّر نہ ہو تو پے درپے دو

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ

مہینے روزے رکھے خدا تعالےٰ سے معافی چاہنے

اللّٰهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

کے لئے۔ اور اللہ تعالےٰ علم والا حکمت والا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ

اور جو کوئی کسی مومن کو عمدًا قتل کردے تو اُس کی سزا

جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ

جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور (نیز) خدا تعالےٰ کا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا

غضب اس پر نازل ہوگا اور اس پر اُس کی پھٹکار پڑے گی اور اسُ

عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

ترکیب

ان یقتل اسم کان۔ لمؤمن خبر لے ما شان المؤمن قتل المؤمن فی ای حال الّا خطأً الا فی حال الخطأ اور ممکن ہے کہ الّا بمعنے لکن ہو۔ ومن قتل شرط فتحریر خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فالواجب وقیل خبرہٗ محذوف ای فعلیہ تحریر مضاف رقبۃ مؤمنۃ مضاف الیہ ودیۃ معطوف ہے تحریر پر جملہ جواب شرط الا ان یصّدّقوا استثناء منقطع ہے وقیل متصل والمعنے فالواجب دیۃ فی کلّ حال الّا فی حال التصّدّق فان شرطیہ کان اس کا اسم المقتول من قوم خبر عدوّ لکم اس کی صفت وہو مؤمن جملہ حال ہے المقتول سے یہ سب شرط فتحریر الخ جواب۔

تفسیر

پہلی آیت میں اُن لوگوں کے قتل کی اجازت تھی کہ جو مسلمانوں میں آکر مسلمان اور کافروں میں جاکر اُن کے ساتھ ہوکر مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے ایسے موقع میں کبھی وہ لوگ بھی آجاتے ہیں کہ جو صدقِ دل سے مسلمان ہیں اور اہلِ اسلام اُن کو کافر ہی سمجھتے ہیں سو ایسے لوگوں کے قتل سے منع کیا اور اس کے ضمن میں عمومًا ایمانداروں کے قتل کرنے کا مسئلہ بھی بیان کرنا مناسب ہوا۔ فرماتا ہے کہ کسی مؤمن کو کسی مؤمن کا قتل کرنا درست نہیں مگر بھول چوک ہو تو معذور ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہی سبب ہوا کہ اسلام میں دو ایک موقع ہوچکے تھے۔ عُروہ ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جنگِ اُحد میں ایسا اتفاق ہوا کہ حذیفہ ابن الیمانؓ کے والد یمانؓ بوقتِ جنگ ایک بھیڑ میں آگئے مسلمانوں نے ان کو کافر سمجھ کر اُن پر تلواریں مارنی شروع کردیں گو حذیفہؓ کہتے رہے کہ میرے والد، مگر اس ہنگامہ میں کوئی نہ سمجھا یہاں تک کہ وہ قتل ہوگئے۔ پھر جب معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت ملال ہوا۔ اس پر یہ آیت کفارہ بنانے کے لئے نازل ہوئی اور اس امر میں دیت کا بھی فیصلہ کردیا۔ اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو خطأً نادانستہ قتل کردے تو مقتول کے وارثوں کو دیت دی جائے اگر وہ معاف کردیں تو مضائقہ نہیں اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے دیت اس لئے کہ مسلمان کے خون کا جو بلا وجہ مارا گیا ہے

معاوضہ نہ لینے کی کوئی وجہ نہیں چونکہ خطأً مارا گیا ہے اس لئے قاتل کو معاوضہ میں قتل کرنا خلافِ انصاف تھا مگر دیت یعنی خون بہا لینا مقرر کیا اور غلام آزاد کرنا اس لئے فرمایا کہ اگرچہ اس نے یہ کام قصداً نہیں کیا مگر بے احتیاطی کی گئی اس لئے جس طرح اس نے ایک مسلمان کو مارا اُس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے، گویا آزاد کرنا زندہ کردینا ہے {کیونکہ غلامی انسان کی صفتِ مالکیت اور آزادی کو (جو اس کی فطرت میں رکھی ہے اور جو اس کی حیات کا مقتضی ہے) زائل کرتی ہے اور اس میں بنی نوع انسان پر احسان بھی ہے} پھر اگر وہ مقتول مسلمان جو نادانستہ مارا گیا ہے اُس قوم کا ہے کہ جس سے اہلِ اسلام سے معاہدہ اور دوستی نہیں بلکہ دشمنی قائم ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ میں مسلمان غلام ہی آزاد کرنا چاہیے وارثوں کو دیت نہ دی جائے کیونکہ اس سے اسلام کے مخالفوں کو روپیہ کی مدد ملتی ہے اگرچہ ایسی صورت میں آیت میں صرف غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے دیت دینے کا ذکر نہیں مگر معرضِ بیان میں سکوت کرنا نفی پر دلالت کیا کرتا ہے اور اگر وہ اُس قوم کا ہے کہ جس میں اور اہلِ اسلام میں باہم عہد ہے تو وہاں دیت وارثوں کو دی جائے اور مسلمان[1] غلام بھی آزاد کیا جائے۔ اور جو غلام آزاد کرنے کا مقدور نہ ہو تو اس کی جگہ پے درپے دو۲ مہینے کے روزے کفارہ میں رکھے اگر بیچ میں بجز عذرِ معمولی کے جو عورتوں کو لاحق ہوتا ہے روزہ ترک ہو گا تو پھر سرے سے دو۲ مہینے پورے کرنے پڑیں گے اور دو۲ مہینے روزے مقرر ہونے میں ایک سرِّ روحانی ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس جگہ چونکہ مقتول کے لئے مومن کی قید نہیں اس سے بعض علماء نے ذمی مقتول کا بھی یہی حکم نکالا ہے[2]۔ اس حکم کے بعد کسی مسلمان کو قصداً قتل کرنے کی بابت فرماتا ہے ومن یقتل مؤمنا متعمدا الآیہ چونکہ قتلِ عمد کا حکمِ قصاص و دیت سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الخ اس لئے یہاں صرف آخرت کی سزا بیان فرماتا ہے کہ وہ قاتل ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس کے لئے لعنت اور غضبِ الٰہی اور اُس کو عذابِ عظیم ہے۔ ابنِ عباسؓ آیت کو ظاہر طور پر محمول کرکے قاتلِ عمد کے لئے ہمیشہ کا عذاب ثابت کرتے ہیں اور اس کی توبہ کو بھی غیر مقبول کہتے ہیں اور خوارج نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قتلِ عمد گناہِ کبیرہ بالاتفاق ہے باوجودے کہ اس کی سزا ابدی جہنم ہے۔ ثابت ہوا کہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے ابدی جہنم ہے۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس قتلِ عمد سے مراد وہ ہے کہ جو جائز جان کر کیا جاوے تو بیشک اُس کی یہی سزا ہے کیونکہ کبیرہ کا جائز جاننے والا کافر ہے اور کافر کی ابدی جہنم سزا ہے یا یہ کہ جزا تو اس کی یہی ہے مگر وہ کریم بوجہ ایمان کے قاتل کو بحکمِ آیۃ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ابدی جہنم سے نجات دے گا۔ اب ہم آیت کا مطلب بیان کر چکے اس کے بعد چند ابحاث لکھتے ہیں جو احکامِ دیت اور قتلِ خطاء کے متعلق ہیں (۱) قتل کی پانچ قسم ہیں۔ پہلا قتلِ عمد تلوار وغیرہ ہتھیار سے جان کر قتل کرنا۔ اس میں قاتل مارا جائے گا خواہ کتنے قاتل کیوں نہ ہوں۔ بحکمِ آیت کتب علیکم القصاص اور آخرت کا گناہ بحکمِ آیت فجزاؤہ جہنم ہاں اگر مقتول کے وارث معاف کردیں یا دیت پر راضی ہوجائیں تو دیت دلائی جائے گی اور یہ قاتل اگر وارث کو قتل کریگا تو میراث سے بھی محروم ہوگا۔ دوسرا قتلِ خطاء مثلاً شکار سمجھ کر دُور سے کسی آدمی پر گولی چلادے اور وہ مرگیا یہ خطاء یعنی چوک قصد میں واقع ہوئی یا کسی مسلمان کو جنگ

ف ۱ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس کے والدین میں کوئی مسلمان ہو۔ یہ شافعیؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔ ابن عباسؓ اور حسنؒ اور شعبیؒ اور نخعیؒ کے نزدیک وہ غلام آزاد کیا جاوے جو نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو

ف ۲ مگر یہ صحیح نہیں کس لئے کہ مقتول مومن ہی کا ذکر چلا آتا ہے کان کی ضمیر بھی اسی کی طرف پھرتی ہے ۱۲ منہ

میں کافر سمجھ کر مار ڈالا اور ایک خطا فعل میں بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ نشانہ پر گولی چلاتا تھا کسی انسان کے لگ گئی اس کا حکم آیت میں بیان ہوچکا اس میں بھی میراث سے محروم رہتا ہے۔ احادیث سے ایک اور بھی قتل ان دونوں کے درمیان ثابت ہوا ہے جو شبہ بالعمد ہے۔ یہ قتل ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ ہے جو ان آلات سے واقع ہو جو قتل کے لئے موضوع نہ ہوں جیسا کہ لٹھ اور پتھر۔ صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ بھی قتل عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ جس سے غالباً آدمی نہیں مرتا اُس سے مارے جیسا کہ بغیر قصدِ ہلاک کے چھڑی یا تھپڑ مارے اور وہ مرجائے۔ شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور کفارہ اور میراث سے محرومی ہے۔ چوتھا قتل خطا کے قائم مقام جیسا کہ سوتا ہوا آدمی کسی پر گر پڑے اور جس پر گرا ہے وہ مرجائے اس کا حکم بھی قتل خطا کا حکم ہے۔ پانچواں قتل بالسبب جیسا کہ رستہ میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر کر مرجائے اس میں دیت ہے نہ کفارہ نہ حرمانِ میراث۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ کفارہ بھی اور حرمانِ میراث بھی ہے۔ (۲) دیت ودی سے مشتق ہے جیسا کہ شیۃ وشی سے واؤ حذف ہوگیا اس کے معنی معاوضہ کے ہیں مگر عرب میں صرف خون کے معاوضہ کو دیت کہا جاتا ہے یعنی خون بہا اس کی دو قسم ہیں مغلظہ یعنی سخت سو وہ شبہ عمد میں آتی ہے اس میں سو اونٹ چار قسم کے ہیں ۲۵ بنت مخاض[۱] ۲۵ بنت لبون ۲۵ حقہ ۲۵ جذعہ۔ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تین قسم کے لینے چاہئیں ۳۰ جذعہ ۳۰ حقہ ۴۰ ثنیہ حاملہ۔ دوسری مخففہ وہ قتل خطا میں آتی ہے اس میں سو اونٹ پانچ قسم کے ہیں ۲۰ بنت مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ ابن مخاض ۲۰ حقہ ۲۰ جذعہ۔ یا ہزار دینار اور یہ نہ ہوں تو دس ہزار درہم۔ امام شافعیؒ بارہ ہزار درہم کہتے ہیں مسلمان اور ذمی کی برابر ہے خلافاً للشافعیؒ۔ یہ دیت تین سال میں بتدریج قاتل کے کنبہ اور قوم سے وصول کی جاتی ہے کہ جس کو عاقلہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے ہر ایک نفع و نقصان کے شریک ہیں اس ناگہانی حادثہ میں بھی ان کو شریک ہونا چاہیئے تاکہ آئندہ اس کو احتیاط پر مجبور کیا کریں۔ یہ مذہب جمہور کا ہے اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے مگر ابوبکر اصمؒ کے نزدیک خاص قاتل سے لینی چاہیئے۔ باقی قتل اور نقصان مال اور تاوان کے مسائل احادیث سے ثابت ہیں، واللہ اعلم

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ

ایماندارو! جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو (یعنی جہاد

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا

کو نکلو) تو تحقیق[۲] کرلیا کرو اور جو شخص تم کو

لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ج

سلام کرے اس کو زندگانی دنیا کا اسباب لینے کے لئے (یہ) نہ کہدیا کرو

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ

کہ تو مسلمان نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

کے پاس تو بہت ہی غنیمتیں ہیں۔ پہلے تم (بھی تو) ایسے ہی تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط

(لیکن) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کردیا، پس تحقیق کرلیا کرو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (۹۴)

بے شک جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے (خوب) واقف ہے۔

ترکیب

اذا ضربتم لے سافرتم للجہاد شرط فتبینوا جواب السلام اور سلم دونوں طرح سے آیا ہے اوّل کے معنی تحیۃ دوسرے کے معنی انقیاد بکلمۂ شہادۃ تبتغون حال ہے فاعل لاتقولوا

[۱] بنتِ مخاض اُس اونٹ کو کہتے ہیں جو دوسرے برس میں ہو بنتِ لبون وہ جو تیسرے سال کا حقہ یعنی بوجھ لادنے کے قابل جو چوتھے برس میں ہو جذعہ جو پانچویں میں ہو ۱۲ منہ

[۲] یعنی جو تمہارے سامنے آئے اس کو بے دریغ تہہ تیغ نہ کردیا کرو دریافت کرلیا کرو کہ یہ کون ہے دشمن ہے یا دوست یا کوئی راہ گیر ۱۲ منہ

سے کذٰلک کنتم خبر کنتم ضمیر انتم اس کا فاعل ان اللہ کو بالکسر جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے پڑھا ہے اور بالفتح بھی معمول تبینوا کا بنا کر۔

تفسیر

قتل خطا کے بارے میں ابھی تہدید ہو چکی تھی اور یہ قتل ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو بیشتر جہاد میں پیش آتا تھا اس لئے یہاں جہاد میں ہوشیاری اور احتیاط کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

بعض اہل اسلام کو جہاد میں یہ بات پیش آئی کہ جب دشمن پر انھوں نے قابو پایا تو اس نے لا الہ الا اللہ جان بچانے کو کہدیا مگر صحابہؓ نے یہ سمجھا کہ یہ دل سے نہیں صرف جان بچانے کے لئے کہتا ہے اس کہنے پر بھی قتل کر دیا جس کی خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سخت ناخوش ہوئے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم نے اسامہ ابن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ قبیلہ کی طرف بھیجا مجھے ان میں سے ایک شخص مل گیا میں نیزہ سے اس کو چوکنے لگا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا انجام کار میں نے اس کو قتل کر دیا پھر آکر ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی تو فرمایا کیا تو نے اس کو باوجود اس کہنے کے مار ڈالا؟ اسامہؓ نے کہا اس نے بچنے کے لئے کہا تھا۔ فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا یعنی تجھے اس کے دل سے کیا کام احکام شرع ظاہری ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت میں تو اس لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دے گا؟۔ اسی طرح ایک روایت صحیحین میں مقداد بن اسودؓ کے بارے میں ہے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم جہاد میں باہر جاؤ (اللہ تعالےٰ کی راہ میں سفر کرنا عام ہے مگر یہاں مراد جہاد ہے) تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہ یہ کون شخص ہے یہ نہیں کہ دور سے ہی اس کا کام تمام کر دیا جاوے

جہاد میں جو اسلام ظاہر کرے اس کو کافر نہ کہو

یا شبہ میں کسی کو قتل کیا جاوے۔ اور نیز جو تمہارے روبرو اسلام پیش کرے یعنی کلمہ توحید کہے جیسا کہ روایت صحیحین سے پایا جاتا ہے یا صرف سلام کہے اور امان مانگے جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ جس کو اس نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک آدمی صحابہؓ کے پاس سے بکریاں لے کر گزرا اس نے سلام کیا مگر اس کو صحابہؓ نے مارا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ایسے شخص کو یوں کہو تو مسلمان نہیں، کیا تم غنیمت کے لئے ایسا کرتے ہو اور دنیا کا مال چاہتے ہو جو عرض یعنی فانی ہے۔ سو اللہ تعالےٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ان پر نظر رکھو۔ پہلے تم بھی تو کافر تھے اسی کلمہ کی بدولت خدا تعالےٰ کے فضل و احسان سے تم اسلام میں آئے ہو اس پر تنبہ ہونے کے لئے ان اللہ کان بما تعملون خبیرا فرمادیا۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وہ مسلمان جو بغیر کسی (معقول) عذر کے (جہاد سے) بیٹھ رہے

غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ

ہیں ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالےٰ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ

کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کر رہے ہیں۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو (بلا عذر

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ

یا بعذر) بیٹھنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے۔ اور (یوں تو) اللہ تعالےٰ

اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ

کا نیک وعدہ سب (مسلمانوں) سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ

پر اجر عظیم کے اعتبار سے (بھی) فضیلت دی ہے (وہ اجر عظیم کیا ہے؟) بڑے

مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ

بڑے درجے اور بخشش اور رحمت، اور اللہ تعالےٰ

اللّٰہُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۹۶﴾

بخشنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

من المؤمنین بیان ہے القاعدون کا غیر کو بالضم بھی پڑھا ہے کیونکہ یہ قاعدون کی صفت ہے اور بالفتح بھی کیونکہ یہ استثناء ہے قاعدون یا مؤمنین سے اور بالکسر بھی پڑھا ہے صفت مؤمنین کی بنا کر درجۃً مصدر ہے بمعنے فضیلۃ تب یہ مفعول مطلق ہے اور تمیز بھی ہوسکتا ہے اور ظرف بھی لے فی درجۃ و منزلۃ وعد فعل اللّٰہ فاعل الحسنیٰ مفعول ثانی کلاًّ مفعولِ اوّل درجات و مغفرۃ و رحمۃ اجرًا عظیمًا کا بیان ہے۔

تفسیر

جہاد میں چونکہ قتلِ خطا بھی پیش آجاتا تھا جس کے لئے کفّارہ اور دیت کا ذکر ہوا اور نیز بعض وہ لوگ بھی کہ جنہوں نے لاالٰہ الا اللّٰہ کہدیا تھا مارے گئے تھے اور اس پر تہدید صادر ہوئی تھی اس سے کسی قدر مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوکہ گھر بیٹھ کر عبادت و ریاضت کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ایسی بات پیش نہیں آتی مگر خدا تعالےٰ کو دنیا میں آسمانی سلطنت (کہ جس کی خبر انبیاءؑ دیتے آئے ہیں) قائم کرکے دنیا کو بدی اور شرک سے پاک کرنا تھا اور یہ بات بغیر لشکر مجاہدین کے عالمِ اسباب میں ممکن نہ تھی اس لئے یہاں فرمادیا کہ بغیر ضرر یعنی مرض کے جو لوگ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں جو اپنے مال اور جان سے اللّٰہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اس سے نفی مساوات کی تو ہوئی مگر مجاہدین کی بھی فضیلت بیان ہوئی تھی اس لئے فضل اللّٰہ المجاہدین الخ فرمایا کہ جو بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہے ہیں اُن کا تو کیا ذکر ہے مگر جو عذر سے بھی بیٹھے ہیں اُن پر بھی خدا تعالےٰ نے اللّٰہ تو کی ۱۴
راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو درجہ میں فضیلت دی ہے مگر چونکہ عذر والے بھی دل میں اس کی نیت رکھتے ہیں صرف ناچاری سے شریک نہیں ہوسکتے اس لئے ان کے لئے بھی خدا تعالےٰ نے بہتری یعنی جنت و مغفرت کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب لایستوی القاعدون الخ نازل ہوا تو عبداللّٰہ بن اُمِّ مکتومؓ جو نابینا تھے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آکر رونے لگے کہ یا حضرتؐ! مجھے کیا حکم ہے؟ تب غیر اولی الضرر نازل ہوا اور وکلاًّ وعد اللّٰہ الحسنیٰ سے ان کو بھی بوجہ نیت کے شریک کیا گیا مگر چونکہ مجاہدین ایک بھاری کام میں مصروف ہیں اور جان و مال کو اللّٰہ تعالےٰ پر قربان کر رہے ہیں اس لئے ان کو مخصوص کرکے فرمایا وفضّل اللّٰہ المجاہدین علے القاعدین اجرًا عظیمًا پھر اس اجر عظیم کی تفصیل فرماتا ہے درجٰت منہ ومغفرۃ ورحمۃ، کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو جنت کے درجات اور مغفرتِ مخصوصہ میں کہ جو وہاں کی فرحت ابدی ہے اور رحمتِ مخصوصہ میں جو اس کے دیدار کی تجلّی ہے خاص کرلیا ہے مگر پھر اور ریاضت و عبادت والوں کی طرف بھی اشارہ کرکے وکان اللّٰہ غفورًا رحیمًا فرمادیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ

بیشک جن کی فرشتے (ایسے حال میں) روح نکالتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر

اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا

ستم کر رہے ہیں اُن سے پوچھیں گے کہ تم (دارالحرب میں پڑے پڑے) کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم

مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا

اس جگہ مجبور تھے، (فرشتے) کہیں گے کہ

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا

کیا خدا تعالےٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں کہیں چلے

فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ

جاتے۔ سو وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ (بہت ہی) بری

ف ۲ مجاہدین کو خانہ نشینوں پر درجہ فضیلت ہے۔ ۳۴۵ ع ۵

لہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴ پر ملاحظہ کریں ۱۲

مَصِيرًا ﴿۹۷﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

جگہ ہے، مگر جو مرد اور عورت اور لڑکے

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

(لڑکیاں) ایسے بے بس ہیں کہ نہ کوئی (نکلنے کا)

يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ

حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ ان کو کوئی رستہ

سَبِيلًا ﴿۹۸﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ

ملتا ہے۔ سو ان کے لئے امید ہے کہ خدا تعالیٰ معاف کر دے

يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا

(کیونکہ) اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا (اور) بخشنے

غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ

والا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت

اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا

کرے گا (تو) اس کو زمین میں آسائش اور فراخ دستی (بھی)

وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ

ملے گی۔ اور جو کوئی اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ تعالیٰ

مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ

اور اس کے رسول ؐ کی طرف نکلے پھر اس کو موت آ

الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَ

لیوے تو بیشک اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوچکا۔ اور

كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۴

اللہ تعالیٰ بخشنے والا (بڑا) مہربان (غفور الرحیم) ہے۔

ے (حاشیہ صفحہ ۱۹۳) ان آیات میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانے کے بعد اپنے گھروں اور بال بچے اور مال و اسباب میں پڑے رہتے ہیں اور مخالفوں کے خوف سے ارکانِ اسلام نہیں بجا لاسکتے حالانکہ جہاں ارکانِ اسلام بجالانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے اور اسی کو ہجرت کہتے ہیں۔ جہاں کہیں جس کو آزادی ملے چلا جائے بس ایسے دنیا پسند مصلحت اندیش لوگوں سے بوقتِ مرگ فرشتے یوں پوچھیں گے اور ان کو ہجرت نہ کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا تھا ۱۲ منہ

ترکیب

ظالمی مضاف انفسہم مضاف الیہ یہ حال ہے ضمیر ہم سے جو توفّٰہم میں ہے فتہاجروا منصوب ہے جواب بن کر استفہام کا کیونکہ نفی بسبب استفہام کے اثبات ہوگی الا المستضعفین استثناء ہے اولٰئک ماوٰہم جہنم سے من الرجال والنساء والولدان، مستضعفین کا بیان ہے لایستطیعون اس سے حال مبیّنہ ہے۔ خبرِ انّ قالوا وقیل فاولٰئک وقیل محذوف وہو ہلکوا۔

تفسیر

مدینہ میں چونکہ لوگ ہجرت کرکے مجتمع ہوگئے تھے جو جہاد قائم ہونے کا باعث ہوا۔ اور جہاد کی رغبت پچھلی آیت میں بیان ہوچکی تھی اور بعض لوگ جو کہ مکہ میں یا اور شہروں میں ایمان تو لے آئے تھے مگر بسبب حبّ وطن کے ہجرت کرکے اس جماعت میں شریک ہونے سے پہلو تہی کرتے تھے اور نیز کفار کے شہروں میں وہ ادائے مراسم دینیہ سے بھی روکے جاتے تھے اس لئے ان آیات میں ہجرت کی تاکید اور بوقت مرگ یا بعد مرگ جو کچھ ملائکہ سے جواب و سوال ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے کہ جن ظالموں کی فرشتے جان قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟ یعنی دین میں کیا مدد کی؟ وہ اپنا عذر بیان کریں گے کہ ہم مجبوری سے یہاں رہتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ کیا خدا تعالیٰ کی زمین تنگ تھی؟ کیوں ہجرت کرکے نہیں چلے گئے؟ (ظلم سے مراد گناہ ہے کیونکہ اس سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے جو اس کو عذاب کا مستحق بناتا ہے) پھر ان لوگوں کو اس عتاب سے مستثنیٰ کرتا ہے جو درحقیقت معذور ہوں، جیسا کہ بیمار یا عمر رسیدہ یا مقیّد مرد بچے عورت اور ہجرت نہ کرنے کے بیشتر یہی دو ۲ سبب ہوتے ہیں۔ ایک ۱ یہ کہ پردیس میں یہ عافیت اور آرام جو وطن میں ہے جاتا رہے گا۔ اس کی نسبت

خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعۃ
کہ اس کو خدا تعالیٰ کشائش اور آرام دے گا۔ چنانچہ دیا۔
مراغم رغام سے مشتق ہے جس کے معنے خاک کے ہیں۔ بولتے
ہیں رغم انف فلان کہ خاک میں بھر گئی اس کی ناک یعنی
شرمندہ و ذلیل ہوا۔ چونکہ مہاجر کا دار ہجرت میں کشائش
پانا اس کے مخالفین کے لئے شرمندگی کا باعث ہے اس لئے
اس کشائش کو مراغم کہا۔ دوم یہ کہ شاید ہم راستہ میں مرجاویں
اس کی بابت فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ کہ جو اپنے
گھر سے ہجرت کے لئے نکلے اور رستہ میں موت آجاوے
تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہوچکا۔ ہجرت کا مسئلہ ہم بیان
کرچکے ہیں کہ یہ اس ملک اور شہر میں کہ جہاں کفار کی وجہ سے
شرائع اسلام کو آزادی سے ادا نہ کرسکے واجب ہے جیسا
کہ قبل فتح اہل مکہ پر تھا۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ
اور (مسلمانو) جب کہ تم سفر میں ہو تو تم کو کچھ (بھی)
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ
گناہ نہیں کہ نماز میں قصر
الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ
کردو ؎ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ کافر
الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا
تم کو ستائیں گے کیونکہ کافر (تو) تمہارے کھلم کھلا
لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾ وَإِذَا كُنْتَ
دشمن ہیں۔ اور جب کہ (اے نبی ﷺ) آپ بھی ف

فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ
(سفر میں) ان کے ساتھ ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کرو (یعنے امام
طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
بنو) تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار
أَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا
بھی ساتھ رکھیں پھر جب وہ سجدہ کرچکیں تو چاہیے کہ وہ تمہارے
مِنْ وَّرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى
پیچھے ہوجائیں اور وہ دوسرا گروہ کہ جس نے (آپ کے ساتھ) نماز
لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
نہیں پڑھی ہے آئے (اور) آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور چاہیے کہ وہ بھی
حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِينَ
ہوشیار رہیں اور اپنے ہتھیار (بدستور) لئے رہیں، (اور) کافر تو چاہتے
كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ
ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں
وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
اور اسباب سے غافل ہوجاؤ تو تم پر ایک ہی دفعہ لوٹ
وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ
پڑیں۔ اور تم پر (اس میں بھی) کچھ گناہ نہیں کہ اگر
كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ
تم کو مینہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو
مَّرْضٰى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ
اپنے ہتھیار اتار کر رکھدو۔ اور
خُذُوا حِذْرَكُمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ
اپنی ہوشیاری رکھو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

؎ قصر چار رکعت کی جگہ دو پڑھنا یہ قصر مسافر کے لئے درست ہے عام ہے
کہ دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو اور خوف کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے ۱۲
منہ ف اس کو صلوٰۃ الخوف کہتے ہیں جو جماعت کی فضیلت کے لئے اسلام
میں قائم ہوئی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یہ پیش آیا تھا اس کی
مختلف صورتیں ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک گروہ مسلمین ایک
رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو اور جو گروہ دشمن کے مقابلہ میں تھا
وہ آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہوجاوے اور ہر گروہ ایک ایک رکعت اپنے
طور پر پڑھ لے اور نماز پڑھنے میں ہتھیار ساتھ رکھیں اور ہوشیار رہیں اور جب مقابلہ
ہو اور اس کی بھی فرصت نہ ہو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرلینا چاہیے اور جو نماز قضا
ہوگئی ہے اس کو بعد میں ادا کریں ۱۲ منہ

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ

ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز سے

الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا

فارغ ہو چکو تو اللہ تعالےٰ کو یاد کرو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر

وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

اور لیٹ کر، پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے

صلوٰۃ قصر

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ

تو نماز قائم کرو، بیشک نماز ایمانداروں پر

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

وقت پر فرض کی گئی ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ

اور ان کے تعاقب کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر

تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ

تم تکلیف اُٹھا رہے ہو تو وہ (بھی) تمہاری طرح سے تکلیف

كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

اُٹھا رہے ہیں۔ اور تم کو تو اللہ تعالےٰ سے (وہ) امید

مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

ہے جو ان کو نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ خبردار

حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵

حکمت والا ہے۔

ترکیب

واذا ضربتم شرط فلیس الخ جواب ان تقصروا اے فی ان تقصروا من الصلوٰۃ کا من زائدہ ہے عدوًا بمعنے اعداءً وقیل مصدر علٰے فعول مثل القبول ولذا لم تجمع واذا کنت شرط فاقمت کنت پر معطوف فلتقم جواب لم یصلوا صفت ہے طائفۃ اُخریٰ کی قیامًا وقعودًا وعلٰے جنوبکم یہ تینوں حال ہیں فاعل اذکروا اللہ سے موقوتًا ای مقدرا وقتہا فلاتؤخر عنہ (جلالین)

تفسیر

منجملہ اُن چیزوں کے کہ جن کی مجاہد کو جہاد میں احتیاج ہے نماز کی کیفیت دریافت کرنا ہے کہ سفر میں کس طرح سے اور بوقتِ جنگ کیونکر ادا کرنی چاہیے۔ اس لئے خدا تعالےٰ ان آیات میں صلوٰۃِ قصر و صلوٰۃِ خوف کے متعلق مسائل بیان فرماتا ہے۔

واذا ضربتم سے لے کر عدوا مبینا تک صلوٰۃِ قصر کا مسئلہ مذکور ہے۔ قصر کے معنے لغت میں کم کرنے کے ہیں اور تخفیف کے خواہ کمیت میں خواہ کیفیت میں اس لئے اس مسئلہ میں علماء کے دو۲ قول ہیں ایک طاؤس رحمہ اللہ کا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس میں روایت ہے کہ قصر سے مراد بوقتِ جنگ اشارہ سے نماز پڑھ لینا ہے اور رکوع و سجود کی جگہ صرف اشارہ کر دینا اور نماز میں ہتھیار چلانا اور چلنا اور خون آلودہ کپڑوں سے نماز پڑھ لینا درست ہے کیونکہ رکوع و سجود میں دشمن کے غلبہ کا خوف ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عین مقابلہ میں ایسا ہی کیا ہے مگر یہ قول قوی نہیں کس لئے کہ قصر بمعنے تغیر اس کے بعد دوسری آیت میں مذکور ہے اور وہ ایک جدا حکم ہے۔ دوسرا جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا قول ہے وہ یہ کہ سفر کے وقت نماز کی تعدادِ رکعت میں کمی کی جائے ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت کی جگہ دو۲ پڑھی جاویں مگر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کے نزدیک سفر میں دو۲ رکعت خوف کے وقت ایک رکعت پڑھی جاوے۔ جمہور کے قول پر یعلے ابن امیہ وغیرہ کی بہت سی احادیثِ صحیحہ دلیلِ قوی ہیں۔ دوم قصر کے معنے عرفِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی تھے اور نیز من الصلوٰۃ سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ پھر جمہور ائمہ مجتہدین کے نزدیک مسافر کو رخصت ہے کہ وہ چار رکعت کی جگہ دو۲ پڑھے خواہ دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو وان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا کی شرط اس لئے ہے کہ دشمن کے خوف کے وقت یہ قصر غالبًا

واقع ہوتا ہے جیسا کہ لااکراہ فتیاتکم کے بعد ان اردن تحصنا
کی قید ہے اور نیز شرط کے وقت مشروط کا پایا جانا مفہوم
ہوتا ہے یعنی اگر سفر میں خوف ہو تو قصر کرو یہ مفہوم نہیں
ہوتا کہ شرط کے نہ پائے جانے سے مشروط نہ پایا جاوے یعنی اگر
سفر میں خوف نہ ہو تو قصر نہ کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ علاوہ اس کے
بہت سی احادیث صحیحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہؓ کا حالت سفر میں بغیر خوف دشمن کے قصر کرنا پایا گیا
ہے چنانچہ حارث بن وہبؓ سے بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت
کی ہے کہ منیٰ میں باوجودے کہ ہم بہت تھے اور نہایت امن
تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوؔ رکعت پڑھائیں۔
اور اسی طرح صحیحین میں انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حج کے لئے مکہ آئے تھے عصر کی
نماز ذی الحلیفہ میں دوؔ رکعت پڑھی۔

داؤد ظاہری اور اُن کے مقلدین کہتے ہیں کہ بغیر خوف کے
سفر میں قصر درست نہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کی بھی
کچھ تشریح نہیں کہ کس قدر سفر پر قصر ہے اس میں دوؔ منزل
چار منزل کی کچھ قید نہیں بلکہ عرف پر چھوڑ دیا اور مطلقاً
اذا ضربتم فرما دیا اس لئے داؤد ظاہری اور اُن کے مقلد قاضی
شوکانی نے اس کو مطلق قائم رکھ کر میل دو میل کے سفر پر
بھی قصر کی اجازت دیدی۔ جمہور علماء کے نزدیک ان کی یہ رائے
غلط ہے کس لئے کہ اگر نص کو بالکل مطلق رکھا جاوے تو ایک
محلہ سے دوسرے محلہ جانے میں بھی بحکم اذا ضربتم قصر کرنا
چاہیئے حالانکہ اس کا اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں اور
اگر نص کو مقرر کیا جاوے تو ضرور وہی معنے مراد لئے جاویں گے
جو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہؓ نے اس لفظ سے سمجھے ہیں اور
وہ ایک مقدار خاص ہے جس کو عرف میں سفر کہہ سکتے ہیں
جس کے اندازہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ شعبی اور نخعی
اور سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اقل مرتبہ تین روز کا راستہ
ہونا چاہیئے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کیونکہ مسلمؒ نے
حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ مسافر کے لئے مسح خفین میں
تین رات دن کا حکم ہے جس سے سفر کی اقل حد تین رات
دن سمجھی گئی۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اقل
مرتبہ یہ سفر چار برد تک ہونا چاہیئے ہر ایک برد چار فرسخ کا
اور ہر ایک فرسخ تین میل کا اُن میلوں سے جو ہاشم جد رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قدم قائم کئے ہیں وہ میل بارہ
ہزار قدم کا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصر رخصت
ہے خواہ مسافر چار پڑھے خواہ دو۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں
کہ قصر کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اگر مسافر چار رکعت پڑھے اور
دوؔ کے بعد بقدر تشہد نہ بیٹھے گا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ یعلے
ابن امیہؓ سے مسلمؒ نے روایت کی ہے کہ میں نے قصر کے بارے
میں حضرت عمرؓ سے پوچھا انھوں نے کہا میں نے بھی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا کہ اب تو امن ہوگیا قصر
کی کیا ضرورت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ
خدا تعالیٰ کا صدقہ ہے کہ جو تم کو عنایت ہوا سو تم اس کو قبول
کرو۔ اس کے بعد واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ سے
لے کر ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً تک صلوٰۃ
خوف کا مسئلہ بیان فرماتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور حسن بن
زیادؒ کے نزدیک یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
مخصوص تھا کیونکہ اذا کنت فیھم کی قید موجود ہے جمہور
کے نزدیک حکم عام ہے۔ صلوٰۃ الخوف کی صورت یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف
امام قوم کے دوؔ ٹکڑے کرے اور ان میں سے ایک گروہ کو ایک
رکعت پڑھاوے پھر جب یہ گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ
چکے تو پھر کیا کرے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں (ایک یہ) کہ یہ
گروہ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ میں چلا
جائے اور جو دشمن کے مقابلہ میں تھے وہ آکر صرف ایک رکعت
امام کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیر دیں امام کی دوؔ رکعت قوم کی
ایک ایک ہوگی۔ یہ قول مجاہدؒ اور جابر بن عبداللہؓ کا ہے۔

ف کس لئے کہ مفہوم مخالف کے اہل تحقیق قائل نہیں ۱۲

(دوم) یہ کہ اول گروہ کو امام دو رکعت پڑھاوے وہ سلام پھیر کر مقابلہ میں چلے جاویں اور جو مقابلہ میں تھے وہ آویں اُن کو بھی امام دو۲ رکعت پڑھاوے۔ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے امام دو بار پڑھے گا (سوم) یہ کہ امام ایک گروہ کو ایک رکعت پوری پڑھاوے اور پھر چپکا کھڑا رہے اور یہ لوگ اپنی دوسری رکعت ازخود تمام کرکے سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ میں چلے جاویں اور جو مقابلہ میں تھے وہ اگر امام کے ساتھ رکعت اخیر میں شریک ہوجاویں اور جتنی دیر تک وہ دوسری رکعت جو فوت ہوئی تھی تمام نہ کرلیں امام تشہد میں بیٹھا رہے پھر امام سلام پھیرے یہ بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ یہ قول سہل بن ابی حثمہؓ کا ہے اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے (چہارم) یہ کہ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر مقابلہ میں چلا جاوے اور سلام نہ پھیرے اور جو لوگ مقابلہ میں تھے وہ آکر اخیر رکعت میں شریک ہوجائیں اور ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں پھر اوّل گروہ آکر وہ جو ایک رکعت فوت ہوئی ہے اُس کو تمام کرکے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا گروہ آکر اپنی نماز تمام کرے فرق یہ ہے کہ اول گروہ نے اول الصّلوٰۃ کو پایا اور دوسرے نے اخیر کو۔ یہ عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یہ سب صورتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ رخصت کا دائرہ وسیع کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طور پر صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔ ان آیات سے یہ چاروں صورتیں ثابت ہوسکتی ہیں۔ اب ہم آیت کی تشریح کرتے ہیں، واذا کنت فیہم اے نبیؐ! جب تم مسلمانوں کے لشکر میں ہو اور حالت خوف کی ہو جیساکہ غزوہ ذات الرقاع اور ذات نخل میں یہ معاملہ پیش آیا کہ لشکرِ اسلام کی پُشت قبلہ کی طرف تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ نماز یہ حکم دیا کہ دو۲ ٹکڑے ہوجائیں چنانچہ ایک دشمن کے سامنے رہا اور ایک نے نبی علیہ السّلام کے ساتھ نماز پڑھی فلتقم طائفۃ منہم معک

اُن کے دو گروہ ہوکر ان میں سے ایک گروہ نماز میں آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو اور ایک دشمن کے سامنے ہو ولیاخذوا اسلحتہم یعنی جو لوگ نماز میں آپؐ کے ساتھ ہوں ہتھیار کھول کر نہ کھڑے ہوں جیساکہ تلوار و خنجر و پیش قبض بندوق کیونکہ اگر حاجت پڑے تو وقت پیش نہ آوے اور ممکن ہے کہ یہ خطاب اُس جماعت کے لئے ہو کہ جو دشمن کے مقابلہ میں ہے اور راجح یہ ہے کہ دونوں کے لئے خطاب ہے۔ فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم یعنی جو نماز میں نہیں ہیں اُن کو چاہیے کہ حراست کے لئے نمازیوں کے پیچھے سے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہوں یا جو لوگ نماز میں ایک رکعت پاچکے ہیں وہ اب جو نماز پڑھ رہے ہیں اُن کی حراست کے لئے دشمن کے سامنے کھڑے ہودیں۔ ولتات طائفۃ اُخریٰ لم یصلّوا فلیصلّوا معک یعنی وہ گروہ جس نے ہنوز نبی علیہ السّلام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ وہ اوّل ہی سے مقابلہ میں تھے یعنی گروہ دوم وہ بقایا نماز میں نبی علیہ السّلام کے ساتھ شریک ہوجاویں اور پھر اُن سب کو حکم ہے کہ ولیاخذوا حذرہم کہ اپنے بچاؤ کی چیزیں زرہ وغیرہ ساتھ لئے رہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حذر سے مراد ہوشیاری ہے۔ واسلحتہم جمع سلاح یعنی ہتھیار بھی نہ اُتاریں کیونکہ دوسری رکعت میں کفار کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ نماز میں ہیں اور دفعۃً حملہ کرنا چاہیں گے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ودّ الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃً واحدۃً مگر اس کے ساتھ مرض یا بارش[۱] وغیرہ عوارض کی وجہ سے ہتھیار رکھ دینے کی بھی اجازت ہے جیساکہ فرماتا ہے ولاجناح علیکم الخ۔ فاذا قضیتم الصّلوٰۃ یعنی جب نماز سے فراغت پاؤ تو ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہوجایا کرو بلکہ کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔

[۱] بارش میں ہتھیار بھیگ جاتے ہیں اور نیز کپڑے بھی ایسی حالت میں خصوصاً نماز کے وقت ہتھیار طبیعت کو گراں معلوم ہوتے ہیں ۱۲ منہ

بعض کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر جنگ سخت ہو اور صلوٰۃ خوف کی بھی مہلت نہ ہو تو پھر جس حال میں ممکن ہو یادِ الٰہی کرلو اور فاذا اطمأننتم فاقیموا الصلوٰۃ جب امن ہو جائے تو اس نماز کو جو جنگ میں فوت ہوئی قائم کرو۔ پھر آیت کو نماز کی تاکید پر تمام کرتا اور یہ بتلاتا ہے کہ یہ سب باتیں عارضی تھیں اصل یہ ہے کہ نماز کو ہمیشہ اس کے وقت پر قائم کیا کرو۔ کیونکہ ان الصلوٰۃ کانت علے المؤمنین کتابا موقوتا ای فرضا موقتا (کبیر) مکتوبا محدودا باوقات معلومۃ (مدارک) اس کے بعد پھر جہاد کی ترغیب دیتا ہے کہ تم سے اللہ تعالےٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے اور اس سے تم کو وہ امید ہے جو کفار کو نہیں پھر کیوں اُنکی لڑائی سے سستی کرتے ہو ولا تہنوا الخ، وترجون الخ۔

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
بیشک ہم نے (اے نبیؐ) آپ پر کتاب برحق نازل کی ہے

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ
جیسا کچھ خدا تعالےٰ نے تم کو بتایا ہے اُسی کے موافق لوگوں کے جھگڑے فیصل کیا کرو۔

وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّ
اور دغابازوں کی طرفداری نہ کیا کرو، اور

اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا
اللہ تعالیٰ سے معافی مانگا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان

رَّحِيمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ
ہے۔ اور جو لوگ اپنے آپ خیانت کر رہے ہیں آپ اُن

يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ؕ[1] إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
کی طرف سے نہ جھگڑیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی

مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿۱۰۷﴾ يَسْتَخْفُونَ
دغاباز گناہگار پسند نہیں۔ لوگوں سے تو

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ
مخفی کر سکتے ہیں (مگر) اللہ تعالےٰ سے مخفی نہیں

اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا
کر سکتے کیونکہ جب وہ راتوں کو بیہودہ باتیں کیا کرتے ہیں اس وقت

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
بھی (اللہ تو) اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُن کے

بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓأَنتُمْ هٰٓؤُلَآءِ
عمل کا احاطہ کر رکھا ہے۔ بھلا دیکھو تو دنیا میں

جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قف
تو تم اُن کی طرف سے جھگڑتے ہو۔

فَمَن يُجٰدِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
(لیکن) قیامت میں اُن کی طرف سے کون جھگڑے گا۔

أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَن
یا کون ان کا وکیل بنے گا۔ اور جس نے

يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ
برا کام کیا یا اپنے نفس پر ظلم کر لیا پھر

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُورًا
اس نے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی (تو) وہ اللہ تعالیٰ کو (بھی) معاف کرنے

رَّحِيمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا
مہربان پائیگا۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو اپنی ہی (خرابی کے)

يَكْسِبُهُ عَلٰى نَفْسِهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
لئے کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو تو (سب کی) خبر

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَن يَكْسِبْ
(اور) حکمت معلوم ہے۔ اور جو کوئی خطا یا گناہ کرکے

خَطِيٓئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيٓئًا
پھر اس کو کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے تو

[1] جو دغابازی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے حق میں برا کرتے ہیں کیونکہ اس کا وبال اور انجام کار انہی پر پڑتا ہے ۱۲ منہ

ف ان آیات میں مدینہ کے منافقوں کی طرفداری و حمایت پر عتاب ہے۔ منافق بڑے چرب زبان تھے ان کی باتوں سے بعض مسلمان انکی طرف سے وکالت کیا کرتے تھے کہ یہ ایسے نہیں کہ ان کو منع کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾

وہ بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتا ہے۔

ترکیب

ارانک کا مفعولِ اوّل ک اور مفعولِ ثانی محذوف ہے ای اراکہ یرم بہٖ کی ضمیر اثما کی طرف راجع ہے اور خطیئۃ حکم اثم میں ہے اور بعض کہتے ہیں یکسب سے جو کسب سمجھا جاتا ہے اسی کی طرف پھرتی ہے۔

تفسیر

پچھلی آیتوں میں جہاد کے اندر نماز کا حال اور پھر جہاد کی ترغیب بیان ہوئی تھی جس سے مخالفوں پر حق و ناحق وقت بے وقت زیادتی کرنے کا خیال عام طبائع میں پیدا ہونے کا احتمال تھا کس لئے کہ عام طبائع میں یہ جبلی بات ہے کہ جب ان کو جنگ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے تو اپنی طرف سے اور بھی شدت و سختی کرنے کی خواہش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ افراط و تفریط انسان کی طبیعت میں خمیر کی گئی ہے اس لئے اس کے بعد ان آیتوں میں اس بات کی تہدید کی گئی ہے کہ جہاد اور قتال اپنے موقع پر ہے باقی ہر ایک معاملہ میں مؤمن و کافر یگانہ و بیگانہ کا لحاظ نہیں بلکہ حق اور انصاف کو معاملات میں موافق قانونِ الٰہی یعنی کتاب اللہ کے ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا ایک قصہ یا واقعہ کے سننے پر موقوف ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے گزرا جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور وہ قصہ ان آیات کا سبب نزول ہے اور وہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں طعمہؓ بن اُبیرق ایک شخص بظاہر مسلمان اور درپردہ خراب آدمی تھا اُس نے قتادہؓ بن نعمان کی زرہ چُرا کر ایک یہودیؔ کے ہاں رکھدی اتفاق سے وہ زرہ اُس یہودی کے ہاں سے برآمد ہوگئی۔ یہودی نے کہا کہ میں نے چرائی نہیں بلکہ میرے پاس طعمہ رکھ گیا ہے۔ طعمہ سے پوچھا تو وہ صاف انکار کرگیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں چُرائی اور اس میں طعمہ کے بھائی بند اور اکثر مسلمان اس کو مسلمان سمجھ کر مددگار بن کر جھگڑنے لگے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رو برُو بھی یہودی کو ملزم ٹھیرانے لگے اور چوری کی سزا کا وہی بیچارہ مستحق ٹھہرنے لگا۔ چونکہ بظاہر یہودی کے گھر سے مال برآمد ہوا تھا اور یہودی کے قول پر کوئی گواہ یا دلیل بھی نہ تھی کہ طعمہ نے اس کو دی ہے اس لئے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال بھی اس باب میں یہودی کی طرف تھا کہ غالباً اس نے چُرائی ہے کس لئے کہ وحی تو ہنوز اس امر میں نازل ہوئی نہ تھی کہ غیب کا حال منکشف ہوتا اس میں قریب تھا کہ یہودی کو قطع یدکی سزا دی جائے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ انا انزلنا الیٰ خصیما کہ ہم نے اے نبیؐ! آپؐ کے اوپر قرآنِ برحق اس لئے نازل کیا ہے کہ آپؐ لوگوں میں اس کے مطابق بما ارٰئک اللہ (لاے علمک فیہ) فیصلہ کیا کریں اور خیانت کرنے والوں طعمہ وغیرہم کی طرف سے جواب دہی اور جھگڑا نہ کیا کریں بلکہ اس قصد سے واستغفر اللہ خدا تعالےٰ سے معافی چاہو کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ پھر اس حکم کی تاکید کرتا ہے۔ ولا تجادل عن الذین یختانون انفسہم کہ آپؐ ان خیانت کاروں کی حمایت نہ کریں (گنہگار یا چور غیر کی تو خیانت کرتا ہی ہے مگر دراصل اپنے نفس کی بھی خیانت کرتا ہے کہ اپنی نعماءِ جنت و عیشِ آخرت کو برباد کرتا ہے) کس لئے کہ ان اللہ لایحبّ من کان خوانا اثیما خدا تعالےٰ کو کسی دغاباز خائن گنہگار سے محبت نہیں۔ خوّان مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے طعمہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اگرچہ بظاہر اُس نے ایک خیانت کی تھی مگر انکار کرنا اور کسی بے جُرم پر جرُم لگانا یہ بھی خیانت ہے۔ علاوہ اس کے بعض روایات سے ثابت ہے طعمہ ہاتھ

ف جس کا نام زید بن سمین تھا ۱۲ منہ　له قبیلۂ بنی ظفر میں سے ہے ۱۲ حقانی

کاٹنے کی سزا سے ڈر کر مرتد ہو کر چلا گیا اور پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی دیوار گر پڑی دب کر مر گیا۔ اس لئے اس کو خوانًا اثیمًا کے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ آگے ان کی خیانت کے ثبوت میں فرماتا ہے یستخفون من الناس کہ وہ اس امر کو شرم یا ڈر کے مارے چھپاتے ہیں مگر اس سے کیا ہوتا ہے ولا یستخفون من اللہ۔ خدا تعالےٰ سے نہیں چھپا سکتے اُس پر ہر راز منکشف ہے۔ پھر اس کا ثبوت دیتا ہے وہو معہم اذ یبیّتون ما لا یرضٰی من القول کہ جب وہ رات کو ناپسند باتیں بناتے تھے تو وہ اُن کے ساتھ تھا۔ بیّت کے معنے ہم بیان کر چکے ہیں اور بیت کے معنے شب گزارنے کے بھی ہیں جس سے اس مخفی بات کی طرف اشارہ ہے جو طعمہ نے زرہ برآمد ہونے کے وقت کی تھی۔ وہ یہ کہ رات کو ایک گوشہ میں بیٹھ کر طعمہ نے اپنے بھائیوں دوستوں سے یہ کہا کہ میں یہودی کے ذمہ لگا دوں گا اور قسم کھا جاؤں گا تم بھی میری اس امر میں اعانت کرنا۔ اس کے بعد عمومًا اُن مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے جو طعمہ کے اس کی ظاہری دینداری کی وجہ سے طرفدار ہو گئے تھے ہا انتم ہٰؤلاء جادلتم عنہم فی الحیٰوۃ الدنیا۔ تم اُن کی طرف سے دنیا میں، تو جھگڑتے حمایت کرتے ہو مگر فمن یجادل اللہ عنہم یوم القیامۃ ام من یکون علیہم وکیلاً۔ قیامت کو کون اُن کی طرف سے جھگڑے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا (بلکہ کوئی بھی نہیں) جب کہ تہدید فرما چکا تو اس کے بعد توبہ کی طرف ترغیب دلائی جاتی ہے اور ترغیب کے لئے تین جملے کس حکمتِ بالغہ سے ذکر کئے جاتے ہیں (۱) ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورًا رحیمًا۔ سوء سے مراد بری بات ہے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے جیسا کہ طعمہ کا فعل چوری اور تہمت۔ اور ظلم نفس سے مراد وہ گناہ کہ جو اپنے نفس سے خاص ہو جیسا کہ زنا وغیرہ۔ اس آیت میں عمومًا خدا تعالےٰ بندوں کو اذنِ عام دیتا ہے کہ جو گنہگار ہماری جنابِ عالی میں معافی چاہے گا تو ہم اُس کو معاف کر دیں گے ؎ این درگہ ما درگہِ نومیدی نیست ؛ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ ؛ بعض علماء کہتے ہیں کہ استغفار کے ساتھ توبہ بھی شرط ہے۔ (۲) ومن یکسب اثمًا فانما یکسبہ علٰی نفسہ وکان اللہ علیمًا حکیمًا کہ اے بندے گنہگار! تیرے اس گناہ سے ہمارا کچھ ضرر نہیں ہوا بلکہ خاص تیرا ہی ضرر ہے پھر کیوں معافی نہیں چاہتا؟ اگر تو دل میں نادم اور پشیمان اپنے فعل سے ہوگا تو ہم علیم وحکیم ہیں معاف کر دینا ہماری علم و حکمت کا مقتضاء ہے۔ (۳) ومن یکسب خطیئۃً او اثمًا ثم یرم بہٖ (ای بذلک الکسب) بریئًا فقد احتمل بہتانًا واثمًا مبینًا۔ خطیئۃ گناہ صغیرہ اثمًا کبیرہ۔ اس میں اس بات کو جتلایا جاتا ہے کہ گناہ کر کے دوسرے بے گناہ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ طعمہ نے کیا یہ کوئی برأت کی وجہ نہیں کہ اس سے آدمی عند اللہ اور عند الناس بری ہو جایا کرے بلکہ اس کی تدبیر وہی توبہ و استغفار ہے اور یہ جو گنہگار تدبیر سوچتا ہے یہ اس کے حق میں دُنیا اور آخرت میں مضر ہے۔ بہتان سے اشارہ دنیا کی ندامت اور اثم مبین سے آخرت کی ندامت کی طرف ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
اور (اے نبیؐ) اگر تم پر اللہ تعالےٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ
ان میں سے ایک جماعت نے تو آپؐ کے بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا۔

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
اور تم کو تو وہ کیا گمراہ کرتے مگر اپنے ہی آپ کو (گمراہ کرتے) اور نہ وہ

يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ
تم کو کچھ ضرر ہی دے سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے تم پر

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ
کتاب اور حکمت نازل کی اور تم کو وہ باتیں سکھائیں کہ

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ

جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ اور (اے نبی ؐ) تم پر اللہ تعالےٰ کا بڑا ہی

عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ

فضل رہا ہے۔ (تمہارے مقابلہ میں) ان کے اکثر مشورے بے کار

نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ

ہیں مگر اس کا کہ جو خیرات یا نیک بات کا یا لوگوں میں

أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ

باہم اصلاح کرنے کا مشورہ دے۔ اور جو ایسی باتیں خدا تعالےٰ

ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ

کی مرضی حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے سو ہم اُس کو

نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ وَمَنْ يُشَاقِقِ

عنقریب اجر عظیم دیں گے۔ اور جو کوئی ہدایت

الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول ؐ کی نافرمانی

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

کرتا اور مسلمانوں کے برخلاف طریقہ پر چلتا ہے

نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَ

تو ہم بھی اس کو اسی رستہ پر چلائیں گے اور اس کو آگ میں گرا دیں گے، و

سَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ ع ۱۷ ۱۴

وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

ترکیب

لبمت جواب لولا۔ ما یضرونک من شئی من زائدہ ہے اور شئی بمعنی ضرر ہو کر مفعول مطلق ہے من نجوٰیہم صفت کثیر کی الا من امر استثناء لاخیر فی کثیر من نجوٰہم سے ہے۔ نجوٰی مصدر ہے بمعنے مشورہ۔ اور من ذات اشخاص کے لئے تو استثناء منقطع ہوگا اور یہ بھی بلغاء کے کلام میں بکثرت مستعمل ہے اور نجوٰی کا اطلاق کبھی مشورہ کرنے والوں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے واذ ہم نجوٰی اس صورت میں استثناء متصل ہوگا موضع جر میں بھی اور نصب میں بھی۔

تفسیر

ان آیات میں بھی اسی واقعہ کی طرف بطور تکملہ اور تتمہ کے اشارہ فرماتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کا تم پر فضل و رحمت نہ ہوتی تو ایک گروہ نے ان میں سے (یعنی طعمہ اور اُس کے اقارب نے) اے نبی ؐ! تم کو بہکا دینے کا قصد ہی کر لیا تھا کہ آپؐ سے یہودی پر ظلم کرائیں لیکن ہمیشہ اُس کا تم پر فضل رہا ہے۔ اُس نے وحی اور الہام سے تم کو مطلع کیا اور وہ جو آپؐ کے بہکانے کا قصد کرتے ہیں در اصل وہ اپنے تئیں گمراہ کرتے ہیں آپؐ کا کچھ بھی ضرر نہ کر سکیں گے (اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی طرف اشارہ ہے) اللہ تعالےٰ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور بہت سے احکام و شرائع جو تم نہیں جانتے تھے تم کو بتلائے اُس سے تم پر بڑا ہی فضل رہا ہے حقیقت میں انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف سے نعمت وحی اور الہام اور کتاب اور حکمت کا ملنا اور پھر اقتدار پا کر یگانہ بیگانہ میں عدل و انصاف بھی قائم کرنا اور دنیا میں مکارم اخلاق کی تعلیم پر صبر و برداشت کرنا ایذائیں جھیلنا بھی بڑی نعمت ہے اور بڑا فضل ہے۔ طعمہ اور اُس کے اقارب جو اس امر میں خفیہ سرگوشی کیا کرتے تھے جس کو نجوٰی کہتے ہیں اس کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ سرگوشی اور خفیہ باتیں اسلام اور دین حق میں کچھ نہیں جو بات ہو کھلم کھلا اور صاف ہونی چاہیئے ہاں اگر نجوٰی سے کوئی خیر مقصود ہو تو مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد خیر کی تین[1] قسم ذکر فرماتا ہے جو تمدن اور آخرت کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہیں کس لئے کہ خیر یا دوسرے کو نفع پہنچانے

[1] ان تینوں میں نجوٰی اچھا ہے صدقہ میں اس لئے کہ ظاہر کرنے میں لینے والے کو عار ہوگا نیک نصیحت میں اخفاء اس لئے بہتر ہے کہ ظاہر میں اس کی فضیحت ہے اصلاح باہمی میں اس لئے کہ ظاہر کرنے میں آتا ہے چڑھاؤ جو اصلاح کے باعث ہیں فوت ہو جاتے ہیں ۱۲

میں ہے یا دفع ضرر میں اور خیر یا جسمانی ہے جیسا کہ مال کا دینا اس کی طرف امر بصدقۃ میں اشارہ ہے یا خیر روحانی۔ اس کی دو قسم ہیں۔ تکمیل قوتِ نظریہ اور تکمیل قوتِ عملیہ یعنی علم و عمل ان کے مجموعہ کی طرف او معروف میں اشارہ ہے یا دفع ضرر کے لئے تو اس کا او اصلاح بین الناس میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ ان میں بھی ریاکاری نہ ہو بلکہ خاص لوجہ اللہ یہ باتیں ہونی چاہئیں۔ پھر رسول کی نافرمانی اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی کی برائی کا بدنتیجہ بتایا جاتا ہے کہ ایسے شخص کی سزا جہنم ہے جیسا کہ طعمہ نے علیحدگی اختیار کی اور مکہ مکرمہ میں مرتد ہو کر مر گیا۔ اس آیت میں اجماعِ امت کے برحق ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ اجماع کا مخالف گناہگار ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ
بیشک اللہ تعالے اس بات کو تو ہرگز نہیں بخشنے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا
يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ
جائے اور اس کے سوا جسے چاہے گا معاف کر دے گا　اور
مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
جس نے اللہ تعالے کا شریک ٹھہرایا تو وہ　بڑی دور کی گمراہی میں
بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ
پڑ گیا ؏　وہ مشرکین تو اس کے سوا عورتوں ہی کو پکارا کرتے
إِلَّآ إِنٰثًا ۚ وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا
ہیں ؏　اور کسی کو بھی نہیں پکارا کرتے مگر شیطان مردود
مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ
کو ؏　کہ جس پر خدا تعالے نے لعنت کر دی ہے اور وہ کہہ چکا
مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ
ہے کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک حصہ معین اپنا مقرر کر لوں گا۔　اور
لَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
یہ کہ میں ان کو گمراہ کر کے رہوں گا اور ان کو جھوٹی امیدیں دلاؤں گا اور حکم دوں گا کہ
فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
جانوروں کے کان چیرا کریں ؏　اور ان کو سکھاؤں گا کہ وہ اللہ تعالے کی
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ
بنائی ہوئی صورت کو بدلیں۔　اور جس نے خدا تعالے کو چھوڑ کر شیطان
الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ
کو دوست بنا لیا تو وہ کھلم کھلا خسارہ میں پڑ گیا۔
خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ
وہ ان کو وعدے دیا کرتا ہے　اور
يُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا
امیدیں دلاتا ہے۔ اور شیطان کے جو وعدے ان سے ہوتے ہیں تو صرف دھوکا
غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
ہی دھوکہ ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانا جہنم　ہے۔
وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ
اور وہاں سے نکل جانے کا کوئی بھی رستہ نہ پائیں گے۔　اور جو ایمان لائے
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
اور انھوں نے اچھے کام بھی کئے　سو ان کو ہم جلد ایسے باغوں
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
میں داخل کریں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ
فِيْهَآ أَبَدًا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ
رہا کریں گے۔　اللہ تعالے کا وعدہ سچا ہے۔　اور اللہ تعالے سے

۱؎ مشرکین عرب خیالی ارواح کو پکارتے تھے اور ان کو خدا تعالے کی بیٹیاں سمجھتے تھے جیسا کہ ہندو دیویوں کو پوجتے ہیں ۱۲ ۲؎ باوجود خدا تعالے کے بندے ہونے کے شیطان کے ہی حکم بردار ہوں گے ۱۲ ۳؎ شیطان جیسا ہی آدم کے دل میں طرح طرح کے خیالات و شبہات پیدا کرتا ہے کہ یوں کرو گے تو یوں ہوگا فلاں معبود کو پکارو گے تو رستگاری ہوگی اور مویشی میں ان کی نذر و نیاز کرو گے تو برکت ہوگی۔ اسی قسم سے تھا جو وہ کافروں کے دل میں ڈالتا تھا کہ بتوں کی نذر و نیاز کے لئے جانوروں کے کان چیر ڈالتے تھے اور داغ دے کر ان کی شکل بگاڑ دیتے تھے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ یہ بتوں اور غیر اللہ کے نام سے مخصوص ہو جائیں۔ اب بھی جاہلوں بلکہ جاہل مسلمانوں میں بھی ایسے ہی دستور ہیں صرف فرق یہ ہے کہ

(باقی صفحہ ۲۰۴ پر)

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾

زیادہ کون بات کا سچا ہے۔

ترکیب

اللہ اسم ان لایغفر خبر ان یشرک بہ مفعول ہے یغفر کا لمن کا لام یغفر سے متعلق ہے۔ اناثا جمع انثیٰ علے فعال ویُراد بہ کل مالا روح فیہ من الاحجار والاصنام والشمس ویمکن ان یقال انہم کانوا یعبدون الخباث من الشیاطین والارواح الغیر المرئیۃ ویستعینون بہا وینادونہا فی کل شدۃ وغمرۃ لعنہ اللّٰہ صفت ہے شیطانا کی اور ممکن ہے کہ مستانفہ ہو جملہ بددعا کے لئے لاتخذن الخ مقولہ شیطان ہے۔

تفسیر

اگلی آیتوں میں گناہ کی معافی کی طرف اشارہ تھا یہاں اس بات کی تصریح ہے کہ گناہوں میں شرک ایسا سخت گناہ ہے کہ جس کی سزا ابدی جہنم ہے یہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتا ہاں اگر اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا خدا تعالےٰ بغیر توبہ کے بھی اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ پھر اس کی وجہ ذکر فرماتا ہے ومن یشرک الخ کہ اس عالم میں ہر ایک عاقل مخلوقات اور اس کے مصنوعات پر غور کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تمام عالم اور اس کل کائنات کا پیدا کرنے والا ایک شخص ہے یعنی اللہ تعالےٰ اور ہر چیز نبی ولی فرشتہ جن چاند سورج اپنی ذات اور کمالات میں ہر دم اس کے دست نگر اور محتاج ہیں پھر جو کوئی ممکنات میں سے کسی کو خدائی میں شریک کرے تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو راہ عقل سے ہزاروں کوس دُور پڑا ہے ضل ضلالاً بعیداً۔ سو یہ بغاوت ہے اگر اس سے توبہ واستغفار نہ کرے گا تو یہ جرم ہے ہرگز عفو نہ ہوگا اور ضلالاً بعیداً کی دوسری وجہ یہ ذکر کرتا ہے ان یدعون من الخ کہ یہ مشرک دو قسم کے لوگ ہیں بعض تو اپنے بزرگوں اور ملائکہ یا قوائے مدبر عالم کو اپنے نزدیک ایک خیالی صورۃ پتھر یا پیتل یا کسی اور چیز کی بنا کے پوجتے ہیں اور جن کی یہ تصویریں ہیں اُن کو بوقتِ پرستش یا بوقتِ دُعا حاضر جانتے ہیں دوسرے وہ ہیں کہ تصویر یا بُت تو نہیں بناتے بلکہ جن، بھوت، ملائکہ ارواحِ غیر مرئیہ کو عالم کا مدبّر کارکن سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے اور نذر ونیاز کر کے ان کو پکارتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے ہیں سو اوّل گروہ کی نسبت فرماتا ہے ان یدعون من دونہ الا اناثا کہ وہ بُتوں کو پکارتے ہیں یعنی جن کو وہ حاضر سمجھ کر پکارتے ہیں وہ کہاں ہیں؟ یہ تو انھیں بُتوں کو پکار رہے ہیں۔ عرب کے بُت پرست اپنے خیالی معبودوں کو عورتوں کے نام سے نامزد کیا کرتے تھے جیسا کہ لات اللہ کی تانیث اور عزیٰ عزیز کی تانیث ہے۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب میں ہر ایک قبیلہ کا ایک بُت تھا جس کو وہ انثیٰ کہتے تھے انثیٰ بنی فلان اور ابن عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ قراءت ہے کہ جس میں اناثا کی جگہ اوثانا ہے۔ ہندوستان میں بھی کالی بھوانی، لاٹوں والی بہت سی عورتیں پوجی جاتی ہیں۔

دوسرے گروہ کی نسبت فرماتا ہے وان یدعون الا شیطانا مریدا کہ وہ گو اپنے نزدیک اُن ارواحِ غیر مرئیہ جن بھوت ملائکہ کو پوجتے ہیں اور حاضر اور موجود جانتے ہیں مگر وہاں بجز شیطان کے کہ جس پر خدا تعالےٰ نے لعنت کی ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۳) بتوں کی جگہ صلحاء واولیاء کرام کے نام سے ایسا کیا جاتا ہے ۱۲ منہ **عہ** کیونکہ انسان کی سعادت وشقاوت قوتِ نظریہ وعملیہ کی تکمیل وتخریب پر موقوف ہے اور قوتِ نظریہ ہی بڑی چیز ہے مرنے کے بعد علم وادراک ہی رہ جاتا ہے پھر جس نے قوتِ نظریہ کو اس درجہ خراب کیا کہ خدائے واحد کے ساتھ اوروں کو شریک کیا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہو سکتا ہے زنا چوری جس قدر بداعمالیاں ہیں ہر چند بُری ہیں مگر قوتِ عملیہ کا نقصان ہے جو بمقابلہ اس کے کچھ بھی نہیں اسی لئے نجات کا مدار بھی تکمیل قوتِ نظریہ پر رکھا گیا ہے جس کا خلاصہ توحید و اقرار رسالت ہے جو کوڑ مغز اس سے واقف نہیں وہ اعتراض کرتا ہے ۱۲

نہیں ہوتا اور جو کچھ کبھی ان لوگوں کو کوئی بات معلوم ہوجاتی ہے سو وہ بھی اسی کے کرشمے ہوتے ہیں اس کے بعد شیطان کے چند اقوال نقل کرتا ہے اُس کی مذمت کے لئے ۔ خواہ یہ بات شیطان نے زبانِ حال سے کہی ہو خواہ زبانِ مقال سے اس وقت میں کہی ہو جب کہ وہ آدمؑ کے سجدہ نہ کرنے سے راندہ کیا گیا تھا۔

(۱) لاتخذن من عبادک نصیبًا مفروضًا۔ فرض لغت میں قطع کو کہتے ہیں جس سے مراد مقدارِ معیّن ہے یعنی میں بندوں میں سے ایک جماعتِ معیّن کو اپنے حصے میں لے لوں گا وہ میرے کہنے پر چلیں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اس کے وسواس اور خطرات کی پیروی کرتے ہیں۔

(۲) ولاضلنہم یعنے لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کردوں گا۔

(۳) ولامنینہم کہ میں اُن کے دلوں میں طرح طرح کی آرزوئیں اور امیدیں دلاؤں گا اور جب انسان کے دل میں اس قسم کی بیجا آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں تو ان سے حرص اور طولِ امل پیدا ہوتا ہے جو آدمی کو اخلاقِ ذمیمہ پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابنِ آدم بوڑھا ہوجاتا ہے اور اس کی حرص اور خواہشیں جوان ہوتی جاتی ہیں یہ دونوں وصف انسان کے اندر نہایت بد اور تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں۔ کس لئے کہ طولِ امل کی وجہ سے دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ کبھی مجھے اس دارِ فانی سے کوچ بھی کرنا ہے اس پر اس کی دلی امیدوں کا محیط ہونا جو کسی کو ساری عمر حاصل نہ ہوئی ہیں نہ ہوں گی اس کو خلق کی ایذارسانی جھوٹ ظلم دغابازی وغیرہ باتوں میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو میری یہ آرزو حاصل ہوجائے پھر اُس کے دل میں نہ کسی کا وعظ اثر کرتا ہے نہ کوئی عبرتناک بات اثر کرتی ہے۔

(۴) ولاٰمرنہم فلیبتکن آذان الانعام ۔ بتک کے معنے کاٹنے کے ہیں بولتے ہیں سیف باتک ای قاطع ۔ یعنی لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ بتوں کی قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ عرب کے بت پرستوں میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کی نظر میں نہایت فسق اور ناپاک تھا۔

(۵) ولاٰمرنہم فلیغیرن خلق اللہ کہ میں اُن کو یہ بات بھی سکھاؤں گا کہ وہ مخلوقِ الٰہی کو متغیر کریں گے۔

مفسرین کے اس میں دو قول ہیں۔ اوّل سعید بن جبیرؓ وسعید بن المسیبؒ وحسنؒ وضحاکؒ ومجاہدؒ وسدیؒ کا قول ہے کہ تغیر خلق اللہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید پیدا کی ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ومامن مولود الا یولد علے الفطرۃ الحدیث۔ کہ ہر شخص اصلی حالت میں فطرت پہ پیدا ہوتا ہے جس کو اسلام کہا جاتا ہے مگر پھر شیطانی خیالات اور قوتِ وہمیہ کی وجہ سے وہ کفر و بدعت میں پڑ کر مخلوقِ الٰہی میں تغیر کردیتا ہے اور ممکن ہے کہ اس سے مراد حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردینا ہو دوم اس کو ظاہر معنے پر محمول کرکے اس سے یہ مراد لی ہے کہ انسان میں تغیر یہ ہے کہ جینے کی امید سے اس کے کان یا ناک چھیدتے تھے اور عورتیں تزین کے لئے بالوں میں چٹلا لگاتی تھیں، دانتوں کو ریت کر باریک و مہین کرتی تھیں، مرد کو خصی کرتے تھے، خواجہ سرا بناتے تھے اس میں ڈاڑھی منڈانا بھی آگیا اور جانوروں کے کان چیرتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ارواحِ بشریہ اس عالم میں بطورِ سفر کے اس لئے آئے ہیں کہ کمالات حاصل کرکے پھر اس عالمِ قدس میں جا ملیں اب غضبانی اور شہوانی اور وہمانی باتوں سے روح کو تیرہ و ناپاک کردینا تغیر خلق اللہ ہے۔

ان باتوں سے شیطان کی غرض ضرر اور مرض دینی پیدا کردینا ہے سو وہ غالبًا تشویش سے یا نقصان یا بطلان سے ہوتا ہے۔ پس تشویش کی طرف ولامنینہم میں اشارہ ہے۔ کیونکہ جس کے دل میں اس قسم کی آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں وہ رات دن اسی تشویش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح ان کو حاصل کروں۔ اور یہی مرضِ روحانی

ہے اور نقصان کی طرف فلیبتکن آذان الانعام میں اشارہ ہے
اور بطلان کی طرف ولآمرنہم فلیغیرن خلق اللہ میں اشارہ ہے
کس لئے کہ تغیر سے وہ وصف جو مقصود ہوتا ہے باطل ہوجاتا
ہے. اس کے بعد فرماتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو
دوست بناتا ہے وہ بڑے خسارہ میں رہتا ہے خدا تعالیٰ کو
چھوڑ کر شیطان کو یار بنانا یہ ہے کہ اس کے وسواس پر
عمل کرنا الہام الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہونا اور نقصان کی وجہ
ظاہر ہے کہ عالم آخرت میں اس کا انجام ابدی جہنم ہے۔
اس کے بعد امانی کو دفع کرنے کا علاج بتلاتا ہے اور اس کی
حقیقت پر متنبہ کرتا ہے کہ وما یعدہم الشیطان الا غرورا
غرور دھوکہ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی کسی چیز کو لذیذ اور شیریں
سمجھ کر منہ میں ڈالے اور وہ نہایت بدمزہ اور تلخ نکلے سو
اسی طرح کے یہ شیطانی وعدے ہیں جو شیطان دل میں ڈالتا
ہے کہ تو دنیا کے فراہم کرنے میں کوشش کر. سو وہ عمر ضائع
کرتا ہے مگر پھر بھی سب باتیں حاصل نہیں ہوتیں اور جو
ہوئیں موت کے وقت ان کی مفارقت سے نہایت رنج و
الم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ کہتا ہے نہ قیامت ہے نہ خدا تعالیٰ
نہ کوئی اعمال پر جزا و سزا دیتا ہے. رسول صرف لوگوں کے
سمجھانے کے لئے یہ باتیں بنایا کرتے ہیں. پھر جب مرنے لگتا ہے
تو ہر ایک بات کو رسول کے کہنے کے موافق دیکھتا ہے اور حسرت
کرتا ہے. اس کے بعد اہل ایمان اور خدا تعالیٰ کے فرمانبرداروں
کی عمدہ خو بیان فرماتا ہے والذین آمنوا وعملوا الصالحات
سندخلہم جنت تجری الآیۃ کہ یہ لوگ وہاں عالم خلد
میں ہمیشہ سرور و راحت پاویں گے۔

ع ۱۸ / ۱۵

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ
نہ تو تمہاری ہی آرزوؤں پر کچھ موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر
الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ
کچھ منحصر ہے۔ (بلکہ) جو کوئی برائی کرے گا اس کی سزا پاوے گا۔
وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ
اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی اپنے لئے حمایتی پائے گا اور
لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ
نہ مددگار۔ اور جو کوئی نیک عمل کرے گا (خواہ وہ) مرد ہو
مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ
یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو وہ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
جنت میں داخل ہوں گے اور (ان پر) تل برابر ظلم نہ کیا
نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ
جاوے گا۔ اور اس سے کس کا بہتر دین ہوسکتا ہے کہ جس نے
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ
اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکا دیا ہو اور وہ نیکی بھی کرتا ہو اور وہ ملت
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ
ابراہیم کا جو یکطرفہ تھا پیرو بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو
اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
دوست بنا لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ہی)
اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾
کے قابو میں ہر چیز ہے۔

ترکیب

لیس کا اسم اور خبر دونوں محذوف اور بامانیکم خبر سے
متعلق ہے ای لیس الامر منوطا بامانیکم من یعمل سوءا شرط یجز بہ
جواب ولا یجد معطوف ہے یجز پر من ذکر او انثیٰ
بیان ہے من کا ومن مبتدا احسن ممیز دینا تمیز
ممن متعلق ہے احسن افعل التفضیل سے وہو محسن جملہ
حال ہے فاعل اسلم سے واتبع معطوف ہے اسلم پر
پھر یہ سب مجموعہ خبر ہے۔

تفسیر

پہلی آیت میں تھا وما یعدہم الشیطان الا غرورًا کہ ان لوگوں سے شیطان جو کچھ وعدہ کرتا ہے فریب کا کرتا ہے۔ عام ہے کہ شیطان سے ابلیس مراد ہو یا قوت وہمیہ اور اُس کے وعدے دل میں خیالاتِ باطلہ کہ جو ہر ایک قوم میں خلافِ حق چلے آتے ہیں مثلاً عیسائیوں میں یہ ہے کہ تمام گناہ حضرت مسیح علیہ السلام اٹھا کر لے گئے۔ اب ہم شریعت اور حلال حرام کی قید سے آزاد ہیں۔ اسی طرح یہود میں یہ تھا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں نجات اور ہر قسم کی کرامات کے ہم ہی مستحق ہیں۔ یا ہندوؤں میں مشہور ہے کہ برہمن خدا تعالیٰ کے گھر اور مکتی کے مالک ہیں اور چار قوم برہمن چھتری بیش شودر کے علاوہ سب ملیچھ یعنی نا قابلِ نجات ہیں۔ یا مشرکین کے خیالات تھے کہ ہمارے یہ معبود ہم کو نجات دیں گے خواہ ہم کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ یا یہ خیالات کہ نہ حشر ہے نہ دوزخ نہ جنت نہ ثواب وعقاب۔ یا بعض اہلِ اسلام کے یہ خیالات تھے کہ گو ہم کبائر کے مرتکب ہوں ہم پر کچھ سرزنش نہ ہوگی اسلام کی تو سے ہم کو کچھ ضرر نہ ہوگا جیسا کہ مرجیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان سب کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فیصلے کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ نہ کچھ تمہارے خیالات پر ہے نہ اہلِ کتاب کے جو کوئی گناہ کرے گا اُس کی سزا پاوے گا اور اس سزا کے روکنے میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا نہ مددگار، نہ مسیح علیہ السلام نہ موسیٰ علیہ السلام نہ کوئی اور۔ جو کوئی کسی قوم کا ہو نیکی کرے گا بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہو اس کو جنت ملے گی اور ان کے اجر سے کچھ بھی کم نہ کیا جاوے گا۔ حقیقت میں یہی ایک بات انصاف اور قانونِ عقل کے موافق قرآن اور مذہب کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جب تمام عالم کا خدا ہے تو اس کو اپنے تمام بندوں سے نسبت مساوی ہے۔ انھیں حق اور روح افزا تعلیموں کی تلوار نے چندروز میں اگلے مذہب کو سرنگوں کر دیا اور شرق سے غرب تک قوموں کی قومیں اپنے مذاہب باطلہ سے توبہ کر کے اسلام قبول کر گئیں اور جب کہ نجات اور حیات ابدی کا مدار ایمان پر ٹھہرایا تھا جو در اصل دینِ اسلام میں پایا جاتا ہے، اس کے بعد دینِ اسلام کے برحق ہونے پر دو دلیل کس لطف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جن کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو انکار کی مجال نہیں۔ اوّل دلیلِ عقلی مقدماتِ یقینیہ پر مبنی ہے وہ یہ کہ ہر ایک دینِ حق کے دو جزو ہوتے ہیں اوّل عقائدِ صحیحہ توحید و نبوت و معاد کے متعلق دوم اعمالِ صالحہ عبادات و خیرات وصلہ رحمی۔ پس جس دین میں دونوں جزو موجود ہوں اُس کے برحق ہونے میں کیا کلام ہے اور اسلام میں یہ دونوں ہیں۔ اول کی طرف من اسلم وجہہ للہ میں اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف وہو محسن میں اشارہ ہے یہ دو کیا مختصر سے جملے ہیں کہ جن میں سیکڑوں باریک معانی رکھے ہیں۔ مثلاً اسلم وجہہ للہ میں یہود و نصاریٰ و مشرکین کی طرف ایک لطف کے ساتھ الزام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے سر نہیں جھکاتے ہوتے ہیں بلکہ کہیں مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں کہیں عزیرؑ کو کہیں کسی اور کو۔ دوسری دلیل مقدماتِ مسلّمہ اہلِ کتاب و مشرکینِ عرب پر مبنی ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ تھے جن کو بلفظِ خلیل تعبیر کیا ہے اور ان کا مذہب برحق تھا۔ اب ہر شخص اپنے مذہب کو اسی کے مطابق کر کے دیکھے کہ کون موافق اور کون مخالف ہے اور اسلام کی بنیاد سراسر انہی سچے اصول پر رکھی گئی ہے اسی دلیل کی طرف واتبع ملۃ ابراہیم حنیفا میں اشارہ کر دیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا وصف حنیف اور خلیل بیان فرما کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ کچھ خدا تعالیٰ کے کارکن یا بیٹے نہ تھے کہ احتیاج کی وجہ سے ان کو خلیل بنایا تھا بلکہ محض اُن کی عبودیت کی وجہ سے اس بات کی طرف وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض الخ میں اشارہ فرما دیا۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۤءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ

اور (اے نبیؐ!) وہ آپؐ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہدو کہ اللہ تعالیٰ

يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي

تم کو ان کے بارے میں (بھی) اور ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کا حکم

الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاۤءِ الّٰتِيْ لَا

تم کو کتاب میں سُنایا جاتا ہے جن کا حق تو تم ادا کرتا نہیں

تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ

چاہتے اور ان سے نکاح کرنے

اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کی رغبت رکھتے ہو اور بے کس بچوں کے حق میں بھی (وہی) حکم

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى

دیتا ہو (جو سُنایا جا چکا ہے)، اور یہ بھی (حکم دیتا ہے) کہ تم یتیموں کی کارگزاری

بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

انصاف سے کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم نیکی کرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس سے

اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

(خوب) واقف ہے۔

ترکیب

وما یتلےٰ معطوف ہے فیہنّ کی ضمیر پر[1] اے ویفتی فی مایتلیٰ علیکم فے الکتاب میں فی یتلےٰ سے متعلق ہے اور فی یتٰمی النسآء ای فی حکم یتٰمی النسآء بھی یتلےٰ سے متعلق ہے کس لئے کہ دونوں کے معنے مختلف ہیں اوّل ظرفیہ ثانی بمعنی الباء۔ یتٰمی النساء میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کردیا ہے وترغبون حال ہے والمستضعفین معطوف ہے ضمیر مجرور پر جو فیہن میں ہے وَاَنْ بھی اسی پر معطوف ہے بغیر اعادۃ الجار وذٰلک جائز عند الکوفیین۔

تفسیر

قرآنِ مجید میں یہ ایک پُراثر بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کچھ احکام بیان فرما کر اس کے بعد ترغیب و ترہیب و عدؔ و وعید اور جلالِ کبریائی کی آیتیں نازل ہوتی ہیں تاکہ مخاطب کو اُن کے احکام کا نیک نتیجہ اور دنیا و آخرت میں تعمیل کا عمدہ ثمرہ معلوم ہو کر رغبت ہو اور نیز اس حکم دینے والے کی عظمت بھی دل پر پڑے اس لئے اس سورۃ کے اوّل میں چند احکام بیان فرماتے تھے پھر اُن کے بعد ترغیب و ترہیب اور نیز کفار و منکرین کی عدؔولِ حکمی کا بد نتیجہ اور عالمِ آخرت کی خوبیاں اور ذاتِ باریؔ تعالیٰ اور اس کے صفاتِ کاملہ کا ذکر فرما کر پھر احکام بیان فرماتا ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ عرب زمانۂ جاہلیت میں نہ عورتوں کو حصّہ دیا کرتے تھے اور نہ اُن یتیم لڑکیوں کا (جن کے وہ ولی وارث بن کر اُن سے مال و جمال کا خیال کر کے خود نکاح کر لیتے تھے) پورا حق ادا کرتے تھے اور نہ اُن کو اور لوگوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے تھے نہ خود برضا و رغبت ان کا نکاح اُس شخص سے کرتے تھے کہ جس سے اُن کو رغبت ہو اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! وہ مسلمان تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ دریافت کرتے ہیں۔ چنانچہ عُیَیْنہ بن حصن نے پوچھا تھا کہ یا حضرتؐ! ہم تو اس کو حصّہ دیا کرتے تھے جو لڑائی میں شریک ہوتا تھا۔ اب عورتوں کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تو تم کو عورتوں کے لئے بھی حصّہ دینے کا فتویٰ یعنی حکم دیتا ہے اور جو کچھ کتاب یعنی قرآن مجید میں اُن یتیم عورتوں کے بارے میں تمھیں سُنایا گیا کہ جن سے تم نکاح کی تو رغبت رکھتے ہو مگر اُن کا حق و مَہر پورا نہیں دیتے

ف عموماً عورتوں سے نکاح اور اُن کی میراث کا بھی حکم پہلے بیان ہو چکا اور یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم بھی بیان ہو چکا۔ فرماتا ہے کہ اب نئی بات اور کیا پوچھتے ہیں سب احکام اُن کے موافق بیان کر دیئے گئے ان پر عمل کرو اور صغیر بچوں اور یتیموں کے معاملہ میں اُن کے کاروبار اگر تم اُن کے ولی ہو انصاف و ایمانداری سے کرتے رہو اور تنبیہ کر دی کہ جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں ۱۲

[1] بعض کہتے ہیں مرفوع ہے بسبب ابتداء کے ۱۲ منہ

اور بے کس بچوں کے بارے میں بھی وہی حکم دیتا ہے جو پڑھ کر تم کو سُنایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیموں کے بارے میں عدل کرو اور اس کے سوا جو نیکی کروگے وہ سب اللہ تعالےٰ کو معلوم ہوگی کیونکہ وہ ہر ایک چیز سے واقف ہے **حاصل مطلب آیت** یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تم کو عورتوں کے لئے میراث کا فتوےٰ یعنی حکم دیتا ہے اور قرآنِ مجید میں پہلی آیتوں میں یتیم عورتوں اور بچوں کے حق میں جو کچھ تمھیں سُنایا گیا یا اب سُنایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم یتیموں کے حق میں عدل و انصاف اور بہتری ملحوظ رکھو۔ یہی خدا تعالےٰ کا فتوٰی یعنی حکم ہے اسکی پابندی کرو پہلے احکام کو (جو اسی سورۂ نسآء میں یتیموں کے حق میں نازل ہو چکے ہیں) یاد دلاتا ہے کہ اُن پر عمل کرو جس طرح کوئی کسی سے کوئی بات پوچھے اور وہ اس کے جواب میں یہ کہدے کہ اس کا وہی جواب ہے جو ہم پہلے دے چکے۔ سورۂ نسآء میں وہ حکم بیان ہو چکے ہیں اور یہاں بھی مجملاً ان تقوموا للیتٰمٰی بالقسط فرماتا ہے اور اس بات پر متنبہ کرتا ہے کہ جو کچھ تم نیکی اللہ تعالےٰ کے واسطے کروگے اس کا وہ تمھیں اجر دے گا یہ نہ سمجھو کہ یہ اس کو معلوم نہیں کیونکہ وہ ہر بات جانتا ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا
اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی یا بے رغبتی سے
اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ
ڈرے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ باہم
يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ
کچھ مصالحت کرلیں۔ اور صلح بہتر (چیز) ہے۔
وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ
اور ہر ایک شخص کے سامنے لالچ حاضر کیا گیا ہے (یعنی لالچ انسان کی جبلی بات ہے) اور اگر
تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
تم نیکی کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ کو تمھارے (سب)
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا
عمل معلوم ہیں۔ اور تم عورتوں کے حقوق میں ہرگز
اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ
برابری نہ کرسکو گے بڑے حرص کیا کرو
فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
پھر بالکل ہی پھر نہ جاؤ کہ اس کو اس طرح چھوڑ رکھو کہ گویا ادھر میں
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا
لٹکتی ہے۔ اور اگر تم اصلاح اور پرہیزگاری کرو تو
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ
بے شک اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ اور
اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ
اگر وہ دونوں الگ ہو جاویں گے (تو) ہر ایک کو اللہ اپنی فراخ دستی سے غنی کردیگا۔
وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
اور اللہ تعالےٰ کشائش والا حکمت والا ہے۔

ترکیب

وان شرطیہ امراۃ مبتدا خافت خبر اور صحیح یہ ہے کہ امراۃ خافت محذوف کا فاعل ہے اور یہ خافت اُس کی تفسیر ہے فلاجناح جواب احضرت کا مفعولِ اوّل الانفس ہے جو فاعل بنایا گیا اور الشح مفعول ثانی۔

تفسیر

عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلی آیات میں آچکا ہے اس لئے یہاں بھی اُن کے بعض معاملات میں حکم دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد بدمزاج سخت گیر ہوتا ہے اور غالباً یہ سخت گیری اور بدمزگی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس کی بابت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بدمزاجی اور بے اعتنائی کا خوف ہو تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ باہم کچھ حقوق چھوڑ کر

مصالحت کرلی جاوے کس لئے کہ انسانی جبلت ہے کہ وہ بخل
کی طرف مائل ہوتا ہے مرد کو دینا ناگوار معلوم ہوتا ہے جب
دینے میں کمی کی جاوے گی تو باہم رضامندی ہوجانا ممکن ہے
مگر اس کے ساتھ مردوں کو بھی تنبیہ کردی کہ حقوق زائل
کرنے کے بعد پھر وہی بدمزاجی اور اعراض نہ کریں وان تحسنوا
وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ کہ اگر تم احسان اور
نیکی کرو اور حقوق تلفی میں خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو تمہارے
لئے بہتر ہے کس لئے کہ خدا تعالیٰ کو جو کچھ تم کرتے ہو معلوم ہے۔
دوسری بات موجب اعراض و بدمزگی یہ ہوتی ہے کہ مرد کو
عورت کی صورت یا عمر کے سبب بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور
اس کے دل میں دوسری عورت سے لگاؤ کرنے کا خیال پیدا
ہوجاتا ہے مگر پہلی بیوی کو چھوڑنا جس سے ایک عرصہ تک
گھرداری کی ہے اور اس کے بال بچے بھی ہیں ایک سخت دلی
اور بڑی خانہ خرابی اور بے لطفی بھی ہے اس کی نسبت بضرورت
تعددِ ازدواج کی ضمناً اجازت تو دیتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ
بھی ارشاد ہوتا ہے کہ دو عورتوں میں حقوق کی مساوات
لازم ہے اور یہ تم سے ہونی مشکل ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا
بین النسآء ولو حرصتم کہ متعدد عورتوں میں تم سے برابری رکھنا
ہرگز نہ ہوسکے گا گو تم کو دوسری عورت کی حرص ہوا کرے پھر
ایسا نہ ہو کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ کہ تم ایک
ہی کے ہو رہو اور دوسری کو اَدھر میں لٹکا ہوا رکھ چھوڑو
نہ تو اُس کو طلاق ہی دو نہ اس کے حقوق ادا کرو بس وان
تصلحوا وتتقوا اگر پہلی بیوی سے باہم مصالحت کرلو اور
حق تلفی کرنے سے خدا تعالیٰ سے ڈرو تو خدا تعالیٰ معاف
کرنے والا ہے۔ تمہاری بے اعتنائی اور حق تلفی کو جو اس
عرصہ میں تم سے ہوچکی معاف کردے گا وہ مہربان بھی ہے
اس کو عورتوں اور اُن کی اولادِ صغار پر بھی رحم آتا ہے اور
خیر اگر پہلی بیوی سے بحُسنِ سلوک پیش ہی نہیں آسکتے
تو ہر روزہ تکرار و باہمی حقوق تلفی سے تو یہی بہتر ہے کہ

حقوق میں برابری

بہ مجبوری طلاق ہوجاوے، خدا تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے
مرد کو اور عورت کو بھی اپنے فضل و کرم سے مستغنی کردیگا
خدا تعالیٰ کے ہاتھ بڑی وسعت ہے وہ حکیم بھی ہے اس طلاق
میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ملحوظ ہے شاید مرد کو اُس سے بہتر
عورت مل جاوے اور عورت کو اُس سے بہتر مرد مل جاوے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط
اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور البتہ ہم نے جن کو تم سے پہلے کتاب دی ہے اُن کو اور (خاص) تم کو
مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
(بھی) بتاکید کہدیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، اور
اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
اگر تم کافر ہوجاؤ گے (تو اُس کو کچھ بھی پروا نہیں کیونکہ) اللہ تو ہی کا ہے جو کچھ
وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا
کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ بے پروا خوبیوں والا
حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ
ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور
مَا فِی الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾
جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ اور کارسازی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی بس ہے۔
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ
لوگو! اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تم کو سمیٹ لے جاوے اور
يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
دوسروں کو لے آوے، اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر
ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ
(بھی) ہے۔ جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے
ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ
تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا بدلہ
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا
موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کی) سُننا اور سب

۱۹ ع ۸ ۱۲

بَصِيرًا (۱۳۴)

کچھ) دیکھتا ہے۔

ترکیب

وایاکم معطوف ہے الذین پر ان اتقوا اللہ بیان ہے وصیت کا اور ب محذوف ہے ان شرطیہ یشأ کا مفعول محذوف ہے یذہبکم جواب اور یأت اس پر معطوف۔

تفسیر

یہاں واسع ہونے کی دلیل اور کلمہ سابق کا تتمہ ہے۔ وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسی کا ہے اس کو کس چیز کی کمی ہے اور اسی جملہ کو ولقد وصینا الآیۃ کے لئے تمہید اور دلیل بناکر اور اپنی عظمت و کبریائی بتا کر یہ بات بتلاتا ہے کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہی پر چلنے کا حکم نہیں ہوا ہے بلکہ تم کو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہیں ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنے کا (جو تمام شریعت اور احکام الٰہی پر چلنے کے لئے محرک ہے) ہم نے بتاکید حکم دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم شریعت پر چلنے اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کا خاص تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے (کیونکہ جن چیزوں میں روحانی اور جسمانی اور تمدن کے بارے میں سینکڑوں مصالح ہیں ان کو فرض و واجب کیا ہے اور جن میں ہزاروں دنیا و آخرت کی خرابیاں ہیں ان کو حرام و مکروہ قرار دیا ہے) ورنہ اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی پروا نہیں نہ تو اس کو اس بات کی پروا ہے کہ تمہاری اطاعت سے اس کی شوکت و حکومت بنی رہے گی کس لئے کہ فان للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا وہ مالک ہے ہر شئے پر اس کا قبضہ ہے۔

ف عربوں میں جب دولت و سلطنت کے سبب وہ بات نہ رہی تو ترکوں کو اسلام کا حامی کھڑا کر دیا اور جانئے اب کس قوم کو حامی بناتا ہے" منہ

اور نہ اس بات کی کہ اس میں اس کا کوئی ذاتی نفع و نقصان ہے کس لئے کہ کان اللہ غنیاً حمیدًا وہ اپنی ذات و صفات میں کسی کا بھی محتاج نہیں بلکہ سب خوبیاں اس کو بلا توسط غیر حاصل ہیں اور تم یہ بھی غرور دل میں نہ کرو کہ ہم ہی پر خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تسبیح و تقدیس کا انحصار ہے اگر ہم نہ کریں گے تو پھر اور کوئی اس کی فرمانبرداری نہ کرے گا یا اس کے اسرار ربوبیت ظاہر نہ ہوں گے کیونکہ للہ ما فی الخ یعنی وہ بڑا قادر اور کارساز ہے ایسی صورت میں وہ تم کو نیست و نابود اور ایک ایسی قوم فرمانبردار پیدا کر سکتا ہے کہ جو اس کی شریعت اور اس کے رستوں پر دل سے چلے گی وکان اللہ علیٰ ذٰلک قدیرًا۔ اس میں ضمناً اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دین الٰہی اور اس کے جلال کبریائی زمین پر ظاہر کرنے میں کسی قوم اور کسی شخص پر انحصار نہیں۔ جب بنی اسرائیل نے ازحد نافرمانی کی تو اس نے ان کو پامال کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کے تابعداروں کو اور حواریوں کو سرفراز کیا پھر جب انھوں نے طرح طرح کی بدعتیں اختیار کیں اور شریعت سے انحراف کیا تو عرب کے ریگستان میں حضرت محمد علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ایسی قوم سے کہ جو ہمیشہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر تھی روم و ایران کی سلطنتوں کو برباد کر کے روئے زمین پر آسمانی سلطنت کو نور افگن کر دیا۔ پھر فرماتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کا نتیجہ صرف دنیا ہی کی بھلائی نہ سمجھنی چاہیے جو کسی وقت دنیا حاصل نہ ہو تو اس سے روگردانی کرو بلکہ اس کا نتیجہ ثواب آخرت بھی ہے۔ خلوص نیت تم کو لازم ہے وہ تمہاری باتیں سنتا تمہارے کام دیکھتا ہے۔ کلام میں کیا خوبیاں ہیں۔

(اول) وان یتفرقا یغن اللہ کلاً من سعتہ کے بعد وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کو ذکر کرکے اپنا واسع الوجود اور واسع الکرم ہونا ثابت کر دیا۔

(دوم) وان تکفروا کے بعد وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض

کو ذکر کر کے یہ بات بتلائی کہ اُس کو کسی کی طاعت و عبادت سے نہ کچھ نفع ہے اگر تمام عالم متّقی اور دیندار ہو جاوے تو اُس کی خدائی میں ذرّہ بھر بھی ترقی اور اُس کا کچھ بھی فائدہ نہیں نہ اُس کو کسی کے کفر اور بُت پرستی اور فسق و فجور سے کچھ نقصان ہے اگر تمام جہان کے لوگ کافر و مشرک و فاجر ہو جاویں تو اس کے جلالِ کبریائی کا ذرّہ بھر بھی نقصان نہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی شریعت اور احکامِ نبوّت صرف بندوں کی بھلائی اور فائدہ دارین کے لئے ہیں۔ پھر اس سے اغماض کرنا اور سرتابی اور سرکشی کو شیوہ بنانا محض حماقت ہے۔ مثلاً کوئی مریض حکیم کے حکم کو نہ ماننے اور بدپرہیزی کرے تو حکیم کا کیا نقصان کرتا ہے اپنی ہی جان پر ظلم و ستم کرتا ہے۔

خدا تعالےٰ کی نافرمانی کر کے کوئی قوم سرسبز نہیں رہی ہے یوں تو ہر زمانہ کے لوگ دنیا کی تمام خوبیاں اپنے ہی زمانہ میں منحصر جانتے آئے ہیں مگر آگے بھی بہت سربلند قومیں اس سرزمین پر جاہ و جلال کے پرچم اُڑا چکی ہیں جن کے آثارِ باقیہ اور حیرت انگیز یادگاریں دنیا کو حیرت دلا رہی اور اپنے بنانے والوں کی چندروزہ بقا پر اشکِ حسرت بہا رہی ہیں۔ ان کا جب فسق و فجور حد سے متجاوز ہوا غیب سے ایک ایسی بلا آئی کہ جس کا اُن کو سان و گمان بھی نہ تھا نہ کوئی شخص انکے عروج و اقبال کو دیکھ کر یہ خیال کر سکتا تھا کہ کبھی یہ قوم اس قدر بلندی سے لتنے عمیق گڑھے میں پھینکی جاوے گی مگر خدا تعالےٰ کا قہر جلدی نہیں کرتا اس مہلت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

(سوم) ان یشأ یذھبکم ایھا النّاس ویأت باٰخرین کے پیشتر وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کو ذکر کر کے شریعت سے انحراف کے بدنتیجہ کو مدلل کرتا ہے اور جب کہ ایک دلیل چند مدلولات پر دلالت کرے تو بہ نسبت اس کے اس کو ایک بار ذکر کیا جاوے یہ بہت خوبی رکھتا ہے کہ مکرر لایا جاوے ایک مدلول کے لئے ایک بار وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کو ذکر کیا پھر دوسرے مدلول کے لئے اسی کو ذکر کیا پھر تیسرے مدلول کے لئے اسی کلمہ کا اعادہ فرما کر کلام کو حُسن و خوبی میں یکتا کر دیا۔ کس لئے کہ جب ایک بار یہ کلمہ ذکر کیا گیا اور اس سے ایک مطلب یعنی صفتِ باری تعالےٰ مخاطب کے ذہن میں آئی اور پھر اُسی کلمہ سے دوسرے مقام پر دوسری صفت اور تیسرے مقام پر تیسری صفت ذہن نشین ہو گئی تو ذہن میں یہ بات بھی پیدا ہو گی کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا سینکڑوں اسرارِ جلیلہ اور مطالبِ شریفہ پر دلالت کرتا ہے اگر کوئی اس کی ذات و صفات کے لئے دلائل ڈھونڈے تو گویا یہ اُن کے لئے ایک بے نہایت خزانہ ہے اور جب کہ وہ یہ جانے گا تو خواہ مخواہ اس میں غور و فکر کرے گا جس سے مخلوق سے مُنہ پھیر کر خالق کی طرف مشغول ہونا پایا جاوے گا اور کُتبِ سماویہ سے اصل غرض بھی یہی ہے۔

واضح ہو کہ قانونِ شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کے لئے تین باتیں نہایت مناسب ہیں (۱) اپنی ذات کا استغنا کہ اس میں ہمارا فائدہ نہیں بلکہ تمہارا ہے (۲) عدولِ حکمی کا بدثمرہ (۳) عمل کرنے کا نیک نتیجہ۔ سو اوّل بات کو وکان اللہ غنیا حمیدًا میں دوسری کو ان یشأ یذھبکم الخ میں تیسری کو فعند اللہ ثواب الخ میں بیان فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ
ایمان والو! انصاف قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف کے

بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ
گواہ بنے رہو اور گو تمہاری شہادت خود تمہارے

اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ
یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر

یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى
کوئی غنی یا فقیر ہے تو اللہ تعالےٰ خود اُن کا کارساز ہے (اُن کی

بِهِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ
رعایت نہ کرو) پھر تم انصاف کرنے میں خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو۔

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
اور اگر تم دبی زبان سے گواہی دوگے یا انکار کرو گے تو بیشک اللہ تعالیٰ بھی
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
تمہارے کام سے خبردار ہے۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ پر
اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اس نے
الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے نازل کر چکا
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ
ہے ایمان لاؤ، اور جس نے اللہ تعالیٰ
بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ
اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں اور قیامت
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾
کے دن کا انکار کیا تو وہ بہت ہی دور بھٹک گیا۔

ترکیب

قوّامین لے قائمین خبر اوّل کونوا بالقسط خبر سے متعلق شہداء للہ خبر ثانی ولو علےٰ متعلق ہے فعل محذوف سے ای ولو کانت الشہادۃ علےٰ انفسکم ان یکن اس کا اسم محذوف ہے ای المشہود علیہ غنیا او فقیراً اخر جملہ شرط فاللہ اولیٰ بہما جواب ان تعدلوا مفعول لہٗ تقدیرہٗ مخافۃ ان تعدلوا عن الحق اور ممکن ہے کہ فی مقدر ہو ای فی العدل و ان مصدریہ ہو۔

تفسیر

اس آیت سے پیشتر بہت سے احکام شریعت مذکور ہوئے تھے اور درمیان میں ان احکام پر عمل کرنے کی نئی نئی خوبیوں سے تاکید بھی تھی مگر یہاں دو باتیں بعد میں ایسی ذکر کیں جو شریعت پر چلنے والے کے لئے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں یا بمنزلہ دو پاؤں کے ہیں کہ ان کے بغیر انسان اس رستہ کو طے نہیں کر سکتا۔

(اوّل) کونوا قوّامین بالقسط قوّام مبالغہ کا صیغہ ہے قائم کے لئے اور قسط بالکسر۔۔ عدل یعنی عدالت کو خوب قائم رکھو۔ یہ ایک ایسا عام لفظ ہے کہ جس میں دنیاوی معاملات خانہ داری اور آپس کے تمام برتاؤے اور کل معاملات اپنے اور بیگانہ کافر مومن حیوان و انسان کے متعلق اور دینی معاملات سخاوت رضا تسلیم صبر جن کی تفصیل سورۂ فاتحہ میں ہوئی شامل ہیں۔ اور درحقیقت جب انسان کے اندر صفت انصاف آجاتی ہے تو اس کی طبیعت اس کو خواہ مخواہ ان آسمانی قوانین پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔

(دوم) شہداء للہ کہ اللہ تعالیٰ کے گواہ بنے رہو دینی اور دنیاوی معاملات میں خدا تعالیٰ کے لئے شہادت ادا کرو۔ نیک کو نیک اور بد کو بد کہو اور جو سچی بات ہو اس کے بیان کرنے میں کچھ بھی پروا نہ کرو خواہ اس میں تمہارا نقصان ہو یا والدین یا کسی قرابت مند کا ہو۔ اس میں امیر و غریب کی کچھ بھی رعایت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رعایت رکھو چونکہ شاہد کے لئے یہ ضروری ہے کہ عادل ہو اس لئے قوّامین بالقسط کو مقدم کیا۔

قوّامین بالقسط اور شہداء للہ کے معنے سے بظاہر اعمال صالحہ کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے حالانکہ اس میں نظریات یعنی تکمیل عقائد کی بھی بہت ضرورت تھی اس لئے اس کے بعد یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ الخ بھی فرمایا اس میں تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید ہے (۱) اللہ تعالیٰ پر یعنی اس کی ذات و صفات پر (۲) اس کے رسولوں پر جو اس کے وسائط ہیں (۳) کتاب خاص یعنی قرآن اور اس سے پیشتر جو کتابیں خدا تعالیٰ نے انبیاء پر نازل کی ہیں۔ چونکہ انبیاء اور کتابوں پر ایمان لانا اس بات کا مستلزم تھا کہ انسان ملائکہ پر بھی جو انبیاء اور اللہ تعالیٰ میں واسطہ ہیں ایمان لاتے اور اسی طرح قیامت پر جو دار الجزاء ہے اس لئے ان کا ذکر نہ کیا مگر احتمال

تھا کہ کوئی ہُوؤں تاویل کر کے انکار کردے تو دوسرے جملہ ومن یکفر الخ میں ان تینوں چیزوں کے ساتھ ان دونوں کو ملا کر یہ کہدیا کہ جو ان چیزوں کا انکار کرے گا کافر اور گمراہ ہوگا۔
ف یاایہا الذین آمنوا پھر ایمان کا حکم دینا یا آئندہ ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لئے یا یہ کہ جو تقلیداً ایمان لاتے ہیں اُن کو تحقیقاً ایمان لانا چاہیے یا اس سے مراد منافقین و یہود ہیں کہ بظاہر اپنے تئیں ایماندار کہتے تھے اُن کو نئے سرے سے ایمان لانے کا حکم ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا
جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے
ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ
پھر کافر ہو گئے پھر کفر (ہی) میں بڑھتے چلے گئے تو خدا تعالیٰ
يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ
(بھی) ایسا نہیں کہ ان کو بخش دے اور ان کو راہ راست
سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ
دکھائے۔ (اے نبیؐ!) منافقوں کو عذاب الیم کا مژدہ سنادیجئے
عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ
(اور) اُن کو کہ جو ایمانداروں کو چھوڑ کر
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
کافروں کو یار بناتے پھرتے ہیں۔ ع ۲۰ / ۱۷
أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ
کیا اُن کے پاس عزت ڈھونڈھتے ہیں سو عزت تو سب اللہ
الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ
تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ حالانکہ وہ تم پر کتاب میں یہ بات
فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ
بھی نازل کر چکا ہے کہ جب تم آیات الٰہی کا انکار ہوتے
يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا
اور ان سے ٹھٹھا کرتے سنو تو ان لوگوں کے ساتھ
مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ
نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اور کسی بات میں نہ لگیں
إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ
(ورنہ) اس وقت تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ ضرور اللہ تعالیٰ
الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ
منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع
جَمِيعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ
کردے گا۔ (اور) ان کو جو تمہارے لئے برائی کے منتظر رہتے ہیں۔
فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا
پھر اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو فتح نصیب ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ
أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ
کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (فتح) نصیب
نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ
ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آئے تھے
وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ
اور تم کو مسلمانوں سے نہ بچالیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
ہی تم میں قیامت کے دن تمہارا اور ان کا فیصلہ کردے گا۔ اور
لَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى
ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے مسلمانوں پر (غلبہ کا) کوئی رستہ
الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿۱۴۱﴾
پیدا نہ کرے گا۔

ترکیب

بان کا عذابا الیما اسم لہم خبر مجموعہ متعلق ہے بشر سے الذین صفت ہے المنافقین کی ان مخففہ ہے اسکا اسم محذوف ای انہ اذا سمعتم فعل با فاعل آیات اللہ مفعول یکفر بہا جملہ حال ہے آیات اللہ سے یستہزء بہا اس پر معطوف۔ مجموعہ شرط فلا تقعدوا معہم جواب مجموعہ خبر ان

ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مفعول ہوا نزل کا۔ اذا ملغاۃ ہے
کیونکہ ان کے اسم کم اور خبر مثلہم میں واقع ہے اور اسی لئے
اس کے بعد فعل نہیں آیا استحوذ برخلاف قیاس مستعمل تھا
اسی طرح پر آیا اور قیاس استحاذ ہے۔

تفسیر

یہ بھی آیت سابق کا تتمہ ہے کہ ایمان لاکر اس پر ثابت قدم
رہنا چاہیے نہ کہ کبھی ایمان لے آیا پھر کسی غرض سے کافر ہوگیا
پھر جو کچھ مصلحت معلوم ہوئی مسلمانوں میں مل گیا پھر کسی
غرض سے کافر ہوگیا اور پھر کفر میں ترقی کرتا گیا۔ ان کی سزا
فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا اور نہ ان کو
راہِ حق کی ہدایت کرے گا۔ مفسرین کے اس آیت میں مختلف
اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان الذین آمنوا ثم کفروا الخ
سے یہود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اول بار توراۃ اور موسیٰ ؑ
پر ایمان لے آئے پھر چند مدت کے بعد ملکِ کنعان میں غیر قومو
کی صحبت سے بت پرستی اور فسق وفجور میں مبتلا ہوگئے پھر
داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ایمان لائے بت
پرستی چھوڑی دین پر قائم ہوئے۔ پھر عزیرؑ کے بعد سے لے کر
مسیحؑ تک کفر میں پڑے رہے پھر حضرت محمد علیہ السلام کا انکار
کرکے اور بھی زیادہ کفر میں ترقی کر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے
منافقین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اول ایمان لائے پھر دل
میں نفاق پیدا کرکے کافر ہوگئے پھر جہاں شوکتِ اسلام دیکھی
ایمان لے آئے پھر جب کوئی شکست یا تکلیف دیکھی پھر گئے۔
میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے دل پر
نورِ ایمان کی تجلی نہیں پڑی ایمان اور کفر کو انہوں نے ایک
ہلکی سی بات سمجھ رکھی ہے کبھی ادھر کبھی ادھر ہوگئے اور ہنوز
یقین کا آفتاب ان کے دل پر پرتو افگن نہیں ہوا وہ ظلماتِ
شکوک میں بھٹکتے پھرتے ہیں کبھی ایمان اور کبھی کفر میں پڑ گئے
خواہ یہود ہوں خواہ منافق یا کوئی اور کہ جس کے دل میں ایمان
کی وقعت نہ ہو اور وہ ادنیٰ سبب سے ایمان سے برگشتہ ہوجائے۔
لم یکن اللہ لیغفر لہم اگر کوئی کہے کہ بغیر توبہ کے تو کوئی کفر
بھی معاف نہیں ہوتا خواہ ایمان ملا کر کفر اختیار کرے یا نہ کرے
پھر اس قید کی ضرورت کیا ہے اور توبہ کے بعد تو شرع میں
ہر ایک قسم کا کفر معاف ہے خواہ ہزار بار مرتد ہو کر اسلام لائے
ایمان مقبول ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں وہ کفر مراد ہے
جس سے توبہ نہ ہو اور ان لوگوں سے وہی لوگ معین مراد
ہیں کہ جو شقی ازلی ہیں جن کا علم الٰہی میں بغیر توبہ کے مرنا
لکھا ہے اور ان کا یہ ذکر اس لئے ہے کہ ایسے لوگ کہ جو جلدی
سے کفر اور ایمان اختیار کر لیتے ہیں ان کے نزدیک ایمان کی
چنداں وقعت وعظمت نہیں ہوتی اور ایسے شخص غالباً کفر
ہی کی حالت میں مرتے بھی ہیں۔
بشر المنافقین الخ اس میں منافقین کی طرف بھی اشارہ ہے
کہ جو دنیا کے مقابلہ میں دین کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے کبھی
کرستان کبھی مسلمان۔
ان الذین یتخذون الکافرین اولیاء الخ میں ان منافقوں کا
شیوہ بیان فرماتا ہے کہ وہ کفار ومشرکین کا جاہ وحشم دیکھ کر
ان سے جا ملتے ہیں اور ان کو اس لئے یار بناتے ہیں کہ ہم کو عزت
وشوکت حاصل ہوگی۔ مدینہ کے منافق ایسا کیا کرتے تھے یہود
کے پاس جاکر اسلام سے نفرت اور اس پر تمسخر کرتے تھے جیسا
کہ آگے آتا ہے اور اس سے مقصد یہ تھا کہ ان باتوں سے یہ
مخالفین ہم کو اپنا سچا دوست سمجھ کر ہماری عزت کیا کریں گے۔
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان العزۃ للہ جمیعا
کہ عزت تو خدا تعالیٰ کے ہی ہاتھ ہے جس کو وہ ذلیل کرنا
چاہتا ہے کوئی بھی اس کو عزت نہیں دے سکتا۔ چنانچہ ایسے لوگ
ہمیشہ ان کی نظروں میں بھی ذلیل وحقیر ہی رہتے ہیں اور اس میں
اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن کے ہاں یہ عزت تلاش کر رہے
ہیں ان کو بھی ذلت ہوجائے گی اللہ تعالیٰ اور اس کے مخلصوں
کے لئے عزت برقرار رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مخالفین کی

شوکت خاک میں مل گئی۔ وقد نزّل علیکم الخ مکہ معظمہ میں بھی ہجرت سے پہلے مشرکین اپنی مجلسوں میں قرآن کی نسبت کفر بکتے اور ہنسی کیا کرتے تھے مسلمانوں کو اس بارے میں وہاں جانے کی بابت یہ حکم آیا تھا، واذا رأیت الّذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتے یخوضوا فی حدیث غیرہ کہ تم وہاں سے اٹھ کر کھڑے ہوا کرو پھر جب مسلمان اور آنحضرت علیہ السّلام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہاں کے احبار نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا (اور یہ بے دینوں کا قدیم دستور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السّلام اور اُن کی باتوں پر قہقہہ اڑایا کرتے ہیں) اس پر خدا تعالےٰ منافقوں سے جو اُن کی خوشامد کے لئے اس مضحکہ میں شریک ہوتے تھے یہ فرماتا ہے کہ ہم پہلے بھی اس بارے میں حکم دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں خدا تعالےٰ کی آیات پر ہنسی ہوتے دیکھو تو وہاں سے اُٹھ جاؤ ورنہ تم بھی ان کے ساتھ کفر میں شریک ہو مگر جو بے لبسی سے اُٹھ نہ سکے تو وہ معذور ہے مگر دل میں ناراض ہونا شرط ہے۔

الذین یتربّصون بکم، یہ ان منافقین کا دوسرا حال ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح اور کامیابی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے ؟ یعنی تھے ہمیں بھی اس میں سے حصّہ دو۔ اور اگر کافروں کو کوئی دنیاوی کامیابی یا اِسلام پر غلبہ پانے کا موقعہ ملتا ہے یعنی جب وہ کامیاب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو ہم تم پر قابو پا سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمھاری مدد کر کے مسلمانوں کو تم سے روک دیا سو اس میں ہم کو بھی شریک کرو یعنی دونوں سے ملے رہتے ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم اس بات کا قیامت میں فیصلہ کر دیں گے اور آیندہ وعدہ فرماتا ہے کہ کافروں کو مسلمانوں پر خدا تعالےٰ کبھی سبیل یعنی غلبہ کی حجّت اور فتح میں کوئی رستہ نہ نکالے گا (بشرطیکہ مسلمان اسلام پر قائم رہیں)۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ

(اے نبیؐ) بیشک منافق (اپنے نزدیک) تو خدا تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں حالانکہ وہ

خَادِعُهُمْ ج وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ

انہی کو دھوکہ دے رہا ہے اور جب کہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو

قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا

ہارے دل سے کھڑے ہوتے ہیں (صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا (١٤٢) مُّذَبْذَبِيْنَ

تعالےٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں، اس میں (یعنی کفر و ایمان میں)

بَيْنَ ذٰلِكَ ق لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ

متردّد ہیں نہ ان کی طرف ہیں نہ

إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

ان کی ہی کی طرف ہیں۔ اور جس کو خدا تعالےٰ گمراہ کرے سو تم (اے نبیؐ)

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (١٤٣) يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اس کے لئے رستہ نہ پاؤ گے، ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ

ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ

نہ بناؤ۔ کیا تم اپنے اوپر

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (١٤٤)

اللہ تعالےٰ کا صریح الزام قائم کر لینا چاہتے ہو؟

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ

بیشک منافق آگ کے سب سے نیچے کے درجہ میں

مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (١٤٥) لا

ہوں گے، اور تم کو ان کا کوئی بھی مددگار نہ ملے گا۔

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا

مگر ان میں سے جنھوں نے توبہ کر لی اور وہ سنور گئے اور اللہ تعالےٰ کو مضبوط

بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ

پکڑ لیا اور وہ اللہ تعالےٰ کے خالص فرمانبردار بھی ہو گئے سو وہ لوگ

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ

ایمانداروں کے ساتھ ہیں۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ

اجر عظیم دے گا۔ اگر تم شکر گزاری

اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ

کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

اور اللہ تعالیٰ قدردان خبردار ہے۔

ترکیب

وہو خادعہم جملہ حال ہے اللہ سے کسالیٰ حال ہے فاعل قاموا سے اسی طرح یراؤن الناس بھی حال ہے مذبذبین منصوب علی الذم ہے اور ممکن ہے کہ فاعل یذکرون سے حال ہو ہمزۂ استفہام انکاری تریدون کا ضمیر انتم فاعل ان تجعلوا سلطانا مبینا مفعول اوّل تجعلوا للہ ثابت کے متعلق ہو کر مفعول ثانی او العکس یہ جملہ مفعول ہے تریدون کا من النار حال ہے الدرک الاسفل سے ما یفعل میں ما میں دو وجہ ہیں، اوّل یہ کہ یہ استفہام کے لئے ہو اور یفعل کا مفعول واقع ہو کر محل نصب میں ہو بعذابکم متعلق ہے یفعل سے دوم یہ کہ ما نافیہ ہو والمعنے لایعذبکم ۔

تفسیر

یہ آیات بھی پہلی آیات کا تتمہ ہیں ان میں منافقین کے اوصاف باقی ماندہ بتلاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو ان اوصاف سے اجتناب کرنے کا خیال رہے اور یہ جانیں کہ منافق کسی کی ذات نہیں جس میں یہ وصف ہیں وہی منافق ہے۔ (۱) ان المنافقین یخادعون الخ کہ وہ لوگ ایمان اور ظاہری طاعات کو خلوص اور امید ثواب کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں میں شریک ہونے کے لئے اور دنیا کے لئے کرتے ہیں جس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں گو ان کا یہ خیال نہ ہو مگر اس قسم کی کارروائی اس علام الغیوب کے روبرو اسی بات کو ظاہر کرتی ہے اور اس کا وبال چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر دنیا و آخرت میں پڑنے والا تھا اس لئے خادعہم فرمایا یعنی یخادعون، خادعہم بطور استعارہ کے بولے گئے ہیں۔ (۲) واذا قاموا الی الصلوٰۃ الخ۔ کسالیٰ، بضم الکاف وفتحہا۔ جمع کسلان بمعنی سست، جیسا کہ سکران کی جمع سکاریٰ آتی ہے۔ چونکہ منافقوں کو نماز سے نہ آخرت میں امید ثواب تھی نہ ترک سے خوف عقاب بلکہ ظاہرداری تھی سو ایسے کام میں قطعاً سستی اور کاہلی ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو سستی سے ادا کرتے تھے۔ نماز میں سستی کئی طور سے ہوتی ہے، وقت پر جماعت سے نہ پڑھنا، مکروہ اوقات میں بلارعایت شروط پڑھنا اور رکوع و سجود و قیام و قرارت میں خشوع خضوع ملحوظ نہ ہونا یوں ہی ٹھونگیں مارنا۔ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی طرح نماز پڑھی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر پڑھ، تو نے نہیں پڑھی۔ اسی طرح کئی بار اس نے پڑھی اور آپ نے فرمایا۔ آخر آپ نے سمجھایا کہ اس طرح سے پڑھ۔ اہل حقیقت کے نزدیک نماز میں اگر سراسر حضور قلب اور محویت نہ ہو تو نماز نہیں۔ (۳) یراؤن الناس کہ وہ یہ نماز اور یہ سب باتیں ریاکاری یعنی لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو کم یاد کرتے ہیں۔ کم یاد کرنے سے یہ مراد ہے کہ نماز میں صرف تکبیرات تو پڑھتے ہیں ورنہ چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں یا نماز ہی کم پڑھتے ہیں۔ جب لوگوں کے ساتھ ہوئے تو پڑھ لی اور گھر میں ندارد۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ نماز کے باہر رات دن بجز دنیاوی باتوں کے منہ سے ذکر الٰہی نہیں نکلتا

ف وہ تو اپنے زعم میں خدا تعالیٰ کو بعض کہتے ہیں لفظ رسول محذوف ہے یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب دے رہے ہیں یا بطور استعارہ کے ان کی حرکات کو فریب سے تعبیر کیا اور خدا تعالیٰ جو ان کو اس بدفعلی کی سزا دے رہا یا قیامت میں دے گا اس کو بطور استعارہ کے یا بطور مشاکلت کے خادعہم سے تعبیر کیا الفاظ کے لفظی معنی پر اعتراض کرنا بے عقلی ہے ۱۲ منہ

اب بھی سیکڑوں لوگ نام کے مسلمان ہیں۔ اگر آپ چند روز بھی ان کے پاس رہیں تو بجز دنیا کے بکھیڑوں کے اللہ تعالےٰ کا ذکر نہ سُننے گا۔

(۴۳) مذبذبین بین ذالک یعنی وہ حیرت اور شک میں ہیں جب اسلام کی روشنی دکھائی دے جاتی ہے تو اسلام کو حق جان کر اُس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی ظاہری مصیبت اور فقر و فاقہ کی گھٹا اور اندھیری آجاتی ہے تو اس کے فوائد پر نظر نہیں کرتے اس کے اندیشوں کی گرج اور کڑک سے انکار کی اُنگلی گوشِ قبول ویقین میں رکھتے ہیں۔ بلا شک جب تک انسان کو نورِ یقین حاصل نہ ہو وہ آندھی میں پَر کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا اور ڈانواں ڈول رہتا ہے یہ سخت بلا ہے واہ رے یقین تیرے کیا کہنے ہیں ؎ بدر دیقین پردہا خیال + نماند سراپردہ الا جلال ۔ بلا شک جو اس تردد کے بیابان میں پڑا ایسا ہی گمراہ ہوا کہ اس کا کوئی ہادی نہیں ومن یضلل اللہ فلن تجدلہ سبیلا سے یہی مراد ہے خدا تعالےٰ اس وادیٔ پرُخار سے بچائے۔ جب کہ خدا تعالےٰ منافقوں کے اوصاف بیان فرما چکا تو اس کے بعد مسلمانوں کو اُن کی عادت سے صراحۃً منع فرماتا ہے یایہا الذین آمنوا الخ کہ تم کفار کو دوست نہ بناؤ اور نہ ان منافقوں کو مُنہ لگاؤ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ سے محبت نہیں رکھتے ان کی محبت تم کو غفلت اور دنیا کی خواہش کی طرف کھینچے گی اور ایک دل دو طرف نہیں رہتا۔ خدا تعالےٰ سے تم غافل ہو جاؤ گے اور جب یہ ہوگا تو تم پر محبتِ الٰہی میں الزام قائم ہوگا۔ اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا سے اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد منافقوں کا انجام بتلاتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ درک بسکون الراء اور بعض کے نزدیک بفتح الراء بھی ہے۔ زجاج اس کو فصیح کہتے ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ درک کی جمع ادراک جیسا کہ جمل اور اجمال ادرک بھی جمع ہے جیسا کہ فلس کی افلس اور کلب کی اکلب۔ درک کے معنے قعر اور نہایت کے ہیں جیسا کہ دریا کی تہ۔

اور وجہ اس کی کہ منافق جہنم کی سب سے نیچے کی تہ میں ہوں گے یعنی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے یہ ہے کہ کفار چونکہ ظاہر و باطن منکر اور مخالف ہیں ان سے اس قدر اسلام کو مضرت نہیں جس قدر کہ ان سے ہے۔ دیکھئے بہت سے ایسے خبیثوں سے جو در پردہ کافر و بے دین اور ظاہر میں مسلمان ہیں کس قدر اسلام کو مضرت پہنچی ہے ہزاروں بدعتیں اُنہی کی ایجاد ہیں تاویلاتِ رکیکہ کر کے یہی قرآنِ مجید کو الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ تمام قرآنِ مجید میں یہ بات مرعی رکھی گئی ہے کہ ترہیب کے بعد ترغیب اور وعدہ کے بعد وعید اس لئے اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کے بعد ان کے لئے توبہ کی ترغیب اس پر معافی کا وعدہ دیتا ہے الا الذین تابوا مگر چار باتیں شرط ہیں۔ اوّل تابوا کہ صدق دل سے توبہ کریں، دوم واصلحوا کہ نیک وقتی اختیار کریں جو کچھ علم و عمل میں فساد ہے اس کی اصلاح کریں، سوم واعتصموا باللہ کہ اللہ تعالےٰ کو مضبوط پکڑیں یعنی اُس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اُسی کی ذات پر تکیہ کریں، چہارم واخلصوا دینہم کہ خلوص اور صدقِ نیت پیدا کریں کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے۔ اُن چار اوصافِ ذمیمہ کے مقابلہ میں یہ چار اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے۔ پھر اسکے بعد ان کو برابر کی جماعت میں داخل کرتا ہے فاولئک مع المؤمنین اس کے بعد یہ بھی ظاہر فرماتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا اس کے اعمالِ بد کی وجہ سے ورنہ ہم نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ ہم خواہ مخواہ اُن کو عذاب کریں یا ہم کو ان سے دلی نفرت ہے بلکہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو ہم تمہیں عذاب کر کے کیا کریں گے؟ اور جو کوئی کچھ بھی نیکی کرتا ہے تو ہم قدر دانی کرتے ہیں ؎

تفسیر حقانی

پارۂ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ
خدا تعالےٰ کو بُری بات کا ظاہر کرنا پسند نہیں
الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
آنا مگر جن پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ (خود خوب)
سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ
سُنتا جانتا ہے۔ اگر تم نیکی کو ظاہر کرو یا
تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
اُس کو چھپاؤ یا کوئی بُرائی معاف کردو تو اللہ تعالےٰ بھی معاف
كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
کرنے والا (اور) قدردان ہے۔ بیشک جو لوگ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ
اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ
اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولوں میں تفرقہ کریں اور
يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ
(یہ) کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار
بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا
کرتے ہیں اور وہ (یہ بھی) چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان
بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ
ایک اور راستہ نکالیں۔ (سو) ایسے لوگ یقیناً
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا
عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اُس کے
وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی میں بھی تفرقہ نہ کیا
اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَ
(سو) ان کو عنقریب اللہ تعالےٰ ان کا اجر دے گا۔ اور
كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع
اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔

ع ۲۱

ترکیب

بالسوء الجہر سے متعلق ہے ای لا یحب ان یجہر بالسوء من القول بیان ہے السوء کا اِلّا مَن استثناء منقطع ہے موضع نصب میں، بعض کہتے ہیں کہ متصل ہے ای لا یحب ان یجہر بالسوء احد الا من ظلم فلا بأس علیہ ان یجہر عن ظلم ظالمہ و یدعو علیہ عند الحکام۔ حقاً مفعول مطلق ای حق ذٰلک حقا اور ممکن ہے کہ حال ہو اے اولئک ہم الکافرون غیر شک۔

تفسیر

منافقوں اور گنہگاروں کو توبہ و استغفار کرنے اور خدا تعالےٰ

کی طرف رجوع کرنے کا اس خوبی اور عمدہ پیرایہ سے بیان ہوا تھا کہ جس سے طبائع سلیمہ پر عمدہ اثر پڑتا ہے مگر بعض لوگ اُن کے ایمان لانے اور خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی ان کے عیوبِ گزشتہ بیان کرکے طعن و طنز کیا کرتے ہیں اس لئے ان طعن و تشنیع کرنے والوں کی زبان بند کی جاتی ہے کہ لا یحب اللّٰہ الجہر الخ کہ خدا تعالےٰ کو بُرائی کا افشاء کرنا اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا پسند نہیں مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ اُس کے ظلم و ستم بیان کرے کیونکہ بغیر بیان کرنے کے چارہ بھی نہیں مگر دراصل اب بھی ان میں کوئی باتِ بد باقی ہے تو خدا تعالےٰ خود سمیع و علیم ہے اور کو مناسب نہیں کہ اُس کی عیب جوئی کرے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خود بھی اپنے گزشتہ عیوب لوگوں پر ظاہر نہ کرے اور نہ توبہ اس بات کی مقتضی ہے کہ کسی کے سامنے اپنا کچا چٹھا کھولے (جیسا کہ رومن کیتھولک عیسائیوں میں دستور ہے کہ پادری کے سامنے گزشتہ عیوب کا بوقتِ توبہ اقرار و اظہار کرایا جاتا ہے) کیونکہ خدا تعالےٰ خود جانتا ہے وہ ستّار ہے۔ اب توبہ کے بعد یہ بات ضرور باقی رہتی کہ اس پر کسی کے حقوق تھے یا اس نے لوگوں پر ظلم کئے تھے ان کے انتقام و مطالبہ کی بابت فیصلہ فرماتا ہے ان تبدوا خیرًا کہ اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرکے کرو بشرطیکہ ریاکاری مقصود نہ ہو تو اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ دوسروں کو بھی رغبت ہو یا تم ان توبہ کرنے والوں کی بُرائیاں معاف کردو تو بہتر ہے کس لئے کہ خدا تعالےٰ بھی غفور ہے اور اس کے انتقام لینے پر بھی قادر ہے۔ پھر جب تم کسی کو معاف نہیں کرتے تو آخر تم بھی خدا تعالےٰ کے گناہوں سے پاک نہیں۔ قدیر کا لفظ کس لطف کے ساتھ معافی کی رغبت دلا رہا ہے جس میں تہدید کی شان بھی ہے اس کے بعد پھر ڈھیٹھ اور آپ کے سیاہ کاروں کی طرف روئے سخن کیا جاتا ہے کہ اپنی بُرائی پر اَڑے ہوئے ہیں ان الذین یکفرون باللّٰہ الخ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کا انکار کر رہے ہیں اور خدا تعالےٰ اور اُس کے رسولوں میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں اور وہ تفرقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو تو مانیں گے یعنی انبیائے بنی اسرائیل کو کیونکہ وہ ہمارے ہیں بعض کو نہیں جو اُن کے غیر ہیں خصوصًا نبئ عربی کو کس لئے کہ یہ گنوار عربوں کے نبی ہیں ہم کو ان کی حاجت نہیں۔ اور یہود تو حضرت مسیحؑ کو بھی نہیں مانتے اور ایک اور میانہ راستہ جداگانہ پیدا کرنا چاہتے ہیں سو وہ مومن اور نیکوکار نہیں بلکہ اولئک ہم الکافرون حقًا وہ یقینی کافر ہیں جن کے لئے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے جن کو منافقینِ مدینہ اپنا پیر و مرشد اور ان کو انبیائی سلسلہ کا کلید بردار سمجھ کر ان کی باتوں کو بہت کچھ مانتے تھے ان کے مقابلہ میں حقیقی مومنوں کی مدح اور ان کا نیک نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور برابر سب کو برحق مانتے ہیں تفرقہ نہیں کرتے ہیں وہ صرف حقیقی مومن ہی نہیں بلکہ ان کو ہم بہت جلد اُن کے ایمان اور نیکوکاریوں کا نیک بدلہ دیں گے اور اُن کی لغزشوں کو بھی مٹا ڈالیں گے کیونکہ ہم غفور رحیم بھی ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالےٰ جرم کی سزا دینے پر مجبور ہے جیسا کہ آریہ اور عیسائیوں کا کفارۂ مسیحؑ کے معاملہ میں اعتقاد ہے تو انھوں نے خدا تعالےٰ کو اس صفت سے معرا کر دیا جو ایک بڑا ہی نقص ہے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ

(اے نبیؐ!) اہل کتاب آپؐ سے سوال کرتے ہیں کہ آپؐ ان پر آسمان سے

كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى

کوئی کتاب اُتار لاویں سو وہ تو اس سے (بھی) بڑھ کر موسےٰؑ سے

اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ

سوال کر چکے ہیں (جب کہ انھوں نے) کہا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا خدا تعالےٰ

جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

دکھا دے پھر تو اُن پر اُن کے ظلم کی وجہ سے بجلی آ پڑی۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

پھر کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی انھوں نے

الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا

بچھڑا بنالیا پھر ہم نے یہ بھی معاف کردیا تھا، اور موسےٰ

مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

علیہ السلام کو کھلا ہوا غلبہ دیا۔

ترکیب

یسئلک کا فاعل اہلِ کتاب ک مفعولِ اوّل ان تنزّل جملہ بتاویل مصدر مفعول ثانی اکبر صفت ہے مفعول محذوف کی لے سألوا شیئاً اکبر من ذٰلک جہرۃً عیاناً۔

تفسیر

گزشتہ آیات میں اہلِ کتاب کے افعالِ زشت کی مذمت تھی کہ وہ رسولوں میں تفرقہ کرتے ہیں بعض پر ایمان اور بعض سے انکار کرتے ہیں اُس پر اپنے آپ کو مقدّس ایماندار بھی سمجھتے تھے۔ ان آیات میں ایک دوسری جہالت بیان کی جاتی ہے وہ یہ کہ یہودِ مدینہ معجزات و آیاتِ بیّنات دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تھے اور عناد سے یہ کہتے تھے کہ اگر آپؐ نبیٔ برحق ہیں تو ایک بار آسمان سے کوئی کتاب اُتروا دیجئے جس طرح کہ یکبارگی موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے الواح یعنی تختیاں خدا تعالیٰ کے ہاں سے لکھوا کر لائے تھے۔ غالباً اس سوال کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (بقولِ شخصے خوئے بدرا بہانۂ بسیار) کہ قرآنِ مجید ان مصالح اور اسرار کی وجہ سے کہ جن کا ہم نے متعدّد مقام پر ذکر کیا ہے حسبِ حاجت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور اس کی بھی یہ صورت تھی کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر القاء کرتے تھے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نظر نہ آتے تھے پھر آپؐ ان آیات کو لوگوں کو سُناتے اور کاتبوں سے لکھوا دیتے تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ سُن رکھا تھا کہ وہ پہاڑ سے لکھوا کر تختیاں لائے تھے جن کو سب بنی اسرائیل نے آنکھ سے دیکھا جس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آسمان سے لکھی لکھائی کوئی کتاب کیوں نہیں نازل ہوتی؟ چونکہ یہ سوال صرف سرکشی کی وجہ سے تھا اور عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ایسے سوالوں پر اُنکی خواہش پوری نہیں کی جاتی اس لئے یہ جواب دیا گیا کہ اُنکی عادت میں یہ سرکشی ہمیشہ سے چلی آتی ہے کیونکہ اس سے پیشتر اُنھوں نے یعنی ان کے بزرگوں نے خود موسےٰ علیہ السّلام سے اس سے بھی بڑھ کر سوال کیا تھا کہ ہم کو کُھلّم کُھلّا خدا تعالےٰ دِکھلا دو جب ایمان لائیں گے حالانکہ خدا تعالےٰ کو کُھلّم کُھلّا ان آنکھوں سے دیکھنا کسی بشر کی بھی قدرت نہیں لیکن یہ سوال بھی محض سرکشی سے تھا اس لئے غضبِ الٰہی نازل ہوا۔ بجلی گر پڑی (یہ ماجرا کوہِ طور پر واقع ہوا تھا اس کی تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں دیکھو) پھر فرماتا ہے کہ جبلّی کج طبعوں کو کوئی معجزہ فائدہ نہیں دیتا ازلی گمراہ معجزات دیکھ کر بھی ویسے ہی گمراہ اور بدکار رہتے ہیں دیکھو ثم اتخذوا العجل من بعد ما جاءتہم البیّنات باوجودیکہ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات مصر میں اور مصر سے نکل کر سفر میں دیکھے تختیاں بھی دیکھیں پھر بھی اس کے بعد سب سے بڑھ کر گمراہی اختیار کی یعنی بچھڑا بنا کر پوجا۔ مگر ہم نے اُس پر بھی اُن کو معاف کر دیا۔ اور موسیٰؑ کو سلطان مبین عطا کی تھی وہی اُن کی نبوّت و رسالت کی مسکت دلیل تھی۔ اگرچہ سلطان مبین کی تفسیر میں علماء کے متعدّد اقوال ہیں کوئی معجزات کہتا ہے کوئی حکومت و غلبہ بتاتا ہے لیکن دراصل سلطان مبین نبیؑ کی ایک خاص شان ہوتی ہے جس کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے جس لئے مخلوق اُن کے حکم میں آجاتی ہے۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالےٰ نے دی تھی اس میں اشارہ ہے کہ یہی سلطانِ مبین خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے جس سے عرب جیسے وحشی متکبّر سفاک خود بخود آپؐ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں ورنہ اُن کے پاس کونسا لشکر و خزانہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے جس کو وہ دن کے اندھے نہیں دیکھتے اور لکھی لکھائی کتاب

آسمان سے اُتری چاہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو اس میں بھی صدہا نکتہ چینیاں کرتے اب ایسے رسول کا انکار اور تفرقہ موجب نار نہ ہوتو کیا ہوگا۔

ف: کسی نبیؑ پر کوئی کتاب آسمان سے اس طرح نازل نہیں ہوتی جیسا کہ یہود نے سوال کیا تھا بلکہ الہام کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہیں وہ تختیاں جو موسیٰؑ کوہِ طور سے لاتے تھے توراۃ نہ تھی بلکہ ان پر دس حکم لکھے ہوئے تھے جن کو موسیٰؑ نے توراۃ میں لکھوا دیا تھا، واللہ اعلم۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَ
اور ہم نے ان سے عہد مستحکم کرنے کے لئے ان پر کوہِ طور بلند کیا اور
قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا
ہم نے اُن سے (یہ بھی) کہا کہ (شہر کے) دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے جانا اور ہم نے
لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا
ان سے (یہ بھی) کہدیا تھا کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرنا اور ہم نے اُن سے
مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ
سخت عہد بھی لے لیا تھا۔ پھر ان کی عہد شکنی سے
مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ
اور آیات الٰہی کے انکار کرنے سے اور ناحق
الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا
انبیاءؑ کو قتل کرنے کی وجہ سے (ان پر قہر نازل کیا) اور اس قول سے کہ ہمارے
غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ
دلوں پر غلاف ہیں (غلاف نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر کر دی
فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵۵﴾ وَبِكُفْرِهِمْ
تھی اس لئے وہ کمتر ہی ایمان لاتے ہیں۔ اور اُن کے کفر سے
وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿۱۵۶﴾
اور مریمؑ پر بڑا بہتان باندھنے سے۔
وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ
اور ان کے اس کہنے سے (بھی) کہ مسیح بن مریمؑ رسولِ خدا کو
مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا
ہم نے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ نہ اس کو انھوں نے قتل کیا نہ
صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ
سولی دی بلکہ اُن کو اشتباہ ہو گیا۔ اور جو
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ
لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں۔
مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ
اُن کو اس کا کچھ بھی یقین نہیں بلکہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔
وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ
اور انھوں نے اس کو قطعاً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی
إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا
طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت
حَكِيمًا ﴿۱۵۸﴾
والا ہے۔

ترکیب

ورفعنا معطوف ہے آتینا پر الطور مفعول رفعنا کا فوقہم ظرف بمیثاقہم متعلق ہے رفعنا سے ای بسبب اخذ المیثاق علیہم۔ فبما نقضہم ما زائدہ ہے اور ب سببیہ متعلق ہے محذوف سے ای لعناہم بسبب نقضہم اور ممکن ہے کہ حرمنا سے متعلق ہو جو تین آیات کے بعد واقع ہے اور فبظلم بدل ہے اس نقضہم سے۔ میثاقہم مفعول ہے نقضہم کا وکفرہم وقتلہم وقولہم معطوف ہیں نقضہم پر وبکفرہم بھی مگر یہاں اعادہ جار کر دیا گیا وقولہم اور قولہم انا بھی اسی پر معطوف ہیں بہتانا حال ہے قولہم سے وقیل مصدر۔ الا اتباع الظن استثناء متصل ہے یقینا صفت ہے محذوف کی اے قتلا یقینا وقیل مصدرا من غیر لفظ الفعل۔

تفسیر

یہ بھی آیات سابقہ کا تتمہ ہے اس میں یہود کی جہالتیں اور

اس پر جو ان کو سزائیں ہوئی ہیں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ (۱) جب اُن سے اس بات پر عہد لیا گیا تھا کہ تم میرے سارے حکموں پر چلنا اور اُنھوں نے پہلو تہی کی تو کوہ طور ان پر اُٹھایا گیا۔ (۲) ان کو شہر اریحا۔ فتح ہونے کے وقت یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس نعمت کے شکریہ میں جب شہر کے دروازوں میں سے گزرو تو جھکتے اور عاجزی کرتے ہوئے جانا تکبر نہ کرنا۔ اُنھوں نے اس کے برخلاف کیا۔ (۳) سبت کی تعظیم کا اور اس روز کاروبار نہ کرنے کا حکم موکد دیا تھا اور اس پر اُن سے سخت عہد بھی لیا تھا مگر اُنھوں نے سبت کی تعظیم نہ کی داؤدؑ کے عہد میں اس کی اُن کو سزا ملی۔ ان واقعات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔

اس کے بعد وہ جو ان پر وقتاً فوقتاً مصیبتیں نازل ہوئیں جیساکہ فلسطیوں کا اُن پر غالب آنا، تابوتِ سکینہ کا چھن جانا کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو کر بندر کی شکل بن جانا جیساکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں واقع ہوا اور پھر بخت نصر اور دیگر بادشاہوں کے ہاتھ سے قوم اور ملک اور یروشلم کا برباد ہونا، سلطنت اور اقبال کا جانا غیر قوموں کے ہاتھ میں قیدی اور غلام بننا وغیرہ حوادث جن کی تفصیل تاریخ بنی اسرائیل میں ہے) ان کا سبب بیان فرماتا اور ان نالائق حرکتوں کو بتا کر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ خاندانی شریر ہیں لے نبیؐ! تم سے سرکشی کرنا کچھ نئی بات نہیں۔ منجملہ ان نالائق حرکات کے (۱) فبما نقضھم میثاقھم ہے یہ سب سے اوّل گناہ عظیم اُن سے سرزد ہوا کہ اُنھوں نے اپنے اس عہد کو جو موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کیا تھا توڑ ڈالا۔ عہد احکام شرع کے بجالانے کا اور توحید پر قائم رہنے کا تھا اور یہ عہد اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھی توڑا جو بچھڑا پوجا اور ان کے بعد ملک شام میں آکر غیر قوموں کی صحبت سے بھی جب کہ وہ بت پرستی اور زنا کرنے لگے اور توراۃ کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ ان واقعات کی تشریح کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل میں موجود ہے۔

(۲) کفرھم بآیات اللہ آیات سے مراد یا توراۃ کی آیات ہیں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات یا قضاء و قدر کی وہ نشانیاں جو ہمیشہ اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں جیساکہ آسمان اور چاند اور سورج رات دن کا بدلنا پھر زمین کی چیزیں کہ کس ڈھنگ سے پیدا ہوتی اور نشو و نما پاتی اور پھر فنا ہو جاتی ہیں جن میں غور و فکر کرنے سے انسان کو اپنی سعادت کا رستہ ملتا ہے۔ سو بنی اسرائیل نے اپنے اسی بت پرستی اور بدکاری کے زمانہ میں ان تینوں معنی کی آیت سے انکار اور کفر کیا یہ بھی اُن کتابوں سے بخوبی ثابت ہے۔

(۳) وقتلھم الانبیاء بغیر حق۔ بنی اسرائیل میں جب بت پرستی اور بدکاری نے رواج پایا اور سیکڑوں برس یہی حالت رہی کہ کبھی کسی نبیؑ اور نیک بادشاہ کی نصیحت اور کوشش سے درستی پر آگئے پھر چند روز بعد انبیاءؑ کو ناحق قتل کر کے پھر ویسے ہی سرکش ہو گئے۔ سلیمانؑ کے بعد جب سلطنت بنی اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک سلطنت جس کو اسرائیل کی سلطنت کہا جاتا تھا، اس کے اکثر بادشاہ سخت بے ایمان اور بت پرست بدکار گزرے ہیں انھیں ایام میں بہت انبیاءؑ اُن کے ہاتھ سے ناحق قتل ہوتے ہیں اور اخیر میں حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو ناحق قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اپنے زعم میں دار پر کھینچا۔

(۴) وقولھم قلوبنا غلف۔ قفال کہتے ہیں غلف اصل میں بہ تحریک لام جمع غلاف ہے تخفیف کے لئے ساکن کر دیا جیسا کہ کتبٌ رسلٌ۔ بکون تاء۔ و سین اس تقدیر پر یہ بھی معنی ہوں گے کہ یہودی اپنے دلوں کو علم کا غلاف یا جزدان کہتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو بہت کچھ علم حاصل ہے اب ہم کو کسی کے وعظ کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اس بد بخت قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتے تھے لیکن جب بھی اُن کے امام و کاہن لوگوں کو ان کے وعظ سننے سے منع کیا کرتے تھے اور

ممکن ہے کہ غلف کی جمع ہو جس کے معنے غلاف میں لپٹا ہوا کیونکہ خصوصاً مدینہ طیبہ کے یہود یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں ہم اے محمدؐ! آپ کی اس نصیحت کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلاً کہ ان کے دل پر یہ غلاف ولاف کچھ نہیں صرف ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے ان میں ایمان نہیں جا سکتا مگر وہ قدر قلیل کہ جس کو وہ اپنے ادعاء کے بموجب ایمان کہتے ہیں یا یہ قلت باعتبار قلتِ افرادِ اہلِ ایمان کے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں چونکہ کمتر لوگ ایمان لاتے ہیں اس لئے اس قوم میں کم ایمان پایا جاتا ہے اور یہ کمی اسی شامت سے ہے۔

(۵) وبکفرہم و قولہم علیٰ مریم بہتاناً عظیماً نالائق فعل ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے وقت صادر ہوا تھا وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اس کی قدرتِ کاملہ سے پیدا ہوئے تھے وہ اس کے منکر ہو گئے وبکفرہم سے اسی طرف اشارہ ہے۔ سو انھوں نے اس قدرتِ کاملہ کا انکار کیا اور حضرت مریمؑ پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی کہ اس نے یہ حرامی بچہ جنا ہے اور اخیر تک اسی لئے یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بہ نظرِ حقارت دیکھتے رہے۔ بعض یہود کا یہ بھی گمان تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں جن کی تقلید سے آج کل نیچری بھی یہی کہتے ہیں اور قرآن مجید کی بے جا تاویلیں کرتے ہیں مگر انجیل کی کیا تاویل کریں گے کہ جہاں روح القدس سے حاملہ پائے جانے کی تصریح ہے۔ گرچہ کسی پاکدامن عورت کو زنا کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے مگر انھوں نے اس زنا کو ایک بڑے پاکدامن شخص یعنی زکریا علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جیساکہ عموماً یہود کا گمانِ بد تھا بہتانِ عظیم ہے اس لئے بہتان کے بعد لفظ عظیم آیا۔

(۶) و قولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ، یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ نہ جانتے تھے مگر پھر رسول اللہ کہنا بطور تمسخر کے تھا جیساکہ مکہ کے کفار آنحضرت علیہ السلام کو تمسخر سے کہتے تھے یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ ماجدہ کو بُرے الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے، ساحر بن الساحرۃ فاعل بن الفاعلۃ کہتے تھے اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے رسول اللہ کا وصف ذکر کیا، یہ بھی ان کا سخت گناہ اور اُن کی نسل در نسل بربادی اور خرابی کا باعث تھا۔ وہ بڑے تفاخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ مسیحؑ کو قتل کر ڈالا جس کا رد خدا تعالیٰ اس جملہ میں کرتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم کہ انھوں نے نہ اُن کو قتل کیا نہ سولی دی بلکہ اشتباہ واقع ہوا پھر اس اشتباہ کی اس آیت میں خود توضیح فرماتا ہے وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن کہ جو اس بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں خود اُن کو یقین نہیں بلکہ ظنی باتیں کرتے ہیں۔ ان الذین اختلفوا سے مراد عیسائی ہیں ان کے متقدمین میں اکثر تین فریق تھے۔ نسطوریہ، ملکانیہ، یعقوبیہ۔ اوّل فریق کا گمان یہ تھا کہ مسیحؑ کو صلیب جسم کے طور پر ہوئی ہے نہ کہ روح کے طور پر اور یہ بات قرین قیاس بھی ہو سکتی ہے کس لئے کہ جس قدر مار پیٹ قتل و ضرب کی تکلیفات ہیں صرف جسم عنصری پر واقع ہوتی ہیں روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے نہ دار پر کھینچ سکتا ہے اسکندریہ کے اسقف آریوس کا بھی اس کے قریب قریب عقیدہ تھا جس کی وجہ سے عیسائیوں میں بڑا اختلاف پڑا اور قسطنطین شاہ روم کو مجلس قائم کرنی پڑی جیساکہ انگریزی رومن اردو عربی تواریخ کلیسیہ خصوصاً الدرۃ النفیسہ فی تاریخ کلیسہ مطبوعہ بیروت سے واضح ہوتا ہے اور آریوس الوہیتِ مسیح کا بھی منکر تھا۔ دوسرا فرقہ صرف روح سے صلیب پانا بیان

کرتا ہے۔ تیسرا فرقہ جسم اور روح دونوں سے صلیب پانا بیان کرتا ہے۔ بلکہ بعض فرقے یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیحؑ کو صلیب نہیں ہوئی بلکہ کسی دوسرے شخص کو، یہودی جھوٹی شیخی مارتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ خود یہود کو اختلاف تھا کیونکہ جب اُنھوں نے مسیحؑ کو مکان میں بند کیا تو اُن کو خدا تعالیٰ نے چھت پھاڑ کر آسمان پر اُٹھا لیا اور اُن کی شکل میں ایک یہودی کو کر دیا وہ دار پر کھینچا گیا۔ چونکہ اس کے افشار کرنے میں حضرت مسیحؑ کے کمالات کا اظہار تھا اس لئے یہود نے کہدیا کہ ہم نے خود مسیحؑ کو قتل کیا۔ یہ سدیؒ کا قول ہے اس کی تصدیق بھی اناجیل کے بعض فقروں سے ہوتی ہے جیساکہ اوپر گزرا اور خود قرآن کی یہ آیت کہہ رہی ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔

آج کل عیسائی حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے کو اپنی کتابوں اور مؤرخوں کے اقوال سے زور دے کر ثابت کیا کرتے ہیں اور اس پر یہود کی گواہی بھی لاتے ہیں لیکن اس کا جواب پہلے ہو چکا اور اگر ہم اُن کے قول کو تسلیم بھی کر لیں تو قرآن مجید کی آیت ماقتلوہ و ماصلبوہ اور بل رفعہ اللہ الیہ کے معنے عیسائیوں کے اوّل گروہ کے مطابق بھی ہو سکتے ہیں کہ دراصل جو عیسٰی یعنی روحِ منوّر تھی نہ اس کو اُنھوں نے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ وہ روح خدا تعالیٰ کے پاس پہنچی۔ مگر جمہور اہلِ اسلام اس کے قائل نہیں، واللہ اعلم۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ

اور اس کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب اس پر ایمان

بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

لائے گا۔ اور وہ قیامت کے دن اُن پر

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ (۱۵۹)

گواہی دے گا۔

ترکیب

ان بمعنے ما من اہل الکتاب خبر ہے مبتدا محذوف کی جو احد ہے تقدیرہٗ ما من اہل الکتاب احد۔ الا لیؤمنن استثناء متصل ہے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں یہود کے فضائح اور قبائح ذکر ہوئے تھے اور اس کی بھی تشریح تھی کہ اُنھوں نے مسیح علیہ السّلام کے ساتھ جو کچھ ذلّت و خواری دینے کا ارادہ کیا تھا وہ اس میں ناکام رہے خدا تعالیٰ نے اُن کو اس کے بالعوض عزّت دی اُن کو آسمان پر بُلا لیا۔ اب اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السّلام کی ایک اور بڑی عزّت و شوکت کی خبر دی جاتی ہے ہر اہلِ کتاب ان کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائے گا جبکہ ان کی شوکت اور جلال دیکھیں گے اور پھر قیامت کو وہ ان پر گواہی دیں گے قبل موتہ کی ضمیر میں علماء کے دو قول ہیں، ایک شہر بن حوشب وغیرہ کا وہ کہتے ہیں کہ موتہ کی ضمیر اہلِ کتاب کی طرف پھرتی ہے اس تقدیر پر یہ معنے ہوئے کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے ضرور اُن پر یعنی حضرت مسیح علیہ السّلام پر ایمان لائے گا۔ اہلِ کتاب کا لغوی معنے کے لحاظ سے یہود اور نصاریٰ اور اہلِ اسلام سب پر اطلاق ہو سکتا ہے ان میں سے نصاریٰ اور اہلِ اسلام تو حضرت مسیحؑ پر موت سے پہلے اپنی زندگی میں ایمان رکھتے ہیں اور بہ لے بخروجہ بھی لیا جاوے تو ان کے بلادِ دیگر قُربِ قیامت کے دنیا میں تشریف لانے پر بھی ان کا ایمان ہے۔

رہے یہود سو اُن کی نسبت یوں توجیہ کرنی پڑے گی جب وہ مرنے لگتے ہیں اور اُن کو ملائکۂ موت نظر آتے ہیں تو حضرت مسیحؑ پر ایمان لاتے ہیں ہر چند وہ ایمان کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اس قول پر دو شبہ ہوتے ہیں۔ اوّل تو اس بات کے ثبوت کے لئے کوئی ثبوت مخبرِ صادقؐ سے ہونا چاہیے حالانکہ اس کا ثبوت نہیں اور جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ مخدوش ہیں دوسرا شبہ یہ ہے کہ ایسے وقت تو عالمِ غیب کا پردہ اُٹھ جاتا ہے

ہر منکر غیب کی باتوں کی تصدیق خواہ مخواہ کرتا ہے اس میں
حضرت مسیحؑ کی کیا خصوصیت اور کیا فوقیت ثابت ہوئی۔
دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر موتہٖ کی حضرت مسیح علیہ السلام
کی طرف پھرتی ہے جس کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت مسیحؑ کی
موت سے پہلے ان پر ہر اہلِ کتاب ایمان لاوے گا اور اس میں
اشارہ ہے کہ یہود جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کو مار ڈالا وہ
جھوٹے مسیح تھے سو یہ ان کا قول غلط ہے وہ ہمارے
پاس زندہ ہیںؑ ان کے مرنے سے پہلے جب کہ وہ آسمان سے
اُتریں گے یہ منکر ایمان لائیں گے اور یہ حق ہے کہ حضرت مسیحؑ
جب قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور امام مہدی بھی
ہوں گے سو اس وقت سوا دینِ حق کے اور کوئی دین دنیا
پر غالب نہ ہوگا اس وقت یہود بھی اس جلال و شوکت
کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے اور یہ معنے اُس حدیث سے ثابت
ہیں کہ جس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے
کہ قیامت کے قریب عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے صلیبؑ ۲۲ ع ۲
توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے الخ
پھر ابو ہریرہؓ نے اس کے ثبوت میں اسی آیت کو پڑھا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
پھر تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے کتنی ایک پاک چیزیں

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
جو ان کو حلال تھیںؑ حرام کر دیں اور اس سے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۱۶۰ (لا) وَّاَخْذِهِمُ
راہ سے بہت کچھ روکتے تھے۔ اور ان کی سود

الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ
خوری سے بھی حالانکہ اس سے ان کو ممانعت کر دی گئی تھی اور اس سے

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا
بھی کہ وہ ناحق لوگوں کے مال کھاتے تھے۔ اور ان میں سے ظالموں

لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۶۱) لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ
کے لئے تو ہم نے عذابِ الیم تیار کر رکھا ہے۔ البتہ ان میں سے وہ جو علم

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ
میں ثابت قدم اور مؤمن ہیں اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
تم پر (اے نبیؐ) نازل ہوا اور اس پر بھی کہ جو تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے

وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ
اور (وہ) نماز بھی قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی

الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
دیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان

الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا (۱۶۲) ع
رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم عنقریب اجرِ عظیم دیں گے۔

ترکیب

فبظلم ب حرمنا سے متعلق ہے و بصدہم متعلق ہے
حرمنا سے واخذہم اس پر معطوف اور اسی طرح اکلہم
اور یہ سب مصادر فاعل کی طرف مضاف ہیں الراسخون
مبتدا فی العلم اس سے متعلق منہم الراسخون سے حال
والمؤمنون معطوف ہے الراسخون پر اور خبر اس کی
یؤمنون ہے وقیل سنؤتیہم۔ والمقیمین منصوب علی
المدح ہے ای اعنی المقیمین وقیل انہ معطوف علی ما وفیما فیہ
والمؤتون معطوف علیہ المؤمنون معطوف پھر یہ

لہ یہ دلیل ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں اور قربِ قیامت جلال و شوکت
سے تشریف لائیں گے اور اُن کے آنے کا انکار کیا جائے اور موت ثابت کی جائے تو
اس تقدیر پر آیت کی تکذیب لازم آتی ہے کیس لئے کہ اہلِ کتاب میں سے یہودی اب تک
بھی حضرت مسیحؑ پر ایمان نہیں لاتے چہ جائیکہ ان کی زندگی میں جو تمام ہو چکی ۱۲
منہ
لہ صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے سے یہ غرض ہے کہ دینِ نصرانی جس میں
صلیب پوجی جاتی ہے چنانچہ رومن کیتھلک اب تک پوجتے ہیں اور سور کھایا
جاتا ہے اس کو مٹا دیں گے اور دینِ الٰہی جو اسلام ہے اس کو قائم کریں گے اور جزیہ
موقوف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت دینِ حق ہر ایک کو قبول کرنا
پڑے گا ۱۲ منہ

الراسخون پر معطوف ہیں۔

تفسیر

یہود کے اوصاف ذمیمہ کے بعد جو کچھ اُن پر سزائیں نازل ہوئیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منجملہ اور سزاؤں کے ایک یہ بھی تھی کہ ان پر شریعت کا سخت گراں بوجھ ڈالا گیا بہت سی حلال چیزیں حرام کی گئیں جیساکہ دوسری آیت میں اس کی تفصیل ہے۔ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما الا ما حملت ظہورہما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینٰہم ببغیہم وانا لصادقون۔ اور علت اس حرام کرنے کی انکی سرکشی اور ظلم اور اللہ تعالےٰ کے رستے سے رُکنا اور سُود کھانا باوجودیکہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے ناحق مال کھانا ہے۔

واضح ہو کہ گناہ دوؔ قسم کے ہیں ایک خلق اللہ پر ظلم کرنا دوسرے دینِ حق سے سرکشی کرنا۔ اوّل کی طرف فبظلم میں اشارہ ہے دوسرے کی طرف وبصدہم عن سبیل اللہ کثیرا میں۔ ظلم اور خونریزی یہود میں بہت کچھ تھی آج یہودا کے قبیلہ نے بنیامین کے قبیلہ پر چڑھائی کرکے ہزاروں کو تہ تیغ کر دیا کل دوسرے قبیلہ نے اور کو ایسا ہی برباد کر دیا اور بیگانوں اور غیر قوموں کی تو اُن کے نزدیک جان اور مال مباح تھے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنی نضیر و بنی قریظہ جو یہود کے دوؔ قبیلہ مدینہ طیبہ کے پاس رہتے تھے نہایت سفاکی کرتے تھے۔ اور دینِ حق سے سرکشی کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں چالیس برس بیابانوں میں ہر روز معجزات و کرامات دیکھنے پر بھی کہیں بچھڑے کو پوجا، کہیں توراۃ کے احکام سے بلکہ خود موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کی اور پھر ان کے بعد سے لے کر حضرت مسیحؑ تک جو کچھ دینِ حق سے سرکشی کی کہ جس کی وجہ سے کُتبِ مقدسہ بھی ہاتھ سے جاتے رہے اور اخیر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کیا اور بزعم خود سولی پر چڑھایا، بیان سے باہر ہے۔ اور یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اس قوم کا تھا۔ اُن پر وہ صاف صاف الزام قائم کئے جاتے ہیں جو اُن کے ظلم اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کامل ثبوت ہے۔ اوّل یہ کہ اُن کے عوام (باوجودیکہ توراۃ میں سود کی سخت ممانعت تھی اور اب بھی پائی جاتی ہے) کھلم کھلا سود لیتے تھے اور اسی کو اپنی مرفہ الحالی کا باعث خیال کرتے تھے۔ مدینہ کے یہود سُود پر اس طرح سے لین دین کرتے تھے جیساکہ آج کل سُود خوار مہاجن کیا کرتے ہیں اس کی طرف واخذہم الربوا میں اشارہ ہے۔ دوم ان کے علماء و حکّام جو خاص لوگ تھے ان میں یہ بلا تھی کہ وہ رشوت لیتے تھے جس کی طرف واکلہم اموال الناس بالباطل میں اشارہ ہے۔ یہ دنیا کی سزا تھی جو ان جرائم کی پاداش میں اُن پر بہت سی حلال چیزیں حرام کردی گئیں دوسری آخرت کی سزا جس کی طرف واعتدنا للکافرین منہم عذابا الیما میں اشارہ ہے چونکہ کوئی قوم بُری سی بُری کیوں نہ ہو اس میں چند لوگ اچھے بھی ہوتے ہیں یہود میں بھی کچھ لوگ اچھے تھے اُن کی نسبت فرماتا ہے لکن الراسخون فی العلم منہم والمؤمنون۔ کہ جو لوگ اُن میں سے بڑے عالم اور علم میں ثابت قدم ہیں جن کو ان بشارات پر بھی نظر ہے کہ جو حضرت محمدؐ علیہ السلام کی نسبت انبیائے سابقین نے بیان فرمائے ہیں وہ لوگ یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کہ جو کچھ اے نبیؐ تم پر نازل ہوا اور جو تم سے پہلے نازل ہوا سب پر ایمان رکھتے ہیں (یہ تکمیلِ قوتِ نظریہ کی طرف اشارہ ہے) اور اس کے ساتھ والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ، وہ بدنی اور مالی عبادت نماز اور زکوٰۃ بھی بجالاتے ہیں (یہ قوتِ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے) نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہود میں بھی تھی نہ اس طور سے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہوا،

بلکہ صرف رکوع و قیام یا صرف سجود و دعاء اوقاتِ مخصوصہ
میں تھی۔ اور نظریات میں جو کچھ مبدأ و معاد پر ایمان لانا
سب سے مقدم بات ہے گو وہ اجمالاً ما انزل الیک میں آگئے
تھے لیکن پھر تصریح کردی تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ بعد مردن
انسان کے عمدہ علوم خصوصاً ذاتِ باری اور عالمِ آخرت کے
متعلق اس کے ساتھ باقی رہتے ہیں اس لئے یہ بھی کہدیا والمؤمنون
باللہ مبدء عالم پر اور والیوم الآخر معاد یعنی عالمِ آخرت پر
ان کا یقین کامل ہے۔ اس کے بعد اُن کی جزاء ذکر فرماتا ہے
اولئک سنؤتیہم اجراً عظیماً کہ ہم ان کو عنقریب اجرِ عظیم عطا
کریں گے۔ حرمنا علیہم طیبٰت احلت لہم اس کے متعلق دو بحث
ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ کونسی پاک چیزیں ان پر حرام کی گئیں تھیں
دوسرے یہ کہ کیوں پاک چیزیں خدا تعالیٰ نے بندوں پر حرام
کیں حالانکہ مضر اور ناپاک چیزوں کو حرام کرنا چاہیے تھا جیسا
کہ خود فرماتا ہے یحل لہم الطیبٰت و یحرم علیہم الخبائث اور پھر یہ
کس زمانہ میں ہوا۔

اوّل بات کی نسبت یہ تحقیق ہے کہ یہود پر اونٹ اور خرگوش
حرام کیا گیا (۴) جو چار پائے جگالی کرتے ہیں یا کھر اُن کے
چرے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو نہ کھاؤ۔ توراۃ سفر احبار
باب ۱۱۔ اسی طرح چربی کی بھی ممانعت تھی جس کی تشریح آئیگی
یہود کی کتابوں میں موجود ہے۔ کل ذی ظفر سے کھر چرے
جانور مراد ہیں اور بھی چیزیں ممنوع تھیں جن کا ذکر ہم آگے
کریں گے سو یہ پاک چیزیں اُن پر حرام کی گئیں۔ اور ان کو خدا
تعالیٰ نے اس لئے ان پر حرام کیا کہ ان کے نفسِ سرکش کو ان چیزوں
سے باوجود رغبت کے روکا جاوے تاکہ نفس کی تیزی ٹوٹے۔
اس کا نمونہ تھوڑا بہت اور شریعتوں میں بھی ہے اسلام نے
بھی ایک اعتدال کے ساتھ نفس کی تیزی توڑنے کے لئے روزہ
وغیرہ احکام صادر کئے ہیں ان چیزوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی معرفت حرام کیا اور اس کا اثر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ تک یہود پر داغِ ملامت کی طرح باقی تھا جس پر قرآن

میں ان کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ
ہم نے آپ کی طرف (بھی) اسی طرح وحی بھیجی ہے جیسا کہ نوحؑ کی طرف
نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ
اور اس کے بعد کے انبیاءؑ پر (بھیجی تھی)۔ اور ہم نے
إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَ
ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور
يَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ
یعقوبؑ اور اس کی اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ
وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَ
اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور
ءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلٗا قَدۡ
ہم نے داؤدؑ کو زبور دی تھی اور بہت سے رسولوں کا
قَصَصۡنَٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِن قَبۡلُ وَرُسُلٗا
حال ہم تم سے پہلے بیان کرچکے ہیں اور بہت سے رسول ہیں کہ جن کا
لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ
ذکر ابھی تک ہم نے تم سے بیان نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے تو
مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَ
باتیں بھی کی ہیں۔ ہم نے رسولوں کو خوش خبری اور
مُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى
ڈر سنانے کو بھیجا تھا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے کوئی
ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ
بھی حجت اللہ تعالیٰ پر باقی نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ
عَزِيزًا حَكِيمٗا ﴿١٦٥﴾
زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

کما اوحینا نعت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ اور
ممکن ہے کہ ما بمعنے الذی ہو کر مفعول بہ ہو تقدیرہ

اوحینا ایک مثل الذی اوحینا الیٰ نوح من بعدہ متعلق
اوحینا کے اور ممکن ہے کہ النبیین سے متعلق ہو رسلاً
منصوب فعل محذوف سے جس پر قصصنا دال ہے رسلاً
بدل ہے اول رسلاً سے حجۃ اسم یکون۔ للناس خبر
علی اللہ حال ہے حجۃ سے ممکن ہے کہ خبر علی اللہ ہو
بعد الرسل ظرف ہو حجۃ کا اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔

تفسیر

اہلِ کتاب خصوصاً یہود آنحضرت علیہ السلام کی نبوّت سے انکار کرتے تھے اصل منشار تو اس کا یہ تھا کہ غیر قوم کے شخص کو تسلیم کرنے سے ناانصاف لوگوں کی طبایع گریز کیا کرتی ہیں۔ اور اپنے مذہب کا ترک کرنا (خواہ اس میں کیسی ہی خرابیاں پیدا ہوں حتے کہ بت پرستی کا مذہب ہی کیوں نہ ہو اور مصلح کا اتباع کرنا رسم اور الفتِ مذہب اور مخالفتِ قوم کی وجہ سے) سخت گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ مدّت سے ان میں کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا اور ان کے انبیاءؑ کے معجزات وکرامات ان میں مشہور تھے اور کچھ عجب نہیں کہ سیکڑوں بے اصل قصے بھی اُن کی نسبت کرامت و اعجاز کی بابت مشہور ہوں۔ خصوصاً عیسائیوں میں بھی تخمیناً چھ سو برس سے مسیح علیہ السلام اور حواریوں کے بہت کچھ افسانے زبان زد تھے جیساکہ ہر قوم میں مبالغہ کے ساتھ باتیں مشہور ہوا کرتی ہیں۔ اس سبب سے نبی یا رسول کے معنے اُن کے ذہن میں کچھ عجائب غرائب آدمی کے جم گئے ہوں گے کہ اس کے اوپر لکھی لکھائی آسمان سے کتاب نازل ہوتی ہے اور فرشتے اُس کے پاس رات دن لوگوں کے روبرو آیا جایا کرتے ہیں اور جو معجزے لوگ اس سے طلب کرتے ہیں تو اُسی وقت دکھا دیتا ہے۔ اس کو بیوی بچوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ تمام خدائی کے اختیارات اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں۔ جیساکہ عرب کے جاہل سمجھتے تھے کہ نبیؑ کو کھانے پینے، بازاروں میں پھرنے سے کیا علاقہ؟ چونکہ یہ باتیں اُن کی تراشیدہ تھیں ان کا نبی میں پایا جانا کوئی شرط نہیں بلکہ نبی میں دو باتیں ہونی چاہییں۔ ایک وحی کا آنا دوسرے معجزات حسب مرضیٔ الٰہی۔ اور چونکہ اہلِ کتاب حضرت نوحؑ اور اُن کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اُن کی اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ و ہارونؑ و سلیمانؑ و داؤدؑ کو مانتے اور نبی جانتے تھے ان پر برہان الزامی قائم کرتا ہے کہ جب تم ان کو نبی جانتے ہو اب بتلاؤ ان کے ثبوت پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے بجز ان دو باتوں کے ان کے پاس اور کیا بات تھی جو محمد علیہ السلام کے پاس نہیں اس میں تو یہ اور وہ سب شریک ہیں اس کی طرف انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح الخ میں اشارہ فرماتا ہے۔ رہے معجزات سو ان کا تو وہ وقتاً فوقتاً مشاہدہ ہی کرتے تھے کما اوحینا میں جو تشبیہ ہے وہ کیفیت نزولِ وحی میں بھی ہے کہ جس طرح اُن کے پاس ناموسِ اکبر یعنی جبرئیلؑ وحی لاتا تھا اسی طرح آنحضرت علیہ السلام کی طرف اور نفسِ وحی کی ہدایت افزا مضامین بھی ہیں۔ اور سب انبیاءؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں رکھ کر شریکِ وحی بنانا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اصل و بالذات انبیاءؑ کے بھیجنے سے مقصود خلق کی ہدایت ہوتی ہے اور معجزات تو صرف نبیؐ کی تصدیق کے لئے منکروں کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اب دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خلق اللہ نے کس قدر ہدایت پائی۔ عرب کی کیا حالت تھی، خراب حال جاہل تھے، بت پرستی اور توہمات کی پرستش، خونریزی، زناجہالت کس درجہ تھی۔ پھر چند برس میں کایا پلٹ گئی۔ برخلاف اور انبیائے مذکورین کے کہ اُن سے تو اس قدر بنی اسرائیل کی بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب اُن کو نبی کہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا وجہ وجیہ انکار کرنا اگر وہی رسم کی پابندی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

فائدہ

(۱) الیٰ نوح کے بعد والنبیین من بعدہٖ میں اجمالاً سب نبیوں کا ذکر آگیا مگر ان میں سے بارہ نامور شخصوں کا ذکر کرنا کہ جو اہلِ کتاب اور عرب کے نزدیک مسلّم تھے نہایت مؤثر تھا اس لئے اُن کا ذکر کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ تو عرب کے نزدیک بعد ابراہیمؑ و نوحؑ کے مسلّم النبوۃ تھے اور ان کے سوا گیارہ شخصوں کو اہلِ کتاب بھی مانتے تھے مگر یہود حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے عیسائی سب کو مانتے ہیں اس لئے مِلا کر ذکر کیا۔

(۲) اسباط سبط کی جمع ہے بمعنی اولاد جس طرح عرب میں قبیلہ کا اطلاق خاندان کی شاخ پر ہوتا ہے بنی اسرائیل میں اس کی جگہ لفظ سبط بولا جاتا تھا اس سے ان کے خاندان کے انبیاءؑ مراد ہیں جن کو بمنزلۂ شخصِ واحد شمار کیا گیا ہے وحی زجاج کہتا ہے ایحاء اعلام علےٰ سبیلِ خفاء کو کہتے ہیں اس کی تحقیق مقدمہ میں ہوچکی۔ زبور بروزنِ فعول بمعنے مفعول اعنی کتاب جیساکہ رسول ورکوب وحلوب۔ اور اس کی اصل زبرتُ بمعنی کتبتُ سے ہے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کو بھی خداتعالےٰ نے ایک کتاب دی تھی جس کا نام زبور تھا۔ اس میں مناجات اور دُعاء اور فروتنی اور احکامِ الٰہی اور شریعت پر پابندی کی ترغیب اور عمدہ عمدہ نصائح تھے۔ اس نام کی ایک کتاب اب بھی اہلِ کتاب کے پاس ہے جس کے ہر باب کو بلفظ زبور تعبیر کیا ہے اس میں خود انھیں کے علماء کا سخت اختلاف ہے کہ یہ کس کی تصنیف ہے؛ چونکہ بہ نسبت اور انبیاءؑ کے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام زیادہ کیا تھا اِس لئے ان کا جداگانہ ذکر کیا۔

(۳) رُسُلاً قد قصصنٰہم علیک، اِس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہود اس بات پر غرّہ نہ کریں کہ ہمارے ہی خاندان میں خداتعالےٰ نے انبیاءؑ بھیجے ہیں اور انھیں کے گھرانہ پر خداتعالےٰ کی ہمیشہ نظرِ رحمت رہی رہی ہے جس لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انحراف کرتے ہیں بلکہ وان من امّۃ الا خلا فیہا نذیر کہ کوئی ایسا گروہ نہیں اور کوئی ایسی قوم نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی خداتعالےٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا نہ آیا ہو اس لئے یہاں بھی فرمادیا کہ چند رسولوں کا حال تو ہم نے اے نبیؐ تم سے بیان کیا اور بہت سے ایسے رسولؑ بھی ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا اس سے مقصد یہ ہے کہ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ آخران تمام انبیاء علیہم السّلام کا کیا کام تھا؟ اور کس لئے وہ بھیجے گئے تھے؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے رُسُلاً مبشرین ومنذرین کہ ان کو ہم نے نجات اور عالمِ آخرت کی خوشی سُنانے اور نافرمانی اور شرک و بدکاری کے بُرے نتیجہ سے ڈرانے کے لئے بھیجا تھا سو اب اے منکرو! تم اس علامت کو اس اخیر نبی محمد علیہ السلام میں دیکھو پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ جب یہ بات سب سے بڑھ کر پائی جاتی ہے اور اُن کی تعلیم سب میں اعلیٰ درجہ کی ہے تو پھر نبی نہ ماننے کی کیا وجہ ہے؟ اور جن کو تم نبی مانتے ہو پھر اُن کے ثبوت کی کیا وجہ؟ جو دلائل تم اُن کے لئے قائم کروگے سو وہ سب بدرجۂ کمال ان میں پائے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر کیا ہی عمدہ دلیل قائم کی ہے سب کے بعد اس سلسلۂ انبیاءؑ کے قائم کرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے:۔ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرُّسل کہ قیامت کو رسولوں کے بعد پھر اس کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے کہ الٰہی تنہا عقل امورِ آخرت اور افعالِ حسنہ اور غیر حسنہ اور تیری رضامندی اور ناراضمندی کے دریافت کرنے میں قاصر تھی، تُو نے رسول کیوں نہیں بھیجے۔ مطلق نبوت کے ثبوت کے لئے براہمہ اور آریوں کے مقابلہ میں کیا خوب دلیل ہے۔

لٰکِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهٗ

(یہ معاند گو گواہی نہ دیں) لیکن اللہ تعالےٰ تو اپنے عِلم سے اُس چیز پر کہ جو تم پر

بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى

نازل کی ہر گواہی دیتا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی

بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
گواہی بس ہے۔ بیشک جن لوگوں نے کہ انکار کیا
وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ قَدۡ ضَلُّوۡا
اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا وہ تو بڑی ہی گمراہی میں
ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
جا پڑے ہیں۔ بیشک جو کافر ہو گئے
وَظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ
اور اُنھوں نے ظلم (بھی) کیا اُن کو اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اور
لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ طَرِیۡقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیۡقَ
نہ اُن کو رستہ بتائے گا۔ مگر جہنم کا رستہ کہ جس میں
جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ وَکَانَ
وہ ہمیشہ رہا کریں گے (بتائے گا)۔ اور یہ
ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۱۶۹﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ
(بات) خدا تعالیٰ پر (بہت) آسان ہے۔ لوگو! تمھارے پاس
قَدۡ جَآءَکُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ
تمھارے رب کی طرف سے رسول برحق آ چکا ہے سو تم ایمان
فَاٰمِنُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ وَاِنۡ تَکۡفُرُوۡا
لاؤ (اگر) اپنی بہتری چاہو۔ اور اگر تم انکار کرو گے (تو کیا)
فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ
(پرواہی) اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔
وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۷۰﴾
اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔

ترکیب

اللہ مبتدا یشہد خبر بما اس سے متعلق والملئکۃ یشہدون جملہ کا عطف اول جملہ پر ہے کفیٰ باللہ فعل با فاعل ب زائد بعلمہ حال ہے فاعل یشہد سے ای متلبسا بعلمہ الا طریق استثناء متصل ہے خلدین حال مقدرہ ہے خیرا لکم مفعول ہے فعل محذوف کا اے

اقصدوا خیرا۔

تفسیر

جب کہ یہ فرمایا تھا انا اوحینا الیک تو اس پر بھی منکرین شبہ کرتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر یہ یہود تمھاری نبوت کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں یہ چند نفسانیت کے بھرے ہوئے جاہل پشتینی سرکش کیا چیز ہیں؟ خود خدا تعالیٰ اُس چیز کی کہ جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس کے فرشتے گواہی دے رہے ہیں اور اسی کی گواہی بس ہے۔ انزلہ بعلمہ جب کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نازل کئے پر شہادت دینا فرمایا تو اس کے بعد اس کی صفت بھی بیان کی گئی ہم نے اس قرآن کو کمال خوبی سے نازل کیا ہے۔ اپنے علم سے نازل کیا ہے کچھ یوں ہی بے سوچے سمجھے نازل نہیں کر دیا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کتبت بالقلم و قطعت بالسکین، میں نے اس کو قلم سے لکھا ہے نہ کسی اور خنجر سے اور چھری سے کاٹا ہے۔ اس کے بعد تمام حجت ختم کر کے ان ازلی گمراہوں اور جہنم کے اندھوں کا وصف بیان کرتا ہے کہ جو لوگ خود کافر ہو گئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا جو ہدایت کی دو آنکھیں ہیں انکار کر بیٹھے اور اس پر مزید یہ کہ شبہات و شکوک لوگوں کے دلوں میں ڈال کر اوروں کو بھی گمراہ کر دیا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ ایک بار کیوں قرآن نازل نہیں ہوا اور موسیٰ ع کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور ہمارے خاندان کے سوا غیر کو استحقاقِ نبوت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ (اور اسی طرح آج کل کے پادری بھی طرح طرح کے شبہات ڈالتے ہیں)
ایسے لوگ گمراہی کے اخیر درجہ پر پہنچ گئے ہیں قد ضلوا ضلالا بعیدا۔ پھر اُن کی نسبت فرماتا ہے کہ ان کافروں اور ظالموں کو خدا تعالیٰ معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہیں اور اس لئے ان کو سوائے جہنم کے رستہ کے اور کوئی رستہ ہدایت کا نہیں دکھائیگا ان کو جب سوجھے گی تو اوندھی بات سوجھے گی۔ اور یہی جہنم کا رستہ ہے۔

یہود کے شکوک و شبہات کا جواب دے کر تمام بنی آدم کو اعلان کرتا ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اُس کا پیغامبر حق بات قرآن و توحید و احکام فطرت لے کر آیا ہے سو تم ایمان لاؤ اس میں تمہاری بہتری ہے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم کو کچھ پروا نہیں کس لئے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت ہمارے لئے ہے۔ آسمانوں میں لاکھوں قدوسی ہماری عبادت و تسبیح و تقدیس کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم و حکیم ہے۔ شریعت اور الہام میں جو کچھ خوبیاں تمہارے لئے رکھی گئیں اُن کو وہی خوب جانتا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ

اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

اور نہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بات بجز حق کے کہو۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ

مسیحؑ تو صرف عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے رسول

اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ

اور اُس کا کلمہ ہیں۔ جس کو مریمؑ کی طرف ڈالا تھا اور

رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۫ۚ

اس کی طرف کی روح ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا

اور تین نہ کہو۔ باز آؤ اپنی بہتری

لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ

چاہو۔ معبود تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بیہودہ (اس بات سے)

اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی

پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو (اس کو اس کی کیا ضرورت ہے کیونکہ) جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى

کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب اسی کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کافی

بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۧ (۱۷۱)

ہے کام بنانے والا۔

وقف لازم

ع ۹ ۲۳ ۳

ترکیب

الا الحق یہ مفعول ہے تقولوا کا ای ولا تقولوا الا القول الحق المسیح مبتدا عیسیٰ بدل یا عطف بیان رسول اللہ خبر وکلمتہ اس پر معطوف القٰہا الیٰ مریم کلمتہ سے حال اور عامل بمعنے کلمتہ وروح منہ معطوف ہے خبر پر یہ تین خبریں ہیں ثلٰثۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای لا تقولوا الٰہنا ثلٰثۃ۔ انما اللہ مبتدا الٰہ واحد خبر۔

تفسیر

جب کہ یہود کے متعلق کلام ہو چکا تو اب نصاریٰ کی طرف التفات کیا جاتا ہے کیونکہ جس قدر یہود کو حضرت مسیحؑ کی نسبت تفریط تھی اُسی قدر عیسائیوں کو اُن کی نسبت افراط تھی اُن کو خدا تعالیٰ اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو اور تعصب نہ کرو سب سے اول یہ ایک ایسی بات فرمائی کہ جس کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا کس لئے کہ غلو اور تعصب عقلاً ممنوع ہے۔ یہ تمہید تھی اور بلاغت کا بھی مقتضیٰ و کمال یہی ہے اور اسی کو حسن الاستدلال کہتے ہیں کہ اولاً ایک ایسا مقدمہ پیش کیا جاوے کہ جس کا مخاطب انکار نہ کر سکے پھر اُسی مسلّمہ مقدمہ سے اس کو قائل کر دیا جاوے۔ اس کے بعد دوسرے جملہ کی تائید میں بطور تمہید کے ارشاد ہوتا ہے کہ ولا تقولوا علی اللہ الا الحق کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی بابت حق بات کے سوا اور کوئی بات نہ کہا کرو کس لئے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کے صفات غیر محسوس ہیں وہاں وہم و خیال کو رسائی نہیں، اس کا مخلوق پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے۔ اس کے بعد اصل مقصد میں کلام شروع ہوتا ہے اور اُن کو ان عقائد فاسدہ سے روکا جاتا ہے جو وہم و خیال پر بنے تھے جس لئے ان میں غلو بھی تھا اور حق کے بھی خلاف بھی تھا۔ اس جملہ میں

یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف روئے سخن ہے ان کو خدا تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ نہ سمجھنا اور عادت کے خلاف توالد سے حرامی سمجھ لینا بھی خلافِ حق اور غلو ہے اور اسی بات سے اُن کو خدا تعالےٰ کا بیٹا سمجھ لینا بھی خلافِ حق اور غلو ہے بلکہ انما المسیح عیسی ابن مریم الخ مسیحؑ جس کو عیسیٰؑ کہتے ہیں وہ مریمؑ کے بیٹے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے اور اس کے رسول ہیں اور نہ خدا تعالےٰ نہ اُس کے فرزند نہ حرامیؑ اور اس کا کلمہ بھی ہیں جس کو مریمؑ کی طرف بھیجا تھا اور اسی کی طرف کی رُوح بھی ہیں۔ اس جگہ حضرت مسیحؑ کے چند وصف بیان فرمائے۔ پہلا وصف یہ کہ وہ ابنِ مریم ہیں یہ بات چونکہ سب کے نزدیک مسلّم تھی مگر باپ کا نام نہ بیان کیا کس لئے کہ یہ امر متنازع فیہ تھا یہود ان کو معاذ اللہ حرامی کہتے تھے عیسائی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہ عقیدہ حواریوں کے بعد عیسائیوں میں غالباً پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں اکثر کلیسائیوں میں یہ عقیدہ ذہن نشین ہوگیا تھا اور ان میں ہزاروں سچے دیندار جو قدیم طریق حواریوں کے پابند تھے اس کو نہیں مانتے تھے چنانچہ آریوس وغیرہ محققین نے اسکندریہ میں اس عقیدہ کا بڑے زور سے بطلان کیا اور اس کے بعد بھی یونی ٹیرین وغیرہ فریق منکر ہیں مگر زیادہ تر گروہ پولوس کے مُریدوں کا پھیل گیا جن کا یہ عقیدہ تھا (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کلیسائی عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا) قرآن مجید نے دونوں قوموں کو غلط ٹھہرایا اور امرِ حق کو ظاہر کر دیا کہ نہ وہ حرامی تھے نہ خدا تعالےٰ کے فرزند بلکہ وہ اس کے کلمہ اور اس کی طرف کی رُوح تھے جو محض کلمہ کُنْ کے کہنے سے پیدا ہوگئے تھے اور اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کو مریمؑ کے پیٹ سے بے باپ کے پیدا کر دیا تھا۔[1] کلمۃ وروح منہ کے یہی معنے ہیں۔ دوسرا[2] وصف رسول اللہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس میں یہود کا بھی ردّ ہے کہ وہ ان کو خدا تعالےٰ کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ کا بھی ردّ ہے کیونکہ وہ اُن کو خدا کہتے تھے کہ خدا تعالےٰ نے مریمؑ کے پیٹ میں حلول کیا ہے اور وہ انسانی صورت میں ظاہر ہوا ہے جس طرح کہ ہنود اوتاروں کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ ردّ اس لئے ہوا کہ رسول ہونا تو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں اور تمام بشریت کی باتیں کھانا پینا، عبادت کرنا سب ان میں مانتے ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ صفاتِ بشریہ خواہ عمدہ ہوں جیسا کہ رسالت و عبادت خواہ ادنیٰ ہوں جیسا کہ کھانا پینا اوصافِ الوہیت کے برخلاف ہیں جیسا کہ غلامی من حیث غلامی اور خاوندی من حیث خاوندی دونوں وصف ضد ہیں جس طرح کہ آگ اور پانی کے اوصاف حرارت و برودت۔ اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اوصافِ متضادہ ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے جس سے لازم آیا کہ وہ خدا نہیں ہو سکتے کس لئے کہ انتفاءِ لازم سے انتفاءِ ملزوم ہوجایا کرتا ہے۔ تیسرا[3] وصف کلمتہ کہ وہ خدا تعالےٰ کا کلمہ ہیں۔ انجیل یوحنا کے اوّل میں یوں ہے[1] ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ (۲) یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔[3] سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ اس کے معنے جس طرح عیسائی سمجھتے ہیں اس سے تو یہ کلام بے معنے ہوجاتا ہے کیونکہ وہ تھا کی ضمیر حضرت مسیحؑ کی طرف پھیرتے ہیں جس کے معنے کہ ابتداء میں مسیح کلام تھا

---

[1] نیچری کہتے ہیں کہ مسیحؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن سے بھی ثابت نہیں۔ میں کہتا ہوں عقلاً بھی ممکن ہے اور نقلاً بھی ثابت ہے۔ عقلاً تو یوں کہ آپ نے مٹی سے سیکڑوں جاندار پیدا ہوتے بارہا دیکھے ہوں گے پھر مریمؑ کے پیٹ میں ذی روح کے پیدا ہوجانے سے کیا محال لازم آسکتا ہے۔ اور نقلاً یوں کہ علاوہ انجیل متی کے قرآن مجید کی بھی متعدد آیات سے مطلب ثابت ہوتا ہے۔ ازانجملہ یہی آیت ہے کیونکہ کلمۃ القھا الی مریم کے یہی معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اس کلمہ کو مریمؑ کی طرف ڈالا نہ کہ یوسف نجار یا کسی اور نے پھر اس سے زیادہ کیا صراحت ہوگی؟ دوم۔ روح منہ بھی (باقی بر صفحہ ۲۳۴)

اور یہ ظاہر ہے کہ کلامِ خدا خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ قرآنِ مجید نے حضرت مسیحؑ کو کلمہ کہا اس کی تفسیر سے آیت یوحنا کا بھی صحیح مطلب نکل آتا ہے۔ کلمہ اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں کہ جو کسی معنے مفرد کے لئے وضع کیا جاوے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اس صورت میں کلمۂ کُن اعنی ہو جا بھی کلمہ ہے کیونکہ صیغۂ امر ہے اور اگر اس کے فاعل انت کا لحاظ کر لیا جاوے تو یہی کلام بھی ہو جاوے گا کیونکہ کلمات سے مرکب کا نام کلام ہے بشرطِ اسناد۔ اس تقدیر پہ کلمہ اور کلام تھا میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس کلمہ یا کلام سے یہ کلمہ و کلام مراد نہیں جو زبان سے ادا کئے جاتے ہیں بلکہ کلامِ نفسی اور امرِ تکوینی جو اُس کا ایک وصف یعنی خدا تعالےٰ نے کُن کہا اور اس کلمہ یعنی حکم کو مریمؑ کی طرف ڈالا جس سے حضرت مسیحؑ پیدا ہو گئے غرض کہ وہ صرف کلمۂ کُن سے بلا توسطِ اسباب پیدا ہوئے ہیں اس لئے باعتبار اطلاق السبب علی المسبب حضرت مسیحؑ کو کلمہ کہا جاتا ہے۔ اور یوحنا جو کہتا ہے کلام خدا کے ساتھ تھا اس سے وہ سبب یعنی وصفِ باری تعالےٰ مراد لیتا ہے نہ کہ مسبَّب یعنی حضرت مسیحؑ اور یہ صاف ہے کہ اُس کا وصف ازل میں اس کے ساتھ تھا اور بقولِ حکماء اُس کے وصف عین ذات ہیں لہٰذا کلام خدا بھی ہو سکتا ہے اور پھر تمام عالم کی تکوین اسی وصف سے ہوئی مگر عیسائیوں کو یہ دھوکہ ہو گیا کہ وہ دونوں جگہ کلام سے ایک مراد یعنی سبب لیتے اور پھر غلط کر دیتے ہیں جس سے تعارض کلام میں پیدا ہوتے ہیں۔ چوتھا وصف روحٌ منہ۔ اس کے چند معانی ہیں (۱) عرب کی عادت تھی کہ جب وہ پاکیزگی اور طہارت و لطافت میں کسی چیز کی صفت کرتے تھے تو اُس کو رُوح کہتے تھے یعنی چونکہ مسیحؑ کو بغیر باپ کے محض نفخ جبرئیل علیہ السلام سے خدا تعالےٰ نے پیدا کیا تھا تو اس لطافت کے واسطے اُن کو روح اللہ کہتے تھے اور منہ اضافتِ تفصیل کے لئے ہے جیسا کہ بولتے ہیں نعمۃ من اللہ۔ اور بادشاہ جس نوکر کی مدح کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا نوکر یعنی خاص اور معزّز نوکر ورنہ یوں سب ہی روح اللہ ہیں۔ (۲) چونکہ حضرت مسیحؑ لوگوں کی حیاتِ اُخرویہ کا باعث تھے اس لئے اُن پر روح کا اطلاق ہوا جس طرح کہ قرآن مجید کو روح کہا گیا وکذٰلک اوحینا الیک روحًا من امرنا (۳) روح و ریح عرب کی زبان میں قریب المعنے ہیں جس کو ہندی میں پھونک کہتے ہیں یا سانس چونکہ جبرئیل علیہ السلام کے پھونکنے سے مسیحؑ پیدا ہوئے تھے اس لئے اُن کو روح کہتے ہیں۔ ان چاروں اوصاف کے بعد پھر تصریح کرتا ہے کہ آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول مسیحؑ پر ایمان لاؤ (جو اُن کو خدا کہتے ہیں در اصل وہ رسالت کے منکر ہیں اسی طرح جو حرامی کہتے ہیں وہ بھی رسالت کے منکر ہیں) ان سب کے بعد امرِ حق کی تصریح کرتا ہے ولا تقولوا ثلٰثۃ کہ تثلیث سے باز آؤ کیونکہ انما اللہ الٰہ واحد کہ وہ ذات واحد لاشریک ہے جب تثلیث کے قائل ہوئے کہ خدا اور روح القدس اور عیسٰیؑ مل کر ایک خدا ہو تو توحید کہاں رہی کس لئے کہ اگر یہ تینوں ذواتِ مستقلہ ہیں تو پھر ایک ہونا گویا جمہوری خدائی قائم کرنا ہے اگر غیر مستقلہ ہیں تو ان تینوں میں سے جس کو اَب یعنی باپ کہتے ہو جس سے خدا تعالےٰ مراد ہے وہ بھی معاذ اللہ غیر مستقل ہو جاوے گا۔ تثلیث کے بطلان کے بعد مسیحؑ کی ابنیت کو باطل کرتا ہے سبحانہٗ ان یکون لہٗ ولد، وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اسکا بیٹا ہو کس لئے ابطالِ ابنیت کہ لہٗ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۳۳) اسی مطلب کو ادا کر رہا ہے اگر یہ نہیں تو پھر ان کی کیا خصوصیت تمام لوگ روح منہ ہیں۔ اذا بجملہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم میں امکانِ عقلی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ یہود حضرت آدمؑ کا بغیر باپ بلکہ بے ماں کے بھی صرف قدرت کاملہ سے پیدا ہونا مانتے تھے اس پر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس نے آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اُس نے مسیحؑ کو بھی بغیر باپ کے پیدا کر دیا جو اوّل سے آسان تر ہے پھر جب اس کو مانتے ہو تو اس کو کیوں نہیں مانتے؟ معرضِ نزاع میں بغیر دلیل کے یہودی منکروں کے روبرو یوں کہہ دینا کہ عیسٰیؑ

ؑ بے باپ کے پیدا ہوئے جیسا کہ نیچری اصلاح دیتے ہیں عین حمق تھا۔ حقانی

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا
مسیح ؑ کو خدا تعالیٰ کا بندہ ہونے سے ہرگز کچھ (بھی) عار نہیں

لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ
ہے اور نہ ملائکہ مقربین (ہی) کو (عار ہے)۔ اور جو

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
کوئی اُس کی بندگی سے عار اور سرکشی کرتا ہے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سو وہ عنقریب ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرے گا۔ پھر جو ایمان لاتے اور

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ
اُنھوں نے نیک کام بھی کیے سو وہ اُن کو اُن کا بدلہ

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ
پورا پورا دے گا، اور اپنے فضل سے اُن کو اور زیادہ (بھی) دے گا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا
لیکن جو عار اور تکبر کرتے ہیں

فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ
سو اُن کو عذاب الیم میں مبتلا کرے گا۔ اور نہ اُن کا اللہ

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ
تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی حمایتی ہوگا اور

لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾
نہ مددگار۔

ترکیب

ان یکون اے عن ان یکون ولا الملئکۃ موصوف المقربون صفت مجموعہ کا عطف المسیح پر ہے اور کلام میں حذف ہے ای ان یکونوا عبیدًا۔

تفسیر

سب اُسی کا ہے اُس کو ضعف و پیری بے کسی کہاں جو بیٹے کی ضرورت پڑے بلکہ کفٰی باللہ وکیلا کہ وہ اپنے تمام کام کرنے کے لئے کافی ہے پھر بیٹے کی کیا حاجت؟۔ ان آیات میں جس طرح اس صاف مطلب کی طرف اشارہ ہے اسی طرح ایک باریک دلیل کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لہٗ ما فی السمٰوٰت الخ سب کچھ ...... اس کی خاص ملک ہے اگر کوئی بیٹا ہوگا تو ضرور باپ کا مثل ہوگا اور باپ تو کبھی نہ مرے گا سو بیٹے کے لئے بھی کوئی جداگانہ آسمان و زمین اور وہاں کی بادشاہی چاہیے ورنہ باپ کا مثل نہ رہے گا اور جو اسی میں وہ بھی شریک ہوگا تو یہ تخصیص کہ لہٗ ما فی السّمٰوٰت و ما فی الارض میں لہٗ کے مقدم کرنے سے سمجھی جاتی ہے فوت ہو جاوے گی حالانکہ اس کو عقل تسلیم کر چکی ہے۔ اس کے بعد ایک اور صاف طور سے مسیح ؑ کی الوہیت باطل کرتا ہے اور عیسائیوں کو جو وجہ اشتباہ پیش آتی تھی اس کو بھی بیان فرماتا ہے لن یستنکف المسیح الخ کہ مسیح ؑ کو اس کی عبادت سے ہرگز عار نہ تھا کیونکہ تم خود مقر ہو کہ وہ رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اس کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عبادت ناسوتی مرتبہ میں نہ تھی بلکہ لاہوتی اور ملکوتی مرتبہ میں کس لئے کہ روحانیت میں مسیح ؑ ملائکہ مقربین سے بڑھ کر نہ تھے جو نہ ماں سے پیدا ہوئے ہیں نہ باپ سے، نہ کبھی کھاتے ہیں نہ پیتے پھر جب اُن کو عار و انکار نہیں تو اِن کو کیوں ہونے لگا؛ علاوہ اس کے جو کوئی اُس کی عبادت سے عار و انکار کرتا ہے وہ پکڑا بھی جاتا اور اُس کے بارگاہِ جلال میں حاضر کیا جاتا ہے۔ پس جب عبادت کرنا پایا گیا تو وہ خدا نہ تھے بلکہ اس کے بندے۔ چونکہ عبادت سے عار کرنے کا ذکر آ گیا اس لئے دربارِ کبریائی میں سُرخ رُوئی اور سزایابی کا بیان فرماتا ہے اور ایمان اور عبادت کی رغبت کس خوبی سے دلاتا ہے کہ جو ایمان لایا اور اُس نے اچھے کام بھی کئے تو ہم ان کا پورا بدلہ دیں گے اور اس پر اپنی طرف سے علاوہ بدلہ کے اور بھی اپنے فضل سے زیادہ دیں گے۔ اور جو ہم سے عار و انکار کرتے ہیں ہم اُن کو عذابِ الیم میں مبتلا کریں گے پھر نہ اُن کو اس رنج دائمی کے قید خانہ سے بھاگنے کی جگہ ملے گی

۱؎ استنکاف انکار اور عیب سمجھنا / عار کرنا ۱۲ منہ

نہ کوئی حمایتی کھڑا ہو گا نہ طرفدار۔ ومن یستنکف میں ایک لطیف سا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ خواہ مسیحؑ ہو خواہ کوئی اور پیغمبر یا فرشتہ کس نے جان پائی ہے کہ جو ہماری غلامی اور بندگی سے سرتابی کرے۔ منصبِ خدائی تو درکنار ذرہ بھر سرتابی کی بھی کسی کو مجال نہیں۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

دلیل آچکی ہے　اور ہم تمہاری طرف چمکتی ہوئی روشنی بھی نازل

مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

کر چکے ہیں (قرآن)　پھر جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے

وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ

اور اُنھوں نے اُس کے دین کو مضبوط پکڑ لیا　سو اُن کو عنقریب اپنی رحمت

رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ

اور فضل میں داخل کرے گا۔　اور اُن کو اپنی طرف

اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

(پہنچنے) کا سیدھا رستہ بھی دکھائے گا۔

ترکیب

من ربکم صفت ہے برہان کی فسیدخلہم جواب اما صراطا موصوف مستقیما صفت مجموعہ مفعول ثانی ہے یہدی کا

تفسیر

جب کہ خدا تعالیٰ منافقین اور کفارِ عرب اور یہود و نصاریٰ وغیرہم باطل فرقوں پر حجت قائم کر چکا اور ان کے شبہاتِ باطلہ کا جواب باصواب دے چکا تو اعلانِ عام کرکے تمام بنی آدم کو حضرت محمد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نبوت پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے کہ یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم کہ لوگو! تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی برہان آچکی ہے۔ برہان سے مراد آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہیں کیونکہ برہان کہتے ہیں دلیل کو آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا وجودِ مبارک اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان اور معجزات اور رویّہ تمام عالم کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حجّتِ قاطعہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجسم حق تھے آپؐ کے بعد پھر آپؐ کے برخلاف طریقہ اختیار کرنا صریح حق کا خلاف کرنا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تنہا اپنے وعظ و پند سے بنی آدم کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا بلکہ اپنے ایک ایک حرکات و سکنات کو ہدایت و نیک روی، بُردباری، صلہ رحمی، خداپرستی کے لئے سچّا نمونہ بنا دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے کُتبِ تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہی اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور شرک سے دنیا کی تمام قومیں آلودہ تھیں لیکن جب اس آفتابِ ہدایت نے طلوع کیا تو عالم کو منوّر کر دیا۔ اور نہ صرف نبیَ برحق تمہارے پاس آئے بلکہ ہم نے اُس کے ساتھ اس سلسلۂ ہدایت کو ہمیشہ قائم کرنے کے لئے انزلنا الیکم نوراً مبینا صاف نور اور کھلا ہوا یعنی قرآن مجید بھی نازل کیا ہے۔ قرآن مجید کا نورِ مبین ہونا بھی دنیا کے منصف اور روشن دماغوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ جس قدر آج کل دنیا میں الہامی کتابیں کہلاتی ہیں اگر کوئی ذرا انصاف کرکے اُن سے قرآن کے مضامین روح افزا توحید و عبادت عالم آخرت کی رغبت خدا تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس نیک روی تمدّن کے اصُول وغیرہ کو مقابلہ کرکے دیکھے گا تو بے ساختہ نورِ مبین ہونے کا مقرّ ہو جاوے گا وہ جو سیکڑوں برس میں حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی کتابنے دنیا میں خداپرستی نہ پھیلائی تھی جو چند برسوں میں قرآن مجید نے اطرافِ عالم کے بُت پرستوں دہریوں۔ شہوت پرستوں درندوں کو فرشتہ بنا دیا یہ بات تاریخ سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد یہ فرماتا ہے کہ ہم نے دُنیا میں بُرہان اور نورِ مبین بھیجدیا پھر جو اس کو مان کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور اس کو مضبوط پکڑیں گے یعنی اس کی ذات پر تکیہ اور توکل کریں گے

یا یہ مراد کہ شریعت محمدیہ اور قرآن کو جس نے مضبوط پکڑا دیہ اس لئے فرمایا کہ صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ اُس پر قیام اور استقامت بھی ہو) اُن کو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا رستہ دکھائیگا۔

رحمت اور فضل سے مراد جنت اور حیات جاودانی ہے۔ کیونکہ جنت اُس کی رحمت کا مظہر ہے اور فضل میں ولدینا مزید کی طرف اشارہ ہے ویہدیہم کے ساتھ الیہ یعنی اپنی طرف ہدایت کرنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور کتابیں اُس معشوقِ حقیقی کے کہ جو پردۂ ہستی میں ہے پیامبر ہیں؛

یَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي

(اے نبی ؐ!) وہ تم سے حکم پوچھتے ہیں (سو) کہدو اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں

الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ

حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مرے کہ اس کی کوئی اولاد (تو)

وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ

نہ ہو اور بہن ہو تو اس بہن کے لئے آدھا ترکہ ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ

اور اگر بہن کے کوئی اولاد نہ ہو تو وہ بھائی اس کا وارث ہوگا۔

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ

پھر اگر دو بہنیں ہوں تو اُن کو (ترکہ میں سے) دو ثلث

مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا

ملیں گے۔ اور اگر (کلالہ کے وارث) کئی بہن بھائی مرد

وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ

و عورت ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ

اللہ تعالےٰ تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ع (۱۷۶)

ہر شے سے واقف ہے۔

ترکیب

فی الکلالۃ متعلق ہے یفتی سے امروا مرفوع بسبب فعل کے کہ جس کی تفصیل ہلک کر رہا ہے لیس لہٗ ولد جملہ ضمیر ہلک سے حال ہے۔ اسی طرح ولہٗ اخت فلہا الخ جوابِ اِن۔

تفسیر

جس طرح اس سورہ کے اوّل میں احکام بیان فرماتے گئے ہیں اسی طرح اس کو تمام بھی مسائل ہی پر کیا تاکہ اوّل کو آخر کے ساتھ ربط ہو جائے۔ کلالہ کے بارے میں اوّل بھی اس سورہ میں حکم ہوا تھا جو سردی کے موسم میں نازل ہوئی تھی اور پھر یہاں بھی اور یہ گرمی کے موسم میں آیت نازل ہوئی۔ کلالہ اُس میّت کو کہتے ہیں کہ جو نہ ماں باپ چھوڑ کر مرے نہ اولاد اور اُس وارث کو بھی کہتے ہیں کہ جو نہ میّت کے ماں باپ میں سے ہوں نہ اولاد میں سے یہ کلّ سے مشتق ہے جس کے معنے بوجھ کے ہیں چونکہ اس قسم کے شخص کو آدمی اپنی کفالت اور وراثت میں بوجھ اور بارِ طبع سمجھتا ہے اس لئے اس کو کلالہ کہتے ہیں۔ (۱) اس آیت میں کلالہ سے وہ میّت مراد ہے جو صرف ایک بہن چھوڑ کر مرے اُس کی بہن کے لئے نصف ملے گا۔ گرچہ آیت میں لیس لہٗ ولد ہے کہ میّت کے اولاد نہ ہو۔ مگر بحکم اجماع ماں باپ بھی نہ ہوں تب بہن اگر اکیلی ہے تو نصف لے گی۔

(۲) اگر اسی طرح لاولد بہن مرے اور اس کے ماں باپ بھی نہ ہوں تو بھائی کل مال کا وارث ہوگا۔

لہ کلالہ وہ مرد یا عورت کہ جو نہ ماں باپ چھوڑے نہ اولاد صرف بہن بھائی وارث چھوڑے ایسی صورت میں اگر بھائی مر جائے تو اس کی ایک بہن کو آدھا ترکہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی اور اگر بہن بھائی ملے جلے ہوں تو مرد کو دو چند عورت سے اور اگر بہن مر جائے تو سب بھائی کا ہے بشرطیکہ اس کا شوہر نہ ہو ۱۲ منہ

(۳) اور اگر اس قسم کے میت کے دو بہنیں ہوں تو دو تہائی مال ان کا، باقی اور وارثوں کا۔

(۴) اگر کئی بہن بھائی یا ایک بہن ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے تو فللذکر مثل حظ الانثیین دوہرا حصہ بھائی کا اور اکہرا بہن کا قرار پاوے گا اور باہم اس حساب سے تقسیم ہو جاوے گی۔ اس جگہ بہن بھائی سے عینی یا علاتی مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا، کیونکہ اخیافی بہن بھائی کا حق چھٹا حصہ ہے جو پہلے آچکا۔ اس کے بعد تمام شرائع بیان کرنے کی حکمت بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اس لئے ہم احکام بیان کرتے ہیں اور ان کے اسرار بھی ہم جانتے ہیں کیونکہ واللہ بکل شئی علیم وہ ہر چیز جانتا ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے ٹھیک فرماتا ہے۔

تفسیر سورۂ مائدہ عہ

یہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیس ۱۲۰ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کیا کرو۔

اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی

تمہارے لئے چرنے والے چار پائے حلال کر دیئے گئے سوا ان کے کہ

عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط

جن کو تم سے بیان کیا جائے گا نہ یہ کہ احرام باندھ کر شکار کو حلال سمجھو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ①

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

ترکیب

احلت فعل مجہول۔ بہیمۃ الانعام مفعول مالم یسم فاعلہ الا مایتلٰی محل نصب میں ہے بوجہ استثناء از بہیمۃ الانعام کے۔ غیر حال ہے ضمیر مجرور سے جو علیکم یا لکم میں ہے محلے اسم فاعل مضاف ہے مفعول کی طرف جو الصید ہے۔ دراصل محلین تھا نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا الصید مصدر ہے بمعنی مفعول۔

تفسیر

سورۂ نساء میں بیشتر احکام معاملات بیان ہوتے تھے جن کی زیادہ ضرورت تھی۔ اس کے بعد کھانے پینے اور حلال و حرام چیزوں کے متعلق احکام بیان کرنا بھی عین حکمت تھا اور لطف یہ کہ اس سورۂ مائدہ میں کہ جس کا نام حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مائدہ یعنی دستر خوان یا نعمت نازل ہونے کے بیان سے مائدہ رکھا گیا حرام حلال چیزوں کا بیان کرنا گویا یہ بتلا دینا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد پولوس وغیرہ نے سب ناپاک چیزوں کو حلال بتا کر جو شریعت انبیاء

عہ اس سورہ کو مائدہ کہتے ہیں مائدہ کے معنے ہیں خوان۔ اس میں اُس خوان کا ذکر ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ شروع سورۃ سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ ہمارا خوان نعمت دنیا پر بسیط ہے تم ہر روز اُسی سے کھاتے پیتے ہو تم کو اس نعمت کے شکریہ میں اپنے عہد پورے کرنے چاہئیں۔ اول عہد یا عقد ازلی ہے دوم عقل کا عہد وہ جس فطرت پر چلنے کا حکم دے اس پر چلو ہماری نعمار کو کھا کر نفس کی باگ ڈھیلی نہ چھوڑ دو۔ تیسرا رسولؐ و کتاب کا عہد جو تم کو بدمست ہونے سے روکتا ہے اور مائدہ کے بدنتائج سے بچاتا ہے تاکہ تمہیں اُس جہان میں بھی ویسی مائدہ نصیب ہو پھر یہ خدا تعالیٰ کی نعمتیں کھا کھا کر شتر بے مہار بھی نہ بن جاؤ اور بُرا بھلا کچھ نہ دیکھو۔ آنکھیں بند کر کے بال مکھی کھانے لگو کیونکہ اس کی مضرت تمہاری رُوح اور جسم دونوں کو پہنچے گی اس لئے ہم رحیم و حکیم تم کو آپ ہی بتاتے ہیں کہ تم کو اس مائدہ سے یہ چیزیں کھانی چاہئیں اور ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی لئے سب سے اول اوفوا بالعقود فرما کر آئندہ اوامر و نواہی کی تکمیل کے لئے عقود کا ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جو باہمی عہد و عقود کو بھی شامل ہے کہ نعمتیں کھا کر انسان خرمستیاں کرنے لگتا ہے اور جس قدر جور و جفا ہوتے ہیں یہ سب پیٹ بھرائی کے نتائج ہیں (باقی ۲۳۹ پر)

علیہم السّلام کو درہم برہم کیا فطرتِ الٰہی کو محرف کر دیا ہے۔ اس سورۃ میں سب سے پہلا حکم عقود کا پورا کرنا ہے۔ عقود عقد کی جمع ہے جس کے معنے گرہ لگانا یعنی خواہ ایک جسم کو دوسرے جسم سے خوب ملا کر باندھنا جس طرح دو رسّی کے ٹکڑوں کو گرہ لگاتے ہیں خواہ کسی بات یا معانی میں گرہ لگانا۔ اس لفظ کے تعبیر کرنے میں اس بات کی پابندی اور التزام مقصود ہوتا ہے اور یہی بات عہد میں بھی ہوتی ہے۔ عقد اور عہد قریب المعنے ہیں جن سے محاورۂ قرآن میں خدا تعالےٰ کی شریعت مراد لی جاتی ہے اور امر و نواہی و معاملات و عبادات جیساکہ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ۔ بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ اس جگہ دونوں میں یہ فرق ہے کہ عہد سے مراد وہ جو قضائے ازل میں خدا تعالیٰ نے ارواح سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى سے توحید کا اقرار کرایا تھا جس کی پابندی فطری طور پر ہر فرد و بشر پر بذریعۂ رسولِ عقل لازم و واجب ہے اور دنیا میں ہر فرد بشر جب آتا ہے تو اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اسی فطرت کو اسلام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی بارِ امانت ہے۔ اور عقد عالم ظہور میں آ کر شریعت کی بجا آوری ہے جو اس عہد کے پورا کرنے کا سبب ہے۔ پس عہد عقد سے مقدم ہے یا ایہا الذین آمنوا کے بعد اوفوا بالعقود کا مطالبہ کر کے پھر اُحلّت لکم الآیہ میں احکام حلال و حرام کا بیان فرمانا ایک اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت کو کام میں لانا ہے۔

نقل ہے کہ فیلسوف کِندی سے اُس کے یاروں نے کہا کہ آپ بڑے حکیم ہیں ہمارے لئے ان مسلمانوں کے قرآن کے مانند کوئی کتاب بنا دیجئے تاکہ ان کا دعوائے اعجاز رد ہو جائے۔ اس نے کہا بہتر۔ دو ایک سورتوں کے برابر تو ضرور بنا دوں گا۔ اس کام کے لئے چند روز تخلیہ میں بیٹھ کر آخر باہر نکل کر کہا بھائی اس کا مثل مجھ سے بن نہیں سکتا۔ میں نے جو قرآن کھول کر دیکھا تو پہلے میری نظر سورۃ مائدہ پر پڑی جس کی اس آیت نے مجھے حیران کر دیا اس تھوڑے سے جملہ میں وفاءِ عہد کا مطالبہ کرتا اور عہد شکنی سے منع کرتا پھر تحلیلِ عام کے بعد استثناء کر کے اپنے علم و قدرت اور اُن کے رموزِ مصلحت کی طرف اشارہ کرتا ہے؛ دو سطروں میں ایسا کوئی کر سکتا ہے؟

اُحِلَّتْ لَكُمْ **دوسرا حکم** ہے اس آیت میں حکم دیتا ہے کہ تمہارے لئے بجز اُن جانوروں کے کہ جن کو ہم اگلی آیت (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ الآیۃ) میں بیان کریں گے۔ بہیمۃ الانعام یعنی چار پائے حلال ہیں مگر یہ بھی حالتِ احرام یا حرم میں حلال نہیں پھر ان کے حلال اور ان کے حرام ہونے کی وجہ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ میں فرماتا ہے کہ ہمیں اپنی مخلوقات کا اختیار ہے جس چیز میں مصلحتِ عباد اور اُن کے فوائد دیکھتے ہیں اجازت دیتے ہیں ہم پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ جانوروں کے کھانے کی اجازت دے کر اپنے بندوں کو ظلم اور دکھ دینے کی اجازت کیوں دیتا ہے؟ جیسا کہ بعض ہنود کہتے ہیں) عبث ہے۔ رہا بے زبان جانوروں پر تکلیف پہنچنا بوقتِ ذبح و شکار سو یہ ویسی ہی تکلیف ہے جو عمرِ طبعی سے بڈھا ہو کر بیماری کے دکھ اٹھا کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۸) جو آقا کی پوری نمک حرامی ہے جس کا نتیجہ عالمِ آخرت میں نعماءِ روحانی و جسمانی سے بے نصیبی ہے اس کے بعد جو کھانی چاہئیں وہ نعمتیں ارشاد فرمائیں احل لکم الخ سے کہ تمہارے لئے نباتات اور فواکہ تو حلال ہی ہیں جیساکہ ہم نے سورۃ بقرہ میں فرمایا تھا خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مگر اب ہم تم کو گوشت کی بھی اجازت دیتے ہیں جو بوجہ مشابہت معتدی کے لذیذ اور مفید غذا ہے پس چار پائے عموماً تمہارے لئے حلال ہیں مگر وہ نہیں کہ جن کو ہم ابھی بیان کریں گے کس لئے کہ ان میں تمہارے لئے سخت مضرت ہے جس کو ہم حکیم خوب جانتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ میں اس طرف اشارہ ہے اور یہ حلال جانور بھی ہر وقت تمہارے لئے حلال نہیں یعنی جب چاہو ان جنگل کے وحشیوں کا شکار کر کے نفس کو تازہ کیا کرو بلکہ حالتِ احرام میں جب کہ ایک خاص لباس پہن کر ہمارے دربار میں حاضر ہونے کا قصد کرو یا دربار کے حدود یعنی حرم میں داخل ہو جاؤ تب ہمارے ادب سے نفس کی باگ روکو اور ان کا شکار نہ کرو یہ تم کو نفس اور خواہشِ نفسانی کو زیر کرنے کے لئے ایک ریاضت کی تعلیم دی جاتی ہے بے شک جس کا نفس جس پر غالب آ گیا اور وہ جدھر لے جاتا ہے چلا جاتا ہے اس میں اور گدھے وغیرہ حیوانوں میں کچھ بھی فرق نہیں بے شک سعادتِ انسانی نفس کے مقہور

ازخود مرنے میں ہوتی ہے اور اگر ہری ہے تو پھر کوئی سبز درخت
یا گھانس بھی نہ کاٹی جائے نہ پھل توڑے جائیں کیونکہ نفس نباتیہ
کو بھی تکلیف دینا ویسا ہی ہے اور یہ بات انتظام عالم میں خلل انداز
ہے۔ بہیمۃ مشتق ہے ابہم الامر علی فلان اذا اشکل سے جس کے
معنے ہیں بے عقل جاندار، جس کو ہندی میں پشو کہتے ہیں یعنی
چار پائے اور انعام، اونٹ، بکری، گائے، نعومۃ بمعنے نرمی سے
مشتق ہے اس تقدیر پر بہیمۃ بمنزلہ جنس اور انعام بمنزلہ نوع
کے ہے تب بہیمۃ الانعام کی اضافت بتقدیر مِن ہوگی بیان
کے لئے جیساکہ خاتم فضۃ میں ہے یعنی وہ بہائم جو از قسم انعام
ہیں یا دونوں سے ایک مراد ہے تب اضافت تاکید کے لئے ہوگی
جیساکہ ذات الشئی اور نفسہ میں ہے۔ اس لفظ میں گائے، بھینس،
اونٹ، بھیڑ، بکری، جنگل کے قابل شکار جانور ہرن، چیکارا
وغیرہ وہ سب شامل ہیں جو کچلیاں اور ناخن یعنی پنجے نہیں رکھتے
اور انسان پر حملہ نہیں کرتے اس میں بجز شیر، بھیڑیئے وغیرہ
درندوں کے سب چارپائے شامل ہیں۔ اور پرند غیر شکاری
اور غیر انعام گھوڑا، گورخر وغیرہ سو وہ اور آیت قل لا اجد
فیما اوحی الی محرما الآیۃ، یا حدیث یا قیاس سے حلال
ہیں۔ بہیمۃ الانعام کو خدا تعالیٰ نے حلال کردیا مگر ان میں دو
قید لگائیں: اول الا ما یتلی علیکم یعنی ان میں سے وہ جانور
جو آئندہ ذکر ہوں گے جیساکہ بُت کا ذبیحہ سو حرام ہیں۔ دوم
غیر محلی الصید وانتم حرم، یعنی ان بہائم میں جو شکار کئے
جاتے ہیں حالت احرام یا حرم میں وہ بھی شکار کرنے درست
نہیں اور جو قابل شکار نہیں ہیں حالت احرام یا حرم میں
ان کے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جیساکہ بھیڑ، بکری، اونٹ
گائے۔ وانتم حرم یعنی جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو
خواہ حج کے لئے خواہ عمرہ کے لئے۔ بولتے ہیں احرم بالحج والعمرۃ
فہو محرم وحرم۔ جیساکہ کہتے ہیں اجنب فہو مجنب وجنب۔ اور احرم
اس وقت پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے کہ جب کوئی حرم میں داخل
ہو یعنی حرم مکہ معظمہ میں۔ پس حرم کے معنے حرم میں داخل
ہونے والے کے بھی ہوتے۔ اس لئے حرم مکہ معظمہ میں بھی
ابداً شکار حرام ہے جس طرح کہ حالت احرام میں حرم مکہ میں
اور اس سے باہر بھی شکار کرنا حرام ہے احلت لکم بہیمۃ
کے حلال ہونے سے مراد اس کا گوشت کھانا اور اس کے چمڑے
اور ہڈی اور چربی سے ہر ایک قسم کا انتفاع حاصل کرنا ہے۔

ف بعض اہل طریقت نے حرم و احرام میں شکار نہ کرنے
سے بارگاہ تقرب میں مستلذات کی طرف متوجہ ہونے یا
خواطر نفوس کے شکار کے حرام ہونے کی طرف اشارہ ہونا
بھی بیان کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ
اے ایمان والو! بے حرمت نہ کرو اللہ تعالیٰ
اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ
کی نشانیوں کو اور نہ عزت والے مہینے کو اور نہ ہدی کو
وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ
اور نہ قلائد کو اور نہ بیت الحرام کے قصد کرنے والوں کو
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا
جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کو جاتے ہیں۔
وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ
اور جب تم احرام کھولو تو (بدستور) شکار کرو۔ اور کسی قوم کی دشمنی
شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ
کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو زیادتی
الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى
کرنے پر آمادہ نہ کرے۔ اور ایک دوسرے کی نیک کام اور
الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى
پرہیزگاری میں مدد کیا کرو، اور گناہ اور زیادتی پر

ف حرم اور احرام میں حلال جانوروں کے شکار کی ممانعت مذکور ہوئی تھی
اس لئے اسی مناسبت سے اور جو جو افعال حرم احرام کے منافی اور خلاف ادب ہیں ان کو
بھی منع فرمانا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا الخ ان آیات میں اول تو عموماً
جملہ ارکان و فرائض و احکام شرعی خصوصاً احکام حج کی بجاآوری کی تاکید دیا تی ہے

الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾

بے شک اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے۔

ترکیب

ولا القلائد معطوف ہے ولا الہدی پر ای لا تحلوا القلائد جمع قلادۃ اور مراد قلادہ پہننے والے جانور ہیں کہ صرف قلادوں کی تحریم مراد ہے۔ ولا آمین ای ولا تحلوا قتال آمین ای قاصدین البیت الحرام۔ یبتغون موضع حال میں ہے ضمیر آمین سے یجرمنکم بالفتح والضم اور یہ دونوں لغت ہیں یقال جرم واجرم فاعل اس کا شنآن مصدر ہے جیساکہ غلیان اور نزوان۔ ان صدوکم ان مفتوحہ مصدریہ ہے والتقدیر لان صدوکم ای لاجل ان صدوکم وقیل بکسر النون وہی شرطیۃ۔

تفسیر

پہلی آیت میں حرم یا احرام میں شکار کرنے کی ممانعت تھی اس لئے اس کے بعد بیت الحرام کے ادب اور اس کی تعظیم اور اس کی رونق اور آبادی کے متعلق ادب ملحوظ رکھنے کے مسائل بیان کرنا گویا کلام سابق کو تمام کر دینا ہے۔

اس کا شانِ نزول یوں ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت سے چھٹے سال مکہ معظمہ کا قصد عمرہ کے لئے کیا جب مع صحابہؓ آنحضرت علیہ السلام مکہ مکرمہ کے متصل ایک مقام حدیبیہ پر آکر خیمہ زن ہوئے تو مکہ مکرمہ کے مشرکین قریش نے جنگ کی تیاری کر دی اور یہ کہا کہ ہم آپؐ کو ہرگز کعبہ کا طواف نہ کرنے دیں گے نہ شہر مکہ میں آنے دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا صاحبو! میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا، اچھا تم نہیں چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ باہم ایک عہدنامہ ہوگیا اور آنحضرت علیہ السلام مع صحابہؓ واپس چلے آئے مگر صحابہؓ کو ان کی سرکشی سخت ناگوار معلوم ہوئی آخر یہ بھی عرب کے بہادر اور شیر دل لوگ تھے خصوصاً جب کہ ایک محرک مذہبی اور جوشِ دینی بھی مؤید ہو تو پھر مخالفین کی کیا حقیقت سمجھتے تھے؟ اس عرصہ میں اسلام اور بھی ترقی کر گیا اور مخالفوں پر بہت کچھ اقتدار آتشی شریعت اور آسمانی بادشاہت کی وجہ سے ہوگیا انہوں نے بھی حج کے لئے آنے والے مشرکین کو روکنا اور ان کے ہدایا اور قافلوں پر دست درازی شروع کی۔ چونکہ اسلام ایک حقانی اور آسمانی مذہب ہے اس میں ضد میں آکر بدلہ لینے اور غیروں کے نیک کاموں میں دست انداز ہونے سے کیا علاقہ؟ اس لئے آٹھویں سال یہ آیات مسلمانوں کو اس دست اندازی سے روکنے کے لئے نازل ہوئیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ ان چند باتوں سے منع کرتا ہے:۔

ربع

اول لا تحلوا شعائر اللہ۔ شعائر جمع شعیرۃ کی ہے۔ ابن فارسؒ کہتے ہیں شعارۃ کی جمع ہے اور شعیرۃ بروزن فعیلۃ بمعنے مفعلۃ اور اشعار کے معنے اعلام یعنی خبر دینے کے ہیں۔ شعور سے مشتق ہے۔ اور مشاعر کا مفرد مشعر ہے یعنی وہ مواضع جن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علامات و برکت و عزت رکھی گئی ہیں۔ یا وہ اوقات کہ جن میں اس کے وہ فرائض ادا کئے جاتے ہیں جو اس کے برگزیدوں کی یادگار ہیں جیساکہ ارکانِ حج۔ پہلی تقدیر پر مشاعر اور شعائر سے مراد صفا و مروہ کی پہاڑی جس پر حضرت ہاجرہؓ کو اس کی رحمت کا کرشمہ دکھایا گیا تھا۔ ان کی بے حرمتی نہ کرو کیونکہ ایامِ جاہلیت میں عامۃ العرب ان کا طواف نہیں کرتے تھے۔ یہ فراءؒ کا قول ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۰) مخالفت کی ممانعت ہے کہ ان کو خلاف ورزی کر کے بے حرمت نہ کرو جو مائدہ الٰہی کے کھانے والے کے لئے پوری حکمت حرامی ہے۔ شعائر اللہ میں سب آگئے۔ اس کے بعد بالخصوص چند چیزوں سے ممانعت فرماتا ہے

شہر حرام، ہدی، قلائد وغیرہ کی بے حرمتی سے ۱۲ منہ

لہ پٹہ جو جانوروں کے گلوں میں ڈالا جاتا ہے ۱۲ منہ

دوسری تقدیر پر عام فرائض مراد ہیں حسن بصریؒ فرماتے ہیں شعائر اللہ دین اللہ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں مخصوص چیزیں مراد ہیں یعنے جو چیزیں حالتِ حل میں حلال ہیں وہ حرم میں اس کی تعظیم کے لئے حرام کردی گئی ہیں۔ وہ شعائر اللہ ہیں ان کو حلال نہ جانو۔ شکار نہ کرو۔ اور جو چیزیں ارکانِ حج ہیں ان کو بجالاؤ، ترک کرکے بے حرمتی نہ کرو۔ کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ بعض کہتے ہیں وہ جانور مراد ہیں جو خانۂ کعبہ میں قربانی کے لئے نیاز اللہ کے طور پر ذبح ہونے کو بھیجے جاتے تھے۔ جن کو ہدی کہتے ہیں۔ چونکہ عرب میں یہ رسم قدیم تھی مشرکین بھی ایام حج میں ایسا کرتے تھے۔ جن پر مسلمانوں نے ان کے مقابلہ میں آکر دست درازی شروع کی تھی جیساکہ **ابن عباسؓ** نے فرمایا ہے اور گو لفظ شعائر اللہ عام ہے تمام فرائض اور دیگر شعائر کو شامل ہے مگر قرینہ کلام اسی کا مؤید ہے۔

دوم۔ ولا الشہر الحرام۔ شہر مہینے کو کہتے ہیں۔ حرام بمعنے محترم یعنی جو مہینے خدا تعالیٰ کے نزدیک محترم ہیں۔ اور وجہ احترام ملأ اعلیٰ کو ان ایام میں بندوں کی عبادات و تقربات کی طرف زیادہ التفات ہوتا ہے۔ الشہر اگرچہ لفظ مفرد ہے مگر جنس ہے ایک مہینے پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے اور کئی پر بھی۔ عرب میں قدیم دستور چلا آتا تھا کہ اور مہینوں میں باہم جنگ و جدل مار دھاڑ کرتے تھے مگر ان چار مہینوں میں کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا تھا وہ چار یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب۔ قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط یعنی بارہ۱۲ مہینوں میں سے یہ چار۴ محترم ہیں۔ اس آیت میں عام مفسرین کے نزدیک چاروں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں صرف ذی الحجہ کیونکہ زیادہ کاروبار حج کے اس ہی میں ادا ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی مشرکین کو ان مہینوں میں روک ٹوک کرنے لگے تھے اس لئے اس کی ممانعت کی گئی کہ ان مہینوں کو بھی حلال نہ سمجھو یعنی ان میں ایسے امور کو حلال نہ جانو۔ **ف** عام مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ اس میں مشرکوں سے ان مہینوں میں جنگ کی ممانعت ہے اور ناسخ اس کی یہ آیت ہے: وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ کہ جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ قتل کرڈالو۔ مگر محققین کہتے ہیں یہ آیت منسوخ نہیں کس لئے کہ اول آیت میں مشرکین کی بابت کوئی حکم نہیں کس لئے کہ قطع نظر سبب نزول کے اخیر کا جملہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ صاف یہی کہہ رہا ہے کہ مشرکین کی ہدی اور خاص ان سے ان ایام میں تعرض نہ کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں کچھ تعارض ہی نہیں نسخ کیسا؛ کس لئے کہ آیت وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ کے یہ معنے نہیں کہ جہاں کہیں کسی مشرک کو پاؤ مار ڈالو کس لئے کہ جو مشرکین اسلام کے ساتھ مصالحت رکھتے اور امن میں ہیں وہ ہرگز قتل نہیں اور آیت ولا الشہر الحرام میں انھیں مشرکین سے تعرض نہ کرنے کی ممانعت ہے جو اسلام سے پرخاش اور جنگ قائم نہیں رکھتے اور بجرم اسلام کسی مسلمان کو ایذا دینا گوارا نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ اس تقدیر پر تو شہر حرام کی کیا خصوصیت، ہر مہینے میں ان سے تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں یہی بات ہے مگر اس زمانے میں مشرکین اور دیگر قبائل عرب باہمی مار دھاڑ سے بجز ان مہینوں کے امن سفر میسر نہ آتا تھا اور وہ ان ہی مہینوں میں کعبہ میں نذر و نیاز لایا کرتے تھے اس لئے شہر حرام کی تخصیص کرنی پڑی، والعلم عند اللہ۔

سوم۔ ولا الہدی۔ امام واحدیؒ کہتے ہیں کہ ہدی وہ نذر و نیاز ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے کعبہ میں بھیجی جاتی ہے اونٹ اور گائے اور بکری۔ اس کا مفرد ہدیہ ہے بسکون دال۔ یعنی ان چیزوں سے بھی تعرض نہ کیا کرو۔ گرچہ شعائر اللہ میں یہ بھی شامل ہیں مگر تعمیم کے بعد تخصیص تاکید و اہتمام کے لئے ہے۔

چہارم۔ ولا القلائد۔ یہ قلادہ کی جمع ہے اور مراد اس سے وہ ہدی ہیں کہ جن کے گلے میں کوئی قلادہ یعنی پٹہ اس لئے

ڈال دیا جاتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نیاز ہے پھر اس سے کوئی ایام جاہلیت میں تعرض نہ کرتا تھا۔ ایسی قربانیوں کے گلے میں عرب کے لوگ بھی کوئی بالوں کی رسّی بٹ کر ڈال دیتے تھے۔ کبھی اس کے جسم میں ذرا سا چر کا دے کر نشان بھی کر دیتے تھے۔ ہدی کے بعد قلائد کا ذکر بھی وہی تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔

پنجم۔ ولا آمین البیت الحرام۔ اعمش نے آمی البیت الحرام بھی پڑھا ہے اضافت کی وجہ سے نؔ ساقط کر کے۔ امّمت بمعنے قصدت سے مشتق ہے یعنی کعبہ کے قصد کرنے والوں کو جو حج وعمرہ کے لئے آتے ہیں نہ چھیڑو۔ عام مفسّرین نے اس جملہ کو بھی آیت فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہٰذا سے منسوخ کہا ہے۔ یعنے مشرکین کو خانۂ کعبہ میں آنے کی اس آیت میں ممانعت ہوگئی۔ پہلے جملہ سے اجازت ثابت ہوتی تھی۔ لیکن اگر یوں کہا جائے کہ یہاں بھی نسخ نہیں تو ممکن ہے۔ کس لئے کہ اس جملہ میں صرف یہ بات ہے کہ جو کوئی مسلمان یا مشرک خانہ کعبہ کو آئے تو اُس سے تعرض نہ کرو۔ یہ اور بات ہے کہ اب ان کو اس آیت میں آیندہ آنے کی ممانعت کر دی دونوں باتوں میں کچھ مخالفت نہیں۔

ف یبتغون الخ یہ جملہ مفسّرین کے نزدیک آمین کی صفت ہے بہ پیرایۂ حال۔ پھر ان کا حج وعمرہ میں جب کہ آمین سے مشرکین مراد لیا جاوے فضل اور رضائے الٰہی کے تلاش کرنے کے یہ معنے ہیں کہ بذریعۂ تجارت نفع چاہتے تھے جو فضلِ ربّی ہے اور اپنے اعتقاد میں حج وغیرہ سے اُس کی رضا حاصل کرتے تھے۔ واذا حللتم الخ یعنے شکار کی ممانعت حرم واحرام میں ہے اور جب تم حلال ہو جاؤ یعنی احرام کھول دو یا حرم سے باہر نکل جاؤ تب شکار کرنا مضائقہ نہیں۔ یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ اباحت کے لئے ہے بقرینہ اس بات کے کہ نہی کے بعد آیا ہے۔

ششم۔ ولا یجرمنکم شنآن۔ جرم بمعنے کسب تھا جب لا اُس کے ساتھ لگا تو معنے لا یحملنکم کے ہو گئے وقیل لا یکسبنکم بغض قوم ان تعتدوا الحق الے الباطل شنآن کے معنے بغض کے ہیں۔ مرد کو شنآن اور عورت کو شنآنہ کہا کرتے ہیں۔ یعنی تم کو جو اُنھوں نے مسجد الحرام سے روک دیا ہے اس بُغض میں آ کر تعدّی نہ کرو کیونکہ بُری بات کے بدلے میں بُرائی نہ کرنا چاہیے بلکہ جو کوئی نیکی کرے اس میں مشارکت کرنی چاہیے۔ اسی لئے اس کے بعد یہ (امر) صادر فرما دیا وتعاونوا علے البرّ والتقوٰے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، اس میں نیکی میں شرکت اور اعانت کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا۔ امام احمدؒ اور عبد بن حمیدؒ اور بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں وابصہ کے ذریعہ سے آنحضرت علیہ السّلام سے برّ (نیکی) اور اثم (گناہ) کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ جس پر دل ٹکے وہ نیکی ہے اور جو دل میں کھٹکے وہ بدی ہے۔ حقیقت میں دل آئینۂ غیب ہے۔ سب کے بعد آیت کو واتقوا اللّٰہ پر تمام کیا۔ کیونکہ تمام عملیات کا دارومدار تقوٰی یعنی خوف خدا پر ہے اور خوف خدا قائم کرنے کے لئے اِنّ اللّٰہ شدید العقاب فرمایا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

حرام کر دیا گیا ہے تم پر مُردار اور خون اور سور کا

الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ

گوشت اور (وہ جانور) جس پر کہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کا نام پکارا گیا اور

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ

جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو لاٹھی یا پتھر کے مارنے سے مر جائے اور جو اوپر سے گر کر مر جائے

وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

اور جو سینگ مارنے سے مر جائے اور (وہ جانور) جس کو درندے نے پھاڑ کھایا ہو مگر (وہ حلال ہے) جس کو

ف یہاں اُن چند چیزوں کا بیان ہے کہ جن کی نسبت فرمایا تھا کہ اُن کو ہم ابھی بیان کریں گے ان کو اس خوانِ دنیا میں سے نہ کھانا (۱) مُردار (۲) خون (۳) سور کا گوشت۔ ان کی حُرمت توریت میں بھی ہے اور ان کا اخلاق اور جسم پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ (۴) بُتوں کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا اس لئے کہ اس میں حکمی نجاست ہے۔ (۵) گلا گھونٹا ہوا۔ (۶) چوٹ سے مرا ہوا (۷) گر کر مرا ہوا (۸) سینگ سے مرا ہوا (۹) درندوں کا پھاڑا ہوا اگر زندہ پا کر ذبح نہ کیا گیا ہو (۱۰) بتوں پر ذبح کیا ہوا (۱۱) گوشت یا اور کسی چیز کا پاسے ڈال کر تقسیم کرنا (باقی صفحہ ۲۴۴ پر)

ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ

ہم نے ذبح کر لیا اور وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا گیا اور

اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ

حرام ہے فال کے تیروں سے تقسیم کرنا۔ یہ گناہ کی

فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بات ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید

مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ

ہو گئے۔ پھر ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

(کل) نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے مذہب

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

اسلام پسند کیا۔ ہاں جو بھوک کے مارے

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا

بے قرار ہو جائے گناہگاری کا قصد نہ ہو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳)

تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ترکیب

حُرِّمت فعل مجہول المیتۃ مفعول مالم یسم فاعلہ والدم اور لحم الخنزیر اور ما اہل اور المنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع وما ذبح وان تستقسموا سب اس پر معطوف ہیں فمن اضطر شرط ہے محل رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے غیر حال ہے فان اللہ جواب شرط اور عائد محذوف ہے لہ۔

تفسیر

یہاں سے ان حرام چیزوں کا بیان شروع ہوتا ہے کہ جن کا پہلی آیت الا مایتلے علیکم میں بیان کرنے کا اشارہ فرمایا تھا۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو حلال چیزوں سے مستثنیٰ کی گئی تھیں اور وہ گیارہ چیزیں ہیں (۱) المیتۃ یعنی مُردار۔ بیضاوی رح فرماتے ہیں والمیتۃ مافارقہ الروح من غیر تذکیۃ کہ میتہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ جس کی روح بغیر ذبح کئے نکل جائے۔ اس میں کسی جانور کی خصوصیت نہیں خواہ چرند ہو خواہ پرند۔ عرب کے محاورہ میں خصوصاً جب کہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا میتہ کو اسی عام معنی پر اطلاق کرتے تھے اس میں بہیمہ کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ اگر میتہ سے خاص بہیمہ ہی مراد ہوتا تو خود حضرت پیغمبر علیہ السلام کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور جن سے بہتر کوئی شخص قرآن کے معانی و مطالب نہیں جان سکتا میتہ میں مچھلی اور ٹڈی کو شامل کر کے پھر اس سے مستثنیٰ نہ کرتے۔ دیکھو آپ فرماتے ہیں احل لنا میتتان ودمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال، کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ۲ دو میتہ اور ۲ دو خون حلال کر دیئے ۲ دو میتہ سے مراد مچھلی اور ٹڈی اور ۲ دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے۔ اس حدیث کو امام شافعی رح اور امام احمد بن حنبل رح اور ابن ماجہ اور دار قطنی رح اور بیہقی رح وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی کی مؤید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳) جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ وہ تیروں کے پاسے ڈال کر تقسیم بھی کرتے تھے اور اسی پر سفر اور نکاح وغیرہ کاموں میں کاربند تھے۔ یہ جوا ہے جو بدکاری اور اس قوم کے لئے جو دنیا کی قوموں کی رہبر بنائی جائے بدنما ہے ان گیارہ چیزوں کی حرمت بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اب کفار کو تمہارے دین کی طرف سے ناامیدی ہو گئی۔ کیونکہ اب مسلمانوں کا دستور و قانون مرتب ہو گیا ان کو کفار کے رسم و رواج سے بے نیازی ہو گئی اور یہ قانون بھی مکمل ہے اس میں دست اندازی کا کوئی موقع نہیں رہا ایسی حالت میں جب کہ کفار کی امیدیں اسلام سے پھر جانے کی جاتی رہیں تو طبعی بات ہے کہ وہ ستاویں گے پر تم اے مسلمانو! ان سے کچھ خوف نہ کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کس لئے کہ خدا ترس کی ہیبت مخالف پر پڑتی ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس کے بعد انھیں حرام اشیاء میں کلام کرتا ہے کہ اگر کوئی بھوک سے مرتا ہو اور کچھ نہ ملے اور شکم پری اور نفس کی خواہش مقصود نہ ہو تو خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اگر کھا لے ۱۲ منہ

ایک اور حدیث ہے جس کو اصحابِ سنن اور احمدؒ اور جماعت محدثین نے اسنادِ مختلفہ سے روایت کیا ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کی میتۃ یعنی بغیر ذبح کی ہوئی مچھلی حلال ہے۔ اور جس مفسر نے المیتۃ کے اوّل لفظ البہیمۃ کو موصوف مقدر مانا ہے تو فرد غالب کا لحاظ کیا ہے نہ کہ حصر۔ اس آیت میں بعبارۃ النص اس بات کی تصریح ہے کہ جس جانور کو خواہ پرند ہو مرغی وغیرہ یا کوئی چرند بہائم گائے، بکری جب تک ذبح نہ کیا جائے حرام ہے بجز مچھلی اور ٹڈی کے اور کوئی جانور ذبح سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کہ جس پر خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے جو ذبح میں لیا جاتا ہے اس کو نہ کھاؤ اس میں پرند کی کوئی خصوصیت نہیں۔ لفظ ما عرب کی زبان میں عام ہے اپنے معنی پر قطعًا دلالت کیا کرتا ہے اس سے صرف مچھلی اور ٹڈی ہی مستثنیٰ ہوسکتی ہیں کہ جن کو کسی خاص وجہِ الہامی سے خود پیغمبر علیہ السلام نے مستثنیٰ کیا۔ اب جو بعض محرفینِ کلام الٰہی نے نصاریٰ کی خوشامد سے آیتِ مذکورہ سے جاہلانہ اگر کر ملاکر پرند خصوصًا مرغی کو بغیر ذبح کے حلال کیا اور گلا گھونٹی مرغی کو المنخنقۃ سے باطل تاویل کرکے حلال بنایا ہے اور اس کو طعام اہلِ کتاب بناکر مباح کیا ہے محض لغو اور سراسر بے دینی اور علم قرآن و حدیث سے محض ناواقفی ہے۔ اوّل تو آیات کے عموم کو بلاوجہِ وجیہ خاص کرنا اور پھر آج کل کے انگریزوں کو جو اکثر عیسائی نہیں بلکہ ملحد اور دہریہ ہیں اہلِ کتاب قرار دینا اور پھر ان کے طعام کو عام رکھنا نہ اس میں سے شراب کو مستثنیٰ کرنا نہ سور کو نہ مردار کو ایک جاہلانہ گفتگو ہے جس کی طرف کوئی مسلمان سلف سے لے کر خلف تک کان بھی نہیں لگا سکتا۔

(۲) الدم یعنی خون۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ خون کو جما کر توے پر بھون لیا کرتے تھے یا تل لیا کرتے تھے پھر اس کو کھاتے تھے مگر وہ خون جس کا کھانا اس آیت میں حرام کردیا ہے دمِ مسفوح ہے یعنی وہ خون جو بہہ سکتا ہے یا بہایا گیا۔ اس سے وہ خون جو کہیں گوشت پر لگا رہتا ہے یا کلیجی اور تلی مستثنیٰ ہے۔

(۳) لحم الخنزیر۔ یعنی سور کا گوشت۔ اس میں اس کی چربی اور بال کھال سب شامل ہیں۔

(۴) ما اہل لغیر اللہ۔ یہ وہ جانور جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا گیا ہو۔ ایام جاہلیت میں مشرکین اپنے بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے جس طرح اب تک ہندو دیوی دیوتاؤں کے نام پر سانڈ چھوڑتے ہیں جن کو وہ لوگ ادبًا چھیڑتے نہ تھے۔ ان کا بتوں کے نام پر چھوڑنا اہلال لغیر اللہ ہے جس سے وہ جانور شریعتِ محمدیہ میں بت پرستی کی تحقیر کے لئے ناپاک اور حرام قرار دیا گیا۔ مگر عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ صرف اس کا نام پکارنے سے وہ جانور اس مرتبہ میں نہیں پہنچ گیا کہ اب جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کو ذبح کرے تب بھی وہ حرام ہی رہے بلکہ مراد یہ کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا اور پھر اس میں اور ما ذبح علی النصب میں یہ فرق ہوگا کہ اوّل میں خاص بتوں کا نام لے کر ذبح کرنا دوسرے میں بتوں کے لئے ذبح کرنا نام لیں یا نہ لیں۔ یہ بحث سورۂ بقرہ میں ہوچکی ہے اس کو وہاں دیکھنا چاہیے۔

(۵) المنخنقۃ۔ یعنی جو جانور گلا گھوٹنے سے مرجائے۔ خنق

مسفوح خون ہی حرام ہے

لحم الخنزیر

ما اہل لغیر اللہ

المنخنقۃ

۵ اہلِ کتاب اور ان کے طعام سے جو کہ حلال کیا گیا ہے کیا مراد ہے؟۔ اس کی تفسیر آگے چل کر ہم خوب بیان کریں گے۔ مگر مختصر یہ ہے کہ اہلِ کتاب سے مراد یہود ہیں جو توریت اور شریعتِ موسویہ کی پابندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور عیسائی بھی جو توریت اور انجیل اور شریعتِ عیسویہ کی پابندی کے مدعی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اس ادعا میں کامل ہیں یا ناقص، سچے ہیں یا جھوٹے نہ کہ وہ ملحد کہ ان کو برائے نام عیسائی کہا جاتا ہے اور دراصل وہ اپنے اس مذہب کو بھی ہیچ و پوچ سمجھتے ہیں نبوت اور الہام الٰہی پر قہقہہ اڑاتے ہیں جیسا کہ فرنگستان کے اکثر لوگ۔ اور ان کے طعام سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن میں شریعتِ محمدیہ کے برخلاف چیزیں نہ ہوں خصوصًا وہ کہ جن کو نص نے ممنوع کیا ہو ۱۲ منہ

اور اختناق گلا گھٹنا، اس کی تین صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ایام جاہلیت میں بغیر ذبح کرنے کے یوں بھی جانور کا گلا گھونٹ کر مار ڈالتے تھے پھر اُس کو کھاتے تھے۔ دوم یہ کہ کسی رسّی کے پھندا لگ جانے سے گلا گھٹ کر مر جاوے۔ سوم یہ کہ درختوں کی ٹہنیوں میں گردن پھنس جانے سے گلا گھٹ کر مر جاوے تینوں صورتوں میں یہ جانور چونکہ بغیر ذبح کئے مرا ہے میتۃ یعنی مُردار ہے سو یہ بھی حرام ہے (تفسیر کبیر) اس میں اس کی کوئی قید نہیں کہ اگر وہ جانور مرغی ہے اور کسی جنٹلمین کے گورے گورے ہاتھوں سے اُس کی گردن مروڑی گئی ہے تو وہ حلال ہے۔ اور جس کو حرام کھانے، شراب پینے سے کچھ نہ ہو تو پھر کیا ضرورت ہے کہ زمین آسمان کے قلابے ملا کر قرآن میں تحریف کر کے اُس کو حلال بھی بنا دے۔

(۶) الموقوذۃ، وقذہا بمعنے ضرب، یعنی جس جانور کو لٹھ سے یا پتھر سے مار دیا جائے جیسا کہ عرب کا دستور تھا یہ بھی ذبح نہ ہونے کی وجہ سے میتۃ اور حرام ہے اور وہ جانور کہ جو بندوق کی گولی سے مارا جاوے وہ بھی موقوذہ میں شامل ہے۔ شکار کھیلنے میں شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ شکار اگر ہاتھ آ کر ذبح نہ ہو سکے تو بسم اللہ پڑھ کر دھار دار چیز نیزہ یا تیر پھینک کر مار دینے سے اگر اُس کا جسم کٹ کر خون نکلے خواہ کہیں لگے وہ جانور حلال ہے۔ اسی طرح شکاری کتے کا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنا بھی ذبح میں داخل ہے اگر اس کی گرفت میں وہ جانور مر جائے گا حلال ہو گا۔ مگر جو چیز شکار پر پھینکی جائے دھار دار ہو ابن عمرؓ اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم کا یہی فتوےٰ ہے۔ مگر بعض علماء نے بسم اللہ کہہ کر گولی کے مارنے سے جو مر جاوے اُس کو بھی حلال بتایا ہے اور دلیل اس پر عدی بن حاتمؓ کی وہ حدیث ہے کہ جس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ یا رسول اللہ! میں تیر سے شکار کھیلا کرتا ہوں اس میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب دھار کی طرف سے لگ کر کٹے تو کھا اور جو اُس کے عرض سے مرے تو مت کھا۔ اور گولی میں کٹنا نہیں پایا جاتا بلکہ بارود کے زور سے ٹوٹتا اور نہ اُس میں دھار ہے۔ ہاں قاضی شوکانیؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔

(۷) المتردیۃ، تردی کہتے ہیں اوپر سے نیچے گر پڑنے کو، جو جانور پہاڑ یا کسی درخت یا چھت پر سے گر کر مر جاوے اس کو متردیہ کہتے ہیں یہ بھی بہ سبب ذبح نہ ہونے کے میتۃ میں شمار ہے۔

(۸) النطیحۃ بروزن فعیلۃ بمعنے مفعولۃ، نطح کہتے ہیں سینگ مارنے کو، نطیحہ وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جاوے یہ بھی بسبب ذبح نہ ہونے کے میتۃ ہے۔

(۹) ما اکل السبع، وہ جانور کہ جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو اور وہ اُسی حالت میں بغیر ذبح کئے مر گیا ہو وہ بھی حرام ہے (الا ما ذکیتم) یہ سب اقسام کی طرف راجع ہے یعنی موقوذہ اور متردیہ اور نطیحہ اور جس کو درندے نے پھاڑ کھایا حرام ہیں مگر جب کہ تم ان کو زندہ پا لو اور ذبح کر لو تب درست ہیں ذکوٰۃ کلام عرب میں ذبح کے لئے آتا ہے اور لغت میں بمعنے تمام اور تیزیِ طبع کے بھی آتے ہیں (الذکوٰۃ) شرع میں شاہ رگوں اور حلقوم کو کاٹ کر خون نکالنا (یہ اُس جانور کے لئے جو ذبح کیا جائے) اور نحر کرنا ہے اور جس پر ذبح کی قدرت نہ ہو تو اُس کی بسم اللہ کہہ کر کوچیں کاٹنا یا زخمی کر دینا ذکوٰۃ ہے۔ اور جس آلہ سے ذکوٰۃ واقع ہوتی ہے وہ جمہور کے نزدیک بجز ناخن اور دانت کے ہر دھار دار چیز ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے۔

(۱۰) ما ذبح علی النصب، یعنی وہ جانور جو نصب کے لئے ذبح

ف اس کو کلبِ تعلیم کردہ کہتے ہیں اور اس میں باز اور چیتا بھی شامل ہے یعنی جو قابلِ تعلیم ہوں اور نجس العین نہ ہوں ان سے شکار کرنا درست ہے۔ بسم اللہ کہہ کے چھوڑنا ذبح کرنا ہے مگر اس شکار میں زخم ہو کر خون نکلنا چاہیے۔ اور بعض روایت میں خون نکلنا کچھ شرط نہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ (در المختار) ۱۲ منہ

ف۲ یعنی جو اُس کی لکڑی یا چوڑے رخ سے تیر کا پھل لگے۔

ف ذبح کا بیان

کیا جاوے۔ نصب اُن گھڑت پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن کو مشرکین پوجتے اور نذر و نیاز کے لئے کھڑا کر لیتے ہیں اور اصنام وہ جن میں صورت کھدی ہو۔ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب کہیں تو تراشے اور کھدے ہوئے پتھر کھڑے کر لیتے تھے اور کبھی ایسے ہی اَن گھڑت پتھر کھڑے کر کے اُن پر اپنے دیوی دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں کرتے اور کچھ خون اُن پر بھی چھڑک دیتے تھے جیسا کہ اب تک ہندوؤں میں دستور ہے۔ اس کو بھی خدا تعالےٰ نے نجس قرار دیا اور حرام کر دیا۔

(۱۱) وان تستقسموا بالازلام، یعنی فال کے تیروں سے تقسیم کرنا۔ ازلام زلم کی جمع ہے جس کے معنے برابر کئے کے ہیں۔ چونکہ ایام جاہلیت میں تیر رکھ چھوڑتے تھے جن سے پاسے کے طور قربانی کے گوشت اور دیگر چیزوں کی تقسیم اس طور سے کرتے تھے جو ایک قسم کا جوا ہوتا تھا اس کو بھی حرام کر دیا۔ مثلاً کسی تیر پر تین حصے کسی پر دو حصے کسی کو خالی قرار دے کر ان کو کسی کپڑے کی تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے اگر جس پر دو حصے مقرر تھے وہ نکل آیا تو وہ دو حصے لے گیا اور جس کے لئے خالی نکلا تو وہ محروم رہا اور اسی طرح کسی تیر پر لکھا تھا کر کسی پر نہ کر کسی کو خالی رکھا پھر جس کام کو کرنا چاہتے تو اسی طرح سے ان تیروں کو نکالتے اگر وہ تیر نکلا کہ جس پر کرنا لکھا تھا تو اُس کام کو کرتے ورنہ ترک کرتے اور جو خالی تیر نکلتا تو بار دیگر اس عمل کو کام میں لاتے تھے اگرچہ آیت میں عموماً ان سب قسم کی لغو حرکات کو حرام کر دیا مگر یہاں گوشت کی اسی طرح سے تقسیم کرنے کی طرف اشارہ ہے جو وہ اپنے بتوں کے چڑھاوے کے گوشت کو تقسیم کرتے تھے۔ اور قرعہ میں جس کو شرع نے جائز رکھا ہے اور اس پاسے اندازی میں بڑا فرق ہے۔ قرعہ حصص مساویہ پر ڈالا جاتا ہے اس میں کسی کو مضرت نہیں پہنچتی نہ کچھ عیب جوئی مقصود ہوتی ہے۔

ف جن چیزوں کو اس آیت میں حرام کیا ہے ان کی تین قسم ہیں اول وہ کہ اُن کی ذات میں ایسی خباثت دائمی پائی جاتی ہے کہ انسان کے اخلاق اور روح پر بُرا اثر پیدا کرتی ہے اور وہ میتہ اور دم اور لحم خنزیر ہے۔ دوم وہ کہ ان جانوروں کو بتوں کے نام اور ان کی نیاز کے لئے ذبح کیا گیا ہے اور یہ خباثت ان میں عارض ہو گئی ہے ورنہ بذات خود ان جانوروں میں کوئی قباحت نہیں۔ سوم وہ کہ ان میں عارضی قباحت ہے مگر ان کی اصلاح ممکن ہے۔ دوم قسم میں اہل لغیر اللہ جزو زیادہ نجس ہے، اور ماذبح علی النصب قسم سوم میں داخل ہے اور گیارہویں قسم کوئی جداگانہ نہیں بلکہ ان ہی کے گوشت کی بری تقسیم ہے پھر ان تینوں قسموں کو کس خوبی اور لحاظ مراتب سے خدا تعالےٰ نے مقدم اور مؤخر کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے اس کے بعد الیوم سے لے کر رضیت لکم الاسلام دینا تک جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بتلاتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں نہ تو بعض مصالح کی وجہ سے ان اشیاء کی حلت و حرمت بیان ہوتی تھی اور نہ مخالفین کے جور و ظلم سے شرائع اسلام پر عمل کرنے کی آزادی تھی اس لحاظ سے کہ کفار اس چشمہ غیبی کو اپنے تعصب کے سبب اور مٹی سے روکنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو بار دیگر اپنے مذہب میں پھر آنے کی طرف مجبور کرتے تھے آخر وہ چشمہ غیبی اس روک سے اور بھی چاروں طرف ایسا پھوٹ نکلا کہ اب مخالفین کو اُس کے بند کرنے کی اُمید بھی باقی نہ رہی اور تمام و کمال شرائع ظاہر کر دیئے گئے۔ اے اہل اسلام! اب تم کو کسی کا خوف نہیں رہا، اس بات پر میرا شکر کرو۔ اس کے بعد فمن اضطر سے لے کر غفور رحیم تک یہ بات بیان کرتا ہے کہ یہ جانور جو ہم نے حرام کئے ہیں اسی حالت میں ہیں کہ جب ان سے بچ کر ہلاکت میں نہ پڑ سکو اور جب ایسی حالت ہو کہ جس کو اضطرار اور مخمصہ[ع] سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس شخص کی نیت حرام خوری کی بھی نہ ہو صرف بھوک

ع ۵ مخمص یا خمیص پیر کے تلوے کے گڑھے کو کہتے ہیں۔ بھوک میں پیٹ میں گڑھا پڑتا ہے اس لئے بھوک کو مخمصہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

سے جان بچانا یا سخت دشمن سے جان بچانا مقصود ہو تو اس کے لئے ان چیزوں کی اجازت ہے مگر اس کے ساتھ غفور رحیم کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ حالتِ اجازت بھی خطرہ سے خالی نہیں مگر وہ تم کو معاف کر دے گا۔

ع ۱ ۵ ۵

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ
(اے نبیؐ!) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا حلال کیا گیا ہو؟ کہدو تم کو پاکیزہ

لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ
چیزیں حلال ہیں　اور شکار بھی تمہارے سکھائے ہوئے شکاری

مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ
جانوروں کا کہ جن کو تم وہ طریقہ سکھاتے ہو جو تم کو خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے۔

اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ
(حلال ہو) پس جو کچھ وہ تمہارے لئے شکار پکڑیں تو اس کو کھا لیا کرو　اور

اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا
اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو،　اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④
رہو۔　کیونکہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ
آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں۔　اور اہل کتاب

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ص
کا کھانا　بھی تمھیں　حلال　ہے۔

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۪ وَالْمُحْصَنٰتُ
اور تمھارا کھانا انھیں حلال　ہے۔　اور ایماندار

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ
پاک دامن عورتیں　اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں　بھی کہ جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے (وہ بھی حلال ہے)　جب کہ

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ
ان کے مہر ادا کر دو　اور تم کو پاکدامنی بھی

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ
مقصود ہو نہ یہ کہ مستی نکالنا اور خفیہ آشنائی کرنا۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ
اور جس نے ایمان کی باتوں　سے انکار کیا اس کا کیا کرایا غارت ۵

عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤
ہوا　اور وہ آخرت میں بھی خسارہ پانے والوں میں　ہو گا۔

ترکیب

وما بمعنے الذی والتقدیر صید ما علمتم۔ من الجوارح حال ہے ہاتے محذوفہ سے یا ما سے جوارح جمع جارحۃ ہے الکواسب یعنی شکار کرنے والے جانور جیسا کہ کتا اور باز مکلبین بالتخفیف والتشدید حال ہے ضمیر علمتم سے تعلمونہن جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور ضمیر مکلبین سے حال بھی ہو سکتا ہے طعام الذین مبتدا حل لکم خبر وطعامکم مبتدا حل لہم خبر والمحصنت معطوف ہے الطیبات پر اذا آتیتموہن ظرف ہے حل کا محصنین حال ہے ضمیر مرفوع آتیتموہن سے غیر صفت ہے محصنین کی ولا متخذی اس پر معطوف ہے۔

تفسیر

یہ بھی پہلی آیت کا تتمہ ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب کی قومیں باوجود یکہ بعض چیزوں کو پاک اور ستھری سمجھتی تھیں مگر اپنے واہی شبہات سے ان کا کھانا حرام جانتے تھے (حالانکہ شریعت نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ یا تو ناپاک اور گندی ہیں یا ان میں بت پرستی کی وجہ سے عارضی ناپاکی آگئی ہے) جیسا کہ بحیرہ اور سائبہ سو اس لئے وہ پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ سب پاک اور ستھری چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ وما علمتم یعنے کھانے پینے کی نہ صرف یہی پاک چیزیں تمہارے لئے

حلال ہیں بلکہ تمہارے تعلیم کئے ہوئے شکاری کتوں کے وہ شکار بھی تمہارے لئے حلال ہیں کہ جو وہ تمہارے لئے پکڑتے ہیں۔ اس آیت سے تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کتے کو شکار کرنا سکھایا جاوے۔ اور امتحان ہو جاوے کہ وہ ہمارے کہنے سے مُنہ شکار پر ڈالتا اور منع کرنے سے رُک جاتا ہے۔ (تعلموہن مما علمکم اللہ سے اسی طرف اشارہ ہے) اور خود نہیں کھاتا، بشرطیکہ اس کو بسم اللہ کہہ کے چھوڑا ہو جیسا کہ واذکروا اسم اللہ علیہ سے مستفاد ہے، اُس کا کھانا بغیر ذبح کئے بھی درست ہے گویا یہ اُس کا پکڑ کر اُس کو پھاڑنا ذبح کرنا ہے۔ اس میں بعض نے اُس کے پھاڑنے کی بھی قید لگائی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کی کچھ قید نہیں۔ اس قدر تو قرآن مجید کی عبارت سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے۔ آیندہ آیت کے الفاظ پر بحث کر کے علماء نے اپنے اجتہاد اور اخبار سے اختلاف کیا ہے۔ (۱) من الجوارح، اس کو جمہور نے جرح واجترح بمعنے اکتسب سے لیا ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے والذین اجترحوا السیئات اے اکتسبوا و قال ویعلم ما جرحتم بالنہار اے کسبتم یعنی کمانے والے جانور اس میں کتے کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ چیتا اور باز اور صقر بجر بجنس العین جانوروں کے جو قابل تعلیم ہیں سب شامل ہیں اور ان کے شکار میں زخم کرنے کی بھی کوئی قید نہیں، مگر بعض علماء نے جرح کو زخم کے معنے میں لے کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اس شکار میں اُن کے پکڑنے سے زخم ہو کر خون بھی نکلنا چاہیے اور جو خون نہ نکلے گا تو اُس کو بغیر ذبح کے کھانا درست نہیں ہوگا۔ (۲) مکلبین، جمع مکلب کی ہے اور مکلب اُس شخص کو کہتے ہیں جو شکاری جانوروں کو شکار کرنا سکھاوے اور اس لئے چونکہ کتا سب میں زیادہ اس صنعت کو قبول کرتا ہے اس اس کو کلب سے لیا گیا اور مراد عام ہے جس میں اور جانور بھی شامل ہیں اور نیز عرب میں ہر ایک درندہ پر لفظ کلب کا اطلاق ہوتا تھا خواہ مجازاً خواہ حقیقۃً۔ اور ضحاک اور سدیؒ اور ابو جعفرؒ نے لفظ کلب جس کے معنے کتے ہیں خیال کر کے اس کو کتے کے شکار میں مخصوص کیا ہے اور دیگر جانوروں کے شکار کو بغیر ذبح کے نادرست قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی۔ اور پھر کتوں میں سے کالے کتے کے شکار کو حسنؒ اور قتادہؒ اور نخعیؒ اور ابن راہویہؒ نے مستثنیٰ کیا ہے کہ اس کو حضرت پیغمبر علیہ السلام نے بلفظ شیطان تعبیر کیا ہے۔ اُس کا شکار بھی درست نہیں مگر جمہور نے عام رکھا ہے اور ان ہی کے دلائل قوی ہیں (۳) جمہور کے نزدیک بقید لفظ مما امسکن علیکم۔ اور حدیث عدی بن حاتمؓ سے کہ جس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے یہ بات ثابت ہے کہ جو شکاری کتا شکار پکڑ کر آپ کھانے لگے اُس کا شکار بغیر ذبح کے درست نہیں کیونکہ قرآن مجید اور حدیث میں یہ لفظ ہے کہ "جو تمہارے لئے پکڑے" مگر اب اُس نے اپنے لئے پکڑا اور نیز اول صورت میں تو وہ بمنزلہ ایک آلہ یا حربہ کے تھا اور جب اُس نے اپنے لئے ایک فعل خلاف منشاء شکاری کیا تو وہ ایک مستقل ہو گیا پھر کتے کے مارے کو بغیر ذبح کے کیونکر کھایا جاوے۔ اول صورت میں وہ کتا بمنزلہ چھری کے تھا مگر بعض علما جیسا کہ عطاء بن ابی رباحؒ اور اوزاعیؒ اور سلمان فارسیؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ یہ کہتے ہیں کہ امسکن علیکم کے منافی نہیں کہ کچھ شدت گرسنگی میں اس نے بھی کھا لیا ہو اس لئے یہ شکار بھی درست ہے اس صورت میں بھی کتے کا شکاری کے لئے شکار مارنا پایا جاتا ہے اور اس کی سند میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس کو ابو داؤد نے ابو ثعلبہؓ سے اور نسائیؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب تم کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تو شکار کو کھا لو گو وہ بھی اس میں سے کھالے۔

اس آیت کا **شانِ نزول** یہ ہے کہ عدی بن حاتمؓ شکاری تھے انہوں نے آنحضرت علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا

کالے کتے کا شکار

ف باز شکرہ

شان نزول

تھا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور نیز احادیث میں اکثر ان ہی کے سوال کے مطابق شکار کے مسائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ تیر سے بسم اللہ پڑھ کر شکار مارنا یا کسی اور دھار دار چیز سے اسی پر قیاس کیا گیا ہے اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں جیساکہ عدی بن حاتم رضؓ کی وہ حدیث جو صحیحین میں ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صؐ! میں تیر سے بھی شکار کیا کرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر دھار سے مرے اور زخم ہو تو کھا اور جو اُس کے عرض یعنی بغیر دھار کے دوسری طرف سے لگ کر اُس کے صدمہ سے مرے تو نہ کھا کیونکہ وہ موقوذہ ہے۔ واذکروا اسم اللہ علیہ، جمہور مفسّرین کے نزدیک اللہ تعالےٰ کا نام اُس پر لینے سے کُتّا چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا مراد ہے اور حدیثِ عدیؓ جو صحیحین میں ہے اُسی کی مؤید ہے ان ارسلت کلبک وسمیت فاخذ فکل مگر بعض علماء نے اس سے کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مراد لیا ہے علامہ قرطبیؒ اسی کو اُن احادیث سے کھانے کے وقت جو بسم اللہ کہنے کے بارے میں آئی ہیں ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ وہم ہے کیونکہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا اور حکم ہے اور تیر چلاتے یا شکاری کُتا چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا جُداگانہ حکمِ مؤکّد ہے۔ احلّ لکم الطیبات کا اعادہ گویا طعام اہل الکتاب حل لکم کے لئے نہ صرف تمہید بلکہ اس بات کا اعلان بھی ہے کہ اہلِ کتاب کا ہر کھانا تمہارے لئے حلال نہیں بلکہ صرف طیبات کہ جن میں شرعی یا عرفی کوئی ناپاکی یا بدمزگی نہ ہو۔

طعام اہلِ کتاب میں جمہور مفسّرین کے تین قول ہیں۔ (۱) ان کے ذبائح (۲) اُن کے ہاں کی روٹی اور میوے وغیرہ وہ چیزیں جن میں ذبح کی حاجت نہیں پڑتی اور یہ قول بعض ائمہ زیدیہ سے منقول ہے (۳) عموماً ذبائح و دیگر مطعوماتِ طیبہ۔ اوّل قول قوی ہے بقرینۂ مقام۔

اہلِ کتاب سے جمہور کے نزدیک یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خاص بنی اسرائیل۔ مجوس جمہور کے نزدیک اہل کتاب نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا جیساکہ صحیح بخاری میں ہے۔ اب ہم کو اس بات کا بتلانا ضروری ہے کہ اس آیت میں جو طعام اہلِ کتاب کو حلال قرار دیا ہے اس سے ان کا ہر قسم کا کھانا مراد نہیں کہ جس میں گلا گھونٹی مرغی بھی شامل ہو چند وجوہ سے:

اوّل احل لکم الطیبات، یہ جملہ سب سے اوّل اعلان کر رہا ہے کہ جن چیزوں کو شرع نے نجس یا رجس قرار دیا ہے وہ مسلمانوں کو کسی حالت میں بجز اضطرار کے درست نہیں کیونکہ ان میں قبح ذاتی ہے جو کسی وقت دور نہیں ہوتا یہ عقل میں نہیں آسکتا کہ جس چیز کو ناپاک قرار دے کر مسلمانوں کے لئے حرام کرے وہ ناپاک چیز اہلِ کتاب کے ہاتھ میں جاکر پاک ہو جاوے مسلمانوں کے دسترخوان پر سوّر، شراب، منخنقہ حرام اور ناپاک ہو اہلِ کتاب کے دسترخوان پر رکھنے سے پاک ہو جاوے۔ اور شراب اور سوّر اور منخنقہ وغیرہ چیزوں کو خداتعالیٰ ناپاک اور اُن کے کھانے کو اس سے پہلی آیت میں فسق فرما چکا ہے۔

دوم سلف سے خلف تک کسی مسلمان نے طعام اہلِ کتاب کو عام مراد نہیں رکھا ہے کہ اس میں سُوّر اور شراب بھی شامل ہوں پھر جب یہ نہیں تو منخنقہ جو منصوصاً حرام ہے اس میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے۔

سوم آیتِ مذکورہ سے جس نے ذبائح مراد لئے ہیں اُس کے نزدیک تو منخنقہ ذبائح میں داخل نہیں اور نیز ذبائح بھی حضرت علیؓ اور ابنِ عمرؓ اور عائشہ رضؓ صدیقہ و دیگر کبار صحابہؓ کے نزدیک وہ حلال ہیں جو اللہ تعالےٰ کا نام لے کر ذبح کئے گئے ہوں نہ وہ کہ جو مسیحؑ اور عزیرؑ کے نام سے بقرینۂ آیت ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ، اور یہی صحیح اور احوط ہے۔ اور جس نے عام مراد لیا ہے تو عام سے ہر قسم کے طعام مراد نہیں بلکہ ذبائح اور دیگر خوردنی چیزیں جو ناپاک اور حرام نہیں۔

چہارم یہود کے نزدیک قدیم سے اب تک ذبح کرنے کا دستور رہتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کے حواری شریعتِ موسویہ کی پابندی کیا کرتے تھے کسی روایت سے

ثابت نہیں ہوتا کہ اُنھوں نے سؤر یا شراب یا گلا گھونٹی مرغی کا استعمال کیا ہو۔ ہاں رومیوں اور دیگر اقوام جو پولوس کے تراشیدہ مذہب میں آئی تھیں اُن کے ہاں ان کا دستور ہو تو ہو مگر آنحضرت علیہ السلام اور صحابہ کرام رضؓ نے برائے نام عیسائیوں کے ذبیحہ کو بھی درست نہیں جانا ہے چہ جائے کہ اُن کے ہاں کی وہ ناپاک اور نجس چیزیں جن میں گلا گھونٹی مرغی بھی شامل ہے۔ حضرت علی رضؓ اور دیگر صحابہ رضؓ عرب کی قوموں میں سے **بنو تغلب** اور **تنوخ** اور **جذام** اور **لخم** اور **عاملہ** وغیرہا قبائل عرب متنصرہ کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہ دیتے تھے صرف اس لئے کہ یہ لوگ برائے نام عیسائی ہیں پھر آج کل کے ملاحدہ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہ ہوں گے۔ فقیر کے نزدیک ان لوگوں کے ساتھ طیبات کا مل کر کھانا بھی خالی از فتنہ و فساد نہیں۔ وطعامکم حل لہم گرچہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں مگر پھر حل لہم کہنے سے یہ اشارہ ہے کہ طرفین میں اباحتِ ذبائح حاصل ہے نہ کہ اباحتِ مناکحت جس کو اس جملہ میں واضح فرماتا ہے والمحصنت من المؤمنات یعنی مسلمان پارسا عورتیں تمہارے لئے نکاحاً حلال ہیں والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم یعنی اہلِ کتاب کی پارسا عورتوں سے بھی نکاح کرنا حلال ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے مگر ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے جب نکاح درست ہے جب وہ مسلمان ہو جاویں۔ جمہور کے نزدیک بغیر مسلمان ہوئے نکاح درست ہے کیونکہ عورت زیردست ہے، امید ہے کہ اس کی صحبت سے اسلام میں آجاوے برخلاف مرد کافر کے خواہ اہلِ کتاب ہو خواہ کوئی اور ہو مسلمان عورت کا نکاح اُس سے درست نہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔ اکثر فقہاء کتابیات کو جن سے نکاح درست ہے ذمیات میں منحصر کرتے ہیں۔ سعید بن المسیب رضؓ اور حسن رحؒ کے نزدیک اس کی کچھ قید نہیں۔ مجوس اہلِ کتاب میں داخل نہیں مگر ابو ثور کے نزدیک داخل ہیں۔ پھر ان سب کے نکاح میں مہر ادا کرنا پارسائی اور ہمیشہ کو ساتھ رکھنے کا قصد ملحوظ ہونا شرط ہے جیسا کہ فرماتا ہے اذا اٰتیتموھن اجورھن الآیہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى
اے ایمان والو! جب کہ تم نماز کے لئے

الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ
اُٹھا کرو تو اپنے مُنہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ

اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ
دھولیا کرو اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ
اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک (دھولیا کرو) اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ
ناپاک ہو تو نہا لیا کرو، اور اگر تم

مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ
بیمار ہو یا بر سر سفر ہو یا کوئی تم میں

مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ
سے پاخانہ پھر کر آوے یا تم میں سے کسی نے عورت کو چھوا ہو پھر تم کو

تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ
اور اس سے اپنے مُنہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے

وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
لیکن وہ تو تم کو پاک رکھنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑥
کیا چاہتا ہے، تاکہ تم شکر کیا کرو۔

لہ یعنی اُن اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے جو مسلمانوں کی رعیت اور زیرِ فرمان ہوں اور ان کو ذمی کہتے ہیں۔ کہ ان کے مال و جان کی حفاظت کا اسلام نے ذمہ لے لیا ہے ۱۲ منہ

ترکیب

اذا شرطیہ فاغسلوا جواب الی المرافق الیٰ بمعنے مع متعلق ہے اغسلوا سے برؤسکم بازائدہ ہے وقیل للالصاق و ارجلکم بالنصب اس لئے کہ اس کا عطف وجوہکم پر ہے لے فاغسلوا ارجلکم اور بالجر اس طور سے کہ اس کو روس پر معطوف کیا جاوے اور حکم دونوں کا مختلف ہو اور اس کو جر جوار کہتے ہیں یعنی سر کا مسح ہو اور پاؤں دھونے چاہئیں۔ اور اس قسم کا جر قرآن مجید اور کلام شعراء میں واقع ہے۔ وان کنتم شرط فتیمموا الخ جواب۔

تفسیر

اس سورۃ میں اوّل اوفوا بالعقود کہہ کر وفاء عہد کا حکم دیا تھا مگر اس سے ضمناً یہ بات بھی نکلتی تھی کہ جب تم بندے ہو کر عہد کو پورا کرنے پر مجبور کئے جاتے ہو تو میں ربّ العالمین زیادہ تر اپنے اُس عہد کے پورا کرنے کا مستحق ہوں جو میں نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا عہد بندوں سے یہ تھا کہ ان کو منافع دنیاویہ مباح کر دے اور عالم آخرت میں ان کو جنت میں رکھے۔ سو سب سے اوّل منافع دنیا کی بابت ذکر جس کی انسان کو ہر وقت ضرورت پڑتی ہے اور جو حسنات عقبےٰ کا ذریعہ ہیں) اُسکے نے اپنا عہد وفا کیا۔ منافع دنیا یا کھانے پینے کی چیزیں ہیں یا مناکحت کے متعلق اور مقدّم کھانا پینا ہے اس لئے اوّل کھانے پینے کی چیزوں کی اباحت اور حلّت بیان فرما کر پھر حلال عورتوں کا ذکر کیا کہ جن سے نکاح کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد وہ بندوں سے اُن کے عہدِ عبودیت کو پورا کراتا ہے اور عبودیت میں سب سے اوّل درجہ نماز ہے اور نماز بغیر وضوء درست نہیں کس لئے کہ کثافتِ جسمانیہ کا اثر نفس پر پہنچتا ہے یہ تجربہ کی بات ہے اس لئے وضوء کے بارے میں فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ الخ۔

یا یوں کہو دنیا میں بندہ ہمیشہ نہیں رہے گا آخر اس کو سفر درپیش ہے کہیں جانا ہے کہ جہاں سے پھر آنا نہیں۔ سودا کہتا ہے ؎

رخصت اے باغباں کہ ذرا دیکھ لیں چمن + جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا ؎

اور آسمانی کتاب انسان کے فوائد دنیا و دین کے لئے نازل ہوا کرتی ہے پس جس طرح اس نے سب سے اوّل اس دنیا کے فوائد کو حلال حرام چیزیں کھانے پینے کے متعلق اور نکاح کے متعلق بیان فرما کر معاش کی اصلاح کر دی کیونکہ سچ پوچھو تو دنیا ان ہی دو چیزوں سے عبارت ہے اور باقی سب جھگڑے اور بکھیڑے ان ہی کے لئے ہیں۔ اسی طرح اُس نے عالم جاودانی اور فضائے نورانی کی تدبیر عبادتِ الٰہی تعلیم فرمائی اور عبادتِ اعلیٰ نماز ہے جو پنج وقتہ اس کے دربار کی حضوری ہے اور یہ بغیر طہارتِ جسمانی یعنی وضوء کے ٹھیک نہیں اس لئے وضوء کا حکم دیا فاغسلوا وجوہکم وایدیکم فرمایا جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے بندے! تو کبتک دُنیائے فانی کے لذائذ کھانے پینے عورتوں سے صحبت کرنے میں مصروف رہے گا۔ اس ظلمت کدہ کی اس شہوانی سیاہی سے ہاتھ مُنہ دھو کر صاف پاک ہو کر اپنے اصلی مقام پر آ اور شہوات سے ہاتھ دھو۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ اس سے مراد یہ ہے کہ جب نماز کا ارادہ کرو، کیونکہ قیام الی الصلوٰۃ سے وضوء مقدم بالاتفاق ہے اس آیت سے وضوء کا فرض ہونا ثابت ہے مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا چاہیئے بلکہ ایک وضوء دوسری نماز کے وقت تک رہے تو کافی ہے وضوء جدید ضروری نہیں جیساکہ داؤد ظاہری کا مذہب ہے کیونکہ مسلمؒ و احمدؒ و اہل سُنن نے بریدہؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہر نماز کے لئے جداگانہ وضوء کیا کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز صرف ایک وضوء سے کئی نمازیں خفّین پر مسح کر کے پڑھیں۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ آج آپ نے وہ بات کی جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! میں نے اس کو

عمداً کیا ہے۔ اور بخاری اور احمد اور اہل سنن نے عمرو بن عامر انصاری سے روایت کیا ہے کہ انس بن مالک فرماتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرتے تھے، وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا پھر تم کیا کرتے ہو؟ کہا کہ ہم تو جب تک حدث نہ ہو کئی نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھ لیتے ہیں۔ ہاں باوجود وضو ہونے کے اگر دوسرے وقت میں وضو کریگا تو مستحب ہے۔

وضو کا اوّل فرض

فاغسلوا وجوہکم یہ وضو کا **اوّل فرض** ہے اس میں تمام امت کا اتفاق ہے اب رہے غسل وجہ (یعنی منہ) کے معنے اور کیفیت کہ جس کو قرآن نے عرف اہل زبان پر چھوڑ دیا البتہ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ غسل لغت میں کسی عضو پر پانی بہانے کو کہتے ہیں نہ کہ محض تر کرنے کو۔ اوّل مرتبہ غسل میں یہ بات ہے کہ کچھ قطرات ٹپکیں اس تقدیر پر اگر کسی نے برف کے ڈلے کو منہ یا اور اعضاء پر وضو میں پھرایا پس اگر ہوا کی گرمی یا جسم کی گرمی سے برف پگھل کر ٹپکے تو وضو ہو گیا ورنہ نہیں۔ آیت میں دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی قید نہیں بلکہ باعتبار معنی لغوی کے ایک بار بھی اعضاء وضو کو دھوئیگا تو وضو ہو جاوے گا۔ اور اسی لئے بخاری اور ترمذی اور ابن ماجہ اور نسائی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو گاہے صرف ایک بار بھی دھو کر یہ بتلا دیا ہے کہ اس قدر وضو میں فرض ہے۔ وجہ مواجہۃ سے لیا گیا ہے جس کے معنے سامنے کے ہیں منہ کو کہتے ہیں یعنے ماتھے کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی تک اور دونوں کانوں تک اس لئے آنکھ کے اندر پانی پہنچانا جمہور کے نزدیک کچھ ضروری نہیں الا عند ابن عباس۔ اور اسی طرح کان اور ڈاڑھی کے درمیان جو خالی جگہ ہے وہ بھی منہ میں شمار ہے اس کا دھونا بھی جمہور کے نزدیک فرض ہے مگر امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ وہ منہ نہیں اس کا دھونا بھی کچھ ضروری نہیں۔ اسی طرح جس کی ہلکی ڈاڑھی ہو اس کو بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ کیونکہ بجائے جلد کے بال ہیں صرف ان کا دھونا کافی ہے۔ شافعی کہتے ہیں چونکہ بال ہلکے ہیں جڑوں میں پانی پہنچانا چاہئے مگر گھنی ڈاڑھی میں بالاتفاق بالوں کی جڑ دھونا ضروری نہیں ہاں خلال کرنا مستحب ہے جیساکہ ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے: کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخلل لحیتہ، اور جس قدر ڈاڑھی نیچے لٹکی ہوئی ہے اور جو کانوں سے اوپر تک اٹھی ہوئی ہے آیا اس کا دھونا بھی واجب ہے کہ نہیں؟ امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں نہیں کیونکہ اس پر وجہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ واجب ہے۔ مگر اس حدیث سے کہ جس کو مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے دھونا مستحب ہے۔

وضو کا دوسرا فرض

وایدیکم الی المرافق یہ وضو کا **دوسرا فرض** ہے۔ یعنی دونوں ہاتھوں کا مرافق (جمع مرفق اعنی کہنی) تک دھونا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک کہنیوں کو بھی دھونا چاہیئے۔ امام مالک اور امام زفر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے کہنیوں تک فرمایا ہے کہنیاں اس میں شامل نہیں۔ جمہور کہتے ہیں اس مقام پر مابعد اور ماقبل الٰی ہم جنس ہونے کی وجہ سے غایۃ مغیا میں داخل ہے۔ آیت میں اس کی بھی کچھ تصریح نہیں کہ پہلے دائیں ہاتھ کو دھوئے یا بائیں کو مگر مسنون یوں ہے کہ اول دائیں کو پھر بائیں کو دھوئے اور پہنچوں سے دھوتا ہوا کہنیوں تک آئے نہ کہ کہنی سے پانی ڈال کر پہنچوں تک پہنچاوے کیونکہ یہ مکروہ خلاف حدیث ہے اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ درست نہ ہوگا۔

وضو کا تیسرا فرض

وامسحوا برؤسکم یہ **تیسرا فرض** وضو کا ہے۔ مسح کہتے ہیں ہاتھ تر کرکے کسی چیز پر لگانا اور لغت میں عموماً چھونا ہے۔ اس آیت میں کچھ تصریح نہیں کہ آدھے سر کا مسح کرے یا کل کا یا چوتھائی کا۔ اس لئے علمائے کرام و مجتہدین عظام کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح امام شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک کل سر کا مسح کرنا ضروری نہیں کس لئے کہ اول تو برؤسکم میں ب بعضیت کا فائدہ

دیتی ہے۔ بولتے ہیں مسحت یدی بالمندیل کہ میں نے اپنے ہاتھوں
کو رومال سے مسح کیا۔ اس میں یہ کچھ ضروری نہیں کہ تمام رومال
کا مسح کیا ہو بلکہ بعض اجزاء کے مسح پر بھی یہ قول صادق آسکتا
ہے۔ **دوم** اگر ب کو زائدہ بھی تسلیم کر لیویں تب باعتبار عرف
اہلِ زبان کے تمام سر کا مسح کرنا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ مسح مطلق ہے
پھر امام شافعیؒ نے اس کو مطلق ہی رکھا ہے حتیٰ کہ اگر سر کے
چند بالوں کا مسح بھی کرلے گا تو جائز ہوگا۔ مگر امام ابو حنیفہ
نے اس کو ان احادیث سے جو مسح بعض راس کے لئے آئی
ہیں چوتھائی سر مراد لیا ہے۔ اور امام مالکؒ نے اپنے قرائن اور
اُن احادیث سے کہ جن میں تمام سر کا مسح کرنا پایا گیا ہے کُل
سر کا مسح کرنا مراد لیا ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں کُل سر کا مسح
کرنا بھی آیا ہے اور بعض کا بھی۔ اگرچہ یہ بحث علماء کی فضیلت
میں تھی مگر سب کے نزدیک تمام سر کا مسح کرنا مسنون اور
احوط ہے۔ اوزاعیؒ اور ثوریؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک
اگر بجائے سر کے کوئی عمامہ پر مسح کرلے گا تو درست ہوگا
کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایسا کیا ہے
جیساکہ عمرو بن اُمیہ ضمری اور بلال اور مغیرہ بن شعبہ اور
سلمان اور ...... ثوبان رضوان اللہ علیہم سے روایات
آئی ہیں جن کو بخاری اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ
نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے مگر امام شافعیؒ اور ابو
حنیفہؒ اور اکثر علماء کے نزدیک یہ کافی نہ ہوگا اور آنحضرت
علیہ السلام کا یہ فعل اس بات پر محمول ہوگا کہ آپ نے عمامہ کو
ہاتھ سے اُٹھا کر سر کا مسح کیا۔ راوی نے یہی سمجھ لیا کہ صرف
عمامہ پر مسح کیا۔ دیکھو صحیحین میں مغیرہ بن شعبہؓ سے یوں
منقول ہے ان النبی صلعم توضأ فمسح بناصیتہ وعلی العمامۃ الخ
(ترجمہ:۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضوء کرکے اپنے ماتھے
اور عمامہ پر مسح کیا)۔ اور نیز قرآن مجید میں سر کا مسح
کرنا مشرح ہوچکا ہے نہ کہ عمامہ کا اور نیز وہ صحیح احادیث
کہ جن میں اس بات کا بیان ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے وضوء
کرکے دکھایا اور فرمایا کہ اس طرح کے وضوء کے بغیر خدا تعالیٰ
نماز قبول نہیں کرتا اُن میں سر کا مسح کرنا پایا گیا ہے۔ **ف**
امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ گردن بھی سر میں شمار ہوتی
ہے اس پر بھی مسح کرنا مستحب ہے۔ جیساکہ کانوں کا۔ اور مسح
رقبہ میں چند احادیث بھی وارد ہیں۔

وضوء کا چوتھا فرض

وارجلکم الی الکعبین یہ **چوتھا فرض** وضوء کا ہے، یعنی ٹخنوں
تک پاؤں دھونا۔ ارجل رجل کی جمع ہے جس کے معنے پاؤں
کے ہیں اور کعب ٹخنے کو کہتے ہیں۔ کعب کے لغت میں معنی
بلندی اور ارتفاع یا اُبھار کے ہیں اور اسی لئے عرب میں اُن عورتوں
کو کہ جن کے سینے اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں کواعب کہتے
ہیں۔ اس لئے پاؤں میں جو دونوں طرف اُبھری ہوئی ہڈی
دکھائی دیتی ہیں اُن کو کعبین کہتے ہیں۔ جمہور اہلِ لغت کا
یہی قول ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کے نزدیک کعب اُس گول ہڈی
کو کہتے ہیں کہ جس پر پنڈلی کی ہڈی آکر جُڑتی ہے وہ ٹخنے سے
نیچے کی طرف کسی قدر اسی جانب میں یعنی اندر کے رُخ ایک
چھوٹی سی ہڈی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کعب جوڑ کو کہتے
ہیں اور اسی لئے عرب اونٹ کے مفاصل کو کعوب کہا کرتے
ہیں۔ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور اصمعیؒ
بھی اس کو پسند کرتے تھے۔ مگر کعبین صیغہ تثنیہ تو یہ چاہتا
ہے کہ ہر پاؤں میں دو کعب ہوں سو یہ بات صرف ٹخنوں پر
صادق آسکتی ہے نہ کہ شیعہ کی ہڈی پر کیونکہ وہ ہر پاؤں میں
ایک ہے علاوہ اس کے اہلِ زبان خصوصًا وہ لوگ کہ جن کی
زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہے کعبین ٹخنوں کو کہتے تھے۔
ارجلکم کو نافعؒ و ابن عامرؒ و حفصؒ و کسائیؒ و یعقوبؒ اور
اعمش نے بالنصب پڑھا ہے اور حسن بصریؒ کی بھی یہی
قرات ہے اس لئے ارجلکم کا عطف وجوہکم وایدیکم پر
ہوگا جس کے بارے میں بہت احادیث آئی ہیں منجملہ
اُن کے یہ ہے:۔ عن عبد اللہ بن عمر قال تخلف عنا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ فادرکناہ وقد ارھقنا العصر

فجعلنا نتوضأ و نمسح علے ارجلنا قال فنادی باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا متفق علیہ ۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے سو ہم آپؐ سے آملے اور عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا ہم وضوء کر کے پاؤں پر مسح کرنے لگے تب آپؐ نے باواز بلند پکار کر فرمایا کہ ایڑیوں کو عذاب نار کی خرابی ہے، دو بار یا تین بار فرمایا۔ ازانجملہ یہ ہے:۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رای رجلا لم یغسل عقبہ فقال ویل للاعقاب من النار رواہ مسلم ۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے وضوء میں اپنی ایڑی کو نہیں دھویا تب اُس کے لئے فرمایا کہ ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہے۔ اسی طرح اور بہت سی صحیح احادیث پاؤں کے دھونے کے لئے وارد ہیں۔ اور ابن کثیر و ابو عمرو و حمزہ نے ارجلکم کے لام کو بالکسر پڑھا ہے بقاعدۂ جر جوار اور شعرائے عرب کے کلام میں اور نیز قرآن میں متعدد جگہ جر جوار پایا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ ہود میں ہے عذاب یوم محیط۔ اور سورۂ واقعہ میں ہے حور عین۔ اور عرب کہا کرتے ہیں (جحر ضب خرب) جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کا رؤسکم پر عطف نہیں بلکہ رؤسکم قریب ہونے کی وجہ سے جر میں شریک ہے نہ کہ مسح کرنے میں۔ علاوہ اس کے مسح میں کوئی حد نہیں بخلاف غسل کے اور پاؤں میں الی الکعبین کی حد لگا دی گئی ہے لیکن شیعہ امامیہ اس کو رؤسکم پر معطوف سمجھ کر سر کی طرح پاؤں کا بھی وضوء میں بجائے غسل کے مسح کرنا بتلاتے ہیں اور اپنے اس قول پر کچھ دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ جن کے نقل کر کے جواب دینے کی یہاں گنجائش نہیں۔ مگر اس بات کو تو شاید منصفین امامیہ بھی تسلیم کرتے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے جو وضوء میں اعضاء کا دھونا فرمایا ہے صرف پاکیزگی اور دفع کثافت کے لئے جو بارگاہِ کبریائی میں بوقت مناجات روح پر تازگی پہنچانے کا ایک فطری سبب ہے اور بہ نسبت ہاتھ منہ کے پاؤں زیادہ تر زمین پر ٹکتے ہیں کہ جہاں نجاست و کثافت کا محل و موقع ہے پھر کیا وجہ کہ پاؤں جیسے عضو خسیس کو سر جیسے عضو رئیس کے برابر کیا جائے اور دونوں کو مسح کا حکم دیا جائے، حالانکہ سر بیشتر نجاسات و کثافات سے محفوظ رہتا ہے سر پاؤں کو یکساں سمجھنا بے سر و پا بات ہے علاوہ اس کے غسل تو مسح سے بھی بڑھ کر ہے اور اُس کا کام بھی دے سکتا ہے برخلاف مسح کے پھر احتیاط تو غسل ہی میں ہے۔ یہ وضوء کے چار فرض تھے جن کا بیان ہوا باقی نیت کرنا اور مسواک کرنا اور تین بار ہر عضو کا دھونا اور داہنی طرف سے شروع کرنا اور ترتیب کو ملحوظ رکھنا کہ اوّل ہاتھ پھر منہ الخ اور بغیر خشک ہوئے ایک عضو کے دوسرے کو دھونا جس کو توالی کہتے ہیں اور سب سے اوّل ہاتھ پہنچوں تک دھونا، پھر کلّی مسواک کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا اس کے بعد منہ دھو کر وضوء اخیر تک تمام کرنا، یہ سب باتیں پیغمبر علیہ السّلام کے قول و فعل سے ثابت ہیں جو سُنّت و مستحب شمار ہوتی ہیں جن میں صدہا اسرارِ روحانی رکھے ہوئے ہیں۔ اب کوئی ان چیزوں میں سے کسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مواظبت یا آیت میں استنباط و خوض سے واجب و فرض بھی کہہ دیتا ہے اور یہی وجہ ان جزئیات میں اختلاف کی ہے ورنہ اصل میں کچھ اختلاف نہیں اور جب کہ اسلامیوں نے اپنے پیارے اور برحق پیغمبرؐ کی ہر ایک بات کا اتباع کرنا چاہا اور ہر ایک بات کی تہہ کو پہنچنے کا قصد کیا اور قرآن مجید میں جو باتیں مطلقاً تھیں ان کی تحدید و تعیین کرنی پڑی تو ایسی صورت میں ان جزئیات میں اختلاف رائے ہونا ایک ضروری

ف ازانجملہ ترتیب وضوء میں یہ بھی حکمت ملحوظ ہے کہ اول ہاتھوں پر پانی ڈالنے سے حار و بارد معلوم ہو جاتا ہے پھر کلّی کرنے سے اُس کا مزہ اور کیفیت معلوم ہو جاتی ہے پھر ناک میں پانی لینے سے اُس کی بو بھی معلوم ہو جاتی ہے اس سے نہ صرف اُس پانی کی طہارت بلکہ اُس کا مضر و نافع ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے اس کے بعد اُس کو منہ پر ڈالا جاتا ہے اور وضوء کیا جاتا ہے اگر دفعۃً منہ دھونے کا حکم ہوتا تو یہ بات معلوم نہ ہوتی۔ علاوہ اس کے اسی ترتیب سے یہ اعضاء استعمال میں لائے جاتے ہیں جن کو اسی کے موافق کثافت اُٹھانی پڑتی ہے جس کا ازالہ وضوء میں کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

بات تھی کوئی بات ہو جب اُس میں موشگافی کی جاتی ہے گی
اختلافِ آراء ہوگا۔ سو یہ کچھ باعث نقصانِ ملّت نہیں بلکہ
علماء کے کمالِ علم کی دلیل ہے۔ جب خدا تعالےٰ طہارتِ صغرا
یعنی وضوء کے بیان سے فارغ ہو چکا تو طہارتِ کبرےٰ یعنی غسل
اور یہ نہ ہو سکے تو تیمّم کا بیان فرماتا ہے، وان کنتم جنبا فاطّہروا
اس آیت میں جنابت والے کے لئے طہارت یعنی غسل کا حکم دیتا
ہے کہ جس کی شرح قولاً و عملاً نبی علیہ السّلام نے بیان فرما دی
کہ پہلے نجاست دھوئے پھر وضوء کر کے تین بار تمام جسم پر
پانی بہائے اور پاؤں بعد میں وہاں سے اُٹھ کر دھوئے اگر
جگہ اچھی نہیں۔ اور جس عورت کے بال ایسے گُندھے ہوئے
ہوں کہ ان کے کھولنے میں دقّت ہو تو صرف بالوں کے
اُوپر ہی سے پانی ڈال دینا کافی ہے بالوں کی جڑ تر کرنی ضروری
نہیں۔ یہ بیان صحاح ستّہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ امام
ابو حنیفہ رح لفظ فاطّہروا سے جس میں تاکیدِ طہارت پائی
جاتی ہے، غسل میں کُلّی کرنا ناک میں پانی دینا بھی ضروری
تصوّر کرتے ہیں۔ جنابت کہ جس پر غسل کرنا واجب ہے دو
باتوں سے پائی جاتی ہے اوّل یہ کہ احتلام ہو کر خواب میں
مَنی برآمد ہو جس کا اثر کپڑے یا بدن پر معلوم ہو جیسا کہ
حدیث (انما الماء بالماء) سے ثابت ہے۔ دوم یہ کہ عورت
سے صحبت کی جائے خواہ انزال ہو یا نہ ہو جیسا کہ حدیث
(اذا التقی الختانان وجب الغسل) سے ثابت ہے جمہور کا یہی
مذہب ہے مگر زید بن ثابت رض و معاذ و ابو سعید خدری رض
کہتے ہیں کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں۔ اس کے بعد وضوء
اور غسل کے قائم مقام بوقتِ ضرورت تیمّم کا حکم دیتا ہے
وان کنتم مرضےٰ الخ جمہور صحابہ رض کے نزدیک تیمّم نہ صرف اُس
کے لئے جائز ہے کہ جو وضوء پر قادر نہیں بلکہ حالتِ جنابت
میں جو مرض یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے غسل پر قادر نہ ہو اس کو
بھی تیمّم درست ہی جیسا کہ حدیث عمران بن حصین رض وغیرہ سے
ثابت ہے (صحیحین) مگر ابن مسعود رض اور حضرت عمر رض ابتداء

غسل اور وضو کا بیان

ف پکا کر لیا ہو

میں جُنبی کے لئے تیمّم کافی نہیں سمجھتے تھے پھر اس سے رجوع
کیا۔ اس کے بعد یرید اللہ بکم الیسر الخ سے اپنے احکام میں
رحمت و طہارتِ روحانی و جسمانی اور دیگر فوائد مرعی رکھنے کی
طرف اشارہ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ
اور اللہ تعالےٰ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے اور اس کے اُس
الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ
عہد کو بھی جو تم سے لیا گیا ہے۔ جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُن لیا اور
أَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
مان لیا۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ وہ دل کی
بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
باتیں جانتا ہے۔ اے ایمان والو!
آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ
اللہ تعالےٰ کے لئے انصاف سے گواہی دینے کو کھڑے
بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ
ہو جایا کرو، اور کسی قوم کی دشمنی سے انصاف کو
عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ
ترک نہ کرو۔ (اور) عدل کیا کرو۔ (کیونکہ) یہی بات
أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ
پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ کیونکہ
اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑧
اللہ تعالےٰ تمہارے کام سے خبردار ہے۔

ترکیب

اذ قلتم ظرف ہے واثقکم کا قوّامین للہ خبر ہے کونوا
کی شہداء سورۃ نساء میں اس کی ترکیب آچکی ہو گی
ضمیر اعدلوا سے جو عدل سمجھا جاتا ہے اس کی طرف
پھرتی ہے۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالےٰ یہ احکام بیان فرما چکا تو اس کے بعد وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس سے ان احکام پر ثابت قدمی ہوتی ہے اس کی دو۲ قسم ہیں۔ **اوّل** اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کی کثرت کس لئے کہ نعمت احسانات کا ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ جو انسان کے دل کو اپنے منعم کی طرف باندھ لاتا ہے اس بات کو واذکروا نعمۃ اللہ میں ذکر فرمایا۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ کی نعمتوں کی تعداد اور شمار ممکن نہیں کس لئے کہ حیات اور تندرستی اور عقل اور ہدایت اور بلاؤں سے محفوظ رکھنا دنیا اور آخرت کی خوبیوں کا عطا کرنا بیشمار نعمتیں ہیں جیسا کہ خود فرماتا ہے وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ یہ نعمار اگرچہ ایسی ہیں کہ کوئی بھی ان کو نہیں بھول سکتا مگر انسان کی ایک جبلی عادت ہے کہ وہ یا تو بکثرت اور پے درپے انعام و احسانات کو ایک امر معتاد سمجھ لیتا ہے۔ دیکھئے جو لوگ ریگستان خشک کے رہنے والے ہیں وہ سرد پانی کو جو کہیں نصیب ہو جاتا ہے کیسی نعمت آلہی سمجھتے ہیں۔ اور جو سر سبز ملک اور ایسے باغوں کے رہنے والے ہیں کہ جن میں نہریں چلتی ہیں اور وہ اپنے عمدہ مکانات میں خس کی ٹٹیوں میں بیٹھ کر بجز برف کے اور کچھ نہیں پیتے وہ اُس کو کیا نعمت سمجھتے ہیں؟ اور یا ایک نعمت کے عام ہو جانے سے وہ اس کو چنداں نعمت نہیں سمجھتا۔ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوٹ جائے پھر دیکھئے وہ اُس کے درست ہو جانے کو کس قدر نعمت سمجھتا ہے اور چونکہ ابتداءً ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے دو۲ آنکھیں دی ہیں تو یہ جانتا ہے کہ اُہ میری کیا خصوصیت ہے سب ہی کو دو۲ آنکھیں ملی ہیں۔ پس انسان پر ایسی حالت کا طاری ہو جانا اُس کی نعمتوں کا بھول جانا ہے کیونکہ کثرتِ ظہور باعثِ نسیان ہو گئی اور اسی لئے کہا گیا ہے سبحان من احتجب عن العقول لشدّۃ ظہورہ واختفٰی عنہا بکمال نورہ۔ **دوم** وہ بات کہ جس کے سبب سے انسان تکلیفِ احکام کی برداشت کرتا ہے عہد و پیمان قول و قرار ہے اس کو اس جملہ میں ذکر فرماتا ہے ومیثاقہ الذی واثقکم بہ، اس عہد و میثاق سے یا تو وہ عہد و میثاق مراد ہے جو صحابہؓ نے آنحضرت علیہ السلام سے بیعتِ رضوان وغیرہا مواقع میں کیا تھا کہ ہم سختی و نرمی میں ہمیشہ خدا تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کریں گے اور رسولؐ سے عہد کرنا گویا خدا تعالیٰ سے عہد کرنا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کیونکہ رسولؐ دنیا میں خدا تعالےٰ کا خلیفہ ہے۔ مجاہدؒ اور کلبیؒ اور مقاتلؒ وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عہد ہے کہ جو بندوں نے روزِ ازل خدا تعالےٰ سے کیا تھا۔ سُدیؒ فرماتے ہیں کہ انعامِ آلہی اور اُس کی عبودیت کا مقتضٰے یہ عہد و میثاق ہے کہ جس پر دلائل عقلیہ قائم ہیں اور یہ بہت ٹھیک ہے کیونکہ انسان کی یہ حالتِ احتیاج و حدوث جو اس کو ہر دم اُس کا دست نگر کر رہی ہے یہی ایک باہمی عہد نامہ ہے جس پر بندے کی طرف سے مُہر ہے کہ ہمیشہ ہم تیرے احکام و شریعت کی پابندی کریں گے۔ اس کے بعد اجمالاً اُس تکلیفِ عبادت کو بیان فرماتا ہے کہ جو دو۲ نوع میں منحصر ہے اوّل تعظیم امر اللہ دوم ترحم علٰے خلق اللہ۔ اوّل بات کی طرف کونوا قوامین للہ میں اشارہ کرتا ہے کہ اس کی توحید اور تعظیم دنیا میں رواج دینے کے لئے اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم کے لئے تمام لوگوں کے لئے قولاً اور فعلاً معلّم و ذمہ دار ہو جاؤ۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیضِ صحبت سے ایسے ہی ہو گئے تھے ہر ذرہ آفتاب ہو گیا تھا۔ دوسری بات کی طرف شہداء بالقسط میں اشارہ کرتا ہے اور چونکہ قیم لامر اللہ کے لئے بعض لوگوں کی بیجا کاوش اور ناحق کی سرکشی اس بات کی طرف اُبھارا کرتی ہے کہ اُن شریروں کی گوشمالی کی جائے جو بسا اوقات شفقت و ترحم سے دُور کر کے اصل منصب قیومیت میں فرق ڈالتی ہے اس لئے ولا یجرمنکم الخ بھی فرما دیا۔ اور دوسرے مرتبہ کے لئے انصاف شرط تھا اس لئے

اعدلوا بھی فرما دیا۔ اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے
کی تاکید بھی فرما دی واتقوا اللہ۔ اور اس مقام سے ان
اللہ خبیر بما تعملون کا وہ تعلق ہے جو مُہر کو عہد نامہ سے ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جو ایمان لاتے اور انھوں نے اچھے کام کئے
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ
بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر لیا ہے۔ اور جنھوں نے
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ
کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
جہنم میں رہنے والے ہیں۔ اے ایمان والو!
اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
تم اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر کیا ہے جب کہ
هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
ایک قوم (اہل مکہ) نے تم پر دست درازی کا
اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ
ارادہ کیا تو خدا تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور
اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر
الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ۲ ع ۶
توکل کرنا چاہیئے۔

ترکیب

وعد کا فاعل اللہ الذین الخ مفعولِ اوّل لہم مغفرۃ
جملہ دوسرے مفعول محذوف کے قائم مقام اذ ہمّ ظرف
نعمۃ اللہ علیکم کا اور علی اللہ فلیتوکل سے متعلق ہے۔

تفسیر

اوامر الٰہی کے بجا لانے کے اسباب ذکر فرما کر دو اور سبب ذکر کرتا ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت و محبت پر اُبھارتے اور اُس کی منہیات سے باز رکھتے ہیں۔ گویا یہ جملہ کلام سابق کے لئے تتمہ ہے۔ اوّل سبب اطاعت و محبت کا آئندہ خیر کا امیدوار کرنا ہے کس لئے کہ احسانات سابقہ ہی پر انسان کی نظر بس نہیں کرتی بلکہ آیندہ کی بھلائی اور امید پر بہ نسبت انعام سابق کے زیادہ تر آمادۂ اطاعت ہوتا ہے پس اس بات کو وعد اللہ الذین سے اجر عظیم تک بیان کیا یعنی جو ایمان لا کر اعمالِ صالح کرے گا اُس سے خود خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ اس کو بخشے گا اور نہ اسی پر بس کرے گا بلکہ اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماوے گا جو عالم قدس کی حیاتِ ابدی ہے چونکہ ایمان مقدم ہے اس لئے اوّلاً آمنوا کہا اور ایمان کے بعد عملِ صالح گویا وہ ایمان کی رونق ہے اس لئے اس کے بعد عملوا الصّٰلحٰت فرمایا اور ان دونوں کے مقابلہ میں دو ہی وعدے فرمائے اوّل مغفرت دوم اجرِ عظیم دوسری بات کہ جس سے انسان خدا تعالیٰ سے ڈر کر بری باتوں سے بچتا ہے خوفِ سزا ہے پس اس کو والذین کفروا الخ میں بیان فرما دیا کہ جو کفر کرکے ہماری آیتیں جھٹلائے گا جہنم میں رہے گا جس سے بڑھ کر پھر کوئی اور سزا نہیں۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ پھر مسلمانوں کو اپنی نعمت اور احسان خاص یاد دلاتا ہے تاکہ شکر گزاری کیا کریں سو اس کو یاایہا الذین سے شروع کیا کہ تم کو ایک قوم کی دست اندازی سے محفوظ رکھا۔ اس دست اندازی سے محفوظ رکھنے کی تفسیر میں علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموماً اہلِ اسلام کی اُس ابتدائی حالت کی طرف اشارہ ہے جس میں کہ کفّار مشرکین چاروں طرف سے ان پر چڑھائیاں کرتے اور مار دھاڑ کرتے تھے جس سے خدا تعالیٰ نے اُن کو محفوظ رکھا اسلامیوں کو غلبہ دیا۔ دوسرا یہ کہ اس سے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ہجرت سے پانچویں سال وقوع میں آیا وہ یہ کہ صحابہؓ اور آنحضرت علیہ السلام کسی جنگ سے واپس آ کر بمقام عسفان ظہر کی نماز میں مصروف تھے کفّار نے اس بات

سے مطلع ہوکر یہ قصد کیا کہ اب اگلی نماز عصر میں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دو اُن پر اس حالت میں دفعۃً آکر اور سب کو قتل کر ڈالو۔ اس بات سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مع خلفاء اربعہؓ دیت میں امداد کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہود بنی نضیر نے آپؐ کو ایک ایسی جگہ بٹھلایا کہ جس کے اوپر سے بھاری پتھر ڈال کر قتل کرنے کا قصد کر رکھا تھا خدا تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے قصہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جو قریش سے جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اصل یوں ہے کہ اس قسم کے معجزات آنحضرت علیہ السلام سے کئی بار واقع ہوئے۔ اس آیت میں اُن میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے سب میں خدا تعالیٰ کے فضل خاص کا جلوہ اہلِ اسلام پر تھا جس کا یاد کرنا مسلمانوں کو شکر گزاری کے لئے ایک عمدہ بات ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ
اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے (بھی) عہد لیا تھا
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ
اور اُن میں سے بارہ ۱۲ نقیب کھڑے کر دیئے تھے۔ اور
قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ
اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر
اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ
تم نماز پڑھتے رہو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے
وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ
اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور اُن کی مدد کرتے رہو گے اور
اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ
اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دیتے رہو گے تو ضرور میں تمہاری
عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ
برائیاں تم سے دور کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا کہ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ
جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پھر جس کسی نے تم میں
بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ
سے اس کے بعد کفر کیا تو وہ سیدھے رستے سے گمراہ
السَّبِيْلِ (۱۲) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ
ہوا۔ پھر ہم نے اُن کے عہد توڑ ڈالنے کی وجہ سے اُن پر
لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ
لعنت کر دی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا کہ
يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ
الفاظ (توراۃ) کو اُن کے موقعوں سے بدلا کرتے تھے،
وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
اور جس سے اُن کو نصیحت دی گئی تھی اس کا ایک (بڑا) حصہ بھلا بیٹھے۔ اور آپ کو ان میں
تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا
سے چند لوگوں کے سوا سب کی نت نئی خیانت ہی معلوم ہوتی رہے گی
مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ
پس اُن کو معاف کرو اور درگزر کرو، کیونکہ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۳)
اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ترکیب

منہم نقیباً کی صفت لئن شرط لاکفرن جملہ جواب فبما نقضہم ب لعنّاہم سے متعلق ہے اور ما مصدریہ ہے یحرفون جملہ مستانفہ اور ممکن ہے کہ حال ہو الا قلیلاً استثناء ہے خائنۃ سے۔

تفسیر

پہلے ذکر ہوا تھا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم بہ کہ اے اہلِ اسلام خدا تعالیٰ کے عہد کو یاد کرو۔ اب یہاں یہ بات بتلائی جاتی ہے کہ یہ عہد کچھ تم ہی سے نہیں لیا گیا تھا کہ

جس کی پابندی کی تم کو تاکید کی جاتی ہے بلکہ تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین سے بھی ایسا کیا گیا تھا عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے۔ اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ عہدِ خدائی کے برخلاف کرنے سے بنی اسرائیل نے نہایت سختی اور ذلت اٹھائی ہے دیکھو کہیں تم ایسا نہ کیجیو کہ پھر تم کو بھی ذلت اٹھانا پڑے اور نیز یہود کے بدخصائل سے جو عہد شکنی کے بعد ظہور میں آئے بتلا کر متنبہ کرتا ہے: اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا الخ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا وہ واقعہ ہے جب کہ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل بیابانوں میں ٹکراتے ٹکراتے دشتِ **فاران** میں پہنچے تو خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تو بنی اسرائیل کے بارہ **اسباط** یعنی قبائل میں سے ایک ایک سردار نقیب[1] یعنی جاسوس بنا کر کنعان کی اس سرزمین کو بھیج کہ جس کے دینے کا میں نے تم سے عہد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ہر سبط سے یہ بارہ[12] سردار نقیب بنا کر بھیجے۔ روبن کے فرقہ میں سے **سموع**[1] بن زکور اور شمعون کے فرقہ میں سے **سافت**[2] بن حوری اور یہوداہ کے فرقہ میں سے **کالب**[3] بن یفنہ اور اشکار کے فرقہ میں سے **اجال**[4] بن یوسف اور افرائیم کے فرقہ میں سے **ہوسیع**[5] بن نون جس کا نام حضرت موسیٰؑ نے **یوشع** رکھا تھا اور بنیامین کے فرقہ میں سے **فلتی**[6] بن رفو اور زبلون کے فرقہ میں سے **جدی ایل**[7] بن سودی اور دان کے فرقہ میں سے **عمی ایل**[8] بن جملی اور آشر کے فرقہ میں سے ستور[9] ابن میکائیل اور نفتالی کے فرقہ میں سے **نخبی**[10] بن وفسی اور جد کے فرقہ میں سے **جوایل**[11] بن ماکی اور یوسف یعنی منسی کے فرقہ میں سے **جدی**[12] بن سوسی۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا
اور جو لوگ کہ (یہ) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اُن سے بھی ہم نے

مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا
عہد لیا تھا پھر تو وہ بھی اس کا ایک حصہ بھول گئے کہ جس سے اُن کو نصیحت

بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
دی گئی تھی، سو ہم نے ان میں قیامت تک عداوت اور

الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ
کینہ ڈال دیا۔ اور عنقریب

يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (۱۴)
اللہ تعالیٰ اُن کو بتلا دے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا وہ رسولؐ آچکا ہے جو

يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ
تم کو بہت سی وہ باتیں بتلاتا ہے کہ جن کو تم کتاب میں سے

مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ قَدْ
چھپاتے تھے، اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے، تمہارے

جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ
پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب

مُّبِيْنٌ (۱۵) يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ
آچکی۔ جس سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اُس کی رضامندی

رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ
کے تابع ہوں گے سلامتی کے رستے بتلاتا اور ان کو اندھیروں سے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ
نور کی طرف لاتا ہے اپنے حکم سے اور

يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۶)
ان کو راہ راست دکھاتا ہے۔

[1] زجاج کہتے ہیں نقیب بروزنِ فعیل۔ نقب بمعنی کھودنے اور چھید کرنے سے مشتق ہے۔ چونکہ جو لوگ کسی قوم کی طرف جاسوسی اور تفتیش کے لئے جاتے ہیں وہ ہر امر کی تفتیش کرتے کھود کر بات نکالتے ہیں اس لئے اُن کو نقیب کہتے ہیں جس کی جمع نقباء آتی ہے۔ اور نقیب قوم کے مصالح اور فوائد ملحوظ رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

ف یہود کی بربادی کے دو ہی سبب تھے جن کو یہاں بیان فرمایا اوّل کتاب اللہ کی تحریف اپنے مطلب کے موافق بنانا دوم کتاب اللہ کا بھلا دینا اس کو پس پشت ڈال کر اور چیزوں میں مصروف ہونا۔ مسلمان جو ترقی کے وسائل تلاش کرتے ہیں اُن کو ادھر بھی م

م خیال کرنا چاہیے ۱۲ منہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
بے شک وہ تو کافر ہی ہو گئے کہ جنہوں نے (یہ) کہدیا کہ
هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ
بے شک مسیح بن مریمؑ اللہ ہی ہے۔ (اے نبیؐ! ان سے) کہدو پھر
يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ
اللہ تو کے مقابلہ میں کسی کا کیا مقدور ہے۔ اگر وہ مسیح ابن مریم اور اس کی
يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ
ماں اور سب زمین کے رہنے والوں کو ہلاک کرنا
مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
چاہے۔ اور آسمان اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ
اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو چاہتا ہے
مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝17
پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترکیب

ومن الذین الخ اخذنا سے متعلق ہے بینہم اغرینا کا ظرف ہے یبین جملہ حال ہے رسولنا سے سبل السلام مفعول ثانی ہے یہدی کا من اتبع مفعول اوّل اور یخرجہم کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے اس کا عطف یہدی پر ہے ان اراد شرط فمن یملک جملہ دال بر جزا۔

تفسیر

یہ بارہ[۱۲] نقیب حبرون تک آئے اور وہاں سے ملک کی سرسبزی اور خوبی اور وہاں کے لوگوں کی خصوصاً بنی عناق اور عموری اور عمالیق اور حتی اور یبوسی لوگوں کی قد آوری اور بہادری دیکھ کر واپس آئے اور بنی اسرائیل کو نہایت تشویش اور خوف میں ڈال کر ڈرا دیا۔ مگر کالب اور یوشع بن نون نے لوگوں کو تسلّی اور خدا تعالیٰ کی مدد کا بھروسہ دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال رجلان من الذین یخافون الآیۃ۔ (توریت سفر عدد باب ۱۳) اس عہد کے علاوہ کہ وہاں کے لوگوں کی قد آوری اور بہادری نہ بیان کریں، یہ بھی عہد خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیا تھا کہ تم اُس ملک میں جاؤ تو میری شریعت اور احکام پر عمل کرنا جیسا کہ سفر عدد کی ۱۵ و دیگر فصول سے ثابت ہے اور خدا تعالیٰ نے ان سے یہ عہد کیا تھا کہ میں تم کو اُس سرزمین میں بساؤں گا کہ جہاں باغ اور نہریں جاری ہیں سو اوّل تو اس عہد کو ان نقیبوں نے توڑ ڈالا کہ جس پر خدا تعالیٰ نے غصہ ظاہر فرما کر یہ فرمایا کہ میں اس خبیث گروہ کو بجز ان دو شخصوں کے اس سرزمین میں جانے نہ دوں گا۔ بیس[۲۰] برس کی عمر سے لے کر اور زیادہ تک کے لوگ بیابانوں میں وبا اور دشمنوں کی تلواروں سے فنا کئے گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کے عہد میں یہ ملک خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عطا کیا پھر ان ملکوں پر قبضہ و اقتدار پا کر بنی اسرائیل نے اُس عہد نامہ کو کہ جو یوشع کی معرفت تازہ کیا گیا تھا (کتاب یشوع[۲۴] اوّل باب ورش) بنی اسرائیل نے بُت پرستی اور شریعت کو ترک کرنے سے توڑ ڈالا جس سے طرح طرح کے مصائب اور غیر بادشاہوں کے ہاتھ سے ذلت اور رسوائی اُن پر پڑی جیسا کہ کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل سے ثابت ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نبی علیہ السلام کو فرماتا ہے ولا تزال تطلع علیٰ خائنۃ منہم کہ اس خبیث گروہ میں اب تک وہی آثار بدبختی باقی ہیں جن پر وقتاً فوقتاً آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں مگر ان میں عبداللہ بن سلام رضؓ جیسے چند نیک بھی ہیں سو آپؐ ان بدبختوں سے درگزر کیجئے اس کے بعد نصاریٰ نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے عہد کر کے اُس کے برخلاف کیا اور اس کی سزا باہمی عداوت جو اُن پر پڑی اس کو بیان فرماتا ہے۔ نصاریٰ سے عہد کا لینا حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا۔ انجیل یوحنا کے ۱۴ باب ۱۵ ورس میں ہے "اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔" اور پھر آنحضرت علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر دے کر آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی اور آنحضرت علیہ السلام کی بہت کچھ مدح فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب کے اسی باب سے ثابت ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں "اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔" اور اسی کتاب کے ۱۶ باب میں تو صاف فارقلیط کے آنے کی خبر ہے جو لفظ احمد کا ترجمہ ہے

مگر نصاریٰ نے باوجودے کہ فارقلیط کے منتظر تھے جب فارقلیط آنحضرت علیہ السلام ظاہر ہوئے تو انکار کر دیا، حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کو توڑ ڈالا۔ فاغرینا بینہم العداوۃ یہود و نصاریٰ میں عداوت مذہبی قائم ہوئی اور قائم رہے گی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد خود نصاریٰ کی باہمی عداوت ہے اور یہی ٹھیک ہے۔ سو بموجب پیشین گوئی خدا تعالیٰ کے نصاریٰ کے فرقوں میں جیسی کچھ عداوت پیدا ہوئی اور اب ہے بیان سے باہر ہے۔ تاریخ کلیسا سے معلوم ہو جاوے گا کہ باہم صرف مذہبی امور میں ان میں کس قدر قتال و جدال واقع ہوا ہے!

اس کے بعد تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے خطاب کر کے فرماتا ہے قد جاءکم رسولنا الخ کہ تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا جو تم پر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جن کو تم چھپایا کرتے تھے یعنی آنحضرت علیہ السلام کے ظہور کے متعلق اور نیز رجم وغیرہ احکام کے متعلق اور جن باتوں کے ظاہر کرنے بغیر کچھ حرج نہیں ان میں تم سے درگزر کرتا ہے یا یوں کہو کہ احکام فطرت اور ملت میں جس قدر تم نے تحریفات کر رکھی ہیں وہ سب کی اصلاح کرتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور قرآن مجید کو کتاب مبین بیان فرما کر یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریفات واقع ہوگئیں تھیں سب کی اصلاح کر دی، ہر بات کو جس کی ضرورت تھی بیان کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا مذہب اسلام آسمانی نور ہے مگر یہ بات ہے کہ اس آفتاب جہان تاب کی روشنی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے توفیق ازلی کی آنکھیں عطا کی ہیں۔ یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس قید سے یہی مطلب ہے۔

پھر اس کے بعد وہ جو نصاریٰ نے مذہب عیسوی میں تحریف کر کے اس کو بگاڑ دیا تھا اس میں سے سب سے اول اور بڑھ کر فساد اعتقاد تثلیث و الوہیت مسیح تھا اس کو کس خوبی کے ساتھ ان آیات میں رد فرماتا ہے لقد کفر الذین قالوا الخ۔ اس عقیدے کے بطلان پر تین دلائل قائم کرتا ہے (۱) فمن یملک سے جمیعًا تک۔ اس میں ضمناً حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ گرفتاری و قید کی طرف اشارہ کر کے ان کا محکوم و مسخر امر الٰہی ہونا ظاہر کرتا ہے، جو خدائی کے برخلاف ہے اس سے مسیح کی خدائی باطل ہوئی۔ (۲) وللہ ملک السمٰوٰت والارض اس میں اپنی غنائے ذاتی کو ظاہر کر کے بیٹے بنانے کی ضرورت کو رفع کرتا ہے (۳) یخلق ما یشاء، اس میں ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے جو لوگوں کے دل میں ان کے لئے خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرتا ہے کہ یہ کچھ مشکل بات نہیں ہم جس طرح چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا

اور یہود اور نصاریٰ نے کہہ دیا کہ ہم (تو) اللہ تعالیٰ کے بیٹے

اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

اور اس کے پیارے ہیں۔ پوچھو پھر تم کو کیوں تمہارے گناہوں پر

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ

عذاب دیا کرتا ہے، بلکہ تم بھی ویسے ہی آدمی ہو اس کی مخلوق میں سے جیسا کہ

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

(اور) وہ جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ

مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ يَا أَهْلَ
میں ہے ۔ اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے ۔ اے اہل
الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ
کتاب ! تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے کہ جو تمہیں رسولوں کے
عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا
بند ہو جانے کے بعد بتاتا ہے اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ
مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ
ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈر سنانیوالا ، سو لو
جَاءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ
تمہارے پاس بشیر اور نذیر بھی آگیا ۔ اور اللہ تعالیٰ تو
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾
ہر بات پر قادر ہے ۔

ترکیب

نحن الخ جملہ مقولہ ہے قالت الیہود الخ کا علیٰ فترۃ موصوف من الرسل اس کی صفت مجموعہ حال ہے ضمیر یبیّن سے اور ممکن ہے کہ لکم کی ضمیر سے حال ہو۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا جس سبب سے اُن پر آسمانی بلائیں نازل ہوئیں۔ یہاں یہ بات ظاہر کی جاتی ہے کہ جس قوم پر سے خدا تعالےٰ کا سایہ اُٹھ جاتا ہے تو اُس کی عقل میں بھی فتور آجاتا ہے وہ نقصان کی صورتوں میں نفع ڈھونڈھتی ہے وہ نافرمانی اور سرکشی کرکے جس کا بدلہ سخت عذاب ہے نہ صرف انعام کا ہی مستحق سمجھتی ہے بلکہ وہ خدا کے بیٹے اور محبّ ہونے کی بھی مدعی ہو جاتی ہے جس کے سبب غرور میں آکر خدا تعالےٰ کے احکام اور اُس کے فرستادوں سے بمقابلہ پیش آتی ہے ۔ بائبل میں چند مواقع پر خدا تعالےٰ کے مطیعوں پر بیٹے کا لفظ بولا گیا ہے۔ انجیل میں بھی حضرت مسیحؑ نے کئی ایک جگہ ایسا فرمایا ہے خصوصاً یہود کو تو اُن وعدوں پر جو حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ سے کئے گئے تھے بہت کچھ گھمنڈ تھا اس لئے وہ باوجود اس سرتابی اور خدا تعالےٰ کے احکام سے رُوگردانی کے نبی اُمّیؐ کے مقابلہ میں جس کا ظاہر ہونا اُن کے انبیاء علیہم السّلام کی معرفت مشتہر کیا گیا تھا اس کلمہ نحن ابناء اللّٰہ الخ کو زبان پر لاتے تھے۔ اُس کے جواب میں صرف ایک موٹی سی بات سے خدا تعالےٰ اُن کو رد کرتا ہے کہ اس بات کا تو تم کو بھی اقرار ہے کہ ہماری سرتابی اور گناہوں کی وجہ سے ہم پر بیشمار مصیبتیں خدا تعالےٰ نے نازل کی تھیں (بخت نصر اور دیگر سلاطین نے کیا کچھ کیا) اور کرتا ہے اور آخرت میں بھی گناہوں پر عذاب ہوگا پھر جب تم خدا کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہو تو ایسا کیوں ہوا؟ محبوب بیٹے سے کوئی ایسا کرتا ہے؟ یہ بات آں حضرت علیہ السّلام کے عہد کے یہود و نصاریٰ نے کہی تھی اور گو بظاہر آج کل کے یہود و نصاریٰ ایسا نہیں کہتے مگر ان کے دل میں اپنی جماعتوں کی نسبت اب تک اسی کے قریب قریب خیال ہے۔ اس کے بعد اس خیال کے بطلان پر تین دلیلیں قائم کرتا ہے۔ (۱) بل انتم بشر الخ کہ تمہاری پیدائش اور دیگر انسانوں کی پیدائش میں کچھ بھی فرق نہیں پھر تم میں کیا فوقیت ہے؟ (۲) یغفر الخ کہ اُس کی مغفرت اور اُس کا عذاب اُس کے اختیار میں ہے تم بھی اُس میں شامل ہو پھر تمہارے اس دعوے نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے؟ (۳) للّٰہ ملک السمٰوٰت الخ کہ وہ واجب الوجود مستغنی اور ہر ایک چیز کا مالک ہے بیٹا بنانا ثمرۂ احتیاج و حدوث ہے۔ اس کے بعد تمام اہل کتاب کو آنحضرت علیہ السّلام کی بعثت اور آپؐ کی رسالت کی ضرورت سے مطلع کرتا ہے (علیٰ فترۃ من الرسل) کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد دیگر انبیاءؑ دینِ الٰہی کی اصلاح کے لئے پے درپے آتے پھر حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعد سے آنحضرت علیہ السّلام کے عہد تک جو تخمیناً چھ سو ۶۰۰ برس تک کا زمانہ ہے

ع ۳
۸
۷

جس قدر اس مذہب میں خرابیاں پڑ گئی تھیں وہ خود اُن ہی کے مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہیں۔ اس خرابی کی اصلاح کرنے والا ایسے مواضع اختلافات میں حق بیان کرنے والا بھیجنا اُس کی رحمت کا مقتضی ہے جیسا کہ اوّل زمانے میں انبیاءؑ کا بھیجنا مقتضے رحمت تھا تاکہ پھر کوئی یہ عذر نہ کرے کہ اتنے عرصے میں ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا

اور (یہ واقعہ بھی) یاد دلاؤ جب کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم!

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ

اللہ تم کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے جب کہ تم میں انبیاءؑ پیدا

اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ

کئے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ

مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۞ (۲۰)

دیا کہ جو جہان میں کسی کو بھی نہیں دیا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

اے قوم! اُس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ کہ جو تمہارے

الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا

لئے اللہ تعالےٰ نے لکھ دی ہے۔ اور اپنی پیٹھ نہ

عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۞ (۲۱)

پھیرو ورنہ خسارہ کے ساتھ اُلٹے آؤ گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ

وہ بولے اے موسیٰؑ! وہاں تو جبار لوگ ہیں۔ 　(زبردست)

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ج

اور ہم تو وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ نہ نکل جاویں گے۔

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۞ (۲۲)

پھر اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

(مگر ان) دو خدا ترسوں نے کہ جن پر خدا تعالےٰ نے فضل کیا تھا

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ

(یہ) کہا کہ تم اُن پر دروازے کی طرف سے حملہ کر کے گھس جاؤ

الْبَابَ ج فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ

پھر جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب

غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ

رہو گے۔ اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرو اگر تم ایمان

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ (۲۳) قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى

رکھتے ہو۔ انھوں نے کہا اے موسیٰؑ!

اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

ہم تو وہاں ہرگز کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ وہاں ہوں گے

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا

سو تو اور تیرا خدا جا کر لڑے ہم تو

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۞ (۲۴) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ

یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا اے رب! مجھ کو

لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ

بجز اپنے اور اپنے بھائی کے اور کسی کا (بھی) اختیار نہیں۔ پھر تو ہم

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۞ (۲۵)

میں اور نافرمان لوگوں میں فیصلہ کر دے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ

خدا تعالےٰ نے کہا اب یہ زمین چالیس برس تک ان کو نصیب

سَنَةً ج يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ط

نہ ہوگی۔ یہ لوگ جنگل میں ٹکراتے پھریں گے۔

ف یہ (واذ قال موسیٰ الخ) اس وقت کا تذکرہ بنی اسرائیل کو یاد دلایا جاتا ہے جب کہ بنی اسرائیل قلزم کو عبور کر کے عرب کے مغربی و شمالی بیابانوں میں خیمہ زن تھے اور عمالیق قوم کے ملک سے ان کو گزرنا تھا اس لئے اُن سے مقابلہ کی ٹھہر رہی تھی حضرت موسیٰؑ ہمت دلاتے اور یہ نامرد ہمت ہارے جاتے تھے اور مُنہ سے کفر بکتے جاتے تھے جس کی سزا میں چالیس برس تک بیابانوں میں ٹکرا کر مرنا نصیب ہوا۔ موسیٰؑ نے کہا مجھ میں اور ان میں فرق کر دے یعنی تیرے عتاب میں ہم شامل نہ ہوں ۱۲ منہ

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۷/۸

سو آپ نافرمان قوم پر کچھ رنج نہ کریں۔

ترکیب

یٰقوم اذکروا اور یٰقوم ادخلوا مقولے ہیں قال موسیٰ کے علیٰ ادبارکم حال ہے فاعل ترتدوا سے فتنقلبوا مجزوم ہے اس لئے کہ جواب نہی ہے۔ من الذین یخافون رجلان کی صفت ہے۔ انعم اللہ علیہم دوسری صفت ہے ما داموا الخ بدل ہے ابداً سے اربعین سنۃ ظرف ہے محرمۃ کا۔ تاس کا الف واو سے بدل ہے۔

تفسیر

پہلی آیت میں بنی اسرائیل کے عہد کا ذکر تھا اور اُس کے ساتھ تبعًا نصاریٰ کے عہد اور فترت[1] میں بعثت کا ذکر فرما کر پھر اُس عہد کے بنی اسرائیل کا ذکر فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام نے ان سے کیا فرمایا اور انھوں نے اُس کے جواب میں کیا کہا اور کیا کیا؟

ف واذ قال موسیٰ لقومہ یہ اسی دشتِ فاران کا تذکرہ ہے جب کہ بارہ[۱۲] نقیب ملکِ شام سے لوٹ کر آئے اور بجز دو شخصوں کے اوروں نے بنی اسرائیل کو ڈرا کر نامرد کردیا۔ اب حضرت موسیٰ ؑ اُن سے فرماتے ہیں اور جنگل میں کھڑے ہوئے سرکش قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ اے قوم! تم خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اوّل تو یہ کہ تمہاری قوم میں خدا تعالیٰ نے بہت سے انبیاء ؑ پیدا کئے۔ حضرت ابراہیم ؑ و اسحٰق ؑ و اسمٰعیل ؑ و یعقوب ؑ اور موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ اور وہ ستر[۷۰] آدمی جو کوہ طور پر گئے تھے۔ دوم تم کو خدا تعالیٰ نے بادشاہ بنادیا یعنی پہلے تم فرعونیوں کی قید میں تھے اب آزاد ہو۔ حقیقت میں آزادی سے بڑھ کر اور کیا سلطنت ہوگی؟ اور ممکن ہے کہ اُن کے آئندہ اقتدار و سلطنت کو بلفظِ ماضی تحقیق کے لئے تعبیر کیا ہو۔ سوم تم کو وہ چیزیں دیں جو اب تک کسی کو نہیں دیں۔ دریائے قلزم سے خشک پار اتارنا، فرعونیوں کو تمہارے روبرو غرق کردینا، جنگل میں پتھر سے پانی کے بارہ[۱۲] چشمے نکالنا، ابر کا سایہ کرنا، کھانے کو منّ و سلویٰ دینا۔ یہ احسان یاد دِلا کر اُن کو ارض مقدسہ یعنی ملکِ فلسطین کے چلنے کا حکم دیتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ نے میووں اور سرد پانیوں کی برکتیں رکھی ہیں اور یہ بھی کہ تم پھر واپس مصر جانے کا قصد نہ کرو ورنہ خسارہ میں پڑجاؤ گے۔

یہ تمام گفتگو توریت سفر عدد کے ۱۴ باب میں خوب تفصیل سے بیان ہے جس کے بعض جُملے یہ ہیں " تب ساری جماعت چلا کے روئی اور لوگ اُس رات بھر رویا کئے پھر سارے بنی اسرائیل موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ پر گڑگڑائے کہ اے کاش ہم مصر میں مرجاتے الخ خداوند کس لئے ہم کو اس زمین میں لایا الخ تب اُنھوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ آؤ اپنا ایک سردار بنائیں اور مصر کو پھر چلیں۔ موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ تمام بنی اسرائیل کے مجمع کے سامنے زمین پر اوندھے گر پڑے اور نون کے بیٹے یشوع ؑ اور یفنہ کے بیٹے کالب نے جو اُس زمین کی جاسوسی کرنے والوں میں سے تھے اپنے کپڑے پھاڑے اور ساری جماعت بنی اسرائیل کو کہا کہ وہ زمین جہاں ہم جاسوسی کے لئے گئے تھے خوب زمین ہے اگر ہم سے خدا راضی ہے تو ہم کو اس زمین پر لے جائے گا الخ مگر تم خداوند سے بغاوت نہ کرو اور نہ تم وہاں کے لوگوں سے ڈرو وہ تو تمہاری خوراک ہیں ان کا سایہ اُن سے جاچکا ہے (قال رجلان الخ کی یہ پوری تفسیر ہے) تب ساری جماعت نے چاہا کہ اُن پر پتھراؤ کرے اُس وقت جماعت کے خیمہ میں سارے بنی اسرائیل کے سامنے خدا تعالیٰ کا جلال نمایاں ہوا۔ خداوند نے موسیٰ ؑ کو فرمایا کہ یہ

[1] فترۃ کے معنے ہیں بند ہونا اس سے مراد وہ زمانہ ہے کہ جس میں حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی اولوالعزم نبی برپا نہ ہوا یہ تخمیناً پانسو برس کا زمانہ ہے اس عرصہ میں دینِ عیسوی بھی گرتے بگڑتے بالکل بدل گیا تھا یہود اور مجوس اور بُت پرستوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ اس ظلمت کدہ میں عرب سے آفتاب جلوہ گر ہوا لوگوں کو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لایا ۱۲ منہ

لوگ کب تک مجھے غصّہ دلائیں گے اور کب تک میری نشانیوں
کا جو انھیں دکھائیں یقین نہ کریں گے میں انھیں وبا سے
ماروں گا اور انھیں خارج کروں گا ان کے بدلے تجھے اور
قوم دوں گا۔ موسیٰ نے کہا اگر یہ خبر مصر والے سنیں گے تو
کہیں گے کہ خداتعالےٰ نے ان کو بیابان میں ہلاک کردیا سو میں
تیری منّت کرتا ہوں کہ تو اپنی رحمت سے اس امت کا گناہ
بخش دے۔ خداوند نے فرمایا میں نے تیرے کہنے سے بخشا پر مجھے
اپنی حیات کی قسم جیسا کہ تم نے غصّہ دلایا اور سنا کے کہا میں
تم سے ویسا ہی کروں گا تمہاری لاشیں سب کی بیس برس
والے سے لے کر اوپر والے تک جنھوں نے میری شکایتیں کیں
اس بیابان میں گریں گی تم بیشک اس زمین پر نہ پہنچو گے جس کا
میں نے تم سے وعدہ کیا ہے بجز یوشع اور کالب کے اور تمہارے
لڑکوں کے جن کے حق میں تم کہتے ہو کہ وہ لٹ جائیں گے میں
ان کو داخل کروں گا اور تمہاری لاشیں اس بیابان میں گریں گی
اور تمہارے لڑکے اس بیابان میں چالیس برس تک بھٹکتے
پھریں گے اُن دنوں کے شمار کے موافق جن میں تم اس زمین
کی جاسوسی کرتے تھے جو چالیس دن ہیں دن پیچھے ایک سال
ہوگا" انتہیٰ ملخصًا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اکثر لوگ تو اس واقعہ
کے اگلے روز عمالیق کے ہاتھ سے قتل ہوئے جو باوجود ممانعت
موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ پر ان سے لڑنے کو چڑھے چلے جاتے
تھے اور وہ دس جاسوس اور پھر اور سب لوگ اس قرن کے
وقتاً فوقتاً وبا اور قتل سے ہلاک ہوئے حتیٰ کہ اس چالیس
برس کے عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے
ان کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی یردن ندی کے اسی پار
جان بحق ہوئے۔ پھر جب یہ چالیس برس گزر گئے اور یہ
لوگ تمام ہوگئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام
ان کا بھانجا اور خلیفہ یوشع بن نون ہوا تو خداتعالیٰ نے
نئی نسل اسرائیل کو وہاں کا ملک عطا کیا۔ عمالیق اور دیگر
اقوامِ شام پر یومًا فیومًا بنی اسرائیل فتح پاتے رہے خداتعالیٰ کا
وعدہ پورا ہوگیا۔

تیہ تاہ یتیہ تیہًا و توہًا، سرگردانی۔ تیہا اس زمین کو کہتے
ہیں جس میں آدمی کو رستہ نہ ملے۔ یہ زمین کہ جس میں بنی
اسرائیل بھٹکتے پھرے وہ ہے کہ جس کو ہم نے سورۂ بقرہ میں
ایک نقشہ میں دکھایا ہے یعنی بحرِ قلزم سے مشرق کی طرف
عبور کر کے بیابانِ قادسیہ اور عرب کا شمالی اور مغربی گوشہ
دریائے یردن تک یعنی شام کے کنارہ تک۔ یہ کئی سو کوس
کا میدان ہے وہاں اس زمانہ میں کہیں کہیں پہاڑوں اور شاداب
جگہوں میں کچھ قومیں بھی رہتی تھیں جن سے بنی اسرائیل سے
جنگ وجدل کا اتفاق پڑ جاتا تھا۔ خداتعالےٰ کی قدرت تھی
شام کے ملک میں پہنچنا چاہتے تھے مگر دو چار منزل چل کر پھر
بھول بھٹک کر وہیں آجاتے تھے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ م

اور (اے نبی ؐ!) ان لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ ٹھیک طور سے سنا دو۔

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا

جب کہ دونوں نے (اللہ تعالےٰ کے لئے) نیاز گزرانی سو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی

وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ط

قبول نہ ہوئی۔ (تب ایک نے دوسرے سے کہا) میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (٢٧)

اس نے کہا اللہ تعالےٰ تو صرف پرہیزگاروں کی نیاز قبول کیا کرتا ہے۔

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا

اگر تو میرے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو

أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ج

میں تیری طرف تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (٢٨)

میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے۔

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ

میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے،

لہ (حاشیہ ص۲۶۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

فَتَكُونَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
پھر تو ہی دوزخی بنے۔ اور ظالموں کی یہی
الظّٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ
سزا ہے۔ سو اس کے دل کو اپنے بھائی کا مار ڈالنا پسند
أَخِيهِ فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٣٠﴾
آیا۔ سو اُس کو مار ڈالا تب وہ خود برباد ہو گیا۔
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ
پھر اللہ تعالےٰ نے کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا
لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ
تاکہ اُس کو دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہیئے۔
قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِثْلَ
وہ بولا کہ ہائے شامت کیا میں اس کوّے کے برابر بھی
هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۚ
نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔
فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِينَ ﴿٣١﴾
پھر تو وہ پچھتانے لگا۔

ترکیب

نبا مضاف ابنی مضاف الیہ مضاف آدم مضاف الیہ مجموعہ مفعول واتل۔ بالحق حال ہے فاعل اتل سے اذ ظرف ہے نبا کا باثمی معطوف علیہ واثمک معطوف متعلق ہیں تبوء بمعنے ترجع کے جو تاویل ان مصدریہ جملہ مفعول ہے ارید کا جو خبر ہے انّی کی کیف حال ہے ضمیر یواری سے اور جملہ محل نصب میں لیریہ سے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۶۶) لہ یعنی میرا کیا قصور جو تو مجھے نیاز قبول نہ ہونے سے مارنا چاہتا ہے۔ نیاز پرہیزگاروں کی قبول ہوا کرتی ہے سو یہ تیرا قصور ہے کیوں حسد کرتا ہے۔ یہاں سے حسد کی بُرائی بیان ہو رہی ہے جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا تھے اور نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم سے بمقابلہ پیش آ رہے تھے ۱۲ منہ

تفسیر

پہلی آیت میں یہود و نصاریٰ کا عہد توڑنا بیان ہوا تھا اور نیز بزرگوں کی اولاد اور انبیاء علیہم السّلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ نحن ابناء اللہ واحباءہ کہتے تھے۔ اس کلمہ کو بھی نقل کیا تھا جو در اصل دونوں قوموں کی بربادی کا باعث ہوا یہود کو اس کلمہ سے تفاخر ہوا جس سے حضرت مسیح علیہ السّلام کو بزعم خود قتل کر ڈالا اور پھر یہی بلا نصاریٰ میں پیدا ہو گئی اُنھوں نے بھی اس تفاخر اور حسد میں آ کر نبی آخرالزماں (صلے اللہ علیہ وسلم) کا انکار کیا جو قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اب ان آیات میں خدا تعالےٰ حضرت آدم علیہ السّلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان فرما کر یہ بات جتلاتا ہے کہ تفاخر سے حسد پیدا ہوتا ہے جو دوسرے شخص میں کوئی خوبی و کمال دیکھ کر اُس کی ایذا اور قتل پر آمادہ کرتا ہے
ع ۵ عند المتاخرین جو اُس کے لئے دارین کی رُوسیاہی کا باعث ہو جاتا ہے اور پھر یہ بزرگ زادہ ہونا اس کے کچھ بھی کام نہیں آتا۔ جیسا کہ قابیل کے کچھ کام نہ آیا ابد تک لعنتی ہوا۔

ابنے آدم سے مراد ہابیل اور قائن کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِس قصے کو توریتِ موجودہ سفر پیدائش کے ۴ باب میں بیان کیا ہے کہ "آدم اپنی جورو حوّا سے ہم بستر ہوا وہ حاملہ ہوئی اور قائن کو جنی (عربی میں اس کو قابیل کہتے ہیں) پھر اُس کے بھائی ہابیل کو جنی اور ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا اور قائن کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے حاصل میں سے خداوند کے لئے ہدیہ لایا۔ ہابیل اپنی پلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں میں سے لایا۔ اور خداوند نے ہابیل کو اور اُس کے ہدیہ کو قبول کیا۔ پر قائن کو اور اُس کے ہدیہ کو قبول نہ کیا۔۔۔۔

وقف النبی صلعم

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ
اس سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو
اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ
کوئی کسی جان کو بغیر معاوضہ کسی جان کے یا بغیر
نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
زمین پر فساد کرنے کے قتل کرے گا تو گویا اس نے
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا
سب کو قتل کر ڈالا۔ اور جس نے کسی کو بچا لیا تو
فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ
گویا اس نے سب کو بچا لیا۔ اور بے شک
جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ
ان کے پاس ہمارے رسول نشانیاں لے کر آئے پھر اس کے بعد
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى
بھی بہت سے لوگ ان میں سے زمین میں بیہودگیاں
الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (۳۲)
کرتے پھرتے ہیں۔

ترکیب

من اجل متعلق ہے کتبنا سے علیٰ بنی اسرائیل بھی کتبنا سے متعلق ہے انہ جملہ الیٰ جمیعا مفعول ہے کتبنا کا۔ اس جملہ میں انہ کی ضمیر شان ہے اور من شرطیہ بغیر نفس حال ہے ضمیر قتل سے ای من قتل نفساً ظالماً۔ او فسادٍ معطوف ہے نفس پر فکانما جملہ جواب شرط بعد ذلک ظرف ہے لمسرفون کا۔

تفسیر

اس لئے قائن نہایت غصہ اور ترش رُو ہوا اور خداوند نے قائن سے کہا تجھے کیوں غصہ آیا اگر تو اچھا کرتا تو کیا مقبول نہ ہوتا الخ۔ اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو قائن اپنے بھائی ہابیل پر اُٹھا اور اسے مار ڈالا تب خداوند نے کہا تیرا بھائی کہاں ہے؟ اس نے کہا کیا میں اُس کا نگہبان ہوں۔ پھر اُس نے کہا کہ تو نے کیا کیا تیرے بھائی کا خون زمین سے مجھے پکارتا ہے اور اب تو زمین سے لعنتی ہوا الخ۔ سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے پورب کی طرف نود کی زمین میں جا رہا۔ پھر آدمؑ اپنی جورو سے ہم بستر ہوا اور وہ ایک بیٹا جنی اور اس کا نام سیت (یعنی شیث) رکھا" انتہیٰ ملخصاً۔ قابیل اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنی پیٹھ پر لادے پھرتا تھا۔ اس سے پہلے کسی کو دفنانا نہ دیکھا تھا جو دفناتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے جو باہم لڑے اور ایک نے ایک کو مار کر پنجوں سے زمین کرید کر دبا دیا۔ اس پر قابیل کو دیکھ کر سخت ندامت ہوئی کہ اے افسوس میں تو اس کوّے کے برابر بھی نہیں ہو سکا یعنی مجھے دفنانا نہ آیا اور نیز کوّے نے جانور ہو کر بعد مُردن دوسرے پر رحم کیا جو اس کی لاش کو تہ خاک کیا میں نے اپنے بھائی کے ساتھ انسان ہو کر کیا کیا؟

من اجل ذلک سے یہ مراد نہیں ہے کہ قابیل کے قتل کرنے سے بنی اسرائیل پر قصاص مقرر کر دیا کیونکہ اس کے قتل سے بنی اسرائیل کو کیا خصوصیت ہے بلکہ ذلک سے اشارہ مفاسدِ قتل کی طرف ہے کہ چونکہ قتلِ ناحق میں یہ کچھ خرابی ہے اس لئے جب توریت اور شریعت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل پر ہم نے قصاص مقرر کر دیا جنھوں نے باوجود اس کے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا۔

فکانما قتل الناس جمیعًا سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک شخص کے قتلِ ناحق کا گناہ بنی اسرائیل پر جمیع بنی آدم کے قتل کے برابر مقرر ہو گیا تھا۔ کیونکہ یہ عدالتِ الٰہی سے بعید ہے بلکہ تشبیہ صرف عظمتِ قتلِ عمد میں ہے کہ جس بدبخت نے اپنی خواہش نفسانی اور حسد سے ایک آدمی کو ناحق قتل کیا سو اس سے تمام بنی آدم کا قتلِ ناحق کچھ بعید نہیں اگر یہ ان پر موقع پاتا تو اُن سے

بھی ایساہی کرتا. جس نے چوری سے باغ کا ایک پھل توڑا اُس نے گویا سب کو توڑا اور ایک کو زندہ رکھنے سے سب کو زندہ رکھنے کا اسی پر قیاس کر لیجیے۔

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ

جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ سے لڑائی

رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا

کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں

اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ

(سو) اُن کی یہی سزا ہے کہ اُن کو قتل کیا جاوے یا سولی دی جاتے یا اُن کے

اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ

ہاتھ اور پاؤں اِدھر اُدھر سے کاٹ دیتے جائیں یا

يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ

ملک سے نکال دیتے جائیں۔ یہ تو اُن کی دنیا میں

خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

رُسوائی ہے، اور آخرت میں تو ان کو بڑا ہی سخت

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

عذاب ہے۔ مگر جنھوں نے کہ تمہارے

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا

قابو پانے سے پہلے (ہی) توبہ کرلی۔ سو سمجھ جان لو کہ

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع

اللہ تعالےٰ (بڑا) غفور رحیم ہے۔

ترکیب

جزاء مضاف الذین مضاف الیہ یحاربون اللہ معطوف علیہ ویسعون معطوف الذین کا صلہ جملہ مبتدا ان یقتلوا مع اُس کے عواطف کے مجموعہ خبر ذٰلک مبتدا لہم خزی جملہ خبر۔

تفسیر

پہلی آیت میں قتل ناحق کی سخت مذمت تھی اب اس آیت میں اس قتل کی سزا بیان فرمائی جاتی ہے اور نیز یہ کہ کونسا جُرم کس سزا کو چاہتا ہے؟ جمہور کے نزدیک یہ آیت عرینیوں عہ کے حق میں نازل ہوئی جو کہ مُرتد ہو کر قتل اور دھاڑے کے مرتکب ہوئے تھے پھر وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُن کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اُن کو دھوپ میں ڈال دیا گیا وہیں تڑپ کر مر گئے۔ اس فعل کی ممانعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں حد مقرر کر دی گئی۔ امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور ابو ثورؒ اور دیگر مجتہدین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن اہلِ اسلام کے حق میں ہے جو بادشاہِ اسلام سے باغی ہو کر راہزنی اور فساد کرنے لگیں بقرینہ الا الذین تابوا۔ اپنی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ گو یہ آیت کسی کے حق میں نازل ہو مگر عموم الفاظ کا لحاظ کیا جاوے گا خصوص سبب کو نہ دیکھا جاوے گا اس لئے ہر ایک ڈاکو اور راہزن پر یہ حکم جاری ہوگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ کافر اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں۔ الذین یحاربون اللہ خدا تعالےٰ سے لڑائی کرنا اس مقام پر بقولِ ابن عباسؓ و سعیدؒ بن المسیب و مجاہدؒ و عطاءؒ و حسن بصریؒ و ابراہیم نخعیؒ وغیرہم شاہِ اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھانا اور مسافروں کو چھیڑنا، لوٹنا، مارنا ہے نہ کہ چوری اور زنا وغیرہ معاصی کہ ان جرائم کی اور سزا مقرر ہے پس جو شخص جمعیت بہم پہنچا کر ایسا کرے خواہ شہر میں رہ کر خواہ جنگل میں رہ کر (مگر امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ سزا اُن شخصوں کے لئے ہے جو شہروں میں نہ ہوں کیونکہ شہر میں رہنے والے پر حکومت ہر وقت قابو پا سکتی ہے وہ بمنزلہ چور کے ہے) شاہِ اسلام کو بقولِ ابن عباسؓ و

۵۸۷

عہ بنو عرینہ عرب کی ایک قوم ہے ان میں سے مدینہ میں آکر چند لوگ مسلمان ہوئے چونکہ مرض استسقاء میں مبتلا تھے آپ نے اُن کو جہاں بیت المال کے اُونٹ چرتے تھے بھیج دیا کہ وہاں تندرست ہو جائیں جب تندرست ہوگئے تو نیت میں فرق آیا اُونٹوں کے چرانے والوں کو قتل کر کے اُونٹ لے کر چل دیئے۔ مدینہ میں خبر ہوئی تو وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور اُن کے لئے یہ سزا دی گئی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

مجاہدؒ ۔ علی بن ابی طلحہؓ و حسن بصریؒ وغیرہم قابو پاکر اختیار ہے خواہ قتل کر ڈالے خواہ دار پر کھینچے خواہ جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دے خواہ جلاوطن کر دے اس کو اختیار ہے ان چاروں سزاؤں میں سے جونسی چاہے دے کیونکہ کلمہ آو تخییر کے لیے ہے مگر جمہور کے نزدیک آو تخییر کے لئے نہیں بلکہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں اگر وہ صرف قتل کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو صرف قتل کرنا چاہیے اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے اس صورت میں ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھر قتل کیا جائے اور سولی پر بھی تشہیر کے لئے لٹکا دیا جائے اور اگر صرف مال لوٹا ہے تو ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا جائے اور اگر صرف لوگوں کو خوف ہی دلایا ہے تو نفی کی جاوے یعنی اس کو قید کیا جاوے۔ شافعیؒ فرماتے ہیں اس کے معنے جلا وطن کے ہیں یعنی جلا وطن کر دیا جاوے۔ الا الذین تابوا من قبل الخ یعنی اگر وہ لوگ گرفتار ہونے سے پہلے اس فعل بد سے توبہ کر لیں تو ان سے یہ حد ساقط ہو جائے گی ہاں حقوق عباد خواہ مالی ہوں خواہ جانی اس کا عوض عدالت ان سے ضرور لوگوں کو دلائے گی ، وھذا ہو القوی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک
اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ
وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو (جانی اور مالی)
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بے شک کافروں کے پاس
لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ
اگر زمین میں جو کچھ ہے (وہ) سب اور اس کے ساتھ اتنا ہی
مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ
اور بھی ہو تاکہ اس کو دے کر وہ قیامت کے عذاب سے چھوٹ
یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ
جائیں (اور اس کو تاوان میں دیں) تو ہرگز ان سے قبول نہ کیا جاوے گا اور ان کو
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ
عذاب الیم ہی ہوگا۔ وہ چاہیں گے کہ ہم آگ سے
یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ
نکل جاویں اور وہ اس سے ہرگز نکل نہ
مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾
سکیں گے اور ان کے لئے (تو) ہمیشہ کا عذاب ہے۔

ترکیب

الیہ الوسیلۃ ممکن ہے کہ ابتغوا سے متعلق ہو اور جائز ہے کہ خود الوسیلۃ سے کیونکہ یہ بمعنے المتوسل بہ ہے۔ الذین کفروا صلہ وموصول اسم ان لو ان شرط ما تقبل الخ جواب مجموعہ خبر ان۔

تفسیر

اس سے پہلی آیت میں ان مفسدوں اور باغیوں کی مذمت تھی جو خدا تعالیٰ سے لڑتے تھے اور رسولؐ اور قرآن کے حکم سے جو خدا تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ اور حبل المتین ہے چھوڑ کر دائرہ اطاعت سے باہر ہوتے تھے جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں رسوائی اور خواری ہے۔ اس مقام پر ان کے برخلاف اس وسیلہ الٰہی کو اختیار کر کے ہر ایک قسم کی نیکی اور بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور اس کے برخلاف کرنے میں آخرت کا انجام بد بتایا جاتا ہے۔ **واضح** ہو کہ جمیع احکام الٰہی دو قسم میں منحصر ہیں قسم اول بری باتوں کا ترک کرنا اور یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ انسان جب تک بری باتوں کو ترک نہیں کرے گا تو اس کے لوح دل پر ضرور ایک ایسا اثر پیدا ہوگا جو اس کو نیکیوں سے روکے گا اور اپنی ہی طرف کھینچے گا علاوہ اس کے جب کسی لوح پر کوئی عمدہ نقش کھینچنا چاہتے ہیں تو اول

اس کو صاف کرلیتے ہیں پھر کچھ لکھتے ہیں ؎ چاہیئے تجھ کو اگر وصل صنم + دل کو خالی غیر سے کر یک قلم ۔ اس لئے سب سے مقدم اس قسم کی طرف واتقوا اللہ میں اشارہ کیا۔ **دوسری قسم** اچھی چیزوں کا عمل میں لانا عبادت، سخاوت، رحم دلی، بردباری، صبر، و شکر، رضا و تسلیم وغیرہ ان سب کی طرف وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں اشارہ فرمایا۔ پس یہ کرنا اور نہ کرنا افعال میں بھی معتبر ہے۔ نہ کرنے میں منہیات اور کرنے میں مامورات شامل ہیں اور اسی طرح اخلاق میں بھی اخلاقِ رذیلہ، تکبر، عجب (خود پسندی) ریا کو ترک کرنا چاہیئے۔ بردباری، رضا و تسلیم کو عمل میں لانا چاہیئے۔ اور اسی طرح افکار میں بھی ترک اور عمل معتبر ہیں۔ جن افکار کا ترک لازم ہے وہ بُرے خیالات ہیں جو انسان کے لئے بُری باتوں کی طرف محرک ہوتے ہیں اور اچھے خیالات کو عمل میں لانا چاہیئے جو حسنات کی طرف محرک ہیں اور اسی طرح یہ ترک اور فعل مقام تجلی میں بھی معتبر ہے۔ ترکِ التفات الی غیر اللہ کرنا چاہیئے۔ فعل کیا ہے اُس کی ذاتِ پُر انوار میں مستغرق رہنا۔ اہلِ ریاضت ترک کو تخلیہ اور کبھی صحو اور محو اور نفی اور فنا کہتے ہیں اور ان سب میں نفی مقدم ہوا کرتی ہے اس لئے کلمۂ توحید لا الٰہ میں نفی مقدم ہے اثبات الا اللہ مؤخر۔ وسیلہ ہر قسم کے اچھے کام ہیں اور قرآن مجید اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگانِ دین بھی خدا تعالیٰ کی طرف کا وسیلہ ہیں۔ ارشاد اور فیض سے انسان خیرات کی طرف راغب ہوتا ہے اور ان ہی کی برکت سے خدا تعالیٰ کا طالب بنتا ہے۔ اور جب کہ حسنات اور سعادات کا عمل میں لانا کوئی آسان بات زبانی جمع خرچ نہ تھا اس لئے اس کے بعد جاہدوا فی سبیلہ بھی فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام باایں علوِ مرتبت راتوں رویا کرتے اور آنسوؤں کے موتی اُس جمال جہاں آرا کی یاد میں پرویا کرتے تھے۔ صحابہؓ اور بزرگانِ دین کی جان کاہیاں مشہور

لہ مولانا اوحدالدین کرمانی فرماتے ہیں ؎ تا دیدۂ دل خون نہ گشت پنجاہ سال + ہرگز ندہندت رہ از حال بقال ۱۲ منہ

ہیں۔ اس میں طالبانِ ذات کے بلند مرتبہ کی طرف اور لعلکم تفلحون میں طالبانِ عقبیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ ان الذین کفروا میں ان لوگوں کا انجام کار بیان ہوتا ہے جو اس عالم فانی کے لذائذ حسیہ پر فریفتہ ہو کر اس عالمِ جاودانی کو بھول بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وسیلہ کو چھوڑ خدا سے توڑ بیٹھتے ہیں۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
اور جو کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ
ڈالو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے فعل کی (یہی) جزا
اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۳۸) فَمَنْ
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ پھر جو
تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ
کوئی اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور سُدھر جاوے تو اللہ تعالیٰ (بھی)
اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
اس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور
رَّحِيْمٌ (۳۹) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
رحیم ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ
ہے آسمان اور زمین کی بادشاہت۔ جس کو چاہتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
عذاب کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۴۰)
ہر بات پر قادر ہے۔

ترکیب

والسارق معطوف علیہ والسارقۃ معطوف مبتدا سیبویہ کے نزدیک بوجہ ف کے فاقطعوا خبر نہیں ہو سکتا پس خبر فیما یتلیٰ علیکم محذوف ہے اور کہتے ہیں

فاقطعوا۔ کیونکہ الف لام السارق میں بمنزلہ الذی کے
ہے پس یہ مشابہ شرط ہے ف کا خبر میں آنا درست ہوگیا
جزاءً فاقطعوا کا مفعول لہٗ ہے وقس علیہ نکالا۔ فمن تاب
شرط فان اللہ جواب۔

تفسیر

باغیوں اور لیٹروں کی سزا بیان کرنے کے بعد چور کی سزا بیان
کرنا گویا اس بیان کا تکملہ کر دینا ہے۔

والسارق والسارقۃ۔ اگرچہ قرآن مجید میں عموماً احکام میں خطاب
مردوں کی طرف ہے عورتیں تبعاً ان احکام میں شامل ہیں مگر
اس آیت میں محض اس حکم کی تاکید ظاہر کرنے کی غرض سے
سارق مرد چور اور سارقہ چور عورت دونوں کو ذکر کیا۔
سرقہ لغت میں چوری کو کہتے ہیں یعنی کسی کا مال جو حفاظت
میں رکھا ہو چھپا کر لے جانا یہاں تین باتیں ہیں۔ ایک مال
جس کی چوری کی گئی اس کی اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ
کس قدر مال چرانے پر سزا دی جائے اس لئے بعض علماء نے
جیساکہ ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ و حسن بصریؒ ہیں اس کو مطلق
رکھا ہے مگر جمہور علماء مجتہدین کہتے ہیں کہ مال کا لفظ ایک وسیع
لفظ ہے ہر شخص اور ہر قوم اور ہر زمانے کے لحاظ سے اس کے معنے
میں تفاوت ہو سکتا ہے متمول ملکوں میں دو پیسے چار پیسے کچھ
مال نہیں۔ یہی دو چار پیسے مفلس لوگوں میں مال گنے جاتے ہیں علیٰ
ہٰذا القیاس اس لئے ایسے اختلاف معنی کے وقت عرب کا عرف
عام خصوصاً قریش کا دستور دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو مال کہتے
تھے کیونکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اکثر
انہی کے رواج و عادات کا زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ یہ بات تو
ان کی عادت دیکھنے سے قطعاً معلوم ہوتی ہے کہ ایک دو مٹھی
اناج یا کسی قدر چھوارے یا دو ایک انگور کے خوشے ان کے ہاں ایسا
مال نہ سمجھا جاتا تھا کہ جس کے چھپا کر لے جانے کو چوری کہا جائے
ایسی قلیل چیزوں کو اجازت بے اجازت لے کر کھا لیا کرتے تھے۔

پس اس مقدار کا اندازہ امام ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ نے بعض احادیث
و اقوال صحابہؓ اور ان کے معاملات پر غور کر کے دس درہم قرار
دیا ہے اس قدر جو کوئی چرا لے گا تو یہ سزا پائے گا اس سے کم
کی چوری پر یہ سزا نہیں دی جائے گی۔ اور امام مالکؒ و احمدؒ
و اسحاقؒ نے تین درہم یا ربع دینار کی تعداد قائم کی ہے اور
ابن ابی لیلےؒ نے پانچ درہم اور امام شافعیؒ نے ربع دینار معین
کیا ہے۔ ہر ایک کے دلائل اس تعداد کے لئے مبسوطات میں
مذکور ہیں مگر **داؤد اصفہانی** اور خوارج نے آیت کو مطلق
رکھ کر ذرا سی چیز کی چوری پر بھی سزا قائم رکھی ہے حتیٰ کہ
کوڑی دو کوڑی کے چور کو بھی قطع ید کا حکم دیتے ہیں۔
دوسری بات اس فعل کے لئے یہ ہے کہ یہ مال جس کو چرایا
ہے مالک کی حفاظت میں ہو کیونکہ رستہ پر پڑی ہوئی چیز کا
اٹھا کر لے جانا عرف میں چوری نہیں مگر داؤد ظاہری یہاں
بھی خلاف جمہور کہتے ہیں اور حفاظت کو کوئی شرط نہیں سمجھتے
تیسری بات سرقہ میں یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر لے جاوے کہ
عادتاً لوگ اس کو دیکھیں تو پکڑ لیں۔ اب اگر وہ بالکل لوگوں کے
سامنے سے لے گیا ہے تو اس کو بھی چوری نہیں کہیں گے بلکہ
غصب یا سینہ زوری۔ اور اگر ایسے موقع سے لے گیا ہے کہ
اس کو لوگوں نے نہ دیکھا اور معلوم نہیں کر سکے جیساکہ کیسہ بُر یا
گرہ کٹ عام مجمعوں میں لوگوں کے روبرو کاٹ لیتے جیب کتر
لیتے ہیں یہ بھی عرف میں چوری کے علاوہ دوسرا فعل گنا جاوے گا
ان دونوں صورتوں میں چوری کی سزا نہ دی جائے گی بلکہ
اور سزا ملے گی۔ بعض علماء مجتہدین فرماتے ہیں کہ بلاشک غصب
کی صورت میں تو چوری نہیں کیونکہ اخفا نہیں پایا جاتا جو چوری
کے معنے میں لیا گیا ہے۔ ہاں دوسری صورت میں چوری کے معنے
پر ایک بات اور زیادہ ہو گئی کہ وہ سب کی آنکھوں میں خاک ڈال کر
لے گیا سو یہ اعلیٰ درجہ کی چوری ہے اس لئے یہ سزائے سرقہ کا
مستوجب سمجھا جاوے گا۔ ان تینوں باتوں پر بہت سے مسائل فقہ
مبنی ہیں فاقطعوا ایدیہما یہ سزا ہے چور کی کہ اس کا ہاتھ کاٹ

دیا جائے۔ آیت میں اس کی بھی کچھ تصریح نہیں کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں تک کاٹا جائے؟ مگر جمہور نے آنحضرت علیہ السلام کے عہد کی سزا سے یہی ثابت کیا ہے کہ اوّل بار چوری کرنے سے پہنچے تک داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا چاہیے اور نیز جب ایک بار چوری کرے تو داہنا کاٹ دیا جاوے اور دوبارہ کرے تو بایاں پاؤں کاٹ دیا جاوے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ اور چوتھی بار کرے تو دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ علماء دوبار تک قطع کا حکم دیتے ہیں باقی پھر قطع نہیں بلکہ حبس۔

یہ سزا آنحضرت علیہ السلام نے اپنی حیات میں دی ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں بکثرت وارد ہے اور نیز آپؐ کے بعد خلفائے اربعہ سے خلفائے بنو العباس تک بھی اس قانونِ الٰہی پر عملدرآمد رہا ہے۔ شاہانِ اسلام ہندوستان ودیگر بلاد اپنے تمام علماء وقضاۃ کے فتوے کے بموجب اس پر عمل کرتے آئے ہیں کتب تواریخ شاہدِ عدل ہیں الخ اس میں حکمت بھی ہے کیونکہ جس ہاتھ سے اس نے یہ بدکام کیا تھا اس کی سزا میں ایسی نعمت سے محروم کر دینا پورا انصاف ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ سزا اس جرم کے انسداد کے لئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر جس نے قرآن نازل کیا ہے وہ حکیم وعلیم ہے جس کے علم وحکمت کے آگے بندوں کے علم ودانش کو کیا نسبت ہے؟ کوئی تو حکمت سمجھی ہے جو ایسا حکم جاری کیا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص الہام کو فرضی ڈھکوسلا سمجھے یا اپنی عقل کو خدا تعالیٰ کے علم پر ترجیح دے۔ آج کل یورپ نے علوم میں ترقی کی مگر الحاد اور بدکاری حد سے زیادہ ترقی کر گئی ہے۔ اُن کے رسم ورواج خواہ کیسے ہی قبیح[1] ہوں اُن کے مریدوں کے نزدیک تہذیب کا معیار قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے اُن کے مُرید تمام شریعت کو ان ہی کے رسم ورواج کے مطابق کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ اور اسی کو اعانتِ اسلام کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب اس سزا کی یہ توجیہ کرتے ہیں" ص ۲۰۳ مگر جب کہ ملک میں تسلّط ہو اور قید خانوں کا انتظام موجود ہو تو قرآن مجید کی رُو سے اس سزائے بدنی کا دینا (یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا) کسی طرح جائز نہیں۔" حضرت نے قزاقوں کی سزا کو جو (ینفوا من الارض) ایک صورتِ خاص میں ہے یعنی قید کرنا مؤخر سمجھ لیا حالانکہ مقدّم ہے اس کے بعد آیت السارق الخ موجود ہے جس میں بجز ہاتھ کاٹنے کے چور کی اور کوئی سزا ہی بیان نہیں ہوئی اس کو چور کی سزا قرار دیا ہے اور بے سند چوروں کے اشعار اور اُن کے خیالات نقل کرکے تمام کتبِ تواریخ کے برخلاف یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "صحابہؓ کے عہد میں ہاتھ نہیں کاٹے گئے بلکہ قید کیا گیا ہے۔" حالانکہ اگر قید کئے گئے ہوں گے تو وہ ڈاکو جن سے ملک کو دہشت ہوگی نہ کہ چور، اور لطف یہ کہ آپ بھی اقرار کرتے جاتے ہیں کہ ڈاکوؤں کو قید کیا گیا ہے مگر دونوں کو خلط کر دینے سے اور ملا کر بیان کرنے سے شاید بمقابلہ بے شمار احادیثِ صحیحہ واجماعِ جمہور مسلمین اپنے خیال میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ جزاءً بما کسبا سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا ہی اُس کے فعلِ بد کی سزا ہے اس تقدیر پر اگر مال موجود نہیں رہا تو اُس سے تاوان لینا درست نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ سفیان ثوریؒ واحمدؒ و اسحاقؒ فرماتے ہیں لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خواہ مالِ مسروق موجود ہو یا نہ ہو چور سے باوجود اس سزا کے وہ واپس لیا جاوے گا۔ مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقدور رہے تو واپس لیں گے ورنہ نہیں۔ واللہ عزیز حکیم میں اس سزا کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کے سامنے بھول کر میں نے اس جملہ کی جگہ غفور رحیم پڑھ دیا اُس نے

[1] باوجود اس کے اہلِ یورپ کیا بدنی سزا نہیں دیتے بید مارتے پھانسی دیتے ہیں اور چونکہ چور کی بابت یہ سزا نہیں تو دیکھئے اُن کی عملداری میں چوری کا کیسا بازار گرم ہے۔ بدمعاش لوگ جیل خانہ کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اس کی انھیں کیا پروا ہے اور عیسائی تو کوئی اس کی بابت اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ بائبل میں ادنیٰ ادنیٰ جرموں پر قتل کرنا جلادینا موجود ہے ۱۲ منہ

چونک کر کہا یہ کس کا کلام ہے ؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔ اس نے کہا یوں نہ ہوگا پھر میرے یاد آیا تو عزیز حکیم پڑھا کہنے لگا اب ٹھیک ہے کیونکہ غفور رحیم قطع ید کے مناسب نہیں۔ فمن تاب کے متعلق تفسیر ہو چکی۔ الم تعلم الخ۔ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توبہ قبول کرنا ہمارے اختیار میں ہے اور نیز ایسا حکم دینا بھی۔ اپنے بندوں کے لئے ہمارے لئے کچھ ظلم نہیں ہم مالک ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ

اے رسولؐ! آپؐ ان لوگوں سے کہ جو کفر میں دوڑ

يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ

پڑتے ہیں کچھ غم نہ کریں (وہ منافق ہیں) جو اپنے منہ سے تو (دیں)

قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ

کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے　اور ان کے دل میں

قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ

ایمان نہیں۔　اور کچھ وہ یہودی (بھی) ہیں

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ

جو جھوٹی بات بہت سنتے ہیں　اور ان لوگوں کے کان بھرتے

آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

ہیں جو ہنوز آپؐ کے پاس نہیں آتے۔ الفاظ کو ان کے بعض مواقع

مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ

سے بدل ڈالتے ہیں[۱] (اور لوگوں سے) کہتے ہیں تم کو یہ (حکم محرف)

أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ

ملے تو لے لو　اور اگر یہ نہ ملے تو اس

فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ

سے بچو۔[۲]　اور جس کو کہ خدا تعالیٰ خراب کرنا چاہے تو

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ

اس کے لئے اللہ پر تیرا کچھ بس نہیں چل سکتا۔　یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ

کہ جن کے دلوں کا پاک کرنا خدا تعالیٰ نے نہیں

قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ

چاہا۔　ان کو دنیا میں (بھی) رسوائی ہے　اور ان کو

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۴۱) سَمَّاعُونَ

آخرت میں (بھی) رسوائی ہے۔　بڑے جھوٹ

لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ جَاءُوكَ

کے سننے والے (اور) بڑے حرام خور۔　پھر اگر تمہارے پاس آویں تو

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَ

ان میں فیصلہ کر دو، یا ان سے کنارہ کشی کرو۔　اور

إِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ

اگر آپؐ ان سے کنارہ بھی کریں گے تو وہ آپؐ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

اور اگر آپؐ ان میں فیصلہ کریں تو انصاف سے

بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

کرنا۔　کس لئے کہ خدا تعالیٰ کو انصاف کرنے والوں

الْمُقْسِطِينَ (۴۲)

سے محبت ہے۔

ع ۳ عند المتقدمین

ترکیب

الذین یسارعون الخ فاعل لایحزن ک مفعول۔ من الذین قالوا۔ الذین یسارعون کا بیان۔ ومن الذین ہادوا معطوف ہے من الذین قالوا پر۔

تفسیر

پہلی آیات میں شرائع اور احکام بیان ہوئے جن کی مخالفت کرنا دو قوموں سے متوقع تھا اس لئے نبی علیہ السلام کو تسلی کے طور پر فرماتا ہے کہ ان کفر میں کوشش کرنے والی قوموں من الذین قالوا آمنا الخ منافقین اور من الذین ہادوا یہود سے

[۱] احکام توریت ۱۲ [۲] یعنی اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم کو بعینہٖ وہی حکم دیں (جیسا کہ بدل کر انھوں نے دیا) تو مان لو ورنہ نہیں ۱۲ منہ

کچھ رنج و غم نہ کرو کیونکہ امرِ حق کی مخالفت ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ منافقین کی یہ دو خصلتیں ہیں اوّل سمّاعون کہ وہ جھوٹی باتیں بہت جلد قبول کرتے ہیں جو کوئی اسلام کی مذمت میں ان سے کیسی ہی بے اصل بات کیوں نہ کہے اس کو مان لیتے ہیں یا یہ معنے کہ آپ سے جو زیادہ سُنتے ہیں نہ عمل کرنے کے لئے بلکہ للکذب جھٹلانے کے لئے۔ دوم سمّاعون کہ جو قومیں ہنوز آپ کے پاس نہیں آئیں اُن کو دور سے ہی یہ لوگ بہکاتے اور اسلام سے بدگمان کرتے ہیں یہ باتیں اُن کی کفر میں کوشش کرنا ہے جس سے آنحضرت علیہ السلام کو ملالِ خاطر ہوتا تھا۔ یہود کے دو وصف بد یہ ہیں اوّل یحرّفون الکلم کہ جو بات حلال و حرام کے متعلق خدا تعالیٰ نے قائم کر دی ہے اس کو بھی یہ اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے ہیں۔ دوم یقولون کہ لوگوں سے کہتے ہیں اگر نبیؐ تمہاری خواہش کے مطابق حکم دے تو لو ورنہ نہیں۔ (توریت سفر احبار باب ۲۰ ورس ۱۰) ان جملوں کے متعلق مفسّرین نے یہ قصّہ نقل کیا ہے کہ خیبر کے یہود میں سے دو معزّز مرد و عورت نے زنا کر لیا تو حکمِ تورات (جو سنگسار کرنا یا قتل کرنا ہے) ان کو شاق معلوم ہوا اس لئے باہم قیل و قال ہو کر یہ بات ٹھیری کہ آنحضرت علیہ السلام جو کچھ فرمائیں اُس پر عمل کیا جاوے۔ چنانچہ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے بھی یہی حکم دیا جس کے انکار پر وہ نسخہ منگایا گیا جس کو یہود توریت سمجھتے تھے اس میں بھی یہی نکلا۔ فرماتا ہے کہ یہ گمراہِ ازلی ہیں آپؐ کہاں تک فہمائش کر سکتے ہیں اور نیز اُن کے دل پاک کرنا اس کی تقدیرِ ازلی نے نہ چاہا ان کو دُنیا اور آخرت میں رسوائی اور عذابِ الیم ہے۔ فان جاؤک اس آیت میں صاف ہے کہ اگر وہ آپؐ کے پاس آویں تو آپؐ اے نبیؐ! مختار ہیں اعراض کریں یا حکم دیں اگر حکم دیں تو انصاف سے دیں۔ نخعیؒ اور شعبیؒ و قتادہؒ و عطاءؒ و ابوبکر اصمؒ کہتے ہیں کہ یہی اختیار تمام احکام میں کُفّار کی نسبت باقی ہے۔ ابنِ عباسؓ اور حسن بصریؒ و مجاہدؒ و عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حاکمِ اسلام کو جب کہ اُس کے پاس کُفّار کا جھگڑا آوے خواہ وہ اہلِ ذمّہ ہوں یا نہ ہوں بموجب

آیت۔ وان احکم بینہم بما انزل اللہ قانونِ آسمانی کے موافق فیصلہ کرنا چاہیئے مگر بجز نیا چرہ یہ کسی مسلمان کا قول نہیں کہ کُفّار میں اُن کے قانون کے موافق حاکمِ اسلام فیصلہ کرے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ

اور (اے نبیؐ!) وہ آپؐ کو کس طرح ثالث بناتے حالانکہ اُن کے پاس تو خود توراۃ ہے کہ

فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ

جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر وہ اُس کے بعد بھی پھر جاتے

ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع ۶ / ۹ / ۱۰

ہیں۔ اور (سرے سے) وہ ایماندار ہی نہیں۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

توراۃ ہم نے نازل کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور نور تھا۔

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

خدا تعالیٰ کے فرمانبردار انبیاءؑ یہود کو اسی پر چلنے کا حکم

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ

دیتے آئے ہیں اور دیز اُن کے مشائخ اور علماء بھی

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

کیونکہ وہ کتاب اللہ کے امانت دار بنائے گئے اور اُس پر

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ

محافظ بھی تھے۔ پھر (اے یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو اور

اخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت نہ کرو۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی (کتاب کا) حکم نہ دے سو وہی

لہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو انبیاء بنی اسرائیل گزرے ہیں سلیمانؑ، داؤدؑ، الیاس، الیسع، عزیر، نحمیا، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام سب توریت کے پابند تھے جب بخت نصر وغیرہ کے حوادث میں توریت جاتی رہی تو ان ہی بزرگوں نے جو کچھ مل سکا ہم پہنچا کر اس کے احکام کو منضبط کیا اس معنی سے اسکے امانت دار اور محافظ تھے۔ اور ان کے سوا یہود کے ربّی یعنی مشائخ تارکِ دنیا اور احبار علماء بھی اسی کی تعمیل کراتے تھے جس کو یہود نے یوں پس پشت ڈال دیا ۱۲ منہ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

کافر　　ہیں۔

ترکیب

کیف ضمیر یحکمونک فاعل سے حال ہے وعندہم خبر التوراۃ مبتدا جملہ موضع حال میں ہے فیہا ہدًی و نور جملہ حال ہے التوراۃ سے اسی طرح یحکم الخ۔ للذین ہادوا کا لام یحکم سے متعلق ہے والربانیون اور والاحبار معطوف ہیں النبیون پر بما اے بسبب الذین استحفظوہ اے استودعوہ اعنی استحفظہم اللہ ایاہ۔ من کتاب حال ہے ما سے۔

تفسیر

اس جگہ خدا تعالیٰ نبی علیہ السلام سے یہود کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لانے اور فیصلہ پر راضی ہونے پر تعجب ظاہر فرماتا ہے کہ یہ لوگ باوجودے کہ توریت کے معتقد ہیں اور اُس میں احکام الٰہی ہیں اور اُس کو خاص اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا جس پر انبیاء علیہم السلام اور مشائخ و علماء چلتے تھے مگر اُس کے حکم سے اعراض کر کے لے نبی! آپ کو حَکَم بنانا کہ جس کے منکر ہیں کمال تعجب کی بات ہے یعنی ان کے قلوب ایسے خراب ہوگئے ہیں کہ جس کتاب کو برحق سمجھتے ہیں اُس کے احکام پر نہ چلنے کے لئے اُس کو چھوڑ کر مخالف کے پاس جاتے ہیں پس جن کی اپنی کتاب توریت کی نسبت یہ حالت ہو تو اُس قوم کا نبیٔ عربی کے مقابلہ میں حق سے چشم پوشی کرنے میں کیا کچھ حال نہ ہوگا؟ وما اولئک بالمؤمنین میں اسی طرف اشارہ ہے کہ در اصل ان کا توریت پر ایمان ہی نہیں۔ اس کے بعد توریت کی مدح فرماتا ہے کہ جس کے وہ در اصل منکر ہیں (۱) انا انزلنا التوراۃ کہ توریت کو ہم نے نازل کیا ہے وہ کسی شخص کی تصنیف کردہ کتاب نہیں بلکہ منزّل من اللہ ہے جو خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی[1] جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے ولقد آتینا موسی الکتاب، اے التوراۃ۔ اور بہت جگہ ایسا ہی آیا ہے۔ (۲) فیہا ہدًی ونور، ہدیٰ سے مراد شرائع و احکام اور نور سے مراد توحید و تنزیہہ باری تعالےٰ اور نبوّت اور معاد کا بیان۔ (۳) یحکم بہا النبیون کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاء علیہم السلام آئے ہیں احکام و شرائع میں سب کے سب توریت پر چلتے تھے۔ ان کے لئے کوئی جداگانہ شریعت نہ دی گئی تھی گویا وہ سب دینِ موسوی کے مجدّد تھے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی صفت میں الذین اسلموا کا جملہ لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تمہاری طرح منحرف نہ تھے بلکہ مطیع تھے۔ اور یہ بھی کہ وہ یہود و نصاریٰ نہ تھے بلکہ مسلمان جس سے یہ بات پیدا ہوئی کہ تمام انبیاء علیہم السلام بجز چند احکام کے سب متفق اور ملقب باسلام تھے۔ للذین ہادوا کا لام یحکم سے متعلق مانا جاویگا تو یہ معنے ہوں گے کہ انبیاء علیہم السلام احکام توریت پر چلنے کا یہود کو حکم دیتے تھے۔ احبار، حِبر بالکسر کی جمع ہے (فرّاء) ابو عبیدہؒ کہتے ہیں کہ حَبر بفتح الحاء ہے اور یہ تحبیر بمعنی تحسین سے مشتق ہے۔ چونکہ علم بڑی زینت ہے اس لئے یہود میں حبر کہتے تھے۔ ربّانی لوگ بمنزلہ مجتہدین کے ہوتے تھے اور احبار بمنزلہ عام علماء کے۔ یا ربّانیین درویش، احبار علماء۔ بما استحفظوا من کتاب اللہ یہ احبار کا صلہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کاہے کے عالم تھے یعنی اُس چیز کے جو کتاب اللہ یعنی توریت میں سے حافظ کئے گئے تھے۔ یا یحکم سے متعلق کیا جاوے کہ جو کچھ

---

[1] یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ جو کتاب موسیٰؑ کے بعد توریت کے نام سے تصنیف کی گئی وہ ہرگز توریت نہیں اور یہ مجموعہ جو آج کل اہلِ کتاب کے ہاں توریت کہلاتا ہے قطعًا موسیٰؑ کے بعد تصنیف ہوا سو یہ بھی قطعًا وہ توریت نہیں کہ جس کے اوصاف قرآن میں مذکور ہیں جن کو پادری مغالطہ دینے کے لئے اس پر منطبق کر کے مسلمانوں کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا کرتے ہیں ۱۲

ان کو توریت میں سے یاد کرایا گیا تھا اس کا حکم دیتے تھے (کبیر)۔ یعنی نہ صرف انبیاءؑ ہی توریت پر یہود کو چلنے کا حکم دیتے آتے ہیں بلکہ ان کے بعد مشائخ اور علماء بھی اسی پر چلاتے تھے۔ بعد میں جو یہود نے توریت میں تحریف کرنی شروع کی تھی غالباً اس کے دو سبب تھے ایک خوفِ حکام کہ اگر ان کے برخلاف یہ احکام بیان کریں گے تو ہم کو ایذا دیں گے۔ اس کے دو جواب فرماتا ہے فلا تخشوا الناس واخشون کہ لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ خاص مجھ سے کیونکہ نافع و ضار میں ہوں۔ دوسرا سبب طمع تھا کہ لوگوں کی خواہش کے موافق کم زیادہ کر کے حکم دیتے تھے تاکہ لوگ ان کو کچھ دیا کریں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً کہ دنیا چند روزہ اور بہت بے حقیقت ہے اس کے لئے میری امانت میں خیانت نہ کرو اس کے بعد بطورِ تہدید کے فرماتا ہے ومن لم یحکم الخ کہ جو بدبخت خداتعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب پر حکم نہ دے وہ کافر ہے۔ عکرمہؒ کہتے ہیں خلافِ ما انزل اللہ حکم کرنے سے جو کافر ہوتا ہے تو اس صورت میں کہ دل سے بھی اس منکر ہو ورنہ دل میں حق جاننے اور زبان سے حق کہنے پر جو کوئی خلاف کتاب اللہ کسی دنیاوی غرض سے فیصلہ کرے گا کافر نہ ہوگا بلکہ فاسق۔ یہاں سے وہ انگریزی نوکریاں جن میں خلافِ قرآن حکم دیا جاتا ہے ممنوع و حرام سمجھی گئیں بلکہ جو قرآن کے مقابلہ میں ایکٹ کو دل سے پسند کر کے حکم دے گا تو بموجب آیتِ مذکورہ کافر ہو جاوے گا۔ **ف** لارڈ ولیم میور نے اپنی کتاب شہاداتِ قرآنی میں اس آیت کے جملہ وعندہم التوراۃ اور اسی قسم کی دیگر آیات سے جو توریت کی مدح میں وارد ہیں یا توریت پر عمل نہ کرنے سے اہلِ کتاب پر الزام ہے یہ بات ثابت کی ہے کہ آج کل جو اہلِ کتاب کے پاس توریت ہے وہی اصلی توریت بلا تغیر موجود ہے اور نیز ان کے ایک قدیم مرید نے جو درپردہ ان ہی کے حامی مذہب ہیں صحیح بخاری اور فوز الکبیر سے یحرفون کی تفسیر میں تحریف معنوی مراد لینا نقل کر کے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ یہ توریت بلا تحریف وہی اصلی توریت ہے اور نیز اس کی سند میں بعض اقوال بے تمک بھی نقل کر کے اس توریت کے ایک جملہ کے منکر کو بھی خواہ وہ مخالف قرآن ہی کیوں نہ ہو کافر بتلایا ہے۔ مگر یہ سب دھوکا ہے اولاً تو یوں کہ التوراۃ سے مراد مجازاً یہ مجموعہ ہے کہ جس میں اصلی توریت کے بھی بیشتر مضامین موجود ہیں باعتبار تسمیۃ الکل باسم الجزء۔ کیونکہ مدعی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اس مجموعہ پر لفظ توریت کا مجازاً اطلاق ہوا ہے کس لئے کہ اصلی توریت، انٹیوکس و بخت نصر وغیرہ کے حوادث میں تلف ہو گئی۔ یہ مجموعہ تاریخ و مسائل بعد میں مشائخوں نے جمع کیا ہے علاوہ اس کے توریت تو وہ ہے کہ جو خاص حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی اور اس مجموعہ میں سینکڑوں مضامین وہ ہیں کہ جو بعد موت موسیٰ علیہ السلام کے درج کئے گئے۔ چنانچہ کتاب استثناء کا اخیر باب جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت اور قبر کے مفقود ہونے کا حال درج ہے۔ اور جو شے مرکب ہو ایک سے اور اس کے غیر سے وہ نہیں رہتی۔ سکنجبین جو شہد و سرکہ سے مرکب ہے نہ وہ سرکہ کہلاتی ہے نہ شہد الا مجازاً پس مجازاً توریت کہنے سے اس مجموعہ کا اصلی ہونا کیونکر لازم آگیا۔ **ثانیاً** یوں کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد تک وہی اصلی تورات یہودِ عرب کے پاس موجود تھی اور وہ اس میں تحریراً تحریف نہیں کیا کرتے تھے بلکہ صرف بیان کرتے وقت الٹ پلٹ کر دیتے تھے بنا بر تحریف معنوی اور پھر اس توریت کی پیغمبر علیہ السلام نے نہایت مدح و عزت بھی کی تھی جیساکہ مدعی ثابت کرتا ہے اور اس سے بھی ہم قطع نظر کر لیں کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت عمرؓ پر توریت کے

ف عوام یہود ہر حال اپنے منافع تجارت و زراعت میں سے تھوڑا سا حصہ صدقتاً اپنے علماء کو دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ حق کو چھپاتے اور ان کے مظالم و ناجائز باتوں کے درست ہونے پر جھوٹی روایتیں گھڑ کر دلیلیں کیا کرتے تھے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر ہم اس امر حق کو ظاہر کریں گے جیساکہ توریت میں مذکور ہے تو ہمارا سالانہ صدقہ کہیں بند نہ ہو جائے جس کے جواب میں لاتشتروا بآیاتی فرمایا ۱۲ حقانی

اوراق پڑھنے سے نہایت پُرغضب ہوئے تھے جیساکہ دارمی نے بسندِ صحیح نقل کیا ہے اور اس سے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (لا تصدقوا اہل الکتاب) فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ جو آج کل یہود و نصاریٰ کے پاس مجموعۂ صحیح و غلط روایات ہے کہ جس کو وہ توریت کہتے ہیں وہی اصلی توریت ہو. اگر اصلی ہو گا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک یہودِ عرب کے پاس ہو گا نہ کہ یہ جو قطعًا حضرت موسیٰؑ کے بعد تصنیف ہوا جس کا مخالف بھی انکار نہیں کرسکتا اور یہی مذہب جمہور علمائے اسلام کا ہے اور اس بات پر تمام فرقۂ اسلامیہ متفق ہیں کہ توریت وہی تھی جو موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی نہ کہ وہ جو بعد میں بنائی گئی، واللہ اعلم۔

گرچہ آپ کو مقدمۂ تفسیر سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی ہو گی کہ یہ جو آج کل یہود و نصاریٰ کے پاس توریت ہے یہ ایک مجموعہ ہے صحیح اور غیر صحیح مرویات کا نہ کہ وہ توریت جو حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی تھی لیکن اس مقام پر اور بھی اس امر کا تحقیق کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ جب اس توریت کو دیکھا جاتا ہے تو بے شمار مقدمات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی موت کے بعد اس کو ترتیب دیا ہے **منجملہ** اُن کے کتاب استثناء کے ۳۴ باب کی یہ عبارت ہے۔ سو موسیٰؑ خداوند کا بندہ خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا اور اُسے اسی موآب کی ایک وادی میں بیتِ فغور کے مقابل گاڑا پر آج تک کوئی اُس قبر کو نہیں جانتا اور موسےٰؑ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا کہ نہ اُس کی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اُس کی تازگی جاتی رہی۔ سو بنی اسرائیل موسیٰؑ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک رویا کئے اور اُن کے رونے پیٹنے کے دن موسےٰ کے لئے آخر ہوئے۔ اور نون کا بیٹا یوشع دانائی کی روح سے معمور ہوا کیونکہ موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ اُس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اس کے شنوا ہوئے اور جیسا خداوند نے موسیٰؑ کو فرمایا تھا اُنھوں نے ویسا کیا اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کی مانند کوئی نبی نہیں اُٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا ان سب نشانیوں اور عجائب اور غرائب کی بابت جن کے کرنے کے لئے فرعون اور اُس کے سب خادموں اور اُس کی ساری سرزمین کے سامنے خداوند نے مصر کی سرزمین میں بھیجا تھا اور اُس قوی ہاتھ اور بڑے ہیبت کے سب کاموں کی بابت جو موسیٰؑ نے تمام بنی اسرائیل کے آگے کر دکھائے۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارت جس پر توریت کا خاتمہ ہو گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام تو کیا اُن کے کسی معاصر کے ہاتھ کی بھی لکھی ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ بہت عرصہ کے بعد جب کہ موسیٰؑ کی قبر کا نشان بھی مِٹ گیا جو بنی اسرائیل میں قرنوں اور صدیوں زیارت گاہ خاص و عام رہ چکی ہو گی۔ اور لُطف یہ ہے کہ اس تمام توریت میں کسی جگہ بھی نہیں پایا جاتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام لکھ رہے ہیں بلکہ یہ کوئی دوسرا مؤرّخ اُن کا حال تحریر کر رہا ہے اور جیسی یہ عبارت ہے اسی قسم کے اور صدہا مقامات ہیں کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد صدہا سال والے شخص کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس بات کا خود اہلِ کتاب کو بھی اقرار ہے کہ یہ مقامات توریت میں کسی اور شخص نے بعد میں لکھے ہیں اور بلا سند حضرت عزیر علیہ السّلام کا نام بتاتے ہیں۔ فرض کر لو کہ یہ عبارتیں حضرت عزیر علیہ السّلام نے بعد میں زیادہ کر دیں مگر جب کہ حضرت عزیر علیہ السلام نبی تھے غلط باتیں کیونکر لکھتے؟ پھر وہ جو سینکڑوں مقامات غلط فاحش ہیں کہ جن کے غلط ہونے کا اہلِ کتاب کے مفسرین کو بھی اقرار ہے (جیسا کہ عدن سے جیحون و سیحون کا نکلنا اور خدا سے یعقوبؑ کا کُشتی لڑنا اور آدمؑ کو پیدا کر کے پچھتانا اور اُس سے خائف ہونا حضرت لوط علیہ السّلام کا شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کرنا حضرت ہارون علیہ السّلام کا بنی اسرائیل سے بچھڑا پجوانا۔ یا تاریخی واقعات میں غلطیاں ہیں)

وہ تو کسی طرح کلام الٰہی نہیں ہو سکتے نہ غیر لوگوں کے کلام حضرت موسیٰؑ پر منزل توریت ہو سکتے ہیں۔ پس جب اس آج کل کی توریت میں غلط باتیں بھی ہیں اور موسیٰؑ کے علاوہ اور اشخاص کے کلام بھی مندرج ہیں تو یہ مجموعہ جو مرکب ہے کلام اصلی اور غیر اصلی سے ہرگز وہ اصلی توریت نہیں۔ اگر کوئی شخص کچھ مضامین قرآن مجید کے اور کچھ اور باتیں دیگر لوگوں کی لے کر کوئی کتاب مرکب کرے تو یہ مجموعہ ہرگز قرآن نہ شمار ہوگا پس اسلامی عقیدہ کے بموجب یہ مجموعہ ہرگز توریت نہیں کما لا یخفٰی۔

(۲) اصل حال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد کے اندر اندر جانے کس وقت فلسطیوں اور مصر کے بادشاہوں کی غارت گری میں جو کئی بار بنی اسرائیل پر واقع ہوئی توریت مفقود ہو گئی کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس صندوق کو کھولا کہ جس میں توریت دھری تھی (جیسا کہ کتاب استثناء کے ۳۱ باب ۲۶ ورس سے صندوق میں موسیٰؑ کا کتاب دھرنا پایا جاتا ہے) تو بجز پتھر کی دو لوحوں کے جو کوہ حورب سے موسیٰؑ لائے تھے اور کچھ نہ نکلا جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۸ باب ورس ۹ میں مذکور ہے۔ یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ہزار برس پیشتر کا ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اسرائیلی بادشاہ اکثر بت پرست اور بدکار ہونے لگے کہ ہیکل کو بھی جلایا اور جو کچھ اس مقدس مقام میں تبرکات تھے سب کو لوٹ کھسوٹ کر برباد کر دیا بلکہ خود ہیکل میں بت رکھ دیئے پھر حضرت سلیمانؑ سے تخمیناً چار سو برس بعد یوشیاہ بن آمون کے عہد میں حلقیاہ کاہن نے کہیں ہیکل کے کسی کونے میں دبے ہوئے کئی سو برس کے بوسیدہ اوراق اٹھا کر یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو دبی ہوئی توریت دستیاب ہو گئی جس کو سن کر یوشیاہ بڑا رویا۔ پھر یہ مجموعہ بھی جس کو حلقیاہ نے مرتب کیا تھا اور جو بنی اسرائیل میں توریت سمجھا جانے لگا تھا نبوکدنیصر یعنی بخت نصر کی دوبارہ چڑھائی میں بالکل نیست و نابود ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب بنی اسرائیل ستّر برس کی اسیری کے بعد شہر بابل سے شام میں آئے تو ان کے پاس توریت تو کیا کوئی مذہبی کتاب بھی نہ تھی بلکہ وہ تو سرے سے اپنی زبان قدیم کو بھی بھول گئے تھے اور کلدانی زبان بولتے تھے۔ اس کے بعد مشہور کرتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر از سر نو توریت کو مرتب کیا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ایک بے سند بات ہے بلکہ خود عزیر علیہ السلام کی کتاب مجموعہ بائبل میں شمار کرتے ہیں وہ بھی بقول محققین شمعون صادق کی تصنیف ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً تین سو برس پیشتر تھا۔ خیر یہ بھی سہی کہ حضرت عزیرؑ نے پھر توریت کو مرتب کیا مگر آکس یعنی انیٹوکس سُریا کے بادشاہ نے حضرت مسیحؑ سے ایک سو اکہتر برس پیشتر ساڑھے تین برس تک اورشلیم اور ہیکل کو ایسا برباد و نیست و نابود کر دیا کہ ہزار ہا آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور شہر اور ہیکل کو جلا دیا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تمام کتب دینیہ یہود کو جلایا جیسا کہ مقابیین کی پہلی کتاب کے باب اول میں اس کا اقرار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بجز ہیکل کے توریت اور کہیں نہیں رہتی تھی سو وہ عزیر علیہ السلام کا مرتب کردہ نسخہ بھی معدوم ہو گیا اس کے بعد یہوداہ مقابیین نے مسیحؑ سے ایک سو پینسٹھ برس پیشتر ہیکل کی تعمیر کی اور سن سنا کر ایک مجموعہ احکام و قصص بھی مرتب کیا اور نام توریت رکھا اس کا ایک نسخہ ہیکل میں رہتا تھا (مفتاح الکتاب صفحہ ۱۳۵) اور یہی نسخہ حضرت مسیحؑ کے عہد تک باقی تھا۔ اس کے بعد حضرت مسیحؑ سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے بادشاہ طیطس نے اورشلیم پر چڑھائی کر کے تمام شہر کو نیست و نابود کر دیا ہیکل اور اس نسخہ کو جلا دیا لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر کے اس نقلی توریت کو بھی صفحہ عالم سے نیست و نابود کر دیا جس کا تمام یہود و نصاریٰ کو

ملال رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ طیطس اس کو روم میں لے گیا۔ اس کے ۶۵ برس بعد آدرین قیصر شاہ روم نے جو بُت پرست تھا یہودیوں کی سرکشی دیکھ کر اور شلیم شہر اور ہیکل پر ہل چلوادیے اور پبیٹر بُت کا مندر بنا دیا اور شلیم کا نام اپنے خاندان کی یادگار پر ایلیا رکھدیا۔ اس کے بعد اور بھی بربادیاں اہل کتاب پر سخت سخت آئیں مگر پھر امن پاکر ایک مجموعہ مرتب احکام و قصص کا مشائخ یہود نے کیا اور اُس کا نام تورات رکھا اگرچہ پھر عمداً یا سہواً اس میں بھی صدہا غلطیاں اور تحریفات ہوئیں مگر آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں یہود عرب کے پاس یہی نسخہ تھا۔ اب اگر بعض علمائے اسلام کا یہ قول مان لیا جائے کہ یہودِ مدینہ تحریف لفظی نہ کرتے تھے تو کیا اس سے یہ نسخہ موسیٰ کی اصل توریت ہو گیا؟

مولوی رحمۃ اللہ صاحب اپنی کتاب اظہار الحق کے صفحہ ۱۴۲ جلد اوّل میں فرماتے ہیں ان التوراۃ الاصلی وکذا الانجیل الاصلی فقدا قبل بعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والموجودان الآن بمنزلۃ کتابین من السیر مجموعین من الروایات الصحیحۃ والکاذبۃ اس کے بعد علمائے اسلام کے اقوال اور احادیث اس بات کی تائید میں کئی صفحہ تک درج فرماتے ہیں، فمن شاء فلیرجع الیہ

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

اور ہم نے (اس) توریت میں اُن پر یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ

اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت

وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ

اور زخموں کے بدلے میں ویسے ہی زخم، اور جو کوئی اس بدلہ کو معاف کردے

بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ

تو یہ اُس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو کوئی نہ چلے اس حکم پر کہ

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی

الظَّالِمُونَ (۴۵) وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ

ظالم ہے۔ اور ہم نے (ان انبیاء کے) قدم بقدم

بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ

مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو چلایا جو اپنے سے پہلے (نازل شدہ)

يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ

کی تصدیق کرتے تھے توریت (وغیرہ) کی۔ اور ہم نے اُن کو انجیل دی تھی

فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا

جس میں ہدایت اور نور تھا۔ اور (وہ انجیل) اپنے سے

بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى

اگلی چیزوں کی تصدیق کرتی تھی توریت (وغیرہ) کی اور پرہیزگاروں

وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ (۴۶) وَلْيَحْكُمْ

کے لئے ہدایت اور نصیحت (بھی) تھی۔ اور انجیل

أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ

والوں کو چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا اس کے مطابق

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اور جو کوئی اس چیز کا حکم نہ دے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے سو وہی

هُمُ الْفَاسِقُونَ (۴۷)

بدکار ہیں۔

ترکیب

وکتبنا اے فرضنا ان النفس تقتل بالنفس خبر انّ جملہ مفعول کتبنا والعین معطوف ہے النفس اسم انّ پر اور اسی طرح پر الانف اور الاذن اور السنّ اور الجروح معطوف ہیں فمن تصدق شرط فھو کفارۃ لہٗ جواب بعیسیٰ متعلق ہے قفینا سے۔

تفسیر

توریت کی مدح فرما کر اُس کے بعض احکام کا بیان یہود پر

تعریضاً کرتا ہے کہ دیکھو تم ان احکام کے بھی پابند نہیں جس طرح یہود نے زنا کی سزا میں یہ کر رکھا تھا کہ غریب کو قتل کرتے تھے اور امیر یا ذی عزت کو صرف تشہیر کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ اسی طرح قصاص کے بارے میں شریف کو غیر شریف کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے۔ مدینہ کے آس پاس یہود کے دو گروہ رہتے تھے ایک بنی قریظہ، دوسرا بنی نضیر۔ بنی نضیر ذرا اپنی کسی فوقیت پر نازاں تھے اس لئے اگر کوئی بنی قریظہ میں سے کسی بنی نضیر کو قتل کرتا تھا تو اس کے بدلے میں قاتل کو برابر قتل کرتے تھے اور جو بنی نضیر کا کوئی شخص بنی قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر ڈالتا تھا تو قاتل صرف دیت لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور عرب کے قبائل میں بھی یہی جہالت تھی کہ شریف کو وضیع کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے اس لئے ان آیات میں توریت کے قصاص کے متعلق احکام بیان فرما کر ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

وکتبنا علیہم فیہا، اس توریت میں بھی یہ حکم ہے سفر استثناء کے ۱۹ باب ۲۱ ورس میں یہ ہے: اور تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا۔

اور سفر خروج کے ۲۱ باب ۲۴-۲۵ ورس میں یوں ہے: اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا زخم کے بدلے زخم، چوٹ کے بدلے چوٹ۔

علمائے اسلام نے اصول فقہ میں اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی جس قدر شریعتیں منسوخ نہیں ہیں امت محمدیہ کو انھیں ماننا چاہیے بشرطیکہ ان شرائع کو قرآن نے یا پیغمبر علیہ السلام نے نقل کیا ہو کیونکہ کتب سابقہ محرف ہوگئیں ان پر وثوق نہیں ہو سکتا (نور الانوار) چونکہ قصاص کے اس مسئلہ کو خداوند تعالیٰ نے بحوالۂ توریت شریف ذکر فرمایا ہے سو یہی حکم اسلام میں بھی جاری ہے۔

ہر عضو کے بدلے دوسرے کا وہی عضو کاٹا جاوے گا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، والجروح قصاص اور زخم کے بدلے زخم دیا جاوے گا۔ مگر جس زخم کے دینے سے موت کا خوف ہو یا اس زخم کا طول و عرض و عمق معلوم نہ ہو سکے تو ان صورتوں میں زخم دینے والے کو ایسا زخم دینا متعذر سمجھ کر اس سے تاوان لیا جاوے گا جس کو شرع میں ارش کہتے ہیں۔ باقی اس ارش کی مقدار اور اس کے متعلق دیگر مسائل جزئیہ جو ائمہ دین نے قرآن و احادیث سے استنباط کر کے نکالے ہیں کتب فقہ میں کمال تشریح کے ساتھ مذکور ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

امام ابو حنیفہؒ اور اکثر اہل علم نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ خواہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرے خواہ کسی کافر ذمی کو قتل کرے یا کسی غلام یا عورت کو قتل کرے خواہ بڈھے یا لڑکے یا بیمار کو قتل کرے ان سب کے بدلے میں قاتل کو قتل کیا جاوے گا کس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جان کے بدلے جان فرمائی ہے اور جانیں سب کی برابر ہیں اور یہی بات اصول سلطنت آسمانی کے موافق ہے اور تمدن کے لئے بھی نہایت نافع ہے فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ یعنی جو شخص اپنے ہاتھ یا کسی عضو کے کاٹ دینے والے کو یا زخم لگانے والے کو معاف کردے اور اپنا بدلہ نہ چاہے تو یہ اس معاف کرنے والے کے گناہوں کا کفارہ ہے خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس مظلوم کے گناہ معاف کردے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ لہٗ کی ضمیر قاتل کی طرف پھرتی ہے کہ یہ معاف کرنا زخم کرنے والے کے لئے کفارہ ہوگیا۔ اب اس سے کچھ بدلہ نہ لیا جاوے گا مگر معنی اول سیاق عبارت سے نہایت مناسبت رکھتے ہیں۔

اس مقام پر ایک اور بحث ذکر کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر مظلوم نے یا اس کے وارثوں نے قاتل یا زخم دینے والے سے دست برداری کر لی معاف کر دیا تو اس صورت میں حاکم کو بھی اس کو انتظاماً کوئی سزا دینے کا مجاز ہے یا نہیں؟ یہ تو بالاتفاق ہے کہ ایسی

صورت میں قاتل قتل سے اور زخم دینے والا زخم سے محفوظ رہے گا مگر تہدیداً قید یا کوئی اور سزا بھی حاکم کے اختیار میں ہے؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ نہیں کیونکہ اب اُس پر کوئی مطالبہ باقی نہیں رہا۔ مگر محققین کہتے ہیں کہ حاکم کو بھی تہدیداً سزا دینے کا اختیار ہے نہ مقتول و مجروح کے حقوق کی وجہ سے بلکہ امنِ عام میں خلل پیدا کرنے کی وجہ سے قتل و زخم کی سزا سے کم سزا مالی یا جسمانی قید وغیرہ کا مجاز ہے۔ جب توریت کی ایسی حالت اور یہود کی ایسی نوبت تھی تو اُن کی اصلاح کے لئے خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل شریف دے کر بھیجا اس لئے فرماتا ہے وقفینا علےٰ آثارہم بعیسے ابن مریم الخ عیسیٰؑ کی مدح میں مصدقاً لما بین یدیہ من التوراۃ فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتے تھے۔ اس مقام پر اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ گو توریت کا حوادثِ مذکورہ میں کچھ ٹھیک نہیں رہا تھا مگر جب کہ مسیحؑ نے اس کی شہادت دی تو توریت گم شدہ پائی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ کہیں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے توریت کو ہاتھ میں لے کر یہ کہا ہو کہ یہ وہی اصلی توریت ہے بلا تغیر جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی کسی موقعہ پر اس کی بعض آیات سے استدلال کرنا یا توریت کو منجانب اللہ کہنا اور اس کی مدح فرمانا سو ایسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ضرور کیا ہوگا مگر اس سے مجموعہ کا اصلی اور بلا کم و بیش توریتِ موسیٰؑ ہونا لازم نہیں آتا۔ اور کسی شئے کی تصدیق کرنا یہ نہیں چاہتا کہ اس چیز کا وجود خارج میں بھی موجود ہو بلکہ وجودِ ذہنی کافی ہے۔ مثلاً آج جو ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں تو اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام شام میں موجود بھی ہوں۔ مگر مسیحؑ کے بعد جو حوادث قیاصرہ روم کی طرف سے پڑے ان میں تلف ہو جانے کے بعد پھر موجود ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ و اٰتیناہ الانجیل اس میں صاف بیان ہے کہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جس میں یہ پانچ وصف تھے فیہ ہدی و نور و مصدقاً لما بین یدیہ من التوراۃ و ہدی و موعظۃ کہ اس میں ہدایت اور نور اور تصدیق اور نصیحت تھی اور اسی انجیل پر اہلِ اسلام کا ایمان ہے۔ پس یہ جو آج چار شخصوں کی تاریخیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے اُن کے حالات میں لکھیں جن کو انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ انجیل نہیں کہ جو اُن پر نازل ہوئی تھی کیونکہ یہ کتابیں حضرت مسیحؑ کے روبرو بھی نہیں لکھی گئیں بلکہ بہت زمانہ بعد۔ علاوہ اس کے خود عیسائیوں کے فرقوں میں بہت سی مختلف انجیلیں کہ جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ہر شخص اپنی تصنیف کو انجیل کہا کرتا تھا۔ حضرت مسیحؑ کی انجیل اگر اُن کے پاس سے حوادث قیاصرہ میں گم نہ ہو جاتی تو ان تصانیف کی بنام نہاد انجیل کچھ ضرورت نہ پڑتی۔

خود ان چاروں کتابوں کی بھی تسلیم اور عدم تسلیم میں باہم بہت کچھ اختلاف رہا ہے کیونکہ پہلی صدیوں ہی میں جعلی انجیلوں کی تصانیف کا بازار گرم تھا اس لئے عیسائیوں کا پولوس مقدس اس بات کی بہت کچھ شکایت کرتا ہے کہ لوگوں نے خداوند کی انجیل کو پلٹ دیا وہ اپنی ایک اور انجیل بناتا ہے اور اُس کے سوا اور انجیلوں کے سننے والے پر لعنت کرتا ہے پھر ان چاروں انجیلوں میں بھی جو کچھ تحریفات اور کم اور بیشیاں ہیں اُن کا بھی خود عیسائی علماء کو اقرار ہے۔ پادری فنڈر، گریسباخ وغیرہ کے حوالے سے ہزاروں سہو اور اغلاط کا اعتراف مباحثہ دینی اکبر آباد میں مُقر ہے۔ پس جب ان کا یہ حال ہے تو پولوس وغیرہ حواریوں کے خطوط تو کسی طرح بھی علمائے اسلام کے عقیدے کے بموجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل نہیں ہو سکتے۔

واضح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں عرب کے

بعض قبائل عیسائی تھے جیسا کہ یمن میں اور نجران میں بنی حارث
اور یمامہ میں بنی حنظلہ اور تیماء میں بنی طے اور تغلب وغیرہ
قومیں گمراں سب کے پاس فرقہ ملیکیوں اور ابیونیوں اور سُریانی
اور مصری اور ارمنی عیسائیوں کی اناجیل تھیں نہ کہ یہ اناجیل
سو اُن کی تو کسی طرح قرآن میں تصدیق نہیں کیونکہ اسی
زمانہ میں ابیونی اور نیکیز وغیرہ فرقے تھے جن کو یہ فرقہ پراٹسٹنٹ
جو سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا خود بدعتی اور گمراہ
بتلاتا ہے۔ ولیحکم اہل الانجیل یعنی جو دلائل تمھاری کتابوں
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال ہیں تم اُن کے
مطابق حکم دو ورنہ تمھارے دعوے کے موجب تم فاسق ہو۔
کافر اور فاسق اور ظالم تین وصف خدا تعالیٰ کے حکم پر عمل
نہ کرنے والے کے بلا لحاظ حقوق اللہ وحقوق العباد فرمائے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

اور (اے نبیؐ!) آپؐ پر (بھی) ہم نے کتاب برحق نازل کی ہے جو اپنے سے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا

پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس پر نگہبان (بھی)

عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

ہے سو آپؐ اُن میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی سے فیصلہ کیجئے

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ

اور آپؐ اس حق رستہ کو چھوڑ کر جو آپؐ کے پاس آیا ہے اُن کی خوشی پر نہ

الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ

چلنا۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دستور اور رستہ مقرر

مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً

کر دیا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

کر دیتا لیکن جو کچھ تم کو دے رکھا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

سو تم نیکیوں میں پیش قدمی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

پھر کر جانا ہے سو تم کو وہ باتیں کہ جن میں جھگڑا کیا کرتے تھے آپ بتا دے گا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور یہ بھی ہے کہ آپؐ اُن میں اُس کے موافق فیصلہ کر دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ

اور ان کی خواہشوں پہ نہ چلنا اور ان سے بچتے رہنا ایسا نہ

اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ

ہو کہ وہ کسی حکم سے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف نازل کیا ہے آپؐ کو

اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا

بہکا دیں۔ پھر اگر (اس پر بھی) نہ مانیں تو یاد رکھیے کہ اللہ تو

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ

گویا انھیں اُن کے بعض گناہوں سے کسی بلا میں مبتلا کرنا

ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

منظور ہے اور بہت سے لوگ تو بدکار ہی

لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ

ہیں۔ کیا وہ (اب) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا

اور ایمانداروں کے لئے کون شخص اللہ تعالیٰ سے اچھا حکم

لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

دینے والا ہو سکتا ہے؟

ع ۷

ترکیب

بالحق حال ہے الکتاب مفعولِ انزلنا سے مصدقاً ومہیمناً بھی حال ہیں عما جاءک موضع حال میں ہے ای عادلاً عما جاءک ولکن لیبلوکم لام متعلقِ محذوف ہے۔

تفسیر

چونکہ توریت کی بربادی کے بعد خدا تعالیٰ نے انجیل نازل کی تھی اسی طرح انجیل کے معدوم ہو جانے اور حضرت مسیحؑ

کے دین میں افراط و تفریط ہوجانے کے سبب قرآن مجید نازل کیا جس میں خدا تعالیٰ نے تمام کتب سابقہ کے مضامین و مطالب ہدایت افزا کو جمع کر دیا اس لئے فرماتا ہے انزلنا الخ۔ چونکہ قرآن توریت و انجیل کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے کہ وہ برحق اور من اللہ تھیں اور ان کے عمدہ مضامین قرآن میں ہیں اس لئے وہ ان کا مہیمن یعنی محافظ ہے کیونکہ جب وہ مضامین قرآن میں آئے تو اب ان میں کسی طرح کی تبدیل و تحریف ممکن نہیں۔

اس کے بعد آنحضرت علیہ السلام کو قرآن کے اتباع کی تاکید کرتا ہے اور تینوں امتوں میں جو وقتاً فوقتاً احکام جدا گانہ بھیجے ان کی مصلحت فرماتا ہے لکل[1] جعلنا منکم شرعۃً ومنہاجا، شرع ماخوذ ہے شرع فی الشئ سے وھو الدخول فیہ، شریعت کلام عرب میں گھاٹ کو کہتے ہیں۔ شریعۃ بروزن فعیلۃ وہ امور کہ جن کو خدا تعالیٰ نے بندوں پر مقرر کر دیا ہے۔ منہاج کھلا ہوا رستہ۔ بعض کہتے ہیں دونوں سے ایک چیز مراد ہے بعضے کہتے ہیں کہ شریعت سے مراد احکام ظاہریہ اور منہاج سے طریقت یعنی اس کے مکارم (کبیر)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ
ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ

وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ
بنایا کرو۔ وہ (تو) آپس میں ایک دوسرے کے

بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ
دوست ہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان سے رفاقت کرے گا تو وہ بھی

مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
انہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کیا

الظّٰلِمِیْنَ (۵۱) فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ
کرتا۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ جن کے دل میں مرض

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ
ہے (یعنی نفاق) ان سے دوڑ دوڑ کر ملتے ہیں

یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ
(اور آپس میں) کہتے ہیں کہ ہم کو خوف ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جاوے۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ
سو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے ہاں سے فتح لاتا ہے یا کوئی اور بات

مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا
پھر تو اپنے دل کی پوشیدہ باتوں پر

فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ؕ (۵۲) وَیَقُوْلُ
پچھتانے لگیں گے۔ اور ایماندار

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ
کہنے لگیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ

اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ
جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت قسمیں کھا کر کہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ

لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ (۵۳)
ہیں۔ ان کی کمائی اکارت گئی سو وہ خسارہ میں پڑ گئے۔

[1] انبیاء علیہم السلام کا اصول مذہب ایک ہے اس لئے یکے بعد دیگرے تین کتابیں نازل ہوئیں جو ایک دوسرے کی تصدیق و تجدید کرتی ہیں۔ توریت، انجیل، قرآن، مگر مصالح وقت کے لحاظ سے احکام بدلتے ہیں لکلٍّ جعلنا منکم شرعۃً ومنہاجاً میں اسی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی دستور العمل رکھتا اختلاف نہ ہونے دیتا مگر بندوں کی آزمائش کے لئے میدان نہ رہتا۔ پچھلے لوگوں کو پہلی امت کے سخت احکام کی پابندی میں عذر ہوتا اب جب کہ ہر ایک زمانہ کے لوگوں کو ان کے موافق احکام عطا فرمائے تو اب جو کوئی کوشش نہ کرے اس کا قصور ہے یہی آزمائش الٰہی ہے اس کے بعد امت محمدیہ کے تیز رو سواروں کو فرماتا ہے کہ ہاں میدان صاف ہے لو دوڑو سعادت کے جھنڈے لے اڑو سے گوئی توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند + کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد؛ فاستبقوا الخیرات؛ اب اگلے احکام کی آرزو کرنا پرانی لکیر کا فقیر ہونا یہ ضد ہے جس کا ثمرہ مرنے کے بعد معلوم ہو جائیگا فینبئکم الخ۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جدید شریعت پر استقامت کی تاکید فرماتا ہے اور یہود و نصاریٰ کے داؤ گھات سے بچنے کا حکم دیتا ہے ۱۲ منہ

ترکیب

الیہود والنصارٰی لاتتخذوا کا مفعول اوّل اولیاء مفعول ثانی الذین فترٰی کا مفعول اوّل یسارعون مفعول ثانی فیصبحوا معطوف ہے یاتی پر۔

تفسیر

چونکہ خدا تعالیٰ سے نافرمانی کرنا اور فسق و فجور اور شرک و کفر ایک مرض روحانی ہے جو بیشتر ایسے لوگوں سے دلی میل جول رکھنے سے متعدی ہوجاتا ہے اس لئے یہود و نصارٰی کی خرابیاں بیان فرما کر ان سے دلی میل جول کی ممانعت کرتا ہے بقولہ یاایہا الذین آمنوا الخ اولیاء تک کلام تمام ہوگیا۔ بعضہم اولیاء بعض الگ جملہ ہے یعنی وہ کفر و نفاق میں ہمجنس ہیں ان کی باہم محبت قرین قیاس ہے مگر تم ان سے محبت نہ کرو اور جو ایسا کرے گا تو انہیں میں شمار ہوگا۔ روایت ہے کہ عبادۃ ابن الصامت رضؓ نے آنحضرت علیہ السلام کے روبرو حاضر ہوکر یہود کی دوستئ قدیم سے دست برداری کی مگر وہیں عبداللہ ابن ابیؔ منافق بھی کھڑا تھا۔ اس نے کہا ہم ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ ان سے ترک کرنے میں کسی مصیبت کا اندیشہ ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی (کبیر)۔ اور فترٰی الذین سے منافقوں کی گفتگو کا ذکر ہے کہ وہ ان سے دوڑ کر ملتے اور کہتے ہیں کہ ہم کو مصیبت کا اندیشہ ہے فعسی اللہ سے اس کا جواب دیتا ہے کہ عنقریب خدا تعالیٰ اپنے رسولؐ اور مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتحیاب کرے گا اور اپنا حکم ازلی جو سلطنت آسمانی کے غلبہ اور ظہور کا ہے پردۂ خفا سے عرصۂ ظہور میں لاوے گا تو اس وقت اپنے دل کی پوشیدہ باتوں پر (کہ اس رسولؐ کو کبھی غلبہ نہ ہوگا چند روز میں ان مخالفین کے ہاتھ سے ان مسلمانوں کا یہ جوش و خروش سرد ہوجاوے گا۔ ہم کیوں اپنے قدیمی دوستوں سے بگاڑیں) بڑے نادم ہوں گے۔ اور مسلمان متعجب ہوکر کہیں گے کہ لو صاحب یہ منافقین بڑی سخت قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مخالفوں سے اندرخانہ کیسا میل جول ان کی شوکت پر بھروسہ رکھ کر کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ احزاب کے بعد مسلمانوں نے منافقوں کو سخت ملامت کی اور خدا تعالیٰ کی یہ پیشین گوئی پوری صادق ہوگئی۔ چند روز میں اسلام کا غلبہ ہوگیا مخالفوں کی تمام شوکت مٹ گئی۔ حبطت یعنی منافقوں کا ایمان ظاہر کچھ کام نہ آوے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ
ایماندارو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ

عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ
ہوجاوے گا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم موجود کرے گا کہ

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
جن کو دوست رکھے گا اور وہ اس کو محبت کریں گے۔ مسلمانوں پر نرم

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ
کفاروں سے سخت ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ
جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی کچھ بھی پروا

لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت

يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا
کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کشایش دینے والا خبردار ہے۔ تمہارا

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ
دوست تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اور وہ

اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
ایماندار ہیں کہ جو نماز پڑھتے اور

يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾
زکوٰۃ دیتے اور جھکے رہتے ہیں۔

ترکیب

من یرتد شرط منکم من کی صفت یا حال۔ فسوف یحبہم اور یحبونہ اذلۃ اعزۃ یجاہدون لا یخافون قوم کی صفت جو مفعول ہے یاتی کا۔

تفسیر

اس سے پہلی آیت میں کفار سے دلی میل جول سے ممانعت کے بعد یہ فرمایا تھا کہ جو ان سے ملے گا وہ انہیں میں سے ہو جاوے گا یعنی مرتد ہو گا۔ اب اس آیت میں مرتدوں کے حالات بیان کرتا ہے۔ من یرتد، ارتداد کے معنے پھر جانا۔ جو لوگ دین اسلام سے پھر جاتے ہیں ان کو مرتد کہتے ہیں۔ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ مرتدوں کے گیارہ گروہ تھے جن میں سے تین آنحضرت علیہ السلام کے روبرو ہوئے تھے (۱) بنو مدلج ان کا سردار ذوالحمار اسود عنسی ساحر تھا جس نے اطراف یمن میں قبضہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال کو نکال دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رض اور یمن کے رئیسوں کی طرف لکھا۔ آخر یہ شخص فیروز دیلمی کے ہاتھ سے قتل ہوا اس کے قتل کی خبر اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی گو وہاں سے خبر دو مہینے بعد آئی تھی۔ (۲) بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کی قوم ملک یمامہ میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ (۳) بنو اسد طلیحہ بن خویلد کی قوم جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور شکست کھا کر ملک شام میں بھاگ گیا تھا مگر اخیر میں پھر توبہ کر کے سچا اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اور سات قومیں حضرت ابوبکر رض کے عہد میں مرتد ہو گئی تھیں۔ بنو فزارہ عیینہ ابن حصن کی قوم۔ غطفان قرۃ بن سلمہ قشیری کی قوم۔ بنو سلیم فجارۃ بن عبد یالیل کی قوم۔ بنو یربوع مالک بن نویرہ کی قوم اور بعض لوگ بنی تمیم کے جو سجاح بنت منذر کے مرید ہو گئے تھے اس عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مسیلمہ سے نکاح کیا تھا۔ کندہ اشعث بن قیس کی قوم۔ اور بحرین میں بنو بکر بن وائل حطم بن زید کی قوم۔ اور عمر رض کے عہد میں غسان کے لوگ جبلہ کے مرتد ہو جانے سے مرتد ہو گئے تھے۔ جبلہ نے ایک شخص کے طمانچہ مارا تھا حضرت عمر رض نے قصاص کا حکم دیا اس نے ہزار ہا روپے معاوضہ میں دینا چاہا مگر مدعی نے کہا کہ میں بدلہ ہی لوں گا اس خوف کے مارے وہ مرتد ہو کر روم چلا گیا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے تہدید کے طور پر فرماتا اور وعدہ کرتا ہے کہ اسلام کا مدار تم پر نہیں اگر تم میں سے کوئی مرتد ہو جاوے گا تو وہ ایک اور ایسی قوم لاوے گا جس میں یہ وصف ہوں گے۔ (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھیں گے (۲) ایمانداروں کے حق میں نرم خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے گرم ہوں گے دبنا اور تقیہ تو کجا؟ (۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ (۴) کسی کی ملامت اور برا کہنے کی امر حق کے اظہار میں کچھ بھی پروا نہ کریں گے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کی اس قدر قومیں مرتد ہو گئی تھیں ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کونسی قوم کو لایا تھا اور اس کا کون سردار تھا جس کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوا جو تاریخ اسلام سے واقف ہے بے ساختہ کہدے گا کہ ان مرتدوں کے مقابلہ میں صحابہ رض انصار و مہاجرین اور اہل یمن کے لوگ اٹھے تھے جنہوں نے ان سب مرتد قوموں کو پست کر دیا تھا اور ان کے سردار اور خلیفہ حضرت ابوبکر رض تھے۔ اب اس آیت سے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے تصدیق ہوتی ہے۔۔۔۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ
۵۶ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمانداروں کا دوست
اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵۶) ع۸ ۱۴
بن کر رہے گا تو اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی غالب رہے گا۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو

اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ

لوگ کہ　وہ　(یعنے)　اور کھیل مقرر کر رکھا ہے　ٹھٹھا

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے　اُن کو اور کافروں کو دوست

الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ

نہ بناؤ،　اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى

تم مؤمن　ہو.　اور جب تم نماز کے لئے اذان

الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ

دیتے ہو تو وہ اس سے ہنسی اور مسخراپن کرتے ہیں.

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

یہ اس لئے کہ وہ بے عقل قوم ہے.

ترکیب

ومن مبتدا متضمن شرط اللہ اور رسولہ اور والذین آمنوا یتول کا مفعول فانّ حزب اللہ خبر لاتتخذوا نہی انتم ضمیر اُس کی فاعل الذین موصول اتخذوا فعل دینکم مفعولِ اوّل ہزؤا ولعبًا مفعول ثانی من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم الذین کا بیان یہ تمام صلہ والکفار اس پر معطوف یہ سب مفعولِ اوّل یاایہا الذین آمنوا لاتتخذوا کا اولیاء مفعولِ ثانی۔

تفسیر

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہی۔ اگر شیعہ یہ کہیں (کہ اس گروہ کا سردار اور اس وعدہ کی تکمیل کے مہتمم حضرت علیؓ تھے اور لوگوں کا حضرت علیؓ کو خلیفہ نہ کرنا اور اُن کا حق تلف کرکے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا اور فاطمہؓ کا حق باغِ فدک نہ دینا ارتداد ہے اس وجہ سے جنھوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا وہ سب مُرتد ہوگئے) تو ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تمام انصار و مہاجرین کے مشورہ سے ہوئی تھی اگر یہ سب اس وجہ سے مرتد ہوگئے تو پھر ان مُرتدوں کو حضرت علیؓ نے کب پست کیا اور خدا تعالےٰ نے کب اپنے وعدہ کو سچا کیا اور وہ کون سی قوم معینِ اسلام پیدا ہوئی تھی؟ بلکہ برخلاف اس کے حضرت علیؓ ہمیشہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں شریکِ رائے رہے اور ان عرب کی مُرتد قوموں پر چڑھائی کرنے میں اُن کے دل سے شریک رہے اور کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں برباد کرکے اسلام کے قبضہ میں کرنا اور اسلام کی بے نہایت ترقی کا پایا جانا سب ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت اُن حضرت علیؓ کی وزارت میں متحقق ہوا۔ رہا یہ احتمال کہ حضرت علیؓ دل سے شریک نہ تھے اوّل تو لا یخافون لومۃ لائم کے خلاف ہے، دوم پھر اس ارتداد کے مقابلہ میں بجائے مقابلہ کے مدد کرنا معاذ اللہ خدا تعالےٰ کے وعدہ کو جھوٹا کر دینا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہی ارتداد مراد ہے جو در اصل اسلام سے پھرنا تھا اور جس کو سب ارتداد کہہ سکتے ہیں نہ کہ علیؓ کو اوّل مقدّم خلیفہ نہ بنانا کیونکہ اس کو خود حضرت علیؓ نے ہی ارتداد نہیں قرار دیا بلکہ وہ اُن لوگوں کو مسلمان سمجھتے رہے مناکحت امامتِ صلوٰۃ نماز جنازہ تمام باتوں میں ان سے متفق رہے۔ اس کے بعد کافروں کی ولایت سے منع کرکے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کی ولایت اور حمایت میں رہنے کی ترغیب دلاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی جماعت کے لئے انجام کار غلبہ کا وعدہ دیتا ہے بقولہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا - پھر مؤمنین کے یہ چند اوصاف ذکر کرتا ہے یقیمون الصلوٰۃ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں یہ بدنی اور روحانی عبادت کا اصلِ اصول ہے ویؤتون الزکوٰۃ کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں یہ مالی عبادت کا رُکن اعظم ہے وہم راکعون ابومسلمؒ کہتے ہیں کہ رکوع سے مراد خضوع ہے کہ وہ یہ باتیں نہایت خشوع و خضوع سے کرتے ہیں۔ بعض نے اس کو یؤتون الزکوٰۃ سے حال بنا کر حالتِ نماز میں اللہ تعالیٰ کے لئے

انگوٹھی دینا حضرت علیؓ کی نسبت روایت کیا ہے۔ و من یتول
یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور ایمانداروں کے ساتھ
دوستی کرنے والوں کے حق میں بشارت دیتا ہے کہ فان حزب
اللہ ہم الغالبون کہ انجام کار خدا تعالیٰ کا گروہ غالب رہے گا
سو ایسا ہی ہوا۔ پھر اس کے بعد منافقوں کے ساتھ محبت
کرنے سے ان کے چند اوصاف ذمیمہ بیان کرکے ممانعت کرتا
ہے کہ انہوں نے دین کو کھیل کود سمجھ رکھا ہے اور جب کہ اذان
کہی جاتی ہے تو اس پر ٹھٹھا کرتے ہیں چنانچہ مدینہ کے منافق
اور یہود اذان سن کر واہی تباہی باتیں بنایا کرتے تھے۔
فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ یہ احمق ہیں ورنہ نماز و اذان میں
عقلاً کوئی برائی نہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ
کہہ دو کہ اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے اسی بات کا بدلہ لیتے ہو کہ
اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
ہم اللہ تعالیٰ پر اور وہ جو ہماری طرف نازل ہوا اس پر اور جو کچھ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ
ہم سے پہلے نازل ہوا اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ تم میں سے
فٰسِقُوْنَ (۵۹) قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
بہت لوگ فاسق ہیں۔ (اے نبیؐ ان سے) کہہ دو کہو تو میں تم کو جو اللہ تعالیٰ کے
مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ
نزدیک بدتر لوگ ہیں وہ سنا دوں۔ (یہ وہ ہیں) جس پر
لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ
اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر غصہ ہوا اور ان میں سے
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ
بندر اور سور بنا دیئے اور (وہ لوگ کہ) جنہوں
الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ
نے شیطانوں کو پوجا انہی لوگوں کا برا ٹھکانا ہے اور
اَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ (۶۰) وَاِذَا
(یہی لوگ) سیدھے رستہ سے گمراہ ہیں۔ اور جب کہ
جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا
وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ
بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَ
کفر لے کر آتے اور وہی لے کر نکلے بھی۔ اور
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ (۶۱)
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔
وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي
اور آپ تو ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ
گناہ اور ظلم اور حرام خوری میں دوڑ کر گرتے ہیں۔
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۶۲)
البتہ وہ بہت ہی برا کر رہے ہیں۔

ترکیب

وان اکثرکم فاسقون جملہ معطوف ہے ان آمنا پر
مثوبۃ تمیز ہے بشر سے من لعنہ اللہ جملہ بدل ہے
بشر سے وعبد اگر ماضی کا صیغہ مانا جاوے تو اس کا
عطف لعنہ اللہ پر ہے ورنہ القردۃ پر۔

تفسیر

یہود و نصاریٰ جو اسلام کی عبادت و اذان پر ٹھٹھا
کرتے تھے۔ اب ان سے بطور الزام کے کہا جاتا ہے کہ کیوں
صاحبو! ہم پر ٹھٹھا کرنے کا یہی باعث ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ
پر اور جو کچھ اس نبیؐ اور اس سے پہلے انبیاءؑ پر نازل کیا
ایمان رکھتے ہیں اور تم میں سے اکثر نماز و روزہ سے غافل
اور فاسق ہیں۔ سو یہ تو کوئی عیب اور برائی کی بات
نہیں ہاں عیب اور برائی کے قابل وہ لوگ ہیں کہ جن پر
خدا تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کی صورتوں کو بندر اور
سور کی صورتوں میں مسخ کیا اور انہوں نے طاغوت یعنی

شیطان کی پرستش یعنی پیروی کی۔ چونکہ یہود میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی تھیں اور اس کو وہ تسلیم کرتے تھے اس لئے تعریضاً اُن پر اس قابلِ عیب بات کا اشارہ کیا۔

بندر اور سؤر بنانا اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السّلام کے عہد میں۔ یہود پر سبت کے روز شکار کرنے کی وجہ سے گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے چہروں کو طاعون کے مرض میں مبتلا کر کے ایسا سُوجا پُھلا دیا تھا کہ بعض کی بندر کی صورت اور بعض کی سور کی صورت معلوم ہوتی تھی آخر تین روز کے اندر اندر اسی میں ہلاک ہو گئے اس کا بیان اُوپر گزر چکا۔ عبد الطّاغوت میں یہود کی اُس بُت پرستی اور فسق و فجور کی طرف اشارہ ہے کہ جو بُخت نصر کے عہد سے پہلے اور اُس کے پیچھے اُن میں توریت اور شریعت کے ترک کرنے سے واقع ہوئی۔ چونکہ یہود کا حُسنِ ایمانی بالکل جاتا رہا خدا پرستی اور نیک بختی اور فسق و فجور اُن کے نزدیک کچھ بھی وزن نہیں رکھتا تھا اس لئے وہ اغراضِ دُنیا کے واسطے جب آنحضرت علیہ السّلام کی مجلس وعظ و پند میں آتے تو ایمان ظاہر کرتے تھے مگر جب اُٹھ کر جاتے تھے تو دامن و آنچل جھاڑ کر ویسے کے ویسے ہی اُٹھتے تھے اُن کی اس حالت سے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ واذا جاء وکم قالوا اٰمنا الخ یعنی اس قوم کے شجرِ کہنہ میں اصلاح کی قابلیت ہی نہ رہی یہ اس قابل ہے کہ اس کو زمین پر سے بالکل کاٹ دیا جاوے کہ اس کے کانٹے اور بُرے پھلوں سے اور بنی آدم کا مزاج روحانی خراب نہ ہو سو ایسا ہی ہوا۔

لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ
اُن کے درویش　اور علماء۔ اُن کو بُری بات　اور
عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ ؕ
حرام کھانے سے　کیوں　نہیں　روکتے؟
لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ
البتہ وہ بہت ہی بُرا کرتے ہیں۔　اور یہودیوں نے
الۡيَهُوۡدُ يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ ؕ غُلَّتۡ
کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ ہے۔　تنگ ہو جاویں
اَيۡدِيۡهِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا ۘ بَلۡ
اُنہی کے ہاتھ اور لعنت پڑے اُن کے اس کہنے پر۔　بلکہ
يَدٰهُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ يُنۡفِقُ كَيۡفَ يَشَآءُ ؕ
اُس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔
وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ
اور جو کچھ آپ پر آپ کے ربّ کی طرف سے نازل ہوا وہ تو اُن میں سے بہتوں
اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ؕ وَ
کو اور بھی سرکشی　اور کفر کا باعث ہوگا۔　اور
اَلۡقَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ
ہم نے اُن میں قیامت تک آپس کی عداوت　اور کینہ
اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا
ڈال دیا ہے۔　وہ جب کبھی آتشِ جنگ سُلگاتے ہیں
نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسۡعَوۡنَ
تو اللہ تعالیٰ اُس کو بُجھا دیتا ہے۔　اور وہ زمین میں فساد
فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں۔　اور خدا تعالیٰ مفسدوں کو پسند
الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡكِتٰبِ
نہیں کرتا۔　اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے
اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَـكَفَّرۡنَا عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ
اور پرہیزگاری کرتے تو ہم اُن سے اُن کی بُرائیاں دُور کر دیتے
وَلَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوۡ
اور اُن کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔　اور اگر
اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَ
وہ توریت اور انجیل کو　اور اُس کو جو اُن کی طرف اُن کے ربّ کی
مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَكَلُوۡا
طرف سے نازل کیا گیا ہے (پورا پورا مانتے) تو کھایا کرتے

وقف لازم

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ

اپنے اوپر اور پاؤں کے نیچے سے (یعنی آسمان وزمین سے) اُن میں سے

اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

ایک جماعت تو راہِ راست پر ہے۔ اور بہت سے اُن میں سے برُے کام

سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ۹ ۱۴

کر رہے ہیں۔

ترکیب

واکلهم السحت مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف وکذا قولہ عن قولهم الاثم۔ ماکانوا یعملون جملہ بتاویلِ مصدر فاعل بئس۔ لیزیدن کا فاعل ما انزل الخ کثیرا مفعول اول طغیانا وکفرا مفعول ثانی غلت الخ جملہ بددعاء کے لئے ولو ان شرط لکفرنا جواب ولو انهم اقاموا شرط لاکلوا جواب شرط۔

تفسیر

پہلے جملہ میں اُن کے عوام پر عتاب تھا کہ وہ حرام خوری اور بے دینی میں مبتلا ہو رہے ہیں یہاں اُن کے علماء اور درویشوں پر تنبیہ ہوتی ہے کہ پھر یہ لوگ کیوں اُن کو ایسی برُی باتوں سے منع نہیں کرتے؟ اور جب جس قوم کے علماء اور عوام کا یہ حال ہوگا تو وہ قوم کیونکر فلاح اور سعادت کا مُنہ دیکھ سکتی ہے؟ اس لئے نصیحتاً فرماتا ہے کہ لبئس ما کانوا یعملون۔ پھر ماکانوا یعملون کی تفصیل کرتا ہے، وقالت الیهود ید اللہ مغلولۃ یہ بات غالباً مدینہ کے آس پاس کے رہنے والے بعض شریروں نے کی تھی نہ کہ کل یہود نے اور اس کُفر کے کلمہ کہنے کا باعث علمائے اسلام نے یہ بیان کیا ہے کہ جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً کہ کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیوے؟ یہودی بے ادبوں نے اُس کا مطلب نہ سمجھ کر یہ کلمہ جواب میں کہدیا۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا فقر و فاقہ دیکھ کر تمسخر کے طور پر یہ کہدیا ہو۔ یا اس لئے کہ یہود کی سلطنت و شوکت کا زوال خیال میں آگیا ہو۔ غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا یہ جملہ بددعاء کے طور پر اس کے جواب میں فرمایا بل یداہ مبسوطتٰن ہاتھوں کا بند ہونا اور کُشادہ ہونا کنایہ ہے بُخل اور جُود سے زبانِ عرب میں سخی کو مبسوط الید کہتے ہیں۔ آیت میں اگرچہ خدا تعالیٰ کے لئے لفظِ ید آیا ہے اور اسی طرح اور بہت جگہ ید اور وجہ کا اطلاق ہوا ہے مگر جمہورِ اہلِ اسلام آیاتِ تنزیہ پر لحاظ کرکے اس بات پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیت اور اُن کے لوازمات حدوث و امکان سب سے پاک اور منزہ ہے شرح عقائد نسفی اور شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرہ کُتبِ کلام میں اس کی تصریح ہے۔ پھر ہاتھ اور مُنہ اور ساق سے کیا مراد ہے؟ متقدمین فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ چونکہ قرآن و احادیثِ صحیحہ میں اس کی نسبت وارد ہیں اور ان کے معنے متبادر جو ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ اس کی ذاتِ پاک کے لائق نہیں اس لئے ہم ان الفاظ کے معانی کو اس کے سپرد کرتے اور الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق مجازاً ہوا ہے چنانچہ اس جگہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے محاورہ عرب کے موجب اُس کا جواد، کریم ہونا مُراد ہے اور یہی حال تمام الفاظ کا ہے (کبیر) اور صحیح تر بھی یہی ہے۔ ولیزیدن کثیرا منهم الخ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ یہود نے جو اقرضوا اللہ قرضاً حسناً پر اعتراض کرکے ید اللہ مغلولۃ کہدیا اور ایسی کُفر کی باتیں مُنہ سے بکنے لگے کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ شریر اور بدنہادوں کا قاعدہ ہے کہ اُن کو جس قدر نصیحت کیجئے وہ اسی قدر ضد میں آکر اور بھی کُفر بکنے لگتے ہیں جوں جوں قرآن مجید میں اُن کے لئے نصائح نازل ہوتے رہیں گے اُسی قدر اُن کا انکار اور ضد کرکے یہ کُفر اور سرکشی میں آگے قدم رکھیں گے کیونکہ ان میں صلاحیت نہیں رہی ہر ایک شخص اپنی خواہش نفسانی کا بندہ ہے اور اس کے جو

کوئی سدِّ راہ ہوتا ہے اُس سے جنگ و جدال پیش آتا ہے کینہ و عداوت ظاہر کرتا ہے کس لئے کہ اتفاق کا باعث اتحاد مقصود ہے اور اختلاف و عداوت کا سبب اختلافِ اغراض و مقاصد ہے سو اس حالت کو خدا تعالیٰ اپنا آسمانی قہر جتلا کر یہ فرماتا ہے والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیٰمۃ اور کچھ باہمی عداوت اور بُغض پر منحصر نہیں بلکہ یہ حق کے مقابلہ میں بھی بار بار آتش فتنہ و فساد سُلگاتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے پانی سے بجھا دیتا ہے کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأہا اللہ پھر جب اُس سے ناکام رہتے ہیں تو اور طرح طرح کے فساد اُٹھاتے پھرتے ہیں ویسعون فی الارض فسادا الخ۔ پھر اُن کے ذمائم بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ جو کچھ خرابیاں اُن پر پڑی ہیں دارین کی برکات سے محروم ہو گئے۔ خصوصاً یہود دُنیاوی ذلتوں میں گرفتار کئے گئے بخت نصر اور انٹیوکس اور طیطس وغیرہ کے حوادث میں مبتلا ہوئے یہ سب بلا اُن پر اس سبب سے ہے کہ انھوں نے توریت و انجیل پر عمل نہیں کیا ولو ان اہل الکتاب آمنوا واتقوا الخ ولو انہم اقاموا التوراۃ والانجیل الخ اگر یہ آسمانی کتابوں پر عمل کرتے تو ان پر برکتوں کے دروازے کھل جاتے اور اپنے اُوپر اور نیچے سے کھاتے یعنی ہر طرف اور ہر طرح سے ان پر رزق میں وسعت اور کشائش ہو جاتی۔ یا اُوپر سے کھانا آسمانی بارش سے آمدنی یا درختوں کے پھل مراد اور نیچے سے کھانے سے یا زمین کی پیداوار نباتات یا زمین کی اور آمدنی۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا۔ توریت کو یہود نے ایسا چھپا کر عالم سے ہی معدوم کر دیا۔ اسی طرح اپنی اپنی تصانیف کے لئے انجیل شریف کو کھو دیا۔ یہ کلام بالذات تو اُسی زمانہ کے لوگوں سے ہے جنھوں نے توریت و انجیل کی موجودگی میں اُن پر عمل نہ کیا اور تبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے یہود و نصاریٰ سے جیسا کہ اوّل سورہ میں اذ انجاکم من آل فرعون وغیرہ میں اُن کے خاندان کی نعماء کا اُن پر ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور اگر خصوصاً آنحضرت علیہ السلام کے عہد کے یہود ونصاریٰ سے خطاب ہو تو توریت و انجیل سے مُراد اُن کے احکام ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "اقامۃ التوراۃ والانجیل اقامۃ احکامہا وحدودہا"۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گو توریت و انجیلِ اصلی موجود نہ تھی مگر اُن کے احکام تو اس فرضی توریت و انجیل میں بیشتر موجود تھے اس لئے وہ بھی عمل نہ کرنے سے موردِ الزام ہوئے۔

یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں توریت و انجیل اصلی کا موجود ہونا سمجھ لینا اور پھر اس سے آج کل کے فرضی مجموعہ کو وہی توریت و انجیل بتانا محض کم فہمی ہے اور دھوکہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
اے رسول ﷺ! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اس کو
مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا
پہنچا دو۔ اور اگر یہ نہ کیا تو آپ نے اس کا کچھ
بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ
بھی پیغام نہ پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے
النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو رہنمائی نہیں
الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ
کرتا۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب!
لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ
تم جب تک توریت اور انجیل کو اور جو کچھ تمھاری طرف تمھارے
وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن
رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (سب کو) قائم نہ رکھوگے تو تم کسی طریقہ
رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا
پر بھی نہیں۔ اور البتہ اُن میں سے بہتوں کو اُس کلام سے کہ جو آپ کی طرف
أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَ
آپ کے رب کے ہاں سے نازل ہوا ہے اور بھی سرکشی اور کفر بڑھ
كُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾
جائے گا۔ سو آپ کافروں پر کچھ بھی افسوس نہ کریں۔

ترکیب

بلّغ فعل بافاعل ماانزل الخ صلہ و موصول اس کا مفعول۔ وان لم تفعل شرط فما بلغت جواب واللہ مبتدا یعصمک خبر حتے غایۃ ہے لستم کی۔

تفسیر

یہود و نصاریٰ کی خرابیاں بیان فرماکر آنحضرت علیہ السّلام کو تبلیغ وحی میں بلّغ کے ساتھ تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اگر آپؐ کسی کے خوف و اندیشہ سے تبلیغ دین میں کچھ کوتاہی کریں گے تو عہدِ رسالت کے ذمہ دار ہوں گے۔ چونکہ عرب کی مشرک قوموں سے تو مکہ ہی سے بسببِ توحید ظاہر کرنے کے مخالفت سخت ہوگئی تھی وہ شب و روز نبی علیہ السّلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی ایذاء اور تکلیف دہی میں سرگرم تھے اس لئے جب اُن کے ظلموں کی برداشت نہ ہوسکی مکّہ مکرّمہ چھوڑ کر مدینہ طیّبہ میں رہنا اختیار کیا یہاں۔ یہود و نصاریٰ کے گروہ زور آور اور سرکش تھے یہ بھی امرِ حق کے ظاہر کرنے سے جو ان کی طبائع کے خلاف اور رسمی مذہب کے برخلاف تھا سخت دشمن ہوگئے۔ بیچارے انصار اور چند غریب اور مفلس مہاجرین سو وہ بظاہر تمام قبائلِ عرب اور یہود و نصاریٰ کے دفع ظلم و ستم پر پورے قادر نہ تھے ایسی صورت میں انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہے کہ ذرا لب بند کرے۔ مگر چونکہ آپؐ اُس کے رسولِ برحق اور نبیِٔ موعود تھے جن کے آنے پر تمام قوموں کی بھلائی اور نجات منحصر رکھی گئی تھی اس لئے خداتعالےٰ نے تاکید سے بلّغ ماانزل فرمایا اور لوگوں کے خوف اور دہشت کی بابت آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لیا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور ایسی حالت میں جس کا عشرِ عشیر حضرت مسیح علیہ السّلام اور زکریا و یحییٰ علیہما السّلام پر نہ تھی تب وہ کفّار کی گزند سے محفوظ نہ رہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا محفوظ رہنا خصوصًا ایسے ملک میں کہ جہاں کوئی حاکم بھی ظالموں کے لئے دار و گیر کرنے والا نہیں ایک بڑی دلیل منجانب اللہ ہونے کی ہے مگر کافروں کی آنکھوں پر ازلی پردہ ہے۔ اور اُس سے دیکھ نہیں سکتے انّ اللہ لا یھدی القوم الکافرین کے یہی معنے ہیں۔ اس کے بعد ماانزل الیک من ربّک کی قسمِ خاص کو جو اُس وقت ضروری التبلیغ تھی یہود و نصاریٰ کے گمانِ فاسد کو ایسے طور پر غلط کرنے کے لئے کہ جس کو وہ بھی تسلیم کرلیں یہ ارشاد ہوا قل یا اہل الکتاب الخ کہ جب تک تم توریت و انجیل اور خداتعالےٰ کے تمام نوشتوں پر نہ چلوگے فلاح و سعادت کا مُنہ نہ دیکھوگے۔ یہ مقدّمہ مسلّم ہے۔ رہا ان کتابوں پر چلنا سو وہ ان کی تحریفات و تخریبات کلی کی وجہ سے بجز قرآن مجید کے کہ جو اُن کتابوں کا محافظ و مہیمن ہے یعنی سچّا خلاصہ مع ترمیمِ الٰہی ممکن نہیں۔ سو بغیر قرآن و نبی علیہ السّلام راہ ہدایت ملنی ممکن نہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ اس بات کو کب ماننے والے تھے بلکہ سرکشی اور عناد کرنے والے ولیزیدنّ الخ اس لئے آپؐ کو تسلّی دیتا ہے کہ پھر تم بھی کچھ اُن کی اس حالت پر رنج و افسوس نہ کرو فلا تأس الخ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
بے شک جو کوئی مسلمان اور یہودی

وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ
اور صابی اور نصرانی اللہ تعالےٰ اور قیامت کے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
دن پر ایمان لاوے اور اچھے کام بھی کرے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾
تو اُس پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غمگین ہوگا۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ
البتہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ
اُن کے پاس رسول بھی بھیجے تھے، جب کوئی رسول اُن کے پاس

رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا

وہ احکام لے کر آیا جو اُن کے دل کو ناپسند ہوئے، تو رسولوں کے

كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ

ایک فریق کو جھٹلایا اور کتنوں کو قتل کرنے لگے۔ اور

حَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا

یہ سمجھ لیا تھا کہ کچھ خرابی نہ آئے گی سو وہ اندھے

وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ

اور بہرے بن گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایت کی تو پھر

عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ

ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے بن گئے۔ اور جو کچھ وہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾

کر رہے ہیں (اس کو) اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

ترکیب

من آمن شرط فلا خوف الخ جواب جملہ خبر ان والصابئون مبتدا اس کی خبر محذوف جیساکہ فَانِّیْ وَقَیَّارٌ بِہَا لَغَرِیْبٌ ای فانی لغریب وقیار بہا کذالک کلما جار شرط ثم جار کالسبب متعدی ہونے کے مفعولِ اوّل بما لا تہوی مفعول ثانی رسول فاعل فریقا الخ جملہ جواب۔

تفسیر

چونکہ یہود و نصاریٰ کو یہ گمان تھا کہ نجات یہودی یا نصرانی کے بعد اور کو نہیں ہوگی اور اب تک دونوں فریق کو یہی گمان ہے جیساکہ ہنود کا گمان ہے حالانکہ یہ گمان بالکل غلط ہے۔ اس کا ابطال کرنا منصب خاتم النبوۃ کا فرض تھا۔ اگر یوں ابطال کرتے کہ تمہارا گمان غلط ہے تو چنداں موثر نہ ہوتا بلکہ وہ یہ طعن کرتے کہ یہ نبی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اتباع سے منع کیا کرتا ہے کیسا نبی ہے؟ بلکہ ایک ایسی مسلّم بات بیان کی کہ جس کی تسلیم کے بغیر کسی عقلمند آدمی کو چارہ نہیں ہے جس سے خود بخود اُن کے عقیدۂ فاسدہ کا ابطال ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عنایت کی ہیں جن کی تکمیل سے اُس کی نجات ہے۔ ایک قوتِ نظریہ، اس کی تکمیل یہ ہے کہ اشرف الموجودات حق سبحانہ کو مع صفات خصوصاً صفت اقامتِ حشر و نشر جزا و سزا جانے۔ دوسری قوتِ عملیہ اس کی تکمیل یہ ہے کہ خالق کی تعظیم و عبادت کے بعد خلق کی نفع رسانی۔ اس لئے اعلانِ عام کے طور پر فرماتا ہے کہ خواہ کوئی یہودی ہو خواہ نصرانی، خواہ مسلمان ہو خواہ صابی جو ان دونوں قوتوں کی تکمیل کرے گا اوّل کی طرف من آمن باللہ والیوم الآخر میں اور دوسری کی طرف وعمل صالحاً میں اشارہ کیا) وہ نجات کے دونوں حصوں کو حاصل کرے گا۔ اوّل یہ کہ اس کو وہاں کے عقوبات سے کچھ خوف نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ وہاں کے نعماء کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں ہاتھ سے جانے پر کچھ حزن نہ کرے گا۔ چونکہ اس تکمیل کا نام اسلام ہے اس لئے اُن کے مقابلہ میں نجات کا انحصار اسلام پر کرنا بہت ٹھیک بات ہے۔ اس کے بعد یہود کی قدیم سرکشی بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ جو ایسی سرکش اور گمراہ قوم ہو اور اس گمراہی کو تسلیم بھی کرتی ہو نبی معہود کی اطاعت نہ کرے اور اپنی سرکشی میں نجات کا دعویٰ کرے بایں خواری توقعِ ملک داری کا مضمون ہے اور وہ قدیم سرکشی یہ ہے لقد اخذنا یعنی باوجودیکہ بنی اسرائیل سے عہد لے لیا تھا اس پر پے در پے انبیاء بھی بھیجتے رہے مگر جب کسی نے ان کے برخلاف کہا تو اُس کے قتل و تکذیب کے درپے ہو گئے جیساکہ زکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ کیا اور لطف یہ ہے کہ باوجود اس قتل و تکذیب کے صرف نسل یعقوبؑ و ابراہیمؑ سے ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اُن پر کوئی بلا نازل نہ ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ وہ اندھے بہرے ہو جاتے تھے پھر خدا تعالیٰ اُن کو کسی نبیؑ کی معرفت متنبہ کرتا تھا ثم تاب اللہ علیہم مگر چند روز بعد پھر وہ اندھے بہرے ہو جاتے تھے نہ حق کو دیکھتے تھے نہ کسی حق گو کی سُنتے تھے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا قہر اور باعث ہلاکتِ دارین ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

بے شک وہ کافر ہو چکے جنھوں نے (یہ) کہا کہ خدا تو مسیح

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ

مریم کا بیٹا ہے۔ حالانکہ خود مسیح (یہ) کہہ چکا کہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ

اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو جو میرا اور تمھارا دونوں کا

وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

رب ہے۔ کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیراتا ہے تو ضرور

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ

اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ

اور بے انصافوں کا کوئی مددگار نہیں۔ بے شک

كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

وہ کافر ہو چکے جنھوں نے کہ اللہ تعالیٰ کو تین میں کا تیسرا

ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ

کہا۔ حالانکہ بجز ایک اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ

اور اگر وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے باز نہ آویں گے تو ضرور ان میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

سے کافروں کو عذاب الیم پہنچ کر رہے گا۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ

پھر وہ کس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ

حالانکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم

ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

تو صرف رسول ہے۔ جو اس سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ

بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔ اور اس کی ماں پاک دامن ہے۔

ن سچی بندی

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ

دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو

كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ

ہم ان کو کیسے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

وہ کیسے بہکے چلے جاتے ہیں۔

ترکیب

ثالث ثلاثۃ" ای احد ثلثۃ" اور ایسے موقع میں بجز اضافت کے اور کوئی صورت جائز نہیں وما من الٰہ من زائد اور الٰہ موضع مبتدا میں ہے اور خبر محذوف ہے ای وما للخلق الٰہ۔ الا اللہ بدل ہے الٰہ سے لیمسّن جواب ہے قسم محذوف کا اور یہ قائم مقام ہے جواب شرط کے جو ان لم ینتہوا ہے منہم موضع حال میں ہے الذین سے قد خلت موضع رفع میں صفت رسول کی کانا یاکلان الخ اس کا اعراب میں کوئی محل نہیں۔

تفسیر

بلّغ ما انزل کے بعد مجملاً اہلِ کتاب کو لستم علیٰ شئی حتے تقیموا التوراۃ والانجیل کہہ کر پھر تفصیلاً ہر ایک عقیدۂ فاسدہ پر کلام کرتا ہے۔ چونکہ عیسائی اپنے دین کو حضرت موسیٰؑ کے دین کا عطر اور پچھلے نبی کا آراستہ کردہ اور روحانی مذہب خیال کرتے تھے۔ یہ خیال اس وقت تک صحیح تھا جس وقت کہ اس مقدس مذہب میں تحریف وتبدل نہ ہوئی تھی مگر چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد پولوس اور اس کے مریدوں کی افراط و تفریط سے اس دین میں ایسا خلط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہوگیا جس کی اصلاح اور درستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر منحصر تھی اس لئے سب سے اوّل ان کی اوّل غلطیٔ اعتقاد ظاہر فرماتا ہے

اور یہ اعتقاد حد درجہ کی تاریکیٔ روح کا باعث تھا اس لئے اس کو لفظ کُفر سے تعبیر کیا الوہیت مسیحؑ کو لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم۔ عیسائیوں کے اکثر فریق خصوصًا کلیسائے عرب بلکہ آج کل کے رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ حضرت مسیح علیہ السلام کو اِلٰہ یعنی خدا کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے حضرت مریم کے پیٹ سے بشکلِ مسیحؑ ظہور کیا۔ جیساکہ ہندوؤں کا اعتقاد اوتار ولی کی نسبت ہے کہ الیشر یعنی خدا تعالےٰ شیر اور انسانوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اس لغو اعتقاد کے ابطال پر دلائل کی ضرورت نہ سمجھ کر صرف مسیح علیہ السلام کے قول پر بس کیا کہ جس سے الوہیت کی نفی اور عبودیت کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ وقال المسیح الخ کہ مسیحؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا خدا ہے کیونکہ جو اُس کے سوا اور کو پوجے گا وہ مُشرک ہوگا کہ جس پر جنّت حرام اور جہنّم اُس کا ٹھکانا ہے۔ انجیل مرقس کے ۱۲ باب ۲۹ ورس میں ہے: ”یسوعؑ (مسیحؑ) نے اُس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیلی سُن! وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو اپنے خداوند کو سارے دل وجان وعقل وقوّت سے پیار کر“ (یعنی اُس کی خالصًا عبادت کر) انتہٰی ملخصًا۔ یہ مضمون اس جگہ پُورا پایا گیا۔ رہا انہ من یشرک باللہ دوسرے مواضع سے ثابت ہے اور ممکن ہے کہ ناقلِ انجیل نے یہ جُملہ سہوًا ترک کیا ہو، یہ نقلِ کلامِ مسیحؑ نہ ہو اور اس مطلب کے مؤیّد اور بھی جُملے اناجیلِ موجودہ میں پائے جاتے ہیں جن سے مسیحؑ کا بندہ ہونا پایا جاتا ہے بلکہ خود اُن کا عبادت کرنا، روزہ رکھنا ان اناجیل میں مذکور ہے۔ پس اگر خدا ہوتے تو عبادت کس کی کرتے؟ اور اپنا خدا واحد کیوں بتلاتے؟ بلکہ خود خدائی کے مدّعی ہوتے سو ایسا کہیں نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قول غلط ہے لوگوں نے افراطِ محبّت سے پیدا کرلیا ہے۔

عیسائیوں کا دوسرا عقیدۂ بد تثلیث کا تھا اور اب بھی ہے کہ جس کو وہ موجبِ نجات سمجھتے ہیں اس کو بھی خدا تعالےٰ نے بلفظِ کُفر تعبیر کیا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ۔ عیسائی (نہیں بلکہ پولوسی) کہتے ہیں کہ جو ہرِ واحد[1] کے تین اقنوم (حصّے) ہیں، اَب، ابن، روح القدس۔ اور یہ تینوں مل کر ایک خدا ہوا۔ جیساکہ آفتاب کا اطلاق قرص اور شعاع اور حرارت پر ہوتا ہے۔ اَب سے مراد اللہ اور ابن سے کلمہ یعنی حضرت مسیحؑ۔ اور رُوح سے حیات یا جبرئیلؑ۔ اور عرب کے عیسائی بجائے رُوح القدس کے تیسرا اقنوم حضرت مریمؑ کو قرار دیا کرتے تھے۔ اس کو تثلیث کہتے ہیں۔ اس سے خدا تعالیٰ منع کرتا اور عذابِ الیم کا خوف دلاتا ہے۔

اب اس خراب اور فاسد عقیدے کے بُطلان پر چند ادلّہ قائم کرتا ہے۔ (۱) ما من الٰہ الا الٰہ واحد الخ یہ بات کہ خدا ایک ہے تمام انبیائے سابقین اور عقل اور خود مسیحؑ کی شہادت سے ثابت ہے جو اناجیلِ مروّجہ میں بھی اب تک پائی جاتی ہے اور تثلیث اس توحید کی صریح نقیض ہے پس اس کے بطلان میں اب کیا کلام باقی ہے؟ اس کے جواب میں بعض پادری کبھی ان تینوں اقانیم کو صفات کہتے ہیں کبھی مراتب اجمال وتفصیل قرار دیتے ہیں مگر ان کے وجود مستقل ماننے اور باہم علّت ومعلول قرار دینے نے سب توجیہات کو باطل کر رکھا ہے۔ (۲) ما المسیح ابن مریم الا رسولؑ کہ اور رسولوں سے مسیحؑ میں کوئی بات زائد نہ تھی پھر جب وہ خدا یا خدائی کا جزو نہیں تو یہ کیونکر ہوگئے؟ اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا تو آدمؑ بغیر باپ اور ماں کے

[1] ان تینوں اقنوم کو بعض نے وجود حیات علم کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ سیل نے مقدمہ ترجمۂ قرآن میں لکھا ہے کہ عرب میں ایک فرقہ تھا جس کو لیریڈیئس کہتے ہیں وہ بھی مریم کو تثلیث میں بجائے روح القدس داخل کرتا تھا۔ جس طرح کہ میر بائٹ کہلانے والے لوگ داخل کرتے تھے۔ قرآن مجید میں آیا ہے اتخذونی وامّی الٰہین۔ الآیۃ انھیں لوگوں کے اعتقاد کے رد میں ہے۔ فرقہ ابیونی اس تثلیث کا [illegible] تھا اور ۳۰۰ عیسوی میں مارتین فرقہ بھی منکر تثلیث تھا [illegible] (باقی صفحہ ۲۹۶)

پیدا ہوئے تھے۔ اگر مُردہ زندہ کرنا تو حضرت الیاسؑ کا لڑکے کو زندہ
کرنا (اول کتاب السّلاطین ۱۷ باب) اور حضرت الیشعؑ کے
ع ۱۰ / ۱۴
معجزات ۲ کتاب السّلاطین میں بہت کچھ موجود ہیں۔ اگر خدا تم
کا بندہ کہلانا تو اس لفظ کا اطلاق اور بھی سیکڑوں پر بائبل
میں ہوا ہے جیسا کہ انجیل متی باب ۶ و دیگر مقامات سے ثابت
ہے۔ اگر آسمانوں پر اُٹھایا جانا تو حنوخ کا کتاب پیدائش کے
۵ باب میں اور الیاسؑ کا کتاب دوم السّلاطین کے ۲ باب میں۔ اور
کوئی وجہِ خصوصیت پائی نہیں جاتی (۳) وامہ صدیقۃ کانا
یاکلان الطّعام جس کی ماں ہوگی تو وہ ضرور حادث ہوگا۔
اور حادث نہ خدا ہے نہ خدائی کا جُزو۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام
کی ماں مریمؑ تھی۔ دوم دونوں کا کھانا کھانا اس بات کی دلیل
ہے کہ وہ بھُوک اور پیاس کو دفع نہ کر سکتے تھے، کھانے کے
محتاج تھے، اور اللہ تعالےٰ کسی کا محتاج نہیں۔ اور یہ تاویل
کچھ مفید نہیں کہ مسیحؑ میں الوہیت اور انسانیت جمع تھی۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا
(اے نبیؐ! ان سے) کہو کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو کہ

لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ
جو نہ تمہیں ضرر دے سکتی ہیں نہ کچھ نفع۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ
ہی سُنتا جانتا ہے۔ (اور) کہو کہ اے اہل

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ
کتاب! اپنے دین میں ناحق کی زیادتی نہ

الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ
کرو اور نہ اس قوم کی خواہشوں پر چلو کہ جو اس سے پہلے

ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
خود گمراہ ہو چکی اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکی اور

ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ
سیدھے رستے سے بھٹک چکی ہیں۔ بنی اسرائیل

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ
میں سے کافروں پر لعنت داؤدؑ اور عیسٰی ابن مریمؑ کی زبان سے

عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ
لعنت کر دی گئی ہے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
یہ اُن کی نافرمانی اور حد سے گزرنے کے سبب سے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
وہ لوگ جس بُرے کام کو کرتے تھے اُس سے باز نہیں آتے تھے۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
بہت ہی بُرے کام تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔

ترکیب

مالایملک ما نکرہ موصوفہ یا بمعنی الّذی مفعولِ تعبدون۔
لاتغلوا فعلِ لازم ہے اور غیر الحق صفت ہے مصدر محذوف
کی اے غلواً غیر الحق اور جائز ہے کہ حال ہو ضمیر فاعل سے
اے لاتغلوا مجاوزین الحق۔ من بنی اسرائیل حال ہے الّذین
کفروا سے علٰی لسانِ داؤد متعلّق ہے لعن سے۔

تفسیر

اب ایک اور دلیل یہود و نصارٰی و مشرکین کے مقابلہ میں
ایسی ذکر فرماتا ہے کہ جس سے اللہ تعالےٰ کے سوا تمام چیزوں
کا معبود ہونا باطل ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ معبُود وہ ہونا چاہیئے
جو نفع وضرر کا مالک ہو اور یہی بات ہے کہ جس سے کسی کی
عبادت اور اطاعت کی جاتی ہے اور حضرت مسیح علیہ السّلام
اور عُزیر علیہ السّلام اور مشرکین کے فرضی خدا نہ کسی کو نفع دے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۵) چنانچہ فرقہ یونی ٹیرین اب تک منکر ہے۔ یہ خراب
عقیدہ اریوس کے انکار اور اتھانیشیش کے اصرار اور قسطنطین بادشاہِ روم
کی حمایت اور شہر نائس میں کمیٹی کے مجبورانہ فتوے سے زیادہ رواج پا گیا گو
اس کے بعد بھی اسی عقیدہ پر سالہا سال باہم جنگ و جدال رہا۔ یہ بلاپولس اور اُس کے
گروہ نے حواریوں کے خلاف ہو کر پھیلائی تھی ۱۲ منہ

سکتے ہیں نہ ضرر کیونکہ جب وہ اپنے ضرر کو دفع نہیں کر سکے (مسیح نے بقولِ نصاریٰ صلیب پر چیخ چیخ کر جان دی اور ایلی ایلی پکارا کئے) تو اور کا ضرر کیا دفع کریں گے۔ قل اتعبدون سے ہو السمیع العلیم تک اس دلیل کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اہلِ کتاب سے خطاب کرتا ہے کہ تم اپنے دین میں غلو یعنی زیادتی نہ کرو اور اپنے سے پہلے گمراہ قوموں کی پیروی نہ کرو جو خود بھی گمراہ ہو چکیں اور لوگوں کو گمراہ کرتی تھیں جیساکہ حورب (حیرہ)، بابل اور نینوا کے بُت پرست، اور در اصل انھیں قوموں کے رسم و رواج نے اہلِ کتاب کو تباہ کیا۔ ادھر یونان اور روم کی بُت پرست قوموں کی صحبت نے عیسائیوں کو خراب کیا اس کے بعد بنی اسرائیل کے اُوپر جو انبیاء علیہم السّلام کی طرف سے پھٹکار پڑی اس کو جتلا کر یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ قوم قدیم سے سرکش اور کج رائے ہے۔

لُعن الّذین، جمہور مفسّرین کے نزدیک بنی اسرائیل کے سرکشوں پر داؤد علیہ السّلام کی زبان سے لعنت کرنے سے مراد اصحاب السّبت پر لعنت کرنا ہے جنھوں نے ہفتہ کے روز ایلہ کے قریب سمندر کے کنارہ زمانۂ داؤد علیہ السّلام میں شکار کیا جس سے ان پر پھٹکار پڑی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی زبانی اُن یہود پر لعنت ہوئی کہ جو مائدہ کا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک یہ حالت تھی کہ نافرمان اور حد سے تجاوز کرنے والے اور جس بُرے کام کو کرتے تھے لا یتناہون (تفاعل من النہی اے لا ینہی بعضہم بعضًا) کہ ایک دوسرے کو منع نہ کرتا تھا (یا بمعنے الانتہاء) کہ اُس میں کمی نہ کرتے تھے۔ پھر جب اُن کی اُس عہد میں یہ کیفیت تھی تو اب نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو جس قدر سرکش اور بد باطن یہ قوم ہو گئی تھی ظاہر ہے۔

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ

آپ (تو) اُن میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں کہ کافروں سے دوستی کرتے

كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

ہیں۔ بہت ہی بُرا ہے جو کچھ کہ اُنھوں نے اپنے لئے

أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي

آگے بھیجا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر غصہ ہوا اور وہ

الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا

عذاب ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ

اور نبیؐ پر اور جو کچھ اُس پر نازل ہوا ایمان لاتے تو

إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ

اُن کو دوست نہ بناتے۔ لیکن

كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ

ان میں سے بہت تو بدکار ہیں۔ ایمان والوں سے زیادہ

النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ

عداوت رکھنے والے آپ کو یہودی

وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ

اور مشرک ملیں گے۔ اور اُن سب میں ایمان والوں سے

أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ

زیادہ محبت کرنے والے آپ کو وہ لوگ ملیں گے جو کہتے

قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ

ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں اہلِ علم

قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

اور درویش بھی ہیں اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے۔

ترکیب

ان سخط آن بتاویلِ مصدر خبر ہے مبتدا محذوف کی جو ہو ہے اور ممکن ہے کہ یہ بدل ہو ما قدّمت کا جو محلاً منصوب ہوگا، وہٰذا ارجح۔ ما اتخذوہم جواب ہے ولو کانوا یؤمنون کا عداوۃ منصوب ہے بوجہِ تمیز ہونے کے اشدّ سے۔ للّذین اٰمنوا متعلّق ہے عداوۃ سے الیہود معطوف علیہ والّذین اشرکوا معطوف مجموعہ مفعول ہے لتجدنّ کا۔ للّذین متعلق ہے مودّۃ سے الّذین قالوا انّا نصٰرے جملہ

مفعولِ ثانی ہے لتجدنّ کا بانّ ثابت کے متعلّق ہو کر خبر ہے ذٰلک کی۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالےٰ یہود کے اسلاف کا حال بیان کر چکا تو اب خود اُن کا حال بیان کرتا ہے وہ یہ کہ ترٰی کثیرا منہم مدینہ کے یہود کعب بن اشرف وغیرہ مشرکین عرب کو جوش دلا کر اسلام کے مقابلہ میں اُبھارتے تھے اور باوجودیکہ توحید اور اقرار نبوّت موسٰیؑ اور تصدیق توریت میں اسلام ان کا ہم زبان تھا مگر اپنے خُبثِ باطنی سے ان کے مقابلہ میں مشرکین عرب سے یاری کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر وہ اپنے نبیؑ پر بھی بصدقِ دل ایمان لاتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اس کے بعد یہود و نصارٰے کا اس امر میں فرق بیان فرماتا ہے لتجدنّ اشدّ النّاس کہ اگرچہ یہود سے نصارٰی کا کفر بڑھ کر ہے (کیونکہ یہود سے تو صرف نبوّت میں کلام ہے مگر نصارٰی تو آدمی کو خدا کہتے ہیں) لیکن باایں ہمہ ان میں ایک قسم کی خدا ترسی اور خوفِ آخرت اور دُنیا سے نفرت پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں قسّیس و رُہبان بھی ہیں جو نہایت نرم دل ہوتے ہیں مگر یہود میں سراسر حُبّ جاہ ہے جو تمام سخت دلیوں اور عداوتوں کا سرچشمہ ہے پس اسلام کا سب سے سخت تر دشمن لے نبی علیک السّلام آپؐ یہود کو پائیں گے اور کافروں میں نرم اور رحم دل اسلام کے لئے عیسائیوں کو پائیں گے۔ پھر آگے ان عیسائیوں کی رحم دلی اور خُدا ترسی کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ کلامِ الٰہی سُنتے ہیں تو حق جان کر رونے لگتے ہیں اور خدا تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہم کو بھی نیک لوگوں کی جماعت میں داخل کر دے۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ اُن کے لئے ثوابِ آخرت، جنت کا وعدہ اور تکذیب و کُفر کرنے والوں کے لئے جہنم کی سزا ذکر کرتا ہے۔

تَفْسِیرِ حَقَّانِی

پارۂ وَاِذَا سَمِعُوا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ

اور جب وہ چیز سنتے ہیں کہ جو رسول پر نازل ہوئی تو (اے مخاطب!)

تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا

تو ان کی آنکھوں کو آنسو بہاتے دیکھے گا حق شناسی کی

عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا

وجہ سے۔ (اور وہ) دعا بھی کرتے ہیں کہ اے رب! ہم ایمان لائے

فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا

ہم کو بھی گواہوں میں لکھ رکھ۔ (اور یہ بھی کہتے ہیں) اور ہم اللہ تعالیٰ پر

نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ لا وَ

اور جو کچھ حق بات ہمیں پہنچی اس پر کیونکر نہ ایمان لاتے، حالانکہ

نَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ

ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک جماعت میں

الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ بِمَا قَالُوْا

ملائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس کہنے پر ایسے باغ بدلے

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ

میں دے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ

فِیْھَا ط وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

رہیں گے۔ اور یہی جزاء ہے نیک بختوں کی۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی

اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾

دوزخی ہیں۔

ترکیب

واذا سمعوا معطوف ہے خبر اَنَّ پر جو لایستکبرون ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو گو معنیً اُس کو ماسبق سے علاقہ ہو۔ ترٰی کو اگر رؤیۃ عین سے لیا جاوے تو تفیض حال ہوگا و نطمع حال و عاملہ حال الحال الاولیٰ ولکن مقید بالحال الاولیٰ بتقدیر نحن او عطف علی لانؤمن او حال من فاعل لانؤمن۔

تفسیر

جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ واذا سمعوا سے آخر تک عام عیسائیوں کے حق میں نہیں بلکہ نجاشی اور اُس کے متبعین کے حق میں ہے پس جب یہ ہے تو لتجدن الخ اسلام کی نسبت رحم دل اور بامروت ہونا بھی ہو کے قابل ہے کہ مذہب عیسوی میں رحم دلی اور نرمی کا ایک بڑا بھاری حصہ ہے۔ مذہب کی پابندی کے لحاظ سے عیسائیوں کے نزدیک محمدیوں کو برا کہنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ ان کو ستانا اور ان سے عداوت رکھنا۔ کس لئے کہ اسلام میں حضرت عیسیٰؑ پر ادب سے ایمان لانے کی اور حواریوں کی تعظیم کی اور انجیل شریف کے تصدیق کی نہایت تاکید ہے اور عیسائیوں کے نزدیک مسیحؑ پر ایمان لانے والا

مستحق نجات ہے اور اس سے برادرانہ برتاؤ کرنا لازم ہے۔ ہاں جو لوگ کہ برائے نام عیسائی ہیں اور پورے ملحد ہیں یا وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرتے کرتے سخت دل ہو گئے ہیں جیسا کہ پادریانِ حال، البتہ وہ تو مسلمانوں سے بجائے مودّت کے عداوت اور سختی برتتے ہیں۔

یہی لوگ تو ہیں کہ جنھوں نے صلاح الدین ایوبیؒ کے عہد میں جب کہ عیسائیوں نے متفق ہو کر بیت المقدس چھوڑانے کے لئے مسلمانوں سے برسوں تک سخت خونخوار لڑائیاں کیں اور ایک بار باوجود امن مانگنے کے ہزاروں مرد و زن اسلام کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اس معرکہ کو حرب الصلیب[۱] کہتے ہیں یہ لڑائی مدّتوں تک رہی تھی کتبِ تواریخ میں اس کا مفصّل ذکر ہے۔ مگر ان کے خلاف جب صلاح الدینؒ نے بیت المقدس کو پھر واپس لیا تو کسی عیسائی کو ایذا تک نہیں دی بلکہ جو لڑنے کو جمع ہو کر آئے تھے ان کے زخمیوں کے علاج کئے ان کو ضرورت کی چیزیں عطا کیں۔ اور اس سے بڑھ کر جو عیسائیوں کی سخت دلی اور مسلمانوں پر بے حد ظلم اور زیادتی دیکھنی منظور ہو تو وہ اسپین یعنی **اندلس**[۲] کے اس معرکہ کو دیکھے جب کہ عیسائیوں نے پادریوں کی ہدایت سے اندلس کے مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو مغلوب کیا اور اس کے بعد ایک حکمنامہ جاری کیا کہ جو عیسائی ہو جائے گا تو امن پائے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہزاروں مرد و زن مسلمان بھوک اور پیاس اور سردی کے مارے بن آئی مر گئے جو عیسائیوں کی تلوار سے بچے تھے۔ سینکڑوں گھروں کو مع اس کے مکینوں کے آگ لگا دی گئی سینکڑوں عورتوں کو بے عزت کر کے سپاہیوں نے قتل کیا ہزاروں معصوم بچوں کے ان کے ماں باپ کے روبرو اپنے ہتھیاروں کو سرخ کیا بوڑھے سے لے کر جوان تک بیمار سے تندرست تک کون تھا کہ جس پر ظلم کی تلوار نہ دھری گئی ہو جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں برسوں کے رہنے والے مسلمانوں کو یک لخت ملک سے بدر کر دیا۔ مقابر و مساجد کو گرا دیا۔ اس کے برخلاف اہلِ اسلام نے اپنے علماء کی ہدایت سے آج تک کسی ہندو یا عیسائی یا موسائی کے ساتھ ایسا نہیں کیا صرف ایک حد تک جنگ قائم رکھی جس میں بچے اور عورتیں مستثنیٰ تھیں اور امن کے بعد یا اسلام یا اطاعت ظاہر کرنے کے بعد کسی کو بھی کچھ مضرت نہیں دی گئی جس پر مسلمانوں کے مذہب کو ہلاکو اور سفاک اور بے رحم اور لڑاکا اور بدخو اور ٹرّا کہتے ہیں۔ بغور نظر کی جاتی ہے تو آیاتِ مذکورہ میں عیسائیوں کے ایک خاص گروہ کی یہ مدح ہے جس سے مفسّرین نے نجاشی اور اس کی قوم مراد لی ہے۔

مکہ معظمہ میں جب مشرکوں کے ہاتھ سے اہلِ اسلام پر نہایت سختی پہنچنی شروع ہوئی کہ کوئی دھوپ میں ڈال کر کوڑوں سے پیٹا جاتا ہے کسی کو قتل کیا جاتا ہے کسی کو زخم لگاتے جاتے ہیں گوشت کاٹا جاتا ہے یہاں تک عمار بن یاسرؓ اور اس کے والدین کو عذاب دیا جا رہا تھا کہ اتنے میں ابوجہل بھی آنکلا اس بدبخت نے سمیّہ والدہ عمارؓ کی پیشاب گاہ میں نیزہ ایسا چلایا کہ وہ شہید ہو گئیں۔

ایسی حالت میں ۸۲ ایماندار کہ جن میں تیرہ ۱۳ عورتیں اور باقی مرد حضرت عمرؓ بن الخطاب و جعفرؓ بن ابی طالب وغیرہ تھے دریائے قُلزم پار اتر کر ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے۔ اس ملک کا بادشاہ

---

۱ حضرت عمرؓ کے عہد سے اورشلیم اور بیت المقدس اہلِ اسلام کے قبضہ میں چلا آتا تھا۔ پھر پطرس (پیٹر) راہب کی اشتعال سے یورپ کے بادشاہوں نے جمع ہو کر دسویں صدی عیسوی میں بیت المقدس پر حملہ کیا اور شہر کو لے لیا اور چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں بچے اور بیمار عورتیں اور بڈھے بھی تھے سب کو بے رحمی سے قتل کیا۔ (کتاب جان ڈیون پورٹ مطبوعہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۰۳) مگر ۱۱۸۸ء میں جب صلاح الدین ایوبیؒ نے یہ شہر واپس لیا تو کسی کے ساتھ بدسلوکی نہ کی۔ بلکہ آسائش دی یہ لڑائی تخمیناً دو سو برس اہلِ اسلام اور اہلِ یورپ عیسائیوں میں رہی۔

۲ یہ ملک خلیفہ ولید شاہ دمشق کے سپہ سالار طارق غلام نے کہ جس کے نام سے جبل الطارق (انگریزی میں جبرالٹر) مشہور ہے ۹۲ھ میں فتح کیا اور عبدالرحمٰن ابن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان ۱۳۹ھ میں اس کا اوّل بادشاہ ہوا۔ قرطبہ اس ملک کا دارالسلطنت تھا جس میں ایک مسجد تھی کہ جس کے ہزار سے زیادہ ستون تھے علامہ قرطبی اور ابن العربی وغیرہ ہزارہا علماء و فضلاء اس ملک میں (بقیہ صفحہ ۳۰۱ پر)

اصحمہ نام نجاشی لقب عیسائی مذہب کلیسائے افریقہ کے عقائد کا آدمی تھا۔ وہ یا تو ان اناجیل سے کہ جن کا اب عیسائیوں میں مفقود ہونا مُسلّم ہے جیسا کہ متی کی عبرانی انجیل یا انہی اناجیل میں اس وقت تک لفظِ احمد تغیر نہ ہوا ہوگا فارقلیط و معین وکیل جواب بنایا گیا ہے نہ بنایا گیا ہوگا یا اور صحائف کی وجہ سے وہ مدت پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا منتظر تھا اور مجملاً یہ جانتا تھا کہ یہ اخیر نبی عرب کے قبائل سے مبعوث ہوگا۔ اس بات کی طرف اُس کے کان لگے ہوئے تھے کہ صحابہ رض کی یہ جماعت اُس کے مُلک اور اُس کے خاص شہر میں تاجروں کی ہوائی کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچے اور ان کے بعد میں کفارِ قریش نے نجاشی کے لئے ہدیہ اور خط دے کر عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو ابن العاص کو بھیجا کہ یہ جماعت نئے مذہب کی پیدا ہوئی ہے یہ لوگ مسیح کو خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ کہتے ہیں ان کو مقید کر کے ہمارے پاس واپس بھیج دیجئے تاکہ یہ آپ کے مُلک میں شورش نہ برپا کریں۔

اس مراسلہ کے بعد نجاشی نے اپنے ارکینِ سلطنت و علماء و فضلاء کی ایک مجلس قائم کی اور اُس جماعتِ صحابہ رض کو بھی ان دونوں ایلچیوں کے روبرو طلب کر کے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم میں سے اپنے نبی کا زیادہ قرابت دار کون ہے ؟ حضرت جعفر طیار رض نے فرمایا میں ہوں۔ نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حال استفسار کیا، مہاجرین پر ظلم و ستم کا برپا ہونا بھی معلوم کیا۔ اس کے بعد پوچھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی پر کوئی آسمان سے کتاب بھی نازل ہوتی ہے ؟ اُنھوں نے عرض کیا ہاں۔ کہا کچھ پڑھ کر سناؤ۔ (چونکہ عرب و حبش میں چندا فاصلہ نہیں اور نیز نجاشی عربی جانتا تھا اس لئے باہم عربی میں تکلم ہوا کرتا تھا) جعفر طیار رض نے سورۂ مریم پڑھنی شروع کی یہ پڑھتے جاتے تھے نجاشی اور اُن کے ارکانِ دولت زار زار کلامِ الٰہی سُن کر رقت سے روتے جاتے تھے اور یہ باتیں مُنہ سے کہتے تھے کہ جن کو خدا تعالےٰ نے ان آیات میں نقل فرمایا۔ پس نجاشی مسلمان ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے بھیجے اور صحابہ رض کی بڑی خاطر و تواضع کرتا رہا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک بھی اُس کے پاس پہنچ گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰) گزرے ہیں یورپ کا نیا فلسفہ انہی علماءِ اسلام کا ایجاد ہے آخر یہ ملکِ یورپ کے حسن و دولت کا چشمہ اہلِ اسلام بادشاہوں کی نالائقی اور عیش پسندی اور ان کے کارپردازوں کی حماقت اور خود غرضی اور ملک والوں کے فسق و فجور کی شامت سے ۱۶۱۰ء میں عیسائیوں کے ہاتھ آگیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

حلال کر دی ہیں حرام نہ ٹھیراؤ اور نہ حد سے بڑھو، کیونکہ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا مِمَّا

اللہ تعالیٰ کو حد سے تجاوز کرنیوالے پسند نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو، اور اُس اللہ تعالیٰ سے

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

ڈرا کرو کہ جس پر تمہارا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

لغو قسموں پر تو پکڑتا نہیں (ہاں) اُن قسموں پر گرفت کرے گا کہ

بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ

جن کو تم نے مستحکم کیا ہے۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں

عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دینا ہے کہ جس کو تم گھر والوں کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ

کھلاتے ہو یا اُن کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

پھر جس کو میسر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے، یہ

كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوٓا

تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا بیٹھو! اور اپنی قسموں

أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

کو قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی آیتیں یوں

آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

بتلاتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

ترکیب

حلالاً میں تین وجہ ہو سکتی ہیں اوّل یہ کہ کلوا کا مفعول ہو اس صورت میں مما حال ہوگا۔ دوم یہ کہ مما رزقکم سے حال ہو کیونکہ یہ بمعنے الذی ہے۔ سوم یہ صفت ہو مصدر محذوف کی اے اکلاً حلالاً۔ باللغو فی ایمانکم ممکن ہے کہ حال ہو باللغو سے اے باللغو کائناً فی ایمانکم اور ممکن ہے کہ یؤاخذکم سے متعلق ہو اطعام مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف من اوسط صفت ہے مفعول کی۔

تفسیر

چونکہ ان سے پہلی آیات میں نصاریٰ میں قسّیس و رُہبان ہونے کی وجہ سے ان کی مدح تھی جس سے دل میں رہبانیت کی خوبی کا خطرہ گزرتا تھا اور دراصل رہبانیت (یعنی حلال اور پاک اور لذت کی چیزوں کا کھانا پینا ترک کر بیٹھنا نکاح وغیرہ مستلذات کو اپنے اُوپر حرام کر لینا) عنداللہ کوئی عمدہ چیز نہیں کچھ خدا تعالیٰ کو بندے کی حالتِ ترفہ اور اس کے کھانے پینے سے چڑ نہیں ہے اور نہ اُس کا یہ مقصد کہ اس کو اپنی نعمتوں سے ترسا کے محروم رکھے۔ ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لذاتِ جسمیہ میں مبتلا رہنا بندی کو معارفِ عقلیہ سے باز رکھتا ہے اور اسی لئے پہلی اُمتوں میں یہ ریاضت اور نفس کشی مروج ہوئی تھی تاکہ بہیمیت کا زور لوٹے۔ مگر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام میں تقرب الٰہی اور بہیمیت کے مغلوب کرنے کا ایک ایسا عمدہ برقی آلہ قرار پایا ہے جو طرفۃ العین میں اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دے اور وہ استغراق فی ذات اللہ ہے جس کے مواضع صلوٰۃ و ادعیہ ہیں اور جس قدر ریاضت شریعت نے اس آلہ برقی کے ساتھ مناسب سمجھی اُس کو قائم بھی رکھا ہے چنانچہ روزۂ رمضان وغیرہ لیکن ہر شخص کو ان پاک اور لذت کی چیزوں کے حرام کر لینے کا اختیار نہیں دیا اس لئے فرمایا لاتحرموا و کلوا الخ۔ اور ان چیزوں کے حرام کرنے کا طریقہ قسم کھانا بھی ہوتا تھا کہ کسی چیز کے کھانے پر قسم کھا بیٹھے جس طرح ہنود میں آن کر لیتے ہیں اس لئے قسم کے مسائل اور ایسی بے فائدہ قسموں میں کفارہ دے کر اس قسم سے باہر ہو جانے کا حکم بھی ذکر کیا۔ لایؤاخذکم اللہ باللغو (۱) یمین لغو کا کچھ کفارہ نہیں (۲) یمین منعقدہ پر جب کہ حانث ہو یعنی قسم توڑ دے اس کا کفارہ ہے دس بھوکوں کو کھانا کھلانا اوسط درجہ کا یا اُن کو کپڑا پہنانا۔ یا ایک غلام آزاد کرے۔ (۳) یا تین روزے رکھے (۴) اچھی قسموں پر تا بمقدار قائم رہنا چاہیے

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ

اے ایمان والو! شراب اور

الْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ

جُوا اور بُت اور پانسے تو محض گندے

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ

(اور) شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو

میں اس بات کی بحث کہ دو وقت کا کھانا کھلانا چاہیے یا ایک وقت اور ان کو غلہ دیا جاوے تو کس قدر، دس شخصوں کو یا ایک شخص کو دس روز تک اور پھر کپڑا جو پہنایا جاوے تو کس قدر ہو اور جو غلام کہ آزاد کیا جاوے تو مسلمان ہو۔ اور روزے پے درپے ہوں یا بہ تفریق۔ یہ سب مسائل ائمہ کے اجتہاد اور احادیث و اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں اور ان باتوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس بحث کو تفسیر سورۃ بقرہ میں دیکھو۔

ؔ۱ بشرطیکہ حانث ہو جاوے یعنی ان قسموں میں پورے نہ اُترے و صرف قسم کھانے پر کفارہ نہیں بالاتفاق ۱۲ منہ ؔ۲ یمین لغو اور غموس کے معنے کی تعین اور کفا

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ
تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب
اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
اور جوئے سے تم میں دشمنی اور
فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
بغض ڈالے اور تم کو ذکرِ الٰہی
ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
اور نماز سے روک دے۔ پھر تم (اب بھی) باز آتے
مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
ہو (یا نہیں) اور اللہ تعالےٰ اور رسولؐ کی اطاعت کرو
الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
اور (برے کاموں سے) بچتے رہو۔ پھر اگر نہ مانو تو
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
جان لو کہ ہمارے رسولؐ پر صرف احکام کھول کر پہنچا دینا
الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
ہی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا
کام کئے تو جو کچھ کہ وہ (پہلے) کھا چکے اس میں ان پر کچھ بھی گناہ نہیں
اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جب کہ وہ (آئندہ) پرہیز گار ہو گئے اور ایمان لائے اور نیک کام کرنے لگے
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا
پھر وہ (ممنوعات سے) ڈرے اور ایمان پر (قائم) رہے پھر وہ پرہیزگار اور نیک ہو گئے۔
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع
اور اللہ تعالےٰ کو نیک لوگوں سے محبت ہے۔

ترکیب

رجس موصوف من عمل الشیطٰن صفت خبر ہے انما الخمر کی فی الخمر والمیسر متعلق ہے یوقع سے ویصد اُس پر معطوف ہے عن ذکر اللہ جار یصد سے متعلق وعن الصلوٰۃ اُس پر معطوف۔

تفسیر

یہود و نصاریٰ سے مناظرہ ختم کرکے احکام شروع کئے تو یہ اُن کی تیسری قسم ہے اوّل تو لا تحرموا۔ دوم قسم کے مسائل۔ لا تحرموا میں اس بات کی طرف وہم کیا جا سکتا تھا کہ شراب بھی تو ایک مزہ دار چیز ہے اسی طرح جوا بھی سو یہ بھی حلال ہوں اس لئے تصریح کردی کہ یہ چیزیں طیّبات میں داخل نہیں اس لئے رجس اور عملِ شیطانی ہیں۔ خمر شراب۔ میسر جوا۔ اَنصاب اَن گڑھت پتھر کہ جن کو ایّامِ جاہلیت میں پوجتے تھے صنم تو تراشی ہوئی مورت اور نصب اَن گڑھت پتھر۔ ازلام پانسے ریتروں سے جوئے کی طور بتوں کی قربانی کا گوشت تقسیم کرتے۔ اور کبھی اُن سے فال لے کر کاروبار کرتے تھے ان کی زیادہ تشریح اس سورہ کے اوّل میں ہو چکی۔

عرب میں شراب نہایت درجہ کی مرغوب چیز تھی اس لئے اس کو تدریجاً حرام کیا۔ اوّل تو یسئلونک عن الخمر الخ فرمایا جس پر بعض نے پینا ترک کیا بعض نے نہیں۔ پھر لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل ہوا جس سے بوقتِ صلوٰۃ سب نے استعمال ترک کیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے قرآنی زبان سے اس کو صحابہ رضؓ نے سخت حرام سمجھ کر مطلقاً ترک کیا اور اس کی حرمت پر اُمّتِ محمدیہ کا اتفاق ہو گیا۔ صاحبِ کشّاف کہتے ہیں کہ اس آیت میں شراب کی حرمت چند در چند وجوہ سے مؤکد کردی ہے اوّل جملہ کو انّما کے ساتھ صادر کیا۔ دوم اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملا دیا۔ سوم اس کو رِجس یعنی ناپاک کہا۔ چہارم عملِ شیطان فرمایا کہ جو تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے۔ پنجم اس سے بچنے کا حکم دیا۔ ششم اس کے اجتناب میں فلاح کا واقع ہونا بیان فرمایا تو ارتکاب میں فلاح کہاں؟ ہفتم اس کی علّتِ تحریم انسان کا اپنے حواس سے معطّل ہو جانا جو اس کی معاش و معاد میں مخل ہے معاش میں تو باہمی رنجش اور عداوت کے پیدا کر دینے اور

ع ۱۲ / ۷ / ۲

معاد میں نماز اور یاد الٰہی سے غافل کر دینے سے۔ اس کے بعد اطیعوا اللہ سے لے کر المبین تک اور بھی اس حکم کی تاکید کر دی۔ اب لفظ حرام کا اطلاق اس کی حرمت کے لئے کچھ ضروری نہ تھا۔ شراب کے جب اس قدر قبائح بیان ہوئے تو صحابہ رضؔ کو ان لوگوں پر نہایت تاسف ہوا جو اس سے پہلے اُس کو استعمال میں لاتے تھے اس لئے اُن کی تسلی کو یہ آیت لیس علے الذین نازل ہوئی کہ ایسی حالت میں اُن پر کچھ گناہ نہیں یعنی جب توبہ کر لی کفر کو ترک کیا پھر کبائر پھر صغائر سے باز آئے اب اس سے پہلے فعل میں اُن پر کچھ گرفت نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ

ایمان والو! اللہ تعالیٰ تم کو ایک ذرا سے شکار کے معاملہ

بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ

میں آزماتا ہے کہ جس پر تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے

رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ

ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ کون اُس سے بن دیکھے

بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

ڈرتا ہے۔ اور پھر جو اس کے بعد بھی دست درازی کرے تو اس

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

کے لئے عذاب الیم ہے۔ ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ

احرام کی حالت میں شکار نہ مارا کرو،

وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ

اور جس نے اُس کو تم میں سے قصداً مار ڈالا تو جیسا کہ اُس نے مارا ہے

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ

ویسا ہی چارپایوں میں سے جس کو تم میں سے دو منصف مقرر کر دیں بدلے

مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ

میں نیاز بنا کر کعبہ پہنچا دینا چاہیے یا کفارہ میں

طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

محتاجوں کو کھانا کھلاوے یا اُس کے برابر

صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا

روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا چکھے، جو کچھ ہو چکا

اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ

اللہ تعالیٰ نے درگزر کی۔ اور جو کوئی پھر کرے گا تو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اس سے بدلہ لے گا۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

ترکیب

بالغیب ممکن ہے کہ حال ہو من سے یا ضمیر فاعل یخافہ سے ای یخافہ غائباً عن الحق اور ممکن ہے کہ بمعنے فی ہو۔ وانتم حرم حال ہے ضمیر فاعل لاتقتلوا سے متعمداً حال ہے ضمیر فاعل قتلہ سے فجزاء خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فالوا جب جزاء مثل اس کی صفت یا بدل اور مثل یہاں بمعنی مماثل۔ من النعم صفت ہے جزاء کی۔

تفسیر

جس طرح لاتحرموا کے بعد شراب و قمار کو بسبب اُن کی ذاتی قباحت کے مستثنیٰ کیا تھا اسی طرح حالتِ احرام و حرم میں شکار کو محض تعظیم کعبہ و حج کے لئے ممنوع فرمایا۔ یہ احکام کی دوسری قسم ہے۔ اوّل بطورِ تمہید کے یاایہا الذین سے عذاب الیم تک فرمایا کہ اے اُمتِ محمدیہ تمہاری آزمائش ایک تھوڑی سی بات یعنی شکار سے کی جاتی ہے کہ جس پر تمہارا ہتھیار و ہاتھ پہنچ سکتا ہو اور پھر تم ہماری تعظیم کے لحاظ سے دست کشی کرتے ہو کہ نہیں؟

مقاتل بن حیان رحؒ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال یہ آزمائش ایسی ہوئی کہ پرند و چرندِ شکار صحابہ رضؓ کے ڈیروں میں گھسا چلا آتا تھا۔ یاایہا الذین امنوا سے لے کر ذوانتقام تک یہ چند حکم دیتا ہے۔

لہ یعنی مسکینوں کی برابر روزے رکھے جتنے مسکین کو اس کی قیمت میں کھانا کھلا سکتا تھا اگر مقدور نہ ہو تو اُتنے روزے رکھے ۱۲ منہ

(۱) یہ کہ حرم کعبہ کے اندر اور حالتِ احرام میں کیونکہ انتم حرمٌ دونوں کو شامل ہے) شکار نہ کرو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ صید یعنی شکار زبانِ عرب میں وحشی جانور کو کہتے ہیں خواہ کھانے میں آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اس تقدیر پر بھیڑیا، گیدڑ وغیرہ کے شکار کی بھی حرم میں ممانعت ہوگی اور جو ان کو مارے گا تو وہ تاوان دے گا جس کا ذکر دفعہ ۲ میں آتا ہے۔ ہاں چیل، کوا، سانپ، بچھو، ہڑکا یا کتا جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خمس فواسق فرما کر اُن کے قتل کی حل و حرم میں بضرورت اجازت دی ہے مستثنیٰ ہیں۔ امام شافعیؒ شکار کھانے کے قابل جنگلی جانوروں کو کہتے ہیں۔ مگر دریائی شکار کی ممانعت بالاتفاق نہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔ (۲) یہ کہ جو کوئی ایسی حالت اور ایسی جگہ میں شکار کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کے بدلے میں اسی کا مثل چارپایہ کہ جس کو اہلِ اسلام کے دو منصف مقرر کردیں ہدی بنا کر کعبہ یعنی حرم میں پہنچا دیوے کہ وہاں وہ ذبح کرکے فقرار کو دی جائے (۳) یا اس کی قیمت سے اناج خرید کر مساکین کو تقسیم کردیا جائے، (۴) یا ہر مسکین کے کھانا کھلانے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا
(احرام میں) دریائی شکار کرنا اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے
لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
فائدہ کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اور تم پر جنگل کا شکار حرام ہے جب تک
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
کہ تم احرام میں ہو۔ اور اُس اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ جس کے
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ
پاس جمع کرکے لائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو معزز گھر ہے
الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ
لوگوں کے لئے امن کی جگہ بنا دیا۔ اور حرمت والے
الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ
مہینوں کو۔ اور نیاز کے جانور اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو بھی مامون

لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
تم کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ
جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات سے آگاہ
شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
ہے۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب
الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾
دینے والا ہے اور یہ (بھی) کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔
مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ
رسولؐ پر تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے، اور جو کچھ تم ظاہر
يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾
کیا کرتے ہو اور جو کچھ خفیہ کرتے ہو سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔
قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَ
(اے نبیؐ! ان سے) کہدو ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوسکتا اور گو (اے انسان)
لَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا
تجھ کو ناپاک کی کثرت بھلی کیوں نہ لگے۔ پس اے عقلمندو!
اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ ع
اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ع ۱۳ / ۲

ترکیب

اُحلّ فعل مجہول صید البحر معطوف علیہ وطعامہٗ معطوف مجموعہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ متاعاً مفعول لہٗ ہے احلّ کا حُرُم جمع حرام ککتاب وکُتُب ای ذوی حرم ای احرام۔ الکعبۃ مفعولِ اوّل قیاماً مفعولِ ثانی اور اگر جعل بمعنے خلق ہو تو

لہ کعبہ میں ذبح ہونے کے لئے ایام حج میں اونٹ وغیرہ قربانی کے گلے میں شناخت کے لئے پٹہ باندھ دیتے تھے پھر اس کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا ایسے جانور کو قلائد کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اور چند مہینوں کو اور قلائد کو لوگوں کے واسطے قیام یعنی امن اور تعظیم کی چیز بنا دیا۔ اس لئے کعبہ میں اور محترم مہینوں میں کوئی کسی کو نہیں چھیڑتا اسی طرح ہدی اور قلائد کو بھی ۱۲ منہ

قیاماً حال ہوگا۔ اور بیت الحرام بدل ہے الکعبۃ سے والشہرالحرام والہدی والقلائد معطوف ہیں الکعبۃ پر۔

تفسیر

یہ چار باتیں اُس کے فعل کا تاوان ہیں جیساکہ فرمایا لیذوق و بال امرہٖ۔ امام مالکؒ وابو حنیفہؒ وشافعیؒ وجمہور کے نزدیک اُس کو ان تین باتوں میں اختیار ہے جو چاہے کرے سب میں جزا محقق ہے۔ امام احمدؒ وزفرؒ کہتے ہیں نہیں بلکہ ہر ایک بات اپنے موقع پر کرے اوّل ہدی مثل بھیجے اور نہ ہوسکے تو قیمت کو یا اس کا غلہ تصدق کرے اور یہ بھی نہ ہوسکے تو روزے رکھے۔ ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور جو کچھ علماء کا اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کے قیود میں اختلاف ہے اس کو بیان کرتا ہوں۔ قصداً اُس نے قتل کیا یا بے قصد، اس سے مرگیا جمہور کے نزدیک اس پر تاوان واجب ہوگا اور قصداً کی قید علےٰ سبیل عادت ہے۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ قید قصد معتبر ہے بے قصد سے کچھ لازم نہیں آئے گا اُس نے کسی کو شکار بتلایا اور اُس نے مار ڈالا تو یہ فعل اس کی طرف بھی منسوب ہوگا اور اُس کو تاوان دینا پڑے گا جیساکہ حدیثِ ابو قتادہؓ سے ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جزا خاص اُسی کے قتل کرنے پر مرتب ہوگی قتل اگر شکار کو زخمی ہی کیا ہے کہ جس سے اس کی قیمت میں کمی تصوّر ہوسکتی ہے تو جمہور کے نزدیک اس نقصان کا اندازہ کرکے صدقہ دینا پڑے گا۔ داؤد ظاہری کے نزدیک بغیر قتل کے جزا لازم نہیں کیونکہ جزا قتل پر مرتب ہے جمہور کے نزدیک زخم بھی قتل کی ایک شاخ ہے اسی کا مثل دے۔ مماثلت تو ضرور ہونی چاہیے مگر اس میں اختلاف ہے کہ مماثلت قیمت میں ہو یا صورت میں مماثلت ہونی چاہیے جیساکہ ہرن سے بکری اور نیل گائے سے گائے صورت میں مماثل ہے۔ پھر یہ مماثلت جمہور کے نزدیک جو دو عدلوں پر مفوّض ہے موضع قتل کے لحاظ سے دیکھی جائیگی کہ اس موضع میں اس کا مماثل قیمۃً یا صورۃً یہ جانور شمار ہوتا ہی یا نہیں؟ شعبیؒ کہتے ہیں کہ اندازہ قیمت بازار کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی پہنچایا جاوے گا۔ قیمت سے جو اناج تقسیم کیا جاوے ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر گیہوں ہو تو ایک شخص کو ایک دن کا طعام نصف صاع دے اور امام شافعیؒ ایک مُدّ کہتے ہیں مُدّ کا وزن صاع سے کم ہے اور نصف صاع سیر بھر سے کچھ زیادہ کا ہے۔ اس تقدیر پر امام شافعیؒ کے نزدیک جس قدر مُد ہوں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس قدر صاع ہوں اُسی قدر روزہ رکھے۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ اگر یہ معاملہ کسی سے پہلے ہوچکا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے گا اور جو آیندہ پھر کرے گا تو خدا تعالےٰ اُس سے انتقام لے گا۔ حرم اور احرام میں شکار کرنے والوں جو کچھ آخرت میں ہوگا سو ہوگا مگر دُنیا میں بھی ایسے لوگ بلاءِ آسمانی میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد اُحل لکم صید البحر سے احرام وحرم میں دریائی شکار کی اجازت عطا فرماتا ہے۔ صید البحر عام ہے خواہ وہ کھانے کی چیزیں ہوں یا نہ ہوں جیسا کہ صدف نکالنا یا بعض بحری جانوروں کو اُس کے دانت یا ہڈیوں کے لئے شکار کرتے ہیں۔ اور طعام سے مراد کھانے کی چیزیں جو کچھ دریا سے شکار کیا جاتا ہے اُس کی تین قسم ہیں ایک مچھلیاں سو یہ سب قسم کی حلال ہیں۔ دوم مینڈک سو یہ سب قسم کے حرام ہیں علاوہ ان کے جو کچھ ہے وہ تیسری قسم میں شمار ہے سو امام ابو حنیفہؒ تو اُن کو حرام فرماتے ہیں اور ابن ابی لیلےٰ اور اکثر فقہاء حلال سمجھتے ہیں اس لفظ طعامہ سے اور امام ابو حنیفہؒ دلائل خارجیہ سے طعام کو مچھلی میں منحصر کرتے ہیں۔ بحر سمندر کو کہتے ہیں مگر بالاتفاق عام مراد ہے خواہ دریا ہو خواہ حوض کبیر خواہ کنواں (ک)۔ وحرم علیکم صید البر مادمتم حرماً، برّی اور بحری جانوروں میں یہ فرق ہے کہ بحری تو وہی جانور ہیں کہ جو پانی میں پیدا ہوں اور وہیں زندہ رہ سکتے ہوں۔ اور جو خشکی میں پیدا ہوتے اور پانی میں رہتے ہیں یا کبھی خشکی میں بھی رہا کرتے ہیں سو وہ سب برّی جانور ہیں جیساکہ مینڈک

اور سرطان گوہ اور بگلا ان سب کے قتل کرنے میں محرم کو جزاء لازم ہوگی۔ اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ محرم کو صید بری حرام ہے مگر اور کسی کا شکار کیا ہوا بھی اس کے لئے حلال ہے کہ نہیں؟ اس میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ وہ بھی حرام ہے یہ حضرت علیؓ و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و سعید بن جبیرؒ و اسحاقؒ کا قول ہے بدلیل آیت مذکورہ۔ دوسرا یہ کہ حلال ہے بشرطیکہ کسی محرم نے یا کسی نے محرم کے لئے نہ مارا ہو اور یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ سوم یہ کہ گو محرم کے لئے شکار کیا گیا ہو مگر اس کی شرکت سے نہ مارا گیا ہو تو محرم کے لئے حلال ہے بدلیل حدیث ابی قتادہؓ یہ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا قول ہے۔ احرام و حرم و شکار کے مسائل کے بعد کعبہ کی اور اس کی ہدی اور ماہ حج کی عزت و حرمت بیان فرماتا ہے جعل اللہ الکعبۃ الخ کہ ہم نے کعبہ اور ماہ حرام کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا کہ اس جگہ اور ان ایام میں کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا۔ عرب کے قبائل اور مہینوں میں لڑتے اور کٹتے مگر ان ایام میں اور اس جگہ کوئی کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا اس سے تجارت اور باہمی وہ منافع جن پر تمدن کا مدار ہے حاصل ہوتے تھے۔ اسی طرح ہدی اور قلائد کو بھی نہیں چھوتے تھے سو یہ مکہ کے فقراء کے قیام کا باعث ہوگیا۔ سو ایسی عمدہ تدبیر کرنا (کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ اور مناسکِ حج کی عظمت پیدا کر کے وہاں کے لوگوں اور وہاں کے آجانے والوں کے لئے باعثِ امن اور سبب آبادی مکہ کر دیا) بڑے علیم و خبیر کا کام ہے تاکہ تم کو بھی اللہ تعالیٰ کے صفات علم و رحمت کا حال معلوم ہو جائے ذٰلک لتعلموا الخ اعلموا ان اللہ شدید العقاب (صفتِ غضب کے لئے آیا ان اللہ غفور رحیم رحمت کے لئے)۔ اس کے بعد منہیات سے روکتا ہے۔ اول تو اس بے پروائی کے جملہ سے کہ ہمارے رسولؐ پر تو صرف پہنچا دینا ہے ذمہ داری تم پر ہے ما علی الرسول الخ۔ دوم یہ کہ ہم ہر چھپی کھلی بات جانتے ہیں ہمارے سامنے گناہ کرنا؟ واللہ یعلم الخ۔ سوم یہ کہ جس چیز سے تم کو منع کیا جاتا ہے

دراصل اس میں خباثت ہوتی ہے اور جس کا حکم دیا جاتا ہے اس میں خوبی ہوتی ہے سو دونوں برابر نہیں گو ناپاک چیز بکثرت ہو۔ اس کے بعد فاتقوا اللہ یا اولی الالباب سے فرمانبرداری کی تمام حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے تاکید فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ

ایمان والو! بہت سی باتیں نہ پوچھا کرو کیونکہ اگر وہ تم پر

أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ

کھول دی جاویں تو تم کو رنج ہوگا۔ اور اگر

تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ

قرآن کے نازل ہونے کے وقت ان کو پوچھو گے تو وہ تم کو (آپ) معلوم

لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ

ہوجاویں گی، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا

حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ

بردبار ہے۔ تم سے پہلے (بھی) ایک گروہ نے ان کو پوچھا تھا

ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ

پھر تو وہ ان سے انکار کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ نے نہ تو

اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا

بحیرہ ہی مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ اور نہ

وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۙ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ

وصیلہ اور نہ حام ہی مگر کافر لوگ

كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾ وَإِذَا قِيلَ

اور ان میں سے اکثر لوگ تو بیوقوف ہی ہیں۔ اور جب کہ ان سے (یہ)

لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى

کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور

الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

رسولؐ کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم کو تو وہی کافی ہے کہ جس پر ہم نے اپنے

آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۰۴﴾

باپ دادا کو پایا ہے؛ اور گو کہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ راہ راست پر آرہے ہوں۔

ترکیب

ان تبد شرط تسؤکم جواب جملہ محل جر میں ہے صفت اشیاء کی ہو کر۔ من قبلکم سألہا سے متعلق ہے من بحیرۃ من زائدہ اور جعل بمعنے وضع سویہ اس کا ایک ہی مفعول ہوگا اور بمعنی سمّی ہو تو ایک مفعول محذوف ہوگا ای ماسمّی اللہ حیوانا بحیرۃ حسبنا مصدر بمعنے اسم الفاعل مبتدا ماوجدنا جملہ خبر اولوکان وصلیہ واذا قیل شرط قالوا جواب۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ما علی الرسول الا البلاغ جس میں صاف اشارہ اس بات کا تھا کہ امر شریعت میں تم کو از خود تکلیفات کرنا اور بال کی کھال نکالنا اور رسول ؐ سے دریافت نہ کرنا چاہیے اور حاجت سے زیادہ پوچھنا نہ چاہیے۔ چنانچہ اوّلاً مشرکین نے رسول ؐ کو جانچنے کیا سمجھ کر بات بات پر معجزات اور خدائی اقتدارات کے ظہور کا سوال کرنا شروع کیا کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الخ۔ اس کے بعد اہل اسلام میں سے کسی نے رسول ؐ کو مطلقاً غیب دان سمجھ کر دنیاوی بکھیڑے پوچھنے شروع کئے۔ عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے پوچھا کہ حضرت ؐ میرا باپ کون ہے؛ (لوگوں کو ان کے باپ میں کلام تھا)۔ کسی نے دینی مسائل میں ایسے سوالات کئے۔ چنانچہ اقرعؓ بن حابس نے پوچھا کہ یا حضرت ؐ! حج ہر سال واجب ہے یا ایک بار؟ (مسلم) اس لئے ادب سکھلانے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ تم ایسے سوالات نہ کیا کرو کیونکہ ظاہر ہو جانے پر تم کو برا لگے گا۔ معجزات کا حسب خواہش ظہور تو منکر کی ہلاکی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ قوم صالحؑ نے ناقہ کا سوال کیا پھر ان پر آفت آئی۔ بنی اسرائیل نے رویت خدا کا سوال کیا ان پر بجلی گری۔ اور اسی طرح بہت لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے سوالات کئے ظاہر ہونے پر منکر ہو گئے، قد سألہا قوم الخ۔ اور اگر آپ ؐ کہتے کہ تیرا باپ یہ نہیں تو اس کے لئے کیسی شرمناک بات ہوتی۔ اور حج کو ہر سال کے لئے فرض کر دیتے تو بڑی دقّت ہوتی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے کہ جس کے سوال کرنے سے کوئی حلال چیز حرام ہو جاوے یعنی شارع سے پوچھو گے کوئی حکم اس پر قائم ہو جاوے گا پھر ترک میں عذاب ہوگا اور بغیر پوچھے ایک گول بات تھی۔ اس مضمون کی احادیث بکثرت وارد ہیں ہاں قرآن مجید نازل ہوتے وقت بعض مسائل ضروریہ خود تم پر ظاہر ہو جاویں گے۔ جس طرح سوالات سے منع کیا تھا اسی طرح از خود حلال چیزوں کو حرام بنانے اور از خود مذہب و زندگانی انسانی انسان کی آزادی کے برخلاف حکم گھڑ لینے سے منع کرتا ہے بقولہ ماجعل اللہ الخ۔ عرب میں ملّت ابراہیمیہ کا متغیر کرنے والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے تخمیناً تین سو برس پیشتر ایک شخص عمرو بن لحی خزاعی مکّہ مکرّمہ کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ اس بیوقوف نے سینکڑوں چیزیں از خود حرام اور بہت سی حلال کر دیں مکّہ مکرّمہ میں بت بھی اس نے قائم کئے تھے۔ چونکہ ایسی بدرسمی یہ بدنصیب امراء اور سلاطین ایجاد کیا کرتے ہیں اور عام لوگ تو بے تحقیق ان کو پسند کرنے لگتے ہیں۔ ہندوستان میں رنڈی نچانا، ساچق، باجا گاجا، شادی غمی کی رسوم یہ سب امراء و سلاطین کی ایجاد ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ

ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، کوئی گمراہ ہوا کرے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب کہ تم ہدایت پر ہو۔

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

اللہ تعالےٰ ہی کے پاس تم سب کو پھر کر جانا ہے سو وہ تم کو آپ بتلادے گا

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ ایمان والو! جب کہ تم میں سے

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ

کسی کے سامنے موت آئے وصیّت کے وقت

الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ

آپس کی گواہی کے لئے دو معتبر آدمی تم میں سے ہونے

مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ

چاہئیں یا اور دو غیروں میں سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ

سفر میں ہو اور تم پر موت کی مصیبت

مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ

پڑجاوے، سو اُن دونوں گواہوں کو

بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ

اگر تم کو شک ہو تو نماز کے بعد کھڑا کرو پھر وہ اللہ تعالےٰ کی قسم

ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ

کھائیں کہ ہم اُس سے کوئی معاوضہ لینا نہیں چاہتے گو وہ قرابت دار

ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا

ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی چھپائیں گے (اگر) ایسا کریں گے

إِذًا لَمِنَ الْآثِمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ

تو ہم گنہگار ہیں۔ پھر اگر معلوم ہو جاوے کہ

عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ

ان دونوں نے گناہ کمایا ہے (یعنی گواہی میں کمی زیادتی کی ہے) تو اُن کی

يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ

جگہ اور دو شخص میّت کے قرابت مندوں میں سے کھڑے ہوکر جن کا حق دبایا

عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ

گیا ہے اللہ تعالےٰ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی

لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ

گواہی سے سچی ہے اور ہم نے کچھ تجاوز نہیں

مَا اعْتَدَيْنَا ۖ إِنَّا إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾

کیا ہے، (اگر) ایسا کیا ہو تو ہم ظالم ہیں۔

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ

یہ اس لئے کہ قرین قیاس ہے کہ وہ اصل اصل گواہی

وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ

دیں۔ یا اُن کو خوف ہو کہ وارثوں کی گواہی کے بعد ہماری گواہی ردّ

أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ

کردی جاوے گی، اور اللہ تم سے ڈرو اور (اُس کے احکام) سنو۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

اور اللہ تعالےٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

لہ خلاصہ یہ کہ وصیّت کے وقت جب کہ مرنے لگے تو اپنے مال کے لئے جو اُس کو کسی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یا اُس میں سے کسی کے لئے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہو کہ اس میں سے اتنا فلاں کو دیا جاوے آپس کے دو گواہ کرنے چاہئیں اور اگر سفر میں موت سامنے آوے اور آپس کے نہ ملیں تو غیر ہی پھر موقع پر نماز کے بعد وہ دو گواہ یہ کہہ کر اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم کو کوئی لالچ نہیں گو جس کے حق میں یہ شہادت ہے ہمارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور جو ہم ایسا کریں تو گنہگار رہیں پھر اگر یہ شہادت ٹھیک ہو تو خیر ورنہ میّت کے دو قرابت والے کھڑے ہوکر جن کو میّت کے مال اور حال پر پوری واقفیت ہے یہ کہہ کر قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے ٹھیک ہے اور ہم نے ان سے ذرا بھی فرق نہیں کیا اور جو ایسا کیا ہو تو ہم ظالم ہیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ پہلے دو گواہ خوف آخرت سے یا گواہی ردّ ہو جانے کے سبب دنیا کی رُسوائی سے پوری پوری گواہی ادا کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک اسی قسم کا واقعہ گزرا ہے وہ یہ کہ ایک صحابی رض سفر میں مرنے لگے اور انھوں نے اپنا مال دو نصرانیوں کے سپرد کیا اور اُن کو گواہ اس کا بنایا کہ میرے وارثوں کو یہ دینا مال میں سے انھوں نے ایک چاندی یا سونے کا کٹورا اڑا کر جب اور مال وارثوں کو دیا اور قسم کھا گئے کہ یہی تھا۔ وارثوں کو کٹورے کا حال معلوم تھا فہرست میں بھی تھا وہ کٹورا کہیں بکتے ہوئے پکڑا گیا۔ اس پر جھگڑا ہوا تب وارثوں میں سے دو نے اُن کے مقابلہ میں قسم کھا کر گواہی دی کہ یہ کٹورا میّت کا ہے اور اُن گواہوں نے جھوٹ بولا آخر وہ اُن سے دلوایا گیا ان دو نصرانیوں میں ایک تمیم بھی تھے جنھوں نے اسلام لانے کے بعد اپنی خیانت کا اقرار کیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ (باقی صفحہ ۳۱۱ پر)

ترکیب

علیکم یہاں اسم فعل ہے جس سے انفسکم کو نصب ہوا والتقدیر احفظوا انفسکم شہادۃ مبتدا مضاف بینکم مجازاً مفعول مضاف الیہ اذا حضر اس کا ظرف حین الوصیۃ موت کا یا حضر کا ظرف وجاز ذلک اذ کان المعنی حضر اسباب الموت اثنان خبر ذوا عدل منکم اس کی صفت او آخران خبر پر معطوف من غیرکم اس کی صفت اور اسی طرح تحبسونہما گمران کے درمیان ان انتم الخ جملہ معترضہ آگیا۔ لانشتری الخ جوابِ قسم جو یقسمان ہے ان ارتبتم جملہ معترضہ ولو کان، ولا نکتم بھی جوابِ قسم میں داخل ہے استحق کو معروف پڑھا جاوے تو الاولیان فاعل ہوگا اور مفعول محذوف ای وصیتہما اور جو مجہول پڑھا جاوے تو فاعل ضمیر اثم ہے لتقدم ذکرہ وعلیہم یا اپنی اصل پر ہو جیسا کہ وجب علیہ یا بمعنے فی ای استحق فیہم الوصیۃ۔

تفسیر

منجملہ اور خرافات کے اُس نے بحیرہ وغیرہ مقرر کئے تھے اس لئے خدا تعالٰے فطرت کی سادگی باقی رکھنے کے لئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے یہ بحیرہ سائبہ مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ مفتریوں نے افترا کر لیا اور احمق جہلا۔ اُن کے مقلد ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اگر اُن سے کلام الٰہی کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں صاحبو! ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہم کو کافی ہے اور گو ان کے باپ دادا بڑے احمق ہی کیوں نہ ہوں (اِس قسم کی تقلید شرعاً حرام ہے ایسی تقلید انسان کو شقی الدّارین کر دیتی ہے)۔ بحیرۃ بروزنِ فعیلہ بحر بمعنی شق سے مشتق ہے بحر ناقتہ اذا شق اذنہا۔ ابو عبیدہ اور زجاج نے کہا ہے کہ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دیتی اور آخر نر ہوتا تو اُس کے کان چیر کر آزاد کر دیتے تھے نہ کوئی اس پر سوار ہوتا تھا نہ بوجھ لادتا تھا نہ ذبح کرتا تھا۔ اُس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اُس کو نہ کوئی پانی سے روکتا تھا نہ کھیت سے۔ سائبۃ بروزنِ فاعلۃ من ساب اذا جری۔ یہ وہ اونٹنی تھی کہ جس کو مشرکین بتوں کے نام پر جب سفر سے سلامت آتے یا بیماری سے تندرست ہوتے تھے چھوڑ دیتے تھے۔ فرّا نے کہا ہے کہ جس اونٹنی کے دس بچے پیدا ہوتے تھے اُس کو بتوں کے نام پر متبرک سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ وصیلۃ بمعنی موصلۃ۔ عرب میں جب کوئی اونٹنی مادہ بچہ دیتی تو اُس مادہ کو اپنے لئے رکھتے اور جو نر بچہ دیتی تو اس کو اپنے بتوں کی نذر کرتے اور دونوں ایک ساتھ ہوتے تو کہتے کہ اس نے اس کو اُس کے بھائی سے ملا دیا تب یہ نر بتوں کے لئے ذبح نہ کیا جاتا۔ حام وہ نر اونٹ ہوتا تھا کہ جس کے بچے کا بچہ لدنے کے قابل ہو جاتا تھا تب اُس کو چھوڑ دیتے تھے گویا اُس نے اپنی پیٹھ کو بچا لیا حمی ظہرہ ای حفظ عن الرکوب۔

قولہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ الخ کہ یہ جہّال جو تمہارا کہنا نہیں مانتے تو تم کچھ پروا نہ کرو تم اپنی فکر کرو کسی کا گمراہ ہونا تمہارے لئے کچھ مضر نہیں جو کرے گا بھرے گا۔ ہاں حتی المقدور وعظ و نصیحت میں کمی نہ کرو۔ یہاں سے یہ نہیں نکلتا کہ تم کسی کو نصیحت نہ کرو۔ بلکہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وابن ماجہ وابن جریر و دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضؓ نے خدا تعالٰے کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ تم اس آیت کو غیر معنی پر محمول کرتے ہو حالانکہ میں نے نبی علیہ السلام سے سُنا ہے کہ جب لوگ کسی بُری بات کو دیکھ کر اُس کو دور نہ کریں گے تو خدا تعالٰی عنقریب سب پر بلائے عام نازل کرے گا۔ ایمان و جان کی حفاظت کے بعد جو علیکم انفسکم کے ساتھ تھی مال کی حفاظت کا حکم دیتا ہے بقولہ یاایہا الذین اٰمنوا شہادۃ بینکم، شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ تمیم داری اور اُس کا بھائی عدی عیسائی تھے بدیل عمرو بن العاص کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹) یہ حکم منسوخ ہو گیا آیتِ میراث سے یعنی جب میراث کا مسئلہ نہ تھا مورث کو کم زیادہ دینے کا اختیار تھا جب یہ وصیت ضروری اور شہادت لابدی تھی مگر محققین کہتے ہیں کہ سپردگی اور غیر ورثہ کے لئے وصیت کرنے میں اب بھی اس کی ضرورت ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

غلام مسلمان مہاجر کے ساتھ مل کر ملکِ شام میں تجارت کو گئے وہاں جاکر بدیل کا وقت اخیر آیا تو کُل اسباب کی فہرست لکھ کر اسباب میں خفیہ رکھدی اور اسباب کو ان دونوں بھائیوں کے حوالہ کیا اور وصیّت کی کہ میرے ورثہ کو دیدینا۔ اس اسباب میں ایک چاندی کا پیالہ بھی تھا جس پر سنہری کام تھا جس کی قیمت تین ۳۰۰ سو مثقال تھی وہ تو مرگیا اور اُنھوں نے مدینہ طیبہ میں آکر سب اسباب دیدیا اور پیالہ رکھ لیا۔ وارثوں نے فہرست دیکھ کر پیالہ کا مطالبہ کیا تب یہ قضیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم سفر پر ہو اور کسی کو موت کے آثار معلوم ہونے لگیں تب وہ اپنے مال کی بابت کچھ وصیّت کرنا چاہے تو اپنے لوگوں میں سے دو ۲ شخص معتبروں کو وصیّت کردے اور ان کو گواہ بنالے اور اپنے نہ ملیں تو غیروں میں سے دو ۲ گواہ کرلے پھر اگر کچھ نزاع نہ ہو اور جو کچھ مال و اسباب یا وصیّت وہ ادا کریں اور وارث بلا نزاع سچ جان کر قبول کرلیں تو خیر ورنہ اُن دونوں گواہوں سے نماز[1] کے بعد ٹھہرا کر کے قسم لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس قسم سے دُنیا کی کوئی غرض نہیں رکھتے گو کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو یعنی جھوٹ نہیں بولتے اگر اس قسم کے بعد کوئی خیانت نہ ظاہر ہو تو خیر ورنہ میّت کے زیادہ قرابتیوں میں سے کہ جن کو ان وصیوں نے مستحق کردیا جن کا حق دبالیا گیا) دو ۲ شخص اُٹھ کر قسم کھاجاویں کہ ہمارا کہنا سچ ہے اور ہم حق سے تجاوز نہیں کرتے (پس اگر قسم کھاجاویں گے تو جس قدر مال کا وصیوں سے ان کو دعویٰ ہے دلایا جاوے گا) چنانچہ تمیم اور اس کے بھائی سے بعد نماز عصر کے آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قسم لی کہ ہم نے اس مال میں کچھ خیانت نہیں کی قسم کے بعد دونوں کو بری کردیا گیا۔ عرصہ کے بعد وہ پیالہ کہیں سے بکتا ہوا پکڑا گیا پھر یہ قصّہ آنحضرت علیہ السّلام کے روبرو پیش ہوا آپؐ نے عمرو ابن العاص اور مطلب بن ابی رفاعہ سے جو بدیل کے زیادہ قرابت دار تھے قسم لی اور وہ پیالہ انھیں کو دلادیا۔ تمیم نے مسلمان ہوکر اقرار کیا کہ بیشک میں نے جھوٹی قسم کھائی تھی اور حق وہی تھا جو کیا گیا۔ " اپنے لوگوں میں سے ورنہ غیروں میں سے دو ۲ گواہ کرلو " عام مفسّرین کہتے ہیں کہ اپنے سے اہلِ اسلام مراد ہیں اور غیر سے اس جگہ اور مذہب والے پس اگر اپنے مذہب کے آدمی ایسے وقت نہ ملیں تو غیر مذہب کے دو ۲ عدل یعنی سچے آدمی گواہ یا وصی کرلئے جاویں وبہ قال ابن عباسؓ و ابو موسیٰؓ و سعید بن جبیرؒ و سعید بن المسیبؒ و شریحؒ و ابن جریجؒ و مجاہدؒ و ابن سیرینؒ مگر حسن بصریؒ اور زہریؒ اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اپنے سے مراد قرابت دار اور غیر سے مراد غیر قرابت دار کیونکہ کافر عادل نہیں اُس کی گواہی معتبر نہیں یہ حکمِ وصیّت اکثر فقہاء کے نزدیک آیتِ میراث سے منسوخ ہے یعنی اس کی کچھ ضرورت نہیں رہی فتأمل واللہ اعلم۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ
جس دن اللہ تعالےٰ رسولوں کو جمع کرکے پوچھے گا کہ تم کو کیا جواب دیا
اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ
گیا تھا۔ وہ کہیں گے ہم کو کچھ بھی خبر نہیں۔ تو ہی بڑا
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۱۰۹) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى
غیب دان ہے۔ جب کہ اللہ تعالےٰ عیسیٰؑ مریمؑ کے
ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى
بیٹے سے فرمائے گا کہ تم میرے اُس احسان کو یاد کرو جو تم پر اور تمھاری ماں
وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
پر کیا تھا۔ جب کہ میں نے روح القدس سے تمھاری مدد کی،
الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ
تو تم لوگوں سے (ماں کی) گود میں اور بڑی عمر میں بھی باتیں

وقف لازم

[1] نمازِ عصر بعض نے کہا ظہر بعض نے عام رکھا ہے۔ ان اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے جھوٹ بولنے سے انسان ڈرجاتا ہے ۱۲ منہ [2] روح القدس سے مراد اکثر کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السّلام ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک اور معزز فرشتہ ہے ۱۲ منہ

كَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
کرنے لگے۔ اور جب کہ میں نے تمھیں کتاب اور حکمت
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ
اور توراۃ اور انجیل سکھائی، اور جب کہ تم گارے سے
مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ
پرندوں کی صورت میرے اِذن سے بناتے تھے پھر اُن میں پھونک مارتے
فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ
تو وہ میرے حکم سے پرند ہو جاتے تھے اور تم مادرزاد اندھے
الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ
اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور جب کہ
تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ
تم مُردوں کو (قبروں سے) میرے حکم سے باہر لا کھڑا کرتے تھے، اور جب کہ میں نے
بَنِي إِسْرَاءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب کہ تم اُن کے پاس نشانیاں لے کر گئے
فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَا
تو اُن میں سے منکروں نے کہدیا کہ یہ تو محض کھُلا ہوا
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۱۱۰﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى
جادو ہے۔ اور (یاد کرو) جب کہ میں نے حواریوں کے
الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۚ
دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں،
قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۵ ۷ ۵
تو حواریوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہیو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔
إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
جب کہ حواریوں نے کہا اے عیسیٰ! مریمؑ کے بیٹے
هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا
کیا تمھارا رب ہم پر آسمان سے کوئی خوان
مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ
اُتار سکتا ہے۔ (عیسیٰؑ نے) کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ
اگر تم کو ایمان ہے۔ (حواریوں نے) کہا ہم تو چاہتے ہیں کہ
أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا
اُس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو
وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ
اور ہم کو معلوم ہو کہ تم نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم بھی
عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيسَى
اس پر گواہ ہو جاویں۔ عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے
ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا
نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے رب ہم پر آسمان سے خوان
مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا
نازل کر دے کہ وہ ہمارے اگلے اور پچھلوں
لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا
کے لئے عید اور تیری طرف سے نشانی ہو جاوے۔ اور ہم کو روزی دے
وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ
اور تو ہی بڑا روزی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ
میں اس کو تم پر نازل تو کرتا ہوں پر جو اس کے بعد بھی تم میں
بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا
سے کوئی ناشکری کرے گا تو میں اُس کو ایسی سزا دوں گا کہ جہان بھر
أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۱۵﴾
میں کسی کو بھی نہ دوں گا۔

ترکیب

یوم یجمع کا عامل لایہدیہم الی الجنۃ۔ اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو اسمعوا کا اور اذکر بھی عامل ہو سکتا ہے۔ ماذا موضع رفع میں ہے اجبتم کا مفعول ہو کر اور حرف جر یہاں محذوف ہے

۱؎ کیونکہ اس میں خداتعالیٰ کی قدرت کا امتحان ہے جو بڑی گستاخی ہے ۱۲ منہ

۲؎ حواریوں نے کہا امتحان مقصود نہیں بلکہ اس نعمت میں سے کھانا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ ہمارے اطمینانِ قلبی اور تیری تصدیق کا باعث ہو گا ۱۲ منہ

لے بما و اذ اجبتم اذ قال اللہ بدل ہے یوم سے اور اذکر بھی
محذوف ہوسکتا ہے اذ ایدتک اس کا عامل نعمتی ہے
تکلم الناس حال ہے کاف ایدتک سے فی المھد ظرف ہے
تکلم کا من الطین تخلق سے متعلق ہے الطیر مصدر
بمعنے فاعل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی اصل طیّر تھی
جیساکہ سیّد پھر تخفیف ہوگئی اذ جئتہم ظرف ہے کففت
کا واذ اوحیت معطوف ہے اذ ایدتک پر ان آمنوا
مصدر ہوکر مفعول ہے اوحیت کا اذ قال الحواریون اس کا
حال اذکر ہے یستطیع بمعنے یقدر ان ینزل الخ جملہ اس کا
مفعول یا یستطیع کی تفسیر تکون کی عیدا خبر وآیۃ اس کا
معطوف جملہ صفت مائدۃ۔

تفسیر

خدا تعالیٰ کی قرآن مجید میں عادت ہے کہ جہاں چند احکام وشرائع بیان فرماتے ہیں اس کے بعد یا تو ذات کے متعلق یا کچھ انبیاء کے احوال یا قیامت کے حالات اور آخرت کے درجات کا بھی ساتھ ہی ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ ان احکام کے لئے مؤکد ہوجاوے۔ یوم یجمع اللہ الرسل یہ قیامت کا حال ہے کہ ہم رسولوں سے یوں پوچھیں گے اور وہ یہ کہیں گے لاعلم لنا کہ امر واقعی اور دل کی بات تو تو ہی جانتا ہے۔ اور ظاہری قیل و قال کا جو ہمیں علم ہے سو وہ تیرے علم کے آگے بمنزلہ لاشئ کے ہے۔ پس اس آیت میں اور جئنا بک علیٰ ہؤلاء شہیدا میں کچھ تعارض نہیں۔ اذ قال اللہ یٰعیسیٰ ابن مریم یہاں سے حضرت عیسیٰؑ کا حال شروع ہوتا ہے کہ قیامت کو ہم ان سے یہ سوال کریں گے اور اپنی نعمتیں یاد دلا کر کہیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیجیو؟ اُس پر عیسیٰ علیہ السلام نہایت عاجزی سے اپنی برأت بیان کریں گے۔ اس ذکر سے غرض عیسائیوں کا خیال باطل غلط کرنا ہے کہ جو عیسیٰؑ کو خدا اور خدائی کا حصہ دار سمجھتے ہیں اور حضرتؑ کے معاصر عیسائی مریمؑ کو بھی خدا سمجھتے تھے۔ عیسیٰؑ تو قیامت کو لرزکر یوں عذر کریں گے کہ میں نے ان سے ایسی بات نہیں کہی نہ میں کہہ سکتا تھا تو قادر ہے خواہ معاف کرے خواہ عذاب دیوے۔ اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک یہاں سے وہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے عیسیٰؑ پر احسان کئے تھے یاد دلائے جاتے ہیں اور اشارتاً یہ بات جتلائی جاتی ہے کہ اگر وہ خدا یا اس کے بیٹے ہوتے تو ان کو ان احسانات کی حاجت کیا تھی؟ غرض کس لطف سے ابتداء ولادت سے لے کر ان کی موت تک کا حال جو عبودیت پر دال ہے واقع ذکر کرکے گناتا اور بتاتا ہے کہ یہ سب باتیں جو ان پر گزری ہیں ان سے قیامت میں سوال کیا جاوے گا۔

(۱) اذ ایدتک بروح القدس الخ یہ سب سے اول احسان ہے جو حضرت مسیحؑ پر کیا تھا کہ روح القدس سے ان کی تائید کی تھی جس سے وہ لڑکپن میں بھی کلام کرتے تھے کہ جس وقت عادتاً لڑکے نہیں بول سکتے ورنہ پھر تائید روح القدس کی اور کلام کرنے کی خصوصیت کیا ہے؟ روح سے مراد جبرئیلؑ القدس سے ذات باری تعالیٰ۔ جبرئیلؑ کی تائید یہ تھی کہ یہ ہر وقت اپنی ملکیت کا اثر ان کی بشریت پر ڈالتے رہتے تھے جس سے ان سے معجزات سرزد ہوتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ارواح کے درجات متفاوت ہیں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو پاک روح عطا کی تھی جس کے آثار ہمیشہ جسمانیت اور بہیمیت پر غالب رہتے تھے سو یہ تائید تھی کہ لڑکپن میں کلام کرنا اور انی عبداللہ کہنا انجیل طفولیت[لہ] میں ثابت ہے اور آج اس کو مسلم الثبوت نہ کہنے سے اس کے جمیع واقعات کی تکذیب نہیں ہوسکتی خصوصاً جب کہ انجیل یوحنا کے اخیر باب میں تصریح ہے کہ مسیحؑ نے جو کچھ

لہ یہ دو انجیلیں ہیں اول انجیل طفولیت عیسائیوں کے فرقہ ناسکس میں دوسری صدی میں مسلم تھی۔ اور جو ایشیا و افریقہ کے اکثر گرجاؤں میں پڑھی جاتی اور جس پر عقائد کا مدار تھا وہ یہی انجیل تھی اور بعد میں یوسیبس اور اتھانشیس وغیرہ عیسائیوں کے مستند علماء بھی ان سے سند پکڑتے تھے ۱۲

کام کئے ہیں آج اگر وہ سب لکھے جاویں تو دنیا میں نہ سما سکیں۔
اور کہلاً یعنی اخیر عمر میں قریب قیامت پھر آ کر کلام کریں گے۔

(۲) واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل، کتاب کا بیان توریت وانجیل ہے سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کتابوں کو اور حکمتِ الٰہیہ کے اسرار و رموز کو جانتے تھے جیسا کہ لوقا کی انجیل کے ۴ باب ورس ۱۶-۱۷ سے ثابت ہے۔

(۳) واذ تخلق الخ مٹی کے جانور بنا کے ان میں پھونکنا اور ان کا زندہ ہو کر اُڑ جانا یہ معجزہ بھی آپؑ کا انجیلِ طفولیت میں موجود ہے۔

(۴) وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی، اندھوں اور کوڑھیوں کا شفا دینا بھی لوقا کے ۱۷-۱۸ باب میں مذکور ہے۔

(۵) واذ تخرج الموتیٰ باذنی، مُردہ کا زندہ کرنا بھی لوقا کی انجیل کے ۸ باب میں مذکور ہے۔ یہ اخیر تینوں باتیں بڑے کام کی تھیں اس لئے سب میں باذنی کا لفظ بھی زیادہ کر دیا تاکہ یہ خیال نہ رہے کہ یہ کام مسیحؑ اپنی قدرت سے نہیں بلکہ خدائے قادر کی قدرت و اجازت و مدد سے کرتے تھے ان باتوں سے ان کو خدا یا خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لینا خلافِ عقل ہے۔

(۶) واذ کففت بنی اسرائیل، خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل یعنی یہود کے شر سے مسیح علیہ السلام کو محفوظ رکھا جب کہ مسیحؑ نے ان کو معجزات دکھائے اور انہوں نے جادو بتلایا اور قتل کا قصد کیا تو خدا تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ یہودیوں کا درپئے قتل ہونا اناجیلِ اربعہ میں مصرح ہے۔

(۷) واذ اوحیت الی الحواریین، جو لوگ حواریوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ وحی سے وحی انبیاءؑ مراد لیتے ہیں اور جو ان کو نبی نہیں سمجھتے تو بمعنے الہام یعنی القاء فی القلب۔ خدا تعالیٰ نے حواریوں کے دل میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے کی توفیق پیدا کی سو وہ ایمان لائے۔ جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے۔

(۸) اذ قال الحواریون یا عیسی ابن مریم، یہ اس وقت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ حضرت عیسیٰؑ نے دریائے طبریاس کے پاس دعا کی تو خدا تعالیٰ نے پانچ روٹیوں اور دو تلی ہوئی مچھلیوں سے پانچ ہزار آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔ یہ برکت دینا آسمان یعنی عالم غیب سے مائدہ نازل کرنا ہے جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۶ باب میں مذکور ہے۔ باقی یہ حواریوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو گو ان کتابوں میں نہ ہو مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں میں گفتگو ہوئی تھی وہ سب ان چاروں انجیلوں میں موجود ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مائدہ[۱] کا نازل ہونا اس معجزہ مذکور کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے جو اناجیلِ اربعہ میں مذکور نہیں۔ پھر اس کی کیفیت میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ ایک ایسے محل کا قصہ ہے کہ جہاں حواریوں کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا تب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے؟ اس پر حضرتؑ نے خفا ہو کر فرمایا کہ اگر تم کو ایمان ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ محض اطمینان اور اپنے کھانے کے لئے یہ سوال ہے ورنہ اس کی قدرت میں کچھ کلام نہیں۔ تب حضرت عیسیٰؑ نے بھی دعا کی کہ الٰہی! آسمان سے مائدہ نازل کر کہ ہمارے اول آخر کے لئے عید یعنی باعثِ خوشی ہو اور تیری طرف کی نشانی ہو۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں مائدہ نازل کرتا ہوں مگر اس کے بعد جو ناشکری کرے گا اس کو وہ عذاب دوں گا جو جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔ اس پر آسمان سے سرخ دسترخوان کہ اس کے اوپر بھی ایک بدلی اور نیچے بھی ایک بدلی تھی نازل ہوا اس کو کھول کر دیکھا تو اس میں تلی ہوئی مچھلی اور پانچ روٹیاں اور ترکاریاں رکھی ہوئی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر قسم کی نعمتیں اس میں تھیں پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ بات صرف ایک بار ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیس روز تک نازل ہوتا رہا ایک دن بیچ کر کے آتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے سحر اور نظر بندی کی بدگمانی کی تو

---

[۱] زجاج کہتا ہے مائدۃ بروزن فاعلۃ من ماد یمید اذا تحرک فکانہا تمید بما علیہا۔ ابن انباریؒ کہتے ہیں کہ مائدہ کو اس لئے مائدہ کہتے ہیں کہ وہ بمعنی عطیہ ہے ۱۲ منہ

اُن کے سوٗر کے منہ ہوگئے تین روز کے بعد تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

ایسا ہونا ممکن ہے مگر یہ قصص نہ تو قرآن میں ہیں نہ نبی علیہ السلام سے ان کا کچھ ثبوت ہے مؤرخوں کے اقوال ہیں۔ مگر حسن بصریؒ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ناشکری پر سخت عذاب آنے کی سُنی تو پھر درخواست نہ کی اس لئے مائدہ نازل نہ ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو اُس کے نازل ہونے کا دن نصاریٰ میں عید کا دن ہوجاتا حالانکہ نہیں ہے قرآن مجید سے بھی صرف دعا کرنا ثابت ہے۔

فقیر کے نزدیک مائدہ کا نازل ہونا پایا گیا جیسا کہ اُس کا پتہ انجیل یوحنا سے لگتا ہے اور عیسائیوں کے پاس بے اندازہ دنیا کا جمع ہونا اسی کا ثمرہ ہے۔ نیچری مفسر نے ان معجزات کے مٹانے پر بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور جب کہ آیاتِ قرآنیہ کی کوئی تاویل ہی نہ ہوسکی تو کہیں بے تکی ف عطف ف تفریع کا جھگڑا لے بیٹھے۔ کہیں یہ کہدیا کہ مفسرین کو یہود و نصاریٰ کی تقلید کی عادت ہے، غرض بے تک ہذیان ہے جس کی بنیاد نہ کسی دلیل عقلی پر ہے نہ نقلی پر بلکہ صرف اس بات پر کہ معجزہ کا وجود ممکن نہیں سو اس کا جواب مقدمہ میں ہوچکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ
اور جب کہ عیسےٰ مریم کے بیٹے سے اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ کیا
أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ
لوگوں سے تم نے ہی کہا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا مجھے اور میری
إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ
ماں کو دو۲ خدا بنالو۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے
مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي ۖ بِحَقٍّ
مجھے کیا ہوا تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کچھ بھی حق نہ تھا۔
ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ
اگر میں نے (یہ) کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا۔
تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي
تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں نہیں جانتا تیرے دل میں،
نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (۱۱۶)
کیا ہے؛ بے شک تو ہی بڑا غیب داں ہے۔
مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ
میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور میں اُن کا
عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا
نگہبان رہا جب تک کہ اُن میں رہا۔ پھر جب کہ
تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ
تُو نے مجھے وفات دی تو ان پر تو ہی نگہبان رہا۔
وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۱۱۷) إِنْ
اور تُو ہی ہر چیز کا نگراں ہے۔ اگر
تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ
تُو ان کو عذاب دے تو پھر وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر
تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۱۸)
تُو ان کو معاف کرے تو پھر تو ہی زبردست حکمت والا (بھی) ہے۔
قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِينَ
اللہ تعالیٰ فرماوے گا یہ وہ دن ہے کہ جس میں سچوں کو اُن کا سچ (ہی)
صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ
نفع دے گا۔ اُن کے لئے ایسے باغ ہیں کہ جن کے نیچے نہریں
تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ
بہہ رہی ہیں وہ اُس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہا کریں گے۔ اللہ تعالےٰ

[1] اس سے غرض اُن عیسائیوں کے عقیدے کے بطلان کی طرف اشارہ ہے کہ جو حضرت مریمؑ کو بھی خدا کہتے تھے یا تثلیث کا ایک اقنوم مراد لیتے تھے ۱۲ منہ [2] تجھ کو کوئی منع نہیں کرسکتا ۱۲ منہ

اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ ط ذٰلک الفوز

اُن سے خوش ہوگا اور وہ اُس سے خوش ہوں گے۔ یہی ہے بڑی

العظیم ﴿۱۱۹﴾ للّٰہ ملک السمٰوٰت والارض

کامیابی۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے سب پر

وما فیہن ط وھو علٰی کل شیء قدیر ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶ ۵ ۹

اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترکیب

اذ قال اس کا عامل اذکر۔ اتخذونی بمعنے صیّرونی ہوکر دو مفعول چاہتا ہے اوّل ی اور امّی دوم۔ الٰہین من دون اللہ اس کی صفت ان اقول فاعل یکون۔ لی خبر۔

تفسیر

یہ وہ کلام ہے کہ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے قیامت کے روز کیا جائے گا۔ جس پر وہ عاجزی سے کہیں گے کہ مَیں ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں نے تو خاص تیری ہی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی زندگی بھر یہی کہتا رہا پھر میرے بعد کی تجھے خبر ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے اگر عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اور معاف کرے تو تو بڑا حکیم زبردست ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ آج کے دن سچّوں کا سچ کام آوے گا کہ اُن کے لئے رُوحانی اور جسمانی جاودانی بہشت ملے گی جس میں ہمیشہ رہیں گے اور نیز خدا تعالےٰ اُن سے راضی وہ اُس سے راضی ہیں گے اور بڑی مراد اور سب باتوں کا مآل کار بھی یہی ہے۔ **ف** سورۃ کو بندوں کے عہد پورا کرانے سے شروع کیا تھا پھر جس کا تتمہ بیان احکام اور یہود و نصارٰی کے عقائدِ باطلہ کا بطلان خصوصًا عیسائیوں کے اعتقادِ تثلیث کا ردّ، سو یہ تمام باتیں اس سورۃ میں ذکر کی گئیں اور پھر آخر میں اس عالم کی فنا اور حشر کا برپا ہونا اور انبیاء سے سوال کرنا اور صادقوں کا اپنے صدق کے بدل میں سعادتِ ابدی پانا بیان کرنا گویا اس عہدنامہ کا نتیجہ سامنے قائم کر دینا ہے پھر سورۃ کو للّٰہ ملک السمٰوٰت الخ کے ساتھ ختم کرنا یعنی خدا تعالیٰ کی کبریائی و عظمت پر سخن تمام کرنا کیا ہی لطف رکھتا ہے اور اس اشارہ میں اپنے چند وہ وصف بیان فرمائے جو تمام سورۃ کے مضامین کے لئے جڑ ہیں کیونکہ للّٰہ ملک السمٰوٰت میں اُس کی ذات و صفاتِ کاملہ کا ثبوت جس کے ضمن میں نقائصِ تثلیث و تثنیہ کا ردّ اور علٰی کل شیء قدیر میں اور بھی مخالفین کے عقائدِ باطلہ کا فساد کھول دیا۔ سُبحان اللہ! ان اسرار کا بیان کرنا طاقتِ بشریّہ سے باہر ہے۔ (ولہ الحمد دائمًا)

سورۃ انعام

مکّہ میں نازل ہوئی مگر وما قدروا اللّٰہ تین آیتیں اور قل تعالوا تین اور آیتیں مکّہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ اس کی ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الحمد للّٰہ الذی خلق السمٰوٰت و

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کو ہیں جس نے آسمانوں اور

الارض وجعل الظلمٰت والنور ط

زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور اُجالا بنایا۔

ثم الذین کفروا بربہم یعدلون ﴿۱﴾

پھر بھی کافر (بتوں کو) اپنے رب کے برابر کر رہے ہیں۔

ھو الذی خلقکم من طین ثم قضٰی

وہی ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (ہر ایک کی) میعاد

اجلًا ط واجل مسمّی عندہ ثم انتم

مقرر کی[۱]۔ اور میعاد اُس کے نزدیک مقرر ہے[۲]، پھر بھی تم شک میں

تمترون ﴿۲﴾ وھو اللّٰہ فی السمٰوٰت

پڑے ہوئے ہو۔ اور وہی اللہ ہے (یعنی قادر و متصرّف) آسمانوں

[۱] یعنی ہر ایک کی موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے زندگی معین ہے ۱۲ منہ [۲] اور ایک میعاد یعنی قیامت کی جس میں فنا کلّی ہوگی اس کے نزدیک مقرر ہے جیسا کہ افراد رجال کی[۳]

[۳] فنا جزئی کا وقت مقرر تھا ۱۲ منہ

وَفِی الْاَرْضِ ۭ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہْرَکُمْ
اور زمین میں ہے۔ تمہاری چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے
وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ③ وَمَا تَاْتِیْہِمْ
اور جو تم کرتے ہو اُس کو بھی جانتا ہے۔ اور جب کوئی آیت اُن کے
مِّنْ اٰیَۃٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّہِمْ اِلَّا کَانُوْا
رب کی آیتوں میں سے اُن کے پاس آتی ہے تو اُس سے مُنہ ہی
عَنْہَا مُعْرِضِیْنَ ④ فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ
پھیر لیتے ہیں۔ جب حق (قرآن) اُن کے پاس آگیا تو
لَمَّا جَآءَہُمْ ۭ فَسَوْفَ یَاْتِیْہِمْ اَنْۢبٰۗؤُا
اُن کو جھٹلا کر رہے۔ ابھی اُنھیں اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ
مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ یَرَوْا
جس کو ٹھٹھوں میں اُڑایا کرتے تھے۔ کیا وہ نہیں
کَمْ اَہْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہِمْ مِّنْ قَرْنٍ
دیکھتے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی ایک ایسی قومیں ہلاک کر دیں کہ جن کو
مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ
ہم نے زمین پر ایسا بسایا تھا کہ جو تم کو بھی ویسا نہیں بسایا
وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْہِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّ
جن پر ہم نے برسانے کے لئے بادل چھوڑ رکھے تھے۔ اور
جَعَلْنَا الْاَنْہٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہِمْ
اُن کے نیچے نہریں جاری کر دی تھیں
فَاَہْلَکْنٰہُمْ بِذُنُوْبِہِمْ وَاَنْشَاْنَا
پھر اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور اُن کے بعد
مِنْۢ بَعْدِہِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥
اور قومیں پیدا کر دیں۔

تفسیر

یہی وہ سورۃ ہے کہ جو سب کی سب ایک بار نازل ہوئی ہے۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ تو مدینہ طیبہ آنے کے بعد اور یہ اُن سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی۔ مکہ میں مشرکین عرب کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کا وجود اُن صفاتِ قاہرہ کے ساتھ بیان ہوتا تھا کہ جن سے تمام عالم میں اُسی کا قبضہ و تصرف ثابت ہو۔ مگر دوبارہ زندہ ہونے کے جو منکر تھے اُن کے مقابلہ میں حشر و نشر کا اثبات ہوتا تھا اور جو خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے صرف دہر کو پیدا اور فنا کرنے والا جانتے تھے اُن کے مقابلہ میں اُس کا وجود اس کے آثارِ قدرت و جبروت کے نشانوں سے ثابت کیا جاتا تھا اور نیز عرب یا مکہ کے مشرکوں کو جو اپنی دولت و راحت پر گھمنڈ تھا اور باوجود اس کفر اور بدکاری کے اُس کے عذاب سے کچھ بھی ڈر نہ تھا، اُن کے مقابلہ میں اُن سے پہلے کی قوموں کی حد افزوں ثروت و قدرت اور پھر آیاتِ الٰہی کے انکار سے اُن کی ہلاکت بیان کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس سورۃ اور ان آیات میں انھیں مضامین کی رعایت ہے اور یہی کلام کی خوبی بھی ہے اور منصبِ الہام کا یہی فرض ہے کہ جس خرابی کو دیکھے اُسی کی اصلاح کی تدبیر کرے۔ پس الحمد للہ سے والنور تک اوّل امر کا اثبات ہے جس لئے مشرکوں پر طعن کیا جاتا ہے کہ باوجودیکہ آسمانوں اور زمینوں اور نور و ظلمت کا خالق اسی کو جانتے ہیں مگر پھر بھی اُس کے ساتھ بتوں یا اور خیالی معبودوں کو ملا کر اُس کے برابر کرتے ہیں۔ ہو الذی سے اپنا حشر پر قادر ہونا بیان کیا جاتا ہے یہ بات بتلا کر کہ جس نے تم کو اوّل بار مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ترکیب

جعل بمعنے خلق۔ الذین الخ مبتدا یعدلون خبر بربہم اس سے متعلق ہو مبتدا اللہ خبر یعلم خبر ثانی اور ممکن ہے کہ اللہ ہُو سے بدل ہو یعلم خبر۔ فی السمٰوٰت، اللہ سے متعلق ہو بمعنے جو معبود ہے۔

لہ قرآن کی آیت یا معجزہ یا اس کے جلال و کبریائی کی نشانی زلزلہ کڑک قحط و وبا وغیرہ جب کفار کے سامنے پیش ہوتی ہے تو اس میں غور و تامل نہیں کرتے منہ پھیر لیتے ہیں ۱۲ منہ عہ یہ حاشیہ صفحہ ۳۱۸ پر ملاحظہ کریں۔

دوبارہ نہیں زندہ کرسکتا پھر شک کیا؟ وہو اللہ سے تیسری ع ۱ ۷
بات کا ثبوت کرتا ہے کہ دہر یا افلاک خود اُس کے حکم کے مسخر
ہیں ان میں شب و روز اُس کے تصرفات دیکھتے ہو پھر اگر یہ
اللہ تعالےٰ کا فعل نہیں تو اور کس کا ہے؟ دہر کیسا؟ وما یاتیہم
سے چوتھی[۴] بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان سے پہلے لوگ
بھی ایسا کرچکے ہیں پھر ان کی تو کیا ہستی ہے اُن کو بھی ہم نے
غارت کردیا اور ان کی جگہ اور قومیں پیدا کردیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ
اور اگر ہم آپ پر کوئی کتاب کاغذوں پر لکھی لکھائی بھیجتے
فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ
پھر وہ اُس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تب بھی منکر
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷
یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔
وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَ
اور کافروں نے کہا نبیؐ پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اور
لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا
اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو کام ہی تمام ہو جاتا پھر اُن کو مہلت بھی
يُنْظَرُوْنَ ۝۸ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
نہ ملتی۔ اور اگر ہم اس کو فرشتہ بناتے تو انسان ہی کی
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹
صورت بناتے اور جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں اس میں ہم (پھر) ان کو ڈال دیتے۔
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور تم سے پہلے بھی (بہت سے) رسولوں کی ہنسی اڑائی گئی ہے
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
پھر ہنسی اڑانے والوں پر (وہی) بلا آپڑی کہ جس کی وہ
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰
ہنسی اڑایا کرتے تھے؛

ترکیب

فی قرطاس ثابت کے متعلق ہو کر صفت ہوئی کتابًا کی اور خود کتاب بمعنی مکتوب سے بھی متعلق ہوسکتا ہے مایلبسون مَا بمعنی الّذی جملہ مفعولِ للبسنا۔ ماکانوا بہ الخ فاعلِ حاق۔

تفسیر

ان چاروں باتوں کے بعد ایک پانچویں[۵] بات اور بھی قابلِ اثبات تھی۔ وہ یہ کہ مکہ مکرمہ کے کافر آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا انکار اس شبہ سے کرتے تھے کہ فرشتہ آتا ہوا اُس کے پاس کیوں نہیں دکھائی دیتا۔ اور قرآن کا انکار اس بناء پر کرتے تھے کہ آسمان سے لکھی لکھائی کتاب ایک بار کیوں نہ نازل ہوگئی؛ یہ بار بار الہام کیسا اور نزول رُوح القدس کیا؛ اس کے جواب میں خدا تعالےٰ نے اس کی اصل حکمت سے درگزر کرکے بوجہ ان کے افہام کے قاصر ہونے کے صرف ایک عام فہم بات ذکر فرماتا ہے کہ اگر قرآن لکھا لکھایا نازل ہوتا تو اُس کو بدرجۂ اولیٰ یہ لوگ سحرِ مبین کہدیتے اور اگر فرشتہ آتا تو دو[۲] خرابیاں پیش آتیں۔ اوّل[۱] یہ کہ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب ملائکہ آتے ہیں تو پھر کام ہی تمام ہو جاتا ہے (جیسا کہ لوطؑ کی بستی میں ملائکہ آئے اوّل بار حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کو دیکھتے ہی گھبرا گئے کہ اب اس بستی پر بلا نازل ہوتی ہے جس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۷) چونکہ آدمؑ مٹی سے اور اُن سے سب آدمی پیدا ہوئے یا انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جو غذاؤں سے حاصل ہوتا ہے اور غذائیں زمین کی پیداوار انجام مٹی ہیں اس لئے اُس کا مٹی سے پیدا ہونا بیان فرمایا ۱۲ منہ [۱] یعنی علانیہ فرشتہ آکر تصدیق کرتا تو ہم مانتے۔ جواب دیتا ہے کہ اگر فرشتہ آتا تو فیصلہ ہی ہو جاتا کس لئے کہ فرشتہ آنے کے بعد انکار کرنا اور یہ فرشتہ میں بھی شبہ کرتے عادت اللہ کے موافق ہلاکی کا باعث بنے ۱۲ منہ [۲] کس لئے کہ فرشتہ کو اس کی صورتِ اصلی پر دیکھنے کی ان میں صلاحیت نہیں کیونکہ وہ نورِ مجرد ہے اور یہ آنکھیں عالمِ ناسوت دیکھنے کو بنائی گئی ہیں پھر جب وہ آدمی بن کر آتا تو وہی شبہات اس کے حق میں پیدا ہوتے کہ اس کے فرشتہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ۱۲ منہ

میرا بھتیجا لوط بھی ہے)۔ دوم یہ کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں
اُن کے بغیر اس کے کہ وہ کسی آدمی وغیرہ محسوس چیز کی شکل
میں متشکل ہوں نظر آنے کی کیا صورت ؟ ایسی حالت میں شبہ
کرنے والوں کا شبہ پھر قائم ہو جاتا اُس کا کیا اعتبار کہ یہ فرشتہ
ہے یا کوئی کہیں سے آدمی چلا آیا ہے ؟ پس جب یہ دونوں شبہے
غلط تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کا
کلام الٰہی ہونا درست رہا۔ اس کے بعد یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں
اُن کی ازراہ تمسخر ہیں جس کا نتیجہ پہلی اُمتیں خوب دیکھ چکی ہیں

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

(اے نبی! ان سے) کہدو کہ ملک میں چلو پھرو ، پھر دیکھو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪

جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے ؟

قُلْ لِّلّٰهِ ط كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ط

کہدیجئے اللہ ہی کا۔ اُس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم کر لیا ہے۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط

وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع کر کے رہے گا جس میں کچھ بھی شک نہیں۔

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫

جنھوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال رکھا ہے پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط وَهُوَ

اور اُسی کا ہے جو کچھ کہ رات اور دن میں رہتا ہے۔ اور وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ

سُنتا (اور) جانتا ہے۔ کہدو کیا اللہ تعالےٰ کے سوا کہ

اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جس نے آسمان اور زمین بنائے کوئی اور کارساز بنا لوں۔

وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ط قُلْ اِنِّىْٓ

حالانکہ وہی کھلاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ کہدو مجھ کو

اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ

حکم ہوا ہے کہ سب سے اوّل میں ہی فرمانبرداری کروں ،

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ

اور یہ بھی (حکم ہوا ہے) کہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ کہدو

اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ

اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ

ڈر ہے۔ جس سے اُس دن وہ عذاب ٹل گیا تو

يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

اُس پر بڑی مہربانی ہوئی۔ اور یہ صریح

الْمُبِيْنُ ⑯

کامیابی ہے۔

ترکیب

ما بمعنے الذی مبتدا لمن خبر قل للہ ای قل ہو للہ لیجمعنکم کلام مستانف یا الرحمۃ سے بدل اور لام جواب قسم محذوف الذین خسروا مبتدا فہم لا یومنون اُس کی خبر اور چونکہ مبتدا میں معنی شرط تھے اس لئے ف خبر میں آئی لا تکونن عطف علیٰ امرت ای قیل لی لا تکونن او علیٰ قل۔ ان عصیت شرط جوابہٗ محذوف یدل علیہ اخاف عذاب یوم مفعول اخاف والشرط معترض۔

تفسیر

پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں پھر کر دیکھو کہ انبیاءؑ کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام کار ہوا۔ نینوا اور بابل اور عموراور صمیدا کیسے کیسے شہر تھے اُن کے لوگ کس لطف و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اُن کی دولت و حشمت کیسی تھی ؟ اُن کے تجملات دُنیا کیا کیا تھے ؟ پھر اُن کی بُت پرستی اور انبیاءؑ کے انکار و گستاخی سے اُن کو کیسا برباد کیا کہ سوائے ٹیلوں کے اور کچھ نظر

نہیں آتا۔ چونکہ ان کُفّار و مشرکین کو اس بات میں بھی کلام تھا کہ اُن بستیوں کو اُن کے گناہوں سے خدا تعالےٰ نے غارت کیا ہے؟ اس بات پر یقین دلاتا ہے کہ تم بتلاؤ کہ آسمان و زمین کی سب چیزوں پر کس کا اختیار ہے یعنی خاص اللہ تعالےٰ کا پس اُس سے یہ کیا بعید ہے؟ پھر تسلّی دیتا ہے کہ ہمارے اس ہلاک کرنے سے کوئی ہم کو قہّارِ محض نہ سمجھے بلکہ ہم نے اپنے اُوپر بندوں کے لئے رحمت کرنا لازم کر لیا ہے دنیا میں تم اُس کا ظہور دیکھ رہے ہو اور یہ فانی اور اُس کے نعماءِ فانیہ کیا ہیں؟ تم کو ہم قیامت میں جمع کریں گے نعماءِ ابدیہ کے لئے (عجب کلام ہے کہ لمن ما سے ذاتِ باری کا اور کتب سے صفات کا اور لیجمعنکم سے آخرت کا ثبوت کس لطف کے ساتھ کیا ہے؟) مگر بدنصیب لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اس کے بعد اوّل بطورِ تمہید کے اللہ تعالےٰ کا جمیع مخلوقات پر قادر و مسلّط ہونا بیان کرتا ہے ولہ ما سکن الخ کہ جس طرح زمانہ اُس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح زمانیات بھی یعنی جس پر کہ رات دن آتا ہے پھر سمیع علیم ہونا جتلاتا ہے جو معبودیت کے اوصافِ مختصہ میں سے ہے اس کے بعد اُن بت پرستوں پر ایک کوڑا سا پڑتا ہے کہ جب اللہ تم ایسا ہے اور فاطر السمٰوٰت ہے سب اُس کے قبضہ میں ہے تمام مخلوق اُس کی محتاج ہے ہو یطعم اور وہ کسی کا محتاج نہیں ولا یطعم، کیا اس کو چھوڑ کر اور معبود کر لوں؟ پھر حکم ہوتا ہے کہ سُنا دے کہ سب سے پہلے مجھے توحید پر چلنے کا حکم ہوا ہے (اگر یہ بُری بات ہے تو سب سے اوّل مجھ پر عائد ہوگی) اور اگر میں بھی اس کا خلاف کروں تو مجھے عذاب یومِ عظیم کا ڈر ہے کہ جس سے بچنا بڑی مُراد پانا ہے۔

وقف لازم　وقف لازم　ع ۲ / ۱۰ / ۸

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

اور دبندے اگر اللہ تعالےٰ تجھ کو کوئی دُکھ دے تو پھر اُس کو بجز اُس کے کوئی

لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ

بھی دفع نہیں کرسکتا۔ اور اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو

فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہی

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور وہی حکمت والا

الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ

خبردار (بھی) ہے۔ پوچھو کس کی گواہی بڑی معتبر

شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ

ہے۔ کہدو مجھ میں اور تم میں اللہ تعالےٰ گواہ

بَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

ہے۔ اور میری طرف یہ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ

اس سے تم کو اور جس کو یہ پہنچے (اس کو) بھی ڈراؤں۔ کیا تم اس بات کی

لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ

گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

کہدو کہ میں تو اس بات کی گواہی نہیں دے سکتا۔ کہدو وہ تو صرف ایک ہی معبود

وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ہے۔ اور میں تمہارے شرک کرنے سے بیزار ہوں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اُس کو ایسا ہی پہچانتے ہیں[1] جیساکہ

يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ڈال رکھا ہے سو وہ ایمان نہیں لاتے۔

ترکیب

وان یمسسک شرط فلا کاشف جواب ہو مبتدا

[1] یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے ہیں اُن نشانیوں اور علامات سے جو ان کی کتابوں میں یا زبانی منقول تھیں ۱۲ منہ۔ ف۔ اور جن کو تم اس کا

شریک ٹھہراتے ہو میں اس سے بری ہوں۔

القاہر خبر فوق یا خبر ثانی ہے یا بدل ہے خبر سے یا حال ہے۔ ای شئی مبتدا اکبر خبر شہادۃ تمیز اللہ مبتدا خبر محذوف ای اکبر شہادۃ۔

تفسیر

واضح ہو کہ انسان جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو پوجتا ہے تو اُس کو نافع و ضار سمجھ کر اور طبائع عامہ میں جو بُت پرستی نے رواج پایا تو اُسی امیدِ نفع و خوفِ نقصان سے کہ یہ معبود ہم کو اولاد و تندرستی فراخ دستی دیتے ہیں اور جو اُن کی نذر و نیاز نہیں کرتا تو اُس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ پھر اس پر جاہلوں میں سینکڑوں جھوٹے افسانے جو اُن کے خیال کے مؤید ہیں مشہور ہوتے ہیں یا کسی کے اندر ایسے کمالاتِ ذاتیہ یا صفاتیہ تصور کرکے جو خدا تعالیٰ کے اوصاف کے ہم پہلو ہوتے ہیں۔ عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا سمجھتے ہیں اسی لئے۔ اور کبھی محض کسی کے قول اور کسی معتبر کی شہادت سے کہ فلاں قابل پرستش ہے۔ چنانچہ مشرکین بہت سی چیزوں کو محض اپنے باپ دادا کے کہنے سے پُوجتے تھے۔ پہلی بات کی نسبت فرماتا ہے وان یمسسک اللہ کہ نافع و ضار اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کیونکہ اس کے سوا جو ہے ممکن جو اپنی ذات و صفات میں ہر دم اُس کا دست نگر ہے جس کا اثر ہر روز ہم اپنی حالت سے محسوس کرتے ہیں۔ دوسری بات کی نسبت فرماتا ہے وہو القاہر یعنی تمام صفاتِ الوہیت کا تین یا تین اصل اصول ہیں، اوّل قدرتِ تامہ کہ اس کا سب پر زور ہو اُس پر کسی کا زور نہ چلے۔ دوم علم کہ ہر چیز کو جانتا ہو۔ سوم حکیم کہ تمام کائنات میں سلسلہ نظام اُسی کا رکھا ہو سو یہ تینوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اوّل کی طرف ہو القاہر فوق عبادہ دوسرے کی طرف الخبیر میں تیسرے کی طرف ہو الحکیم میں اشارہ کر دیا۔ تیسری بات کی طرف قل ای شئی اکبر شہادۃ الخ میں اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی شہادت ہے؟ سو اُس نے تو اس بات کی شہادت دیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہی نہیں اور نیز یہ بھی کہ یہ قرآن مجید اس نے وحی کیا ہے تمہارے اور جس کو یہ قیامت تک پہنچے ڈر سُنانے کو اور اس بات کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر اور اس نبی آخر الزماںؐ کے اوصاف سُن کر اہلِ کتاب ایسا یقین جانتے ہیں کہ جیسا کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہو۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ
باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بات یہ ہے کہ ظالموں کو

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَیَوْمَ نَحْشُرُہُمْ جَمِیْعًا
فلاح نہیں ہوتی۔ اور جس دن کہ ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے

ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ
پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تمہارے وہ معبود کدھر ہیں کہ جن کا

الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ
تمہیں گھمنڈ تھا۔ پھر اُن کی کچھ بھی

فِتْنَتُہُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا
چالاکی نہ چلے گی بجز اس کے کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ تو اپنے رب کی

مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا
ہم تو کسی کو (بھی) شریک نہ بناتے تھے۔ (اے نبیؐ!) دیکھو اپنے اوپر آپ کیسا

عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَضَلَّ عَنْہُمْ مَّا كَانُوْا
جھوٹ بولے اور اُن کی وہ سب فتنہ پردازیاں جو کیا کرتے تھے گئی

یَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْہُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ
گزری ہو جائیں گی۔ اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو آپؐ کی طرف کان

اِلَیْكَ ج وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَكِنَّةً
لگاتے ہیں اور ان کے دلوں پر ہم نے اس کے نہ سمجھنے کے لئے پردے

[1] یہ دوسرا جو بیان فرمایا اس سے کُل اہلِ کتاب مراد نہیں بلکہ وہی جو اس جاننے کے قابل تھے۔ بہت یہودیوں نے اقرار کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہماری کتابوں سے ثابت ہے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ انھیں کی خبر دے گئے ہیں ۱۲ منہ [2] یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہو سُنتے ہیں مگر ان کے دلوں پر پردے پڑے ہیں سمجھتے نہیں (باقی صـ ۳۲۲ پر)

٢١

أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ
ڈال دیتے ہیں، اور اُن کے کانوں میں (بھی) ڈاٹ ڈال رکھا ہے۔

وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ
اور اگر وہ سب طرح کی نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی آیات پر ایمان نہ لاویں۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ
یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے رہیں۔ منکر یہ کہنے

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ
لگتے ہیں کہ یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصّے (کہانیاں)

الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ
ہیں۔ اور وہ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور

يَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا
خود بھی رُکتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کر رہے

أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰ
ہیں اور اُن کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اور آپ[1] ان کو اس وقت

إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا
دیکھیں جب وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے کاش ہم کو دنیا

نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ
میں پھر بھیجا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا
ہو جاویں۔ (ان کی یہ حسرت ایمان کی رغبت سے[2] نہ ہوگی) بلکہ جس کو وہ

كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا
پہلے سے چھپاتے تھے وہ اُن کے آگے آ گئی (اس کی برائی ان پر کھل گئی) اور اگر وہ واپس بھی بھیجے جاویں تو

لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ
پھر بھی وہی کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے تھے اور بیشک وہ

لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا
جھوٹے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو صرف یہی دنیا کی

حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾
زندگانی ہے اور ہم مرنے کے بعد اُٹھائے[3] نہ جائیں گے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ
اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں کہ جب وہ اپنے ربّ کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے، وہ فرمائے گا

أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَ
کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے ہم کو اپنے ربّ کی قسم! (حق ہے)

رَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا
فرمائے گا تو لو اب اپنے کفر کے بدلے میں

كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ ع ۳ ۹
عذاب (کا مزہ) چکھو۔

ترکیب

فتنتہم کو مرفوع بھی پڑھا ہے تکون کا اسم بناکر ان قالوا خبر وجاز العکس۔ ان یفقھوہ مفعول لہٗ ہے ای کراہۃ ان یفقھوہ۔ وقرًا معطوف ہے اکنّۃ پر حتے اذا اپنے جواب یقول سے مل کر محل نصب میں ہے حتے کا اس جگہ لفظوں میں کچھ عمل نہیں صرف معنی غایۃ دیتا ہے۔ یجادلونک حال ہے ضمیر فاعل جاءوک سے الاساطیر جمع ہے بعض کہتے ہیں اس کا واحد اسطورۃ ہے بعض کہتے ہیں اسطار اور اسطار سطر بہ تحریک السطار کی جمع ہے اور سطر بسکون السطار کی جمع سطور آتی ہے اور اسطر بھی۔ ولوتری کا جواب محذوف ہے ای لیتراے امرًا عظیماً۔

تفسیر

اہلِ کتاب کو مشرکین عرب پڑھا لکھا قابلِ سند سمجھا کرتے تھے

(بقیہ حاشیہ صـ۳۲۱) اور جو کوئی سمجھائے تو کانوں میں ٹیٹیاں ہیں اس کی نہیں سُنتے۔ اور جو آنکھوں سے اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے ۱۲ منہ ۱؎ یعنی اب تو بڑے اتراتے پھرتے ہیں مگر جب جاکر جہنّم کے کنارہ پر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور اس وقت حسرت سے کہیں گے کاش ہم کو دنیا میں بھیجا جائے کہ وہاں جاکر ہم اپنے ربّ کی آیات نہ جھٹلائیں اور ایمان لے آئیں۔ اس وقت اے پیغمبرؐ! تو ان کو دیکھے تو ان کی حقیقت معلوم ہو کر کیا حالت ہوگی ۱۲ منہ ۲؎ یعنی ان کی یہ حسرت وہاں بھی ایمان کی رغبت سے نہ ہوگی بلکہ برے کاموں کا بدنتیجہ دیکھ کر ڈریں گے اور اس سے بچنے کے لئے یہ آرزو کریں گے ۱۲ منہ ۳؎ یعنی دوبارہ جی اُٹھنا ۱۲ منہ

اور وہ بجز چند اہل انصاف کے جیساکہ عبداللہ بن سلامؓ جب مشرکوں سے ملتے تو بجائے ادائے شہادت کے جان بوجھ کر تکذیب ہی کر جاتے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے (یعنی نبی نہیں اور نبوت و الہام کا دعویٰ کر بیٹھے جیساکہ تم حضرت محمد علیہ السلام کی نسبت اے اہل مکہ خیال کرتے ہو) اور اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے جیساکہ اہل کتاب اور تم کر رہے ہو کون زیادہ ظالم ہے ؛ یعنی جو نبوت کا جھوٹا دعوے کرے وہ بھی ظالم ہے اور جو سچے نبیؐ اور خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے وہ بھی ظالم ہے اب دونوں فریق میں سے ناحق کی یہ پہچان ہے کہ ظالم کو فلاح نہ ہوگی۔ اگر یہ نبیؐ جھوٹا ہے تو حسب وعدہ الٰہی جیساکہ توریت میں مذکور ہے یہ خود خراب خستہ ہو جاوے گا، قتل کیا جاوے گا اس کی جماعت تتر بتر ہو جاوے گی یہ کامیاب نہ ہوگا اور جو تم ناحق پر ہو تو یہ کامیاب ہوگا اور تم ذلیل و مقہور ہو جاؤ گے حالانکہ بالفعل تمہاری ذلت کا بظاہر اس نبیؐ کی جماعت کے ہاتھ سے جو نہایت پست حالت میں ہے کوئی سامان نہیں۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اور کیا پیشین گوئی ہوگی جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرسبز اور کامیاب ہوتے گئے مخالفین ذلیل و خوار ہو گئے نہ تنہا عرب کے مخالفین کو بلکہ اس وقت روئے زمین پر جو دو[۲] سلطنتیں قابض تھیں روم و ایران اُن کو بھی نبیؐ کے پیرووں کے پاؤں میں ڈال دیا۔

اس کے بعد حشر میں جو کچھ مشرکین کے ساتھ معاملہ ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے بقولہ ویوم نحشرہم جمیعًا الی قولہ ماکانوا یفترون کہ حشر کو ہم سب کو جمع کر کے مشرکین سے پوچھیں گے کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں کہ جن کو تم پوجتے اور اُن پر بڑا بھروسہ رکھتے تھے سو وہاں بجز اس کے اور کچھ جواب نہ بن آئے گا کہ قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ کرتے تھے، اپنی عادت کے موافق وہاں بھی کیسا جھوٹ بولے اور وہاں اُن کے یہ بنت ڈھکوسلے غلط ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ کس خوبی کے ساتھ شرک کی مذمت کی ہے۔ ومنہم من یستمع الیک ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جب کہ مشرکین کا غلبہ تھا ایک بار ابوسفیان اور ولید بن مغیرہ و نضر بن حارث اور عقبہ و عتبہ و شیبہ و امیہ بن خلف و حارث بن عامر و ابوجہل بڑے بڑے سرکش کافر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن سننے آئے۔ آپؐ اُس وقت صبح صبح پڑھ رہے تھے کان لگا کر سننے لگے۔ سن کر ایک نے کہا یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ فرماتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ جس سے کوئی کیسی ہی کھلی اور حق بات کیوں نہ ہو اُن کی سمجھ میں نہیں آتی اور اُن کے کان میں بھی قدرتی ثقل ہے گویا کہ یہ حق سن ہی نہیں سکتے (الٰہی توبہ جب قہر الٰہی کا پردہ دل اور آنکھوں اور کانوں پر پڑ جاتا ہے پھر ہزار معجزے دکھاؤ جب بھی نہیں مانتا۔ حضرت مسیحؑ کے یہود نے کیا کچھ کم معجزے دیکھے مگر ایمان نہ لائے) اور اسی پر بس نہیں کہ خود نہیں مانتے بلکہ لوگوں کو بھی روکتے ہیں پھر اُن کا حشر میں تأسف کرنا اور جہنم کے کناروں پر کھڑے ہو کر رونا اور دنیا میں دوبارہ آنے کی آرزو کرنا کہ اب ایسا نہ کریں گے بیان فرماتا ہے اور اس حسرتناک پیش آنے والے دن کی کیفیت کا نقشہ دل پر کھینچتا ہے کہ جس سے انسان کی روح کپکپا اٹھتی ہے۔ ان جملوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عالم حشر کا ثبوت عجب لطف کے ساتھ کیا گیا ہے جس لئے یہ کلام اوّل کے بعد آیا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ

بیشک وہ تو خرابی میں پڑ گئے جنھوں نے اللہ سے ملنے کو جھوٹا جانا یہاں

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

یہاں تک کہ جب اُن پر وہ گھڑی اچانک آ پہنچے گی

قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا

کہیں گے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے (قیامت کے بارہ میں) کی

ف یعنے یہ انکار قیامت اسی وقت تک ہے کہ قیامت نہیں آئی پھر جب اچانک آگئی تو حسرت کریں گے اور پیٹھ پر گناہوں کا پشتارہ ہوگا ۱۲ منہ

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۚ

اوروہ اپنے بوجھوں[1] کو اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ گناہوں

أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ

دیکھو بہت ہی بُرا بوجھ ہوگا جس کو وہ اُٹھائے پھرینگے۔ اور دُنیا کی زندگی

الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ

ہے کیا مگر کھیل اور تماشہ۔ اور پرہیزگاروں کے لئے

الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا

آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ پھر تم کیا

تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ

نہیں سمجھتے۔ (اے نبی ص!) ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ان کی

الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ

باتوں سے رنج ہوتا ہے سو وہ آپ کو تو نہیں جھٹلاتے

وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾

بلکہ وہ ظالم اللہ تعالےٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ

اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں

فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ

پر وہ اُن کے جھٹلانے اور ایذاؤں پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ

اُن کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتیں کوئی بدل نہیں

اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾

سکتا۔ اور البتہ آپ کو رسولوں کا (کچھ) حال معلوم بھی ہو چکا ہے۔

تفسیر

قیامت کے منکروں کو ایک اور طور سے نادم کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو اللہ تعالےٰ سے ملنے کے منکر ہیں خسارہ میں پڑ گئے کیونکہ جب وہ ساعتِ موت، جو قیامت کبریٰ کا مقدمہ ہے، یکایک آجاوے گی تو حیرت کریں گے اس وجہ سے کہ قیامت کا تو اُن کو یقین ہی نہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کا یقین نہیں ہوتا اُس کے لئے کوئی سامان کافی نہیں کیا جاتا ایسی حالت میں وہ دُنیا کی لذات اور یہاں کی آسایش و کامیابی کے لئے ہی دوڑ دھوپ کرتا ہے آخرت کے لئے کوئی سامان نہیں کرتا ایسی حالت میں موت کا آجانا گویا ایک ایسے عظیم الشان مہم کا پیش آجانا ہے کہ جس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں کیا گیا ایسے وقت میں کس قدر تاسّف ہوتا ہے یاحسرتنا علےٰ ما فرطنا فیہا۔ دوم وہم یحملون اوزارہم علےٰ ظہورہم[1] کہ وہ جو اُنھوں نے گناہ کمائے ہیں اور یا جو کچھ حسرت و افسوس کا انبار ہے سب کا بوجھ اُن کی پیٹھ پر لدا ہوگا جو نہایت بُرا بوجھ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال مرنے کے بعد متشکّل ہو کر نظر آویں گے بُرے اعمال اُس پر کریہہ شکل میں سوار ہوں گے اچھے اعمال کے مراکب حسنہ پر یہ سوار ہوگا، اور وہ اُس کے جلیس و انیس و رفیق ہو جاویں گے۔ بس اس سے زیادہ کون سے نقصان کی صورت ہے کہ عمر چند روزہ جو سعادتِ جاودانی حاصل کرنے کے لئے ملی تھی اُس کو شقاوتِ جاودانی حاصل کرنے میں صرف کر دیا گویا پانی خریدنے کو نکلے تھے اُن داموں سے زہر خرید کر پی لیا۔ قد خسروا چونکہ یہ کوتاہ نظر جو قیامت کا انکار کرتے ہیں تو محض اس وجہ سے کہ لذائذِ دُنیا میں ایسے مدہوش ہیں کہ جیسے لڑکے کھیل کود میں مصروف ہو کر اپنے اصلی مقاصد سے غافل ہو جاتے ہیں اس لئے فرماتا ہے کہ ما الحیوٰۃ الدّنیا یہ دنیا کھیل کود ہے یعنی جس طرح کھیل کود کا تھوڑا سا وقت ہوتا ہے جس کے بعد وقت ضائع کرنے پر افسوس ہوتا ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے اور دارِ آخرت باقی اور وہاں کے لذائذ باقی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مشرکین قیامت اور وہاں کے حساب و کتاب کی بابت جھٹلاتے تھے آپ کو بمقتضائے بشریت رنج ہوتا تھا قد نعلم الخ میں خدا تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی کرتا ہے کہ ہمیں

---

[1] وزر کی جمع اَوزار ہے جس کے معنے بار۔ چونکہ وزیر بادشاہ کے تمام کاروبار اُٹھاتا ہے اس لئے اس کو بھی وزیر کہتے ہیں ۱۲ منہ

اُن کا جھٹلانا اور آپؐ کا رنجیدہ ہونا معلوم ہے وہ درحقیقت آپؐ کو نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں (رسول کی تکذیب دراصل اُسی کی تکذیب ہے جس کا وہ رسول ہے) سو آپؐ صبر کیجئے پہلے انبیاء علیہم السّلام کو بھی لوگوں نے جھٹلایا اور ایذائیں دی ہیں پھر خدا تعالےٰ کا وعدہ مقررہ جو کسی سے ٹل نہیں سکتا آگیا وہ ہلاک ہوئے۔

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

اور (اے نبیؐ!) اگر آپؐ پر اُن کا مُنہ پھیرنا شاق گزرتا ہے تو

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي

آپؐ سے ہو سکے تو کوئی زمین میں سرنگ تلاش کرکے

الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم

یا آسمان کے لئے سیڑھی پیدا کرکے اُن کو کوئی نشان

بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

لادیجئے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو اُن سب کو ہدایت پر جمع کردیتا

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا

پھر آپؐ ہرگز نادان نہ بن جانا (کہ عذاب کی جلدی کرنے لگو) ماننے تو

يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ

وہی ہیں جو (دل سے) سُن سکتے ہیں[۲] (کفار مُردے ہیں) اور مُردوں کو تو اللہ

يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾

ہی زندہ کرے گا پھر وہ اس کی طرف پھر کر لائے جائیں گے۔

ترکیب

ان شرطیہ اعراضہم کبر کا فاعل فان استطعت شرط ان تبتغی مفعولِ استطعت۔ فتاتیہم جواب۔ یہ دونوں شرط اور جواب مل کر شرطِ اوّل کی جزا ہوئے۔

تفسیر

آنحضرت علیہ السّلام کی نبوّت میں جو کُفّار کو تامل ہوتا تھا اُس کے چند خیالی سبب تھے۔ منجملہ اُن کے ایک یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وقتاً فوقتاً امتحان کے طور پر معجزات کا سوال کرتے تھے اور عادت اللہ یوں جاری نہیں کہ لوگوں کے کہنے پر معجزہ ظاہر کیا جاوے اس لئے جب بوقتِ صلیب یہود نے حضرت مسیحؑ سے معجزہ طلب کیا تو صاف انکار کیا (انجیل)۔ چنانچہ ایک بار حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف چند کفار قریش کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کسی معجزہ کا خواستگار ہوا جس کا ظاہر کرنا خدا تعالےٰ نے نہ چاہا اس لئے وہ جماعت اس وقت ایمان نہ لائی۔ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (اس لئے کہ آپؐ کی کمال رغبت تھی کہ کسی طرح یہ قوم جو ہلاکت کے دریا میں غوطہ کھا رہی ہے نجات پاوے) شاق معلوم ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (کبیر)۔ فرماتا ہے اگر تجھے اے نبیؐ! ان کا اعراض کرنا شاق معلوم ہو تو ہوا کرے خدا تعالےٰ کو ان ازلی گمراہوں کی کچھ بھی خاطر نہیں۔ تو اُن سے ایمان کی طمع نہ کر اور مرضیٔ الٰہی بغیر ان کو نشان دکھانا محال ہے (اس کو آسمان تک سیڑھی بنانے اور زمین میں سرنگ لگانے کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو عادتاً محال ہیں) پھر تسلّی دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کو منظور نہیں ورنہ وہ چاہتا تو سب کو راہِ راست پر کردیتا (وہ قادرِ مختار ہے جو چاہے کرے)۔

پھر اپنی نامرضی کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ان میں ہدایت کی صلاحیت ہی نہ رہی یہ گمراہِ ازلی ہیں ان کی حیاتِ روحانی جاتی رہی اس کو انما یستجیب الخ کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے کہ ان میں سُننے کی اور ماننے کی لیاقت ہی نہ رہی جیسا کہ مُردوں

---

[۱] اگر تیرے دل میں بنی آدم کی ہمدردی کا جوش ہے اور تجھے ان کا منکر رہنا ناگوار گزرتا ہے تو جو تدبیر تجھ سے ہو سکے کرگزر زمین میں سرنگ لگا یا آسمان پر سیڑھی اور ان کی خواہش سے ان کو معجزہ دکھا مگر جب بھی وہ نہ مانیں گے ازلی گمراہ ہیں یہاں ایسا ہی منظور تھا ۱۲ منہ [۲] یعنی جو دل سے سُن سکتے ہیں وہی ایمان لاتے ہیں اور یہ زندہ دلوں کا کام ہے اور منکر مُردہ دل ہیں پھر مُردوں کو دنیا میں کیا ہدایت ہوگی ان کو تو اللہ تعالےٰ ہی قیامت میں زندہ کریگا ۱۲ منہ

میں یہ طاقت نہیں رہی ہاں اب ان مُردوں کا زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے سو وہ دنیا میں تو زندہ نہیں کرے گا نہ ان کو یہ صلاحیت ایمان عطا فرماتے گا ہاں صرف حشر کے روز زندگی باقی ہے سو وہ اُس روز زندہ کرے گا پھر اُسی وقت یہ لوگ مجبوراً اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کریں گے دُنیا میں تو کرتے نظر نہیں آتے۔ جیسا کوئی حاکم کہے کہ یوں تو ہمارے پاس نہیں آتے مگر گرفتار ہو کر آویں گے۔

ع ١١ ٤

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ

اور (کافر) یہ بھی کہتے ہیں کہ اس پر اُس کے رب[1] کی طرف سے کوئی نشانی کیوں

رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ

نازل نہ کی گئی؟ کہدو کہ اللہ تو نشانی نازل کرنے پر تو قادر ہے لیکن

يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٣٧)

ان میں سے بہت سے جانتے ہی نہیں ہیں

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا

اور جتنے حیوانات زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور جتنے پرندے

طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ

اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے پھرتے ہیں سب تمہارے ہی جیسے گروہ ہیں[2]

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ

ہم نے کتاب[3] میں کوئی بات نہیں چھوڑی، پھر وہ سب (کے سب) اللہ تعالےٰ کے

إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (٣٨) وَالَّذِينَ

پاس اکٹھے کئے جاویں گے۔ اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ

ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیرے میں پڑے ہوئے۔

مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ

جس کو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے

يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (٣٩) قُلْ

راہِ راست پر لاتا ہے۔ کہہ دیکھو تو

أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ

اگر تم پر اللہ تعالےٰ کا عذاب آپڑے یا وہ گھڑی

أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ

آجاوے تو کیا تم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٤٠) بَلْ إِيَّاهُ

اگر سچے ہو (تو بتاؤ) بلکہ اسی کو

تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ

پکارو گے پھر اگر وہ چاہے تو جس مصیبت کے دُور کرنے کے لئے اُس کو

إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ (٤١)

پکارو گے اُس کو دُور بھی کرے اور جن کو اُس کا شریک کرتے ہو ان کو بھول جاؤ۔

ترکیب

فراء نے کہا ہے ارایت کا لفظ عرب میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ایک رویۃ العین جب کسی کو کہے گا ارایتک تو اس سے مراد ارأیت نفسک ہے یہ مثنیٰ و مجموع ہوتا ہے ارایتکما ارایتکم۔ دوسرے معنے ارایتک اخبرنی جب ان معنی میں استعمال ہوگا تو ت مفتوحہ لادیں گے ہر حال میں ارایتک ارایتکما ارایتکم ارایتکن۔ بصریوں کے نزدیک ارأیتک میں کاف جو ضمیر ثانی ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں بلکہ یہ حرف صرف خطاب کے لئے ہے۔ فراء کہتے ہیں کاف تاکید کے لئے نہیں۔

تفسیر

منکرینِ نبوّت کے شبہات کی یہ چوتھی قسم ہے۔ وہ کہتے تھے کہ

[1] کہ معجزہ نازل نہ کرنے میں کیا کیا مصلحت ہیں ١٢ منہ [2] یعنے جس طرح بنی آدم کے گروہوں کے جدا جدا نام اور اقسام ہیں اسی طرح ان کے بھی چیونٹی سانپ بچھو چیل چڑیا کوّا ہر ایک جنس اور نوع جدا ہے اور اسی طرح ان کی بھی رزق اور اجل مقرر ہے اور اسی طرح ان کو بھی اُن کے انواع کے مفید علوم الہام ہوتے ہیں حشرات الارض زمین میں مناسب مواقع پر بلے اور سوراخ بناتے ہیں پرند اُونچے اُونچے درختوں میں کس خوبی سے گھونسلے بناتے ہیں کہ جس سے عقلاء کی عقل دنگ ہو جاتی ہے پھر جب حیوانات پر ہماری یہ عنایت ہو تو نوعِ انسان کو ہم امورِ آخرت سے کیونکر بے بہرہ چھوڑ دیتے جہاں حکماء عقلاء کی عقل پوری رہنمائی نہیں کر سکتی ہو اس لئے ہم نے انبیاء بھیجے اور سب سے اخیر اس نبی علیہ السلام کو بھیجا پھر بار بار کیا ان سے نشانیاں اور معجزے مانگتے ہو ١٢ منہ [3] کتاب یعنی لوح محفوظ ١٢ منہ

اگر آپ نبی برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے موافق کیوں معجزہ نہیں دکھاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے مگر اس قسم کے معجزات انجام کار منکروں کے قطع و برید کا باعث ہو جاتے ہیں اور نیز عادت اللہ بھی یوں جاری نہیں اور ایسے معجزات کا کچھ فائدہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ ایسے منکر پھر بھی ایمان نہیں لاتے پھر نبوت نہ ٹھیری بھان متی کا تماشا ٹھیرا۔ ان سب باتوں کی طرف اس جملہ میں اشارہ کرتا ہے ولکن اکثرہم لا یعلمون۔

وما من دابۃ اس جگہ ان کے شبہات کا رد کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ رد اس طرح سے کہ زمین پر چلنے والوں اور ہوا پر اڑنے والے پرندوں کو خیال کرو کہ ان پر ہماری کیسی رحمت ہے پھر اگر ایسے معجزات میں تمہارے لئے رحمت ہوتی تو ہم ہرگز دریغ نہ کرتے کیونکہ ہم کو قدرت ہے اور قدرت کا ثبوت بھی ان چرند پرند مخلوقات میں غور کرنے سے ظاہر ہے کہ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک اور چڑیا سے لے کر باز سیمرغ تک جس نوع کو دیکھو گے اس کے انتظامات اور آفرینش میں اس کی قدرت کی نشانی دکھائی دے گی اور ثبوت اس طرح پر کہ ان تمام انواع و اقسام حیوانات کو غور کر کے دیکھو تو وہ بھی تمہاری مثل ہیں کھانے میں پینے میں چلنے میں لڑنے میں ملاپ میں بچوں کی پرورش اور گھر بنانے میں پھر جب اس رحیم کریم نے ان حیوانات کو بغیر ایک معلم اور سردار کے خالی نہیں چھوڑا۔ ہاتھیوں میں بھی ایک پیشرو ہے چیونٹیوں میں بھی ایک پیشرو ہے علیٰ ہذا القیاس تو پھر وہ اس اشرف انواع حیوان یعنی انسان کو بغیر معلم روحانی کے کیونکر خالی چھوڑتا اور اس زمانہ میں کہ تمام عالم میں گناہوں کی اور کفر و بت پرستی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے اس معلم کی زیادہ ضرورت ہے اور اس وقت میں بجز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تم کو اور کون دکھائی دیتا ہے۔ ما فرطنا سے لے کر صراط مستقیم تک یہ بات بتلاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک قسم کے اسرار اور دلائل ودیعت رکھے گئے ہیں مگر کفار اندھے بہرے ہیں ان کو دیکھنے سنائی نہیں۔ ایک فطری بات سے اپنی ذات کا نشان دیتا ہے کہ ان ملحد اور مشرکوں سے پوچھو کہ جب کوئی سخت مصیبت کا وقت آتا ہے تو روح کا میلان اپنی اسی حیز اصلی کی طرف ہوتا ہے اگر مانع نہ ہو اس حالت میں اسی کو پکارتے ہیں پھر وہی خلاصی دیتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ

اور البتہ ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے ہیں

فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

سو ہم نے ان لوگوں کو خوف اور مرض میں مبتلا کیا کہ (کہیں) عاجزی

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم

کریں۔ پھر جب کہ ان پر ہمارا عذاب آیا تو

بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ

کیوں نہ عاجزی کی لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

اور شیطان نے ان کے (بد) کاموں کو (ان کی نگاہ میں) آراستہ کر دکھایا تھا۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

پھر جب کہ انہیں جس کی نصیحت کی گئی تھی اسے بھول گئے ہم نے بھی ان پر ہر

أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا

چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی

بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم

تھیں ان پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو یکایک پکڑ لیا پھر تو وہ ناامید

مُّبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ

ہو گئے۔ پس ظالم قوم کی جڑ کٹ گئی۔

ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾

اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۔

ترکیب

فلولا کلمہ تحضیض ہے۔ اذ جاءہم ظرف ہے تضرعوا کا زین جملہ معطوف ہے قست قلوبہم پر ما کانوا جملہ مفعول ہے زین کا لہم اس سے متعلق ہے۔

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ شدائد میں کفار بتوں کو چھوڑ کر اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر وہ اپنی رحمت سے اُن کی مصیبت دُور کر دیتا ہے (غالباً مکہ مکرمہ یا عرب کے بُت پرست ایسا کرتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی قدرتِ کاملہ کے بھی قائل تھے البتہ بتوں اور تھانوں اور دیگر خیالی معبودوں کو خدا تعالیٰ کی طرف کارکن سمجھ کر پوجتے اور اُن کو پکارتے تھے جیسا کہ اکثر ہندو کرتے ہیں)۔ اب یہاں یہ بات بتاتا ہے اے نبی علیک السّلام ان سے بھی بڑھ کر سیاہ دل قومیں گزری ہیں کہ وہ مصیبت کے وقت بھی خدا تعالیٰ کو پکارنا بھول گئے تھے پھر جب اُن کی یہ حالت ہوئی اور انبیاء علیہم السّلام کے تمام وعظ و نصیحت کو بالائے طاق رکھدیا تو پھر اُن پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے (غلّے اور میوے ہیں کہ خوب پیدا ہوتے ہیں تجارت اور صنعت میں کامیابی ہے الغرض ہر ایک قسم کی خوشی اور کامیابی دی گئی (جیسا کہ آج کل اہلِ یورپ اور ان کے ہم خیال لوگوں کو ہے) یہ اس لئے کہ سختی سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہ ہوئے کاش اس راحت اور سرور میں ہی اس کی طرف رجوع کریں مگر یہ بھی نہ ہوا کیونکہ اُن کے دل سیاہ ہو گئے تھے وہ اس سختی اور تنگدستی کے زمانہ کو اور پھر اس راحت و سرور کے عہد کو اپنے گناہوں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و آزمائش خیال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی سوءِ تدبیری اور خوش تدبیری کا نتیجہ کہتے تھے اُن کے محقق خُدا تعالیٰ کو وہی چیز خیال کرنے لگے کہ صاحب ہم نے یوں کوشش کی اور یہ کیا اور یوں تدبیر کی تو یوں راحتیں ہم کو نصیب ہوئیں اور ایسا نہ کیا تھا تو تنگدستی بداقبالی تھی اس میں خدا تعالیٰ نے کیا کر دیا اور خدا کیا۔ جیسا کہ آج کل دہریوں کے خیالاتِ فاسدہ ہیں (مانا کہ عالمِ اسباب میں بندہ کی خوش تدبیری اور بدتدبیری کو دخل ہے مگر ارضی و سماوی راحت و مصیبت میں کیا دخل ہے اور نیز خوش تدبیری اور بدتدبیری اُدھر سے ہے) پس جب اُن کی یہ حالت ہوئی تو اُن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ناگہانی بلا نازل ہوئی اور وہ قومیں ہلاک ہو گئیں۔ ایسی راحت و سرور کی حالت میں بلا آنا بھی غضب ہے ولقد ارسلنا الیٰ اُمم جیسا کہ بابل[1] اور نینوا اور عمورہ کے لوگوں کے پاس انبیاء علیہم السلام آئے تھے فاخذناہم بالبأساء الخ پھر ان پر بیماری اور قحط اور بے امنی کی بلائیں بھی نازل ہوئیں لعلہم یتضرّعون تاکہ عاجزی اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ التضرّع التخشع وہو الانقیاد و ترک التمرد۔ ولکن قست قلوبہم اُن کے دل سخت ہو گئے تھے جن میں الحاد و شہوت و تکبّر کے سوا اور کچھ نہ تھا اس پر زیّن لہم الشیطٰن الخ شیطان نے افعالِ بد کو اُن کی آنکھوں میں خوب چُبھا دیا تھا کہ وہ ان کو بہت اچھا سمجھتے تھے فلمّا نسوا پھر جب وعظ و نصیحت کو بھول گئے تو فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ ان پر راحت اور سرور کے دروازے کھول دیئے امتحان و آزمائش کے لئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گناہ کرنے پر جب انسان کو سزا نہ ملے بلکہ راحت و کشایش پیش آوے تو اُس کو قہرِ الٰہی سے ڈرنا چاہیئے (معالم) کیونکہ یہ ایسی راحت ہے جس طرح پھانسی دینے سے پہلے اُس کو ہر قسم کے کھانے پینے کی رخصت دیتے ہیں۔ پھر قطع دابر القوم خدا تعالیٰ نے اُن کی جڑ کاٹ دی سینکڑوں نشان اُن کے اُجاڑ شہروں کے اب تک پائے جاتے ہیں یہ ہلاکت کبھی زلزلہ سے ہوئی جیسا کہ کئی سو برس ہوئے کہ اٹلی میں کئی شہر اور ہزاروں آدمی غارت ہو گئے اور کبھی کسی قہار بادشاہ کے ہاتھ سے اور کبھی آسمان سے پتھر برسانے سے اور کبھی وباء اور قحط سے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ

(اے نبی ص!) کہو تم دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تمھاری شنوائی

[1] بابل اور نینوا گو اس وقت کی ترقی اور ترقہ میں لندن اور پیرس سے کچھ کم نہ تھے مگر اُن پر کیا موقوف ہے ہزاروں جگہ زمین کھودنے کے بعد شاہی محل اور سلطانی بارگاہوں کے نشان برآمد ہوتے ہیں بہت سے شہر پہاڑ میں سے ایک قسم کا دھات سا گرم مادہ بہنے سے دفعتاً ہلاک ہوئے ہیں اُس کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ چند روز ہوئے کشمیر میں بہت لوگ زلزلہ سے ہلاک ہوئے ۱۲ منہ

ع ۵ ۱۱

وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

اور بینائی چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ تعالیٰ

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

کے سوا کوئی (اور بھی) معبود ہے جو تم کو انہیں لا کردے؟ دیکھو ہم کیونکر طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

طرح سے دلیلیں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ منہ پھیرے لیتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ

کہو تم دیکھو تو سہی اگر تم پر عذاب الٰہی یکایک

اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ

یا کھلم کھلا آپڑے تو ظالموں کے سوا کوئی اور بھی

اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

ہلاک ہوگا؟ اور ہم رسولوں کو

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

تو صرف خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا کرتے ہیں۔

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

پھر جو کوئی ایمان لائے اور نیک ہو جائے تو اس پر کچھ خوف ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور نہ وہ غم کرے گا۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتیں

بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

جھٹلائیں ان کو ان کی بدکاری کی وجہ سے عذاب پہنچے گا۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ

(اے نبی ؐ!) کہدو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے

اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ

ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ

اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ

میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو مجھے الہام ہوتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ

پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے؟

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾

پھر تم کیوں نہیں سوچتے؟

ترکیب

ان اخذ اللہ شرط من الٰہ جملہ جواب ارأیتکم میں کاف کوئی اسم مستقل نہیں جس کو ارأیت کا معمول بنایا جاوے بلکہ وہ حرف خطاب ہے بعض کہتے ہیں اس کا مفعول محذوف ہے ارأیتکم عبادتکم الاصنام۔

تفسیر

وہ ملحد جو کامیابی اور ناکامی کو اپنی تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں اُن کا جواب دیتا ہے کیونکہ ارضی و سماوی بلیات میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ وہ عالم غیب سے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان کی تمام صنعت اور دانش اور تدابیر کے آلات کان اور آنکھ اور دل ہے اگر ان میں فتور ہے تو پھر کچھ نہیں اور یہ سب اُسی کی نعمت ہے اس میں بندہ کو کیا دخل ہے اس کی طرف اس میں اشارہ کرتا ہے قل ارأیتم ان اخذ اللہ سمعکم الخ اور مشرکین پر بھی ایک چابک مارتا ہے کہ بھلا یہ چیزیں تمہارے کون سے معبود کے قبضہ میں ہیں؛ پھر ایسی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی بہکے جاتے ہیں پھر قل ارأیتکم ان اتاکم الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ ہم جس طرح فرادیٰ فرادیٰ ہر شخص کے بلا پر قادر ہیں اسی طرح قوموں کو عذاب سے جہرۃً کہ اُس کے پہلے سے علامات دکھا کر اور بغتۃً کہ بے علامات کے یکایک آفت بھیج کر بھی ہلاک کر سکتے ہیں کہ جس کے ظالم ہی مستحق ہیں۔ یہاں تک منکرین ذات الٰہی اور نبوت کے شبہات کا جواب دیا جو وہ اپنی دُنیاوی نعمار کے گھمنڈ پر طرح طرح کے معجزات طلب کرنے کے پیرایہ میں شبہات کرتے تھے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السّلام کے بھیجنے کی اصل غرض ظاہر کرتا ہے وما نرسل المرسلین الخ کہ رسول ؐ صرف دنیا میں نیک و بد کام کے نتائج خیر و شر سے مطلع کرنے کو آتے ہیں، باقی معجزات سو وہ ہمارے اختیار

میں ہیں جب مناسب جانتے ہیں ظاہر کردیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو منکرین کہتے تھے کہ اگر آپ نبیؐ برحق ہیں تو ہمیں بہت سا مال دید یجئے یا زمین کے مدفون خزانے بتلا دیجئے۔ اور بعض یہ شبہ کرتے تھے کہ پھر آپ کیوں کھاتے پیتے ہیں؟ اُن کے جواب میں فرماتا ہے قل لا اقول کران سے کہدے نہ تو میرے پاس خزانے ہیں نہ مَیں غیب داں ہوں کہ تم کو دفائن بتلا دُوں نہ میں فرشتہ ہوں کہ جو نہ کھاؤں نہ پیوں۔ انسان ہوں اس کی وحی اور الہام کا پابند ہوں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا ع ۵
اور (اے نبیؐ!) اس قرآن سے اُن لوگوں کو ڈر سُنا دو کہ جو اپنے رب کے پاس حاضر

اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ
ہونے سے ڈرتے ہیں حالانکہ اُسکے سوا اُن کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ سفارش

وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۵۱ وَلَا تَطْرُدِ
کرنے والا تاکہ وہ بچتے رہیں۔ اور (اپنے پاس سے)

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ
اُن لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے ربّ سے صبح و شام مناجات کرتے

الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ
ہیں (اور) اسی کی رضامندی ڈھونڈتے ہیں۔ نہ آپؐ پر اُن کا

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ
کچھ حساب ہے اور نہ آپؐ کا ہی کچھ حساب

حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ
اُن پر ہے سو اگر آپؐ ان کو دھتکار دیں گے تو آپ ظالموں

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۵۲ وَكَذٰلِكَ
میں سے ہو جاویں گے۔ اور ہم نے ایک کا

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ
دوسرے سے ان ہی سے امتحان کیا ہے تاکہ وہ یہ کہیں کہ

مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ
کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے ہم میں سے عنایت کی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر

اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۵۳ وَاِذَا جَآءَكَ
کرنے والوں کو نہیں جانتا۔ اور جب کہ آپؐ کے پاس

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ
وہ لوگ آویں کہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو اُن سے کہو سلامتی

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ
ہو تم پر تمہارے رب نے اپنے اُوپر، مہربانی کرنا لازم کرکے،

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
یہ بات مقرر کر دی ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانستگی سے کوئی بُرا کام کر بیٹھے

تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ
پھر اُس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہو جاوے، تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور)

رَّحِيْمٌ ۵۴ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
مہربان ہے۔ اور ہم یوں (اپنی) آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ لوگ

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۵۵
سمجھیں) اور تاکہ گنہگاروں کا رستہ (صاف) معلوم ہو جاوے۔

ترکیب

یخافون کا مفعول ان یحشروا جملہ لیس لہم ضمیر فاعل یحشروا سے حال ہے غدٰوۃ کی اصل غدوۃ ہے۔ العشی کو بعض مفرد کہتے ہیں بعض جمع عشیۃ یریدون حال ہے من شیءٍ سے من زائدہ اور شیءٍ مبتدا ہے علیک اس کی خبر من حسابہم صفت شیءٍ اس پر مقدم ہوگئی اس لئے حال ہوگئی فتطردہم جواب ہے ما نافیہ کا اس لئے منصوب ہوگیا گویا کہ یہ جواب النہی ہے ای لاتطرد۔

تفسیر

پہلے تھا کہ انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور ڈر سُنانے کو آتے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ ڈر

لہ یعنی ہم نے دنیا میں امیر و غریب پیدا کئے اس امتحان کے لئے کہ امیر نیک غریبوں کو ان کی حالت میں دیکھ کر ان پر تکبر نہ نخوت کرتے ہیں یا اپنی نعمت کا شکریہ ۱۲ منہ

سُنانے کا حکم ہوتا ہے۔ اور خوف کو اس نے یہاں ترجیح دی کہ منافع حاصل کرنے سے جو خوشی کا محل ہے اپنے نفس سے مضرّت کا دور کرنا جو محلِ خطر ہے مقدم اور راجح ہے۔ اور خوف سنانے میں اُن لوگوں کو مخصوص کیا کہ جو خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کے دن سے ڈرتے ہیں کہ جہاں اُس کے مقابلہ میں نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ سفارشی اس لئے کہ دراصل خطرناک باتیں سن کر یہی لوگ پرہیز کیا کرتے ہیں اور جس کو قیامت کا یقین ہی نہیں وہ اس وعظ و پند اور خطرناک باتوں سے منتفع کم ہوتا ہے۔

اور اس میں اثباتِ حشر کی طرف بھی ایک عجیب لطف کے ساتھ ایماء ہے اور منکرین حشر پر وہ تعریض ہے جو نفس پر اثر کرتی ہے۔ بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ الّذین یخافون الخ سے مراد کفار ہیں کیونکہ ڈر تو خدا تعالیٰ کے پاس جانے سے انہیں کو ہونا چاہیئے سو اُن کا ڈرانا زیادہ مقصود ہے اور قوی یہ ہے کہ آیت میں عموم ہے۔ ولا تطرد الّذین چونکہ انذار کا حکم اُن کے لئے تھا کہ جو قیامت پر ایمان رکھتے اور اپنے ربّ کے پاس حاضر ہونے سے اپنے قصورِ اعمال کی وجہ سے ڈرتے ہیں۔ اور جب کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اُس وقت مکّہ مکرمہ میں بیشتر غُرباء اور فقراء ہی قیامت پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے جن کو مکّہ کے دولتمند اور رئیس کفار بنظرِ حقارت دیکھتے تھے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہونے کا مستحق نہ سمجھتے تھے بلکہ وہاں سے نکالے جانے کے قابل دنیا پر قیاس کر کے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ تم اُن پاک بازوں کو کہ جو صبح اور شام اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے لئے پکارتے اور یاد کرتے ہیں عام ہے کہ نماز پڑھنے یا ذکر کرنے یا دُعا کرنے سے ہو یعنی یہ گروہ طالبانِ مولیٰ ہے۔ ان کی حقارت و ذلّت ظاہری کا اے مخاطب! تجھ سے کچھ حساب نہیں اور نہ آپ کا کچھ محاسبہ اُن سے ہے یعنی یہ کسی کا کیا لیتے ہیں اور کسی کو کیا دُکھ دیتے ہیں جو اُن سے اعراض کیا جاوے اور جو ان سے اعراض کرے گا تو خود خسارہ میں پڑے گا اور دولتِ دنیا اور اس کے اسباب مفاخر ہمارے ہاں کوئی عزّت و امتیاز کی علامت نہیں۔ یہ دنیا میں ایک دوسرے کی آزمائش کے لئے ہے تاکہ غریب کو دیکھ کر امیر شکر بھی کرتا ہے کہ نہیں اور تاکہ متکبّر لوگ ان فقراء کو دیکھ کر طعن کی راہ سے یہ کہیں کہ کیا وہ یہی ہیں کہ جن پر ہم میں سے خدا تعالیٰ نے احسان کیا ہے کہ ان کو دینی بزرگی دی۔ یا یوں کہو کہ مفلس لوگ اغنیاء کو دیکھ کر یہ کہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نعمت دی ان کو شکر ہم کو صبر کرنا چاہیئے اور جو شکر کرے گا تو وہ خدا سے مخفی نہ رہے گا۔ پھر اس جماعت کی نسبت حکم دیتا ہے کہ اے نبیؐ! جیسا یہ تیرے پاس آویں تو آپ ان کو سلام کہیں اور یہ مژدہ سنائیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی ذات پر مہربانی کرنی لازم کر لی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نادانستگی سے گناہ کرلے گا پھر اس کے بعد تائب اور صالح ہوجاوے گا تو خدا تعالیٰ معاف کردے گا۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس گروہ کو اپنے پاس سے نکالا تھا نہ نکالنے کا قصد کیا تھا بلکہ یہ حکم صرف اُن متکبّرین کے مقابلہ میں دیا گیا ہے تاکہ اُن کی عزّت و حرمت ثابت ہو۔ عطاءؒ نے کہا ہے کہ اس جماعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ ان میں خلفائے اربعہ رضہ اور بلالؓ و سالمؓ و ابو عبیدہؓ و مصعب بن عمیر و جعفر و عثمان ابن مظعون و عمار بن یاسر و ارقم بن ابی ارقم و ابو سلمۃ بن عبدالاسد ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ سلمانؓ اور خبابؓ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے لئے نازل ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم فقراء کے ساتھ نہایت اُنس و محبّت کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

چونکہ یہ سورۃ باتفاق مفسّرین مکّہ میں یکبارگی نازل ہوئی اس لئے اس کی ہر ہر آیت کے لئے ایک جداگانہ شانِ نزول ہونا خیال میں نہیں آتا کہ فلاں آیت یہ ہوا تھا تو نازل ہوئی اور فلاں اس میں۔ اس لئے ان آیات کے صاف صاف معنی ہم نے اوپر بیان کر دیئے جس میں کوئی قصّہ طلب بات نہیں کہ جس کے لئے کوئی خاص شانِ نزول تلاش کرنا پڑے۔ لیکن مفسّرین نے ولا تطرد الّذین الخ کے لئے مختلف شانِ نزول نقل کئے ہیں۔

تفسیر کبیر میں عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے معززوں کی ایک جماعت گزری اور آپؐ کے پاس اس وقت صہیبؓ اور بلالؓ اور عمارؓ و خبابؓ وغیرہم فقرا، حاضر تھے ان کو دیکھ کر قریش نے کہا کہ آپؐ نے کیا انھیں کو پسند کر لیا؟ اب ہم ان کے مطیع بنیں اگر آپؐ ان کو دھتکار دیں تو شاید ہم لوگ آپؐ کے تابع ہو جاویں۔ آپؐ نے اس سے انکار کیا۔ پھر کہا اچھا جب ہم آویں تب ان کو اٹھا دیا کریں۔ اس پر آپؐ نے کفار قریش کے ایمان لانے کے لئے ہاں کر دی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا قصہ لکھا ہے کہ انھوں نے یہ بات چاہی تھی۔ اور ممکن ہے کہ انھوں نے بھی تنفر کیا ہو۔ فقیر کے نزدیک اس شانِ نزول کے معنے وہ ہیں جو مقدمۂ تفسیر میں ذکر ہوئے کہ مکہ مکرمہ کے سرداروں لئے یا اور متکبروں نے فقراء المسلمین کے ساتھ مل کر بیٹھنا پسند نہ کیا اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان آیات نازل شدہ کا القاء ہوا۔ گویا یہ القاء ہونا نازل ہونا ہے۔ اس تقدیر پر سب روایات میں بشرطِ ثبوت توافق ممکن ہے، واللہ اعلم۔

ف ابن عامر بالغدوۃ و العشی کو اس جگہ اور سورۂ کہف میں واو اور ضمۂ غین سے پڑھتے ہیں اور باقی بالالف پڑھتے ہیں جیسا کہ زکوٰۃ وصلوٰۃ کو نکرہ سمجھ کر۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ
(اے نبیؐ! ان سے) کہدو کہ بیشک مجھے ان چیزوں کے پوجنے سے ممانعت کردی

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ
گئی ہے جن کو تم اللہ تعالے کے سوا پکارتے ہو (اور یہ بھی) کہدو میں تمہاری

اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ
خواہشوں کی پیروی کرنے والا نہیں۔ (اگر ایسا کروں) جب تو میں گمراہ ہو چکا اور

مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ
ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہا۔ کہدو میں تو اپنے رب

عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا
کے ہاں کی ایک دلیل پر ہوں حالانکہ تم اسے جھٹلا چکے ہو۔ جس کی

عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ
تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ بیشک حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ
ہے۔ جو حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے عمدہ فیصلہ

الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ
کرنے والا ہے۔ کہدو اگر میرے اختیار میں وہ بات ہوتی

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ
کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ بھی

بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾
ہو چکتا۔ اور اللہ تعالے ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا
اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اس کے اور کوئی نہیں

هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ
جانتا۔ اور اس کو خشکی اور تری کی سب چیزیں معلوم ہیں۔ اور کوئی ایسا پتہ

مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ
نہیں جھڑتا کہ جس کو وہ نہ جانتا ہو اور نہ کوئی ایسا دانہ زمین کی

ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ
اندھیریوں میں ہے اور نہ کوئی ایسی تر اور خشک چیز ہے کہ کتاب

اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ
مبین میں نہ ہو (یعنے لوحِ محفوظ میں)۔ اور وہی تو ہے جو رات کو

یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ
تمھیں مردہ کرتا ہے۔ اور تم نے جو کچھ دن میں کیا ہے اس کو بھی

بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ
جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ وعدۂ مقررہ پورا

مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ
ہو۔ پھر تم کو اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ پھر وہ تم کو بتلائے گا کہ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾

تم کیا کیا کرتے تھے۔

ترکیب

اذًا ای ان اتبعتہا گویا قد ضللت وما انا جواب ہیں شرط محذوف کے۔ مفاتح جمع مَفتح بالفتح کی جس کے معنے خزانہ کے ہیں اور مِفتح یا مِفتاح بمعنے کلید اس کی جمع مفاتیح آتی ہے الاّ فی کتاب ای الاّ ہو فی کتاب۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ہم آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ گنہگاروں کا طریقہ معلوم ہوجاوے کیونکہ جو آیاتِ الٰہی کے خلاف طریق ہے وہ گنہگاروں کا راستہ ہے۔ اب یہاں وہ گنہگاروں کا راستہ بتلاتا ہے کہ ان مشرکوں سے کہدو مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے پوجنے کی ممانعت کردی گئی ہے اور ان سے یہ کہدو کہ یہ بلا دلیل و برہان جو تم نے اپنے اوہام باطلہ سے سینکڑوں معبود بنا رکھے ہیں میں تمہارا اس امر میں کہا نہ مانوں گا اگر ایسا کروں تو گمراہ ہوجاؤں اور یہ بھی کہ توحید پر جو میں قائم ہوں میرے پاس خدا تعالیٰ کی طرف کی دلیل ہے کہ جس کو تم نہیں جانتے وہ یہ کہ اُس کے سوا جو کچھ ہے محتاج ہے پھر محتاج کا پوجنا کس عقل کا حکم ہے۔

آنحضرت علیہ السلام اُن کی بُت پرستی پر اُن سے عذابِ الٰہی کا آنا ذکر فرمایا کرتے تھے اس کو سن کر وہ جھوٹ جان کر یہ کہتے تھے کہ اچھا ابھی وہ عذاب آجاوے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں ہر بات کا وقت مقرر ہے اُس کی مصلحت اور اُس کے حکم کی وجہ سے اور نیز انتظام عالم بھی یہ نہیں کہ جہاں بندوں نے سرکشی کی اُن پر آسمان پر سے پتھر برسا کر اُن کو ہلاک کردے۔ اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ اُن سے کہدو ماعندی ما تستعجلون کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے قبضہ میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں ابھی فیصلہ ہوجاتا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم میں ہیں جو ہر چیز کی مصلحت جانتا اور اُسی کے موافق کارروائی کرتا ہے ان الحکم الاّ للّٰہ یقص الحق وہو خیر الفاصلین اُس کے حکم و تحمل سے یہ نہ خیال کرو کہ وہ تمہیں بھول گیا یا وہ تم سے واقف نہیں بلکہ واللّٰہ اعلم بالظّٰلمین کہ وہ خوب جانتا ہے۔ پھر اپنی غیب دانی ظاہر فرماتا ہے وعندہٗ مفاتح الغیب ، مَفتح بالفتح خزانہ اس سے استعارہ ہے مکانِ غیب کی طرف گویا وہ ایک خزانہ ہے جس میں امورِ غیب سر بمہر رکھے ہوئے ہیں کہ جن تک بجز اُن خزائن کے مالک حق سبحانہ کے اور کسی کی رسائی نہیں یہ معنے ہوئے کہ عندہٗ خزائن الغیب اور بالکسر بمعنی مفتاح یہ معنے ہوں گے اے عندہٗ مایتوصّل بہ من خزائن الغیب یعنی سب ممکنات پر اُسی کو قدرت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے وان من شئی الاّ عندنا خزائنہ وما ننزلہٗ الاّ بقدرٍ معلوم تمام عالم خواہ جواہر خواہ اعراض سب کا فاعل یعنی پیدا کرنے والا وہی ہے اور فاعل مختار کو اپنے مصنوعات کا علم ہونا ضروری بات ہے۔ یا یوں کہو وہ تمام مخلوقات کا مبدء ہے اور مبدء کا علم آثر کے علم کو مقتضی ہے جس سے اُس کا تمام عالم کا عالم ہونا لازم آیا ؛ یہ ایک ایسا حکم عقلی ہے کہ جس پر احاطہ کرنا عقولِ صافیہ کا کام ہے۔ عالم حس کے باہر جس قدر بطون ہیں وہ ہمارے لحاظ سے سب عالم غیب ہیں پھر اُن میں جو کچھ ہے اُس کا کوئی اندازہ نہیں۔ پھر اس حکم عقلی کی توضیح کے لئے عقولِ عامہ کے سمجھانے کے واسطے چند نمونے بیان کرتا ہے (۱) یعلم ما فی البرّ والبحر کہ وہ خشکی اور تری کی سب چیزیں جانتا ہے۔ جب انسان برّ یعنی جنگل اور اُس کی وسعت اور اُس کے پہاڑوں اور غاروں اور بے شمار درختوں اور جڑی بوٹیوں کو تختۂ خیال پر رکھ کر نظر کرے گا اور پھر سمندر کی وسعت اور اُس کی بے شمار مخلوقات کا تصور کرے گا اور سب کو اُس کے بحرِ علم کا ایک قطرہ سمجھے گا تو کسی قدر مفاتح الغیب کے معنے ذہن نشین ہوں گے۔ (۲) ما تسقط من ورقۃ الاّ یعلمہا

کر بڑی چیزوں کا علم اجمالی نہیں بلکہ ہر ایک پتے کو بھی جانتا ہے
تو اور بھی ذہن میں وسعت ہو گی (۳) ولا حبۃ فی ظلمات
الارض کہ بھلا جو چیزیں تمہیں دکھائی دیتی ہیں اور ظاہر ہیں
اُن کا علم تو ہے ہی وہ تو زمین کے اندر مخفی چیزیں بھی جانتا
ہے یہاں سے عالم غیب کی طرف ذرا سا رُخ کیا (۴) ولا
رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کہ اس سے بھی آگے بڑھو
تمام کائنات اور جو کچھ کہ ہو چکا ہے یا آیندہ ہوگا وہ سب
کتاب مبین میں ہے کتاب مبین لوح محفوظ یعنی اُس کے علم کا
ایک مرتبہ یہ عجب نورانی تختہ ہے کہ جس میں تمام کائنات کا
عالم ظہور میں آنے سے پیشتر ہی نقشہ کھنچ گیا ہے یعنی ازل
میں، پھر اُسی کے مطابق ہو رہا ہے اس کے بعد عالم حشر میں
جمع کرنے اور مار کر زندہ کرنے اور وہاں جزا و سزا دینے پر
قادر ہونا انسان کی روزمرہ حالت سے ثابت کرتا ہے جو اُس کی
ان باتوں پر قدرت رکھنے کا پورا پورا فوٹو ہے یا عکسی تصویر
اور وہ انسان کا ہر روز مرنا اور صبح کو زندہ ہو جانا یعنی جاگنا اور
سونا ہے۔ سوتے میں گو رُوح کی جسم سے مفارقت نہیں ہوتی
مگر عالم حس سے مُنہ پھیر کر عالم خیال میں اپنی مدرکات کی سیر
کرنے اور اُن کے نتائج دیکھنے میں جیسا کہ خواب میں ہوتا ہے
موت کے ساتھ کہ اُس وقت اس عالم سے غفلت اور دوسرے
عالم میں اپنے کیے کو دیکھنا اور اُدھر متوجہ ہوتا ہے پوری پوری
تشبیہ ہے سو اس کو ہو الذی یتوفکم الخ میں بیان کرتا ہے۔
اعجاز بیان اس کو کہتے ہیں ف

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ
اور وہی اپنے بندوں پر بالادست ہے اور وہ تم پر
عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ
(ملائکہ) نگہبان بھیجا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت

ف سبحان اللہ کس لطف کے ساتھ مشرکوں کا بُرا طریقہ اور اُس بُرے طریقہ پر چلنے والے کو سزا اور اپنا اس سزا پر قادر ہونا بیان کیا ہے اور اپنی ذات و صفات کے متعلق کس قدر اسرار میں فرمایا گیا ہے کہ جس کا مثل بیان کرنا بشر سے محال ہے ۱۲ منہ

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ
جاتی ہے تو اس کو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قبض کر لیتے ہیں اور وہ
لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى
کمی نہیں کرتے پھر وہ اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر
اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫
کیے جاتے ہیں جو اُن کا برحق مالک ہے۔ دیکھو اُسی کا حکم ہے
وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾
اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

ترکیب

ویرسل ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو اور یہ بھی کہ یتوفکم پر معطوف ہو۔ مولٰہم الحق دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں الحکم مبتدا لہ خبر مقدم وہو اسرع الخ جملہ لہٗ ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور معطوف بھی جملہ مقدمہ پر۔

تفسیر

اس جگہ اور دوسری طرح سے اپنی قدرت اور حساب و حشر کا برحق ہونا بھی انسان کی حالت اندرونی و بیرونی سے ثابت کرتا ہے تاکہ اس بے صبرے انسان کو جو بن دیکھے خدا تعالیٰ پر اور بن دیکھے مرنے کے بعد کے حالات پر تردد کرتا ہے یقین ہو جاوے (۱) وہو القاہر فوق عبادہ کہ اُس کا اپنے بندوں پر قبضہ و اقتدار ہے جب انسان اپنی ابتدائے آفرینش کو دیکھتا ہے کہ ایک پانی کا قطرہ تھا پھر رحم میں اُس کے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء کا درست کرنا، ہر چیز اُس کے موقع پر لگانا، قویٰ عطا کرنا اور پھر کشاں کشاں اُس کو باہر لانا اور ہر طرح کے کمالات جسمانی اور روحانی سے مزین کرنا اور پھر بے اختیار اُس کو کشاں کشاں دوسرے عالم کی طرف منزل بمنزل لے جانا جب تک اس عالم کے منازل طے کرتا تھا اور وہ منازل اس کی حیات کے لیل و نہار ہیں) تو اُس پر اس کی طرف کے نگہبان مقرر تھے یعنی ملائکہ جو اُس کو

بلیات سے محفوظ رکھتے تھے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے[۱] لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ اور ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور ان علیکم لحافظین کراما کاتبین اور وہ اُس کے اعمال بھی لکھتے ہیں اور اُس کے قوائے بدنیہ بھی نگہبانِ الٰہی ہیں۔ (۲) اور جب دوسرے عالم کی سڑک پر آیا تو حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا اُس کے اس جسم سے تعلقات منقطع کرنے کے لئے اور اُس جسم سے (جس کی حفاظت گلنے سڑنے سے روح کرتی تھی اور روح کے کمالات کا جسم آلہ تھا) تعلق بستہ کو کاٹنے کے لئے ملائکہ کا آنا۔ (۳) اور پھر اُس کو مولیٰ حق کے پاس لے جانا اُس کے قبضہ واقتدار اور بندہ کے عجز کی پوری دلیل ہے اس سفر کا اور اس میں انسان کی بے کسی اور اضطراری کا ہر شخص مقر ہے آخر کوئی تو ہے جو اُس کا دل چاہے یا نہ چاہے مگر اُس کو جوان پھر بڑھا کرتا ہے اُس کے سفر کے یہی منازل ہیں کہ جس میں بے اختیار گھسٹا جاتا ہے۔ اگر کہو انسان کے قوای جب کم تھے صغر سنی تھی اور جب زیادہ ہوتے گئے جوانی شروع ہوگئی اور جب کم ہونے شروع ہوتے تو بڑھاپا آیا اور جب کم ہوگئے یا کوئی عارضہ پیش آگیا چراغ ٹھنڈا ہوگیا (اور یہی موت ہے اور یہ تمام حیوانات بلکہ نباتات میں بھی ہے) تو اُس پر یہ کہا جاوے گا کہ آخر ان قوای میں کسی کا تصرف ہے کون کم زیادہ کرتا ہے کون کمی زیادتی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے ضرور وہ اس کے جسم سے باہر اور شخص ہے سو وہ بجز اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں کہ جس کی طرف تمام علل و اسباب کا سلسلہ تمام ہوتا ہے ؛ ردّ کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہی پاس سے آیا تھا جو پھر وہیں چلا ہے۔ اس کے قبضہ کے بعد الا لہ الحکم گویا دلیل پر نتیجہ مرتب کردیا ہے حکم فطری اور شرعی سب اُسی کو ہیں۔ اور اسرع الحاسبین میں انسان کی اس مہلتِ چندروزہ کی بے ثباتی کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

(اے نبیؐ! ان سے) پوچھو کون ہے جو جنگل اور دریا کی اندھیریوں

الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ج

سے بچا کر لایا کرتا ہے جس سے نہایت عجز اور چپکے چپکے دعا کیا کرتے ہو۔

لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

(اور کہتے ہو) اگر تو نے ہم کو اس بلا سے بچا دیا تو ضرور ہم تیری شکر گزاری

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا

کیا کریں گے۔ (سوان سے) کہدو اللہ تعالیٰ ہی تم کو اُس بلا سے اور

وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

ہر بے چینی سے نجات دیا کرتا ہے پھر بھی تم شریک ٹھیراتے ہو۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

کہدو وہی اس بات پر (بھی) قادر ہے کہ تم پر اوپر سے

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

نکال کھڑا کردے یا تم میں نااتفاقی ڈال دے اور ایک کو دوسرے کی

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ

لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو

كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

ہم کیونکر پھیر پھیر کر اُن سے آیتیں بیان کر رہے ہیں تاکہ وہ

يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

سمجھیں!

ترکیب

تدعونہ موضع حال میں ہے ضمیر مفعول سے جو ینجیکم میں ہے اسی طرح تضرعا وخفیۃ ، بعض نے خفیۃ کو خیفۃ بھی پڑھا ہے من الخوف۔ من فوقکم اور من تحت متعلق یبعث۔

[۱] ان آیات میں وجودِ ملائکہ پر تصریح ہے کیونکہ اعمال کا لکھنا قوای کا کام نہیں ۱۲ منہ

ف خفیۃً ضد آشکارا، یہ عام قراء کا مذہب ہے۔ عاصم کی روایت میں کسرۂ ہے یہاں بھی اور اعراف میں بھی؛ خیفۃً اول اخفار سے دوم خوف سے ہوگا۔ معالم ۱۲ منہ

تفسیر

یہ اُن دلائل میں سے جو اُس کے کمالات و قدرت اور رحمت پر دلالت کرتے ہیں ایک اور قسم ہے عرب کے مشرکین جنگلوں اور سمندر میں تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے پھر جب وہ جنگل کی اندھیریوں میں جو رات اور ابر اور درختوں کی وجہ سے زیادہ ہو اکرتی ہے راہ بھول جاتے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے۔ اسی طرح سمندر میں رات اور ابر کی اندھیریوں میں جب دریا میں طوفان آتا اور گویا موت کے دروازہ پر پہنچ جاتے تب اُس وقت نہایت گریہ وزاری سے خدا تعالیٰ کو پکارتے اور دعا کرتے کہ اگر اب کے اس سے بچا دیا تو ہمیشہ شکر کیا کریں گے۔ اس حال کو خدا تعالےٰ یاد دلا کر فرماتا ہے کہ ایسی حالت میں اور اسی طرح ہر بے قراری کے وقت وہی نجات دیتا ہے پھر تم اُس کے ساتھ اوروں کو شریک بناتے ہو؟

مقصود یہ ہے کہ ایسی شدّت کے وقت انسان فطرتی طور پر اپنے اصلی مرکز اور حقیقی معبود کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اُس وقت عوارضِ وہمانیہ دُور ہو جاتے ہیں پس اگر در اصل صرف ایک وہی مُدبّرِ عالَم اور کارساز نہیں ہے تو اُس کی طرف ایسی بے قراری میں رجوع کیوں ہے اور اس رجوع کے بعد مشکل کُشائی کیوں ہے؟ اس آیت میں شرکِ منفی کے ردّ کی طرف بھی اشارہ ہے کس لئے کہ ایسی حالت میں چار باتیں ہوتی ہیں۔ دعا، تضرّع، اخلاص بالقلب جیسا کہ خفیہ سے ثابت ہے۔ ہمیشہ شکر گزاری کرنے کا وعدہ جیسا کہ لئن انجٰنا من ہٰذہ لنکوننّ من الشّاکرین سے ثابت ہے اور جب انسان اس تہلکہ سے نجات پا کر اپنی اُس حالت کو بھول گیا اور اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کیا تو شرک ہوا۔ قل ہو القادر علیٰ الخ یہاں حالتِ حضر سے اپنی قدرت و یکتائی پر دلیل قائم کرتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جنگل اور دریا ہی میں اُس کے قبضہ میں تھے حضر میں نہیں، بلکہ وہ حضر میں بھی تم کو کئی طور سے ہلاک کرنے پر قادر ہے یا تو اوپر سے یعنی آسمان سے کوئی عذاب نازل کرے پھر پتھر برسائے، ژالہ باری کرے، بجلی سے تباہ کر دے یا نیچے سے عذاب بھیج دے، زلزلہ خسف، بہتیری باتیں ہیں یا تم میں باہم پھوٹ ڈال کر ایک دوسرے کا عذاب چکھا دے۔ باہم اتفاق عجب نعمت و برکت ہے گھر میں ہو تو گھر کا لطف قوم اور مُلک اور ملّت میں ہو تو اور بھی لُطف اس کے خلاف میں ویسا ہی عذاب دیتا ہے۔ بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں مانگیں جن میں سے دو ملیں ایک نہ ملی یہ بھی منظور ہوا کہ تیری اُمت پر کوئی غیر مسلّط ہو کر استیصال نہ کرنے پاوے گا اور یہ بھی کہ قحط سے ہلاک نہ ہوں گے۔ مگر تیسری بات کہ آپس کی پھوٹ نہ ہو، یہ دُعا قبول نہ ہوئی۔ اس لئے عہدِ خُلفاءؓ سے لے کر پھوٹ شروع ہوئی وہ برکت جاتی رہی گو اور مذاہب میں بھی پھوٹ ہے۔ اس میں مذہبی اختلاف بھی آگیا۔ اس کی حکمت غامضہ ہے۔ **ف** عاصم حمزہ کسائی نے ینجّیکم کو بالتشدید باقی نے بالتخفیف پڑھا ہے۔ نجّا اور نَجَا ایک معنی میں آیا ہے۔ الشیع الشیعۃ کی جمع ہے جیسا کہ الشّاع ہے۔ شیعہ ایک دوسرے کے تابع، یلبسکم شیعا یخلط امرکم۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ

اور آپ کی قوم نے تو اس کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ حق تھا۔ تو کہدو

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ لِكُلِّ نَبَاٍ

کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ ہر ایک پیشین گوئی کا ایک

مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَ

وقت مقرر ہے۔ اور تم ابھی جان لوگے۔ اور

اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ

جب کہ آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں

اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو اُن سے ٹل جاؤ جب تک کہ وہ کسی اور بات میں

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

نہ لگیں۔ اور جو کبھی آپ کو شیطان فراموش

الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع

کرا دے تو آپ یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ

القوم الظّٰلمین ۝۶۸ وما علی الذین

بیٹھیں۔ اور پرہیزگاروں پر اُن

یتقون من حسابہم من شیءٍ ولٰکن

ظالموں کی کچھ بھی جوابدہی نہیں البتہ نصیحت کر دینا چاہیے

ذکرٰی لعلہم یتقون ۝۶۹ وذر الذین

شاید وہ ڈرنے لگیں۔ اور (اے نبیؐ!) جنھوں نے

اتخذوا دینہم لعبا ولہوا وغرتہم

کہ اپنا دین کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اُن کو چھوڑ دو اور اُن کو تو دنیا کی

الحیوۃ الدنیا وذکر بہٖ ان تبسل

زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اُن کو اس (قرآن) سے نصیحت کرتے رہو

نفس بما کسبت ۖ لیس لہا من

تاکہ کوئی شخص اپنے اعمال میں باندھا نہ جاوے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ

دون اللّٰہ ولیٌّ ولا شفیعٌ ۚ وان

کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ اور وہ

تعدل کل عدلٍ لا یؤخذ منہا ۗ

جس قسم کا بھی تاوان دے گا تو اُس سے قبول نہ کیا جاوے گا۔

اولٰئک الذین ابسلوا بما کسبوا ۚ

یہی ہیں وہ لوگ کہ جو اپنے اعمال میں گرفتار کیے جاویں گے۔

لہم شرابٌ من حمیمٍ وعذابٌ

اور اُن کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور اُن کے کفر کی وجہ سے

الیمٌ بما کانوا یکفرون ۝۷۰

ان کو (سخت) عذاب الیم ہو گا۔

ترکیب

لستُ علیکم متعلق ہے وکیل سے۔ مستقرٌ مبتدا لکلّ
خبر من شیءٍ من زائدہ ہے من حسابہم حال ہے والتقدیر
شیءٌ من حسابہم۔ ان تبسل مفعول لہٗ ہے ای مخافۃ ان تبسل

الابسال المنع اے ترتھن فی جہنم۔ بما کسبت فی زا ابن عباسؓ) وقیل
ان تبسل ای لان لا تبسل اے لا تسلم نفس للہلاک بما کسبت۔

تفسیر

ان خوف و عذاب کی باتوں کو سن کر بجائے تصدیق و عبرت کے
مکہ مکرمہ کے مشرکین اُن کی تکذیب کرکے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے عذاب آنے کا وعدہ لیتے تھے کہ اگر فلاں روز
عذاب آیا تو ہم تیری مان لیں گے اور اسلام قبول کر لیں گے۔
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرماتا ہے کہ ان حق باتوں کو آپؐ کی قوم نے جھٹلا دیا (بعض
کہتے ہیں کہ بہٖ کی ضمیر قرآن یا اسلام یا الیوم الموعود کی
طرف پھرتی ہے) اور آپؐ پر اُن کا ہدایت قبول کرانا لازم
نہیں آپؐ اُن کے ذمہ دار نہیں اور نہ اُن کے کہنے پر عذاب
یا قیامت کا آنا سو یہ بھی نہیں کیونکہ ہر بات اور ہر چیز کا ایک
وقت مقرر ہے جو بہت سے مصالح اور انتظامِ عالم کے لحاظ سے
ایک وقت پر منحصر ہے تمہاری جلدی اور نادانی سے خدا تعالیٰ
ایسا نہیں کہ ابھی آسمان سے پتھر برسا کر یا آندھی یا زلزلہ کے صدمہ
سے نسل قطع کر دے۔

واذا رایت الذین یخوضون، مشرکینِ مکہ تکذیب کے سوا
قرآنِ مجید اور ارکانِ اسلام کے ساتھ تمسخر بھی کیا کرتے تھے۔
ایک احمق نے تمسخر کی کوئی بات کہی دس بیس لڑکوں نے
اُس کے ساتھ قہقہہ لگایا۔ اس سے مسلمانوں کو جو اتفاقاً اُن کی
مجالس میں جا بیٹھتے تھے بڑا رنج ہوتا تھا اور طبیعت مکدر ہوتی
تھی اس لیے حکم آیا کہ تم وہاں نہ بیٹھو۔ اٹھ کھڑے ہوا کرو
کیونکہ منع کرنے اور ردّ کی تو قدرت نہیں اب وہاں بیٹھ کر
اُن کی محفل میں شریک ہونا اور اسلام کا مضحکہ اڑوانا ناروا
ہے یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں لگ جاویں۔ یا یوں کہو کہ اُن کی
محفل میں نہ بیٹھو تاکہ اس کے بعد وہ اور دوسری بات میں تمسخر نہ
شروع کریں اور جو بھولے سے بیٹھ جاؤ تو جب یاد آجاوے تو

ف گرفتار نہ ہو جاوے

ع ۸ ۱۰ ۱۴

۲

اُن کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔

جب کفار کی یہ عادت تھی کہ وہ عموماً اپنے جلسوں میں اسلام کی ہجو کیا کرتے تھے اور ایسے جلسوں میں اہل اسلام کو اُن کے ساتھ شریک ہونے کی ممانعت ہوگئی تو اُن کو وعظ و نصیحت کیونکر ہو؟ اس بات سے اہل اسلام کو فکر ہوئی کہ ہمارا منصب وعظ ترک ہوا یہ لوگ جو معاصی و شرک کریں گے تو ممانعت کرنے سے ہم سے بھی مواخذہ ہوگا اس لئے یہ فرمادیا وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ کہ پرہیزگاروں پر یعنی اہل اسلام پر اُن کفار کا کچھ حساب دینا نہ ہوگا کیونکہ جو گناہ کرتا ہے وہی اُس کا بدلہ پاتا ہے اپنے بُرے اعمال کے خود ہی ذمہ دار ہیں نہ کہ اہل اسلام۔ ولکن ذکری لعلہم یتقون ہاں جہاں تک ممکن ہو اُن کو نصیحت کردینی چاہیئے تاکہ وہ بھی پرہیزگاری اختیار کریں کفر و بت پرستی سے باز آویں۔ نصیحت کے لئے اُن کی مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ہوئی۔

اس کے بعد اُن کفار کے دین کا لغو ہونا اور آخرت میں معذب ہونا ظاہر کرکے اُن سے بے اعتنائی اور آنکھوں میں اُن کی بے وقاری پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے بقولہ وذر الذین اتخذوا دینہم لعباً و لہواً الخ کہ اُن لوگوں کو چھوڑ دو یعنی دل میں اُن کے تحمل اور اُن کے برخلاف ہونے کو کچھ جگہ نہ دو یہ تھوڑی سی زندگی ہے جس نے اُن کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اُس پر ریجھے ہوتے ہیں پھر تو عالم آخرت میں انسان اپنے کئے سے ماخوذ ہوگا نہ وہاں کوئی خداتعالیٰ سے زبردستی بچاسکے گا لیس لہا من دون اللہ ولی اور نہ کوئی سفارش کرسکے گا ولا شفیع اور جو کچھ تاوان یا بدلہ فدیہ دے کر چھوٹنا چاہے گا جیسا کہ دنیا میں جرمانہ بھگت کر جسمانی سزا سے بچ جاتے ہیں سو یہ بھی قبول نہ ہوگا وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منہا پھر وہاں اُن کے لئے کیا ہے؟ شراب حمیم، جہنم کا گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو اور عذاب الیم سدا جینے کو ہوگا۔ یہاں کی یہ چندروزہ زندگی اور عیش و نشاط وہاں کے عذاب اور رنج و ہموم دائمی کے مقابلہ میں عمر قیدی کے لئے رات کا احتلام ہے اس پر یہ غرور یہ غفلت۔ کفار کا نام لے کر ترک کرنے کا حکم نہ دیا کیونکہ پھر تو شخص خاص سے بحث ہوجاتی جو الہام اور نبوت کے فیض عام کے منافی ہے بلکہ اُن کفار کے دو وصف بد ذکر کئے جس سے معلوم ہو کہ صرف انہیں وصفوں کی وجہ سے اُن سے حسد نفرت کا حکم دیا وہ یہ ہیں۔ (۱) اتخذوا دینہم لعباً و لہواً کہ انھوں نے کھیل کود کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے حالانکہ مذہب اور دین تو وہ باتیں ہونی چاہییں جو اُس کی رُوح کو منور اور دنیا میں اصلاح کریں اور جب عبادت شہوت پرستی ہوئی تو اُس شخص کی زیان کاری کا کیا ٹھکانا ہے؟ کس شائستہ طور سے کفار کے مذہب کا بطلان فرمایا اگر آپ غور کرکے دیکھئے گا تو کفار کی ہر عبادت شہوت پرستی ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے بڑے بڑے معابد کے میلے وہاں گانا اور ناچنا اور عورت مردوں کا بے حیائی طور پر ملنا ہے اور کچھ نہیں بخلاف حج کے کہ وہاں بجز خداتعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح عبادت کیا ہے بھجن گانا بجانا، بھنگ پینا۔ اسی طرح عیسائیوں کے مذہب کو خیال کریجئے چونکہ یہ مذہب ابتداء سے حقانی تھا اس لئے اس میں کچھ آثار اُس کے بھی باقی ہوں تو موجود مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ (۲) غرتہم الحیوۃ الدنیا۔ خداتعالیٰ کی پناہ جب انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہوجاتا ہے تو گویا عالم آخرت سے اُس کی آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں۔ رات دن ہے کہ دنیا کے حاصل کرنے میں مصروف ہے خواہ حرام طور سے ہو خواہ حلال سے اپنے مطلوب و معشوق کے حاصل کرنے میں نہ اُس کو ظلم کی پروا ہوتی ہے نہ اس بات کا دھیان آتا ہے کہ آخر تابہ کے یہاں ہوں گا، اب بڈھا ہوکر پھر کیا جوان ہونا ہے جب دوسرے عالم کا دھیان ہی نہیں تو وہاں کا سامان کیسا؟ سو یہ بھی بڑی حرمانِ آخرت کی وجہ ہے۔ ہنود و نصاریٰ کو عموماً دیکھئے کس قدر دنیا پر فریفتہ ہیں اور کس طرح حاصل کرتے ہیں۔ الحمد للہ! مسلمانوں میں اب تک عالم آخرت کا دھیان رہتا ہے

گر بعض حمقاء یعنی نیا چرہ ترقیٔ مذہب اسلام دنیا کے وافر ہونے کو سمجھتے ہیں خواہ سود کھانے سے ہی کیوں نہ ہو اس عقل کا کیا ٹھکانا ہےف؟ واللہ اعلم ؎

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا

(اے نبیؐ ان سے) پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکاریں کہ جو نہ ہم کو نفع دے سکے

وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا

اور نہ ضرر اور بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کر چکا اُس

اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

شخص کی طرح سے اُلٹے پاؤں لوٹائے جاویں کہ جس کو شیاطین نے

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ

جنگل میں بھلا کر بھونچکا کر دیا ہو۔ اس کے دوست اُسے پکار

يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ

رہے ہوں کہ براہِ راست ہماری طرف چلا آ۔ (اے نبیؐ!) کہو

إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا

بیشک ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے۔ اور ہم کو تو اللہ ربّ

لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا

العالمین کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے۔ اور یہ (بھی) کہ نماز پڑھا کرو

الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ

اور اُس سے ڈرا کرو۔ اور اُسی کے پاس تم سب جمع کئے

تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ

طور پر بنایا اور جس روز (ہو جانے کے لئے) فرمائے گا تو

فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ

ہر چیز ہو جائے گی۔ اُس کا قول برحق ہے۔ اور اُسی کی بادشاہت ہوگی

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَ

جس روز کہ صور پھونکا جائے گا۔ (اور) وہ چھپے اور کھلے کا

ف :- گر ہمیں مکتب است ہمیں ملّا ہے کار طفلاں تمام خواہد شد۔

الشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾

جاننے والا ہے۔ اور وہی حکمت والا خبردار (بھی) ہے۔

ترکیب

من دون اللہ متعلق ہے ندعوا سے ما نکرہ موصوفہ یا موصولہ مفعول ندعوا ونرد معطوف ہے ندعوا پر اور ممکن ہے کہ حال ہو۔ کالذی کاف حال ہے ضمیر نرد سے ای مشبہین للذی۔ فی الارض متعلق ہے استہوتہ سے حیران غیر منصرف ہے کس لئے کہ اس کا مؤنث حیریٰ ہے یہ حال ہے استہوتہ کی ہٖ سے لہ اصحاب جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور حیران کی ضمیر سے حال بھی وان اقیموا معطوف ہے لنسلم پر۔

تفسیر

وہ کفار جو اسلام و توحید پر ہنستے تھے اب اُن کے مذہب بُت پرستی کو رد کرتا ہے جو در اصل قابلِ مضحکہ بات ہے۔ وہ یہ کہ کسی اطاعت و عبادت کی دو وجہ ہوتی ہیں ایک امیدِ نفع دوم خوفِ مضرت اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ عالم میں ہے ان دونوں کا اختیارِ کُلّی نہیں رکھتا خصوصًا ہاتھ کے تراشیدہ بُت۔ اس لئے فرماتا ہے قل اندعوا من دون اللہ الخ کہ کیا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجیں جو نہ نافع ہیں نہ ضار۔ پھر مضرّت بُت پرستی ظاہر فرما کر بُت پرستوں کی ہنسی پر تأسف کرنے کا حکم دیتا ہے نرد علےٰ اعقابنا کہ کیا ہم پھر ویسے ہی گمراہ ہو جاویں۔ جس میں یہ تین باتیں ہوں پھر اس سے بدتر حال کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ (۱) کالذی استہوتہ الشیاطین فی الارض کہ اس کو شیاطین نے جنگل میں بہکا دیا ہو۔ استہوت مشتق ہے ہوی فی الارض سے جس کے معنے بلندی سے گڑھے میں گرنا وقیل من اتباع الہوے۔ قال ابن عباس کالذی استغوتہ الغیلان فے المہامۃ فاضلوہ (معالم) یعنی جیسا کسی کو جنگل میں غولِ بیابانی راہ بھلا دیں۔ (۲) سو وہ حیران ہو جاوے

قال الاصمعی یقال حار یحار حیرۃ وحیرا وزاد الفراء حیرانا وحیرورۃ دکبیر

(۳) لہٗ اصحاب کہ اس کے یار اُس کو راہِ راست کی طرف پکار رہے ہوں، مگر وہ اس بدحواسی میں اُن کی طرف بھی خیال نہ کرتا ہو۔ یہی حال بُت پرستوں کا ہے کہ آبائی رسوم اور مُلکی خیالات سے اُس ورطۂ ضلالت میں اس طرح پڑے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ کی رہنمائی دراصل رہنمائی ہے تم حیران سرگردان بھٹکا کرو مگر ہم تو اس پر مامور ہیں۔ چونکہ ہدایتِ الٰہی کی دو شاخ ہیں اعتقاد کا درست کرنا اس کی طرف [۱] لنسلم لربّ العالمین میں اشارہ کیا۔ دوم عمل اچھے کرنا اور اعمالِ صالحہ میں سب سے بڑھ کر نماز ہے اس لئے اس کے بعد ان اقیموا الصّلٰوۃ فرمایا اور عموماً پرہیزگاری کے لئے اتقوہ کہدیا۔ مشرکین اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں اور چیزوں کو پوجتے تھے۔ اب ان اندھوں کو اللہ تعالےٰ کی ذات دو جملوں میں بتلائی جاتی ہے تاکہ عظمت ہو اوّل ہو الّذی الخ کہ اللہ تعالےٰ وہ ہے جس کے پاس جانا ہے نہ کہ بتوں کے۔ پھر سمجھ لو کہ اُس سے کیا تعلّق ہے؟ یہ بلحاظِ مبدأ یہ دوسرا جملہ ہے ہو الّذی خلق الخ کہ اُس نے سب کچھ بنایا تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے؟ پھر اُن کو پوجنا حمق ہے۔ پھر چند اوصافِ ممیزہ ذکر کرتا ہے (۱) یقول کن الخ جو چاہتا ہے فوراً ہو جاتا ہے (۲) قولہ الحق (۳) ولہ الملک الخ (۴) عالم الغیب والشہادۃ (۵) وہو الحکیم الخبیر پھر جو کچھ ان اوصاف کی ترتیب میں نکتے ہیں بیان سے باہر ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ

اور جب کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے (یہ) کہا کہ کیا تم بتوں کو

اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

خدا مانتے ہو؟ میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ

میں مبتلا دیکھتا ہوں۔ اور ہم اسی طرح سے ابراہیمؑ کو

اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھانے لگے۔

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا

"تاکہ (وہ سمجھے) اور اُن کو یقین کامل ہو جاوے۔ پھر جب کہ (ابراہیمؑ)

جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا

پر اندھیری رات آئی تو ستارہ کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں چھپ جانے والے چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ

پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ

پھر جب وہ (بھی) چھپ گیا تو کہا اگر میرا ربّ مجھے ہدایت نہ کرے گا

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا

تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب کہ

رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ

آفتاب کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا

اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ

ہے۔ پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہا اے قوم! میں تمہارے

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ

ان معبودوں سے بیزار ہوں کہ جن کو تم شریک بناتے ہو۔ میں نے تو یک طرفہ ہو کر

وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ

اُس کی طرف اپنا رُخ کر لیا کہ جس نے آسمانوں اور ۷۹

الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

زمین کو بنایا اور میں تو شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي

اور (جب) ان سے اُن کی قوم جھگڑنے لگی تو ابراہیمؑ نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ تو (کے معاملہ) میں

[۱] سر جھکانا بھی ربّ العالمین کے لئے ذکر کے ساتھ اور وصف کے ساتھ کیونکہ سر ولی النعمۃ کے آگے جھکا کرتا ہی اور ولی النعمۃ بھی عالم کا بلکہ عالمین کا کہ جس نے غیر معبودوں کی وقعت کھودی ۱۲ منہ

اللّٰہِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ

جھگڑتے ہو حالانکہ وہ مجھے ہدایت کر چکا۔ اور میں تمہارے معبودوں سے ہرگز

بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّىْ شَيْئًا ۗ وَسِعَ رَبِّىْ

نہیں[۱] ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو، بجز اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے (تو ضرر پہنچ سکتا ہے) میرے

كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

رب کے علم میں ہر چیز ہے۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ

اور جن کو تم نے اس کا شریک بنا لیا ہے ان سے میں کیوں ڈرنے لگا حالانکہ تم

اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک کر رکھا ہے کہ جن کے لئے

عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۗ فَاَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ

اس نے تم پر کوئی بھی سند نہیں اتاری۔ پھر دونوں فریق میں سے کون زیادہ امن کا

بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ

مستحق ہے (بتلاؤ) اگر تم جانتے ہو۔ جو کہ ایمان لائے

اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

اور انہوں نے اپنے ایمان میں کچھ بھی شرک نہیں ملایا

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

ترکیب

اذ قال مفعول ہے اذکر کا آزر بدل ہے ابیہ سے اصناما مفعولِ اوّل تتخذ کا الٰھۃ مفعولِ دوم وکذلک محلاً منصوب ہے، ای کما اریناہ ضلال ابیہ وقومہ اریناہ ذٰلک ای ملکوت السمٰوٰت والارض۔

تفسیر

ان دلائل کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے جو ان کی قوم بت پرست اور ان میں گزرا مشرکین عرب کو الزام دیتا ہے کیونکہ عرب کی بہت قومیں حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں اور ان کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عرب اور یہود و نصاریٰ سب کے نزدیک مسلّم تھے (ایسا مسلّم آج کل بھی دنیا میں کوئی ہوگا! یہ سب اس ابُ الانبیاءؑ کے خلوص کا ثمرہ ہے) کہ دیکھو تمہارے بزرگ نے بت پرستوں کو کس طرح قائل کیا پھر تم بت پرستی کرتے ہو؟

سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ مفصلاً بیان کر آئے ہیں کہ حضرتؑ شہر بابل یا اس کے اطراف کے رہنے والے تھے جس کے کھنڈر اب تک بغداد سے چالیس[۴۰] میل کے فاصلہ پر دور تک سیاحوں کو عبرتناک ٹیلوں میں دبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں طوفان کے بعد قطعًا اور اس سے پہلے غالبًا بنی آدم کی آبادی سے ملک آرمینیا اور عراق اور ایران اور شام و ایشیاء کوچک وغیرہ ایشیا کا وسط حصہ آباد ہوا تھا یہیں سے پھر تمام ملکوں میں بنی آدم پھیلتے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح ہے آزر لقب ہوگا یا بالعکس اور یہ کہنا کہ "آزر ان کے چچا تھے اور تارح باپ اس لئے کہ کسی نبی کا باپ مشرک نہیں گزرا ہے" محض تکلف ہے۔ اور اس کے ردّ و اثبات میں کلام کو اس موقع پر طول دینا منصبِ تفسیر کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بت پرستی کا از حد رواج تھا حال کے زمانہ میں جو فرانس اور انگلینڈ کے لوگوں نے بابل اور نینوا کے بعض مقامات کو باجازتِ سلطانِ روم خلد اللہ ملکہٗ کھودا ہے تو سنگِ مرمر کے عجیب و غریب ترشے ہوئے بت مختلف صورتوں کے برآمد ہوئے ہیں جو وہاں بطورِ نمائش کے رکھے ہوتے ہیں۔

ابتدائے زمانہ سے ہی جب کہ لوگوں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تو علیٰ حسب مراتب الفہم خیالی گھوڑے دوڑانے لگے یہ تو اکثر نے مانا کہ اللہ تعالیٰ صانع عالم ہے مگر اس کے ساتھ بعض جاہلوں نے ایک اور خالق مستقل مانا جو شر[۲] کا فاعل ہے۔ اور بعض

وقف لازم　ع ۹ / ۱۲ / ۱۵

[۱] یعنی تمہاری دیوی دیوتا میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم ڈرا کرو میں نہیں ڈرتا اگر خدا تعالیٰ ہی چاہے تو ضرر پہنچے ۱۲ منہ [۲] (حاشیہ صفحہ ۳۴۲ پر)

لوگوں نے آگ کو بعض نے پانی کو اصل ٹھیرایا۔ اور ایک قوم نے خصوصاً اہلِ بابل و نینوا کے لوگوں نے جو دنیا دی علوم اور صنعتوں میں بڑے ہوشیار تھے افلاک اور ستاروں کو مدبّرِ عالم خیال کر رکھا تھا پھر اُن کے نام کے سونے اور چاندی اور دیگر دھاتوں اور پتھروں کے بُت اور عجائب غرائب اشکال مندروں میں رکھ چھوڑی تھیں جن کو وہ پُوجتے تھے اور اُن پر بعض اپنی اولاد کی قربانی کرتے تھے بعض اور جانوروں کی قربانی کرتے اور دیگر نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔

اس ملک اور اُس قوم میں خدا تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السّلام کو پیدا کیا۔ اُس وقت کے بادشاہ نمرود کو جو ضحاک تازی کا صوبہ دار تھا نجومیوں نے حضرت کی خبر پہلے سے دی تھی وہ اُس خاندان کی حاملہ عورتوں کی احتیاط رکھتا تھا، لڑکوں کو قتل کر ڈالتا تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اُن کے والدین نے کسی غار یا تہہ خانہ میں چھپا رکھا تھا جو سنِ تمیز تک وہیں رہے۔ خداداد روشنی کب چھپائے چھپتی ہے۔ غار میں ہی ماں باپ سے قیل و قال شروع کر دی اذ قال سے لے کر فی ضلال مبین تک اس کا ذکر ہے۔ پھر جب زیادہ شہرہ ہوتا چلا اور آپؑ اُس غار سے لوگوں کے روبرو باہر لائے گئے تو آفتاب غروب ہو چلا تھا۔ مگر جس طرح خدا تعالیٰ نے اُن کی نظروں میں ماں باپ کی وہ بُت پرستی حقیر و بے عزّت کر دکھائی تھی اسی طرح ملکوت السّمٰوٰت یعنی آسمانوں اور زمینوں کو اور اُن کے اندر جو کچھ اسرارِ حکمت تھے اُن کے دل پر منکشف کر دیئے تھے وکذٰلک نری ابراہیم ملکوت السّمٰوٰت الخ۔ رات جب زیادہ ہو گئی تو زہرہ ستارہ چمکتا دیکھ کر وہ جو آپؑ کے ارد گرد بہت سے بُت پرست حجتیں کرنے کو جمع تھے اُن سے تعریضاً یہ کہا ہٰذا ربّی کہ تمہارے خیال کے بموجب میرا یہ رب ہے؟ (کس لئے کہ اُن پر ملکوت السّمٰوٰت منکشف ہو گئے تھے اور بدء الخلقت سے رُشد عطا ہوا تھا وہ حقیقۃً ستارہ کو رب کیونکر کہتے) پھر جب وہ غروب ہوا تو الزام دیا کہ ایسی چھُپ جانے والی چیزوں کو میں پسند بھی نہیں کرتا۔ پھر جب چاند نکلا تو کہا یہ رب ہے، جب وہ بھی چھُپ گیا تو اُن کے خیال قبول کرنے کی صورت میں تہذیباً اپنے آپ کو ہی گمراہ ہونا فرمایا (اس لئے کہ باوجود بڑے کے چھوٹے کو خدا بنانا اور بڑے کا بھی ڈوب جانا منافی اُلوہیت ہے) پھر جب صبح ہوتی اور آفتاب جگمگاتا ہوا نکلا تو کہا یہ سب سے بڑا ہے یہ رب ہے پھر جب شام کو وہ بھی غروب ہو گیا تو اُن کے اِلٰہِ اکبر کا بے بنیاد اور مجبور ہونا مشاہدہ کر کے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ جس نے آسمان و زمین اور اِن سب کو بنایا اور شرک سے بیزار ہوں۔ پھر تو لوگوں کے غول کے غول آنے اور اپنے بُتوں سے ڈرانے لگے آپؑ نے فرمایا مجھے اُن سے کچھ مضرت نہیں بلکہ میرے خدائے قادر سے تم کو ڈرنا چاہیئے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى

اور یہ ہے ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی

قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ

تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا

بیشک آپؐ کا ربّ حکمت والا خبردار ہے۔ اور ہم نے اس کو (ابراہیمؑ کو)

لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عنایت کئے۔ ہم نے اُن سب کو رہنمائی کی تھی۔

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

اور اس سے پہلے ہم نوحؑ کو ہدایت دے چکے تھے اور اس کی نسل میں

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ

۱ (حاشیہ صفحہ ۳۴۱) کسی نے ملائکہ اور علویات کی خیالی صورت پر بُت تراشے پھر کسی نے بنی آدم میں سے انبیاءؑ و صلحاءؒ و ابرار یا شاہانِ ملک کو شریک خدائی سمجھا اور اُن کی کوئی صورت فرض کر کے بُت بنائے، لات، ہُبل، کرشن، رام سب اسی کا نمونہ ہیں۔ غرض جس نے جس چیز کو اپنے خیال میں بشریت سے بالا پایا خدا بنا لیا ۱۲ منہ

وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی (ہدایت دی)۔ اور ہم نیکوں کو یوں بدلہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَ

دیا کرتے ہیں۔ اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور

عِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾

الیاسؑ کو بھی (ہدایت دی) ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ

اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ

لُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾

کو بھی۔ اور ہر ایک کو ہم نے جہان پر فضیلت دی تھی۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ

اور اُن کے آباء و اجداد میں سے اور ان کی نسل میں سے اور اُن کے بھائیوں میں سے بھی

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

بعض کو برگزیدہ کیا اور سیدھا راستہ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ

دکھایا۔ (اے نبیؐ!) یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اپنے بندوں

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ

میں سے جس کو چاہتا ہے اس پر چلاتا ہے۔ اور اگر

اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾

وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (سب) ضائع ہو جاتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ

یہ ہیں وہ لوگ کہ جن کو ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا

عطا کی تھی۔ پھر اگر ان باتوں کو یہ لوگ نہ

هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا

مانیں تو ہم نے (ان باتوں کے تسلیم کرنے کے لئے) وہ لوگ مقرر کئے ہیں جو ان سے

بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

انکار ہی نہ کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو

هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ

اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپؐ انہی کے رستہ پر چلیں۔ (اے نبیؐ!) ان سے کہہ دو

لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ

میں تم سے اس بات پر کچھ بھی اُجرت نہیں مانگتا۔ یہ تو صرف

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾ ع

جہان بھر کے لئے نصیحت ہے۔

ع ١٠ / ١٨ / ١٢

ترکیب

تلک مبتدا حجتنا موصوف آتیناہا صفت مجموعہ خبر علیٰ متعلق ہے محذوف سے ای حجۃ علیٰ قومہٖ درجات بالاضافۃ والتنوین اوّل صورت میں یہ مفعول ہے ترفع کا دوسری میں من مفعول ہے اور درجات یا ظرف ہے یا حرفِ جر محذوف ہے ای الٰی درجات۔ کُلًّا منصوب ہے ہدینا سے ومن اٰبائہم معطوف ہے کُلًّا پر ای وفضّلنا کُلًّا من اٰبائہم او وہدینا کُلًّا من اٰبائہم۔

تفسیر

فرماتا ہے کہ یہ حُجّتیں ابراہیم علیہ السّلام کو اُس کی قوم کے مقابلہ میں ہم نے دی تھیں۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی نسل میں سے چودہ[14] انبیاءؑ کا ذکر کیا اور اُن کے جدّ امجد حضرت نوحؑ علیہ السّلام کا بھی ذکر کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ خُداپرستی اور اتباعِ توحید کچھ حضرت ابراہیمؑ پر موقوف نہیں اُن سے پہلے اُن کے جدّ امجد حضرت نوحؑ بھی موحّد و مخلص تھے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بعد بھی اُن کی نسل میں سے یہ لوگ کہ جن کی بزرگی عرب و دیگر بلاد میں مشہور ہے وہ بھی موحّد تھے مُشرک نہ تھے۔ مع ابراہیمؑ و نوحؑ کے یہ اٹھارہ[18] شخص ہیں۔ نوحؑ[1]، ابراہیمؑ[2]، اسحٰقؑ[3]، یعقوبؑ[4]، داؤدؑ[5]، سلیمانؑ[6]، ایوبؑ[7]، یوسفؑ[8]، موسیٰؑ[9]، ہارونؑ[10]، زکریاؑ[11]، یحییٰؑ[12]، عیسیٰؑ[13]، الیاسؑ[14]، اسمٰعیلؑ[15]، الیسعؑ[16]، یونسؑ[17]، لوطؑ[18] علیہم السّلام۔ پھر فرماتا ہے کہ

توحید کے سبب نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بزرگوں اور بھائیوں اور اولاد کو برگزیدہ کیا اور ان کو راہ راست کی ہدایت کی کہ ان کا ملأ اعلیٰ میں بھی مرتبہ بلند ہے اور دنیا میں بھی اُن کی عزت و توقیر کی جاتی ہے اور اُن کے طریق پر لوگ چلتے ہیں۔

(یہاں سے عصمتِ انبیاء ثابت ہوتی ہے)، اور اس کے بعد تین چیزیں جو انھیں دونوں کی شاخ ہیں عطا کرنا فرماتا ہے اوّل کتاب دوم حکم یعنے حکومت سوم نبوت۔ سیاست تین قسم پر ہے دنیاوی[۱] اور دینی اور روحانی۔ دینی سیاست علمائے دین کو ہوتی ہے جس کی طرف آتینٰہم الکتاب میں اشارہ ہے کیونکہ کتاب کا دیا جانا عام ہے خواہ خاص ان پر الہام ہوا ہو یا تبعاً اُن کو ملی ہو جیسا کہ علماء کو ملتی ہے۔ دنیاوی سیاست کی طرف الحکم میں اور روحانی کی طرف النبوۃ میں اشارہ ہے۔ اور کبھی یہ تینوں ایک شخص کو حاصل ہوجاتی ہیں کبھی ایک ایک وصف ایک ایک میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان اٹھارہ انبیاءؑ کے ذکر کے بعد دیگر کرنے میں انھیں اوصاف کا لحاظ کیا گیا ہے یا کچھ اُن کے صبر و شکر مصیبت و راحت کا بھی لحاظ ہو۔ **نوحؑ** کا مفصّل حال آگے آوے گا۔ **ابراہیمؑ** حضرت مسیحؑ سے تخمیناً دو ہزار برس پیشتر عراق میں پیدا ہوئے اور اہواز یا بابل اپنے وطن سے ہجرت کرکے اوّل اوّل حرّان میں آبسے جو آج کل بھی عراق میں اسی نام سے مشہور ہے جس میں اہل اسلام رہتے ہیں۔ پھر یہاں سے کوچ کرکے مع اپنے بھتیجے لوطؑ کے ملکِ شام کنعان میں آئے اور شہر نابلس سے کہ جس کو پہلے سکم کہتے تھے گزر کر بیت ایل یعنی یروشلم کے پاس اپنا خیمہ قائم کیا اور پھر یہاں سے عرب اور مصر میں بھی گئے۔ عرب و شام میں حضرتؑ کی اولاد پھیلی۔ اسمٰعیلؑ سے عرب کی قومیں اور اسحٰقؑ سے شام میں بنی اسرائیل و دیگر قبائل ہوئے۔ شام میں حضرتؑ کی قبر ہے۔

اسحٰقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ہیں جو اسمٰعیلؑ سے چھوٹے تھے ملک شام میں ہی پیدا ہوئے اور وہیں انتقال ہوا **یعقوبؑ** اسحٰقؑ کے بیٹے ہیں۔ ومن ذریتہ کی ضمیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کی طرف کرتی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نوح کی طرف رجوع کرتی ہے کیونکہ بقولِ محققین مورخین ایوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے نہ تھے بلکہ عرب کے رہنے والے بعض کے نزدیک ابراہیمؑ سے بھی پیشتر تھے۔ داؤدؑ سلیمانؑ کے باپ یہ دونوں پیغمبر حضرت یعقوبؑ یعنی اسرائیل کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے کئی سو برس کے بعد شام بلکہ اور ملکوں کے بھی حاکم ہوتے ہیں۔ یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے ہیں جو بچپن میں اسیر ہوکر مصر میں جا بسے اور پھر وہاں بہت کچھ اعزاز پایا اور اپنے باپ اور اس کی تمام اولاد کو مصر میں بلا لیا جب سے تخمیناً چار سو برس تک بنی اسرائیل مصر میں رہے اور ہزار ہا ہزار ہا مرد و زن ہوگئے۔ پھر موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں بھائی بھی وہیں پیدا ہوئے۔ مصر کے بادشاہ فرعون کو اُن کی سرکشی کا خوف ہوا تو اُن کو غلام بنایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ تب موسیٰ و ہارون علیہما السلام تمام قوم کو لے کر پھر اپنے باپ دادا کے وطن قدیم ملک شام میں لے جانے کے لئے مصر سے نکلے۔ قلزم اُتر کر چالیس برس تک عرب کے جنگلوں میں سرگرداں رہے رستہ ہی میں انتقال ہوا راستہ ہی میں توریت نازل ہوئی وہیں معجزات کا ظہور ہوا۔ کوہِ سینا بھی اسی ملک عرب کے غربی و شمالی کنارہ میں ہے۔ **زکریاؑ**، بنی اسرائیل میں دو نبی گزرے ہیں ایک یحییٰ علیہ السلام کے والد جو حضرت عیسیٰؑ کے عہد سے قریب تھے ایک زکریاؑ عزیر اور حجیؑ اور یرمیاہ علیہم السلام کے

۱؎ نبوت کا اثر کتاب ہے اور اس کی تعمیل کامل بغیر حکومت نہیں ہوتی۔ اسلام میں اوّل فیض نبوت قرآن ہے پھر اس کی تعمیل کرانے کے لئے خدا تعالیٰ نے اسلامیوں کو شوکت و سلطنت دی جس کی وجہ سے قرآن کے احکام کو علماء آزادی بیان کرتے تھے خلفائے راشدین رضی کے بعد نااہل جانشینوں کی وجہ سے فقط دنیاوی حکومت عیش و آرام کرنے کے لئے حصوں میں بانٹ لی جب اس کی علت غائی نہ رہی تو اس کا زوال پذیر ہونا ایک فطری بات تھی۔ انبیاء میں داؤدؑ و سلیمانؑ کو چونکہ یہ تینوں وصف حاصل تھے اس لئے پیشتر اُن کا ذکر ہوا۔ علمائے کرام نے ان تینوں لفظوں سے اور بھی عمدہ باتیں نکالی ہیں جو ان کے فہم خداداد کا حصہ ہے ۱۲ منہ

عہد میں تھے مسیحؑ سے تخمیناً پانچ سو برس پیشتر جنھوں نے بخت نصر کے حادثہ کے بعد دوبارہ پھر ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ یحییٰؑ زکریاؑ کے بیٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمعصر تھے یہ انبیاءؑ بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ الیاسؑ کو ایلیا بھی کہتے ہیں یہ بخت نصر کے حادثہ سے پیشتر اُس عہد میں تھے جب کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ **اخزیاہ** تخت نشین تھا مسیحؑ سے تخمیناً آٹھ سو چھیانوے برس پیشتر۔ اس بادشاہ کے عہد میں حضرت الیاسؑ آسمان پر زندہ چلے گئے اور اُن کی جگہ اُن کا شاگرد حضرت الیسعؑ نبی قائم ہوا (۲ سلاطین ۲ باب)۔ یونس علیہ السلام کو یوناہ بھی کہتے ہیں یہ مسیح علیہ السلام سے تخمیناً آٹھ سو باسٹھ برس پیشتر تھے ان کو شہر نینوا جانے کا حکم تھا یہ وہاں جانے سے پہلو تہی کر کے شہر ترسیس کو بھاگنے کے لئے یافہ میں اُتر گئے اُن کا قصہ بھی آیندہ بیان ہوگا۔ ان بزرگوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اگر یہ شرک کرتے تو خراب ہو جاتے۔

پھر حضرتؐ کو تسلی دیتا ہے کہ اگر ان باتوں کو یہ موجودین نہ مانیں گے تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہم نے ان پر چلنے کے لئے اور قومیں تیار کر رکھی ہیں (وہ آیندہ آنے والی نسلیں ہیں اُمّت محمدیہ میں سے)۔ پھر فرماتا ہے کہ تو اُن کی اصول دین میں اور صبر و تحمل میں اے نبیؐ! پیروی کر۔ یہاں سے بعض نے جزئیات شرائع بھی مُراد لئے ہیں و ہو ضعیف جدًا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا

اور ان (یہود) نے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی قدر کرنی چاہیئے تھی کچھ بھی نہ کی جب کہ یہ کہہ دیا

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ

کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ

(اے نبیؐ! ان سے) پوچھو وہ کتاب کس نے اُتاری تھی کہ جس کو

بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

موسیٰ لائے تھے جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی جس کو

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ

تم اوراق متفرقہ کر کے رکھتے رہو جن میں سے کچھ دکھاتے اور

تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا

بہت سے چھپاتے ہو۔ اور تم کو (اُس کے ذریعہ) وہ باتیں تعلیم کی گئیں

اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ

کہ جن کو تم بھی جانتے نہ تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو اللہ نے (ہی نے نازل کی تھی) پھر

ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ (۹۱) وَ

ان کو چھوڑ کر پڑے اپنی بدگمانیوں میں کھیلتے رہیں۔ اور

هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ

یہ (قرآن بھی) وہ مبارک کتاب ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا جو اپنے سے پہلی (کتابوں)

الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

کی تصدیق کرتا ہے تاکہ (اے نبی علیہ السلام) آپ اہل مکہ اور اس کے آس پاس

وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

والوں کو ڈر سنا دیں۔ اور جو آخرت پر یقین رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي

ہیں وہ تو اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہی اپنی

صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (۹۲)

نماز کے بھی پابند ہیں۔

ترکیب

حق مفعول مطلق قدر کا مضاف ہے اور دراصل صفت ہے کیونکہ تقدیرہٗ قدرہ الحق اس لئے یہ بھی منصوب ہے اذ قالوا ظرف ہے ماقدروا کا۔ قراطیس مفعول ثانی ہے تجعلون کا اے فی قراطیس تبدونہا قراطیس کی صفت وعلمتم (ایہا الیہود فی القرآن) جملہ موضع حال میں ہے یا جملہ مستانفہ۔ قل اللہ جواب ہے قل من انزل کا مصدق وصف ہے کتاب کا بغیر تنوین۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ان ہو الا ذکریٰ للعالمین کہ یہ عالم کے لئے

نصیحت ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ ایسے موقع پر منکرین نبوّت کہدیا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کچھ بھی کسی بشر پر نازل نہیں کیا اسے کیا غرض کیا مطلب؟ یا عقل کافی ہے وہی نیک و بد کی پہچان کر سکتی ہے جیسا کہ آج کل ملحد یا منکرین نبوت آریہ وغیرہم کہتے ہیں۔ اور کچھ عجب نہیں کہ اُس عہد میں بھی یہ مشرکین کہتے کہا ہو یا کسی موقع پر عہد میں آکر کسی یہودی نے کچھ کہدیا ہو جیسا کہ بغوی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مالک بن صیف یہودی عالم نے مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ اُس وقت کہا تھا جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا توریت میں یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ موٹی چیز کو پسند نہیں کرتا؟ حالانکہ وہ حبر تھا جو یہود کا مال کھاکھا کر تُندیلا ہوگیا تھا اُس پر وہ غصہ میں آگیا اور یہ کہدیا۔ یا کسی اور نے بھی ایسا کہا ہو۔ مگر اُس جواب سے غرض توحید اور مبدء و معاد ثابت کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلّم الکل کے قول سے بھی ثابت کی گئی **نبوّت** اور کتاب کا برحق ہونا ثابت کرنا ہے جو قرآن مجید کے اجلّ مقاصد میں سے ہے۔ اور توریت کا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونا ایک ایسی بات تھی کہ جس کو سب مانتے تھے پس من شیٔ نکرہ جو ما نافیہ کے حیز میں آکر سالبہ کلیہ بن گیا ہے اس کے مقابلہ میں انزل علیٰ موسیٰ موجبہ جزئیہ جو قل من انزل الخ کا مفاد ہے پورا جواب الزامی و تحقیقی ہے یعنی اگر خدا تعالیٰ نے کسی پر کچھ بھی نازل نہیں کیا تو پھر توراۃ کو موسیٰ علیہ السلام پر کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی کہ جس کو تم اے اہل کتاب! متفرق اجزاء میں کر رکھتے ہو کہ اُس میں سے بہت کچھ چھپاتے اور کم ظاہر کرتے ہو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں یہود عرب نے توراۃ کو متفرق اوراق میں اسی غرض سے چھوڑا تھا کہ اپنی خواہش کے موافق اوراق کو دکھاتے اور جو خلاف منشاء تھے یا جن میں اسلام کی خبر تھی اُن کو نہ دکھاتے تھے۔ جیسا کہ دارمی نے روایت کیا ہے۔ شاید حضرت عمر رضہ انھیں اوراق میں سے چند ورق آنحضرت علیہ السلام کے رُوبرو لاکر پڑھنے لگے تھے جن کو سُن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پُر غضب ہوئے تھے۔ اب یہ بھی معلوم نہیں کہ اُن یہود کے پاس توریت کے پانچوں حصوں میں سے کئی حصے تھے یا سب تھے یا اور عہدِ عتیق کی کتابیں تھیں کہ جن پر مجازاً توریت کا اطلاق ہوتا ہے۔

پھر اُس عہد میں کہ جب بخت نصر کا حادثہ گزرا اور پھر انٹیوکس اور طیطوس کے عہد میں صفحۂ عالم خصوصاً یروشلم اور تمام یہود میں توریت نہ تھی تو اس عہد میں کہاں ہوگی؟ وہ غالباً اسی مجموعہ مرکب صحیح و غلط کو جو آج کل ہے توریت کہتے ہوں گے جس کو قرآن میں مجازاً توریت کہا۔ ولو سلّم اصلی جب ہوگا اب تو کہیں نہیں ملتا۔ وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم اس میں یہود کو خطاب ہے کہ توریت کے بہت سے معانی جو آنحضرت علیہ السلام کی بعثت و شریعت کی پیشین گوئی کے متعلق تھے کہ جن کو حضرت کے ظہور سے پیشتر نہ تم سمجھ سکتے نہ تمہارے باپ دادا اب وہ تم کو بتلائے گئے۔ یا عرب کی طرف خطاب ہے کہ تم اور تمہارے باپ دادا جاہل تھے سوے علم شریعت و توحید و مبدء و معاد تم کو خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن مجید کے سبب سے معلوم ہوئے پھر بھی کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا سو تم نے خدا تعالیٰ کی قدر نہ کی جو قدر کرنی چاہیئے تھی۔ قل اللہ، کہہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں اُن کو پڑا بیہودہ بکواس کرنے دو خصوصاً ہٰذا کتٰب انزلناہ یہ کتاب نازل کی یعنی قرآن مجید جو مبارک بابرکت یعنی کثیر الفوائد ہے۔ قرآن مجید کی برکت ہے کہ جس سے عرب کی جاہل اور وحشی قومیں کیسی جلد کایا پلٹ ہوگئیں، کیسی انسانی اخلاق اور ملکی صفات میں تمام قوموں کے لئے پیشوا ہوگئیں، پستی سے اس ترقی کو پہنچیں کہ تھوڑے سے برسوں میں شرقاً غرباً بڑے بڑے سرسبز ملکوں کے مالک اور اُن میں علوم و تہذیب پھیلانے کے سبب بن گئیں۔ دوم قرآن مصدق الذی بین یدیہ کہ جو اُس سے پیشتر خدا تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں اُن کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی

منجانب اللہ تھیں اور اُن کے مضامین توحید و اصُول شرائع میں سرتاسر موافق ہیں۔ پھر قرآن مجید کے نازل کرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے جس میں منکرینِ نبوّت کا جواب شافی ہے اور وہ یہ ہے کہ لتنذر امّ القرٰی ومن حولہا تاکہ تم مکّہ اور اُس کے اردگرد کے لوگوں کو خدا تعالےٰ کا اس سے ڈر سُنا دو۔

امّ القُرٰی یعنی گاؤں اور بستیوں کی ماں یا اصل عرب میں مکّہ کو کہتے تھے کس لئے کہ مکّہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اوّل معبد خانہ کعبہ ہے کہ جس کی طرف ایامِ حج میں اور دیگر اوقات میں لوگ (اُس جذب باطنی سے جو بچے کو ماں کی طرف کھینچتا ہے) رجوع کیا کرتے ہیں۔

اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت و نبوّت حجاز یا عرب ہی کے لئے تھی، کیونکہ اُمّ القرٰی کے گرد میں تمام عالم شامل ہے۔ اگر کوئی جغرافیہ پر غور کرے تو رُبع مسکون کے لئے مکّہ مکرمہ کو مرکز کہہ سکتا ہے جو یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے مُلکوں کے لحاظ سے بیچا بیچ ہے اور نیز بہت آیات میں نبوّتِ عامہ کی طرف اشارہ ہو چکا ہے جیساکہ لیکون للعٰلمین نذیرًا۔

منکرینِ نبوت (جیساکہ آج کل آریہ و برہمو وغیرہم) سے کوئی پُوچھے کہ جس صورت میں تم خُدائے قادر رحیم و کریم کا وجود تسلیم کر چکے ہو تو پھر بنی آدم میں سے ایک شخص کو اگر وہ اپنی رحمتِ خاصّہ سے ایسا ممتاز کرے کہ اُس پر الہام خاص ہو جو بوقت تخالف عقولِ عامہ حق کی طرف رہبری کرے یا جہاں عقل کو کامل رسائی نہیں اور ہے تو عقول عادات و رسوم اور تخیلاّت سے نجات نہیں پا سکتیں وہاں اُن کو راہ راست بتادے کیا یہ ممکن نہیں؟ جب ممکن ہے تو اُس کی فعلیت اُن کتابوں سے جو نازل ہوئیں کیوں مستبعد ہے؟ اچھا چاروں وید اگر ایشر کا کلام ہیں تو کس کی معرفت ایشر نے ان کو ظاہر کیا۔ کیا اُن کی پوٹ باندھ کر بنارس میں پھینک دیا تھا؟ پھر فرماتا ہے کہ جو قیامت پر یقین رکھتے اور زکوٰۃ دیتے نماز پڑھتے وہی خُداترس قرآن پر ایمان

لاتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تو پر جھُوٹے باندھے
کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ
یا (یہ) کہے مجھ کو وحی آتی حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آتی
اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ
ہو، اور (اُس سے بھی بڑھ کر کون ظالم ہے) جو یہ کہے کہ میں بھی وہ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ
نازل کر سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہو۔ اور (اے نبی ص!) کبھی آپ اس وقت دیکھیں
فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا
جب کہ ظالم موت کی جان کنیوں میں گرفتار ہوں اور فرشتے اُن کی طرف اپنے
اَیْدِیْہِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ اَلْیَوْمَ
ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوں کہ اپنی روح نکالو۔ آج
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْہُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ
تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا تمہاری ان باتوں سے
تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ
جو تم ناحق اللہ تو پر بنایا کرتے تھے اور اُس کی آیتوں سے
عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ
سرکشی کیا کرتے تھے۔ اور (ہم یہ کہیں گے) تم
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ
ہمارے پاس ویسے ہی تنہا آئے جیساکہ ہم نے تم کو اوّل بار پیدا کیا
مَرَّۃٍ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ
تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ
ظُہُوْرِکُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ
آئے۔ اور اب ہم کو تمہارے وہ معبود بھی تمہارے ساتھ نہیں دکھائی
الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّہُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا ؕ
نہیں دیتے کہ جن کو تم اپنے معاملات میں خدا تو کا شریک سمجھتے تھے۔
لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ
ضرور تم میں جدائی ہو گئی اور تمہارے سب

ع ۱۱ ۱۷

مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

گمان غلط ہو گئے۔

ترکیب

کذباً افترٰے کا مفعول بھی ہوسکتا ہے اور مفعول مطلق بھی اور مفعول لہٗ بھی۔ اوقال عطف ہے افترٰے پر۔ ولم یوح الخ موضع حال میں ہے اذ ظرف ہے ترٰی کا الظالمون مبتدا اسکے بعد ظرف پھر خبر۔

تفسیر

جس طرح نبوّت اور الہام الٰہی کا انکار خدا تعالےٰ کی سخت ناقدری کرنا ہے اسی طرح خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھنا یا نبوّت اور وحی کا جھوٹا دعوٰی کرنا بھی بڑا ظلم ہے۔ جیساکہ پیغمبرؐ کے مقابلہ میں یہ کہدینا کہ میں بھی جیسا کچھ خدا تعالےٰ نے نازل کیا نازل کرسکتا ہوں بڑا ظلم ہے۔ ومن اظلم الخ انزل اللّٰہ میں یہی بیان ہے۔

ایسی باتیں بھی نزولِ قرآن کے وقت لوگوں نے کہیں تھیں۔ چنانچہ قتادہؓ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کچھ تک بندی سی کیا کرتا تھا جس پر اُس کو دعوٰی ہوا کہ اوحی الیّ مجھے وحی آتی ہے۔ اسی طرح صنعاء یمن میں اسود عنسی کو خبط ہوا تھا۔ اسی طرح مشرکین مکہ آیات سُن کر کہدیا کرتے تھے لو نشاء لقلنا مثل ہٰذا اور عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کے دل پر فیضِ صحبت سے (جو آنحضرت علیہ السّلام کے کاتبِ وحی تھے جب یہ آیت آپنے لکھوائی لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین) اگلا فقرہ اس کے دل میں گزرا فتبارک اللہ احسن الخالقین جب آپؐ نے یہ پڑھا تو اس کے دل میں وسوسہ ہوا کہ یہ تو میں نے کہدیا تھا مُرتد ہوکر چلا گیا اور جاکر کہنے لگا کہ قرآن کے برابر تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں مگر بعد میں سمجھا کہ یہ فیضِ صحبت تھا اور ایک فقرہ سے کیا مساوات ہوسکتی ہے پھر ایمان لایا۱۔

اس کے بعد اس ظلم کا ثمرہ تفصیلاً ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی موت کے وقت عجیب حالت ہوگی جب کہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور ملائکہ موت ہاتھ بڑھا کر کہیں گے کہ عالمِ آخرت کے شدائد دیکھ کر اب کہاں ہٹتے ہو، لاؤ اپنی روحِ خبیث کو نکالو۔ آج تم کو ذلّت کا عذاب تمھاری اس ناحق کی گفتگو اور آیات سے تکبّر کرنے پر ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ تمھاری روح کو جسم کے ساتھ دنیا میں کمالاتِ رُوحانی اور اسبابِ جاودانی حاصل کرنے کے لئے پابستہ کیا تھا تم نے وہاں اُس کے برعکس کیا۔ جب مال وجاہ اور اسبابِ شہوت ولذّاتِ جسمانیہ میں اُس کو صرف کیا اب تم جیسے گئے تھے ویسے ہی کورے کے کورے آئے اور جو کچھ مال وجاہ جمع کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے۲ لقد جئتمونا فُرادٰے کما خلقنٰکم اوّل مرۃٍ کے یہ معنے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ اب وہ تمھارے معبود دکھائی نہیں دیتے جن کی سفارش کا تمھیں بڑا بھروسہ تھا۔ سُبحان اللّٰہ عالمِ آخرت کا خصوصًا وقتِ موت کا نقشہ کس خوبی کے ساتھ لوحِ سامع پر کھینچا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ

بیشک اللہ تعالیٰ ہی زمین سے دانہ اور گٹھلی (پھوڑ کر) نکالتا ہے۔ زندہ کو مردہ

الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ

سے پیدا کرتا ہے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا

الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

ہے۔ یہ ہے تمھارا اللہ تعالیٰ پھر تم کہاں بہکے چلے جاتے ہو (ضرور اللہ ہی رات میں سے)

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا

صبح۳ کو پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ اور اُس نے رات کو آرام کے لئے بنایا

۱ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس سے پادریوں کا قرآن کا مثل ثابت کرنا مدعی سُست گواہ چست کا مضمون ہے ۱۲ منہ ۲ اس میں اور اُن آیات میں کہ جہاں انسان کے ساتھ اس کے اعمال ومکاسب کے ساتھ آنے کا ذکر ہے کچھ بھی منافات نہیں کیونکہ مال وجاہ کا چھوڑ آنا اور اعمال کا ساتھ لانا منافی نہیں اور کما کی تشبیہ صرف اس میں ہے ۱۲ منہ ۳ رات میں سے صبح کی پَو پھوٹتی ہے اُس کے حکم سے ۱۲

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ
اور آفتاب و ماہتاب کو حساب کے لئے بنایا۔ یہ اندازہ رکھا

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۹۶) وَهُوَ الَّذِىْ
ہوا ہے غالب خبردار کا۔ اور اسی نے تمہارے

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ
لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان سے جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
رستہ پاؤ۔ ہم نے اہل علم کے لئے آیتیں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۹۷) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ
کھول کر بیان کردیں۔ اور اسی نے تم کو ایک شخص سے

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ[1] وَّ
پیدا کردیا پھر (زمین پر) مقام بھی ہے اور

مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
(اس میں) سپردگی بھی ہے۔ ہم نے سمجھ داروں کے لئے آیتیں کھول کر

يَّفْقَهُوْنَ (۹۸) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ
بیان کردیں۔ اور وہی ہے کہ جس نے آسمان سے پانی

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
برسایا۔ پھر اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں

شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ
نکالیں پھر ان میں سے بعض کو سبز نکالا کہ جس سے ہم گتھے ہوئے دانے

حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے ہیں کہ

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
جھکے پڑتے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ
باغ پیدا کئے کہ جو باہم صورت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں

غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ
اور مزے میں جدا۔ جب یہ پھلتے ہیں تو ان کا پھلنا اور پکنا تو

اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ
دیکھو۔ ان سب (باتوں) میں یقین لانے والوں کے لئے (اس کی

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۹۹)
قدرت کی بڑی) نشانیاں ہیں۔

ترکیب

سکناً مفعول ہے جعل کا سکن وہ شئی کہ جس کی طرف انسان سکون پکڑے جیساکہ گھر گویارات گھر ہے والشمس معطوف ہے سکناً پر حسباناً جمع حسبانۃ اور مصدر بھی ہے فمستقر مصدر یا ظرف اور اسی طرح مستودع اس کی خبر لکم محذوف۔ جنات نبات پر معطوف ہے مفعول ہے اخرجنا کا قنوان بکسر قاف وضمہا۔ جمع قنو کصنو و صنوان من النخل اس کی خبر مشتبہا حال ہے الرمان سے۔

تفسیر

اثبات نبوت کے بعد اپنے وجود اور صفات پر وہ چند دلائل دلچسپ اپنی مخلوقات کے حالات سے بیان فرماتا ہے کہ جن میں غور کرنے سے عاقل کو خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کا جلوہ اسی طرح دکھائی دیتا ہے کہ جس طرح آئینہ میں منہ۔ یہ چیزیں گویا جمال باکمال کے لئے اہل بصیرت کو آئینہ پر صفا ہیں اور وہ چند قسم ہیں[2] (۱) فالق الحب والنوی حب حبۃ کی جمع دانہ گیہوں جوار باجرہ وغیرہ نوی نواۃ کی جمع گٹھلی جیساکہ آم، املی کھجور کی

[1] مستقر ٹھیرنے کی جا ظرف کا صیغہ یا ٹھیرنا مصدر اور اسی طرح مستودع سپردگاہ یا سپردگی یہ انسان پر دو حالتیں یکے بعد دیگرے آتی ہیں اول مستقر عالم ارواح تھا پھر وہاں سے رخصت ہوکر رحم میں آیا اول حالت کے لحاظ سے یہ سپردگی کا مقام ہوا پھر وہاں سے دنیا میں آیا یہ دوسرا ٹھہرنے کا مقام ہوا پھر یہاں سے کوچ کرکے قبر میں پہنچا یہ دوسرا مقام سپرد ہے پھر وہاں سے جنت یا دوزخ۔ ہر دوسرا مقام پہلے کے لحاظ سے مستودع ہے ۱۲ منہ [2] یہ دلیل نباتات سے متعلق ہے دوم قسم احوال علویات سے پانچویں جو السماء کے حالات سے اور لطف یہ کہ سب میں انعام علی العباد ہے اور بھی ان دلائل خمسہ میں بلحاظ تقدیم و تاخیر اسرار ہیں ۱۲ منہ

ہوتی ہے فلق پھاڑنا یا چیرنا۔ نباتات تخم یا گٹھلی سے پیدا ہوتے ہیں ان کو زمین میں دبایا اور پانی دیا جاتا ہے تو ان میں سے پھوٹ کر دو شاخ نکلتی ہیں ایک زمین کے اندر بیج بن کر دوڑتی ہے ایک ہوا میں باہر آکر پھل پھول برگ نکالتی ہے سو حبّ نوٰی کو زمین میں اللہ تعالیٰ ہی پھوٹنے کے قابل کرتا ہے باوجودے کہ ایک ہی تخم ایک ہی کھیت ایک ہی طبیعت ہے پھر اس میں مختلف آثار کہ پتّے کی اور صورت پھل کی اور پھول کی اور سب کے جُدا مزے جُدا تاثیریں۔ اگر اُس کی یہ قدرت کی کارگری نہیں تو اور کیا ہے؟ (۲) زندہ سے مُردہ اور مُردہ سے زندہ پیدا کرنا جس میں انسانِ زندہ سے منی مُردہ چیز* سے انسان زندہ چیز اور عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم پیدا کرنا بھی آگیا یہ بھی طبیعتِ جسمیہ کے برخلاف کام ہے (۳) رات سے صبح کا نکلنا اور رات کو آرام گاہ بنانا اور آفتاب و ماہتاب کو ایک خاص چال پر معیّن کرنا طبیعت اجرامِ علویہ کے برخلاف کام اُسی کا فعل ہے۔ (۴) ستاروں کو تورے کر دریا اور جنگل کے سفر کا وسیلہ بنانا۔ عرب میں ستاروں کے حساب سے جنگل اور سمندر میں راہ طے کیا کرتے تھے۔ (۵) سب کو ایک شخص سے پیدا کر کے مختلف الحالات بنانا۔ (۶) مینہ سے زمین پر عمدہ باغ پیدا کرنا جس کے پھولوں اور پھلوں اور اُن روشِ بالیدگی میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پردۂ حستی کے اندر کوئی صانع یہ کارگیریاں اور رنگینیاں کر رہا ہے۔

* اور منی مردہ چیز

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

اور انھوں نے جنّوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا حالانکہ وہ اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے

وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

ہیں اور اس کے لئے بے سمجھے بیٹے اور بیٹیاں بھی گھڑ لیں۔

ع ۱۲ ۱۸ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وہ ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں پاک اور بالاتر ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى

وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ جب اُس کی

يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ

کوئی بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر بات جانتا

عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ

ہے۔ (لوگو!) یہ ہے اللہ تمہارا رب، اُس کے سوا کوئی

اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ

معبود نہیں۔ (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو،

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ

اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اُس کو کوئی

الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ

آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

اور وہ باریک بین باخبر ہے۔

ترکیب

الجنّ جعلوا کا مفعولِ اوّل شرکاء مفعول ثانی للہ شرکآء سے متعلق ہے۔ بغیر علم فاعل خرقوا سے حال ہے۔ بدیع السمٰوات خبر ہے مبتدا محذوف کی ذالکم مبتدا اللہ خبر۔

تفسیر

تمام عالَم نباتات سے لے کر فلکیات تک کو خاص اپنا پیدا کیا ہوا ثابت کر کے اور تمام عالَم میں اپنا ہی تصرّف و قبضہ ظاہر کر کے ان بیوقوفوں مُشرکوں پر طعن و تشنیع کرتا ہے جنھوں نے جنّوں کو یا اور شخصوں کو اس کا شریک بنایا تھا یا اب بھی بناتے ہیں۔

عرب کے بعض فرقے ان چیزوں کو جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں ملائکہ اور ارواح خبیثہ یا خاص جنوں کو (چونکہ یہ چیزیں نظر نہیں آتیں اس لئے ان سب پر لفظ جن کا اطلاق ہوتا ہے) پوجتے اور ان کے نام کی بوقت مصیبت دہائی دیتے اور ان کو عالم میں کارکن اور متصرف سمجھتے تھے اور آتش پرستوں کی بھی اطراف یمن میں حکومت تھی وہ بھی بہ تعلیم زردشت اس عالم کے دو خدا مستقل مانتے تھے خیر کے خالق کو **یزدان** ظلمات اور شر کے خالق کو **اہرمن** کہتے تھے یزدان کی فوج ملائکہ اور اہرمن یعنی ابلیس کی فوج کو شیاطین و جن قرار دیتے تھے اور ان میں جنگ و جدال کے قائل تھے۔ ادھر نجران وغیرہ علاقوں میں نصاریٰ تھے جو حضرت مریم کو خدا تعالیٰ کی بیوی اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس کا بیٹا کہتے تھے یہ بھی بڑا شرک ہے۔ ان سب کے رد میں فرماتا ہے کہ بغیر سمجھے انھوں نے جنوں کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھیرایا اور اس کے لئے بیٹے بیٹیاں بھی گھڑلیں کہ عیسائیوں نے بیٹا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو بیٹیاں کہا سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون خدا تعالیٰ ان کی خانہ ساز باتوں سے پاک ہے۔ پھر اس پر چند دلائل ذکر فرماتا ہے (۱) بدیع السموات والارض کہ وہ بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے یعنی جو کچھ موجود ہے اس کا بنایا ہوا ہے پھر اہرمن کون ہے اور اس نے کیا بنایا ہے وہ کیا اس کی مخلوق سے باہر ہے اور ایسے قادر مختار کو بیٹے بیٹیوں کی کیا ضرورت ہے؟ جو وہ ہیں تو بتلاؤ انھوں نے کونسا آسمان کونسی زمین اور کیا پیدا کیا ہے؟ (۲) انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ کہ وہ قدیم اور مستغنی ہے اس کو بیوی کی کیا ضرورت ہے اور جب بیوی نہیں تو بچے اور اولاد کیسی؟ (۳) وہ ان سب چیزوں کا خالق ہے اور والد خالق نہیں ہوتا وخلق کل شیٔ اگر وہ خالق نہیں تو یہ اولاد حادث ضرور ہے پھر محدث یا خالق کون ہے؟ پھر اپنے چند وہ اوصاف بیان کرتا ہے کہ جن سے اس کا ان قمائم سے پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اول وہو بکل شیٔ علیم کہ ہر چیز کا اس کو علم ہے سب کچھ جانتا ہے یہ بات اوروں میں کہاں ہے۔ دوم وہو علی کل شیٔ وکیل کہ وہ واجب الوجود ہے سب کا سلسلہ احتیاج اس کی طرف تمام ہوتا ہے وہی سب کا محافظ و حاجت روا ہے۔ سوم لاتدرکہ الابصار کہ اس کو اس عالم حسی کی آنکھ جو محسوسات کے ادراک کے لئے مخصوص ہے دیکھ نہیں سکتی لیکن وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ یہاں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عالم قدس میں خدا تعالیٰ کا بندوں کو دیدار نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے ادراک کی نفی ہے جو کنہ پر موقوف ہے کہ رؤیت کی جیسا کہ کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ

(لوگو!) تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بینائی تو آچکی[1] پھر جو کوئی

اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ

دیکھے تو اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی اندھا ہی بن جائے تو اپنے برے کو۔

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۱۰۴) وَكَذٰلِكَ

اور میں تم پر محافظ بھی نہیں ہوں۔ اور اسی طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ

ہیر پھیر کر ہم آیتیں بیان کیا کرتے ہیں (تاکہ ان پر حجت ہو) اور تاکہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھ کر

وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۱۰۵) اِتَّبِعْ

سنا دیا اور تاکہ ہم اس کو اہل علم کے لئے واضح کردیں۔ (اے پیغمبر!) آپ اس پر چلیں

مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ

جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ بجز اس کے اور کوئی

اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۶)

معبود نہیں۔ اور مشرکوں سے کنارہ کرو۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور ہم نے آپ کو (کوئی) ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

محافظ مقرر نہیں کیا ہے۔ اور نہ آپ ان کے

[1] یعنی وہ دلیلیں جن سے دل کی آنکھیں کھلیں ۱۲ منہ

بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾

جواب (۲) ہی ہیں۔

ترکیب

من ربکم جار ہے متعلق ہے فمن شرطیا مبتدا البصر جواب یا خبر وکذالک کاف موضع نصب میں صفت ہے مصدر محذوف کی لئے نصرف الآیات تصریفاً مثل ماتلوناہا ولیقولوا لام عاقبت ولیقولوا معطوف ہے محذوف پر لئے کذلک نصرف الآیات لتلزمہم الحجۃ ولیقولوا۔ ولنبینہ، معطوف ہے لیقولوا پر۔ واللام علی الاصل والضمیر للآیات باعتبار المعنے اوللقرآن (بیضاوی)

تفسیر

اپنی ذات و صفات و توحید پر دلائل بیان کرکے مشرکین کو اُن کی نادانی پر کہ وہ اور چیزوں کو اُس کے ساتھ شریک کرتے تھے الزام دے کر ایک اعلانِ عام دیتا ہے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے خداتعالے کی طرف سے بصائر (جمع بصیرۃ ای الادراک التام) یعنی سُوجھ بُوجھ ہے کہ جس سے انسان کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں پھر اس کے بعد بھی جو کوئی اندھا ہے اور اُسی کفر و شرک کی اندھیری میں پڑا رہے تو اپنے لئے بُرا کرتا ہے اور جو کوئی اہلِ بصیرت ہو کر روشنی میں آئے گا تو اپنے فائدہ کے لئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ یہ بھی کہدو کہ میرا کام تو خبر دینا ہے میں تمہارا محافظ نہیں کہ خواہ مخواہ تمہیں ہدایت کرنا میرا ذمہ ہو۔ جب مبحثِ توحید کو تمام کرچکا تو اب آنحضرت علیہ السلام کی رسالت پر جو کچھ مشرکین و دیگر لوگوں کو شبہات تھے یکے بعد دیگرے ایک نصیحت آمیز کلام کے ضمن میں اُن کے جوابات دیتا جاتا ہے۔

ایک شبہ اُن کا قرآنِ مجید کے تدریجاً نازل ہونے پر تھا کہ یکبارگی بہ تمام و کمال کتاب آسمان سے کیوں نازل نہ ہوئی۔ یہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں درست، اصمعی رح اور ابو الہیثم رح کہتے ہیں کہ یہ درس سے مشتق ہے جس کے معنے پامال کرنا، قابو میں لانا۔ من درس الطعام اذا داسہ یدرسہ دراساً والدراس الدیاس، ودرس الکلام من ہذا ای یدرسہ فیخف علے لسانہ (ک) اس سے مراد ہے پڑھنا۔ کیونکہ جو جس جملہ کو پڑھتا ہے وہ زبان پر رواں ہو جاتا ہے قابو میں آجاتا ہے۔ ابوعمرو و ابن کثیر نے دارست بالالف و نصب التاء پڑھا ہے اس کے معنے یہ کہ یہود وغیرہ سے پڑھ پڑھ کر حاصل کیا ہے۔ اس شبہ[1] کا جواب دیتا ہے کہ کذلک نصرف الخ تصریف اُلٹ پلٹ کر بیان کرنا جس سے مراد وقتاً فوقتاً بیان کرنا یہ دو[2] وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ بار بار مختلف عنوانات سے بیان کرنے میں جو مضمون دلنشین ہوتا ہے ایک بار کہنے سے نہیں۔ اس میں بندوں پر کامل شفقت ہے اور الزام حجت کہ ازلی سعادتمند اس کو مفیدِ عباد جان کر قبول کریں اور ازلی گمراہ یہ شبہ کریں کہ لوگوں سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سیکھ کر بیان کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اس میں اہلِ علم قوم کو خوب معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص مختلف عنوان سے بار بار نئے نئے دلنشین پیرایوں میں احکام و ذات و صفات و عالمِ آخرت اور قصصِ انبیاء کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جس میں سرِ مو تفاوت نہیں یہ اسی لطیف الخبیر کا پرتو ہے کہ جس کو دنیا میں کوئی دیکھ نہیں سکتا اور جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ جو آپ پر لا الٰہ الخ توحید کا حکم ہوا ہے

---

[1] خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہیر پھیر کر بیان کرنا ان وجوہ سے ہے (۱) کہ بار بار بیان کرنے سے لوگوں کی آسانی ہے (۲) منکرین پر اور بھی اتمامِ حجت ہے کہ بار بار سمجھایا جاتا ہے اور پھر بھی نہیں سمجھتے (۳) اہلِ علم کو بصیرت پیدا ہوتی ہے کہ باوجود بار بار بیان کرنے کے پھر بھی تفاوت نہیں پاتے اور ممکن ہو کہ کذلک نصرف الآیات سے مراد آثارِ قدرت ہوں کہ اپنی توحید اور یکتائی کی بار بار نشانیاں دکھاتے ہیں حوادث دہر اور ان کے جسم اور عالم کے تغیرات علویات سے لے کر سفلیات تک تاکہ اُن کو حجت تمام ہو جائے اور آپ کہہ اُٹھیں کہ اے پیغمبر! آپ نے ہم کو پڑھ کر سنایا اور اہلِ علم کو اور علم حاصل ہو یہ رحمتِ الٰہی ہے ۱۲ منہ

آپ اس کے پابند رہو اور اُن جاہلوں سے کنارہ کشی کرو اُن کو خدا ہی نے گمراہ کر رکھا ہے ورنہ وہ چاہتا تو ہدایت پر آجاتے شرک نہ کرتے۔ پھر اے پیغمبرؐ! نہ آپ پر اُن کی جواب دہی ہے نہ تو آپ اُن کے ذمہ دار ہیں۔ پڑے بکنے دیجئے، ازلی گمراہوں کی کس کس بات کا جواب دیا جائے؟

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ

(مسلمانو!) یہ مشرک خدا تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُن کو گالیاں نہ دیا کرو

دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ

(تاکہ وہ بھی) اللہ تعالیٰ کو جہالت میں آکر گالیاں نہ دینے لگیں۔

عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

ہم نے یوں ہی ہر گروہ کی نظروں میں اُن کے عملوں کو مزین کر دیا ہے۔

ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ

پھر اُن کو اپنے رب کے ہاں پھر کر جانا ہے پھر وہ اُن کو بتا دے گا کہ وہ کیا

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰۸﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ

کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت (سخت)

جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ

قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی نشانی آوے گی تو ہم اس پر

لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيٰتُ

ضرور ایمان لے آئیں گے۔ کہدو نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی

عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا

کے پاس ہیں اور تمہیں (اے مسلمانو!) کیا معلوم کہ جب وہ نشانیاں

جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ

اُن کے پاس آویں تو بھی وہ اُن پر ایمان نہ لاویں۔ اور ہم اُن کے دلوں

أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا

اور آنکھوں کو پھیر دیں جیسا کہ وہ اوّل بار اُس پر ایمان

بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي

نہ لائے تھے اور ہم اُن کو اُن کی گمراہی میں

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۰﴾ ع

بھٹکتے ہوئے چھوڑ رکھیں گے۔

ترکیب

فیسبوا منصوب ہے جواب نہی ہو کر عدوًا یہ منصوب اس لئے ہے یا تو مصدر ہے من غیر لفظ الفعل لان السبّ عدوان فی المعنیٰ اور حال مؤکدہ بھی ہو سکتا ہے اور مفعول لہٗ بھی۔ بغیر علم بھی حال ہے کذٰلک موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی لے کما زیّنا لکلّ امّۃ عملہم زیّنا لہٰؤلاء عملہم۔ وما یشعرکم ما ابتدا یشعرکم خبر اور وہ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اوّل انّہا ثانی محذوف تقدیرہٗ وما یشعرکم ایمانہم اوّل مرّۃ ظرف زمان ہے ونذرہم بسکون الرّاء وضمّہا۔

تفسیر

مشرکین کے ان بیہودہ شبہات پر مسلمان ہنس کر اُن کی بدعقلی کی دلیل اُن کی بُت پرستی سے پکڑتے ہوں گے اور کچھ عجب نہیں کہ اُن کے فرضی خداؤں کی خدائی باطل کرنے میں اُن کی بے بسی اور دیگر قبائح بھی بیان ہوتے ہوں گے کہ جن سے اُن معبودوں کی بے وقری ٹپکتی ہو گی جس کو مشرکین نے اپنے معبودوں کو گالیاں دینا مسلمانوں کی طرف سے سمجھ لیا۔ ہرچند وہ لوگ خدا تعالیٰ کے بھی قائل تھے مگر ان میں دہریئے تھے کہ جن سے خدا تعالیٰ کو خصوصاً ربّ محمدؐ منزلِ قرآن کا نام لے کر (کیونکہ وہ منزلِ قرآن شیطان کو خیال کرتے تھے) مقابل میں گالیاں دینا کچھ مستبعد نہیں تھا۔ سو ایسے حمقاء کے مقابلہ میں پڑ کر گویا آپ خدا تعالیٰ کو بُرا کہلانا بلکہ خود بُرا کہنا ہے اس لئے اس آیت ولا تسبّوا اللہ میں اس کی ممانعت کر دی۔ حمقاء اور بے دین زبان دراز لوگوں کے مقابلہ میں قرآن کی یہ آیت مدنظر رکھنی چاہیئے جو اس امر میں اصل الاصول ہے۔ واقسموا باللہ جہد ایمانہم یہ اُن کا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دوسرا شبہ تھا وہ یہ کہ ہماری خواہشوں کے موافق یہ نبیؐ کیوں معجزات

نہیں دکھاتا؟ پھر اس پر وہ قسم کھا کھا کر زور دیتے تھے کہ بخدا ان میں سے کوئی بھی معجزہ اگر اُس نے دکھایا تو ہم ضرور ایمان لے آویں گے۔ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم آیۃ لیؤمنن بہا اس کے جواب میں فرماتا ہے قل انما الآیات عند اللہ کہ معجزات تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہیں وہ قادر ہے جب چاہے ظاہر کرے مگر ازلی گمراہوں کو اس سے کیا فائدہ ہوگا وہ جب بھی ایمان نہ لائیں گے وما یشعرکم انہا اذا جاءت لایؤمنون۔ ابن کثیرؒ اور اہل بصرہ اور ابوبکر عاصم کوفی کی روایت انہا بکسر الف پڑھتے ہیں علے الابتداء اور کلام کو ما یشعرکم پر تمام سمجھتے ہیں انہا اذا جاءت لایؤمنون دوسرا جملہ ہے اور دیگر قراء بفتح الالف پڑھتے ہیں اور خطاب مؤمنین کے لئے قرار دیتے ہیں لایؤمنون میں لا کو زائدہ کہتے ہیں۔ پھر اس وقت ایمان نہ لانے کی وجہ بیان فرماتا ہے ونقلب افئدتہم وابصارہم کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ الخ چونکہ یہ لوگ اس سے پہلے شق القمر وغیرہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہ ... لائے اور ایسے مواقع میں ازلی گمراہ اور ازلی نیکوں کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ ازلی گمراہ ایسے معجزات دیکھ کر جب ایمان نہیں لاتے تو اُن کے دلوں اور آنکھوں پر مُہر ہو جاتی ہے پھر وہ کسی معجزے پر یقین نہیں کرتے) تو اب ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیں گے اب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (ابن عباسؓ)۔

حقیقت میں جب انسان گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر سیاہی پیدا ہو جاتی ہے جو آئندہ دیگر سخت معاصی کے ارتکاب کا باعث ہوتی ہے پھر کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ ہو اُس کے دل میں کچھ بھی اٹک باقی نہیں رہتی۔ ہندوستان کے اوباشوں، رنڈی بازوں، رقص دیکھنے والوں کو دیکھ لیجئے۔ اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ کفار پہلے معجزات پر ایمان نہ لائے۔ اور اُن کی مرضی کے موافق معجزات ظاہر نہ کرنے کی وجہ بھی صاف ہو گئی پھر وہ جو پادری اور نیچری معجزات کی نفی ان آیات سے کرتے ہیں کہ جن میں کُفار کی استدعا کے موافق معجزات سرزد نہ ہونے کا ذکر ہے یہ ان کی کمال نادانی اور سُوء فہمی ہے۔

تفسیرِ حقّانی

پارۂ وَلَوْ اَنَّنَا

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
اور اگر ہم اُن کے پاس فرشتے (بھی) بھیج دیتے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ
اور اُن سے مردے بھی باتیں کرلیتے اور ان کے سامنے سب چیزوں کو بھی
شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ
لاکر کھڑی کردیتے تو بھی تو وہ ایمان نہ لاتے مگر کہ یہ خدا تعالےٰ کو
يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾
منظور ہوتا لیکن ان میں سے بہت تو جہالت ہی کرتے ہیں۔
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ
اور ہم نے ہر ایک نبی کے لئے اسی طرح سے (شریر) آدمیوں اور جنوں
الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى
کو دشمن بنایا تھا کہ جو ایک دوسرے کو ملمع کار باتیں دھوکہ
بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ
دینے کو سکھایا کرتا تھا۔ اور اگر
شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾
آپ کا رب تو چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے سو آپ اُن کو اور ان کے ڈھکوسلوں کو چھوڑ دیجئے
وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
تاکہ اُن کی طرف اُن لوگوں کے دل جھکیں کہ جو آخرت پر یقین نہیں
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا
رکھتے اور تاکہ وہ اُن کو پسند کریں اور تاکہ وہ
مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾
غلط کام جو کرتے ہیں کئے جاویں۔

ترکیب

ولتصغٰی جمہور کے نزدیک لام مکسور ہے معطوف ہے غرورًا پر اے لیغروا ولتصغٰی۔ بعض کہتے ہیں کہ لام قسم ہے مکسور ہوگیا۔

تفسیر

ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ الخ یعنے اُن کی خواہش کے موافق ہم اُن کے پاس ملائکہ بھی بھیجدیں اور مُردے اُن سے باتیں بھی کرلیں اور اُن کے سامنے مَری ہوئی چیزیں زندہ بھی ہوجائیں یعنی بڑے سے بڑا معجزہ بھی اُن کو دکھایا جاوے تو بھی وہ ایمان نہ لاویں گے مگر جس کو خدا تعالےٰ چاہے (اپنی رحمت کے صابون سے اُس کے دل کا مَیل دھوئے) وہ ایمان لے آوے۔ پھر جب ان ازلی گمراہوں کا یہ حال ہے تو بھاڑ میں پڑیں ہمیں کیا پڑی جو ان کے تھا سامنے لاکر کھڑی کردیں اور عالم غیب[1] جنت دوزخ اور دیگر چیزوں کو عیاناً دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لاویں کس لئے کہ ان کے دل شقی ہوگئے اُس وقت اُن کو بھی ڈھڈ بندی اور شعبدہ ہی کہنے لگے معاذاللہ جب ازلی محرومی ظہور کرتی ہے اور انسانی فطرت دوسرا رنگ پیدا کرلیتی ہے پھر وہ نہیں پلٹتی اس میں ہادی اور ناصح کا کیا قصور اس بات کو حق سبحانہٗ ان آیات میں بیان فرماتے ہیں ۱۲ منہ

[1] یعنی عالم غیب کی پوشیدہ چیزیں جن پر غائبانہ یعنی بن دیکھے ایمان لانا چاہیے

کہنے کے موافق معجزات دکھائیں۔ یہ جو جھک مارتے پھرتے ہیں پھرا کریں کیونکہ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن ہر نبی کے دشمن آدمی اور جنوں میں سے سرکش اور نافرمان ہوتے آئے ہیں۔ جو وہ نبی کے برخلاف لوگوں کو ملمع کار باتیں سکھا کر گمراہ کیا کرتے ہیں سو اُن کا کہنا وہی مانتے ہیں جو یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی اُن سے خوش ہوتے ہیں۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي

(اے نبی ان سے) تو پوچھو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو منصف بناؤں

أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَ

حالانکہ اُس نے تو تمہارے پاس کھلی ہوئی کتاب بھیج دی ہے۔ اور

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو یہ جانتے ہیں کہ (قرآن) آپ

أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا

کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوا ہے۔ پھر (اے نبی ص!)

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ

آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ اور آپ کے

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ

رب کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہو گئیں، کوئی بھی اُس کی بات

لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾

کا بدلنے والا نہیں۔ اور وہی (ہر ایک کی) سنتا (اور سب کی) جانتا ہے۔

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ

اور دنیا میں ایسے بھی بہت سے ہیں کہ (اے مخاطب) اگر تو ان کا کہنا مانے تو

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ

وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے گمراہ کر دیں۔ وہ تو

يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

صرف خیالات پر چلتے ہیں اور وہ محض قیاس لڑاتے

يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

ہیں۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ

مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ

کون اُس کے رستہ سے بہکا ہوا ہے۔ اور وہ راہ راست پر

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

چلنے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔

ترکیب

افغیر اللہ ابتغی کا مفعول حکما اُس سے حال و یجوز العکس مفصلا الکتب سے حال ہے اور بالحق ضمیر مرفوع منزل سے۔ صدقا و عدلا تمیز ہیں اور مفعول لہ بھی اور حال بھی ہو سکتے ہیں ہو اعلم خبر ان من بمعنے الذی یا نکرہ موصوفہ موضع نصب میں فعل محذوف سے جس پر اعلم دلالت کرتا ہے اے یعلم من یضل یا من استفہامیہ مبتدا یضل خبر اور جملہ یعلم محذوف سے محل نصب میں۔

تفسیر

چونکہ پہلی آیتوں میں کفار کے اعتقادِ بد کو اور انکار نبوت اور شبہاتِ بیجا کو رد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ ایمانداروں کی تسلی کے لئے فرمادیا تھا کہ ان کی یہ سب باتیں شیطانی ملمع کاری ہے (زخرف القول) جو ان کے مادہ فاسدہ سے ابخرات کی طرح اُٹھتی ہیں ایک دوسرے سے بیان کرتا ہے اور اُس کے دل میں جماتا ہے تم کو ان باتوں کی طرف خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ اس پر بحکم "کس نگوید کہ دوغ من ترش است" کفار کا یہ عذر بھی رد ہوتا ہے کہ چلو ہم کسی کو پنچ بنائیں وہ کیا کہتا ہے اس لئے فرماتا ہے کہ ان سے کہدو کہ کیا میں خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو پنچ بناؤں کہ جس نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی کہ جس میں نیک و بد سعادت و شقاوت کو کھول کھول کر بیان کردیا۔ اس کتاب کے برحق ہونے کی ایک دلیل تو خود یہی کتاب ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیونکہ الہیات اور احکام و قصص عبرت انگیز بصیرت خیز سعادت و شقاوت دارین کے اصول اس

سچائی اور صفائی سے بیان کرنا خاصۂ کتاب الٰہی ہے سو یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں اگر آنکھ ہو تو دیکھ لو اس کی طرف ہو الذی انزل الخ میں اشارہ فرمایا. اور اگر خود عقل خداداد نہ ہو اور کسی کی شہادت درکار ہو تو اہل کتاب دل میں اس کے برحق ہونے کے مُقر ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں جو مجموعہ صحیح و غلط روایات کا ہیں تاہنوز صدہا نشان قرآن مجید کے برحق ہونے کے پاتے ہیں. اس کی طرف والذین اٰتینٰہم میں اشارہ کیا. اس کے بعد ان شبہات کو ہیچ و پوچ قرار دینے کے لئے فرماتا ہے کہ آپؐ کسی طرح سے شک میں نہ پڑیں شمشیر یقین سے سب کی قطع برید کر ڈالنا چاہیئے. اس میں خطاب آنحضرت علیہ السلام کی طرف ہے مگر مُراد اور ہیں.

اس کے بعد پھر اطمینان کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کے دو حصے ہوتے ہیں ایک میں گزشتہ لوگوں کے واقعات اور آئندہ کے حالات جنت و دوزخ حساب و کتاب کی تشریح اور اپنی ذات و صفات کی توضیح ہوتی ہے سو اس حصے کی دلیل اصالت تو صدق ہے یعنی سچائی اور دوسرے حصے میں احکام روحانی و جسمانی سیاسی و نوامیسی ہوتے ہیں سو اس کی دلیل عدل یعنی افراط و تفریط سے پرہیز ہونا ہے حالانکہ تمت کلمت ربک صدقاً و عدلاً قرآن ان دونوں اوصاف صدق و عدل میں پورا ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا کس لئے کہ وہ سمیع و علیم ہے مکذبین کی باتیں سنتا ہے اُن کے دلوں کے راز جانتا ہے، اُن کا کوئی داؤ اس سے مخفی نہیں پھر فرماتا ہے اے پیغمبرؐ! آپ وحی کے مطابق چلیں اُن کے کہنے سننے کی پروا نہ کریں کس لئے کہ یہ اندھے ہیں اگر آپ ان کے کہنے پر چلیں تو وہ خود آپ تو گمراہ ہیں تم کو بھی گمراہ کردیں کس لئے کہ حقیقت الامر ان کو معلوم نہیں جو کچھ کہتے ہیں اٹکل اور قیاس سے کہتے ہیں احکام سے لے کر قصص تک اور عالم آخرت کے معاملہ سے لے کر صفات تک محض قیاسات باطلہ ہیں.

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ
سو جس[1] پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اس کو کھاؤ اگر

كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا
تم کو اس کی آیتوں پر یقین ہے۔ اور کیا وجہ کہ جس پر اللہ

تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے اس کو نہ کھاؤ

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا
حالانکہ جو چیز تم پر حرام ہے اس کی تفصیل ہو چکی ہے مگر

مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا
وہ بھی جب کہ تم کو اس کی طرف کی ناچاری ہو جاوے۔ اور (اے نبیؐ!) بہت سے

لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ
لوگ تم کو بے سمجھے (بوجھے) اپنی خواہشوں میں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ بیشک

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَ
آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور

ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ
(اے لوگو!) چھپے اور کھلے سب گناہ چھوڑ دو۔ بے شک

الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنے کئے کی عنقریب

بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا
سزا پاویں گے۔ اور جس پر خدا تعالیٰ کا نام

مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ
نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ اور وہ گناہ (بھی)

لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ
ہے۔ اور بے شک شیاطین تو اپنے رفیقوں کے

اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ
دل میں بہکانے ساتھ جھگڑا کرنے کے لئے وسوسے ڈالا کرتے ہیں۔ اور اگر

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع
تم نے ان کا کہا مان لیا تو بیشک تم بھی مشرک ہو گئے۔

ع ۱۴

[1] یعنی جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ۱۲ منہ

ترکیب

وما استفہامیہ مبتدا لکم خبر الّا تاکلوا حرفِ جر محذوف اے فی ان لا تاکلوا، حرف جر کے حذف ہونے کے بعد محلِ نصب میں ہے۔ وقد فصّل جملہ حال ہے۔ ما اضطررتم الیہ مَا موصولہ اضطررتم الیہ صلہ مَا موضع نصب میں ہے جنس سے استثناء ہونے کے سبب معنیٰ کس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس پر اللہ کا نام لیا جاوے اس کے کھانے سے پرہیز کرنے پر تنبیہ کی ہے جو اباحتِ اکل کو مطلقاً چاہتا ہے۔

تفسیر

منجملہ مزخرفات قولِ کفار کے کہ جس کو شیاطینِ انس وشیاطینِ جنّ ملمع کار دلیلوں سے اُن کے دلوں میں ڈالا کرتے تھے ایک بات یہ بھی تھی کہ کفار جس طرح اور ناپاک چیزوں کو کھاتے تھے جیسا کہ خون وغیرہ اسی طرح جو جانور کہ از خود مرجاتا تھا یا بُتوں پر چڑھایا جاتا تھا اور کسی طرح سے مرجاتا تھا اس کو کھالیا کرتے تھے اور ذبیحہ کو اپنا مارا سمجھ کر نہ کھاتے تھے۔ اس کی بابت حکم دیتا ہے فکلوا ممّا ذکر اسم اللہ کہ تم وہ جانور کھاؤ کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے یعنی بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر اس کی تاکید فرماتا ہے کہ ان کنتم بآیٰتہٖ مؤمنین کہ تم اُن کے شک ڈالنے کی طرف خیال نہ کرو، اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی طرف یقین ہے۔ اس کے بعد پھر تاکید فرماتا ہے مالکم الّا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کہ تم کفار کے ان شبہات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ کی ماری ہوئی (یعنی مُردار) کو تو مسلمان کھاتے نہیں اور اپنی ماری ہوئی (یعنی ذبیحہ) کو کھاتے ہیں یہ عجب بات ہے، خیال کر کے کیوں اس کے کھانے میں تامّل کرتے ہو؟ یہ حرام نہیں کس لئے کہ قد فصّل لکم ما حرّم علیکم کہ جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں اُن کی تفصیل وتشریح تو ہو چکی ہے۔ اس کے بعد کی آیت قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرّماً علیٰ طاعم یطعمہ الآیہ، اس کی[1] تفسیر آگے آتی ہے اور نیز یہ بیان سورۂ مائدہ میں بھی ہو چکا ہے۔ حرّمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الخ نزولاً گو یہ بعد ہے مگر ترتیب اصلی میں جو مطابق لوحِ محفوظ ہے مقدّم ہے۔ مگر وہ محرمات بھی حالتِ اضطرار میں مستثنیٰ ہیں الّا ما اضطررتم الیہ۔ پھر کفار کے شبہ کو ردّ کرتا ہے کہ وانّ کثیرا لیضلّون الخ کہ بہت سے دنیا میں شیاطین ہیں کہ وہ اپنی جہالت سے الٹی سیدھی باتیں بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب میں سب سے پہلے یہ گمراہی **عمرو بن لحی** نے ایجاد کی تھی سو اُس کو یہ سرکش لوگ خوب معلوم ہیں وہ اُن کو سزا دے گا۔

اس کے بعد قاعدۂ کلّیہ کے طور پر ایک عام حکم دیتا ہے جو تمام شرائع کی اصل ہے اور بُتوں کے چڑھاوے اور مُردار چیزوں کے کھانے میں دل پر تاریکی پیدا ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے وذروا ظاہر الاثم وباطنہ کہ ظاہر اور باطن کے سب گناہ چھوڑ دو۔ گناہ ظاہری میں قزاقی، زنا بالاعلان، مُردار خوری سب آگئے اور باطنی چھپ کر زنا کرنا، دل پر بُرے خطرات کو جگہ دینا حسد وکبر کرنا کیونکہ ان ہر ایک کی سزا پاوے گا۔ اس کے بعد بالصراحت مُردار کے کھانے سے منع کر کے بقولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانّہ لفسق۔ کفار کے اس شبہ کا وحی شیطانی اور خطرۂ نفسانی ہونا ظاہر کرتا ہے بقولہ وانّ الشیاطین الخ اور مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانتے ہیں کفار کا کہا مانو گے تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے وان اطعتموہم انکم لمشرکون کس لئے کہ دوسرے کو تعمیلِ حکم میں خدا تعالیٰ کی برابر جاننا یہ شرک فی الحکم ہے

فوائد

(۱) فکلوا ممّا ذکر اسم اللہ یعنی جو جانور حلال ہیں اُن کو اللہ تم

[1] سورۂ مائدہ جس میں حرام چیزوں کا ذکر ہے گو نزول میں مؤخّر ہے مگر اصل ترتیب میں اس آیت سے مقدم ہے اور نیز اس آیت کے بعد میں حرام چیزوں کا ذکر ہے اور اس قدر متاخّر کو ایک متصل اور مسلسل کلام میں یہ کہنا کہ تم کو بتا چکے ہیں درست ہے ۱۲ منہ

کے نام (تکبیر) سے ذبح کیا جاوے تو کھاؤ یعنی تمہارے لئے دینی طور سے اُس کے کھانے میں اجازت و اباحت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب کہ یہود نے آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم مُردار نہیں کھاتے آپؐ مار کر کھاتے ہیں تب یہ نازل ہوئی، کما اخرج ابو داؤد والترمذی عن ابن عباسؓ۔

(۲) ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ عطاءؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم کچھ ذبیحہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر کھانے پینے پر بھی بسم اللہ ضروری ہے ورنہ وہ چیز حرام ہے مگر جمہور کے نزدیک اور چیزوں پر بسم اللہ امر مسنون ہے نہ کہ فرض کس لئے کہ اس آیت میں مما سے جانور مراد ہیں۔ مگر جانور بھی حلال کہ جن کو کتاب و سُنّت نے حرام نہ کہا ہو۔ اور یہ بسم اللہ کہنا بھی ذبیحہ کو باحادیث صحیحہ جب درست کرتا ہے جب کہ مؤمن یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو۔

(۳) اہل علم کے نزدیک اس آیت سے وہ ذبیحہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ جھٹکا کیا ہو یا گردن مروڑنے سے مار ڈالا گیا ہو یا بُتوں کے نام سے ذبح ہوا ہو یا از خود اپنی موت سے مرا ہو، الغرض اس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہ لیا گیا پھر خواہ اس کو کسی نے مارا ہو اہل کتاب نے یا ملحد یا کسی اور نے وہ حرام ہے۔ اگر مسلمان سے بھی بوقت ذبح بسم اللہ کہنا ترک ہو جاوے خواہ عمداً خواہ سہواً علماء کا ایک گروہ کہتا ہے وہ بھی حرام ہے آیہ لم یذکر اسم اللہ علیہ اُس پر صادق ہے۔ یہ ابن عمرؓ و نافعؒ و شعبی و ابن سیرینؒ کا قول ہے اور ایک روایت سے مالک و احمد بن حنبلؒ کا بھی قول ثابت ہوتا ہے اور داؤد ظاہریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ مگر علماء کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے اگر سہواً بسم اللہ کہنا ترک ہو گیا ہے تو اُس کا کھانا حلال ہے یہ حضرت علیؓ و ابن عباسؓ و سعید بن مسیبؒ و عطاء و طاؤس و حسن بصری و عبدالرحمٰن ابن ابی لیلےٰ و ابو حنیفہؒ وغیرہ کا قول ہے اور مشہور امام احمدؒ

و مالکؒ کا بھی یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ سہواً ترک دراصل ترک نہیں بھول چوک مسلمان کی معاف ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان عمداً بھی ترک کردے تو بھی ذبیحہ درست ہے کس لئے کہ آیت میں ذبح لغیر اللہ کی حُرمت مذکور ہے۔ یہ قول اس آیت کے بظاہر مخالف ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا

کیا وہ شخص جو مُردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ کردیا اور اُس کے لئے ایسی

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

روشنی کردی کہ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہو اُس شخص کے برابر ہو سکتا

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیریوں میں پڑا ہوا اُن سے نکل نہ سکتا ہو۔

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

ہم نے یوں کافروں کے لئے اُن کے کام مزیّن کردیئے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ

ہیں۔ اور ہم نے اسی طرح ہر گاؤں میں وہاں کے فاسق لوگ

قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ

سردار بنائے تاکہ وہاں مکر کیا کریں۔

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا

اور اُن کا مکر صرف انہیں کے لئے ہے حالانکہ وہ جانتے

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ

نہیں۔ اور جب اُن کے پاس کوئی معجزہ آتا ہے تو

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ

کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ویسی[1] ہی چیز

مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

نہ ملے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی تھی۔ اللہ تو خوب جانتا ہے جہاں

حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

کہ اپنی پیغمبری قائم کرتا ہے۔ عنقریب گنہگاروں کو

الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ

خدا تعالیٰ کے ہاں کی ذلت اور

[1] یعنے وہی معجزات و نبوت جو رسولوں کو عطا ہوئے ہیں جب تک ہم کو نہ ہوں گے ایمان نہ لائیں گے ۱۲ منہ

عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۴﴾
عذاب شدید پہنچے گا اُن کی مکاری کی وجہ سے۔

ترکیب

من مبتدا یمشی یہ موضع نصب میں ہے صفت ہے نوراً کی کمن خبر مثلہ مبتدا فی الظلمت خبر لیس بخارج حال ہے ضمیر مثلہ سے۔ اکابر مفعول اوّل فی کل قریۃ ثانی۔

تفسیر

پہلی آیت میں مسلمانوں کو کفار کی اطاعت سے منع فرمایا تھا۔ یہاں اس کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ قابلِ اطاعت تو وہ شخص ہے کہ جس کو خدا تعالےٰ نے موت ظلمات طبیعت سے بسبب انکشاف و تجلیاتِ روحانیہ کے زندہ کیا ہو اور اُس کے ساتھ اس کے پاس خدا کی طرف کا ایک چراغِ ہدایت بھی ہو (قرآن) کہ جس کی روشنی میں وہ لوگوں کو لانا چاہتا ہے نہ وہ کہ جو طرح طرح کی اندھیریوں میں ایسا مبتلا ہو کہ جو اُن میں سے کبھی نکل ہی نہ سکے (کیونکہ نہ کفر و شرک کو بُرا جان کر ہادی کی تلاش کرے گا نہ ورطہ ظلمت سے نکلے گا) سو اوّل صفت تو نبی کی ہے اور دوسری کافر کی پھر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں پس قابلِ اتباع نبی ہے نہ کہ کافر۔ پھر اُس کافر کی ظلمات سے باہر نہ آنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کذلک زین للکافرین ما کانوا یعملون کہ ان کی روحانیت میں قضاء و قدر نے خباثت کی طرف میلِ طبیعت رکھا ہے جس طرح کہ نجاست کے کیڑے کو نجاست کی طرف میل طبعی ہے وہ پاک چیزیں چھوڑ کر اسی پر بجھتا ہے، اسی طرح یہ بد افعال اُن کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں پھر کیونکر ظلمات سے نکلیں؟ خدا تعالےٰ ایسی حالت سے بچاوے۔ پھر فرماتا ہے کہ مکہ کے سرداروں پر ہی کچھ موقوف نہیں کہ وہ مؤمنین اور نبیؐ کے مقابلہ میں لوگوں کو مکر و فریب سے گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں بلکہ ہم نے جس جگہ اور جس گاؤں میں نبی بھیجے وہاں کے مکاروں اور بدکاروں کو بڑی سرداری اور دنیاوی عزت دی تاکہ وہ اپنے کام میں پوری کامیابی حاصل کر کے ابدی جہنم کے مستوجب ہو جاویں۔ (افسوس بعض کی دنیاوی ترقی اور کثرتِ مال و جاہ اُسی کی ہلاکئ آخرت کا باعث ہو جاتی ہے)۔

مکہ مکرمہ کے کافر سردار ابوجہل اور ولید بن مغیرہ جب آنحضرت علیہ السلام کا کوئی بڑا معجزہ دیکھتے تھے تو حسد و کبر کے مارے یہ حیلہ کرتے تھے کہ اس شخص میں کیا بات ہم سے زیادہ ہے؟ ہمیں کیوں نبی صاحب معجزات نہیں کیا گیا؟ ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ نبوت کے لئے ازل میں نفوس قدسیہ پیدا کئے گئے ہیں وہی مناسب جان کر وہ وحی اور نبوت قائم کرتا ہے ؎
کلاہ خسروی و تاج شاہی ؛ بہر سر کے رسد حاشا وکلّا
سو عنقریب ان متکبروں کو دنیا میں (جیسا کہ بدر کے دن یا فتح مکہ میں ہوا) یا آخرت میں تکبر کی عوض ذلت اور نخوت کے بدلے میں عذابِ شدید ملے گا۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ
پھر جس کو اللہ تعالےٰ ہدایت دینی چاہتا ہے تو اُس کا سینہ
صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ
اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے
يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا
تو اُس کا سینہ ایسا بھچا ہوا تنگ کر دیتا ہے کہ گویا اُس کو
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ
آسمان پر چڑھنا پڑتا ہے۔ جو ایمان نہیں لاتے
يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا
اُن پر اللہ تعالےٰ ایسی ہی پھٹکار ڈال دیا
يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ
کرتا ہے۔ اور آپ کے رب تو کا سیدھا رستہ تو یہ

مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
(اسلام) ہے۔ ہم نے سمجھنے والوں کے لئے آیتیں کھول کر بیان
يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ
کردی ہیں۔ ایمانداروں کے لئے ان کے ربّ کے پاس سلامتی کا
رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
گھر ہے اور وہی ان کا کارساز ہوگا ان کے عملوں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے۔
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ
اور جس دن کہ اُن سب کو جمع کرکے (پوچھے گا) اے قوم جنّ!
الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ
تم نے بہت سے آدمی اپنے کر لئے تھے۔
وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا
اور اُن کے انسان دوست عرض کریں گے کہ اے رب ہم میں سے (دنیا میں) ایک دوسرے
اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ
سے فائدہ لیتا رہا (جنوں نے ہم سے نذر و نیاز لی ہم نے لوگوں سے دھوکہ دے کر کمایا) اور (اب)
اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ
ہم اپنے اس وقت کو پہنچ گئے جو تُو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا (یعنی سزا کا وقت آگیا اب آپ کے
مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ
ہاتھ بات ہے) فرمائیگا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہوگے، مگر جب تک اللہ چاہے۔
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ
بے شک آپ کا رب لِہٰ حکمت والا اور خبردار ہے۔ اور
كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ
ہم اسی طرح سے (وہاں بھی) ایک ظالم کو دوسرے کے ساتھ اُن کے ان اعمال کے
بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾
سبب جو وہ کیا کرتے تھے رفیق بنادیں گے۔

ترکیب

فمن شرط یشرح جواب حرجًا اے ضیّقًا بکسر الراء صفۃ وفتحہا مصدر وصف بہ مبالغۃ کانما فی موضع نصب او حال من الضمیر فی حرج مستقیمًا حال ہے صراط ربک سے والعامل ہذا حرجًا بالفتح جمع حرجۃ وہی شدّۃ الضیق یصعد قری مخففًا من الصّعود و مشدّدًا واصلہ یتصعد و معناہ یتکلّف مالا یطیق مرّۃً بعد مرّۃٍ۔

تفسیر

پہلے کافر کی مثال مُردہ اور اندھیریوں میں پڑے ہوئے کی اور مؤمن کی زندہ اور نُور میں چلنے والے کی بیان کی تھی۔ اب یہاں سے اس تعجب و استبعاد کو دور کرکے اس کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ باوجود اس قدر معجزات و آیاتِ بیّنات کے پھر کیوں ایمان نہیں لاتے؟ وہ یہ کہ ایمان لانا اور کفر میں پڑا رہنا یہ سب باتیں قضاء و قدر کے بس میں ہیں جس کو ہدایت کرنا چاہتے ہیں اس کی آنکھوں سے یہ تمام حجابات جو اس کو ایمان کی روشنی کے دیکھنے سے مانع آتے ہیں اُٹھا دیتے ہیں سو اسلام قبول کرنے پر بسہولت آمادہ ہوجاتا ہے اور جس کو اسی گمراہی میں پڑا رہنا چاہتے ہیں اُس کے دل سے یہ حجاب دُور نہیں ہوتے سو حیاتِ دُنیا اور اُس کے لذّات و شہوات پر ایسا غش ہوجاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کو جس میں لذّاتِ روحانیہ اور عالم باقی کی طرف رہنمائی ہے ایسا سخت اور مشکل جانتا ہے کہ جیسا کوئی آسمان پر چڑھنے کو۔ ہذا عام ہے ہٰذا صراط ربک مستقیمًا اسلام خدا تعالیٰ کی سیدھی سڑک ہے جو دار السّلام تک پہنچتی ہے مگر اس پر چلنا ہر ایک کی تقدیر میں نہیں بلکہ سمجھ والوں کے لئے، پس جو اس پر چلیں گے اُن کے
ع ۱۵ ۸ ۲ لئے دار السّلام ہے سلامتی اور امن کا گھر یعنی جنّت جو عند ربہم اس محبوب حقیقی کے پاس ہے اور وہو ولیہم وہ وہاں اُن کا دوست بھی رہے گا بما کانوا یعملون نہ صرف زبانی جمع خرچ اور جھوٹے دعوے کی وجہ سے بلکہ اُن کے اعمالِ صالحہ اور کوشش سے جو حقیقی اسلام کی علامت ہے۔ اور اسلام سے دل تنگ ہونے والوں کے لئے یہ ہوگا کہ یوم یحشرہم الخ اُن سب کو جمع کرکے اُن کے بہکانے والے اور خدائی کے مستحق بننے والے جنّ اور خبیثوں سے سوال ہوگا کہ تم نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ اور

خراب کیا تھا۔ اس باز پرس کے وقت اُن جنوں اور خبیثوں کے دنیاوی یار یعنی ماننے والے یہ عذر کریں گے کہ دنیا میں باہمی رابطہ کرکے ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کام لیا جنوں نے ہم کو بہکا کر اپنی نذر و بھینٹ اور پرستش پر آمادہ کرکے کام لیا اور ہم نے اُن سے غیب کی باتیں دریافت کرنے اور دیگر تخویفات میں کام لیا تھا (ہندوستان میں اب تک سینکڑوں ارواحِ خبیثہ اور جنّ بھوتوں کی پرستش ہو رہی ہے ہندوستانیوں سے وہ خوب کام لے رہے ہیں اور سینکڑوں برہمن جوگی اَتیت ساحر بھوت وغیرہ سے کرشمہ دکھلانے اور توہمات بے جا پیدا کرکے ڈرانے میں کام لے رہے ہیں) اور اے ربّ! ہم اپنے لکھے کو پہنچے یا یہ معنے کہ زندگی بھر ایسا کرتے رہے ہم سے بیوقوفی ہو گئی ان جنوں نے بہکا دیا۔ فرمائے گا جاؤ تم دونوں کے لئے جہنم ٹھکانا ہے ہمیشہ وہیں رہو گے مگر جب اللہ تعالےٰ چاہے تو نکالے سو وہ کیوں چاہے گا۔ پھر اس عذر بارد کے ردّ کرنے کو ہر ایک جنّ و انس سے خطاب کرکے فرمائیگا الم یأتکم رسلٌ منکم الخ کہ کیا تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے؟ جو تمہیں میں کے تھے جن سے بوجہ ہم زبان و ہم قوم و موانست کے نصیحت حاصل کرنا بہت آسان تھا جو تمہیں میری آیتیں سُناتے اور آج کے دن سے خوف دلاتے تھے؟ اس کے بعد وہ اپنے کُفر کا اقرار کریں گے۔ **ف** علمائے اسلام میں سے جمہور بقرائن آیات ان اللّٰہ اصطفےٰ اٰدم الخ وغیرہا اس بات کے قائل ہیں کہ رسول صرف انسانوں ہی میں سے مبعوث ہوتے ہیں۔ جنوں کو بھی وہی تعلیم کیا کرتے ما منکم جو یہاں آیا ہے سو اس سے یہ مراد نہیں کہ جنّ و انس کے ہر ہر فریق میں سے رسول آئے۔ بلکہ دونوں کے مجموعہ میں سے جو صرف انسانوں پر صادق آسکتا ہے یا رُسلِ انس کے نائب رُسلِ جنّ تھے جن پر رُسل کا لفظ مجازاً اطلاق ہوا۔ ضحاکؒ کے نزدیک جنوں میں سے بھی رسول ہوتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ

رسول نہیں آئے جو تمہیں میری آیتیں سُنایا کرتے اور

يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا

اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے

شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

ہم اپنے اوپر آپ ہی گواہی دیتے ہیں اور ان کو تو دنیا کی زندگی نے فریب

الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ

میں ڈال رکھا تھا اور وہ آپ ہی اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ وہ

كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ

منکر تھے۔ یہ اس لئے کہ آپ کا رب تو

يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ

کسی گاؤں کو (ان کے) ظلم پر اُن کی بے خبری میں ہلاک کرنے

وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

والا نہیں۔ اور ہر کسی کو اپنے اعمال کے

مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

درجے ملیں گے۔ اور آپ کا رب تو اُن کے کام سے بے خبر

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ

نہیں۔ اور آپ کا رب تو بے پروا رحمت والا ہے۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ

اگر چاہے تو تم کو فنا کردے اور تمہارے پیچھے جس کو چاہے

بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ

قائم کرے جس طرح کہ تم کو اور لوگوں کی نسل

ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ

سے پیدا کردیا۔ جس کام سے وعدہ کیا گیا ہے

لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

وہ آنے والا ہے اور تم ہرگز روک نہ سکو گے۔

ترکیب

یقصّون موضع رفع میں صفت ہے رُسل کی اور حال بھی

ہو سکتا ہے ہٰذا خبر ہے مبتدا محذوف کی یا یوتکم کی صفت
ان لم آن مصدریۃ یا مخففہ ہے اور لام محذوف ای لان لم
یکن ربک وموضعہ نصب اوجر۔

تفسیر

اس کے بعد رسول بھیجنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ہم کسی گاؤں کو بھی غفلت کی حالت میں مبتلائے عذاب نہیں کرتے بلکہ پیشتر رسول یا اُن کے نائب صحابہ رضہ سے لے کر قیامت تک علمائے کرام بھیج کر متنبہ کر دیتے ہیں۔ اب یہ ظاہر کرتا ہے کہ دارِ آخرت میں جو کچھ سختی ونرمی جنت و دوزخ اور اُن میں ثواب و عقاب کے متفاوت درجات ہوں گے اس میں کچھ ہماری کسی پر بے رحمی وظلم وزیادتی یا کوئی ذاتی بُغض ونفرت نہیں بلکہ مما عملوا۔ اور ہم تو کسی کی عبادت وریاضت کے محتاج بھی نہیں ہیں وربک الغنی اور نیز بالذات ہم کو اپنی ہر مخلوق پر رحمت ہے ذوالرحمۃ اور اس رحمت سے یہ نہ سمجھو کہ وہ تمہاری سرکشی کی سزا دنیا میں نہیں اور اپنے وعدۂ عذاب وثواب دنیا وآخرت کو پورا نہیں کر سکتا ان یشاء الخ وانّ ما توعدون لاٰت اور تم اُس کے آنے والے وعدہ کو روک نہیں سکو گے۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ
(اے پیغمبرؐ!) کہدو بھائیو تم اپنی جگہ عمل کرو میں اپنی جگہ (عمل)

عَامِلٌ ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ تَکُوْنُ
کر رہا ہوں۔ سو تم کو ابھی معلوم ہو جاوے گا کہ کس کے لئے دارِ آخرت کا

لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ط اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
انجام اچھا ہے۔ بے شک ظالموں کا تو بھلا ہو گا نہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ
اور اللہ تو ہی کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور

الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ
مواشی میں سے مشرکین اس کے لئے حصہ لگا کر اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ

بِزَعْمِھِمْ وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا ج فَمَا کَانَ
یہ تو اللہ تو کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ پھر جو اُن کے

لِشُرَکَآئِھِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ ج وَ
معبودوں کا ہو جاتا ہے وہ تو خدا تو کو نہیں پہنچتا اور

مَا کَانَ لِلّٰہِ فَھُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِھِمْ ط
جو اللہ تعالٰے کا ٹھہرتا ہے وہ اُن کے معبودوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ
کیا بُرا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کو

لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِھِمْ
تو اُن کے معبودوں نے اُن کی اولاد کا قتل کرنا پسند کرا دیا تھا

شُرَکَآؤُھُمْ لِیُرْدُوْھُمْ وَلِیَلْبِسُوْا
تاکہ ان کو خراب کر دیں اور اُن کے دین میں غلطی

عَلَیْھِمْ دِیْنَھُمْ ط وَلَوْ شَآءَ
ڈال دیں اور اگر اللہ تعالٰے

اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَ
چاہتا تو وہ یہ بات نہ کرتے سو آپؐ اُن کو اور اُن کے

مَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
ڈھکوسلوں کو چھوڑ دیئے۔

ترکیب

مکانتکم ای حالتکم من موصولہ مفعولِ تعلمون نصیبًا مفعولِ اوّل جعلوا للّٰہ اور مما ذرأ جعل سے متعلق من الحرث ما کا بیان شرکاؤہم فاعلِ زیّن قتل مصدر مضاف الی المفعول مفعولِ زیّن۔

تفسیر

انّ ما توعدون لاٰت فرما کر قیامت اور وعدۂ الٰہی کے منکروں کے مقابلہ میں آنحضرت علیہ السلام کو بمزید وثوق یہ حکم ہوتا ہے کہ

ان سے کہہ دو اچھا اگر تمھیں یقین نہیں تو تم جو کچھ کرتے ہو کئے
جاؤ۔ اور جو میں کرتا ہوں وہ میں کئے جاتا ہوں۔ آپ معلوم ہوجائے گا
کہ کس کے لئے دارِ آخرت اور وہاں کی خوبیاں ہیں اور اس کے
ساتھ یہ حکم ناطق بھی سُنا دیا کہ ظالموں کو فلاح نہ ہوگی۔

اس کے بعد کفّارِ عرب کی چند وہ حماقتیں بیان کرتا ہے
کہ جن کو انھوں نے مذہب اور وسیلۂ نجات سمجھ رکھا تھا
تاکہ معلوم ہو کہ اُن کی سرکشی اور بے جا حُجّتیں اُن کی بیوقوفی
کا ثمرہ ہے۔

منجملہ اُن کے ایک یہ بات تھی کہ کھیتی اور چارپایوں میں سے
باوجودیکہ اللہ تعالےٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں حصّہ لگا رکھتے تھے کچھ
اناج اور کچھ جانوروں کو اللہ تعالےٰ کے حصّہ کا اپنے گمان کے
بموجب قرار دیتے تھے اور کچھ اپنے بُتوں کے نام کا (جیساکہ بعض
دیہات میں اناج اُٹھاتے وقت ڈھیریاں لگاتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ
کے نام کی اور یہ مدار کی اور یہ سالار کی یہ قلندر کی اسی طرح جانوروں میں
کرتے ہیں) اور اس پر لُطف یہ تھا کہ اگر اللہ تعالےٰ کی ڈھیری میں
سے بتوں کی ڈھیری میں جاملتا تھا تو نہ اُٹھاتے تھے اور اُن کی
ڈھیریوں میں سے جو اللہ تعالےٰ کی ڈھیری میں آملتا تھا تو اُسے
اُٹھا کر بُتوں کی ڈھیری میں ملا دیتے تھے کہ اُن کو زیادہ حاجت ہے
اور خدا تعالےٰ کو کچھ حاجت نہیں۔ اُس پر فرماتا ہے کہ کیا ہی بُرا
فیصلہ ہے۔

منجملہ اُن کے ایک یہ بات تھی کہ اپنے فرضی معبودوں سے اولاد
کا سوال کیا کرتے تھے اور جب کئی اولاد ہوتی تھیں تو اُن میں سے
ایک کو اُس بُت خانہ کے پاس لے جا کر اُس بُت کے نام سے ذبح کر دیتے
تھے جس طرح کہ ہنود بُتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے
ہیں اور یہ رسم بابل اور نینوی میں بھی تھی اور پھر کہیں ایک دن
مقرر ہوتا تھا کہ جس میں ایک قسم کی نذریں ادا ہوتی تھیں یعنی بے زبان
معصوم بچّے آگ میں ڈالے جاتے تھے کہیں ذبح کئے جاتے تھے۔
ہنود میں بھی یہ رسم تھی جن کی صحبت سے جاہل اہلِ اسلام ایک
بیٹے کو بجائے ذبح کرنے کے اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں چڑھا
دیتے ہیں اور کہیں اولیاء اللہ کے نام سے اُن کے سر پر چوٹی رکھتے
ہیں جس کو وہاں لے جا کر بوقتِ معیّن مونڈتے ہیں۔ ان بالوں
کی نسبت فرماتا ہے وکذالک زیّن لکثیر الخ۔

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ
اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی اچھوتی ہے ان کے
لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ
خیال پر اس کو وہی کھائے جس کو وہ چاہیں اور
اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا
بہت سے ایسے چارپائے بھی ہیں کہ جن پر چڑھنا اور لادنا حرام کر رکھا ہے اور ایسے
يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ
بھی چارپائے ہیں کہ جن پر (بوقتِ ذبح) اللہ تعالےٰ کا نام نہیں لیتے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بنا رکھا۔
سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ
وہ ان کو ابھی اُن کے جھوٹ کی سزا دے گا۔ اور
قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ
(یہ بھی) کہتے ہیں کہ جو بچّہ ان چارپایوں کے پیٹ میں ہے وہ تو
خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ
ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔
وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ
اور اگر مرا ہوا ہو تو پھر اُس میں سب شریک ہیں۔
سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ
وہ ابھی ان کو ان باتوں کی سزا دے گا۔ بے شک وہ حکمت والا
عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا
خبردار ہے۔ بیشک وہ خرابی میں پڑ گئے جو اپنی اولاد کو بیوقوفی
اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا
میں آکر جہالت سے قتل کر ڈالتے تھے اور اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھ کر
مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کو حرام کرتے تھے۔
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع
ضرور وہ تو گمراہ ہی ہوگئے اور وہ ہدایت پانے کے لائق بھی نہ تھے۔

ـــــــــــــــــــــــــــ
۱؎ ذبح کرتے وقت یہ وہ تھے کہ جن کو بُتوں کے نام پر چھوڑ رکھا تھا ۱۲ ۲؎ ذبح کے وقت گا بھن چارپایوں کے پیٹ کے بچّے پر کہا کرتے تھے ۱۲ منہ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

اور وہی تو ہے کہ جس نے چھتری[1] دار اور بغیر چھتری

وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

کے باغ اگائے۔ اور کھجور اور کھیتی پیدا کی کہ

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

جن کے مزے مختلف ہیں اور زیتون اور انار بھی جو کہ

مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا

باہم (صورت میں) ملتے جلتے ہیں اور[3] (مزے میں) نہیں ملتے۔ جب وہ پھل لائیں تو

مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

ان کے پھل کھاؤ (بھی) اور کٹنے کے دن اس کا حق ادا کر دیا

یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾

کرو (زکوٰۃ) اور فضول خرچی نہ کیا کرو کیونکہ اس کو فضول خرچی کرنے والے پسند نہیں۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا

اور چار پایوں میں سے اس نے کچھ بارکش (بلند قامت) بنائے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے[2]۔ جو کچھ

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت

الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾

چلو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ (ہم نے)

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ

آٹھ قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں بھیڑوں میں سے دو

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ

اور بکریوں میں سے دو۔ پوچھو کیا ان میں سے اللہ نے

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ

نروں کو حرام کیا ہے یا ماداؤں کو یا ان دونوں ماداؤں

اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ

کے پیٹ کے بچے کو۔

نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

مجھے سمجھ کر بتاؤ تو اگر تم سچے ہو۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ

اور اونٹ کے بھی دو (نر و مادہ) اور گائے بھی دو (نر و مادہ)۔ پوچھو کیا ان میں سے نروں کو

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ

حرام کیا ہے یا ماداؤں کو یا اس بچہ کو جو ان دونوں

اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

ماداؤں کے پیٹ میں ہے۔ کیا جب کہ خدا نے تمہیں

اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

یہ حکم دیا تھا تم موجود تھے۔ پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ

ہے جو خدا تعالیٰ پر جھوٹی باتیں لوگوں کو نا سمجھی سے گمراہ کرنے

النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

کے لئے بنائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ع ۱۷

ترکیب

لایطعمہا موضع رفع میں صفت ہے حرث کی حجر بکسر حاء وسکون جیم اور بضم حاء وسکون جیم بھی جائز ہے اس کے معنی منع اور حرام افتراءً مفعول مطلق بھی ہوسکتا ہے کس لئے کہ ان کا قول سابق افتراء ہے ای یفترون افتراءً اور مفعول لہٗ بھی ہوسکتا ہے اول صورت میں علیہ قالوا سے متعلق ہوگا دوسرے میں نفس مصدر سے ما بمعنے الذی مبتدا خالصۃ خبر والتانیث لرعایۃ المعنے لان ما فی البطون انعام وقیل للمبالغۃ کعلامۃ والمعنے حلال وصفہم منصوب ہے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے سفہاً مفعول لہٗ ہے یا تمیز مختلفاً حال مقدرہ ہے ایسا ہی متشابہاً حمولۃً وفرشاً معطوف ہیں جنات پر ای وانشاء من الانعام حمولۃ صالحۃ للحمل

[1] یعنے ٹٹیوں پر ان کی بیل چڑھتی ہے جیسے انگور وغیرہ ۱۲ منہ

[2] یعنے چھوٹے قد کے جیسا کہ بھیڑ بکری یا زمین پر ذبح کے لئے لٹانے کے قابل ۱۲ منہ

[3] صورت میں مشابہ اور لذت میں خلاف ۱۲ منہ

علیہا کالابل و فرشا کالغنم لانہا کالفرش للارض لدنو ہا منہا ثمانیۃ ازواج منصوب ہے جنّٰت پر معطوف ہو کر یا بدل ہے کلوا محذوف ہے۔

تفسیر

کہ یہ ناپاک اور مکروہ فعل شیطان نے اُن کی آنکھوں میں خوشنما کردیا ہے لیلبسوا علیہم دینہم کہ اُن کے دین کو اپنی طرف کے حاشیہ چڑھا کر خراب کر دے۔ ولیردوہم ارداء ہلاک کرنا قال اللہ تعالےٰ ان کدت لتردین اور تاکہ ان کو ہلاک و برباد کر دے۔ دنیا و آخرت میں ایسی جاہل قومیں رُسوا و برباد ہوتی ہیں۔

منجملہ اُن کے ایک یہ تھا کہ اپنی کھیتی اور چارپایوں میں سے بُتوں کے نام چڑھاتے تھے (جیسا کہ ہندوستان میں چڑھاوا چڑھتا ہے) اور اس کو حجر[1] یعنے اچھوتا کہتے تھے کہ بجز پوجاریوں کے اور کسی کو کھانا درست نہ سمجھتے تھے اور عورتوں کے لئے بھی کھانے کی اجازت نہ تھی اور ان جانوروں پر تعظیماً سوار ہونا بھی بُرا اور حرام جانتے تھے اور انہیں میں سائبہ و بحیرہ وغیرہا بھی شامل ہیں جن کی تفصیل اُوپر گزری ہے۔ اور ان جانوروں پر بوقتِ ذبح اللہ تعالےٰ کا نام بھی نہ لیتے تھے بلکہ بُتوں کے نام سے ذبح کرتے۔ یا یہ معنے کہ ان کو کسی کارِ خیر میں صَرف نہ کرتے تھے۔ اور اس فعل کو خدا تعالےٰ کا حکم سمجھتے تھے افتراء علیہ، یہ سب افتراء تھا خدا تعالےٰ پر۔

منجملہ اُن کے ایک یہ بات تھی کہ ان سائبہ اور بحیرہ کے پیٹ سے اگر زندہ بچّہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو خالص اپنے مردوں کے لئے حلال جانتے تھے اور عورتوں پر اُس کا کھانا حرام کر رکھا تھا اور جو مُردہ پیدا ہوتا تھا تو اُس کے کھانے میں مرد و زن سب شریک ہو جاتے تھے۔ اب اُن کے ان بیہودہ ڈھکوسلوں کے ردّ میں فرماتا ہے سیجزیہم وصفہم کہ اُن کے اس وصف یعنی خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھنے کی خدا تعالےٰ اُن کو عنقریب سزا دے گا اور وہ علیم ہے کوئی بات اُس سے مخفی نہیں حکیم۔ مہلت کسی مصلحت سے دے رکھی ہے۔ ان ناپاک باتوں میں سب سے بُری بات اولاد کا قتل کرنا ہے بیشتر رد کرتا ہے قد خسر الذین قتلوا اولادہم الخ۔ اور بعدہٗ ان چیزوں کا از خود حرام کر لینا تھا اس کی نسبت فرماتا ہے وحرّموا ما رزقہم اللہ اور یہ فعل اُن کا خدا تعالےٰ پر محض افتراء ہے اُس نے تو نہیں فرمایا اور خود اُن میں اس بات کی عقل نہیں قد ضلّوا اور نہ اس بات کی قابلیت ہے وما کانوا مہتدین۔ وہو الذی انشأ جنّٰت الخ یہاں سے لے کر انیسویں[19] رکوع تک کھیتی اور مواشی کا اپنی رحمت و انعام سے پیدا کرنا اور بندوں کے لئے حلال ہونا ایسے عمدہ طور سے بیان فرماتا ہے کہ جس سے بُتوں کے مقابلہ میں خاص اللہ تعالےٰ کا ہی خالق الاشیاء ہونا اپنے بندوں کے فوائد کے لئے اُن چیزوں کا حلال و مباح کر دینا ثابت ہوتا ہے۔

طریق اوّل ہو الذی سے لے کر لا یحب المسرفین تک یعنی ہر قسم کے باغ اور سب نباتات اللہ تعالےٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں سو تم شوق سے اُن کو کھاؤ کلوا من ثمرہ۔ البتہ دو[2] باتوں کی پابندی کرنی چاہیئے ایک تو واٰتوا حقّہ یوم حصادہ، اس میں علماء کے تین قول ہیں اوّل ابن عباس رضؓ و عطاءؒ و ابن عمر رضؓ و مجاہدؒ و سعیدؒ وغیرہم کا کہ اس حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ یعنے عُشر دسواں حصّہ یا چالیسواں حصّہ ہے اس کو بقدرِ امکان کٹنے کے روز ادا کرے ورنہ بعد میں۔ اور حصاد کھیتی اور پھلوں کے کٹنے کو کہتے ہیں اور گو مدینہ طیبہ میں آکر دوسرے برس آیتِ زکوٰۃ نازل ہوئی مگر اس سے قبل واجب ہونا خصوصاً کھیتی و ثمار میں کچھ تعجّب نہیں اور ممکن ہے کہ یہ آیت بھی مدنیہ ہو

---

[1] حجر بالکسر بمعنے المنع اور عقل کو بھی اسی لئے حجر کہتے ہیں کہ وہ قبائح سے منع کرتی ہے اور اسی لئے قاضی کے حکم امتناعی کو حجر کہتے ہیں اس سے مراد حرام کہ اور لوگ اس کے کھانے سے ممنوع کئے گئے تھے۔ حسنؒ و قتادہؒ نے حُجر بضم الحاء بھی پڑھا ہو ۱۲ منہ

[2] اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا علّتِ مصلحت پر مبنی ہے سو یہ بات تو اللہ تعالےٰ ہی کا حصّہ ہے کیونکہ وہ علیم ہے نہ کہ یہ حمقاءِ عرب کا پھر ان کو حرام و حلال کرنے کا کیا منصب ہے ۱۲ منہ

عہ فرقت سوء ملت اسماعیلیہ۔ منہ ۱۲ منہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت سے جس طرح ہر قسم کی پیداوارِ زمین پر عشر واجب ہے بلا قید زرع اسی طرح ہر مقدار پر بھی بلا قید خمسہ اوسق عشر واجب ہے۔ جمہور پانچ وسق میں عشر کہتے ہیں۔ دوسرا علی بن حسین و عطاء و مجاہد و حماد کا قول، وہ یہ کہ علاوہ عشر و نصف عشر کے کٹنے کے روز جو غربا و مساکین کھیت اور باغ میں آجاتے ہیں کچھ ان کو بھی دینا چاہیے کیونکہ زکوٰۃ تو مدینہ میں فرض ہوئی اور یہ آیت مکیہ ہے (اور یہی قوی ہے)۔ تیسرا قول سعید بن جبیرؓ وغیرہ کا ہے کہ یہ حکم مکہ مکرمہ میں تھا مگر جب مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر مقرر ہوگیا تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ دوسری بات یہ کہ اسراف یعنی فضول خرچی نہ کرو جس میں بتوں کے نام پر یا مصیبت میں دینا آگیا۔ اس کے بعد مواشی کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ عرب میں چار قسم کے جانور لوگوں کے پاس زیادہ تھے بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے نر اور مادہ ہر ایک کو لیا جاوے تو آٹھ قسم ہوتی ہیں جن کو ثمانیۃ ازواج کہا گیا۔ اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان حمقا سے پوچھیے کہ ان میں سے خدا تعالےٰ نے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا پیٹ کے بچہ کو (اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین) اور کیا تم اس وقت موجود تھے یا تم سے کہدیا ہے؟ جب یہ نہیں تو پھر کیوں خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھ کر حرام کہتے ہو؟۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا
(اے نبی ﷺ ان سے) کہدو جو کچھ میری طرف وحی کیا گیا ہے میں تو اس (قرآن) میں
عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ
کھانے والے کے لئے کوئی چیز حرام نہیں پاتا مگر مُردار
مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ
یا بہا ہوا خون یا سور کا گوشت
فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ
کیونکہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کا جانور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکارا گیا ہو
بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
اس پر بھی جو کوئی لاچار ہی ہو جاوے (اور کچھ کھالے) بشرطیکہ وہ نہ باغی ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا
فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى
آپ کا رب تو معاف کرنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں
الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ
پر ہم نے ہر ایک کُھر والا جانور حرام کردیا تھا۔
وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ
اور گائے اور بکریوں کی چربی بھی ان پر حرام کردی
شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ
تھی مگر وہ چربی جو ان کی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہو یا جو
الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ
ہڈی سے ملی (لپٹی) ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو
جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور ہم سچ کہتے ہیں۔
فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ
پھر اگر (اے رسول ﷺ) وہ آپ کو جھٹلاویں تو کہدو کہ تمہارا رب وسیع
وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ
رحمت والا ہے (جو عذاب نازل نہیں کرتا) اور گناہ گار لوگوں سے اس کا عذاب
الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۴۷﴾
دُور ہونے والا نہیں۔

ترکیب

یطعمہ طاعم کی صفت محلاً مجرور الا ان یکون استثناء ہے جنس سے اس کا موضع نصب ہے ای لا اجد محرما الا المیتۃ۔ میتۃ بالنصب خبر ہے یکون کی اسم الماکول محذوف او دما او لحم خنزیر اس پر معطوف او فسقا عطف ہے لحم خنزیر پر بعض کہتے ہیں موضع الا ان یکون پر معطوف ہے اور فانہ رجس

۱ چھواروں اور منقی میں تو جمہور کے نزدیک بھی جب کہ پانچ وسق تک پیدا ہو ۱۲ منہ ۲ یعنی قرآن ۱۲ منہ ۳ یعنی اس کی رحمت جلد عذاب نازل ہونے سے روکے ہے آخر تو عذاب آوے گا ہی جو کسی کے روکے رکنے کا نہیں ۱۲ منہ

۵ دنبہ بھی اس میں شامل ہے ۱۲ منہ

فاصل ہے اھلّ فسقاً کی صفت ومن البقر معطوف ہے کل پر اوالحوایا موضع نصب میں عطفاً علیٰ ما السفح الصب وقیل السیلان ویستعمل لازمًا ومتعدیًا والفرق فی المصدر ففی الاول المصدر السفوح وفی الثانی السفح۔ الحوایا الامعاء جمع حاویۃ کضاربۃ وضوارب وقیل جمع حاویا۔ مثل قاصعاء وقواصع وقیل جمع حویۃ۔

تفسیر

اب دوسرے طریق سے مشرکین کے قول کو رد کرتا ہے کہ جو انہوں نے دائرۂ معیشت تنگ کرنے کے لئے بہت سی چیزوں کو از خود حرام کر رکھا تھا اور جس میں وہ اپنے معبودوں کی خوشنودی سمجھتے تھے وہ یہ کہ حرام کرنا کسی چیز کا خدا تعالیٰ کا کام ہے جو بندوں کی مصلحت پر نظر کرکے بذریعۂ وحی اس کے حرام ہونے کی نبی کی معرفت خبر دیتا ہے اس لئے یہاں نبی کو فرماتا ہے کہ ان سے کہدو کہ جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا یعنی قرآن اس میں تو میں کھانے کی چیزوں میں سے بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی حرام نہیں پاتا **اوّل** میتہ یعنی مُردار اس میں نطیحہ اور متردیہ اور درندوں کا پھاڑا ہو اور لٹھ سے مارا ہوا یعنی بغیر ذبح کیا ہوا جانور بھی آگیا کیونکہ ہر ایک مُردار ہے۔ **دوم** دم مسفوح یعنی وہ خون جو بہہ کر جانوروں میں سے نکلتا ہے بوقت ذبح یا زخم یا کاٹنے سے۔ اور وہ خون جو گوشت کے ساتھ لگا ہوتا ہے یا جما ہوا جسم میں ہوتا ہے جیسا کہ تلی اور کلیجی وہ حرام نہیں اس لئے اُس کو حضرت علیہ السلام نے مستثنیٰ کر دیا جیسا کہ میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو مستثنیٰ کر دیا۔ **سوم** لحم الخنزیر یعنی سُور کا گوشت۔ اب ان کے حرام ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے فانہ رجس کہ یہ ناپاک ہے یعنی علّتِ حُرمت ناپاکی ہے جس سے پیغمبر علیہ السلام نے اور بھی ناپاک جانوروں اور ناپاک چیزوں کو جو اس آیت میں مخفی تھیں ظاہر کر دیا۔ جانور ہزاروں ہیں کس کس کے نام لئے جاتے عام قاعدہ بتلا دیا کہ پرندوں میں جو چونچ اور چنگل سے شکار کرے اور صحرائی جانوروں میں جو درندہ ہو جس کی کچلیاں ہوں شیر، کتا، بھیڑیا، گیدڑ وغیرہ اور اسی طرح ناپاک چیزوں میں گوہ، موت، شراب، داخل ہیں کیونکہ اس کو تو بالتخصیص قرآن میں ناپاک کہا ہے **چہارم** فسق یعنے وہ قربانیاں جو بتوں کے نام سے ذبح کی جاویں۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں سورۂ مائدہ نازل ہوئی اس میں موقوذہ ومتردیہ ونطیحہ کی حُرمت آگئی۔ **حاصل کلام** یہ ہے کہ اگر عموم کھانے کی چیزوں کی نسبت ہے تو اس کے بعد جو کچھ کتاب وسُنّت سے حرام ہو وہ بھی اس میں داخل ہے مگر بوقتِ اضطرار اُن کی بھی رخصت ہے فمن اضطر الخ۔ اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ ہم نے یہود پر بھی ذی ظفر یعنی ناخن چری ہوئی چیزیں اور گائے بکری کی چربی حرام کر دی تھی اس کی تشریح پہلے ہو چکی۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر وہ تیری تکذیب کریں اور عذاب کے خواستگار ہوں تو کہدو کہ وہ بڑا رحیم وحلیم ہے جلد باز نہیں مگر جب اس کا عذاب آتا ہے تو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔

ابحاث

(۱) قل لا اجد الخ۔ یہ سورہ مکیہ ہے اس میں حصر کر دیا کہ کھانے پینے کی چیزیں جو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حرام ہیں صرف یہی چار چیز ہیں پھر اسی بات کی متعدد مقامات میں تاکید بھی کر دی چنانچہ سورۂ نحل میں فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم اور کلمۂ انما حصر کے لئے آتا ہے ان دونوں مکی سورتوں سے بھی صرف چار چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا اور سورۂ بقرہ میں فرمایا انما حرم علیکم المیتۃ و

ا؎ یعنے کچھ تمہاری خصوصیت نہیں ہمیشہ سے مصلحتِ الٰہیہ بندوں کو بعض مضر چیزوں سے جن کی مضرت خواہ جسمانی ہو خواہ اخلاقی ہو روکتی رہی اشیائے مذکورہ بالا میں اخلاقی اور جسمانی مضرت ہے اور نفس سرکش جو خواہشوں کے مرض میں گرفتار ہے اس کے لئے پرہیز ضروری ہے۔ حکیم روحانی کا یہ اہم کام ہے ۱۲ منہ

الدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ اور سورۃ مائدہ میں بھی فرمایا
ہے احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم اور تمام مفسرین کا
اتفاق ہے کہ یتلی سے مراد وہ ہے جو بعد میں فرمایا ہے اعنی
حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ و
المنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما
ذکیتم - اور سورۃ مائدہ اور بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں
ان سے بھی صرف انہیں چاروں چیزوں کی حرمت پائی جاتی
ہے کیونکہ منخنقۃ وغیرہا میتۃ میں داخل ہیں جیساکہ اس کی تفسیر
میں بیان ہوا کہ شریعت مصطفویہ میں اول سے آخر تک صرف
انہیں چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے یہاں ایک **شبہ**
پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہی چار چیزیں حرام ہوں اور انہیں میں حصر
ہو جاوے تو نجاسات وقاذورات گوہ، موت اور شراب اور
گھر کا پلا ہوا گدھا اور کتا اور تمام درندے پرندے وچرند اور دیگر
چیزیں جو کتب فقہ واحادیث میں حرام لکھی ہیں حلال سمجھی
جاویں حالانکہ وہ اہل اسلام کے نزدیک حرام متصور ہوئیں
ہیں۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگرچہ یہ چار چیزیں حرام قرآن
میں کی گئی مگر ان چاروں چیزوں کے ضمن میں اور چیزیں بھی
ہیں جو انہیں چاروں سے سمجھی جاتی ہیں خواہ ان کو پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور اس کی تشریح فرمائی مثلاً
انہیں آیات میں جو سور کو حرام کیا تو اس کی وجہ یہ فرمائی کہ
فانہ رجس یہ ناپاک ہے بس اس ناپاکی کو کتے اور دیگر
درندوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ہر ذی ناب
اور ہر ذی مخلب کو بھی خنزیر کے ساتھ ملحق کر دیا اور اسی طرح
شراب کو بھی نجس قرآن میں کہا ہے اور اسی وجہ سے قرآن میں
اس کی نسبت فاجتنبوہ آگیا کہ اس سے بچو۔ الغرض نجاسات
کو حرام کیا اور بطور نمونہ کے خنزیر کا ذکر کر دیا کیونکہ اس میں زیادہ
نجاست ہے اور نیز عرب کی قومیں اس کا استعمال کرتی تھیں اور
اسی طرح خون بھی نجاست کا دوسرے طور سے نمونہ ہے اور کلیۃ
اس لئے ایک آیت میں یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث
بیان کر دیا جس طرح کہ منخنقۃ اور متردیۃ اور نطیحۃ میتۃ کے
اقسام ہیں خواہ علماء صحابہؓ وتابعینؒ ومن بعدہم مجتہدین نے
سمجھ کر قرآن کی تشریح کی ہو یا خود پیغمبر علیہ السلام نے۔ خلاصہ
یہ کہ یہ چار چیزیں اور بہت سی ناپاک چیزوں کا نمونہ ہیں
کیونکہ علت نجاست بیان ہوئی ہے عام ہے کہ نجاست
ظاہری ہو یا باطنی۔

(۲) وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر میں علماء نے
کلام کیا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے اونٹ مراد ہے
چنانچہ توریت کتاب احبار باب ۱۱ میں یہ عبارت ہے "مگر ان
میں سے جو جگالی کرتے ہیں یا کھر ان کے چرے ہوتے ہیں ان کو
نہ کھاؤ جیسا کہ اونٹ جگالی کرتا ہے پر کھر اس کا چرا ہوا نہیں
ہوتا سو وہ ناپاک ہے تمہارے لئے خرگوش الخ اور سافن اور
سور الخ اور سب چارپائے جن کے کھر دو حصے ہوں پر پاؤں
چرے ہوئے نہ ہوں اور نہ جگالی کرتے ہوں وہ ناپاک ہیں
تمہارے لئے جو ان کو چھوئے گا ناپاک ہوگا" چربی کی بابت
بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ
مشرک ابھی کہنے لگیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے
مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا
نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم از خود کوئی چیز حرام
مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ
کرتے. اسی طرح ان سے پہلوں نے جھٹلایا
مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ
تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ (اے نبی ان سے) کہو
هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ
تمہارے پاس کچھ علم ہو (کتابی سند) تو اس کو ہمارے روبرو نکال کر لاؤ۔
إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ
تم تو محض خیال کی پیروی کرتے ہو اور تم تو صرف اٹکلیں

اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ

دوڑاتے ہو۔ (ان سے کہہ دیجئے) پس اللہ تعالیٰ ہی کی دلیل قوی

الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ہے بلکہ پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ

(یہ بھی ان سے) کہو تم اپنے ان گواہوں کو تو لاؤ جو تمہارے سامنے ہو کر اس بات کی

اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ (چیزیں) حرام کر دی ہیں۔ پھر اگر وہ گواہی دیویں تو ان کے

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ

ساتھ آپ گواہی نہ دیں اور نہ آپ ان لوگوں کی خوشیوں پر چلیں

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

کہ جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور نہ وہ آخرت پر یقین کرتے

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع ۱۸ ۶ ۵

اور وہی اپنے رب کے برابر (اوروں کو) کرتے ہیں۔

ترکیب

ولا آباؤنا عطف ہے ضمیر پر جو اشرکنا میں ہے اور نحن کلمۂ تاکید قائم مقام کلمۂ لا ہے جو اس مقصد فصل کو پورا کر رہا ہے ہلم اسم فعل شہداءکم اس کا مفعول الذین موصول وصلہ اس کی صفت فان شہدوا شرط فلا تشہد جواب۔

تفسیر

ایسے جاہلوں کی ایک یہ بھی عادت ہے کہ وہ جب حجت میں مغلوب اور ایسے افعالِ ذمیمہ کے ارتکاب پر ملزم کئے جاتے ہیں تو لاچار ہو کر یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ ہوتی تو وہ نہ ہم سے سرزد ہونے دیتا نہ ہمارے باپ دادا سے کہ جن کی تقلید ہم کرتے آتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کو یہ کام پسند ہے۔ اسی طرح مکہ کے کافروں نے کہا۔ سو اس بیہودہ عذر اور باطل حجت کو رد کرنے کے لئے قبل ان کے کہنے کے خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عنقریب وہ ایسا کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا نہ شرک کرتے نہ کسی چیز کو از خود حرام کرتے۔ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو انبیاءؑ کی تکذیب ہے جو وہ بذریعۂ الہام الٰہی ان افعال کو منع کرتے ہیں۔ سو یہ تکذیب انھیں پر موقوف نہیں ان سے پہلے لوگ یونہی انبیاءؑ کی تکذیب کرتے چلے آتے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ پھر اس عذر کو دوسری طرح سے رد کرتا ہے کہ بتلاؤ تمہارے پاس اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری ان باتوں سے خوش ہے ہل عندکم من علم بلکہ کوئی سند نہیں صرف تم قیاس لڑاتے ہو۔ اس کے بعد ان کو اس مشیّت ف الٰہی کے بارے میں تحقیقی جواب دیتا ہے مگر پہلے بطور تمہید کے یہ فرماتا ہے للہ الحجۃ البالغۃ کہ خدا تعالیٰ کی دلیل اور حجّت قوی اور پوری ہے۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح بندے کو قضاء و قدر نے اپنے ازلی نوشتہ کا تابع کر رکھا ہے اسی طرح کچھ اختیار بھی دے رکھا ہے جس کو موقع پر استعمال میں نہ لانے سے بندے کو الزام دیا جاتا ہے یہ ہے حجّت بالغہ اس لئے بہت لوگ دنیا میں برخلاف کرتے ہیں اور تقدیرِ الٰہی میں ان کا جہنمی ہونا بھی لکھا ہے سو وہ اس لئے یہ افعال ہونا بھی لکھا ہے سو وہ اس لئے یہ افعال ان کے اختیار کی وجہ سے ان سے سرزد

ل یعنی تمہارے پاس کوئی علمی سند ہو تو لاؤ پھر جب لا نہ سکے تو اللہ ہی کی دلیل غالب رہی ۱۲ منہ

ف مشیّت اور رضا میں فرق ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی اس کی بہت مثالیں ہیں ہم بسا اوقات کسی وجہ خاص سے کوئی مکان گرانا یا گھر میں آگ لگانا یا کسی کو کچھ دینا چاہتے ہیں مگر مرضی کے خلاف۔ اسی طرح مرضیٔ الٰہی بھی ہے کہ سب نیک بنتے پر چلیں جو حضرات انبیاء علیہم السّلام کے وسیلہ سے دنیا میں بتایا گیا مگر انتظام عالم اور نوشتۂ ازلی سے چاہا بھی جاتا ہے کہ یہ گمراہ ہی رہیں اس نازک مسئلہ کو اب تک بھی روشن دماغ عمدہ طور سے بغیر غور و تامل نہیں سمجھ سکتے چہ جائیکہ مکہ کے جاہل بت پرست مگر جب حجت میں عاجز ہو جاتے اور قائل ہونا پڑتا تو دھاندلی کرنے کے لئے یہ مسئلہ مشیت رضا کا اڑاتے جس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ۱۲ منہ

ہونے دیتا ہے تاکہ دنیا میں ہدایت یافتہ اور گمراہوں میں امتیاز رہے اس سے کچھ اُس کی خوشنودی اور رضا مندی نہیں سمجھی جاتی ہاں اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیتے فلو شاء لہدٰکم اجمعین یا یوں کہو کہ یہ تو قطعاً معلوم ہے کہ دنیا میں سب ہدایت پر نہیں کچھ گمراہ بھی ہیں پھر اُن گمراہوں کے افعالِ ذمیمہ کیونکر موافقِ مرضیٔ الٰہی سمجھے جاویں گے ؛ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ گمراہی اُسی کی مشیت ازلی سے ہے اگر چاہتا تو نہ ہوتی۔ پھر اُن کو اُن کے خیال پر اور بھی قائل کرتا ہے کہ اچھا تمھارا اس بات پر کوئی گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن بحیرہ وغیرہا چیزوں کو حرام کیا ہے ؛ فرماتا ہے کہ اگر کوئی گواہی بھی دے تو اے نبیؐ تم اُن کے ساتھ گواہی نہ دینا وہ قطعاً جھوٹے اور بدعقل ہیں اور اُن کی خواہشوں پر نہ چلنا جھوٹا ہونا تو اس لئے کہ کذبوا بآیٰتنا اور بدعقل ہونا اس لئے کہ لایؤمنون بالآخرۃ الخ۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ
(اوران سی) کہو ادھر آؤ میں تمھیں وہ چیزیں سناؤں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں

أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ
وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک

إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ
کرو۔ اور نہ تنگدستی کے مارے اپنی اولاد کو قتل

إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَ
کرو۔ ہم تم کو بھی روزی دیا کرتے ہیں اور اُن کو بھی اور

لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ[ل] مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ
نہ کسی بے حیائی کے پاس جاؤ خواہ ظاہر ہو خواہ

مَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
پوشیدہ۔ اور نہ اُس جان کو قتل کرو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے

اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ
مگر حق پر۔ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ
تاکہ تم سمجھو۔ اور نہ تم یتیم کے مال کے پاس

الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی جوانی کو نہ

أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ
پہنچے۔ اور انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا

بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ
کیا کرو۔ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم ہی نہیں دیتے۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ
اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کرو اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو

وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ
اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں

بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا
حکم دیا تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ بھی کہ میرا

صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا
یہی سیدھا راستہ ہے۔ سو اسی پر چلو۔ اور دوسرے

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ
رستوں پر نہ چلنا کہ یہ رستے تم کو اس کے رستہ سے (بھٹکا کر) پریشان کر دیں گے۔

ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾
یہ ہے جس کی اس نے تم سے تاکید کی ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

ترکیب

ما بمعنے الذی اور عائد محذوف ای ما حرمہ اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ان لاتشرکوا اَن مفسرہ اور لانہی کے لئے اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے تب لا زائد ہوگا لے حرم ربکم ان تشرکوا اور جملہ محل نصب میں ہوگا ما محذوفہ سے بدل ہو کر

ل بے حیائی، زنا اور اس کے دواعی ناچ رنگ شہوت انگیز قصے اور اشعار گالی گلوچ، ننگی تصاویر رکھنا دیکھنا یا خلوۃ کی باتیں سننا، فحش بکنا۔ اس میں ظاہر بے حیائی ہے اور باطن دل میں بُرے خیالات کو جگہ دینا تصورات فاسدہ اور شہوت انگیز سے لذت اٹھانا، ان سب سے بچنا چاہیے کس لئے کہ یہ روح کو تاریک کرتی ہیں اور جس سے دنیا میں فساد اور فتنہ اور صدہا آفتیں برپا ہوتی ہیں ۱۲ منہ

ماظہر، ومابطن فواحش سے بدل الاشتمال ہیں منہا موضع حال
میں ہے۔ ذالکم مبتدا وصاکم بہ خبر وان ہذا معطوف ہے
ماحرم پر ہے واتلو علیکم ان ہذا الخ جملہ محلاً منصوب فتفرق
جواب نہی بحکم موضع مفعول میں ہے۔

تفسیر

کھانے پینے کی چیزیں جو خدا تعالیٰ نے حرام کی ہیں اُن کو بیان
فرما کر اب دوسرے طور پر اُن کی حرام کی ہوئی چیزوں پر تعریض
کرتا ہے کہ اے نبی! ان سے کہو کہ آؤ تمہیں میں بتاؤں کہ خدا تعالیٰ
نے تم پر کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں یعنے حرام اور قابلِ رعایت
تو یہ باتیں ہیں کہ جن میں معاد اور معاش کی صدہا حکمتیں اور
ہزارہا بھلائیاں رکھی ہوتی ہیں۔ سو وہ نو باتیں ہیں جن کو بالترتیب
ذکر فرماتا ہے (۱) الا تشرکوا الخ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی
چیز کو بھی شریک نہ کرو چونکہ عرب کی جاہل قومیں کہیں تو بتوں
کو اور کہیں ستاروں کو اور کہیں جنوں کو اور کہیں ارواح
انبیاء و صلحاء کو خدائی اختیارات میں دخیل و حصہ دار جانتی تھیں
اور ان کو نافع و ضار سمجھ کر پکارتی منتیں مانتی تھیں یہ اُن کا ع ۱۹ / ۶
شرک تھا۔ اس میں ہر قسم کے شرک کا اور ہر فرقہ کا رد ہے (۲)
بالوالدین احساناً ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ خدا تعالیٰ کے بعد
ماں باپ کا حق ہے (۳) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ عرب میں فقر
و فاقہ کے خوف سے اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے کہ اُن کے لئے کھانے کو
کہاں سے لاویں گے۔ اور بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے
کہ اُس کا بیاہ شادی کیونکر کریں گے اور بیٹی کو ایک مصیبت ذات
سمجھتے تھے اس لئے فرمایا کہ روزی کی تمہیں کیا فکر ہے ہم تمہیں اور
ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور اولاد کو بے تربیت چھوڑنا دینی و
دُنیاوی مصالح کی تعلیم سے غافل رکھنا بھی مار ڈالنا ہے۔ ماں باپ
کے بعد اولاد کا حق تھا اس لئے اس کے بعد اس کو ذکر کیا۔ (۴)
فحش کام نہ کرو خواہ خفیہ ہوں خواہ ظاہر اس میں زنا اور ناچ
گالی گلوچ وغیرہ سب آگئے (۵) جس جان کا مارنا خدا تعالیٰ
نے منع کیا ہے اُسے نہ مارو یعنی ناحق خون نہ کرو۔ (۶) یتیم کا
مال بغیر کسی وجہ شرعی کے نہ کھاؤ (۷) ناپ تول میں کمی نہ
کرو (۸) جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو خواہ اُس میں
کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو یا غیر (۹) اللہ تعالیٰ کے
عہد کو پورا کرو۔ توحید کا قائم رکھنا، رسالت کا اقرار اور ظاہراً
و باطناً خدا تعالیٰ سے خوف کرنا۔ تہذیب اخلاق اور سیاست
مدن اور تدبیر المنزل کے تمام اصل الاصول یہ ہیں۔ اس کے
بعد فرماتا ہے کہ اس کی تمہیں خدا تعالیٰ نے وصیت کی ہے
اور دار السلام کا یہی سیدھا رستہ ہے ادھر اُدھر نہ جاؤ ورنہ
بہک جاؤ گے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
پھر (سنو) ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ جو نیک ہے
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
اُس کی تکمیل ہو جائے اور ہر ایک چیز کی تفصیل
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ
و ہدایت و رحمت ہو جائے تاکہ وہ اپنے رب کے ملنے پر ایمان
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
لائیں۔ اور یہ (قرآن) کتاب مبارک بھی ہم نے نازل
مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ
فرمائی ہے سو اس پر چلو اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر رحم
تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ
کیا جائے۔ تاکہ تم نہ کہنے لگو کہ کتاب تو ہم سے پہلے
الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ
صرف دو قوموں پر نازل ہوئی تھی۔ اور
اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر ہی رہے۔
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ
یا یوں کہنے لگو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم اُن سے

لے یہود و نصاریٰ پر توریت و انجیل آئی اور ہم پر کوئی نہیں آئی ۱۲ منہ

لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ

زیادہ ہدایت پر ہو جاتے۔ تو تمہارے پاس بھی

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ

تمہارے رب کے ہاں سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آچکی۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائے

وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ

اور اُن سے کترائے۔ ہم ابھی اپنی آیتوں سے کترانے

يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ

والوں کو بُرے عذاب کی سزا دیں گے، اس وجہ سے کہ

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

وہ کترایا کرتے تھے۔

ترکیب

تماماً مفعول لہٗ علی الذی احسن جار متعلّق ہے تماماً سے وتفصیلاً الخ تماماً پر معطوف ہٰذا مبتدا کتاب خبر ان تقولوا اے کراہۃ ان تقولوا وان کنا ان مخففہ واسمہا محذوف اے انا اوتقولوا ان تقولوا پر معطوف لوانا شرط لکنا الخ جواب جملہ مفعولِ تقولوا فمن مبتدا اظلم خبر ممن اس سے متعلّق بآیات اللہ کذب کا مفعول۔

تفسیر

یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ ان اشیاء مذکورہ کا حرام کرنا کچھ نئی بات نہیں ہم ہمیشہ انبیاءؑ کی معرفت لوگوں کو اچھی بُری باتوں سے خبر دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے موسیٰ علیہ السّلام کو ایک کتاب دی تھی یعنی توراۃ (یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ جو کتاب بنام نہاد توراۃ موسیٰؑ کے بعد لوگوں نے جمع کی وہ ہرگز توراۃ نہیں جیساکہ آج کل اہلِ کتاب کے پاس ایک مجموعہ توراۃ کہلاتا ہے) جو نیکوں کے لئے ناتمام نہ تھی بلکہ اور اس میں دینی باتیں سب تھیں اور اخلاق کی تعلیم میں ہدایت اور رحمت تھی تاکہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے کا اُس کتاب سے یقین ہوجائے اُس میں بھی اس قسم کے احکام تھے خصوصاً احکام عشرہ کہ جن میں سے سبت کی تعظیم نکال دی جائے تو یہی نو حکم رہ جاتے ہیں گو عنوان کا فرق ہے۔ ثُمَّ تراخیِ بیان کے لئے ہے یہ مراد نہیں کہ فلاں فلاں چیزیں حرام کرکے ہم نے موسیٰ علیہ السّلام کو توراۃ دی تھی بلکہ یہ مراد کہ اُن کے بیان کے بعد یہ کہتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السّلام کو ایسی کتاب دی تھی۔ عرب کا یہود و نصاریٰ سے مدّت سے میل جول تھا اُن سے توریت و انجیل کا حال سُن کر دل میں آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش ہم پر کوئی کتاب نبیؐ کی معرفت آتی تو ہم اُن سے بھی زیادہ ہدایت پر ہو جاتے اس لئے توراۃ مقدّسہ کا ذکر کرکے فرماتا ہے وہٰذا کتاب انزلناہ لو یہ کتاب یعنی قرآن ہم نے نازل کر دیا ہے جو بڑی بابرکت کتاب ہے سو اس پر چلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اور اس کتاب سے تمہارا عذر بھی باقی نہ رہا کہ ہم سے پہلے دو قوموں یہود و نصاریٰ پر کتاب اُتری اور ہم کو بسبب غیر زبان ہونے کے اُن کے مطالب سے خبر نہ ہوتی اور اب اس بات کے کہنے کا موقع بھی نہ رہا کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی ہم بہت زیادہ ہدایت قبول کرتے کیونکہ اب تو تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے بیّنۃ یعنی دلیلِ واضح آچکی ہے کہ جس نے حق و باطل کو کھول دیا اور نیز دُنیاوی و دینی تعلیم و ترقی کے لئے یہ کتاب ہدایت ہے یعنی سچا ہادی اور برحق مُرشد و رہنما اور عالم قدس کی بادشاہت حاصل کرنے کے لئے رحمت ہے مگر اُن ازلی بدبختوں نے اس کتاب نازل ہونے کے بعد اور سالہا سال کی آرزو حاصل ہونے کے بعد بھی اس کا انکار کیا اور اس سے رُک گئے ایسی صورت میں الزام دیتا ہے کہ بھلا اُس سے زیادہ کون ظالم و بدبخت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے اور اُن سے رُکے حالانکہ اُس نے

تو بلاغرض تم پر عنایت و رحمت کی ہے پس جو ایسی نعمت کی
قدر نہیں کرتے ان کو عنقریب عذاب پہنچے گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
کیا وہ (یہی) انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ
یا آپ کا رب (آئے) یا اس کی بعض نشانیاں (قیامت)۔

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجاویں گی[1] تو جو کوئی اس سے پہلے

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں[2] کچھ نیکی نہ کی تھی تو اس کا ایمان

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا
اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (اے رسول! منکرین سے) کہہ دو (اچھا)

اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (١٥٨) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا
انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (اے رسول!) جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی

دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ
اور کئی فرقے بن گئے تو آپ کو ان کی کسی بات سے (بھی) سروکار

شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ
نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے پھر وہ ان کو بتلائے گا کہ

بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (١٥٩) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ
وہ کیا کیا کرتے تھے۔ جو کوئی نیکی[3] لے کر آوے گا تو

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
اس کا دس گنا بدلہ پاوے گا۔ اور جو کوئی گناہ لے کر آوے گا تو

فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (١٦٠)
صرف اتنی ہی سزا پاوے گا اور ان پر (ہرگز) ظلم نہ کیا جاوے گا۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ
(اے رسول! کافروں سے) کہہ دو میرے رب نے مجھے سیدھا رستہ بتا دیا

مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
ہے۔ صحیح مذہب ابراہیم[4] حنیف کا دین

حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (١٦١)
ہے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا

وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٦٢) لَا شَرِيْكَ
اور میرا مرنا سب خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو تمام جہان کا رب ہے۔ جس کا کوئی

لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (١٦٣)
(بھی) شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے اول حکم بردار ہوں۔

ترکیب

یوم کا عامل لاینفع ہے نفسًا مفعول ایمانہا فاعل لم تکن الخ او کسبت الخ دونوں جملہ صفت ہیں نفسًا کی خیرًا کسبت کا مفعول لست منہم خبر ان الذین۔ دینًا بدل ہے صراط سے جو معنًی منصوب ہے۔

تفسیر

جب معجزات وآیاتِ بیّنات سے مخالفوں کی ہر طرح کی تسلّی کی گئی توحید کے مضامین نئے نئے عنوان سے بیان ہوئے عالمِ آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کا نقشہ کھینچ دیا گیا مگر اس پر بھی کفار کا نہ ماننا اور اسی قدیم لکیر کا فقیر بنا رہنا حد درجہ کی سیاہ دلی ہے جس کی نسبت آخر کو یہی فرمانا پڑا کہ کیا اب تم اسی بات کے منتظر ہو کہ تمہارے پاس ملائکہ آویں یا خدا تعالیٰ[6] آوے یا اس کے

[1] یعنی قیامت کے آثارِ کبریٰ ۱۲ منہ [2] یعنی ایمان کی حالت میں ۱۲ منہ [3] یعنی قیامت میں دنیا سے نیکی لے کر آوے گا تو دس گنا اجر ملے گا اور گناہ کا اتنا ہی ۱۲ منہ [4] حضرت ابراہیمؑ بت پرستی سے یک سو ہو گئے تھے اور حنیف ایک سو کو کہتے ہیں اس لئے ابراہیمؑ کو حنیف کہا جاتا ہے ۱۲ منہ [5] کفار ایسی باتیں کہا کرتے تھے ۱۲ منہ

ف جس وقت یہ ہر سہ علامات ظاہر ہو جائیں گی تو نہ توبہ قبول ہوگی نہ اس وقت پر ایمان لانا مقبول ہوگا۔ آفتاب[1] کا مغرب سے نکلنا۔ دجال[2] کا ظاہر ہونا دابۃ الارض[3] کا نکلنا۔ اہلِ سنّت کا اجماع ہے کہ جب عذابِ الٰہی یا عالمِ آخرت کی نشانیاں انسان پر ظاہر ہوتی ہیں تو نہ اس وقت کسی کی توبہ قبول اور نہ حالتِ نزع کی توبہ قبول ہوتی ہے ۱۲ حقانی

ہاں کی کوئی خاص نشانی آئے جب تم مانو گے پھر جب ایسا وقت آجائے گا تو تمہارا ایمان کچھ بھی فائدہ نہ بخشے گا کیونکہ جو کوئی اُس وقت سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا اُس نے اپنے ایمان میں اگر کوئی نیکی نہ کی ہو تو ہرگز اس وقت کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ یہاں سے علمائے کرام نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب انسان کو عالم آخرت کے نشان نظر آنے لگیں اور وقت نزع شروع ہوجائے اس وقت کا ایمان ایمانِ یأس کہلاتا ہے معتبر نہ ہوگا۔ ایسا ہی جب کسی قوم پر اُس کے عذاب کے آثار نمودار ہوجاویں جن سے مراد بعض آیاتِ ربک ہیں وہ بھی مقبول نہیں کیونکہ یہ حالت اضطرار و مشاہدہ ہے ایمان بالغیب کا وقت جاتا رہا۔ فرماتا ہے کہ اچھا اُس وقت کا انتظار کرو میں بھی کر رہا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت علیہ السلام کو تسلی بخشتا ہے کہ گو آپ کا دل یہی چاہتا ہے کہ یہ ملتِ ابراہیمیہ و فطرت اسلامیہ پر قائم ہوجاویں مگر جس نے کہ اس ملت کو چھوڑ کر نئے نئے رستے نکالے اور اس میں تفریق کردی جیسا کہ کفار نے کیا (اس میں ملتِ اسلام میں نئے فرقے پیدا کرنے کی بھی مذمت ہے) سو آپ پر اُن کا کچھ محاسبہ نہیں خدا تعالیٰ اُن سے آپ سمجھ لے گا۔ پھر وہاں کے محاسبہ اور جزاء کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جو کوئی ایک نیکی کرے گا تو ہم اپنے فضل و کرم سے دہ چند بدلہ دیں گے (عدد مقصود نہیں بلکہ زیادتی مراد ہے) اور جو کوئی برائی کرے گا تو اُس کا اسی قدر بدلہ پاوے گا۔ پھر آپ کو حکم دیتا ہے کہ اُن کو کہدو میں ملتِ ابراہیم پر قائم ہوں جو سیدھی راہ ہے جو کہ مشرک نہ تھا جس کو تم بھی مانتے ہو۔ اور میرا مرنا جینا نماز و قربانی سب اُسی کے لئے ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے اوّل اُس کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔ ان کلمات سے کیا ہی عشقِ الٰہی ٹپکتا ہے۔

قل اغیر اللہ ابغی ربا وھو رب

(اے پیغمبر ان سے) کہدیجئے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور رب کو ڈھونڈوں حالانکہ وہ

کل شیء ولا تکسب کل نفس

ہر چیز کا رب ہے۔ اور جو کوئی برائی کماتا ہے تو اُس کا وبال اُسی پر

الا علیھا ج ولا تزر وازرۃ وزر

ہے۔ اور کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہ

اخرٰی ج ثم الی ربکم مرجعکم

اُٹھاوے گا۔ پھر تم کو اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے

فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (۱۶۴)

پھر وہ تم کو وہ بات بتاوے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض

اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنا دیا

ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت

اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر بلند مرتبہ کیا

لیبلوکم فی ما اٰتٰکم ط ان ربک

تاکہ جو تم کو دیا ہے اس میں تمہارا امتحان کرے۔ آپ کا رب تو جلد عذاب

سریع العقاب صلے ز وانہ لغفور رحیم (۱۶۵) ع

کرنے والا ہے۔ اور وہ غفور و رحیم (بھی) ہے۔

ع ۲۰

ترکیب

قل اغیر اللہ اس کی ترکیب ومن یبتغ غیر الاسلام میں گزر چکی۔ خلائف جمع خلیفہ مفعولِ ثانی جعل کا فوق بعض رفع کا ظرف درجات کی ترکیب نرفع درجات میں بیان ہوچکی۔

تفسیر

مشرکین یا تو بتوں کو پوجتے اور اُن سے مدد مانگتے تھے یا ستاروں کو یا جنوں کو یا ارواحِ انبیاءؑ و اولیاءؒ کو جیسا کہ عیسائی مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں یا عناصر کو لیکن بایں ہمہ سب خدا تعالیٰ کے قائل تھے اور ان چیزوں کو خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بھی جانتے تھے اور اب بھی مشرکین کا یہی حال ہے۔

اب اُن سب کو ایک الیسی سے ساکت کرتا ہے اور اُس کو اِنَّ صلاتی ونسکی الخ لاشریک لہٗ کے بعد بطور دلیل کے لاتا ہے کہ جس کا کچھ جواب ہی نہیں اور اس عمدہ بیان پر سورہ کو تمام کرتا ہے وہ یہ کہ جب یہ سب چیزیں اُس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی سب کا رب اور قاضی الحاجات وقتاً فوقتاً ہے تو کیا اُس کے ساتھ اُس کی مخلوق کو شریک کیا جائے۔ آقا کے رتبہ میں نوکر کو اور بادشاہ کی رعیت کو شریک کرنا کس عقل کا کام ہے ۔ قل أغیر اللہ ابغی ربًّا و ہو ربّ کل شیءٍ ۔ پھر اُن کے ایک اور شبہ کو دفع کرتا ہے کہ اچھا میں جو تم کو توحید کی طرف بُلاتا ہوں اس میں ذاتی کیا فائدہ ہے اور نہ ماننے میں میرا کیا نقصان ہے؟ کیونکہ جو کوئی بُرائی کرتا ہے تو اپنے لئے کرتا ہے۔ کسی کے گناہ کا بوجھ کوئی نہیں اُٹھاوے گا۔ اس کے بعد ان کو ایک طور سے اطمینان بھی دلاتا ہے اور اس کے ضمن میں شرک کو بھی رد فرماتا ہے کہ آخر کار تم کو خدا تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ میرا جھوٹ سچ وہاں تم کو معلوم ہو جائے گا وہ تم کو تمہارے اختلاف کو بتاوے گا کہ کیا تھا؟ اور وہاں ان معبودوں میں سے کوئی بھی کام نہ آوے گا۔

کہ مکرمہ کے دولتمند مُشرک موحدین مفلسین کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت اس قدر مرفہ الحال ہیں یہ معبود خدا تعالےٰ کی طرف سے کارساز ہیں جس طرح دُنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے بغیر اُن کے بادشاہ کچھ نہیں کرسکتا مسلمانوں نے اُن کو چھوڑ دیا اس لئے افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہیں (آج کل کے جاہل بھی یہی کہا کرتے ہیں کہ اگر فلاں کی نذر و منّت نہ کی جائے تو ہمارے مال و اولاد عزت و آبرو میں فرق آجاتے)۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو خلیفہ کیا ہے یعنی ایک مرتا ہے اس کی جگہ دوسرا قائم ہوتا ہے اور انتظام دنیا کے لئے مال وجاہ عقل و صورت میں ایسے انقلاب کے وقت مختلف الدرجات ہونا حکمت الٰہیہ کا مقتضےٰ ہے اگر سب دولتمند ہوں یا سب فقیر ہوں یا سب بیمار یا تندرست ہوں تو دنیا قائم نہ رہے اور نیز اُس میں تمہاری آزمایش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں نعمتوں کے وقت کون ہماری طرف جھکتا ہے لیبلوکم فی ما آتاکم اور مصائب میں صبر نہ کرے گا تو وہ سریع العقاب ہے اور جو شکر و صبر کرے گا تو انہٗ لغفور رحیم۔ سو یہ بات اس لئے ہے نہ کہ تمہارے خام خیال کی وجہ سے جعلکم خلائف الارض میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انبیاءؑ کے بعد محمد علیہ السلام اور اُن کی اُمت سب کی جانشین ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ انسانوں میں سے خدا پرست اُس کے خلیفہ ہیں۔ سُبحان اللہ کلام کو کس لُطف کے ساتھ شروع کیا تھا اور وسط میں کس خوبی کے ساتھ ان مقاصد کو ادا کیا اور پھر تمام کس عمدہ دلیل پر کیا، ولہ الحمد۔

سُورۂ اعراف مکّہ میں نازل ہوئی مگر یہ آیت وَسْئَلْهُمْ عن القریۃ الآیہ۔ اس میں دوسوچھ ۲۰۶ آیتیں چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ

یہ کتاب آپؐ پر نازل کی گئی ہے سو اس سے آپؐ کے دل میں

فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ

تنگی نہ پیدا ہو تاکہ آپؐ اس کتاب سے لوگوں کو متنبہ کریں اور

ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ

ایمانداروں کو پند حاصل ہو۔ (لوگو!) اُسی پر چلو جو تم پر

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ

تمہارے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور معبودوں کی پیروی

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

نہ کرو۔ (لیکن) تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا

اور ہم کتنی ایک بستیاں غارت کرچکے ہیں کہ جن پر راتوں رات

بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ④ فَمَا

یا دوپہر کو سوتے ہوتے ہمارا عذاب آپڑا۔ پھر جب کہ

كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا

اُن پر (اچانک) ہمارا عذاب آپڑا تو یہی پکارنے لگے کہ بے شک

إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ⑤

ہم ہی زیادتی پر تھے۔

ترکیب

کتاب مبتدا محذوف کی خبر جو ذالک یا ہو ہے۔ اُنزل الخ اُس کی صفت فلایکن لفظوں میں حرج کے لئے نہی ہے اور معنیً مخاطب کے لئے لے لاتحرج بہ لتنذر کا لام انزل سے متعلق۔ وذکرٰی معطوف ہے کتاب پر اتّبعوا سے من ربکم متعلق بانزل کے۔ اولیاء مفعول لاتتبعوا کا من دونہ مفعول سے حال کم مبتدا من قریۃ بیان کم اھلکناھا خبر البیات اسم مصدر موضع حال میں ہے۔ بیاتًا سے لیلاً مصدر وقع موقع الحال یقال بات بیتًا وبیاتًا۔ قائلون من القیلولۃ وہی النوم فی نصف النہار۔

تفسیر

فیضِ مبدء فیاض جوش زن ہے عرب کی قوتِ روحانی جو عرصہ سے مُردہ ہوگئی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قُم باذن اللہ سے حرکت میں آرہی ہے گھر گھر چرچے ہورہے ہیں مکہ میں کھل بلی مچی ہوئی ہے۔ ایذاء وتکالیفِ عُشاقِ الٰہی کا بازار گرم ہے ایسی حالت میں لگاتار ہدایت افزا مضامین کا مینہ برسانا اور اس سورۃ کا نازل ہونا نفوسِ بشریہ کو حرکت دینا ہے کہ جس میں مبدء ومعاد کی تشریح اور دُنیا کی بے ثباتی اور عالمِ قدس کے ناز و نعیم کی دوسری طرح پر عکسی تصویر کھینچی گئی ہو۔ اس لئے فرماتا ہے المٓصٓ[1] ان چار حروف میں جو کچھ رموز و اسرارِ نہانی ہیں اُن کو تو وہی عالم الغیوب جانتا ہے۔ یا اُس کا نبی محبوب مگر کتاب انزل الیک سے آنحضرت علیہ السّلام کو دعوتِ عامّہ کے لئے ابھارا جاتا ہے جس کی انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً پہلے سے خبر دی تھی۔ کہ اے نبیؐ! ہم نے آپؐ پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا ہے پس آپؐ اس بات سے دل تنگ نہ ہوں کہ آپؐ اس سے لوگوں کو متنبہ کریں اور بدکاروں کو ڈراویں اور ایمانداروں کے لئے اُس سے پند حاصل ہو یعنی اس تبلیغ دعوتِ عامہ میں کچھ دل نہ ہاریئے۔ جب نبیؐ کو تبلیغِ دین کا حکم دیا اور قولِ ثقیل سے دل تنگ نہ ہونے کی تاکید کی تو لوگوں کو اُس کی تعمیل پر مامور کیا اتبعوا الخ کہ تاریکی کا زمانہ گیا جس عہدِ مبارک کا انبیائے سابقین سے وعدہ اور فاران پہاڑ کی چوٹیوں سے خداوند کی جلوہ گری کا مدت سے غلغلہ تھا وہ وقت آگیا پس اب تم اے لوگو! اسی کی پیروی کرو جو تمہارے اُوپر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا پُرانے سڑے بُسے خیالات اور اپنے فرضی معبودوں کو چھوڑو۔ اس کے بعد اُن مغرورِ دولت وجاہ کو یہ بھی سُناتا ہے کہ تم اپنے مال وجاہ پر غرور نہ کرو کیونکہ بہت سی بستیاں[2] ایسی ہیں کہ جن کو ہم نے یکایک ہلاک کردیا وہ رات کو سوتے تھے یا دوپہر کو قیلولہ میں تھے یکایک عذابِ الٰہی نے آلیا پھر اُس وقت بجز اُس کے کہ اپنے خطاکار ہونے کا اقرار کرنے لگے اور کچھ بن نہ پڑا۔

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ

سو ہم کو اُن سے بھی پوچھنا ہے کہ جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور رسولوں سے بھی

الْمُرْسَلِينَ ⑥ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ

پوچھیں گے۔ پھر ہم اُن کو خوب (اچھی) طرح سے بتائیں گے

[1] المٓصٓ۔ ان چاروں حروف میں اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔ ا۔ ل۔ م۔ ص۔ الف سے اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ل سے لطفِ الٰہی جل شانہٗ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ص سے صعود یعنی بلندی و رفعت کی طرف۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطفِ خاص سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کی امت کو دنیا و آخرت میں سربلندی اور رفعت عطا کی ہو ۱۲ منہ [2] لوطؑ کی بستیوں پر بھی اور عاد و ثمود کی قوم پر یوں ہی عذاب آیا۔ اس زمانہ میں بھی بعض شہروں میں شب کو زلزلہ شروع ہوا تو ہزاروں ہلاک ہوگئے بعض جا پر شب کو سیلاب نے غارت کیا سیکڑوں شہروں پہ وبا آئی بہت کو ظالم بادشاہوں نے ہلاک کیا۔ غرض سیکڑوں طور عذابِ الٰہی کے ہیں، ڈرنا چاہیئے۔ رات کا عذاب اسی طرح دوپہر کا جو عرب میں آرام کا وقت ہے اور یہی قہر ہے ۱۲ منہ

وما كنا غائبين ⑦ والوزن يومئذ

اور ہم کہیں دور نہ تھے۔ اور اس روز اعمال کا تلنا

الحق ج فمن ثقلت موازينه فأولئك

برحق ہے، پھر تو جن کی تولیں بھاری ہوں گی وہی کامیاب

هم المفلحون ⑧ ومن خفت موازينه

ہوں گے۔ اور جن کی تولیں ہلکی ہوں گی

فأولئك الذين خسروا أنفسهم

سو یہ وہی لوگ ہوں گے کہ جنھوں نے ہماری آیتوں[1] پر زیادتی کرکے

بما كانوا بآياتنا يظلمون ⑨

اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا تھا۔

ترکیب

الذین صلہ وموصول مفعول ہے لنسئلن کا بعلم لنقصن سے متعلق یا مفعول اس کا علیہم فعل سے متعلق والوزن مبتدا یومئذ ثابت کے متعلق ہوکر خبر الحق الوزن کی صفت اور بھی احتمال ہے۔

تفسیر

رسول کو تبلیغ پر اور امت کو قبول پر مامور کرکے اول رسول کی مخالفت کا دنیاوی نتیجہ بیان فرمایا تھا کہ ہم ان کو یکایک مبتلائے بلا کر دیں گے (مسلمانوں پر جو آج کل نحوست ہے وہ نافرمانی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے) اب یہاں آخرت کا نتیجہ بیان کرتا ہے اور ضمناً عالم آخرت میں پیش آنے والی حالتیں بھی بیان فرماتا ہے۔ **اول** یہ کہ ہم ان لوگوں سے کہ جن کے پاس رسول یا ان کے نائب آئے اور انھوں نے نہ مانا بازپرس کریں گے اور رسول سے بھی سوال کریں گے کہ آیا تم نے تو کچھ کمی احکام پہنچانے میں نہیں کی تھی؟ گو ہم سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ اس وقت بھی ہم موجود تھے مگر یہ سوال صرف تنبیہ کے لئے ہوگا۔ سو ہم ہر بات ان پر کھول دیں گے جس کو وہ آج مخفی کرتے ہیں۔

بظاہر اس آیت اور اس آیت میں فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان وقولہ ولا یسئل عن ذنوبہم المجرمون تعارض سا معلوم ہوتا ہے مگر در اصل کچھ بھی تعارض نہیں کیونکہ نہ پوچھنے سے مراد عزت واحترام کا پوچھنا ہے اور یہاں پوچھنے سے مراد بازپرس کرنا ہے۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ حساب لیا جاوے گا، بازپرس ہوگی، فلاں باتوں پر سوال ہوگا اور عذرات باطلہ میں تمھاری بات بھی نہ پوچھی جائے گی تو اس کلام میں کچھ بھی منافات نہیں۔ اور علاوہ اس کے پوچھنے کا موقع اور نہ پوچھنے کا اور محل ہے۔ **دوم** والوزن یومئذ الحق کہ اس روز اعمال کا وزن ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کو ترازوئے عمل قائم ہوگی ایک پلے میں نیکی اور دوسرے میں بدی رکھی جاوے گی پس فمن ثقلت موازینہ جن کے اعمال نیک کی تولیں بھاری ہوں گی کہیں روزہ کہیں نماز کی کہیں صدقہ وخیرات کی فاولئک ہم المفلحون سو یہی فلاح پاویں گے، عالم قدس میں حیات ابدی کے مستحق ہوں گے جن کا مقام جنت ہے اور جن کی نیکی کی تولیں ہلکی ہوں گی فاولئک الذین خسروا الخ سو وہ خسارہ میں پڑیں گے اور یہ خسارہ میں پڑنا انھوں نے اپنے ہاتھ سے کیا کہ جو آیات الٰہی پر ظلم کیا یعنی ان کی تکذیب کی یا ان پر عمل نہ کیا۔

اس ترازو سے مراد دنیا کی ترازو وآلہ دال تولنے کی نہیں کہ اس پر اعمال کا تولنا (جو اعراض غیر قائم بالذات ہیں فلسفیوں کے کہنے سے) محال خیال کیا جاوے جس کی توجیہ میں اعمال کو مع ان کاغذوں کے تولنا کہا جاوے کہ جن میں وہ اعمال ملائکہ نے لکھے تھے بلکہ اس سے مراد ایک خاص موازنہ ہے جو اعمال کے ساتھ مخصوص ہے اسی طرح اس آیت اور اس آیت میں فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا کچھ بھی مخالفت نہیں کیونکہ جن کے اعمال صالحہ برباد ہوگئے ان کے لئے کوئی وزن قائم ہو سکتا ہے؟

ولقد مكناكم في الأرض وجعلنا

اور ہم نے تم کو زمین میں بسایا اور ہم نے تمھارے لئے

[1] آیتوں پر ظلم کرنا ان کا جھٹلانا ہے ۱۲ منہ

لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾

اس میں روزی کے اسباب پیدا کئے۔ تم کم تر شکر کرتے ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

اور ہم نے تم کو (تمہارے دادا آدمؑ کو) پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا

فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھکو پھر سب جھک پڑے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

مگر ابلیس جو جھکنے والوں میں سے نہ تھا۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ

(ہم نے) فرمایا کہ تجھ کو کس بات نے جھکنے سے منع کر دیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ

عرض کیا میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا

وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ

اور اس کو خاک سے بنایا۔ (فرمایا یہاں (جنت) سے نیچے

مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا

اُتر جا پھر تیری کیا مجال ہے کہ جو تو یہاں پر شیخی مارے

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ

پس نکل باہر ہو تو ہی ذلیلوں میں کا ایک ذلیل ہے۔ عرض کیا کہ

اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ

مجھے اس دن تک کی مہلت دے کہ جب تک کہ لوگ مرکر جی اُٹھیں[1] فرمایا (جا)

اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ

تجھے مہلت ہے۔ کہا پھر تو قسم ہے میں بھی جیسا کہ آپ نے مجھے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

گمراہ کیا ہے (ان کی تاک میں) آپ کے سیدھے رستہ ہی پر آ بیٹھوں گا (تاکہ بہکاؤں)۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ

پھر میں ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور

مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

داہنے اور

شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

بائیں سے آیا کروں گا۔ اور تو اُن میں سے بہتیروں کو شکر کرنے والا نہ پاوے گا۔

ع ۱ / ۸

ترکیب

معایش مفعولِ جعلنا جمع معیشۃ۔ الّا لا زائدہ ہے اور منْ جار حذف یہ مفعول ثانی ہے منع کا یا موضع حال میں اذ ظرف ہے تسجد کا منہا اے من الجنۃ وقیل من السمٰوات فبما ب قسم کے لئے ما مصدریہ لاقعدن جواب قسم۔

تفسیر

پہلے اس سے لوگوں کو انبیاء علیہم السّلام کی فرمانبرداری کا حکم دیا تھا اور مخالفت میں عذاب دُنیوی سے بقولہٖ وکم من قریۃ اہلکناہا اور آخرت کے عذاب سے سوال و وزن کرنے سے ڈرایا تھا۔ انسان کی جبلّی عادت ہے کہ وہ خوف اور نعماء واحسانات سے مسخّر و مطیع ہوتا ہے اس لئے خوف مضرّت دارین کے بعد بنی آدم پر اُن کے بزرگ وجدّ امجد حضرت آدمؑ پر جو کچھ انعام واحسان کئے ہیں اُن کو یاد دلاتا ہے اور لُطف یہ ہے کہ تخویف میں عالم آخرت کا اور احسان یاد دلانے میں اُس کی ابتداء کا بھی بیان کردیا جو آسمانی کتاب کا ایک ضروری کام ہے۔ اور اس کو علم مبدأ و معاد کہتے ہیں۔

ولقد مکنّاکم الخ زمین پر بنی آدم کا بسانا اور سب چیزوں پر مسلّط کرنا اور پھر قدرتی چیزیں جیسا کہ پھل، ترکاری، غلّہ وغیرہ اور صنعت کے متعلّق گھی شکر کپڑا وغیرہ اُن کے لئے

---

[1] ابلیس نے جی اُٹھنے تک زندہ رہنے کی دعاء مانگی اس میں یہ بات سوچا تھا کہ میں موت سے محفوظ رہوں گا۔ مگر خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ بلکہ ایک وقتِ خاص تک زندہ رہنے کی دعاء قبول کی جو کہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کو محفوظ ہے۔ ابلیس کی دُعاء قبول کرنا گویا اُس کی تمام عبادت کا معاوضہ اُس کی خواہش کے مطابق دینا ہے ۱۲ منہ

مہیا کر دینا ایک ایسا احسان ہے کہ جس سے گردن اُٹھ ہی نہیں سکتی مگر انسان بہت کم شکر کرتا ہے نعمت میں مست ہو کر شہوات میں مصروف ہوتا ہے تکلیف میں گلہ شکوہ کرنے لگتا ہے۔

ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا۔ یہاں سے اُن کے بزرگ اور جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام پر جو احسان و احترام کیا تھا اُس کو یاد دلاتا ہے کہ اُن کو عمدہ شکل پر

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۚ
فرمایا یہاں سے ذلیل خوار ہو کر نکل جا۔
لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ
جو کوئی ان میں سے تیرے تابع ہوگا تو میں بھی تم سب سے جہنم
أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَ
ہی بھر دوں گا۔ اور اے آدمؑ! تم اور تمھاری بیوی جنت
زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا
میں جا رہو پھر تم دونوں جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو)
وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ
لیکن اس درخت کے پاس بھی نہ جانا (ورنہ تم) خرابی میں
الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ
پڑ جاؤ گے۔ پھر شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا
لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا
تاکہ ان کو برہنہ کرے۔
وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ
اور (آ کر) کہنے لگا کہ (اے آدمؑ و حوا) تمھارے رب نے جو تم کو اس درخت سے منع کیا ہے
إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ
تو اسی لئے کہ تم کہیں فرشتہ نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے
الْخَالِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا
نہ ہو جاؤ۔ اور ان سے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں تو تمھارا
لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢١﴾ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ ۚ
خیر خواہ ہوں۔ پھر تو انکو فریب سے (کھانے کی طرف) مائل ہی کر دیا[1]

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا
جوں ہی انھوں نے درخت کو چکھا تو اُن کا ستر کھل گیا
وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
اور لگے اپنے اُوپر جنت کے پتے چپکانے
الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا
اور اُن کے رب نے ان کو پکار کر (کہا) کیا میں نے تم کو اس
عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ
درخت سے منع نہ کر دیا تھا اور یہ نہ کہہ دیا تھا کہ بے شک
الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا
شیطان تم دونوں کا صریح دشمن ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ
رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
اے ہمارے پروردگار! ہم نے آپ اپنی جانوں کو برباد کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾
اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم برباد ہی ہو جائیں گے۔

ترکیب

مذءوم بالہمزۃ مشتق ہے ذامۃ اذا عیبۃ سے اور بعض نے صرف و سے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اس لئے ہمزہ کی حرکت ذال کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا اور ممکن ہے کہ اس کی اصل مذیما بھی جائے کس لئے کہ فعل اس سے ذام یذیم آتا ہے پس ی کو و سے بدل دیا جیسا کہ مکیل کو مکول اور مشیب کو مشوب کر لیتے ہیں، یہ اور اُس کا مابعد حال ہیں۔ لمن مبتدا قائم مقام قسم لاملئن خبر قائم مقام جواب قسم۔

تفسیر

پیدا کر کے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے نافرمانی اور تکبر کیا تو اُس کو ملعون کر دیا و اسی میں

[1] یعنی قسمیں کھا کر فریب دے کر آخر کار اُس درختِ ممنوع کے کھانے کی طرف مائل ہی کر لیا ۱۲ منہ

آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد پر بھی احسان ہے کہ تمہارے ساتھ
سرکشی اور حسد کرنے والے کو ہم نے یوں ذلت دی اور اس طرف
بھی اشارہ ہے کہ تم ذاتِ شریف ہو کر پھر اپنے اُس قدیمی دشمن
کا کہنا مانتے اور اپنے محسنِ حقیقی کی نافرمانی کرتے ہو اور یہ بات
اے بنی آدم! کچھ تم ہی پر موقوف نہیں تمہارے جدِّ امجد بھی
اُس کے داؤ میں آ گئے تھے جن کو شیطان نے قسمیں دے کر
ملمع کار باتیں بنا کر ایک درخت کے پھل کھانے پر برانگیختہ کیا
کہ جس کے پاس جانے تک کی ممانعت کسی مصلحت سے ہم نے
کر دی تھی سو انھوں نے کھایا جس سے اُن پر مصیبت پڑی،
جنت سے نکالے گئے، کپڑے اُتارے گئے آخر نافرمانی کا مزہ
پایا۔ پھر آدمؑ روئے، توبہ کی تو معافی ہوئی۔ اے اولادِ آدمؑ!
پھر بھی تم اُس عدوِ مبین کا کہنا مانتے ہو اور جو جہالت سے
گناہ ہو جاوے تو اپنے پدرِ بزرگ آدمؑ کی طرح کیوں توبہ و
استغفار نہیں کرتے؛ اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ نافرمانی
کا نتیجہ شیطان نے کیسا پایا راندۂ درگاہ ہو گیا۔ پھر تم کس دلیری
سے گناہ پر گناہ کرتے ہو اور ادنیٰ مرتبہ اپنے جدِّ امجد کے جلا وطن
و خراب و خستہ ہونے کو بھی نہیں دیکھتے کیا تم اب زمین پر قرار
پا کر ملک اور جاگیریں اور باغات و دیہات حاصل کر کے مطمئن
ہو گئے ہو کہ معصیت سے یہ چھن نہ جائیں گے کیوں نہیں؛

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا نیچے اُتر جاؤ کہ تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى

اور تم کو ایک وقت تک زمین ہی پر ٹھہرنا اور برتنا

حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا

ہے۔ (اور) فرمایا تمھیں یہیں زندگی بسر کرنی ہے اور یہیں

تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِيْٓ

مرنا ہے اور اسی میں سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے۔ اے بنی آدم!

اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ

ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمھاری شرمگاہ چھپاتا ہے

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰى

اور زیبائش بھی ہے۔ اور پرہیزگاری کا لباس ف

ذٰلِكَ خَيْرٌ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

یہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

تاکہ لوگ سمجھیں۔ اے بنی آدم! تم کو شیطان نہ بہکائے

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ

پاوے جیسا کہ تمھارے ماں[ل] باپ کو جنت سے

الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا

کپڑے اُتروا کر نکلوا دیا تھا اُن کا ستر دکھانے کے

سَوْاٰتِهِمَا ط اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

لئے۔ وہ اور اُس کی ذریت تم کو اُس جگہ سے دیکھتے

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا

ہیں کہ تم جہاں سے اُن کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیاطین کو اُن

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

لوگوں کا یار بنا دیا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے۔

ترکیب

بعضکم الخ جملہ حال ہے ضمیر فاعل اہبطوا سے لباسًا مفعول انزلنا یواری اس کی صفت وریشًا لباسًا پر معطوف ولباس منصوب ہو تو ریشًا پر معطوف ورنہ مبتدا ذٰلک جملہ خبر۔

تفسیر

ہم نے دنیا میں باہم ایک کو دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے

ل آدم و حوا علیہما السلام ۱۲ منہ ف لباس التقوٰی، بقول سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حسنِ خلق مراد ہے۔ اور بقول عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا مراد ہے۔ بعضوں نے پاکدامنی کہا ہے۔ زید بن علی رضؓ نے وہ چیزیں مراد لی ہیں جن کو لڑائی میں اپنے بچاؤ کے لئے پہنتے ہیں۔ خواجہ حسن بصری رحؒ حیا مراد لیتے ہیں

ع ۱۵/۹

ھ چونکہ حیا ہی سے پرہیزگاری کی توفیق حاصل ہوتی ہے ۱۲ حقانی

سو ایک پر دوسرے کو مسلّط کر کے کیا ہم نہیں چھنوا سکتے؟)
چونکہ آدمؑ کے احسانات اُس کی اولاد پر ہیں اس لئے آدمؑ
کے پیدا کرنے اور اُس کی صورت بنانے کو مخاطبین کے پیدا کرنے
اور صورت بنانے کے ساتھ اس رمز کے لئے تعبیر کیا ورنہ
مُراد بالذّات آدمؑ ہیں اس لئے ثم قلنا للملآئکۃ اسجدوا سے
اُنھیں کے خاص حال کو شروع کیا گو اس میں اس طرف بھی
اشارہ ہو کہ اے بنی آدمؑ! تمھارے لئے بھی ہم نے ملائکہ کو
روزی پہنچانے تدبیر و تصرّف کرنے میں مسخّر کر دیا ہے جو
ایک قسم کا سجدہ ہے۔

اس قصّہ کو جُداگانہ غرض کے لئے خدا تعالےٰ نے قرآنِ مجید
کی ان سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (۱) سورۃ بقرہ (۲)
اِس سورہ میں (۳) سورۃ حجر (۴) سورۃ بنی اسرائیل
(۵) سورۃ کہف (۶) سورۃ طٰہٰ (۷) سورۃ صٓ۔

ف (۱) جنت میں گناہ کرنے سے حضرت آدمؑ و حوّا کا لباسِ
عزّت اُتار لیا گیا تھا جس پر وہ نہایت شرمندہ ہو کر جنّت کے
درختوں کے پتّے اپنے بدن پر ڈھانکتے تھے۔ پھر دنیا میں خدا تعالےٰ
نے آدمؑ کو کپڑا بنانا سکھایا جس سے ستر ڈھانکنا میسّر آیا۔ اس
بات کو خدا تعالےٰ اپنی بڑی نعمت اور من آیات اللہ کہتا ہے
اور لباس کا نازل کرنا فرما کر ایک اور لباس کی طرف اشارہ کرتا
ہے یعنی پرہیزگاری کا لباس[1] بہتر ہے۔ اس کے بعد اولادِ آدمؑ
کو متنبہ کرتا ہے کہ دیکھو اب تم شیطان کے بہکانے میں نہ
آنا کہیں لباسِ تقوےٰ تمھارا نہ اُتار لے جس سے تم برہنہ ہو جاؤ
شیطان اور اُس کی ذرّیت تم کو دیکھتے ہیں اور وہ تم کو نظر
نہیں آتے کیونکہ ان کا مادہ آتش لطیف چیز ہے جو محسوس بحسّ
بصر نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان خبیثوں سے کافر ہی دوستی
رکھتے ہیں[2]۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا
اور جب وہ کوئی بے حیائی (کا کام) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے
عَلَیْہَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِہَا ؕ قُلْ
باپ دادا کو اسی پر پایا اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہدیں
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ
کہ اللہ تعالیٰ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ تعالےٰ پر
عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ
وہ باتیں لگاتے ہو جن کو تم جانتے بھی نہیں۔ (اور) کہدیجئے کہ میرے ربّ نے
رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْہَکُمْ
تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ نماز کے وقت (اس کی طرف) متوجّہ
عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ
ہو جایا کرو، اور اسی کو پکارو خاص اسی کے فرمانبردار ہو کر
لَہُ الدِّیْنَ ۬ؕ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾
جیسا کہ تم کو اوّل بار پیدا کیا اسی طرح بار دگر پیدا کئے جاؤ گے۔
فَرِیْقًا ہَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْہِمُ
ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت
الضَّلٰلَۃُ ؕ اِنَّہُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
ہو گئی۔ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ
شیاطین کو دوست بنا لیا اور جانتے ہیں کہ
اَنَّہُمْ مُّہْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا
ہم ہدایت پر ہیں۔ اے بنی آدم! ہر نماز کے
زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَ
وقت اپنے آپ کو آراستہ[3] کر لیا کرو اور کھاؤ اور
اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ
پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ کیونکہ اس کو فضول خرچی کرنے

[1] اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس لباس میں پرہیزگاری ہو یا
جس میں گرمی جاڑے سے بچ سکو وہی عمدہ لباس ہے ۱۲ منہ [2] کیونکہ ناپاک کو
ناپاک سے بوجہ مجانست رغبت ہوتی ہے ۱۲ منہ [3] یعنے نماز کے وقت پاک
اور ستھرا لباس پہنا کرو ۱۲

ع ۳ ٦ ١٠

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

والے پسند نہیں۔

ترکیب

واذا شرط قالوا جواب واقیموا معطوف ہے محل القسط پر معنےً اے امر ربی فقال اقسطوا واقیموا الدین منصوب ہے مخلصین سے۔ فریقاً منصوب ہے ہدٰی سے اور فریقاً ثانی منصوب ہے فعل محذوف سے اے واضل یدل علیہ مابعدہٗ اور یہ جملہ حال ہے تعودون سے جملہ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے۔ انہم جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے۔

تفسیر

اب ان شیاطین کے مریدوں اور دوستوں کے خصائل بد ذکر کرتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جب وہ کوئی فحش بات کرتے ہیں زنا یا مغلظات گالیاں یا اور سیکڑوں بے حیائی کے کام تو عقل کے اندھے اس کو اللہ تعالےٰ کا حکم اور باپ دادا کی عمدہ رسم بتاتے ہیں جس کے ردّ میں فرماتا ہے کہ کہدے خدا بُری باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا، ہاں اچھی باتوں اور انصاف کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ نماز کے وقت اسی طرف متوجہ ہوا کرو اور خاص اسی کو پکارو۔ کیونکہ کما بداکم تعودون[۱] جس طرح دنیا میں مؤمن یا کافر کرکے لوگ پیدا کئے گئے ہیں انھیں اعمال انھیں حالات میں آخرت میں دوبارہ جی اُٹھیں گے اس لئے دُنیا میں اس نے اپنے فضل وکرم سے ایک فریق کو ہدایت عطا کی ہے اور ایک گروہ گمراہ ہوگیا اور گمراہ وہ ہیں کہ جنھوں نے خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست وکارکن بنا رکھا ہے اور پھر ایسے اندھے ہیں کہ اُلٹے اس گمراہی کو ہدایت سمجھتے ہیں۔ ویحسبون انہم مہتدون

لباس کو زینت فرمایا تھا اس لئے اس زینت کو اس کے عمدہ موقع پر استعمال میں لانے کا حکم دیتا ہے کیونکہ جب دُنیا میں اُمراء وسلاطین کے دربار میں بغیر لباس کے حاضر نہیں ہوتے تو نماز میں کہ خاص خدا تعالےٰ کا دربار ہے بغیر اس کے حاضر ہونا بے ادبی ہے اور اس میں مشرکین کی اس افراط وتفریط کا بھی رد ہے جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نقل کیا ہے کہ بعض قبائل عرب برہنہ ہوکر طواف کعبہ کرتے تھے عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں اور مسجد منیٰ میں آکر کپڑے اُتار ڈالتے تھے اور گھی وگوشت اچھی غذائیں کھانے بھی ان ایام میں ترک کردیتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں فرماتا ہے

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ

(اے نبی ص!) پوچھو کہ اللہ تعالےٰ نے جو آرایش اور پاک روزی اپنے بندوں

لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ

کے لئے پیدا کی ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ (اور) کہدو

هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

یہ چیزیں[۲] ایمانداروں کے لئے دُنیا کی زندگی میں ہیں آخرت

خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

میں تو[۳] خاص انھیں کی ہیں۔ عقلمندوں کے لئے ہم یوں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا

کھول کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں۔ (اور منکرین سے) کہدیجئے کہ

حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کام حرام کئے ہیں خواہ ظاہر

وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

ہوں خواہ مخفی۔ اور گناہ اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

کو بھی کہ تم اللہ تعالےٰ کا اُن چیزوں کو شریک نہ بناؤ کہ جن پر کوئی سند نہیں

[۱] مجاہدؒ وحسنؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح تم لاشیٔ تھے تم کو دنیا میں پیدا اپنی قدرت سے کردیا اسی طرح پھر موت کے بعد تم کو زندہ کردیگا منہ [۲] اس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ جس طرح صحیح وسالم دنیا میں پیدا ہوئے تھے اسی طرح قیامت کے دن دوسری بار اُٹھو گے۔ حدیث میں آیا ہے جس حال میں جو کوئی مرا ہے اسی میں اُٹھے گا، شرابی مست ومخمور، خدا پرست شاد ومسرور ۱۲ منہ [۳] یعنے یہ نعماء ایمانداروں کے لئے دنیا میں حرام نہیں بلکہ مباح ہیں مقصود بالذات[۴]

[۴] ان کے لئے پیدا کی ہیں تبعاً کفار بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں قیامت میں تو ایمانداروں کا ہی حصہ ہے ۱۲ منہ

سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ
اُتاری　اور اس بات کو بھی کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾
لگاؤ کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں۔

ترکیب

والطیبات معطوف ہے زینۃ اللہ پر ہی مبتدا اس کی خبر میں تین احتمال ہیں اقوای یہ ہے کہ للذین ہے فی الحیوٰۃ متعلق ہے امنوا سے یا فی الحیوٰۃ خبر اور للذین خالصۃ سے متعلق، اور خالصۃ حال ہے اور عامل اس میں للذین ہے یا فی الحیوٰۃ الدنیا اور خالصۃ کو مرفوع بھی پڑھا ہے خبر ثانی بنا کر۔ ماظہر و مابطن بدل ہیں الفواحش سے۔

تفسیر

کہ تم نماز کے وقت لباس پہنا کرو اور کھاؤ پیو فضول خرچی نہ کیا کرو یہ تمہارے لئے ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ یعنی کسی نے بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ چیزیں اوّلاً و بالذات تو ایمانداروں کے لئے مخصوص ہیں بالتبع کفار بھی شریک ہیں۔ یا یہ معنے کہ دنیا میں مومن کافر سب شریک ہیں ؎ چہ دشمن برین خوان یغما چہ دوست ؛ مگر قیامت کے دن یہ ایمانداروں کے حصہ میں ہیں گے کفار محروم رہیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیں ہاں بے حیائی کی باتیں خواہ ظاہر ہوں خواہ مخفی اور گناہ جیسا کہ شراب پینا اور ناحق کی زیادتی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا کہ جس پر کوئی دلیل بھی نہیں اور خدا تعالیٰ پر جھوٹی باتیں نا سمجھی سے لگانا حرام کی ہیں۔

(۱) زینت سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک لباس ہے کہ جس سے ستر عورت ہو سکے مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورت کے لئے منہ ہاتھ پاؤں کے سوا کل بدن۔ عند کل مسجد زمان صلوٰۃ یا مکان صلوٰۃ۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتی کہ ہر نماز کے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے۔ اسی طرح مساجد میں بھی۔ عام اوقات میں ستر ڈھانکنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ زینت میں ہر قسم کی تزئین شامل ہے کہ نہانا، خوشبو لگانا، عمدہ نفیس کپڑے پہننا اور اسی طرح الطیبات من الرزق ہر قسم کے لذیذ کھانے اور خوشگوار کو شامل ہے بجز اس زینت اور ان کھانوں کے کہ جن کو کتاب و سنت نے منع کیا ہے۔

ف گناہ کی پانچ قسم ہیں اوّل وہ کہ جن کا اثر بد نسب پر پہنچتا ہے سو وہ زنا ہے جس کو الفواحش میں تعبیر کیا ہے دوم وہ کہ جن کا اثر عقل پر پہنچتا ہے وہ شراب ہے جس کو الاثم سے تعبیر کیا ہے سوم وہ جن کا اثر عزت پر پہنچتا ہے۔ چہارم وہ کہ جن کا اثر مال پر پہنچتا ہے اور جان پر بھی ہاں کی طرف البغی بغیر الحق میں اشارہ ہے۔ پنجم وہ کہ جن کا اثر بد اس کی روح اور دین پر پہنچتا ہے ان کو ان تشرکوا الخ میں بیان کیا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ
اور ہر قوم کے لئے ایک وقت (مقرر) ہے۔ پھر جب ان کا وقت آتا ہے تو وہ

لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾
ایک ساعت اس سے نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
اے بنی آدم! جب کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آ دیں

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ
(اور) تم کو میری آیتیں سنائیں (تو مان لینا کیونکہ) پھر جو کوئی پرہیزگاری کرےگا اور

اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
سنور جاوے گا تو نہ اس پر کچھ خوف ہوگا نہ وہ کچھ رنج

يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
کرےگا۔　اور جن نے ہماری آیتیں جھٹلائیں

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
اور ان سے اکڑ بیٹھے تو وہی دوزخی بھی

النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ

ہوں گے، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ پھر اس سے بڑھ کر

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ

کون ظالم ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں

بِاٰيٰتِهٖ ۗ أُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ

کو جھٹلایا ؟ یہ وہی ہیں کہ جن کو ان کا حصہ نوشتہ ف۱ (ازلی) میں سے

الْكِتٰبِ ۗ حَتّٰٓى إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

پہنچ رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ

ان کی روح قبض کرنے کو آویں گے تو کہیں گے (اب وہ) کہاں ہیں کہ جن کو تم اللہ

مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۗ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَ

تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے ؟ کہیں گے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے اور

شَهِدُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

وہ اپنے اوپر اس بات کی گواہی دیں گے کہ بے شک ہم کافر

كٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِيٓ أُمَمٍ

تھے۔ فرمائے گا کہ تم بھی اور امتوں میں مل کر جو تم سے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَ

پہلے گزر چکی ہیں جن اور انسان دوزخ میں

الْإِنْسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ

جاؤ۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو دوسری

لَعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتّٰٓى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا

جماعت پر لعنت کرنے لگے گی۔ یہاں تک کہ جب سب کے سب جہنم میں رگر

جَمِيعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُولٰىهُمْ رَبَّنَا

چکیں گے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب

هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا

انہوں ہی نے تو ہم کو گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوچند عذاب

مِنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ

دے۔ فرمائیگا کہ ہر ایک کو دوچند ہے لیکن تم کو

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ أُولٰىهُمْ لِأُخْرٰىهُمْ

معلوم نہیں۔ اور پہلے پچھلوں کو کہیں گے کہ

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا

پھر تم کو ہم پر کیا فوقیت ہے سو تم بھی عذاب

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ

چکھو (اور) اپنے کئے کا نتیجہ (پاؤ)۔ بے شک

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا

جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے اکڑ کر بیٹھ گئے

عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ

نہ تو ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاویں گے

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکہ میں

فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اونٹ گھس جاوے۔ اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیا

الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ

کرتے ہیں۔ کہ ان کے لئے آگ کا بچھونا ہوگا

وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ

اور (آگ کا) اوپر سے اوڑھنا ہوگا۔ اور ہم ظالموں کو ایسی ہی

نَجْزِي الظّٰلِمِينَ ﴿٤١﴾

سزا دیا کرتے ہیں۔

ع ۴۸

ترکیب

امّا یأتینکم شرط منکم یقصون الخ رسل کی صفت یا حال
فمن اتقٰی شرط فلاخوف جواب جملہ جواب شرط اوّل
والذین الخ مبتدا اولئک جملہ خبر۔ فمن مبتدا اظلم خبر
یتوفونہم حال ہے رسلنا سے ما بمعنی الذی تدعون
میں ضمیر عائد اس کی طرف محذوف تقدیرہ تدعونہ۔ فی النار
متعلق ہے ادخلوا سے۔ کلما دخلت شرط لعنت جواب
اذا ادّارکوا اصلہ تدارکوا ت کو د سے بدلا اور ساکن کرکے

ف۱ یعنی نوشتۂ ازلی کا ۱۲ منہ

ادغام کر دیا پھر ہمزۂ وصل اور زیادہ کر دیا۔ جمیعًا حال ہے
فاعل اِدّارکوا سے یہ سب شرط قالت الخ جواب۔ وکذلک
مفعول ہے نجزی کا۔

تفسیر

مسائل حلال وحرام بیان کرنے کے بعد کچھ آخرت کا حال بیان کرنا بھی ضروری تھا کہ جہاں اس دنیا کے تمام افعال نیک و بد کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اور آخرت کی پہلی گھاٹی یا اوّل سیڑھی انسان کی موت ہے کہ پھر اس کے بعد سے وہاں کا دوسرا کارخانہ شروع ہوتا ہے اس لئے سب سے اوّل یہ فرمایا لکل امۃ اجل الخ کہ دنیا میں ہر ایک قوم کا ایک وقت معین ہے کہ جس کی افراد یکے بعد دیگرے فنا ہونے سے وہ قوم فنا ہو جاتی ہے (پچاس ساٹھ برس میں وہ دَور تمام ہو جاتا ہے) کل شاہ جہاں کے لاکھو سپاہی ہزاروں خادم تھے آج ان میں سے ایک خدمتگار تو کیا ان کی فوج میں سے کسی گھوڑے کی زین اور لگام بھی دکھائی نہیں دیتی نہ اس وقت کا کوئی موافق ہے نہ مخالف ہائے یہ سب کے سب کہاں چلے گئے اور اپنے عہد کی چیزیں بھی ساتھ لے گئے وہ شاندار دربار اور اس کے امراء کہاں غائب ہو گئے؟ وہ ان کے محل کے تجمّل اور ان کے سامان کہاں چھپ گئے؟
ف زمین کھا گئی نوجواں کیسے کیسے: سو یہ ایک وقت ہر شخص کے لئے ایسا معین ہے کہ نہ کوئی اس سے آگے بڑھ سکے نہ پیچھے ہٹ سکے۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر قوم مخالف انبیاء ع کے عذاب کے لئے ایک وقت معین ہے ان کی جلدی سے پہلے نہیں ہو سکتا ہٹانے سے ہٹ نہیں سکتا۔

اب عالم آخرت کی سرگزشت شروع کرتا ہے اور وہاں کے عقاب و ثواب کا سبب بھی بتلاتا ہے کہ روز ازل ہم نے کہدیا تھا کہ اے بنی آدم! میں اپنے رسول تمہارے پاس بھیجوں گا وہ تمہیں میری آیات سنائیں گے پھر جس نے تقویٰ اور اصلاح اختیار کیا تو ان کے لئے کچھ خوف و غم نہیں اور جنھوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ ہمیشہ جہنم میں رہا کریں گے۔
اب وقتِ موت سے لے کر ہمیشہ تک کا ان کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کو ان کی تقدیر کا لکھا پیش آتا ہے وہ یہ کہ بوقتِ نزع فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے کو آتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ تمہارے معبود کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے؟ جواب دیں گے کہ اب وہ کھوئے گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔ آسمانوں میں اس کے انوار متجلّی ہیں اس کی تجلّیات اجرام علویہ میں بے انتہا ہیں، آفتاب ماہتاب ستارے سب نورانی چیزیں اسی لئے افلاک سے متعلق ہیں۔ اسی لئے ملائکہ اور ارواح مقدسہ کے لئے افلاک مسکن قرار پایا ہے اور بعد موت کے پاک روحیں اور نفوس مطہرہ اسی دار البہجۃ والسرور و فضاء النور کی طرف صعود کرتی ہیں اور نفوس خبیثہ بعد مفارقت بدن کے عالم سفلی یعنی اس زمین تاریک و تار کی طرف ان کی مناسبت طبعی سے پھینکے جاتے ہیں اس لئے فرماتا ہے۔ ان الذین کذبوا بآیاتنا و استکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء الخ کہ کفار و متکبرین کے لئے نہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں نہ یہ جنت میں داخل ہوں گے [2] جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا محال ہے

۱ف کسی حکیم و فیلسوف نے موت طبعی کے دور کرنے کی تو کیا بڑھاپا روکنے کی بھی تدبیر نہیں نکالی۔ اسی طرح اقبال و ادبار قومی کا بھی ایک وقت مقرر ہے جس طرح اقبال کسی کے زائل کرنے سے زائل نہیں ہو جاتا اسی طرح ادبار بھی کسی تدبیر سے نہیں رک سکتا اور جو آجاتے تو جا نہیں سکتا یہ ہیں خدائی پیمانے اور اس کے احکام مبرم، بھلا کوئی ان سے سرتابی تو کرے ۱۲ منہ

۲ف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایماندار کی روح کو ملائکہ آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں وہاں ان کے لئے دروازہ افلاک کے کھلتے ہیں (مشکوٰۃ) روح پاک اس تن کے قفس سے نکل کر سماوات کی طرف اس طرح دوڑتی ہے کہ جس طرح بلبل قفس سے نکل کر چمن کی طرف اڑتی ہے ف تو ئی آں دستِ پرور مرغ گستاخ : کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ + چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی : چو دونان چغد ایں ویرانہ گشتی + بیفشاں بال و پر ز آمیزش خاک : بپر تا کنگر ایوان افلاک + ارواح خبیثہ جو اس دنیائے تنگ و تاریک کے لذائذ پر عشق ہیں (اخلد الی الارض) وہ وہاں نہیں جانے پاتیں۔ بعض انبیاء ع زندہ ہی آسمانوں پر چلے گئے ۱۲ منہ

اسی طرح اُن کا اس عالم قدس میں۔ اس سے پہلی آیتوں قال ادخلوا فی اُمم قد خلت من قبلکم الخ میں حشر کے روز کا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اُن کے لئے حکم ہوگا ان کو اُن سے پہلے جو گمراہ اُمتیں گزری ہیں اُن کے ساتھ ملا کر جہنم میں داخل کر دو یہاں تک کہ جب سب وہاں جا پڑیں گے تو پچھلے لوگ خداتعالےٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو تو اُن بڑے بزرگوں نے گمراہ کیا ہے بُری رسمیں چلا گئے تھے ہم اُن پر چلے اُن کو زیادہ عذاب دے۔ اُن کے مقتدا کہیں گے کہ اُن کو ہم پر کیا فوقیت ہے یہ بھی گمراہی میں شریک اور مساوی ہیں اُنھوں نے ہمارا کیوں اتباع کیا؟ حکم ہوگا کہ تم میں سے ہر ایک کو ہر آن زیادہ عذاب ہے تم کو معلوم نہیں کہ دوسرے فریق کو بھی ایسا ہی روز افزوں عذاب ہو رہا ہے۔ پچھلی آیتوں میں اُن کی یہ اُمید بھی توڑ دی کہ کبھی تو نجات ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا

اور جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام کئے اور

نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

ہم کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ حکم بھی نہیں دیتے وہی اہل جنت

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا

ہیں۔ جو اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور اُن کے دلوں

مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ

کی رنجشوں کو بھی ہم دور کر دیں گے اُن کے نیچے نہریں

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

بہتی ہوں گی۔ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اُس اللہ کے لئے

الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ

ہیں کہ جس نے ہم کو اس کی رہنمائی کی۔ اور ہم تو کبھی راہ نہ پاتے

لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ

اگر اللہ تعالےٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا بے شک ہمارے پاس ہمارے رب کے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ

رسول صادق دین (حق) لے کر آئے۔ اور (وہاں) اُن کو سنا دیا جائے گا کہ تم

الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ

اس جنت کے وارث کئے گئے ہو اُن عملوں کی وجہ سے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا کرتے تھے۔

ترکیب

والذین مبتدا اولئک الخ خبر لانکلف جملہ معترضہ ما موصولہ مع صلہ مفعول نزعنا من غل اس کا بیان۔ تجری الخ جملہ حال صدورہم کی ضمیر سے والعامل معنی الاضافۃ وما کنا الخ جملہ حال ہے ان ہدانا بتاویل مصدر محل رفع میں ہے مبتدا ہو کر کس لئے کہ لولا کے بعد جو اسم واقع ہوتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے جواب لولا محذوف دلالت کرتا ہے اس پر لنہتدی۔ ان تلکم ان مفسرہ ہے اور مخففہ بھی ہو سکتا ہے تب اس کا اسم محذوف ہوگا اور اس کے بعد کا جملہ خبر ہوگا تقدیرہ ای نودوا انہ تلکم الجنۃ یہ اوّل صورت میں بیان ہوگا ندا کا۔

تفسیر

جب کہ اہل شقاوت کا مآل کار بیان فرما چکا تو اُس کے بعد اہل سعادت کا حال بیان فرماتا ہے اگرچہ اوّل آیت میں اجمالاً اُن کا کچھ حال بیان کیا تھا کہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون جیسا کہ کافروں کا بھی اجمالاً حال کھول دیا تھا کہ اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ لیکن ہنوز کان مشتاق تھے کہ اصحاب النار اور اصحاب الجنۃ کی کچھ اور بھی تفصیل فرمائی جاوے اس لئے کفار کے حال کی تفصیل فرما کر مومنوں کے حال کی تفصیل فرماتا ہے۔ والذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کہ جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام بھی کئے ہیں (اور چونکہ اچھے

ـلہ یعنے جنت میں آنے کا رستہ بتایا اگر وہ نہ چاہتا تو اُس کا رستہ نہ بتلاتا یوں ہی بھٹکتے بھٹکتے مرجاتے جہنم میں جا گرتے ۱۲ منہ

کاموں کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ ہی جملہ معترضہ میں یہ بھی کہدیا
کہ ہم کسی کو طاقت سے بڑھ کر تکلیف بھی نہیں دیتے یعنے جن
اعمالِ صالحہ پر دار الخلد ملتا ہے وہ کچھ ایسے بھاری اور مشکل
بھی نہیں) وہ اہلِ جنت ہیں اور یہ بات بھی نہیں کہ جنت
میں سے نکالے جانے کا یا موت کا کھٹکا لگا ہو بلکہ ہم فیہا
خالدون کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے حیاتِ ابدی ان کو
نصیب ہوگی اور یہ بات بھی نہ ہوگی کہ وہاں درجاتِ متفاوتہ
دیکھ کر کم رتبہ والے کو بڑے رتبہ والے پر رشک و حسد آوے
اور پھر بھی کوفتِ قلبی اس کے تمام عیش کو بسر کردے جیساکہ
دنیا میں بعض لوگوں کے پاس تندرستی فراخ دستی آرام کے
سامان مہیا ہوتے ہیں مگر پھر بھی کسی کے حسد و رشک میں
یا کسی کاوش میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے یہ سب لذائذ اس
کی آنکھوں میں ہیچ ہوجاتے ہیں اور وہ ان سے متمتع نہیں
ہوسکتا بر خلاف عالمِ قدس کے کہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل
کہ ہم ان کے دلوں کو بھی اس خباثت سے پاک کردیں گے
کسی پر حسد[1] و رشک باہم کینہ و رنج کچھ نہ ہوگا دنیا کی رنجشیں
بھی دور ہوجاویں گی۔ تجری من تحتہم الانہار ان کے عمدہ
اور نفیس باغوں اور محلوں سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کے
فضل و رحمت اور انواعِ مکاشفات اور ہر قسم کی سعادت
روحانیہ کے چشمے اور انہار ان کے قدموں کے تلے سے بہیں گے
ان ناز و نعیم میں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ستایش کیا کریں گے
وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ الخ
کہ سب طرح کی ستایش اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جس نے
ہم کو اس کی رہنمائی کی یعنے ہمارے دل میں راہ راست کی
طرف خواہش پیدا کی جو ہم کو اس دار الخلد میں لایا دع:۔
انبیاءؑ جنت کی سیدھی سڑک ہے) جنت میں وہ تمام نعمائے
الٰہی دیکھ کر کہ جن کی رسولوں نے خبر دی تھی تصدیق کریں گے
اور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں نے جو کچھ کہا تھا سب

[1] بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۱۲

حق ہے پھر وہاں منادی آواز دے کر کہے گا کہ یہ جنت تمہارے
اعمال کا بدلہ ہے جو اس نے اپنے فضل سے تمہارے اعمال پر
مرتب کیا، اللّٰہم ارزقنا الجنۃ بلا حساب۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ
اور اہلِ جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ
أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
ہم نے تو جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا اس کو حق پا لیا
فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ط
پھر کیا تم نے بھی جو کچھ تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا حق پایا۔
قَالُوا نَعَمْ ج فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ
وہ کہیں گے ہاں۔ پھر کوئی منادی ان میں پکار کر کہے گا کہ
أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (۴۴)
ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار۔
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
وہ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے
وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ج وَهُمْ بِالْآخِرَةِ
اور اس میں کجی نکالتے تھے۔ اور وہ آخرت سے بھی
كَافِرُونَ (۴۵) وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج وَعَلَى
منکر تھے۔ اور دوزخ و جنت کے درمیان حجاب ہوگا۔ اور اعراف پر
الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا
ایسے لوگ ہوں گے کہ جو ہر فریق کو ان کے آثار سے پہچانتے
بِسِيمَاهُمْ ج وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
ہوں گے۔ اور وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے کہ
أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
السلام علیکم اور وہ ہنوز جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور
يَطْمَعُونَ (۴۶) وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ
اس کی آرزو میں ہوں گے۔ اور جب ان کی نظریں دوزخیوں

تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

کی طرف پھریں گی　　تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

ظالم لوگوں کے ساتھ میں نہ کیجیو۔　　اور اعراف والے اُن لوگوں کو

الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ

(دوزخیوں کو) کہ جن کو وہ اُن کے آثار سے پہچانتے ہوں گے پکار کر

قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ

(یہ) کہیں گے کہ تو تمہارے جتھے ہی کچھ کام آئے اور نہ تمہارا

تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۴۸ اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ

تکبر کرنا۔　　کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی نسبت

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ

تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کچھ بھی رحمت نہ کرے گا۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ

(اے فقرائے اسلام) چلے جاؤ جنت میں نہ تم پر کچھ خوف ہے　　اور نہ

لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۴۹ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

تم کو کوئی رنج ہوگا۔　　اور دوزخی　　اہل جنت

النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا

کو پکاریں گے　　کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو

مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا

یا جو کچھ تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے (اس میں سے کچھ دے دو)　　اہل جنت جواب

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰

دیں گے کہ ان دونوں[۴] چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

(اور ان پر) کہ جنھوں نے اپنا دین کھیل اور کود بنا رکھا تھا　　اور اُن کو

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

زندگی دنیا نے فریب میں ڈال رکھا تھا۔　　پس آج ہم بھی اُن کو

نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

ویسا ہی بھول گئے جیسا کہ وہ اپنے اس روز کے پیش آنے کو بھول گئے تھے

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

٨ ع ٥ / ١٢

ترکیب

نادیٰ فعل اصحٰب الجنۃ فاعل اصحٰب النار مفعول ان مفسرہ جو بیان ندا کرتا ہے حقاً وجدنا کا مفعول ثانی ہے۔ ما وعدربکم مفعول اوّل وعدکم بقرینۂ اوّل کلام محذوف۔ بینھم اذّن یا مؤذّن سے متعلّق۔ ان مفسرہ اذّن کی تفسیر کے لئے۔ الذین الظالمین کی صفت، یعرفون رجال کی[*] قالوا تفسیر ہے نادیٰ اصحٰب الاعراف کی۔ اَھٰؤلاء جملہ قالوا کا بیان ہے اور اشارہ ہے اہل الجنّۃ کی طرف خطاب کفار سے ہے۔

تفسیر

اس جگہ اہلِ جنّت واہلِ دوزخ کی باہم گفتگو کا ذکر کرتا ہے کہ جس سے حسرت ٹپکتی ہے۔ کہ اہلِ جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ لو جی ہم نے تو جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا برحق پالیا تم نے بھی جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا برحق پایا؟ وہ جواب دیں گے ہاں تب ایک فرشتہ آوازہ دے کر کہے گا کہ لعنت ہے خدا کی ظالموں پر جو لوگوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور اُس[ع] میں کجی نکالتے تھے اور آخرت کے بھی منکر تھے۔

[*] [illegible]

ع تلقاء اصل میں مصدر ہے اور بکسر تا بہت ہی کم مصدر آتے ہیں جیسا کہ تبیان ہاں اسماء بہت ہیں جیسا کہ تمساح اور تمثال اور جگہ تلقاء منصوب ہے ظرف مکان ہونے کی وجہ سے بمعنی ناحیۃ ۱۲ منہ　۱؎ یعنے متکبّر اور دولتمند کافروں سے جو بڑے اتراتے تھے اعراف والے کہیں گے ۱۲ منہ　۲؎ جو جنّت میں غریب مسلمان ہیں ۱۲ منہ　۳؎ یعنی اہلِ اعراف اُن فقرائے اسلام سے کہ جن کے حق میں دنیا میں کفار نے قسمیں کھا کر یہ کہا تھا الزام دینے کے بعد یہ کہیں گے کہ خود اُن کافروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوتی سو تم جنت میں بلا خوف داخل ہو جاؤ ۱۲ منہ　۴؎ یعنے پانی اور کھانے کو

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ جنت تو عالم قدس ہے جو آسمانوں سے بھی بالا ہے اور جہنم سب سے نیچے کے طبقے میں ہے پھر یہ باہم بات چیت کیونکر ہو گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عالم قدس میں بُعد و مسافت ادراک و ابصار کو مانع نہیں۔ وہ اپنی جنت کی کھڑکیوں سے منہ نکال کر وہیں بیٹھے بات چیت کر سکیں گے۔ وبینہما حجاب وعلی الاعراف رجال الخ اب یہاں سے اور بھی جنت و دوزخ کے حالات کی تصریح کرتا ہے کہ جس سے وہاں کی اچھی طرح کیفیت ناظر کو معلوم ہو تاکہ دنیا اور اُس کے لذائذ فانیہ پر لات مار کر عالم باقی کا شوق دل میں جوش زن ہو اور وہاں کے عذاب دائمی سے دل میں خوف پیدا ہو۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل حجاب ہو گا جس کا ذکر اس آیت میں بھی آیا ہے فضرب بینہم بسور لہ باب گو جنت اور دوزخ میں بہت کچھ فاصلہ ہے مگر تاہم عالم قدس اور عالم ظلمات کے درمیان ایک حد فاصل ضرور ہے جس کو حجاب اور دیوار سے تعبیر کیا ہے نہ یہ مراد کہ اُن کے درمیان کوئی اینٹ گارے کی ایسی دیوار چنی ہو گی جیسی کہ آس پاس کے دو گھروں میں دیوار ہوتی ہے۔

اعراف، عرف کی جمع ہے جس کے معنے بلند مکان کے ہیں اور اسی لئے عرف الدیک گھوڑے اور مرغ کی چوٹی کو کہتے ہیں جو جسم میں مرتفع ہوتی ہے۔ علماء کے اعراف کے بیان میں دو قول ہیں (اوّل) جمہور کا قول ہے کہ اعراف سے اُس حجاب یا دیوار مذکور کی چوٹیاں مراد ہیں اور ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے (دوم) حسن بصریؒ اور زجاج کا ایک قول ہے اعراف بمعنی معرفۃ، علی الاعراف اے علی معرفۃ اہل الجنۃ والنار رجال یعرفون کل احد من اہل الجنۃ والنار بسیماہم (کبیر) کہ اہل جنت و دوزخ کے پہچاننے کے لئے خدا تعالیٰ ایسے لوگ وہاں مقرر کرے گا کہ جو ہر ایک کو اُن کے علامات سے پہچانتے ہوں گے۔ پھر اُس کی تفصیل میں چند قول ہیں:

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوں گے کہ جو ملائکہ ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا شہداءؒ غرض وہ لوگ ہوں گے جو دُنیا میں خدا تعالیٰ کے گواہ تھے جو ہر اہل خیر ایماندار متقی اور اہل شر مُشرک کافر فاسق کو پہچانتے تھے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو اعراف یعنی بلند مقامات پر بٹھلا کر ہر ایک اہل خیر و اہل شر کا انجام کار جنت و دوزخ دکھائے گا اور گویا وہ عدالت آسمانی میں ہر ایک اہل خیر و اہل شر کے لئے سچی سچی شہادت دینے کے لئے خدا تعالیٰ کے مقرر گواہ ہوں گے جو بلند کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے جب تمام کا فیصلہ ہو چکے گا تب وہ جنت میں جاویں گے لم یدخلوہا وہم یطمعون کے یہی معنے ہیں کہ قبل فیصلہ فریقین جنت میں نہ جائیں گے مگر اُس کا اُن کو یقین ہے کہ بعد میں داخل ہوں گے۔ طمع بمعنے یقین بھی آتی ہے کما فی قولہ تعالیٰ حکایۃً عن ابراہیم علیہ السلام والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین وذلک الطمع کان طمع یقین۔ سو وہ اہل جنت کو بطور مبارک باد کے کہیں گے سلام علیکم کہ تم پر خدا تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ اور جب اُس مقام سے اُن کی آنکھ جہنمیوں کی طرف پھرے گی تو خدا تعالیٰ کی پناہ مانگیں گے کہ الٰہی! تو ہم کو اس ظالم گروہ سے دُور رکھیو۔ پھر اُن میں سے اُن لوگوں کو کہ جن کو وہ دنیا میں پہچانتے تھے باآواز بلند یہ کہیں گے بطور ملامت و سرزنش کہ اے فلاں! اے فلاں! آج کے دن تمہاری جمیع مال و زر کہ جس کے لئے تم دین کو برباد کرتے تھے اور تمہاری وہ جمعیت نوکر چاکر لشکر فوج یار اعوان برادری کے جتھے جن پر تم کو بڑا گھمنڈ تھا کچھ بھی کام نہ آئے۔ اہل جنت میں سے اُن غریب و مفلسوں کی طرف اشارہ کر کے کہ جن کو کفار دنیا میں اپنی شوکت و حشمت مال و جاہ سے ذلیل و حقیر سمجھتے اور اُن کی نسبت قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر آخرت میں بھی کچھ رحمت نہ کرے گا) یہ کہیں گے کہ لو دیکھو یہی ہیں وہ کہ جن کی نسبت تم ایسا ایسا کہتے تھے۔ اے اہل جنت! تم جنت میں رہو نہ تم پر کچھ خوف ہے نہ کچھ غم ہو گا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ادخلوا الجنۃ اہل اعراف کی طرف خطاب ہے کہ

فریقین کا فیصلہ ہو چکا تو اب تم بھی جنت میں چلو آرام کرو۔ تمہیں بھی نہ کچھ خوف ہے نہ غم کیونکہ دوزخیوں کو دیکھ کر ڈرتے اور دعا کرتے تھے کہ کہیں ان میں نہ ملائے جائیں۔

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اہلِ اعراف وہ لوگ ہیں کہ جن کی نیکی اور بدی مساوی ہو گی۔ نہ جنت کے قابل ہوں گے نہ دوزخ کے جیسا کہ اہل الصلوٰۃ میں سے فساق یا اطفال مشرکین یا جو بغیر اجازت والدین کے جہاد میں جا کر شہید ہوئے سو ان کو خدا تعالیٰ جنت و دوزخ کے درمیان ایک بلند مکان پر جگہ دے گا کہ جو فریقین کا حال دیکھیں گے دوزخیوں کو دیکھ کر ڈریں گے اور پناہ مانگیں گے کہ الٰہی ان میں ہمیں داخل نہ کیجیو اور اہلِ جنت کو دیکھ کر ایک عجیب آرزو کے ساتھ ان کو سلام کریں گے اور دل میں جنت کی آرزو رکھتے ہوں گے آخر اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں جگہ دے گا۔ ادخلوا الجنۃ لاخوف علیکم ولا انتم تحزنون یہ قول حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور بعض احادیث سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس پر عبارتِ قرآنیہ کے لحاظ سے اعتراض ہو سکتا ہے کہ آیاتِ مذکورہ میں بعض الفاظ چسپاں نہیں ہوتے اوّل لفظ ان تلکم الجنۃ اور نودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون کہ جنت اعمال کی وجہ سے ملے گی اور جب اُن کے اعمال جنت کے قابل نہیں تو فضل سے ملنا کیسا؟ دوم اصحاب الاعراف ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہ لوگ بلند مقام پر بٹھلائے جاویں گے جس سے عزت سمجھی جاتی ہے اور جب اُن کی نیکی بدی سے زیادہ نہ ہوتی بلکہ مساوی جس لئے یہ ہنوز جنت میں داخل نہ کئے گئے تو پھر یہ عزت کیسی؟ لیکن ان اعتراضوں کے جواب بھی بہت سہل ہیں اوّل کا یوں کہ اورثتموہا بما کنتم تعملون ایک قوم معین سے خطاب ہے نہ کہ سب سے۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ بلند مقامات پر بٹھلانے سے تعظیم و شرف نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ ایک مرتبہ ہے جنت دوزخ کے درمیان اور اُس کی بلندی جہنم کے گڑھے سے ہے نہ کہ جنت سے، وفیہ مافیہ۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ اہلِ جنت و اہلِ دوزخ کی ایک حسرتناک گفتگو نقل کرتا ہے جس کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں وہ یہ کہ ونادیٰ اصحٰب النار اصحٰب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ، دوزخی جنتیوں سے نہایت عاجزی سے سوال کریں گے کہ جہنم کی گرمی اور اس کے شعلوں نے ہمارے دل بھون ڈالے پھر کچھ پانی ڈال دو یا جو کچھ خدا تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اوپر سے وہی پھینک دو۔ اہلِ جنت اُن کے جواب میں کہیں گے ان اللہ حرمہما علی الکافرین کہ خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ پھر آگے اُن کے صفات بیان کرتے ہیں۔ اوّل الذین اتخذوا دینہم لہوًا ولعبًا کہ جنہوں نے اپنا دین دنیا میں کھیل کود بنا رکھا تھا عمر گرانمایہ کو کس لہو ولعب میں صرف کیا۔ دوم غرتہم الحیٰوۃ الدنیا کہ اُن کی حیاتِ دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا تھا اُسی کے تجملات و لذائذ میں مصروف تھے فالیوم ننسٰہم کما نسوا لقاء یومہم ہٰذا الخ سو آج ہم بھی اُن سے یوں ہی پہلو تہی کریں گے جیسا کہ وہ کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور بے شک ہم نے ان کو وہ کتاب پہنچا دی ہے کہ جس کو ہم نے خبرداری سے

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ

کیا وہ اسی کے آنے ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس دن اُس کا

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ

وقت آ جاوے گا تو جو اُس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہیں کہنے

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

لگیں گے کہ تحقیق ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس سچی بات لائے

بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا

تھے۔ پھر ہمارے معبودوں میں سے کوئی ہے کہ ہماری سفارش کرے

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا

یا ہم واپس بھیجے جائیں تاکہ ہم جو کچھ کرتے تھے اُس کے برخلاف

نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

کریں۔ بے شک انھوں نے آپ اپنا ستیاناس کیا اور جو کچھ کہ وہ

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۵۳ ع ع ٦ ١٣

(دل سے) گھڑ لیا کرتے تھے سب گیا گزرا ہوا۔

ترکیب

بکتاب بذریعہ ب مفعول ثانی جئنا کا کیونکہ یہ بمعنے اتینا ہوگیا۔ فصّلناہ اُس کی صفت علیٰ علم بمعنے عالمین حال ہے فاعل فصّلنا سے ہدًی ورحمۃً کتاب سے حال ہیں یوم ظرف ہے یقول کا قد جاءت جملہ مقولہ ہے۔ اسی طرح فہل لنا۔ فیشفعوا منصوب ہے جواب استفہام کی وجہ سے۔ او نرد مرفوع ہے معطوف ہے موضع من شفعاء پر۔

تفسیر

اہلِ جنّت کے درجات اور اہلِ دوزخ کے حالات اور اہل اعراف کے مقالات و کلمات کا ذکر عالمِ غیب کی ایسی خبر ہے کہ جس تک عقل کی بغیر مددِ الہامِ الٰہی ہرگز رسائی نہیں اور ایسی باتیں بیان کرنا ہادیٔ برحق کا اوّل کام ہے تاکہ انسان اپنے انجام سے خبر پاکر سعادت کی طرف مائل ہو۔ اس لئے ان آیات میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ اے لوگو! تم ان باتوں میں ہرگز شک نہ کرو کیونکہ ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب یعنی قرآن بھیجا ہے کہ جس میں کمالِ علم سے ہم نے ہر ایک کی تفصیل کردی۔ منجملہ اُن کے عالمِ آخرت کے یہ حال بھی ہیں کہ جن کو سُن کر منکرینِ حشر تکذیب کرتے ہیں کیونکہ جو شقی ازلی اور کور باطن ہیں اُن کو خدا تعالےٰ کے نوشتوں اور اُس کے فرستادوں پر یقین نہیں آتا سو اس کتاب سے اُن کو بے نصیبی ہے۔ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اُس کی برکتوں سے حصّہ پاتے اور اُس کی کسی بات میں بھی شک نہیں لاتے ہیں۔ برخلاف اُن بدنصیبوں کے جن کے دلوں کو حبِّ مال وجاہ اور خواہش لذائذ جسمانیہ نے دنیا پر مائل کردیا ہے اُن کے کان اس کا سُننا بھی پسند نہیں کرتے کہ یہ نعمتیں اور یہ یہ عیش و نشاط کے سامان چھوڑ کر کسی اور جہان میں جانا اور وہاں اپنے اعمال کی سزا پانا ہے اور پھر وہاں ہمیشہ رونا پیٹنا ہے نعمتوں کی جگہ زقوم، سرد پانی کی جگہ کھولتا پانی پینا اور دہکتی آگ میں جلنا ہے۔ اور سُنتے بھی ہیں تو کب یقین کرتے ہیں بلکہ یہی کہنے لگتے ہیں کہ جب دیکھیں گے تو مانیں گے ہل ینظرون الا تاویلہ کے یہی معنے ہیں (تاویل مرجع اور کسی چیز کا انجام و مصیر من قولہم آل الشئ یؤل) ایسی خیالی باتیں اور دڑکے سُنا ہی کرتے ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ یوم یاتی تاویلہ الخ کہ جس روز اُس کتاب کی تاویل یعنی جو کچھ اس میں قیامت کے حالات کے متعلق لکھا ہے ظاہر ہوگا اور وہ وقت آجائے گا تو پھر ایمان لانا ہی کیا فائدہ دے گا۔ تب تو اس کا مشاہدہ کرکے خود بخود وہ لوگ جو اس کو دنیا میں بھولے ہوئے تھے یہ کہیں گے کہ ہمارے ربّ کے رسولوں نے جو کچھ کہا تھا برحق نکلا۔ پھر وہاں اصلاحِ نفس اور تکمیل کی مہلت کہاں؟ اس لئے اپنے اعمالِ بد کے بدنتیجہ کو پاکر یہ کہیں گے کہ ہائے آج کوئی ہے کہ ہماری سفارش کرے تاکہ ہم اس عذابِ ابدی سے نجات پاویں یا ہم کو دوبارہ دُنیا میں بھیجا جاوے کہ وہاں جاکر تکمیلِ نفس اور اسبابِ سعادت حاصل کریں مگر یہ نہ ہوگا اُنھوں نے آپ اپنے تئیں خسارہ میں ڈال دیا اور اب اُن کی وہ تمام من سمجھوتیاں جاتی رہیں۔ آنکھ کھلی تو کچھ اور ہی دیکھا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

(لوگو!) تمہارا رب وہی اللہ تو ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

چھ روز میں بنادیا پھر عرش پر

عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ

جا بیٹھا۔ ڈھکتا رات کو دن کی پوشش بناتا ہے

يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ

جو اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتی چلی آتی ہے اور اسی نے آفتاب اور چاند اور

ن ڈھانکتا ہے رات کو دن سے۔

ع۵ حاشیہ ص۳۹۳ پر ملاحظہ ہو۔

النُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ

ستارے (بنائے) جو اس کے حکم کے پابند ہیں۔ دیکھو اسی کا کام ہے پیدا

الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ

کرنا اور حکم دینا۔ مبارک ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہان کا

الْعَالَمِينَ (۵۴) ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا

پرورش کرنیوالا ہے۔ اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ

وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (۵۵)

پکارو۔ کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ

اور ملک میں اس کے درست ہوجانے کے بعد خرابی نہ

إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ

کرو اور اسی کو خوف اور امید سے پکارو۔

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ (۵۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

ترکیب

ربکم اسم ان اللہ الخ خبر یغشی جملہ مستانفہ اس کا فاعل ضمیر راجع اللہ کی طرف۔ اللیل مفعول اوّل النہار مفعول ثانی۔ والشمس والقمر الخ معطوف ہیں السموات پر مسخرات ان سے حال ہے بامرہ مسخرات سے متعلق ہے تضرعًا وخفیۃً حال ہیں فاعل ادعوا سے اسی طرح خوفًا وطمعًا۔ قریب مذکر آیا بلحاظ رحمۃ مونث کا صیغہ نہ آیا وزن فعیل ہونے کی وجہ سے۔

تفسیر

مسائل معاد کے بعد وہ دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ

کا وجود اور اس کا ہر ایک چیز پر قبضہ و اقتدار ثابت ہو تاکہ مسائل معاد کی تقویت ہو جائے[عہ] اور قرآن علم مبدء کے بعد معاد اور معاد کے بعد مبدء۔ اور مسائل نبوت اور توحید کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے۔

ان ربکم اللہ آسمانوں اور زمین کے حالات و تغیرات حرکات و سکون اختلاف کواکب اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ یہ چیزیں ازخود نہیں ہیں ضرور ان کو کسی حکیم و علیم نے بنایا ہے (چھ روز میں)۔ معلوم ہوا کہ اس کائنات کا بنانے والا ہر صفت میں مخلوق سے نرالا اللہ تعالیٰ ہے۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد ثم استوای علی العرش عرش پر قائم ہوا۔ اس جملہ کو خدا تعالیٰ نے حسب موقع سات جگہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے (۱) یہاں (۲) سورۂ یونس میں (۳) رعد میں (۴) طٰہٰ میں (۵) فرقان میں (۶) سجدہ میں (۷) حدید میں ٭ اور احادیث میں بھی اس قسم کے الفاظ جناب باری تعالیٰ پر اطلاق کئے گئے ہیں۔ اس لئے فرقہ کرامیہ وغیرہ میں اہل بدعت نے ان لفظوں کو حقیقی معنے میں تسلیم کر کے خدا تعالیٰ کے لئے عرش یعنی تخت پر بیٹھنا ثابت کیا ہے۔ اور اُن کے مقلدین نے تو فی زماننا یہ غلو کیا ہے کہ عرش اور اُس پر بیٹھنے کے معنے جو اجسام سے مختص ہیں تسلیم کر لئے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط فہمی ہے۔ اوّلاً تو یوں کہ اگر اس جملہ کو حقیقی معنے پر محمول کیا جاوے تو سورۂ انعام میں جو ہو اللہ فی السموات آیا اور اس کے بعد آپ ہی آسمانوں کی چیزوں کو اپنی ملک فرمایا بقولہ قل لمن ما فی السموات والارض قل اللہ جس سے آپ اپنی ملک ہونا لازم آتا ہے اور نیز اور آیات وجہ اللہ وید اللہ کو اور ان احادیث کو کہ جن میں خدا تعالیٰ کا مصلے کے سامنے ہونا اور کنوئیں میں ڈول ڈالتے وقت اُسی پر گرنا آیا ہے حقیقت پر محمول کرنا پڑے گا جس سے عرش کی خصوصیت باطل ہو کر اور بہت سی جگہوں میں خدا تعالیٰ کا ہونا ثابت ہوگا جس کا کوئی بھی اہل اسلام قائل نہیں اور اگر اُن کو آیات و صفات

عہ (حاشیہ صفحہ ۳۹۲) قال اللیث الحث الاعجال تقال حثثت فلانًا فاحتث فہو حثیث ومحثوث ای مجد سریع یعنی حث کے معنے جلدی کرنا حثیث جلدی کرنے والا دوڑنے والا ۱۲ منہ

عہ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا قادر و علیم موجود ہے تو اس نے جو کچھ انسان کے مرنے کے بعد ظہور میں آنے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی حق ہے اور اس کا اس عالم میں جزا و سزا دینا ممکن اور قابل پذیرائی ہے ۱۲ منہ

متشابہات قرار دے کر مجازی معنے پر محمول کریں گے تو اس جملہ کو بھی مجازی معنے پر محمول کرنے سے کون مانع ہے۔ ثانیاً یوں کہ علاوہ بیشمار دلائل عقلیہ کے (منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہو تو اس کے لئے جسمانیت ثابت ہو، دوم اگر استویٰ کے معنے استقر کے لئے جاویں تو ثم کا لفظ اس بات کو ثابت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کس چیز پر بیٹھا تھا اور کاہے پر کھڑا ہوا تھا اور اب اگر ہر وقت عرش پر بیٹھا رہتا ہے اور عرش کی حرکت دوری سے کبھی نیچے کبھی اوپر ہونے کی تکلیف بھی اٹھاتا ہے تو پھر پچھلی رات کو اس سے نیچے کیوں اتر آتا ہے؟ اور زمین پر نمازی کے سامنے کیوں آکھڑا ہوتا ہے وغیر ذلک) بہت سے دلائل نقلیہ آیات و احادیث اس کی تنزیہ وتقدیس پر دلالت کرتی ہیں جن سے اس جملہ کے معنے مجازی لینے پڑے۔ اس سے آیت میں اور دیگر مقامات میں ماسبق و مالحق کو خیال کیا جائے تو صاف معنے اس کے یہ ہوں گے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر وہ استوے علے العرش اے حصل لہ تدبیر المخلوقات علی ماشاء واراد الخ اے استویٰ علے العرش الملک والجلال (کبیر) تمام کائنات کی تدبیر و تصرف کی طرف متوجہ ہوا عرش یعنی تخت ملک وجلال پر بیٹھا۔ قفال کہتے ہیں العرش فی کلامہم ہو السریر الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ عن نفس الملک یقال ثل عرشہ اے انتقض ملکہ وفسد واذا استقام الملکہ واطرد امرہ وحکمہ قالوا استویٰ علے عرشہ و استقر علے سریر ملکہ۔ کیونکہ اس کے بعد فرماتا ہے یغشی اللیل النہار کہ وہ رات کو دن سے بدلتا ہے، کہ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات دوڑتی چلی آتی ہے۔ اور آفتاب و ماہتاب ستارے سب اس کے حکم پر مسخر ہیں۔ ہر ایک ایک خاص بات پر مامور ہے جس سے وہ سرتابی نہیں کر سکتا۔ اس میں تمام عالم کا انتظام سربستہ ہے سو یہ بات بغیر قادرِ مطلق کے ممکن نہیں اتفاقی امور میں یہ انتظام کہاں؟ چونکہ عالم وجود کی دو قسم ہیں ایک جسمانیات خواہ علویات یا سفلیات افلاک و کواکب و عناصر جو محسوس ہوتے ہیں جن کو خلق کہتے ہیں۔ دوسری روحانیات ملائکہ و ارواح و نفوس اور ان کی تدابیر و انتظامات جو بظاہر انسان کو دکھائی نہیں دیتے جن کو عالم امر کہتے ہیں اس لئے اس کے بعد اول عالم کے انتظامات و اختیارات کو الا لہ الخلق میں دوسرے عالم کو جس کی خبر انبیاء نے دی ہے (کہ ہزار ہا فرشتے آفتاب کو کھینچتے ہیں، بادلوں کو ملائکہ ہانکتے ہیں، علی ہذا القیاس) والامر میں بیان فرمایا۔

بعد اس کے کہ اپنا خالق و قادر ہونا ثابت کر چکا بندوں کو تین حکم دیتا ہے جو اصولِ احکام ہیں۔ **اول** ادعوا ربکم کہ اپنے رب کو پکارو آہستہ اور عاجزی سے یعنے خلوصِ دل سے نہ کہ غل مچا کر دکھلانے کو۔ **دوم** زمین پر فساد نہ مچاؤ اس میں تمام حقوق العباد و حقوق اللہ آگئے۔ **سوم** ادعوہ خوفاً و طمعاً کہ خوف بھی رکھو اور اس سے امید بھی رکھ کر اسے پکارو اس کی مرحمت اجابت کے لئے پاس کھڑی ہوتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ
اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوش کرنے کو ہوائیں چلاتا

يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا
ہے۔ یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا

ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ
لاتی ہیں تو ہم ان کو کسی مردہ شہر کے لئے رواں کر دیتے ہیں پھر ہم اس ابر سے پانی

الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ
برساتے ہیں۔ پھر ہم اس سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔

كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۵۷﴾
اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے تاکہ تم سمجھو۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ
اور ستھری جگہ اپنے رب کے حکم سے اپنا سبزہ

ع عطا نے کہا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا آہستہ اور خفیہ کرنا بہتر ہے اس لئے آمین کا نماز میں خفیہ کہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں ۱۲ منہ

ف یعنے خشک زمین کی طرف ان بادلوں کو روانہ کر دیتے ہیں۔ خشک زمین کو مردہ سے تعبیر کیا گیا ۱۲ منہ

رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ

اُگاتی ہے۔ اور جو گندی ہے تو بجز حقیر چیز کے اور کچھ نہیں اُگاتی۔

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ

یوں پھیر پھیر کر ہم شکر کرنے والوں کے لئے دلائل بیان

یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

کرتے ہیں۔

ترکیب

بُشرًا ب اور ش دونوں کے ضمہ سے یہ جمع ہے بشیر کی جیسا کہ قلیب و قلب اور تخفیف کے لئے بسکون شین بھی پڑھا گیا ہے اور بعض نے ب کی جگہ ن بھی پڑھا ہے یہ حال ہے الریاح سے سحاب جمع سحابۃ اور اس لئے اس کی صفت میں ثقال جمع کا صیغہ آیا۔ نکدًا کمتر و حقیر۔

تفسیر

اس کے بعد عالم سفلیٰ سے اپنے وجود اور قدرتِ کاملہ پر دلائل بیان فرما کر انھیں دلائل سے دوسرے اہم مسئلہ حشر بالاجساد کو بھی ثابت کرتا ہے کہ جس طرح ہم اپنی قدرت سے سبزہ اُگاتے ہیں اسی طرح حشر کے روز تم کو زمین سے دوبارہ پیدا کریں گے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جس طرح ابرِ رحمت ہر جگہ یکساں برستا ہے مگر زمین کی قابلیت کے موافق نباتات اُگتے ہیں اچھے سے اچھے اور بُرے سے بُرے، اسی طرح قرآنِ مجید اور نبوّت کا ابرِ رحمت برابر فیض رساں ہے مگر جو ازلی گمراہ ہیں جن میں مادہ ہدایت نہیں وہ اس سے فیضیاب نہیں ہو سکتے جن کو قابلیت ہے وہ فیضیاب ہوتے ہیں۔ ہواؤں میں تصرّف کرنا کہ کبھی شمالی اور تھوڑی دیر میں جنوبی چلانا پھر بادلوں کا اُٹھانا اور بلدِ میّت یعنی خشک شہر یا زمین سے طرح طرح کے نباتات ایک ہی پانی سے پیدا کرنا اسی کے یدِ قدرت کا کام ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ

ہم نے نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا سو اُس نے کہا اے قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اُس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾

مجھے تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ

اُس کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تو تجھے صریح گمراہی میں پڑا ہوا

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ

دیکھتے ہیں۔ (نوحؑ نے) کہا اے قوم! میں تو کچھ بھی بہکا ہوا

بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

نہیں لیکن میں تو ایک رسول ہوں پروردگارِ عالم کی

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ

طرف سے۔ جو تم کو اپنے ربّ کے پیغام پہنچاتا اور

اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کے ہاں کی میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ

تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت پہنچی تم ہی میں سے ایک شخص کی معرفت

لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

تاکہ وہ تم کو متنبہ کرے اور تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ

سو انھوں نے اُس کو جھٹلا دیا پھر ہم نے اُس کو (نوحؑ کو) اور جو لوگ کہ اُس کے ساتھ کشتی میں

فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

تھے بچا لیا اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اُن کو

۷ع ۵ ۱۴

ف اما البلد فکل موضع من الارض عامرا وغیر عامر خالیا او مسکونا فھو بلد و الطائفۃ منہ بلدۃ والجمیع البلاد والفلاۃ تسمی بلدۃ۔ قال الاعشی ؎ وبلدۃ مثل ظہر الترس موحشۃ ۞ للجن باللیل فی حافاتھا زجل ۞ ۱۲ منہ

ع ۸ ۱۵

بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

غرق کردیا۔ کیونکہ وہ ایک اندھی قوم تھی۔

ترکیب

من الٰہٍ غیرہ من زائدہ الٰہ مبتدا لکم خبر غیرہ کو بالرفع پڑھا جاوے تو الٰہ کی صفت ہوگی علے الموضع یا وہ اس کے موضع سے بدل جیسا کہ لا الٰہ میں الا اللّٰہ فی ضلال مبین مفعول ثانی لنراک اگر اس کو رویت قلب سے لیا جائے ورنہ حال۔ ابلغکم جملہ مستانفہ اور بعلے المعنے رسول کی صفت بھی ہوسکتا ہے لان الرسول ہو الضمیر فی لکنی فے الفلک حال ہے ضمیر معہ سے۔

تفسیر

مسائل مبدء ومعاد اور ان کے دلائل ظاہرہ و براہین باہرہ کے بعد پھر انبیاء علیہم السلام کے قصے[عـه] ان چند فوائد کے لئے بیان فرماتا ہے۔ اوّل یہ کہ سرکشی اور انبیاء علیہم السلام سے سرتابی کچھ محمد علیہ السلام کی قوم کی ہی عادت خاصہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے لوگ انبیاء کے ساتھ ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔ دوم یہ کہ منکرین ہمیشہ سے انجام کار دنیا کی پھٹکار اور عذاب نار میں مبتلا ہوتے ہیں سو یہ بھی ہوں گے۔ سوم یہ کہ حضرت محمد علیہ السلام نے باوجودیکہ نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کسی استاد مورخ کی صحبت پائی پھر انبیاء علیہم السلام کے اس قدر مفصل صحیح صحیح حالات بیان کرنا بطور مورخین بلکہ ان نتائج کے ساتھ کہ جن کے سننے سے روح کپ کپا اٹھتی ہے ایک معجزہ عظیمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اسی علام الغیوب کا کام ہے جس کا یہ نبی ہادی کا فرانام ہے۔ اس میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی بھی ایک بڑی بھاری اور مستحکم دلیل ہے اہل انصاف اور حق پسندوں کے لئے۔ ان آیات میں جو کچھ رموز و اشارات ہیں اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کا حسن تعلیم ہے وہ بیان سے باہر ہے اور نیز مطالب بھی ان آیات کے بہت صاف اور واضح ہیں کچھ شرح کی حاجت نہیں کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید شریعت الٰہی کی کتنی سو برس تک تعلیم کی مگر بجز چند اشخاص کے قوم نے نہ مانا اس لئے ان پر طوفان آیا کہ سب کے سب پانی میں غرق ہوگئے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے صرف نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد اور ان چند ایمانداروں کو اور کچھ جانوروں کو ایک کشتی میں کہ جس کو حضرت نوحؑ نے بامر الٰہی بنایا تھا بچا لیا۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم غالباً ملک آرمینیا و ایشیائے کوچک میں آباد تھی۔ چنانچہ چند سال[عـه] ہوئے کہ ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف میں دبی ہوئی ایک کشتی دکھائی دیتی تھی جس کے دیکھنے کو دور دراز کے سیاح اور مورخ خصوصاً اہل یورپ آئے تھے۔ اس کشتی کی نسبت اکثر کا یہی گمان ہے کہ یہ نوحؑ کی کشتی ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ

اللّٰہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ اس کی قوم کے کافر سرداروں

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

نے کہا ہم تو تجھے بیوقوفی میں پڑا دیکھتے

سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

ہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ

اس نے (ہود نے) کہا اے قوم! مجھ میں تو کچھ بھی بیوقوفی نہیں لیکن

عـه کیونکہ آدمؑ کا قصہ اسی سورۃ میں بیان ہوچکا ہے ۱۲ منہ عـه یہ واقعہ تیرہ سو ہجری (سنہ ۱۳۰۰ھ) کا ہے جس کو اردو انگریزی اخبارات نے بار بار بیان کیا ہے ۱۲ منہ

رسول من رب العلمین ﴿٦٧﴾ ابلغکم

میں تو پروردگار عالم کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ کہ تم کو اس کے

رسلت ربی وانا لکم ناصح امین ﴿٦٨﴾

پیغام پہنچاتا ہوں، اور میں تو تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

اوعجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

علی رجل منکم لینذرکم واذکروا

تمہارے ڈرانے کے لئے تمہیں میں کے ایک شخص کی معرفت نصیحت پہنچی۔ اور (اللہ کی ان

اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح

نعمتوں کو) یاد کرو جب کہ تمہیں قوم نوحؑ کے بعد جانشین کیا

وزادکم فی الخلق بصطۃ فاذکروا

اور تن و توش میں بھی اور لوگوں سے زیادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے

الاء اللہ لعلکم تفلحون ﴿٦٩﴾ قالوا

احسان یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ وہ بولے

اجئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ما

کیا تو ہمارے پاس اسی لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جس کو ہمارے

کان یعبد اباؤنا فاتنا بما تعدنا

باپ دادا پوجتے تھے اس کو چھوڑ دیں پھر تو جس سے ہم کو ڈراتا ہے دیئے

ان کنت من الصدقین ﴿٧٠﴾ قال قد

(عذاب) اگر سچا ہے تو لے آ۔ (ہود نے) کہا تم پر تو

وقع علیکم من ربکم رجس وغضب

تمہارے رب کی طرف سے بلا اور غضب آ گیا۔

اتجادلوننی فی اسماء سمیتموھا

کیا تم مجھ سے ان ناموں میں جھگڑتے ہو کہ جو تم نے اور تمہارے باپ

انتم واباؤکم ما نزل اللہ بھا

دادا نے رکھ لئے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے کوئی بھی سند نہیں

من سلطن فانتظروا انی معکم

اتاری۔ پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں (کہ

من المنتظرین ﴿٧١﴾ فانجینہ والذین

کیا انجام ہوتا ہے!)۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو

معہ برحمۃ منا وقطعنا دابر

تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی جنہوں نے

الذین کذبوا بایتنا وما کانوا مومنین ﴿٧٢﴾

ہماری آیتیں جھٹلائیں تھیں اور وہ ماننے والے بھی نہ تھے۔

ترکیب

ہوداً بدل ہے اخاہم سے جو مفعول ہے فعل محذوف کا ای ارسلنا۔ ان جاءکم بتاویل مصدر مفعول ہے عجبتم کا من ربکم ذکر کی صفت یا حال۔ علی رجل حال بھی ہوسکتا ہے ای نازلاً علی رجل او جاءکم سے علی المعنی متعلق بھی ہوسکتا ہے لانہ فی المعنی نزل الیکم و فی الکلام حذف مضاف ای علی قلب رجل او علی لسان رجل۔ فی الخلق زادکم سے متعلق۔ وحدہٗ مصدر حال ہے اللہ سے ای منفرداً یا فاعل لنعبد سے ای موحدین لہ۔ و نذر معطوف ہے نعبد پر جو منصوب ہے اَن مقدرہ سے۔ ماکان الخ نذر کا مفعول۔

تفسیر

یہاں سے دوسرا قصہ قوم عاد کا شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک قوم بعد طوفان نوحؑ کے ملک عرب کے جنوبی حصہ میں آباد تھی۔ یہ لوگ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھا۔ عرب کا وہ جنوبی حصہ کہ جس میں ان کی سکونت تھی یمن کہلاتا ہے اس کا مسکن بمقام احقاف تھا کما قال تعالیٰ واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر اور یہ ایک ریگستان ہے جس کو رمل عالج کہتے ہیں ان کی وسعت آبادی عمان سے لے کر حضرموت تک تھی۔ لیکن یہ قوم نہایت شہ زور اور قد آور اور سرکش تھی،

لہ یعنی جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے اپنے معبود بنا رکھے ہیں ان کی اصل کچھ نہیں صرف نام ہی نام ہیں پھر ان پر مجھ سے جھگڑتے ہو جن کی کوئی بھی سند نہیں ۱۲ منہ

کما قال تعالیٰ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بسطۃ اس لئے ان کی حکومت عرب کے اکثر حصوں پر تھی اس قوم کو **عاد اُولیٰ** بھی کہتے ہیں۔ یہ قوم بُت پرست تھی جن بُتوں اور دیوتاؤں کی یہ پرستش کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک کا نام صدی اور ایک کا ہرد اور ایک کا ہبا۔ اس قوم کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے انھیں کی قوم میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو نبی کرکے بھیجا جو عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد کے بیٹے تھے۔ انھوں نے سب سے اوّل اپنی قوم کو توحید کی تعلیم کی قال یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہٗ اس بدبخت اور متکبر قوم نے ان کو دیوانہ بتایا اور جھوٹا ٹھیرایا۔ اور کہا کہ کیا تیرے کہنے سے ہم اپنے سب معبودوں کو چھوڑ کر اکیلے خدا تعالیٰ کی پرستش کرنے لگیں گے اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیں گے؟ اس پر ہود علیہ السلام نے ان کو عذاب الٰہی سے خوف دلایا اور بہت کچھ سمجھایا مگر وہ کب ماننے والے تھے آخر یہی کہدیا کہ جس عذاب و قہر کا تو وعدہ کرتا ہے اُسے لا تو سہی۔ اوّل بار خدا تعالیٰ نے ان پر تین برس کا قحط شدید ڈالا جس سے وہ عاجز آگئے مگر ایمان تب بھی نہ لائے۔ اس عہد میں عرب کی قوموں کا یہ دستور تھا کہ جب ان پر کوئی سخت مصیبت آتی تو اپنے چند لوگوں کو مکہ مکرمہ میں خدا تعالیٰ سے دعاء کرنے کو بھیجتے تھے اس مقدس جگہ میں اکثر دعاء قبول ہوجاتی تھی اسی لئے اس قوم نے بھی قیل بن عنز اور لقیم بن ہزال اور عبیل بن ضد اور مرثد ابن سعد کو (یہ شخص درپردہ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا) مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہاں جاکر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں یہ لوگ مکہ مکرمہ میں آکر ایک شخص معاویہ بن بکر کے گھر پر ٹھہرے جو ان کی قوم کا بھانجا اور نواسا تھا۔ اس نے ان کی خاطر تواضع کی مہینوں اس کے گھر پر کھانے کھاتے، شراب پیتے رہے۔ اس کی دو چھوکریاں گانے والیاں تھیں، ان کا خوب ناچ دیکھتے رہے دعاء وعاء سب بھول گئے۔ وہاں یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ایک روز سیاہ ابر نمودار کیا جس کو وہ ریگستان کے قحط زدہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ ہٰذا عارض ممطرنا اس ابر سے ضرور پانی برسے گا۔ اور ابر کیا تھا قہر الٰہی تھا ایک سخت سیاہ آندھی اٹھی ہوئی آتی تھی بل ہو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم تدمر کل شئی بامر ربہا جب نزدیک آئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آدمی اونٹ اور بڑے بڑے درخت چیلوں کی طرح آسمان میں اُڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اپنے مکانوں اور امن کی جگہوں کی طرف دوڑے مگر قہر الٰہی سے کوئی کہاں بچ سکتا ہے۔ چھپر اور مکان اُڑنے لگے، چھتیں اُڑ گئیں، دیواریں گر پڑیں کچھ تو وہیں تمام ہوئے اور جو گھبرا کر باہر نکلا تو آندھی کے طوفان نے بہت بلند اٹھا کر پتھر یا زمین پر دے مارا گرتے ہی چُور چُور ہوگیا۔ یہ طوفان عظیم الشان سات رات آٹھ دن برابر رہا کما قال اللہ تعالیٰ سخرہا علیہم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما (ای دائمۃ متتابعۃ) فتری القوم فیہا صرعیٰ کانہم اعجاز نخل خاویۃ پھر تو وہ قوم عاد کے طویل القامۃ لوگ زمین پر کھجور کے پیڑوں کی طرح پچھڑے پڑے ہوئے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے ایک جگہ محفوظ رہے اس تمام قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا البتہ وہ لوگ جو اطرافِ مکہ میں تھے بچ رہے جن کو عاد الآخرۃ کہتے ہیں (کذا قال العلامۃ الثعلبی[1] فی العرائس) اس کے بعد ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں اس واقعہ کی خبر دی وہ لوگ معاویہ کے پاس کھانا کھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ چاندنی رات میں شتر سوار آتا ہوا دکھائی دیا جس نے آکر یہ جانکاہ حادثہ سنایا انھوں نے پوچھا ہود کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ اور جو اس پر ایمان لائے تھے زندہ و سالم سمندر کے کنارہ پر رہتے ہیں۔

قیل نے یہ سنکر کہا کہ اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گا جب کہ میری قوم ہی زندہ نہ رہی۔ اور مرثد نے اپنا ایمان ظاہر کردیا اور یہ شعر کہے ؎ عصت عاد رسولہم فامسوا + عطاشا ما تبلہم السماء ٭ وسیر وفدہم شہراً لیستقوا + فاردفہم مع العطش العماء ٭ بکفرہم بربہم جہاراً + علی آثارہم عاد العفاء ٭ اس کے بعد وہ بھی

[1] ہو الامام العلامہ ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی ۱۲ منہ

خضرت ہود علیہ السلام سے جا ملا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے
بعد ہودؑ مکہ مکرمہ میں آرہے تھے ڈیڑھ سو برس کی عمر میں یہیں
انتقال ہوا مطاف کعبہ میں مدفون ہیں۔ اطرافِ یمن میں
اب تک سیاحوں کو پرانے آثارِ عبرت خیز دکھائی دیتے ہیں
جو اس برباد شدہ قوم کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۘ قَالَ يَا قَوْمِ
اور (قوم) ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ (اس نے) کہا اے قوم!
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔
قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ
تمہارے پاس تمہارے ربّ کے ہاں سے دلیل بھی آچکی یہ
نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ
اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی (بنا کر بھیجی گئی ہے) سو اس کو اللہ تعالیٰ کی
فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ
زمین پر پڑی چرنے دو اور بُری طرح سے اس کو چھیڑنا بھی نہیں (ورنہ)
فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا
پھر تو تم پر عذاب الیم آپڑے گا۔ اور (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو)
إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَّ
یاد کرو جب کہ تم کو قوم عاد کے بعد جانشین کیا اور
بَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن
تم کو زمین پر بسایا کہ تم نرم زمین میں محل چنتے
سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ
ہو اور پہاڑوں میں کھود کر گھر بناتے
بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا
ہو۔ سو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کیا کرو اور زمین میں فساد
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَأُ
مچاتے نہ پھرو۔ اُس کی قوم کے
الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ
متکبر سرداروں نے غریب لوگوں سے جو ایمان لاتے تھے
اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ
(یہ) کہا کہ کیا تم صالحؑ کو اُس کے ربّ کی طرف
أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا
کا رسول جانتے ہو۔ انھوں نے کہا ہم تو
إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ
جو کچھ اُس کی معرفت بھیجا گیا ہے اس پر یقین کرتے ہیں۔ متکبروں نے
الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم
کہا جس پر کہ تم ایمان لاتے ہو ہم تو اُس کے منکر
بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ
رہیں۔ پھر تو اُنھوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور
عَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ
اپنے ربّ کے حکم سے سرکشی کی اور کہا کہ اے صالحؑ! اگر تو
ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾
رسولوں میں سے ہے تو جس چیز سے ہم کو ڈراتا ہے اُس کو ہم پر لے آ۔
فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ
پھر تو اُن کو زلزلے نے آ لیا سو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے
جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ
رہ گئے۔ پھر صالحؑ نے اُن سے مُنہ پھیر کر (یہ) کہا کہ اے قوم!
لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ
بے شک میں تمہیں اپنے ربّ کا پیغام پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کر چکا تھا
لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴿٧٩﴾
لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

ترکیب

من ربکم جار مجرور سے متعلق آیۃ حال ہے ناقۃ سے والعامل فیہ معنے الاشارۃ۔ تاکل مجزوم ہے کیونکہ جواب امر ہے جو فذروہا ہے فیاخذکم منصوب جواب نہی من سہولہا مفعول ثانی قصورًا اول تنحتون جو بمعنے تتخذون لیا جاوے تو الجبال مفعول ثانی ورنہ من محذوف مان کر اس کو فعل سے متعلق کیا جاوے۔

اور بیوتا کو مفعول قرار دیا جاوے۔ الملأ فاعل قال للذین اس سے متعلق لمن اٰمن بدل ہے للذین استضعفوا سے یا عادۂ جار کقولک مررتُ بزید باخیک۔ اتعلمون الخ مقولہ بالذی کافرون سے متعلق ہے ان کنت شرط ائتنا بما تعدنا جملہ مقدم دال برجزا۔ جاثمین خبر فاصبحوا رسالۃ مفعول ثانی ابلغتُ کا۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ قوم ثمود کا بیان فرماتا ہے اس قوم نے جو ثمود بن عاد بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھی قوم عاد کے تھوڑے ہی دنوں بعد عرب کے شمالی و شرقی حصہ میں (جو مدینہ اور ملک شام کے درمیان ہے جس کو قدیم عرب **ملک حجر** کہتے تھے) نشو و نما پایا اور نمود و شہرت حاصل کی تھی۔ ہجرت کے نویں سال جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تبوک تک ہرقلیس شاہ روم کی خبر حملہ سن کر تیس ہزار لشکر لے کر گئے تھے تو رستہ میں قوم ثمود کے یہ مقامات بھی وادی القرای کے اطراف میں ملے تھے جہاں آپ نے حکم دیا تھا کہ یہ محل غضب الٰہی ہے یہاں کوئی نہ ٹھہرے اور اس سے پناہ مانگتا ہوا نکل چلے۔ قوم ثمود نے پہاڑ کھود کر عجیب و غریب مکانات بنائے تھے اور اسی طرح پہاڑوں کے نیچے نرم زمین میں بھی عجیب و غریب محل بنائے تھے۔ گرمی اور سردی کے جدا جدا مکانات تھے۔ اور یہ قوم نہایت مرفہ الحال بھی مگر بدنصیب بت پرست اور راہزن اور اعلانا فاحش اور بدکار تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے خداتعالیٰ نے انھیں میں سے **حضرت صالحؑ** ابن عبید ابن حاذر ابن ثمود کو مبعوث کیا اور نبی بنا کر بھیجا۔ انھوں نے توحید و عبادت الٰہی کی تعلیم اور منادی کرنی شروع کی اور اپنی ایک اونٹنی کا معجزہ دکھا کر یہ کہا کہ یہ خداتعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے نشانی ہے اس کو برائی سے نہ چھونا ورنہ عذاب الیم میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس قوم کے دن بھی پورے ہونے کو تھے جو اپنے ہادی اور مصلح کے ساتھ بجائے اطاعت و فرمانبرداری کے تمسخر اور بدسلوکی سے پیش آئے اور اُس اُونٹنی کی کونچیں کاٹ کر کہا کہ لاؤ اب لاؤ جس کا تم ڈر سُناتے تھے۔ سو اُن کو زلزلہ سے خداتعالیٰ نے برباد کردیا۔

ان آیتوں کا صرف اسی قدر مطلب ہے مگر یہ قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے (اس لئے اس واقعہ اور عاد کے واقعہ کو عرب اپنے باپ دادا سے سُنتے چلے آتے تھے اور گویا یہ واقعہ اُن کی آنکھوں کے روبرو تھا) اس لئے ہم یہاں تین باتوں پر بحث کرنا مناسب جانتے ہیں تاکہ پھر آیندہ سمجھنے میں اشکال نہ رہے۔

(۱) وہ اونٹنی کس وجہ سے معجزہ تھی؟ قرآن مجید میں اس کی بابت کچھ تشریح نہیں مگر علماء نے اس کی وجہ مختلف بیان فرمائی ہے۔ بعض نے کہا اس وجہ سے کہ کفار نے حضرت صالحؑ سے یہ معجزہ طلب کیا تھا چنانچہ اُس قوم کے سردار جُندعؑ بن عمرو نے کہا کہ اگر آپ فلاں پتھر میں سے ایک ایسی اونٹنی پیدا کردیں جو خوب تیار ہو تو ایمان لاویں صالحؑ نے کہا اگر ایسا ہوا تو تم ایمان لاؤ گے۔ لوگوں نے اقرار کرلیا۔ صالحؑ نے خداتعالیٰ سے دعا کی اس سے اُن کے دیکھتے دیکھتے ہی اُس پتھر میں سے ایک عمدہ اونٹنی نمودار ہوگئی جو نہایت قدآور اور توانا تھی۔ یہ معجزہ دیکھ کر جُندع اور اُس کی قوم کے چند آدمی تو ایمان لے آئے مگر اور لوگوں کو ذؤاب بن عمرو اور حباب نے بہکا دیا جو بُتوں کے پجاری تھے اور **شہاب** ابن خلیفہ کو بھی روک دیا جو اُس قوم کا ایک معزز آدمی تھا چنانچہ اس امر میں کسی شاعر نے یہ شعر بھی کہے تھے ؎ وکانت عصبۃ من آل عمرو الی دین النبی دعوا شہابا ÷ عزیز ثمود کلہم جمیعًا + فہمّ بان یجیب ولو اجابا ÷ لاصبح صالح فینا عزیزا + وما عدلوا بصاحبہم ذؤابا ÷ ولکن الغواۃ من آل حجر + تولوا بعد رشدہم ذبابا ÷

بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے کہ جس روز وہ پانی پینے کو گھاٹ پر آتی تھی تو اُس روز وہاں اور کوئی چارپایہ نہیں آتا تھا۔ اور اسی لئے ایک روز اُس کے پانی پینے کا مقرر تھا تو دوسرا دن اور لوگوں کے مواشی کا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ وجہ تھی کہ جس قدر وہ پانی پیتی تھی اُسی قدر

دودھ لوگ اُس سے وہیں دودھ لیتے تھے، والعلم عند اللہ۔ مگر کوئی بات ہو ضرور وہ ایسی بات خلافِ عادت ہوگی کہ جس کی وجہ سے اس کو آیت اور کہیں ناقۃ اللہ کہا گیا ورنہ عام طور سے یا اسباب عادیہ میں سے کسی سبب یا صفت سے یہ اونٹنی ترجیح بلامرجح اس لقب کا کیا استحقاق رکھتی تھی؟

(۲) اس کا بھی کچھ ذکر نہیں کہ اُس کی کوچیں کیوں کاٹیں اور کس نے کاٹیں؟ بلکہ صرف اس قدر آیا ہے کہ اُس قوم میں سے سب سے بدبخت اُس کی کوچیں کاٹیں، اس کی تفصیل علمائے مورخین نے یوں کی ہے کہ اس ناقہ سے لوگوں کے مواشی بھاگتے تھے جس سے اُن کو تکلیف ہوتی تھی اور نیز پانی بھی مواشی کے پینے میں کم آتا تھا اس قوم میں دو عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ گائے بیل وغیرہ جانور تھے ایک کا نام عنیزہ بنت غنم تھا جو ایک بڑھیا عورت تھی اور اُس کی بیٹیاں جوان جوان نہایت خوب صورت تھیں اُس نے قدار سے جو حرامی اور اپنی قوم میں شریر اور سینہ زور تھا یہ کہا کہ اگر تو اس ناقہ کو مار ڈالے تو ان لڑکیوں میں سے جونسی پسند خاطر ہو میں تجھے دوں۔ اور ایک صدوق بنت محیا ابن مہر نہایت قبول صورت عورت تھی اُس کا خاوند صنیم بن ہراوہ حضرت صالحؑ پر ایمان لاچکا تھا اور اپنے مال میں سے اُس نے بہت کچھ مومنین کی پرورش میں صرف کیا تھا جب اُس کو خبر ہوئی تو نہایت ناراض ہوئی اور اس سے طلاق لے کر مصدع ابن مہرج ایک سرکش اور بدمعاش کی طرف ملتفت ہوئی کہ اگر تو ناقہ صالحؑ کا کام تمام کرے تو میں تیرے کام میں آؤں۔ (کیا قدرتِ حق ہے ایک ہیں کہ دارِ آخرت کے مقابلہ میں اُس عورت کو چھوڑ بیٹھے دوسرے ہیں کہ دارِ آخرت کو چھوڑ کر اُس پر فریفتہ ہوگئے۔ ؎ ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیماں بس ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہوں گے)۔ یہ دونوں بدمعاش آمادہ ہوئے اور اپنے ہمراہ اور سات بدمعاشوں کو شریک کیا کہ جنھوں نے ایک بار یہ تدبیر کی کہ رات میں صالح علیہ السلام کو گھر میں گھس کر مار ڈالو اور جو اُن کے اقارب پوچھیں تو مکر جاؤ، کما قال تعالیٰ وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون۔ پس سب سے اول قدار نے تلوار سے ناقہ کے پاؤں زخمی کئے پھر دوسرے نے وار کیا تو زمین پر گر پڑی پھر سب نے مل کر ذبح کر ڈالا اور اس ناقہ کا بچہ یہ حال دیکھ کر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر زار زار روتا اور ڈکراتا تھا۔ اس کے بعد وہ اُس پہاڑ میں جا کر غائب ہوگیا۔ صالح علیہ السلام اس حال سے خبر پا کر سخت ملال کیا اور فرمایا کہ اے قوم! تمھارا وقت پورا ہوگیا اب ضرور تم پر قہرِ الٰہی آتا ہے۔

(۳) قرآنِ مجید میں اُن کی ہلاکت کے بارے میں اس جگہ تو الرجفۃ یعنی زلزلہ ذکر ہوا ہے اور مقامات پر صیحۃ یعنی ایک سخت ہولناک آواز بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود میں یوں آیا ہے۔ فقال تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام ذالک وعد غیر مکذوب۔ فلما جاء امرنا نجینا صالحا والذین آمنوا معہ برحمۃ منا ومن خزی یومئذ ان ربک ھو القوی العزیز۔ واخذ الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین۔ اور سورۂ الحاقہ میں لفظ طاغیۃ آیا ہے واما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ۔ بعض ناواقفوں نے اس کو اختلافِ بیانی پر محمول کر کے قرآن مجید پر طعن کیا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کی ناواقفی ہے۔ کیونکہ تینوں باتوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ کس لئے کہ اُس قوم پر دراصل زلزلہ شدید آیا تھا جس میں ہولناک آواز بھی تھی کہ جس سے روح پر صدمہ ہوتا تھا۔ سو اُن کو کبھی زلزلہ سے غارت کرنا اور کبھی آواز سے غارت کرنا فرمایا۔ کیونکہ دونوں باتیں اُن کی ہلاکت کا سبب ہوئی تھیں۔ اور لفظ طاغیۃ کے معنے حد سے گزرنے والی چیز کے ہیں سو وہ دونوں کو شامل ہے، زلزلہ کو بھی اور آواز خوفناک کو بھی۔ اس کی تفصیل مورخین نے یوں بیان کی ہے کہ ناقہ قتل ہونے کے بعد حضرت صالحؑ نے قوم سے کہا کہ لو اب تین روز تک تمھاری زندگی ہے اس میں دنیا کو برت لو تین روز کے بعد تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ لوگوں نے تمسخر سمجھا اور اُس کی علامت پوچھی۔ فرمایا جمعرات کے دن جس کو تم مونس کہتے ہو علی الصباح تمھارے زرد مُنہ ہو جاویں گے،

اور عروبہ[ل] یعنے جمعہ کے روز سُرخ ہوجاویں گے اور پھر شبار یعنی ہفتہ کے روز سیاہ اور اتوار کے روز عذاب آوے گا۔ اور یہ بات بدھ کے روز کہی جس روز کہ اُنھوں نے ناقہ کو قتل کیا تھا۔ سو ویسا ہی ہوا اور اتوار کو ہنوز رات باقی تھی کہ زلزلۂ عظیم آیا اور اُس کے ساتھ نہایت ہیبتناک آواز نمودار ہوئی جس سے دوپہر تک بجز صالح علیہ السّلام اور مؤمنین کے تمام قوم مرگئی جو گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے جن کے پاس حضرت صالحؑ نے آکر بڑی حسرت سے یہ کہا کہ اے قوم! میں نے تو تمہیں بہت کچھ سمجھایا لیکن تم کب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے قہر و عذاب سے محفوظ رکھے، الامان بحرمۃ النبی الامی سیّد الانس والجانّ۔

ع ۱۲ / ۱۰ / ۱۷

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ

اور لوطؑ کو بھیجا جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا تم کیا وہ بے حیائی کا کام

مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾

کرتے ہو کہ جس کو تم سے پہلے جہان بھر میں کسی نے نہیں کیا۔

اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ

تم تو شہوت میں آکر عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر پہلے پڑتے

النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾

ہو۔ بلکہ تم ایک بیہودہ قوم ہو۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا

اور اُس کی قوم کا بجز اس کہنے کے اور کچھ جواب نہ تھا کہ ان کو

اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ

اپنے گاؤں سے نکال دو۔ کیونکہ یہ لوگ پاکیزگی

يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا

ڈھونڈھتے ہیں۔ پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے کنبہ کو بچالیا مگر اس کی

امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ

بیوی کو کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ اور

اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ

ہم نے اس قوم پر پتھر اور (گندھک کا) مینہ برسایا۔ پھر دیکھو تو گناہگاروں کا

عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ ع

کیسا انجام ہوا؟۔

ترکیب

اذ قال اس کا عامل اذکر محذوف ماسبقکم جملہ حال ہے الفاحشۃ سے شہوۃ مفعول لہٗ ہے لتاتون کا یا مصدر موضع حال میں ہے۔ من دون النساء موضع حال میں ہے اے منفردین عن النساء بل اس جگہ ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف متوجہ ہونے کے لئے یا محذوف سے اضراب ہے اے ماعدلتم بل انتم مسرفون۔ جواب منصوب اس کا بیان آلِ عمران میں آچکا۔

تفسیر

یہ چوتھا قصّہ حضرت لوط علیہ السّلام کا ہے جو اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ حرّان میں آرہے تھے کسدیوں کے ملک سے جو بابل تھا اُن کے والد حاران اُن کی صغرسنی میں مرگئے تھے۔ پھر حرّان سے کوچ کرکے ملکِ کنعان میں سکم یعنی نابلس تک آئے اور بیت ایل کے پاس اپنا ڈیرا قائم کیا جب اس ملک میں قحط پڑا تو یہ سب ملکِ مصر کو چلے گئے وہاں جاکر لوطؑ اور ابراہیمؑ کے پاس مواشی اور نقد مال بہت کچھ جمع ہوا۔ تب پھر ملکِ کنعان میں واپس آئے۔ حضرت لوطؑ کو دریا یردن کی ترائی کا ملک رہنے کو ملا اور وہ شہر صدوم میں جاکر رہے وہاں کے لوگ بُت پرست اور نہایت بدکار تھے مَردوں سے بدفعلی کا اُن میں رواج تھا۔ راستوں پر اور عام مجلسوں میں ناپاک اور گھنونے کام بے باکانہ کرتے تھے۔ حضرت لوطؑ اُن کو وعظ و پند کرتے تھے مگر یہ کب مانتے تھے اور اُن کے ساتھ عمورہ اور ضبیان اور دومہ کے لوگ بھی ایسے ہی بدکار تھے اور یہ بستیاں

ل ان کے محاورہ میں ایّام کے یہ نام تھے ۱۲ منہ

صدوم کے آس پاس تھیں وہاں کے بعض پہاڑوں میں گندھک
کی کان تھی۔ جب حضرت لوطؑ ان سے عاجز آ گئے اور بجائے توبہ
کے ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو تین فرشتے اوّل حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو امرد لڑکوں کی شکل میں دوپہر کے وقت جب کہ وہ
خیمہ کے سامنے بیٹھے تھے نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
ان کی مہمانی کی تیاری کی روٹیاں اور ایک بچھڑا پکا کر لائے لیکن
انھوں نے نہ کھایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کہ شاید
دشمن ہوں۔ کیوں کہ دشمن اس عہد میں اپنے مخالف کا کھانا نہیں
کھاتا تھا۔ تب انھوں نے کہا کہ خوف نہ کرو ہم خدا تعالیٰ کے فرشتے
ہیں صدوم کو غارت کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
کہا وہاں تو لوطؑ بھی ہے اور نیک لوگ بھی ہوں گے۔ انھوں نے
کہا کہ لوطؑ کو محفوظ رکھیں گے اور وہاں پانچ شخص بھی نیک
ہوں گے تو ہم غارت نہ کریں گے۔ پھر وہ وہاں سے چل کر صدوم
میں شام کو شہر کے پھاٹک پر حضرت لوطؑ کو نظر آئے اور کہا ہم
شب کو تیرے گھر مہمان رہیں گے۔ یہ خبر پاکر صدوم کے جوان سے
بوڑھے تک حضرت لوطؑ کے گھر پر چڑھ آئے۔ حضرتؑ نے
منت کی اور کہا کہ اگر تمہیں میری بیٹیاں درکار ہوں تو ان سے
نکاح کرلو مگر میرے مہمانوں کو بے عزت نہ کرو۔ آخر نہ مانا اور
کواڑ توڑنے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو اندر کھینچ لیا اور
پر جھاڑے جس سے وہ لوگ اندھے ہو گئے۔ فرشتوں نے حضرت
لوط علیہ السلام سے کہہ دیا کہ علی الصباح یہ شہر غارت ہوگا تو اپنے
کنبہ کو لے کر راتوں رات نکل جا، سو وہ نکل گئے مگر اس کی بیوی
جو کافرہ تھی پیچھے رہ گئی سو وہ نمک کا کھنبہ ہو گئی۔ اور صبح کو
فرشتوں نے شہر کو الٹ دیا اور پھر گندھک اور آگ برسائی
جس کا دھواں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دور سے اٹھتے دیکھا،
اس لئے ان بستیوں کو المؤتفکات عہ کہتے ہیں۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا
يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ
اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ
نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف کی حجت آچکی ہے
فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا
پس ماپ اور تول کو پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں
النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي
کم کرکے نہ دیا کرو اور اصلاح ہو جانے کے بعد
الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ
ملک میں فساد نہ مچاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر
لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا
ہے اگر تم کو ایمان ہے۔ اور تم ہر ایک
بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ
(نیک) رستہ پر لوگوں کے دھمکانے کو اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور
عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا
اس کو رستہ سے روکنے کو اور اس میں کجی پیدا کرنے کو نہ بیٹھو
عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا
کرو۔ اور یاد کرو جب کہ تم کم تھے
فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
پھر تم کو بہت کر دیا۔ اور دیکھو مفسدوں کا کیسا
الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾
انجام ہوا۔
وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي
اور (جو کچھ احکام) مجھے دے کر بھیجا ہے اگر تم میں سے ایک گروہ نے
أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا
مان لیا ہے اور دوسرے گروہ نے نہیں مانا ہے تو

عہ المنقلبات ۱۲ منہ

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ

صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم میں اور تم میں فیصلہ کر دے۔

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۷

اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ترکیب

ولا تبخسوا دو مفعول کی طرف متعدی ہے ایک الناس دوسرا اشیاءہم توعدون و تصدّون حال ہیں ضمیر تقعدوا سے من امن تصدّون کا مفعول ۔ البخس نقص۔ وان کان شرط فاصبروا جواب۔

تفسیر

یہ پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے جو لوطؑ کے واقعۂ عبرت خیز کے بعد گزرا یہ مدین عرب کے شمالی و مغربی حصہ میں اُن بیابانوں میں ایک بستی ہے جہاں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قلزم کو عبور کر کے کوہِ سینا، اور اُس کے اطراف میں بنی اسرائیل کو لئے پھرتے تھے۔

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جو ملکِ عرب میں آ رہے تھے اس لئے اس بستی یا قبیلہ کو مدین کہتے تھے انھیں میں سے ایک شخص حضرت شعیب بن صیفون بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام کو نبی کر کے اُن میں بھیجا۔ (محمد بن اسحٰق نے اُن کا نسب یوں بیان کیا ہے، شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم) یہ وہی شعیبؑ ہیں کہ جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر آتے تھے اور دس برس اُن کے ہاں رہے اور اُن کی صاحبزادی سے شادی کی جو پھر مصر کی طرف واپس جاتے وقت کوہ طور کے قریب خدا تعالیٰ کی تجلّی دیکھی اُن کو نبوّت ملی۔ شعیب علیہ السلام کو یہودی محاورہ میں یترو بھی کہتے ہیں (ی۔ ت۔ ر۔ و) مدین اور اُس کے پاس ایک گنجان درختوں سے گھرا ہوا دوسرا گاؤں ایکہ بڑی شریر اور بُت پرست قوموں سے آباد تھا جو ناپ اور تول میں کمی بھی کرتے تھے اور معاملات میں دغابازی اُن کا عام دستور تھا۔ اور زمین پر ہر طرح سے فساد مچاتے پھرتے تھے۔ اور رستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈراتے اور رہزنی کرتے اور تکلیف دیتے تھے اور نیز لوگوں کو شعیبؑ کے پاس آنے سے بھی روکتے اور بہکا دیتے تھے کہ یہ دغاباز اور فریبی ہے اس کے پاس نہ جانا اور جاؤ تو اُس کا کہنا نہ ماننا۔ اور حضرتؑ کی تعلیم اور شریعت میں سیکڑوں جاہلانہ نکتہ چینیاں کرتے اور عیب لگاتے تھے۔ ان سب باتوں کو حضرت شعیب علیہ السلام نے بڑے نرم لفظوں سے منع کیا اور توحید و خدا پرستی کی سب سے اوّل ہدایت کی کہ یٰقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہٗ۔ اور اس کے بعد اُن کو خدا تعالیٰ کا وہ احسان یاد دلایا جو اُن پر ہوا تھا کہ وہ لوگ پردیسی مدین کی نسل کے تھے جو بیگانے ملک میں آ رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے اُن کو بہت بڑھایا اذ کنتم قلیلاً فکثّرکم۔

تفسیرِ حقانی

پارۂ قَالَ الْمَلَاُ ۹

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

اُس کی قوم کے سرکش سرداروں نے کہا کہ اے شعیبؑ!

مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ

ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو

اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ

بھی اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم پھر ہمارے مذہب

فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾

میں آملو۔ شعیبؑ نے کہا کیا ہمیں نفرت ہو تو بھی (آملیں)۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا

ہم نے اللہ تعالیٰ پر بڑا ہی جھوٹ باندھا اگر ہم تمہارے مذہب

فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ

میں آملیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نجات بھی دی ہو۔ اور

مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ

ہمیں نہیں لائق ہے کہ ہم پھر اس میں آملیں مگر ہمارا رب اللہ ہی چاہے

يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ

(تو بے بسی ہے) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے علم میں لے لیا

عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کر لیا ہے۔ اے رب! ہم میں

بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ

اور ہماری قوم میں حق سے فیصلہ کر دے اور تو بہت ہی اچھا

خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ

فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور (شعیبؑ کی) قوم کے کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ

سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیبؑ کے تابع ہو گئے تو تم

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

برباد ہی ہو جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

پھر تو اُن کو زلزلے نے آلیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

پڑے رہ گئے۔

مع ۴
عند المتقدمین

ترکیب

والذین ک مفعول پر معطوف۔ اولو کنا جملہ استفہام انکاری ان عدنا شرط قد افترینا جملہ دال برجزا ربعد عدنا سے متعلق۔ الّا استثنا۔ منقطع یا متصل اے الّا وقت مشیئۃ اللہ اذ ان اور اس کی خبر میں متوسط جملہ جواب ان اتبعتم۔

تفسیر

حضرت شعیب علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لے آئے تھے بیشتر

وہ غریب تھے اس لئے ایک روز وہاں کے سرداروں نے متفق
ہو کر حضرت شعیبؑ سے کہا کہ یا تو آپ مع اپنے متبعین کے پھر
ہمارے مذہب و طریقہ کو اختیار کرلیں ورنہ ہمارے شہر سے
نکل جاؤ (اگرچہ ابتدائے عمر سے حضرت شعیبؑ اُن کے ملت و
مذہب بُت پرستی کے شریک نہ تھے مگر نبوت اور مُنادی سے
پہلے اُن کو وہ اپنے مذہب و ملت میں خیال کرتے تھے جس لئے
پھر ملت میں لَوٹ آنے کا حکم دیا) شعیبؑ نے کہا ہم کو اس مذہب
سے نفرت ہو تو بھی آملیں یعنے ایسا کبھی نہ ہوگا اگر ایسا کریں تو
گویا ہم نے خدا تعالیٰ پر بڑا ہی جھوٹ باندھا ہے۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا
جنھوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا گویا کہ وہ کبھی وہاں بسے بھی نہ
فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا
تھے۔ جنھوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہی خراب
هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَ
ہوئے۔ پھر اُن سے (شعیبؑ نے) مُنہ پھیرا اور
قَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي
(یہ) کہا کہ اے قوم! میں تو تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا
وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ
اور تمھیں نصیحت بھی کرچکا تھا۔ پھر اب منکروں پر میں کیا
قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۱ ۹ ۱
افسوس کروں۔

ترکیب

الذین الخ مبتدا کان لم الخ خبر یا کان لم حال ہے
ضمیر کذبوا سے اور دوسرا الذین کذبوا بدل ہے فاعل
یغنوا سے کانوا الخ خبر، کانوا کا اسم ضمیر متصل ہم الخاسرین
خبر. الاسی شدۃ الحزن اسیٰ علےٰ ذٰلک فہو آسٍ۔

تفسیر

ہاں اگر تقدیر میں یونہی لکھا ہو اور اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو
اُس کا کچھ کہنا ہی نہیں (کیونکہ دل جو انسان کے تمام افعال کا
محرک ہے اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے چاہے اُس کو ہدایت
کی طرف پھیر دے خواہ بدی کا داعیہ اُس میں ڈال دے خوف
کا مقام ہے)۔

مگر وہ ہر بات کا علم رکھتا ہے ہمارا اُسی پر بھروسہ ہے۔
اس کے بعد شعیبؑ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم میں اور ہماری
قوم میں فیصلہ کردے یہ بھی عذاب کے خواستگار ہیں۔
آخر اُس قوم کا بھی وقت قریب آگیا تھا خدا تعالیٰ نے
اُن پر ایک دھواں سا اُٹھایا جس کی گرمی دِلوں کو کباب
کرتی تھی (فاخذہم عذاب یوم الظلۃ انہ کان عذاب یوم عظیم)
یہ دھواں جس کو ظلہ سے تعبیر کیا ہے وہاں کی زمین اور پہاڑوں
کے ادخنۂ ناریہ تھے جو بوقت زلزلہ پیدا ہوتے تھے۔ اور
ادھر خدا تعالیٰ نے زلزلہ بھیجا فاخذتہم الرجفۃ کہ جس نے
تھوڑی سی دیر میں ہلاک کردیا پھر تو وہ اپنے گھروں میں
اوندھے پڑے ہوتے تھے۔

ایسی آسمانی مصیبت کے وقت مہیب آواز بھی پیدا ہوتی
ہے سو اُوپر سے دھوئیں کا ابر آتشین اور نیچے سے زلزلۂ عظیم
اُس پر ہیبت ناک آواز بُری موت کا سامان ہے کہ جس کے
تصور سے دل لرزتا ہے ایسی حالت میں انسان کی عادت ہے
کہ وہ اپنا مُنہ چھپاتا پھرا کرتا ہے اور زمین کو پکڑتا ہے۔ سو اُس
قوم نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا جو اوندھے کے اوندھے پڑے
ہوتے جان نکل گئی. حضرت شعیبؑ اور اُن کے متبعین اس
بلا سے محفوظ رہے. پھر شعیبؑ نے اُس قوم کو اوندھا پڑا
اور اُن کے گھروں کو اُجاڑ اور بے وارث دیکھا کہ گویا کبھی
اُن کے گھروں میں کوئی بسا ہی نہ تھا بڑی حسرت کے ساتھ
تأسف اور رنج کرکے یہ خطاب اُن مُردوں سے کیا اور کہا کہ
اے قوم! میں تو تمھیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا چکا تھا
اور تمھاری پوری خیر خواہی کی تھی مگر تم نے نہ مانا پھر اب
تم پر کیا رنج کیا جائے۔

مروی ہے کہ جب اُس آتشین بلا کو ایک شخص عمرو بن جلہمہ نے دیکھا تو یہ اشعار کہے ؎ یا قوم ان شیبا مرسل فذروا ؛ عنکم شمیرا و عمران بن شداد ؛ انی اری غیمۃ یا قوم قد طلعت ؛ تدعو بصوت علی حنانۃ الوادی ؛ فانہ لن یرے فیہا ضحا ـ غد ؛ الا الرقیم یمشی بین انجاد ؛ شمیر اور عمران اُن کے پوجاری تھے اور رقیم کتے کا نام تھا۔ ابجد اور ہوز اور حطی اور کلمن اور سعفص اور قرشت اُن کے بادشاہوں کے نام ہیں اور اُس عہد میں اُن کا بادشاہ کلمن تھا۔ یہ قصہ اس سورۃ و ہود و شعراء میں بیان ہوا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَا

اور ہم نے جس بستی میں کوئی نبی بھیجا تو یہی کیا کہ وہاں کے لوگوں کو

اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی

یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ

کریں۔ پھر ہم نے سختی کی جگہ راحت بدل دی

الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا [1] وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ

یہاں تک کہ لوگ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا

اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

کو بھی سختی اور راحت پہنچی ہے پھر تو ہم نے اُن کو یکایک پکڑ لیا

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ

کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اگر بستیوں کے

اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا

لوگ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور

عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا

لیکن اُنھوں نے تو جھٹلایا پھر تو ہم نے ان کو ان باتوں پر جو وہ کرتے

یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى

تھے پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والوں کو اس بات کا

اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ

خوف نہیں رہا کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آپڑے اور وہ

نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى

سوتے ہوں۔ اور کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر رہیں کہ

اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ

ان پر ہمارا عذاب دن دہاڑے آپڑے اور وہ کھیلتے

یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ج فَلَا

ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے فتنہ سے بے خوف ہوگئے ہیں؟ پھر اللہ

یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲/۶/۲

کے فتنہ سے نڈر تو وہی قوم ہوتی ہے کہ جو خرابی میں پڑنے والی ہوتی ہے۔

ترکیب

الحسنۃ مفعول ہے بدّلنا کا۔ حتے عفوا ای عفوا الٰی ان کثروا وقالوا معطوف ہے عفوا پر۔ مسّ کا الضرّاء والسرّاء فاعل آباءنا مفعول۔ فاخذنا عفوا پر معطوف بغتۃً منصوب ہے صفت مصدر محذوف کی ہوکر وہم لایشعرون حال ہے مفعول اخذنا سے ولو شرط لفتحنا جواب برکات مفعول فتحنا علیہم اس سے متعلق آ ہمزۂ استفہام و مفتوحہ عطف کے لئے اگر و کو ساکن پڑھیں گے تو اَوْ ایک کلمہ ہوگا جو تردید و تشقیق کے لئے آتا ہے۔ بیاتًا اور ضحًی حال ہیں ہم ضمیر مفعول سے۔

تفسیر

ان انبیاء کے قصص سُن کر (کہ جن میں منکرین پر نکال و عذاب الٰہی آنے کا ذکر ہے اور جن کی عرب کے لوگ دل سے تصدیق بھی کرتے تھے) آنحضرت علیہ السّلام کے عہد کے کافروں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ یہ عذاب الٰہی منکرین انبیاء پر شاید انھیں دوچار مواضع میں واقع ہوا ہے اور کہیں ایسی بات نہیں ہوتی جب ہر منکر پر یہ عذاب نہیں ہوا تو اب کیا

[1] عفا النبات والشحم والوبر اذا كثرت۔ ومنہ قولہ صلے اللہ علیہ وسلم واعفوا اللحی ۱۲ کشاف

ضروری ہے کہ مکہ اور عرب کے منکروں پر بھی واقع ہو؟۔
اس لئے فرماتا ہے کہ ایسی کوئی بستی یعنی آبادی نہیں کہ جہاں ہم نے کوئی نبی نہ بھیجا ہو اور وہاں کے لوگوں کو اولاً راحت و تکلیف کے ساتھ نہ آزمایا ہو تاکہ وہ اس راحت و مصیبت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر جھکیں عاجزی کریں۔ یعنی اوّل وہاں قحط اور وبا اور بے امنی پیدا کی اور اُس کے بعد ارزانی، تندرستی، امنیت بھی عطا کی۔ پھر بعد میں اور بھی راحت و فراخ دستی ایسی دی (کیونکہ مصیبت کے بعد راحت پانے سے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے منعم کی قدر دانی اور شکر گزاری کیا کرتا ہے بشرطیکہ وہ انسان بھی ہو) کہ جس سے وہ اس پہلی مصیبت کو بالکل بھول گئے اور خوب پھلے پھولے اور یہ سمجھنے لگے کہ اجی یہ راحت و مصیبت کچھ گناہ اور فرمانبرداری انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ دہر اور زمانہ کا مقتضے ہے کہ کبھی ارزانی مال و اسباب کی برکت صحت و امن ہو جاتا ہے کبھی اُس کے برخلاف ہوتا ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے یوں ہی دستور چلا آتا ہے چنانچہ ہم سے پہلے ہمارے باپ داداکو یہی باتیں پیش آئی ہیں
یہ خیال بھی ہمیشہ سے بے دینوں کو پیدا ہوتا آیا ہے آج کل بھی نئی روشنی کے ملحد ایسا ہی کہتے ہیں اور کامیابی اور ناکامی اپنی کوشش کی کامیابی اور ناکامی کا نتیجہ خیال کرتے ہیں اور اُس کی نظیر میں اکثر بے دینوں اور ملحدوں کے وہ شہر اور ملک پیش کیا کرتے ہیں کہ جہاں باوجود ہر قسم کی بدکاری کے ہر قسم کے عیش و عشرت و اقبال مندی روز افزوں ہوتی ہے جیساکہ یورپ کے شہر اور وہاں کے ملک۔
مگر یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ جس صورت میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے (اور ہم کو ضرور تسلیم کرنا چاہیے) کہ اس جہاں کا بانی بھی ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ معطل یا عاجز بھی نہیں ہو گیا ہے بلکہ تمام عالم کی چیزیں اُسی موجودِ حقیقی کی طرف مستند ہیں۔ بیوقوف آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ کپڑے کی کل جو کپڑا بُن رہی ہے اور اس تیز حرکت سے اپنے تمام کام نہایت چستی سے کر رہی ہے وہ از خود کرتی ہے آپ ہی ہلتی ہے اس میں کوئی شریک نہیں۔ مگر دانشمند یہی کہے گا کہ نہیں بلکہ انجنیر ہی اُس کو دُخانی قوت سے حرکت دے رہا ہے وہ جب اُن کے مبدء حرکات کو بند کر دیتا ہے تو سب بند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس عالم کے تصرفات کو کوتاہ نظر اُن کے اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کرتا ہے مگر دانشمند سب کو مسبب الاسباب کی طرف نسبت کرتا ہے پھر وہ صانع عالم جو کارکُن ہے ضرور اپنے بندوں کے افعالِ ناشائستہ سے ناخوش اور افعالِ حمیدہ سے راضی ہوتا ہے ایسی صورت میں انبیاء علیہم السلام کا ہدایت کے لئے بھیجنا کوئی تعجب کی بات ہے؟ اور انبیاء کے نافرمانوں پر عذاب نازل کرنا کیا مشکل ہے عام ہے کہ وہ عذاب اسباب عادیہ کے وسیلہ سے ہو جیساکہ زلزلہ اور پانی کی طغیانی اور ہوا کا طوفان یا بجلی کی کڑک یا زمین کا پھٹ کر لوگوں کا دفعۃً اس میں غرق ہو جانا یا پہاڑوں میں سے آتشین مادہ کا رواں ہو کر بہنا اور اس سے شہروں اور ملکوں کا غارت ہونا یا قحط شدید کا ہونا یا کسی سفاک قوم کا مسلّط ہو کر استیصال کر دینا یا بغیر اسباب عادیہ کے ہو جیساکہ فرشتوں کا بستیوں کو اٹھا کر اُلٹ دینا۔ رہی یہ بات کہ ملحد اور بے دینوں کے شہر عیش و عشرت کے سامان سے بھرپور ہیں اُن پر کیوں عذاب نہیں آتا؟ سو یہ اُس کا حکم ہے جو اُس نے ایک وقت تک مہلت دے رکھی ہے آخر جب حد سے گزر جاتی ہے تو پھر وہ دفعۃً ان بلاؤں میں سے کہ جن کا ابھی ذکر ہوا کسی نہ کسی میں گرفتار کر کے غارت ہی کر دیتا ہے جیساکہ خود فرماتا ہے فاخذنٰھم بغتۃ وھم لایشعرون الخ۔ نینوا می اور بابل اور صدوم وغیرہ اور اُن کے بادشاہوں کے تجمّل اور سامانِ عیش اور اقبال کیا ان لوگوں کے سامان سے کم تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ولو ان اہل القرٰے آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ کہ جن پر اُن کے گناہوں کی نحوست نازل ہوتی اگر ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمانوں اور زمین کی برکتیں کھول دیتے آسمان کی برکتیں وقت پر پانی برسنا اور زمین کی برکات اچھی طرح نباتات کا اُگانا کھیتی اور درختوں میں عمدہ پھول اور پھل آنا۔ اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے دو سبب ہیں ایک فاعلی جو سماوات ہیں اُن کی تاثیریں زمین پر پہنچتی ہیں آفتاب کی گرمی اور ماہتاب کی رطوبت و برودت، علیٰ ہذا القیاس ہر ستارے اور ہر گردش فلکی کی ایک تاثیر خاص اس فاعل حقیقی نے رکھی ہے۔ دوسرا سبب مادی زمین اور عناصر ہیں جب اُن کی تاثیریں اُن پر پڑتی ہیں اور یہ حسب مادہ و استعداد اُن کو قبول کرتے ہیں تو عناصر کی ترکیب سے نباتات، جمادات، حیوانات سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب برکت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان اسباب کو بندوں کے فوائد کے موافق کر دے اور بے برکتی اس کا برعکس اور یہ بات تو خاص اُس نے اپنے ہی دستِ قدرت میں رکھی ہے۔ یہ چیزیں پتلوں کی طرح سے اُس کے ہاتھ سے ہلتی ہیں۔ اب فرماتا ہے کہ جس طرح ہم مطیع کے لئے منعم ہیں برکات السمٰوات والارض اُس کو نصیب کرتے ہیں اسی طرح ہم عاصی و ناشکر کے لئے منتقم بھی ہیں۔ ہمارے عذاب دُنیا و آخرت سے کسی کو نڈر اور بے خوف و خطر نہ ہونا چاہیئے افامن اہل القرٰے الخ کیونکہ ہمارا عذاب انسان کو یکایک آلیتا ہے اور ہمارے مکر یعنی تدابیر ناموافق عباد سے بھی نڈر نہ ہونا چاہیئے ہم جب چاہتے ہیں سب ظاہری اسباب و سامان کو منقلب کر دیتے ہیں اُسی کی تلوار اسی کو کاٹنے لگتی ہے۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ

کیا ان لوگوں کو کہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اُس کے وارث بنتے

مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ

ہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی اُن کے

بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ

گناہوں کی سزا دیں۔ اور ہم اُن کے دلوں پر مہر لگا دیں تب وہ

لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ

سُن بھی نہ سکیں۔ یہ ہیں وہ بستیاں کہ جن کی خبریں (اے نبیؐ)

عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ

ہم تمہیں سُنا رہے ہیں۔ اور بے شک اُن کے پاس اُن کے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

رسول معجزات لے کر آتے تھے۔ پھر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے

بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ

اس پر کب ایمان لانے والے تھے؟ یوں مہر کیا کرتا ہے

اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا

اللہ تعالےٰ کافروں کے دلوں پر۔ اور ہم نے تو

وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ

اُن میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا، اور اُن میں

وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

سے اکثر کو تو نافرمان ہی پایا۔

ترکیب

لم یہد یتبین للذین الخ اُس سے متعلق۔ اَنْ مخففہ اسم اُس کا محذوف انہ یہ جملہ فاعل ہے یہد کا اے لم یتبین لہم مشیئتنا وقدرتنا علےٰ اہلاکہم بذنوبہم من عہد میں مِن زائد اے ماوجدنا عہداً لاکثرہم۔

تفسیر

یہاں تک منکرین کے قصے اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے وقائع بیان فرماتے تھے اس کے بعد یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ کچھ اُنہیں بستیوں پر حصر نہیں جن کا ہم نے حال بیان کیا۔ جہاں کہیں انبیاء آتے وہاں یہی بات پیش آئی۔ اب یہاں اُن تمام تاریخی واقعات اور عبرت آمیز حادثات کا نتیجہ

ظاہر کرتا ہے کہ کیا اُن لوگوں کو پہلے لوگوں کے حال سے عبرت پیدا نہیں ہوتی کہ اُن کو ہم نے اُن کی بدکاری کی وجہ سے ہلاک کردیا، صفحۂ زمین سے مٹا ڈالا۔ اب یہ لوگ اُن کے وارث ہو گئے ہیں اُن کے عمدہ مکانات میں رہتے ہیں جس زمین کے لئے وہ لڑتے سر کٹواتے تھے اس کو میری میری کہتے تھے اب وہ اُن کے قبضہ میں ہے۔ اب اسی طرح سے یہ بھی سرکشی کرتے ہیں، بدکاری اور بُت پرستی سے باز نہیں آتے، رسولؐ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کو بھی اُسی طرح سے ہلاک نہیں کرسکتے؟ ان میں اُن سے کونسی بات زیادہ ہے، کونسی قوّت مانع ہے؟ مگر یہ بیوقوف مغرور مستِ بادۂ غفلت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ نطبع علٰی قلوبہم ہم نے اُن کے دلوں پر مُہر کردی فہم لایسمعون یعنے وہ ان باتوں کو اور اُن واقعات کو دل سے نہیں سُنتے (اگر دل سے سُنتے تو عبرت ہی نہ کرتے؟)۔

پھر متنبہ کرتا ہے کہ وہ بستیاں ہیں کہ جن کا ہم تمھیں حال سُناتے ہیں یعنی عاد و ثمود و لوطؑ و شعیبؑ کی اُجڑی ہوئی بستیاں جو تمھیں سفرِ تجارت میں آتے جاتے ملتی ہیں اُنھیں کے تو یہ واقعات ہیں کہ اُن لوگوں کے پاس ہمارے رسولؑ معجزات لے کر آتے اور اُن کو خوب سمجھایا مگر وہ ایسے کب تھے کہ جس بات کا ایک بار انکار کرچکے پھر اُس پر ایمان لے آویں یعنی بڑے ہٹیلے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر کردی اور وہ کافروں کے دلوں پر ایسی ہی مُہر کردیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اکثر کو ہم نے اپنے عہدِ ازلی پر قائم نہ پایا اور اکثر کو بدکار ہی دیکھا۔ ع ١٣ / ٩ / ٣

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ
پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ
کی طرف بھیجا سو اُن لوگوں نے معجزوں کی بڑی بے ادبی کی۔
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾
پھر دیکھو مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔
وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ
اور موسیٰؑ نے کہا اے فرعون! میں ایک رسول ہوں ربّ
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى
العالمین کی طرف سے۔ میں اس بات پر قائم ہوں
اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ
کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بجز سچ کے اور کچھ نہ کہوں۔ بے شک
جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ
تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے میں بڑی نشانی لایا ہوں سو تم میرے
مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ
ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے۔ اس نے کہا اگر
كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ
تو کوئی نشانی لایا ہے تو اس کو لے آ اگر تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا
سچا ہے۔ تب موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ
هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ
وہیں اژدہا بن کر ظاہر ہو گیا۔ اور اپنا ہاتھ نکالا ہی تھا کہ
فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ
دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا نظر آیا۔ قوم فرعون
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا
کے سرداروں نے کہا بے شک یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر
لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ
ہے۔ تم کو تمھارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے
اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا
پھر تم کیا رائے دیتے ہو۔ وہ بولے
اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ
اس کو اور اس کے بھائی کو رہنے دیجئے اور شہروں میں ہرکارے

حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

بھیجدیجئے۔ کہ وہ تیرے پاس ہر ایک واقف کار جادوگر کو لے آویں۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا

اور فرعون کے پاس جادوگروں نے آکر کہا کیا ہم کو کچھ انعام ملے گا

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ

اگر ہم ہی غالب آگئے۔ اُس نے کہا

نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا

ہاں اور تم کو تقرب بھی حاصل ہوگا۔ جادوگروں نے کہا

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

اے موسیٰؑ یا تو تو ہی ڈال اور یا ہم ہی

نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ

ڈالتے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا تم ہی ڈالو، پھر جب اُنھوں نے

اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

ڈالا تو لوگوں کی نظربندی کردی اور لوگوں کو ڈرایا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

اور وہ بڑا جادو بنا لائے تھے۔

ترکیب

حقیق فعیل خبر مبتدا محذوف کی اے انا فاذا للمفاجاۃ یہ ظرف مکان کے لئے ہے ہی مبتدا ثعبان خبر ان ہذا یرید قال کا مفعول۔ لاجرا اسم ان لنا خبر جملہ دال برجزاء ان کنا یہ تمام جملہ مقولہ ہے قالوا کا فلما القوا شرط سحروا واسترہبوا جواب۔ وجاءو جملہ مستانفہ یا معطوفہ۔

تفسیر

یہ چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے چونکہ یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔ اس لئے اُن پہلے واقعات سے فصل دے کر بیان فرمایا یعنی اُن واقعات کا نتیجہ تمام کرکے اُس کو شروع کیا۔ گرچہ یہ قصہ متعدد مطالب کے ادا کرنے کے واسطے قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے لیکن اس جگہ بہت کچھ ذکر ہو ا ہے۔ تفسیر سورۂ بقرہ میں ہم اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ مع جغرافیہ مصر و قلزم و تیہ بیان کرچکے ہیں اس لئے اس جگہ اعادہ کرنا طول دینا ہے۔

(۱) **فرعون**، اس لفظ کو اہل لغت نے تفرعن سے مشتق بتایا ہے کہ جس کے معنے متکبر کے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ یہ فَرُوۡہ سے لیا گیا جس کے معنے لغت قدیم مصر میں شہنشاہ اعظم کے ہیں۔ عربوں نے معرب کرکے فرعون بنایا اور اس کی جمع فراعنہ بنائی۔

فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں بلکہ شاہان مصر کا لقب ہے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے جو مصر میں حام بن نوحؑ کی نسل سے تھے جس طرح ہندوستان میں راجہ[1] اور قدیم روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے۔ سلطنت مصر کے چار دور ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ

اور ہم نے (اس وقت) موسیٰؑ کو وحی کی کہ تم بھی اپنا عصا ڈال دو۔

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ

پھر تو جو کچھ وہ (سانگ) بنائے تھے سب کو یکایک نگلنے لگا۔ پس حق قائم

الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

رہ گیا اور جو وہ کرتے تھے مِٹ گیا۔

119 فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

سو وہ یہاں پر مات کھا گئے اور ذلیل ہوکر اُلٹے پھر گئے۔

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور جادوگر سجدے میں گرگر گئے کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ

ایمان لے آئے۔ جو موسیٰؑ اور

هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ہارونؑ کا رب ہے۔ فرعون نے کہا (کہیں) میرے حکم سے پہلے ہی

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ

اس پر ایمان لے آئے۔ یہ تو تمھارا ایک بڑا مکر[2] ہے کہ جس کو

قصہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون

[1] فرعون اور اس کا دربار ۱۲ منہ　[2] ٹ یا کھنڈ

مَكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا

تم نے (اس) شہر میں آکر گانٹھا ہے — تاکہ لوگوں کو شہر سے نکال کر

أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (۱۲۳) لَأُقَطِّعَنَّ

لے جاؤ۔ سو تم کو ابھی معلوم ہوتے جاتا ہے۔ کریں تمہارے ہاتھ

أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ

اور دوسری طرف کے پاؤں کٹواتے ڈالتا ہوں پھر

لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ (۱۲۴) قَالُوا إِنَّا

تم سب کو سولی دیئے دیتا ہوں۔ وہ بولے کہ ہم کو تو

إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ (۱۲۵) ج وَمَا تَنْقِمُ

اپنے رب تو کے پاس پھر کر جانا ہے۔ اور تم ہم سے اسی لئے بدلہ لیتا ہے

مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا

کہ ہم اپنے رب تو کی آیتوں پر ایمان لے آئے جبکہ وہ ہمارے پاس آئیں۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ (۱۲۶) ع ۱۴ ع ۱۸ ۴

اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہم کو مسلمان کر کے موت دے۔ (یعنی ہم کو صبر عنایت کر)

ترکیب

ان الق مفعول اوحینا فاذا مفاجات کے لئے ہی مبتدا تلقف خبر۔ صاغرین حال ہے انقلبوا سے قبل متعلق ہے آمنتم سے الی ربنا متعلق منقلبون سے

تفسیر

اول دور فراعنہ کا کہ جن کی سلطنت ایک ہزار چھ سو بائیس (۱۶۲۲) برس تک رہی ان میں اخیر بادشاہ سمنی توس تھا جس کو کمبیس شاہ ایران نے حضرت عیسیٰ سے پانچ سو پچیس (۵۲۵) برس بیشتر قتل کر کے ان کے خاندان کو تمام کر دیا اور ایرانیوں کی سلطنت قائم ہوئی یہ دوسرا دور سکندر اعظم تک ایک سو چورانوے (۱۹۴) برس تک ان کی سلطنت رہی پھر تیسرا دور بطلیموسیوں کا ہے جن کی سلطنت سکندر سے لے کر حضرت مسیح سے تیس (۳۰) برس پیشتر تک رہی چوتھا دور رومیوں کا ہے جو مسیح کے تیس (۳۰) برس قبل ولادت سے لے کر چھ سو انتالیس (۶۳۹) عیسوی تک رہی۔ اس کے بعد سے یعنی اٹھارہویں سال ہجری سے لے کر آج تک اہل اسلام کے قبضہ میں ہے (خدا تعالیٰ ہمیشہ رکھے)۔ حال کا بادشاہ توفیق بن اسمٰعیل ہے۔ یہ پانچواں دور ہے۔ پھر اس میں بھی مسلمانوں کے متعدد خاندان حکمراں رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں خاندان فراعنہ سے امنو[۲]فیس دوم بادشاہ تھا جو حضرت مسیح سے چودہ سو بانوے برس پیشتر بحر احمر یعنی قلزم میں مع اپنی فوج کے غرق ہوا۔ اس کے بعد مصر میں خاندان فراعنہ سے دوسرا بادشاہ قائم ہوا۔ بعض جو کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ پھر مصر میں لے گئے اور ان کی سلطنت قائم ہوئی، غلط بات ہے۔ ہرگز قرآن و احادیث سے یہ نہیں سمجھا جاتا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام

أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا

اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ وہ ملک میں فساد

فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ

کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں۔

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي

(فرعون نے) کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو مارے ڈالتے ہیں اور ان کی عورتوں کو

نِسَاءَهُمْ ج وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (۱۲۷)

زندہ رہنے دیتے ہیں۔ اور ہم ان پر (ہر طرح) غالب ہیں۔

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو

---

[۱] یعنی بنی اسرائیل کو ۱۲ منہ [۲] یہ نام یونانی تاریخوں سے لئے گئے ہیں اگر عرب اور ایران کے نزدیک ان میں تغیر ہو تو کچھ عجب نہیں چنانچہ مورخین اسلام نے موسیٰ کے عہد کے فرعون کا نام ولید بتلایا ہے کسی نے ابوالعباس بن ولید بن مصعب بن ریان کہا ہے ۱۲ منہ

وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا

اور صبر کرو۔ کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جو اپنے بندوں میں سے

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ

جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے۔ اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں

لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ

کا ہے۔ انھوں نے کہا ہم کو آپ کے آنے سے پہلے بھی

أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ

ایذائیں دی گئیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسےٰ نے

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

نے کہا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک اور تم کو ملک

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ

میں خلیفہ کیا چاہتا ہے پھر دیکھے گا کہ تم کیسا

كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٢٩﴾ ع

کرتے ہو۔

ترکیب

الملأ قال کا فاعل من قوم فرعون اس کی صفت أَ ہمزہ استفہام کے لئے تذر کا فاعل انت موسیٰ وقومہ مفعول لیفسدوا تذر سے متعلق ویذرک منصوب معطوف ہے لیفسدوا پر جملہ مقولہ ہوا قال کا انّ الارض جملہ محل علت میں ہے استعینوا سے ویستخلفکم منصوب معطوف ہے یہلک پر۔

تفسیر

(۲) یوسف علیہ السلام کے عہد میں حضرت یعقوبؑ مع تمام خاندان کے کنعان سے ملک مصر میں آرہے تھے یہاں اُن کی نسل بڑی پھولی پھلی ہزاروں اسرائیلی ہوگئے۔ اس عہد کے بادشاہ کو جو بڑا جبار و سرکش تھا یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا یہ پردیسی لوگ ہمارے ملک میں قابض ہو جاویں اس لئے اس نے ان کو سخت کاموں پر مامور کر رکھا تھا خصوصاً جب سے اُس کو نجومیوں نے یہ کہا تھا (کہ اس قوم میں ایک شخص بڑا اقبال مند پیدا ہوگا جس سے تیرے ملک واقبال میں فرق آجائے گا) تو اور بھی تکلیف دیتا تھا کسی سے کھیتی کراتا تھا، کسی کو کسی بتذل خدمت پر مامور کر رکھا تھا اور ایک عام حکم دے دیا تھا کہ جس اسرائیلی کے لڑکا پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ دائیاں اس خدمت پر مامور تھیں۔ الغرض ہر طرح سے بنی اسرائیل کو اپنے بس میں کر رکھا تھا۔ آخر بقولِ شخصے ؎ ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے، خدا تعالیٰ نے عمران اسرائیلی کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اُن کی والدہ نے اُن کو دائیوں سے چھپانے کے لئے ایک تنور میں ڈال دیا کہ یہاں نہیں دیکھنے کے، اُن پر خدا تعالیٰ کا سایہ تھا تنور سرد ہوگیا مگر اگلے روز
یہ مناسب جانا کہ ان کو کسی صندوق میں بند کر کے توکّل بخدا ۱۵ ع ۳ ۵
دریائے نیل میں ڈال دیجئے مبادا خبر ہو جاوے تو میرے سامنے اس کو ہلاک کردیں گے۔ چنانچہ وہ صندوق یا ٹوکرا بہتا بہتا بڑے دریا سے اُس کی اُس شاخ میں پڑ گیا جو فرعون کے محلوں میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ فرعون کی بیٹی نے دیکھا تو اُٹھا لیا اور اپنی ماں کے پاس لائی۔ ماں نے فرعون سے اجازت لے کر اُس کو فرزندی میں رکھ کر پرورش کیا کیونکہ فرعون کے بیٹا نہ تھا اور قدرت خدا تعالیٰ کی دیکھو دودھ پلانے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہی مقرر ہوئیں یہاں تک کہ موسےٰ بفضل الٰہی جوان ہوگئے اور فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے ان کو اقتدارات وہی تھے جو شاہزادوں کے ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بہت سے ظلم اُن کی وجہ سے اُن کی سفارش سے موقوف ہوگئے مگر فرعونی (کہ جن کو قبط کہتے تھے) اس بات کو اس پر محمول کرتے تھے کہ چونکہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کی عورت کا دودھ پیا ہے اس لئے دودھ کا حق ادا کرنے کو اُن کے حالِ زار پر رحم کھاتا ہے اور اپنے حقیقی بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی محبت و عزت سے پیش آتے تھے جن کو لوگ رضاعی بھائی

سمجھتے تھے مگر بنی اسرائیل میں عموماً یہ بات معلوم تھی کہ موسےٰؑ ہارونؑ کے حقیقی بھائی عمران کے بیٹے ہیں اور موسےٰؑ کو بھی یہ معلوم ہو گیا تھا۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ

اور ہم نے فرعونیوں کو برسوں کی قحط سالی اور میووں کی

نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

کمی میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

پھر جو کبھی ان پر فراغ دستی آتی تو کہتے یہ تو ہمارا ہی حق ہے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى

اور اگر سختی آپڑتی تو موسےٰؑ اور ان کے ساتھ والوں کی نحوست

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ

بتاتے تھے۔ دیکھو نحوست تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک انھیں کی ہے

اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا

اور (فرعونی) کہنے لگے جب کبھی تو (اے موسیٰؑ) ہمارے پاس کوئی نشانی

بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہمارے جادو کرنے کے لئے لائیگا تو ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ

پھر تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹیڈی

وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ

اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا کھلی کھلی

مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

نشانیاں بنا کر۔ سو وہ (اس پر بھی) اکڑا ہی کئے اور وہ ایک

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ

نافرمان قوم تھی۔ اور جب ان پر عذاب آپڑتا تو موسےٰؑ سے

قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا

کہنے لگتے کہ اپنے رب تو سے ہمارے لئے اس عہد کے وسیلہ سے جو تجھ سے

عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ

کیا ہو دعا کرو، اگر تم نے ہم سے عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور تم پر

لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ

ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو رخصت

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ

کر دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے وہ عذاب ایک وقت

الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ

تک کہ جس تک ان کو پہنچنا تھا ٹال دیتے تھے تو فوراً عہد شکنی کرنے

يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

لگتے تھے۔ (آخر کار) ہم نے ان سے بدلہ لیا سو ان کو دریا میں غرق

فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ

کر دیا، کیونکہ وہ ہماری آیتیں جھٹلایا کرتے تھے اور

كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا

ان سے غفلت کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے اس قوم کو

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ

جو کمزور خیال کی جاتی تھی مشرق سے

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ

مغرب تک اس سرزمین (شام) کا وارث کر دیا کہ جس میں ہم نے

بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

برکت دے رکھی تھی۔ اور آپ کے رب کی خوش خبری

الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا

بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی۔ ان کے صبر کی

لہ بما عہد عندک کے کئی معنے ہیں اول یہ کہ اس عہد کے وسیلہ سے جو تجھ سے خدا تعالےٰ نے کیا ہے۔ اور وہ عہد موسیٰؑ سے خدا تعالیٰ نے کیا تھا غالباً قبول کرنے کی بابت ہو گا کہ ہم تیری دعا قبول کریں گے اور فرعونیوں کو موسیٰ علیہ السلام کا مستجاب الدعوات ہونا بارہا معلوم ہو چکا تھا۔ دوئم یہ کہ ان چیزوں کے سہارے سے جو تیرے رب نے تیرے پاس رکھی ہیں وہ کیا چیزیں تھیں۔ بعض کہتے ہیں وہ کچھ اسمائے الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم کر رکھے تھے جب ان کو ذکر کرکے دعا کرتے قبول ہی ہوتی۔ اسماء و صفات کی تاثیر سے وہی منکر ہیں جو اس سر سے ناآشنا محض ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ (باقی صفحہ پر ۴۱۵)

صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

وجہ سے۔ اور جو کچھ فرعون اور اُس کی قوم چُنتی اور بلند

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۱۳۷)

عمارتیں بناتی تھی سب کو منہدم کردیا۔ لہ

ترکیب

آل فرعون مفعولِ اخذنا۔ بالسّنین، الاصل فی سنۃ سنہۃ فلامہا ہا۔ وقیل لامہا واو لقولہم سنوات واکثر العرب تجعلہا کالزیدون والبعض یجعل النّون حرف الاعراب وکسرت العین اعلامًا بانہا جمعت علےٰ غیر القیاس، یہ اخذنا سے متعلّق الطوفان (قیل مصدر وقیل ہو جمع طوفانۃ) وہو الماء الکثیر المغرق والجراد جمع جرادۃ والقمّل والضّفادع والدّم مفعولِ ارسلنا آیات موصوف مفصّلات صفت مجموعہ حال ہے ہر واحد سے اورثنا فعل با فاعل القوم مفعولِ اوّل مشارق الخ مفعولِ ثانی ماکان یصنع ما بمعنے الّذی اسم کان ضمیر جو راجع ہے ما کی طرف یصنع فعل فرعون فاعل جملہ خبر کان۔

تفسیر

(۳) فرعون کا شہر مصر یہ نہیں کہ جس کو آج کل قاہرۂ مصر کہتے ہیں بلکہ دریائے نیل کے پورب اور پچھم میں بسا تھا جو آمون نو یا نوامون اپنے ایک دیوتا کے نام سے آباد کیا تھا جس کے سنو پھاٹک اور دو ہزار ۲۰۰۰ مستحکم قلعے تھے جن میں بیٹھ کر دشمن سے بخوبی لڑ سکتے تھے۔ اس کے غربی حصّے میں بُرج اور بادشاہی محلوں کے نشان اور بڑے بڑے پتھر کے لمبے ستون جن کا طول ۲۰ گز قطر ۳ گز ہے اور ایک صحن میں بادشاہ کی ایک سنگِ مرمر کی تصویر جس کی بلندی ۲۲ گز اور وزن چوبیس ہزار آٹھ سو انتالیس من ہے ٹوٹے پھوٹے پڑے نظر آتے ہیں ستائیس میل کے دوری میں اس کے خرابات مسافروں کو دکھائی دیتے ہیں اس شہر کا مشرقی حصّہ بھی بہت بڑا ہے جس میں سیکڑوں بُت خانے دکھائی دیتے ہیں۔ فرعون کے محل کے نشان اور ٹوٹے پھوٹے بُرج اب تک موجود ہیں اسی کے ایک حصّہ کا نام رامسیس تھا جہاں سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا تھا اور ممفیس بھی اسی کو یا اُس کے کسی حصّہ کو کہتے تھے جس کو اہلِ اسلام منف کہتے ہیں یہ شہر بخت نصر اور کمبیس ؏ شاہِ ایران کے ہاتھوں سے اُجاڑ ہوا اور پھر جب عمرو بن العاص رضؓ نے اس کو ہجرت سے اٹھارہویں سال حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں فتح کیا اور ہرکلیوس ؏ (ہرقل) شاہ روم کے ہاتھ سے لیا تو یہ اور بھی برباد ہو گیا۔ حضرت عمر رضؓ کی اجازت سے عمرو بن العاص رضؓ نے نیل کی شرقی سمت میں **فسطاط** کی بنیاد ڈالی اور ایک مسجد بھی بنائی جس کا طول پچاس گز اور عرض تیس گز تھا۔ یہ شہر جدید خلفاء بنی العباس کے عہد میں مصر کا پایۂ تخت رہا چنانچہ جب کافور ؏ جو اُن کی طرف سے یہاں کا حاکم تھا مرگیا تو **قیروان** سے **ابو تمیم المعزّ** لدین اللہ اسماعیلیوں کے چوتھے خلیفہ نے اپنے غلام اور سپہ سالار **قائد جوہر** کو مصر پر روانہ کیا اُس نے آکر جو بڑے لشکر جرّار کے ساتھ آیا تھا یہ ملک خلفاء عباسیہ کے قبضہ سے نکال لیا اور اپنے شیعہ مذہب کے موافق خطبہ پڑھوا دیا

(بقیہ حاشیہ ۴۱۴) حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کا سوز و گداز تھا جس کے سہارے سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں بلائیں ٹلتی ہیں ۱۲ منہ

لہ یعنے بنی اسرائیل کو زبردستی بیگار میں پکڑ کر فرعون اور اُس کی قوم جو کچھ عمارتیں اور بلند محل بنواتے تھے سب برباد ہو گئے یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ فرعون اور اُس کی قوم کچھ اپنی حفاظت اور بنی اسرائیل کی محکومی کی بابت منصوبے باندھتے اور اُس کے محل چُنتے تھے سب گر گئے اُن کی کچھ تدبیر نہ چلی خدا تعالےٰ کا چاہا ہوا ہو کر رہا ۱۲ منہ

ؔ یہ کافور اخشیدی وہ شخص ہے کہ جس کی دیوان متنبی میں یہ شاعر مدح لکھتا ہے یہ بنی العباس کا ایک آزاد کردہ تھا ۱۲ منہ

؏ غالباً یہ کیخسرو ہے جس نے بخت نصر کے بعد بابل کو غارت کیا اور مصر پر بھی حملہ آور ہوا تھا ۱۲ منہ

؏ ہرقل شاہ روم کا ماتحت بادشاہ مقوقس اُن دنوں مصر کا حاکم تھا یا اُس کا بیٹا ۱۲ منہ

اور فسطاط کو غارت کر دیا پھر چند روز کے بعد المعز لدین اللہ بڑے فوج کے ساتھ آیا اور سکندریہ پر قبضہ کرتا ہوا رمضان المبارک ۳۶۲ھ میں مصر میں داخل ہوا اور فسطاط کے پاس ایک اور شہر قاہرہ[1] کی بنیاد ڈالی۔ پھر یوماً فیوماً قاہرہ کی رونق اور آبادی بڑھتی گئی۔ آخر جب سلاطینِ اسماعیلیہ کی سلطنتِ مصر سلطان صلاح الدین یوسف کے ہاتھ آئی تو اس نے فسطاط اور قاہرہ اور قلعہ کے اردگرد آٹھ میل کے دور میں پختہ شہرپناہ بنوادی تھی۔ اس قاہرہ کو فرعون کا شہر کہنا بڑی غلطی ہے۔ چونکہ مصر فرعون کا شہر ہے اس لئے اس کے تاریخی واقعات بیان کرنا مناسبِ مقام ہوا۔

(۴) الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی حمایت میں سرگرم رہنے لگے اور جبکہ آپ ایک بار منف میں گئے اور وہاں ایک قبطی کو اسرائیلی سے لڑتے دیکھا اور اس کے ایک مُکّا مارا اور وہ مرگیا تو فرعون کے لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اسرائیلی اور وہی شخص ہے جو ہماری سلطنت کی تخریب کا باعث ہوگا۔ اس لئے موسیٰؑ یہاں سے جان بچا کر مدین گئے اور وہاں سے لوٹتے وقت کوہِ طور کے حوالی میں اُن کو مصر جانے اور فرعون کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ موسیٰؑ کو بہت مشکل سے فرعون تک رسائی ہوئی۔ وہاں جاکر کہا میں خداتعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں، جھوٹ بولنا میرا شیوہ نہیں، میں معجزات لے کر تیرے پاس آیا ہوں، تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو اُن کے وطن شام میں جانے دے۔ فرعون نے کہا اچھا اگر تیرے پاس کوئی معجزہ ہے تو دکھا۔ موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا جس سے فرعون اور اس کا دربار ڈر کر بھاگ نکلا۔ پھر اُس کو ہاتھ میں لیا تو ویسی ہی لاٹھی ہوگئی۔ اس کے بعد دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ ہاتھ اپنی بغل میں دے کر جو باہر نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو[2] معجزے موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ مقدس میں ملے تھے۔ فرعونیوں نے اُن کو جادو سمجھ کر اُن کے

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا
اور بنی اسرائیل کو ہم نے دریا سے پار کر دیا تو وہ ایک ایسی

عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
قوم کے پاس جا پہنچے کہ جو اپنے بتوں کے گرد جمے بیٹھے تھے

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا
(بنی اسرائیل) نے کہا اے موسےٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے کہ

لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
ان کے لئے معبود ہیں۔ (موسیٰؑ نے) کہا تم بڑی جاہل قوم ہو۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ
یہ لوگ (بت پرست) جس دین میں ہیں وہ خود غلط ہے اور جو کچھ یہ کر رہے

بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ
ہیں وہ بھی سب باطل ہے۔ (موسےٰؑ نے) کہا

اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ
کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کردوں حالانکہ اسی نے تو

عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ
تم کو جہان پر بزرگی دی ہے۔ اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے تم کو فرعون والوں

---

[1] یہ وہی قاہرہ ہے کہ جو آج کل شاہِ مصر توفیق پاشا تابع سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہٗ کا پایۂ تخت ہے مصر میں چند سال ہوئے عرابی پاشا سپہ سالارِ لشکرِ مصر نے بغاوت اختیار کی تھی نہرِ سویز کی حفاظت کی وجہ سے (جو انگریزوں اور فرانس کے لئے ہندوستان کا رستہ ہے) انگریزوں نے شاہِ مصر کی اعانت کی اور اپنی فوج مصر میں بھیج دی جس سے محمد احمد سوڈانی نے جو مہدی کہلاتا ہے مقابلہ کیا اور انگریزوں اور مصریوں کو متواتر شکستیں دے کر افریقہ کا ایک بڑا حصہ لے لیا اور آئندہ مصر پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے ۱۲ منہ

[2] مصر کے لوگ بت پرست تھے اپنے دیوتاؤں کی مورتیں مندروں میں رکھ کر پرستش کرتے تھے بیل اور گائے کی بھی پرستش کرتے تھے اس کے ذبح کرنے والے کو مار ڈالتے تھے اور بلی کو بھی پوجتے تھے اور اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے اور اس کو بڑا دیوتا جانتے تھے جیسا کہ قدیم اہلِ ہند کا دستور تھا ایسی پرستش سے فرعون کا دماغ چل گیا تھا جو اپنے آپ کو ربّ اعلیٰ کہتا تھا ۱۲ منہ

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
سے بچادیا جو تم کو بُری طرح کا عذاب دیتے
الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ
(اور) تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ
تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے ، اور اس میں تو تمہارے
بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (ع) ۱۴۱
رب کا بڑا احسان ہے۔

ترکیب

جاوزنا فعل بافاعل بآ تعدیہ کے لئے بنی اسرائیل مفعول اوّل البحر مفعول ثانی کمالہم آلہۃ ما یا مصدریہ ہے اور بعد کا جملہ صلہ یا بمعنے الذی والعائد محذوف و آلہۃ بدل منہ تقدیرہٗ کالذی ہو لہم اور کاف اور جس پر یہ داخل ہے الٰہ کی صفت ہے اے الٰہا مماثلا للذی لہم۔ اغیر اللہ صفت ہے الٰہا مفعول ابغیکم کے مقدم ہونے سے حال ہوگئی یسومونکم اور یقتلون الخ آل فرعون کی صفت۔

تفسیر

مقابلہ کے واسطے اپنے تمام جادوگروں کو جمع کرکے موسےٰؑ کا مقابلہ کرایا۔ جادوگروں نے نظر بندی کرکے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کے اسی طرح سے سانپ بنادیئے۔ جب موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن کر سب کو نگل گیا جس سے لاکھوں آدمی جو اُس میدانِ مقابلہ میں تھے ڈر گئے اور جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اس پر فرعون سخت ناراض ہوا اور جادوگروں کو کہا کہ تم موسیٰؑ سے ملے ہوئے تھے تم نے باہم مشورت کرلی ہے تاکہ تم اس شہر سے بنی اسرائیل کو نکال کرلے جاؤ۔ اچھا ابھی تمہیں معلوم ہوئے جاتا ہے۔ حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر درختوں پر لٹکا کر سولی دیدو۔ جادوگروں نے کہا کچھ پروا نہیں ہم اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آئے ہیں سو وہ ہم کو صبر عنایت کرے گا۔ اس کے بعد فرعونیوں نے صلاح دی کہ موسیٰؑ کو قتل کرڈالئے تاکہ زمین میں فتنہ برپا نہ کرے اور تیری اور تیرے معبودوں کی پرستش نہ چھوڑا دے۔ فرعون نے

ع ۱۶ ۱۲ ۶

اور بھی بنی اسرائیل کو تکالیف دینی شروع کیں جس سے وہ چیخ اُٹھے موسیٰؑ نے کہا صبر کرو انجام کار نیک بختوں کو فلاح ہوتی ہے خدا تعالےٰ کا ملک ہے جسے چاہے دے وہ تمہارے دشمن کو عنقریب ہلاک کرکے زمین پر تمہیں حکومت دیا چاہتا ہے پھر دیکھے تم کیا کرتے ہو؟ اس کے بعد کئی برس تک موسیٰؑ مصر میں فرعونیوں کو معجزات دکھلاتے رہے کبھی اولے برسے کبھی تمام پانی خون ہوگیا، مینڈکیاں در و دیوار پر چڑھ گئیں چچڑیوں نے ستایا لیکن یہ زیادہ تنگ ہوتے تھے تو فرعونی فرعون سے کہتے وہ موسےٰؑ کو بلا کر وعدہ کرتا کہ اگر یہ بلا تو نے اپنے خدا تعالےٰ سے کچھ کہہ کر دُور کرادی تو ہم ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے مگر جب وہ بلا دُور ہوتی تھی پھر ویسے کے ویسے منکر ہوجاتے تھے۔ اخیر ایک بار مصر میں غریب سے امیر تک سب کا پہلوٹھا بیٹا مرگیا جس سے تمام مصر میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں نے فرعون سے کہا شہر غارت ہوگیا ہے انھیں جہاں کہیں اپنی قربانی کرنے جاتے ہیں جانے دیجئے۔ بنی اسرائیل رعمسیس سے مرد و زن مال و اسباب لے کر قربانی کے بہانے سے نکلے جب کئی منزل مشرقی جانب طے کی تو بحر قلزم پر آگئے خدا تعالےٰ نے اُن کو یہاں سے پار کردیا (اس جگہ غرق نہ کیا)۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ
اور ہم نے موسےٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا اور
اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ
اُس کو دس ملا کر پورا کردیا سو اُس کے رب کا وعدہ چالیس (۴۰)

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ

رات کا (پورا) ہوا۔ اور موسیٰؑ اپنے بھائی ہارونؑ کو (کوہِ طور پر جاتے ہوئے)

هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَ

کہہ گئے کہ میری قوم میں میری نیابت کرتے رہنا اور اصلاح کرنا اور

لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا

مفسدوں کے رستہ پر نہ چلنا۔ اور جب کہ موسیٰؑ

جَاۤءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ

ہمارے وقت پر آئے اور اس کے رب نے اُن سے کلام کیا۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ

تو موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب! مجھے دکھا کہ آپ کی طرف دیکھوں۔ فرمایا

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ

تم مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے ہاں پہاڑ کو دیکھو پھر اگر

اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا

وہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم بھی مجھے جلد دیکھ لوگے۔ پھر جب کہ

تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ

اُن کے رب تو نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو چورا چورا کر دیا اور موسیٰؑ

مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ

غش کھا کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش آیا تو کہنے لگے تو پاک ذات ہے

تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

میں نے تیرے حضور میں توبہ کی اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى

فرمایا اے موسیٰؑ! میں نے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے لوگوں پر

النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ

تم کو بزرگی بخشی۔ سو جو میں نے

مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ

تم کو دیا اس کو لے لو اور شکر گزاری کرتے رہو۔ اور

كَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ہم نے (موسیٰؑ کے لئے) تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت

مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا

اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، پس اُن کو

بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ

مضبوط ہو کر لو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان میں سے اچھی باتوں پر عمل کیا کریں۔

سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

میں تم کو ابھی بدکاروں کے گھر دکھاتا ہوں ۱ے (کہ کیسے اجڑے پڑے ہیں)۔

ترکیب

اربعین کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اے تم بالغاً ہٰذا العدد۔ لیلۃ منصوب ہے تمیز ہونے کی وجہ سے لمیقاتنا لام بمعنے وقت قال رب الخ شرط یا جواب ہے لما جاء موسیٰ کا موعظۃ و تفصیلاً مفعول کتبنا کا من کل شئی صفت ہے اُس کی جو مقدم ہونے کی وجہ سے حال ہے۔

تفسیر

فرعون کا قصہ مجملاً اسی جملہ میں تمام کر دیا ودمرنا ماکان یصنع فرعون و قومہ الخ)۔ قلزم کو عبور کر کے عرب کے ریگستانی اور کوہی بیابانوں قادسیہ وغیرہ میں آپڑے یہاں اسرائیلیوں نے جو لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا تو مصریوں کی صحبت یافتہ تو تھے ہی منہ میں پانی بھر آیا کہ حضرتؑ ہمارے لئے بھی ایسے معبود بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے لئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو اس بات پر بہت سرزنش کی کہ تم بڑے واہی لوگ ہو، انکم قوم تجہلون اور کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود تجویز کروں جس نے کہ تم کو لوگوں پر فضیلت عطا کی اور فرعون کے پنجہ سے نجات دی۔ و واعدنا موسیٰ، حضرت موسیٰ نے اس بیابان میں جب کہ کوہ طور کے پاس آئے خدا تعالیٰ سے احکام ملنے کی درخواست کی جو بنی اسرائیل کے لئے دستور العمل ہوں حکم ہوا کہ یہاں آکر تیس رات عبادت کرو۔ پیچھے ہارونؑ کو خلیفہ بنا کر آپ کوہ طور پر گئے وہاں تیس کی جگہ چالیس راتیں لگ گئیں۔

۱ے نافرمانی اور بدکاری کے سبب کیسے اجڑے پڑے ہیں ۱۲

اسی چلّہ میں ایک بار حضرت موسیٰؑ کو دیدارِ الٰہی کا شوق ہوا
کہ کاش میں آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں چونکہ یہ آنکھیں تو
جسمانیات میں سے اجسام لطیفہ کو بھی نہیں دیکھ سکتیں جیاں
کے آنکھ کی شعاعیں لطافت کی وجہ سے منعکس نہیں ہوتیں
(آئینہ میں جب تک پیچھے کوئی چیز نہیں لگاتے قلعی نہیں
کرتے شعاعیں منعکس نہیں ہوتیں بالکل آر پار نفوذ کر جاتی
ہیں اس لئے صورت نہیں دکھائی دیتی) چہ جائے کہ خدا تعالےٰ
کو دیکھ سکیں جو نہ جسم ہے نہ کثیف بلکہ سب سے زیادہ لطیف
اس لئے جواب دیا کہ لن ترانی تو مجھے نہ دیکھ سکے گا اور
حضرت موسیٰؑ کا اطمینان کرنے کو ایک بات بتلائی کہ پتھر تجھ سے
زیادہ سخت ہے جس قدر انسان میں انفعال اور قابلیت
ہے خصوصاً انبیاء علیہم السّلام میں ہے پتھر میں کہاں اور
انسان کا ادراک کجا پتھر کجا انسان کی رُوح (جو عالم قدس
کے حوضوں میں دھوئی ہوئی ہے جس میں خدا تعالےٰ سے
تقرّب کی سخت مناسبت رکھی ہوتی ہے) ایک ایسی قابل
اور منفعل ہے جیسی کہ بارود آگ کا اثر قبول کرنے میں۔ پس
اے موسےٰؑ! میں عالم غیب کے پردہ کو ذرا سا اُٹھا کر اس پہاڑ
ناقابل پر ایک یوں ہی سی تجلّی کرتا ہوں اگر وہ اس کی تاب
لا سکا اور ٹھہرا رہا تو تُو بھی مجھے دیکھ لے گا پس جب یہ
ٹھہر گئی تو خدا تعالےٰ نے پہاڑ پر تجلّی کی جس سے وہ پہاڑ
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا یعنی خاص وہ مقام کہ جس پر تجلّی کی
تھی نہ کہ کُل کوہ طور۔ اس تجلّی میں حضرت موسیٰؑ بھی بے ہوش
ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا اور حقیقتِ امر منکشف
ہوئی اور اپنے سوال کا منشاء نادانستگی معلوم ہوا تو کہا الٰہی
میری توبہ پھر ایسا سوال نہ کروں گا سُبحانک اور تُو آنکھوں
کے ساتھ نظر آنے سے پاک ہے وانا اوّل المؤمنین اور بغیر
آنکھوں کے دیکھے سب سے اوّل میں ایمان لانے والا ہوں **ف ۱**
جمہور اہلِ اسلام اس بات کے معتقد ہیں کہ قیامت کو اہلِ
جنّت دیدارِ الٰہی کی دولت سے مشرّف ہوں گے اُس کی عیاناً
زیارت کریں گے مگر جس طرح آج کل فلسفی خیالات کے
دریا رواں ہیں اسی طرح بنی العباس کے عہد میں تھے جب
علوم یونانیہ کا عربی میں ترجمہ ہوا اور منطق اور فلسفہ میں
مسلمانوں نے توغل کیا تو ایک فریق خیالاتِ فیلسوفانہ کا
پیرو ہو کر قرآن مجید کو اُس کے ساتھ مطابق کرنے لگا جن کو
معتزلہ کہتے ہیں اُنھوں نے دیکھا کہ اگر کوئی خدا تعالےٰ کو
دیکھے تو ضرور کسی جہت اور سمت میں دیکھے گا سو اُس کے لئے
کوئی جگہ تجویز کرنی پڑے گی پھر جسم بھی ماننا پڑے گا اس لئے
اُنھوں نے اس آیت کا سہارا پکڑ کر قیامت میں دیدارِ الٰہی کا
انکار کر دیا اور جس قدر آیات و احادیث دیدارِ الٰہی کے بیان
میں وارد ہیں سب کی تاویل کر دی۔ اگرچہ علمائے اہلِ سنّت
نے بہت کچھ جواب دیا مگر ہم یہاں یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں انسان
کی نگاہ خاص محسوسات کے دیکھنے سے زیادہ تجاوز نہیں کر سکتی
مگر جنّت جو عالم قدس ہے وہاں یہ حال نہ ہوگا وہاں کے
اجسام روح سے بھی زیادہ لطیف ہوں گے وہاں ویسی ہی
آنکھیں ملیں گی پھر اب اس عالم میں جب روحانی طور پر اہلِ
صفاء خدا تعالےٰ کے دیدار سے مشرّف بلکہ ہر وقت اُسی کی درگاہ
قدس میں حاضر رہتے ہیں اور جن کی آنکھوں میں عالم محسوسات
ایسا لاشئ ہو گیا ہے کہ جس طرح آفتاب کے روبرو رات کے تارے
عارف جدھر دیکھتا ہے اُس کو خدا ہی نظر آتا ہے ہر کاروبار میں
اُسی کے یدِ قدرت دکھائی دیتے ہیں وللہ درّ من قال **ع**
بخدا غیرِ خدا در دو جہاں چیزے نیست ٭ بے نشان است کزو
نام و نشان چیزے نیست ٭ پھر اُس عالم میں عام مؤمنین کیوں
اُس کو نہیں دیکھیں گے بلکہ ضرور دیکھیں گے۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے توبہ کی تو فرمایا کہ میں نے
تجھ کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے اور رسالت سے لوگوں پر فضیلت
دی سو جو تجھ کو دیا جاوے اُس کو شکر کر کے لے لے یعنی اُس کو
بس غنیمت جان۔ یہ کیا کم بات ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ سے ہم کلام
ہوتے ہیں۔ **ف ۲** خدا تعالےٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے

سفرِ خروج کے ۳۳ باب ۱۸ درس میں یہ قصّہ مندرج ہے ۱۲ منہ

۱ اہلِ سنت و معتزلہ کا خلاف دیدارِ الٰہی میں۔ ۲ خدا تو کیوں کر کلام کرتا ہے۔

کلام کیا تھا اس کی حقیقت بیان کرنے میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں انھیں حروف و اصوات سے اُس کا کلام تھا کہ جن سے باہم آدمی کلام کرتے ہیں اور پھر اُن میں سے محققین اُس کے حادث ہونے کے بھی قائل ہیں یعنے کلام خاص اور اُس کے حروف و الفاظ خاص گو حادث ہیں مگر وہ صفت کلام کہ جو اُن حروف و الفاظ سے ادا ہوتی ہے قدیم ہے ہر شخص سے اُسی کے موافق کلام کرتا ہے کچھ عربی و عبرانی الفاظ کی قید نہیں بلکہ ملائکہ سے انھیں کے موافق۔ مگر حنابلہ و حشویہ اس کلام کلی کے افراد کو بھی قدیم کہتے ہیں۔ پھر کرامیہ اُن حروف و الفاظ حادثہ کا محل ذاتِ باری تعالےٰ قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اُس کا محل کوئی ذات مبائن ذات اللہ ہے جیساکہ شجر وغیرہ یعنی کسی درخت و پتھر میں سے کوئی آواز پیدا ہوتی تھی جس کے ساتھ خدا تعالےٰ حضرت موسٰی علیہ السلام سے کلام کرتا تھا۔ اہلِ سنّت و الجماعت کہتے ہیں کہ وہ کلام اُس کی ایک صفت خاص ہے جو ازلی اور قدیم ہے جو ان حروف و اصوات سے مغائر ہے۔ پھر اس بات میں کہ موسےٰ نے کیا سُنا تھا دو قول ہیں۔ ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں کہ اصوات حروف تھے جو کسی درخت سے پیدا ہوتے تھے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ بغیر اس کے موسٰی علیہ السّلام اسی صفتِ حقیقیہ کو سُنتے تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا کلام اپنے مخلصین سے اس بات کا محتاج نہیں کہ وہ حروف و اصوات سے ہو بلکہ وہ روحانی طور سے ہے کہ جن کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ دیکھو اشراقی لوگ بغیر صوت و حروف کے کیونکر کلام کرتے ہیں اور دوسرا اس کو کیونکر سُن لیتا ہے خواب میں کہ حواس ظاہرہ معطّل ہوتے ہیں نہ آنکھ دیکھتی نہ یہ کان سُنتے ہیں پھر کس طرح سے کلام ہوتا ہے؟ روحانیات اور لطیف چیزوں کا جُدا ہی معاملہ ہے۔ تختے اور پتھر میں سے آواز پیدا ہونے کا قائل ہونا ایک بے سند بات ہے کہ جس کو حقائق شناس پسند نہیں کرتے اور خدا تعالےٰ کا یہ کلام کچھ حضرت موسٰیؑ ہی پر منحصر نہ تھا بعد میں بھی انبیاء علیہم السّلام سے کلام ہوا ہے بلکہ اب بھی اولیاء اللہ سے کلام ہوتا ہے مگر سُننے کو کان[عہ] درکار ہیں۔

(۲) ف وکتبنا لہٗ فی الالواح الخ توراۃ موجودہ کے سفر خروج کے ۳۲ باب ۱۵ ورس میں ان لوحوں کی بابت لکھا ہے۔ "موسےٰ پھر کر پہاڑ سے اُتر گیا اور شہادت کے دونوں تختے (لوحین جن کو الواح کہتے ہیں) اُس کے ہاتھ میں تھے دونوں طرف اِدھر اور اُدھر لکھے ہوئے تھے اور وہ تختے خدا کے کلام سے تھے اور جو لکھا ہوا سو خدا کا لکھا ہوا اور اُن پر کندہ کیا ہوا تھا۔" پھر اُسی باب میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ جب حضرت موسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا اور اُن کے شور غل کی آواز سُنی تو اُن لوحوں کو پھینک دیا اور پہاڑ کے نیچے آکر توڑ ڈالا۔ پھر چونتیسویں ۳۴ باب کے اوّل ہی میں لکھا ہے۔ "پھر خداوند نے موسٰیؑ سے کہا کہ اپنے لئے پہلی لوحوں کے مطابق دو لوحیں پتھر کی تراش اور میں اُن لوحوں پر وہ باتیں جو پہلے لوحوں پر تھیں جنھیں تُو نے توڑ ڈالا لکھوں گا۔ صبح کو تیار ہو جا اور سویرے کوہ سینا پر چڑھ اور میرے آگے وہاں پہاڑ کی چوٹی پر حاضر ہو الخ۔"

علمائے اہلِ کتاب کوہ طور پر چلّہ بھر روزہ رکھنے کے بعد حضرت موسٰیؑ کو صرف یہ دو پتھر کے تختے عطا ہونے کے قائل ہیں کہ جن پر دس احکام لکھے ہوئے تھے۔ بُت پرستی کی ممانعت۔ والدین کی تعظیم۔ یوم سبت کی عزّت وغیرہ اور اس کے بھی کہ اُن لوحوں کو موسےٰؑ نے ایک چوبی صندوق میں رکھوا دیا تھا (خروج باب ۴۰) مگر مفسّرینِ اسلام ان الواح سے مراد توراۃ لیتے ہیں اور اُس چالیس ۴۰ روز کے چلّہ اور روزہ کو جو کوہ سینا یا طور پر واقع ہوا نزول توراۃ کا باعث سمجھتے ہیں کس لئے کہ من کل شیئ موعظۃ و تفصیلا لکل شیئ اُن دو لوحوں کے دس حکموں پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ جمیع مسائل ضروریہ کی تفصیل اور ہر قسم کی نصیحت ان میں نہیں جانوروں کی حلّت و حُرمت اور شریعت کے مسائل اُن میں کہاں ہیں؟

[عہ] یہ کلام وہ نہیں کہ جو انبیاءؑ پر نازل ہوا جیسا کہ توریت و قرآن مجید ۱۲ منہ

اور نیز سفر استثنا کے ۲۷ باب کی ۸ آیت میں نسخہ فارسیہ
مطبوعہ ۱۸۴۵ء و ۱۸۳۹ء میں یہ عبارت ہے "و بر آن سنگہا
تمامی کلمات این توریت را بخط روشن بنویس"۔ اور کتاب
یشوع کے ۸ باب ۳۰ ورس مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں لکھا ہے کہ
بنی اسرائیل نے بموجب حکم موسیٰؑ کے ایک مذبح بنایا اور
اُس کے پتھروں پر توریت کو لکھ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل
توریت اُنھیں الواح میں تھی اور بہت بڑی کتاب نہ
تھی جس کو مذبح کے پتھروں پر اُس عہد کے موافق کندہ کرنا
ناممکن ہوتا گو بعد میں اہل کتاب نے (تمامی کلمات این توریت)
کو شریعت کے ساتھ بدل دیا۔ مگر اصل عبارت سے مدعا ثابت ہے۔

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِيَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ

میں اپنی آیتوں سے اُن کو (یعنے اُن کے دل کو) پھیر دوں گا کہ جو زمین پر

فِي الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ وَاِنۡ

ناحق کا تکبر کیا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ

يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا ۚ

سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہ لاویں۔

وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوۡهُ

اور اگر راہ راست دیکھیں تو اس کو رستہ نہ

سَبِيۡلًا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الۡغَيِّ

بنائیں۔ اور اگر ٹیڑھا رستہ دیکھیں تو

يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ

اُس پر چلنے لگیں۔ یہ اس لئے کہ اُنھوں نے

كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا

ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اُن سے غفلت کرتے

غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا

رہے۔ اور جنھوں نے کہ ہماری آیتیں اور قیامت کے

وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ؕ

پیش آنے کو جھٹلایا تو ان کے عمل ضائع ہو گئے۔

۱۷ ع ۶ ۷ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

وہ بدلہ تو اسی کا پاویں گے کہ جو کیا کرتے تھے۔

ترکیب

الذین یتکبرون الخ مفعول ہے اصرف کا وان یروا شرط لا یومنوا بہا جواب ذلک مبتدا بانہم جملہ ثابت کے متعلق ہو کر خبر والذین مبتدا کذبوا فعل ضمیر فاعل راجع الذین کی طرف بایاتنا مفعول کذبوا معطوف علیہ ولقاء الآخرۃ اس پر معطوف تمام جملہ صلۂ الذین۔ حبطت خبر اور ممکن ہے کہ ہل یجزون الخ ہو۔

تفسیر

پہلے تھا کہ میں تمھیں توراۃ دیتا ہوں جس میں ہر قسم کی نصیحت اور سب شریعت ہے اُس کو خوب مضبوط ہو کر لو اور میں ابھی تمھیں بدکاروں کے ملک میں لے جاتا ہوں یعنی شام اور اُس کے اطراف موآب وغیرہ میں جہاں حتی اور عموری اور عمالیق بُت پرست بدکار لوگ بستے ہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کو دیکھ کر تمھارا بھی رنگ بگڑ جائے۔ اب یہاں فرماتا ہے کہ تم اپنی حالتِ ایمان کو جہاں تک ہو سکے قائم رکھیو کس لئے کہ بگڑتے کچھ دیر نہیں لگتی اور کون بگڑتے ہیں وہ[1] جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں آپ کو اوروں سے اچھا جانتے اور اتراتے ہیں۔ پھر وہ خدا تعالےٰ کے ہادی انبیاء علیہم السلام اور علماء رح سے بھی سرکشی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ خدا تعالےٰ کی آیتوں سے رُوگردانی کرنا ہے[2]۔ اور وہ جو ہر قسم کی آیات و معجزات دیکھ کر بھی نہیں مانتے[3] اور وہ جو حق بات دیکھیں تو اُسے نہ مانیں بُری بات کے جھٹ سے پیرو ہو جائیں انبیاء علیہم السلام اور علماء سمجھا دیں تو ہزاروں حجتیں اور جھوٹے عذرات پیش کریں، شیطانی کام میں جھٹ کود پڑیں مال اور جان سے دریغ نہ کریں۔ یہ تینوں خصلتیں انسان کی روح پر

اپنا اثر پیدا کرتی ہیں کہ پھر وہ دنیا میں جس قدر خدا تعالیٰ کی آیتیں ہیں خواہ اُس کی آیات قدرت عالم اور اُس کے حالات و تغیرات ہوں یا آیات منزلہ کتاب الٰہی کے جملہ جن سے عالم آخرت اور اُس کی ذات و صفات پر تنبہ ہوتا ہے یا انبیاءؑ کے معجزات ہوں جو اُن کی صداقت کی دلیلیں ہیں اور نبیؐ کی تصدیق سعادت دارین کا وسیلہ ہے اُن میں سے کسی کو بھی نہیں مانتا اور اُس کی ایسی حالت ہو جاتی خدا تعالیٰ کی طرف سے محرومی اور آیات سے روکا جاتا ہے اور اسی لئے اس کا سبب ذٰلک بانہم کذبوا فرمایا اور اُس کے بعد اُن آیات کی تکذیب کرنے والے کی سزا بھی بیان کر دی کہ حبطت اعمالہم کہ اُن کے عمل برباد ہو جائیں گے کس لئے کہ عملِ خیر جو آخرت میں نفع دیتا ہے وہ جو خلوص پر مبنی ہو اور جب تکذیبِ آیات اللہ ہوئی تو خلوص کہاں ؟ - گویا بنی اسرائیل کو ملکِ شام میں داخل ہونے سے پہلے اُن کی جبلّی کجی کی طرف اشارہ کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ وہاں چل کر تم ایسے نہ ہو جائیو اور اس میں سب کے لئے عموماً تہدید بھی ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ

اور موسیٰؑ کی قوم نے اُن کے بعد[1] اپنے زیور سے ایک بچھڑے کا ڈھانچا

حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ

ڈھال لیا جس کی بیل کی سی آواز تھی۔ کیا نہ دیکھا کہ

يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ

نہ وہ اُن سے بات کر سکتا ہے نہ اُن کو کوئی رستہ بتا سکتا

سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ (۱۴۸) — وقف لازم

ہے۔ اس کو (خدا) بنا لیا اور وہ (بڑے) ظالم تھے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا

اور جب شرمندہ ہوئے اور سمجھے کہ ہم گمراہی میں

أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا

پڑ گئے۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر مہربانی

رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۱۴۹)

نہ کرے گا اور نہ ہم کو بخشے گا تو ضرور ہم خراب خستہ ہو جاویں گے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

اور جب کہ موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے

أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن

ہوئے لوٹے تو کہا تم نے میرے بعد کیا ہی جھک

بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَ

مارا۔[فـ] کیا تم اپنے رب کے حکم سے جلدی کر بیٹھے ؟ اور

أَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ

(موسیٰؑ) تختیاں پھینک کر[فـ] اور اپنے بھائی (کے بال) پکڑ کر[2] اپنی طرف

يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ

کھینچنے لگے۔ اُس نے کہا اے میرے ماں جائے ! قوم نے

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا

مجھ کو ضعیف سمجھا اور مجھ کو مار ہی

يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ

ڈالا ہوتا۔ سو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسواؤ

وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱۵۰)

اور نہ مجھ کو ظالم لوگوں میں ملا دو۔

فـ تم نے میرے بعد بہت ہی برا کیا

فـ ڈال دیں

ترکیب

واتخذ فعل قوم موسےٰ فاعل عجلاً مفعول جسداً نعت یا بدل یا بیان۔ من حلیہم متعلق اتخذ سے حلی بضم الحاء وکسر اللام وتشدید الیاء وہو جمع اصلہ حلوی فقلبت الواو یاءً وادغمت فی الیاء الاخرٰے ثم کسرت اللام اتباعًا لہا وقرئ بکسر الحاء۔ فی ایدیہم مفعول مالم یسم فاعلہٗ سقط کا والتقدیر سقط الندم فی ایدیہم غضبان اور اسفًا حال ہیں موسےٰ سے اسی طرح یجرّہ الیہ بھی۔ الاعداء مفعول ہے فلا تشمت کا۔

تفسیر

یہاں سے پھر وہی موسےٰؑ کا قصّہ شروع ہوتا ہے جو کوہِ سینا پر

[1] یعنی جب کہ وہ کوہِ طور پر گئے تھے ۱۲ منہ [2] یعنی سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنے لگے ۱۲ منہ

گزرا جب کہ توراۃ لینے گئے اور چالیس روز تک وہیں رہے پیچھے ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ بنی اسرائیل نے جب تیس روز گزر گئے یہ خیال کیا کہ حضرت موسیٰؑ مر گئے۔ چونکہ مصریوں کی صحبت سے بُت پرستی کے بڑے شائق تھے اور مصری لوگ بیل کو پُوجا کرتے تھے اس لئے اُنھوں نے بھی بچھڑا بنایا۔ سامری بنی اسرائیل میں سے ایک شخص سُنار اور اس کام میں بڑا ہوشیار تھا۔ اُس نے بنی اسرائیل کی استدعا سے بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات لے کر جو مصریوں سے لائے تھے ایک بچھڑا ڈھالا اور کہا تمھارا اور موسےٰؑ کا یہی خدا ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں یہ قصہ اور بھی تفصیل سے ہے: قال فانا قد فتنا قومک من بعدک و اضلھم السامری الخ۔ قالوا ما اخلفنا موعدک بملکنا ولکنا حملنا اوزارا من زینۃ القوم فقذفنٰھا فکذٰلک القی السامری فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار فقالوا ہٰذا الٰہکم والٰہ موسےٰ فنسی الخ۔ ولقد قال لھم ہارون من قبل یٰقوم انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی و اطیعوا امری الخ۔ قال فما خطبک یا سامری۔ قال بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتہا وکذٰلک سوّلت لی نفسی۔ باوجودے کہ حضرت ہارونؑ نے منع کیا مگر لوگوں نے سامری کے کہنے سے سونے کا بُت بنا ہی لیا۔ سامری سے پوچھا کہ تُو نے یہ کیا کیا۔ کہنے لگا کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی کہ میں نے رسولؑ کے پاؤں تلے کی ایک مُٹھی لے کر اس میں ڈال دی میرے دل کو یہی بھایا۔

(۱) مفسّرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فعل سامری کا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے جو حضرت ہارونؑ کو سرزنش کی تو صرف اس پر کہ آپ نے اُن کو کیوں نہیں منع کیا۔ ہارون علیہ السلام نے عذر کیا کہ مَیں نے منع کیا مگر نہ مانا میرے قتل کے درپے ہو گئے اور نصِ قرآن سے بھی یہی ثابت ہے پس وہ جو آج کل کے

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَ

(موسیٰؑ نے) کہا اے میرے رب تو! مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے اور

اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

ہم کو اپنی رحمت میں شامل کر لے۔ اور تو ہی سب سے زیادہ رحم

الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا

کرنے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جنھوں نے بچھڑا بنایا اُن پر تو

۱۸ ع ۸

الْعِجْلَ سَیَنَالُھُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ

ابھی ان کے رب تو کا غضب اور دنیا کی

وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۭ وَكَذٰلِكَ

رسوائی آتی ہے۔ اور ہم جھوٹ بنانے

بہتان جوڑنے والوں کو

نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا

والوں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور جنھوں نے بُرے کام

السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِھَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ

کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾

بے شک آپ کا رب تو توبہ کے بعد معاف کرنے والا رحم کرنے والا بھی ہے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ

اور جب کہ موسےٰؑ کا غصہ فرو ہوا تو تختیوں کو

اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِیْ نُسْخَتِھَا ھُدًى

اٹھا لیا۔ اور اُن تختیوں پر خدا تعالیٰ سے

وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّھِمْ یَرْھَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت لکھی ہوئی تھی۔

ترکیب

الذین مع صلہ اسمِ ان۔ سینالھم الخ جملہ خبر والذین عملوا السیّات مبتدا ان ربک جملہ خبر والتقدیر غفور لھم ورحیم بھم لما سکت شرط اخذ الالواح جواب ہدے معطوف علیہ ورحمۃ معطوف لرّبھم یرھبون سے متعلق للّذین رحمۃ سے متعلق جملہ مبتدا متوخر فی نسختہا ثابت

کے متعلق ہوکر خبر ضمیر مؤنث الواح کی طرف راجع ہے یہ تمام جملہ حال ہوگا الوح سے۔

تفسیر

توریت میں ہے کہ ہارونؑ نے یہ کام کیا اگر تاویل پذیر نہیں تو محض غلط اور الحاق یہود ہے۔ حضرت ہارونؑ خداتعالےٰ کے برگزیدہ سے یہ بُت پرستی بعید از قیاس ہے اور جو کوئی مسلمان کُھل کر یہ بات کہے وہ کافر منکرِ نصِ قرآن ہے۔ (۲) بچھڑا جو سونے کا سامری نے بنایا اس میں علمائے اسلام کے دوؔ قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ کسی صنعت سے اس کو مجوف ڈھالا تھا کہ ہَوا کے سامنے رکھنے سے اُس سے گائے کے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی جس سے اُن احمقوں نے نہ صرف اپنا خدا بلکہ موسیٰؑ کا بھی خدا اس سامری جاہل کے کہنے سے تسلیم کرلیا اور اُس کے اِردگرد ناچنے گانے قربانی چڑھانے سجدہ کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں کہ سامری نے اس میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈال دی تھی جو اُس نے اُس وقت اُٹھائی تھی جب کہ حضرت جبرئیلؑ عبورِ قلزم کے وقت نمودار ہوتے تھے یا جب کوہ طور پر آتے تھے جس سے وہ حیوان ہوکر بولنے لگا جیساکہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے۔ فریقِ اوّل کہتا ہے کہ قرآنِ مجید میں صرف سامری کا عذر نقل کیا ہے کہ مَیں نے ایسا کیا اب کیا ضروری ہے کہ جس کسی کے قول کو قرآن حکایت کرے وہ قول فی نفسہ صحیح بھی ہو بُت پرستوں اور جُہلاء کے بہت قول نقل ہیں وما یہلکنا الا الدہر وغیرہ تو پھر کیا اُن کا یہ کہنا سچ ہے؟ قرینِ قیاس ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے فریب کیا ہو کہ اُس کو بنایا تو مجوف ہو جس میں ہَوا کے ذریعہ سے آواز پیدا ہوتی تھی اور کہدیا کہ یہ میں نے اُس میں رسول کے پاؤں کی مٹی ڈال دی ہے اور وہی بوقتِ ملامت حضرت موسیٰؑ سے کہدیا۔ اور قرآنِ مجید میں یہ نہیں کہ اُس مٹی کے ڈالنے سے وہ بولتا تھا یا سچ مچ کا بچھڑا بن گیا تھا۔ اگر قدمِ رسول[1] کا ایسا اثر ہوا تو کیا تعجب ہے رسولؐ سے مُردہ روحیں زندہ ہوتی ہیں اُن کی خاک پا سے اگر جماد حیوان ہوجائے تو کیا بعید ہے۔ (۳) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا جنھوں نے بچھڑا بنایا اُن پر خداتعالےٰ کا غضب اور ذلّت پڑے گی۔ چنانچہ اُن کی توبہ یہ قرار پائی کہ قتل کئے جاویں اور سہرو با بھی آئی اور نیز چالیسؔ برس بیابان میں حیران پھرے۔ ولما سکت، توریت موجودہ میں جو لوحوں کا ٹوٹ جانا اور بارِ دیگر کندہ کراکے لانا لکھا ہے الحاق ہے کیونکہ ایسی کیا وہ کچّی مٹی کی تھیں جو گرتے ہی چکنا چور ہوگئیں پڑھنے اور دوسرے پتھر پر نقل کرنے کے قابل نہ رہی تھیں پس قرینِ قیاس وہی ہے جو قرآن سے سمجھا جاتا ہے کہ غصّہ میں ڈال دی تھیں غصّہ دُور ہوا تو اُٹھالیں۔ لوحیں اس لئے دی گئی ہوں گی کہ اُس عہد میں خصوصاً جنگل میں حضرت موسیٰؑ کے پاس کاغذ نہ ہوگا اور حفظ کا قرآنِ مجید کی طرح رواج نہ تھا ورنہ پتھر کی سِلیں ساتھ ساتھ لئے پھرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا
اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے وقت مقررہ کے لئے منتخب
لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
کئے۔ پھر جب اُن کو زلزلہ نے آلیا تو موسیٰؑ نے کہا
قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ
اے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی سے ان کو اور مجھے
قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
ہلاک کر دیتا۔ کیا آپ ہم کو اس فعل پر ہلاک کریں گے کہ
السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ
جو ہمارے احمقوں نے کیا ہے۔ یہ تو صرف تیری آزمائش ہے۔
تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ
تو اس میں جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

[1] رسولؑ سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہیں ۱۲ منہ

تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ
رہنمائی کرتا ہے۔ تو ہی ہمارا مالک ہے سو ہم کو معاف کردے اور
ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾
ہم پر مہربانی کر اور تو ہی سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے۔
وَ اکْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً
اور ہمارے نام اس دنیا میں بھی بہتری لکھ دے
وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ
اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔
قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
فرمایا میں اپنا عذاب جس پر چاہتا ہوں ڈالتا ہوں۔
وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ
اور میری رحمت بھی ہر چیز کو شامل ہے۔

ترکیب

اختار کا فاعل موسٰے قومہ مفعول اوّل بواسطۂ حرف جر جو محذوف ہے اے من قومہ سبعین مفعول ثانی رجلاً اس کی تمیز اور ممکن ہے کہ سبعین قومہ سے بدل ہو والتقدیر سبعین رجلاً منہم حسنۃً مفعول ہے اکتب لنا کا وفی الآخرۃ معطوف ہے فی ہذہ الدنیا پر من اشاء مفعول ہے اصیب کا کل شیٔ وسعت کا مفعول۔ رجفۃ کے لغوی معنے ہیں زلزلہ کے جو بڑا سخت ہو بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد کڑک ہے۔

تفسیر

یہ اُسی بیان کا بقیہ ہے جب کہ حضرت موسٰیؑ مصر سے نکلنے کے بعد تیسرے مہینے بیابانِ سینا میں آئے اور بنی اسرائیل کے کوہِ سینا کے سامنے خیمے کھڑے کئے اور موسٰیؑ پہاڑ کے اوپر بلائے گئے وہاں سے نیچے اُتر کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور کہا کہ تم نہاؤ پاک صاف ہو تو تیسرے روز تم پر خدا تعالےٰ جلال ظاہر کرے گا۔ چنانچہ سب لوگ پہاڑ کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور وہاں اُن پر خدا تعالےٰ کی تجلّی ہوئی اس کے بعد خدا تعالےٰ نے موسٰیؑ سے کہا کہ تو ہارونؑ اور ندب اور بنی اسرائیل کے ستّر بزرگوں کے ساتھ اوپر چڑھ۔ تب حضرت موسٰیؑ ان لوگوں کو لے کر اوپر گئے اور حضرت موسٰیؑ پہاڑ کی چوٹی پر گئے اور ایک بدلی نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور کڑک شروع ہوئی اور خدا تعالےٰ کا جلال کوہِ سینا پر آیا اور حضرت موسٰیؑ و حضرت ہارونؑ چالیس رات دن رہے اور وہاں حضرت موسٰیؑ کو توریت دی گئی۔ (ملخصًا از سفر خروج باب ۲۴)۔

اس موقع کی بابت خدا تعالےٰ فرماتا ہے واختار موسٰے قومہ سبعین رجلاً لمیقاتنا، اس میں مفسّرین کا اختلاف ہے، کہ آیا ان ستّر سرداروں کو بچھڑا پوجنے کے بعد معذرت کے لئے ہمراہ لے گئے تھے یا اوّل بار کا ذکر ہے؛ قوی یہی ہے کہ اوّل دفعہ کا معاملہ ہے اُن لوگوں کو ساتھ اس لئے لے گئے تھے کہ یہ بھی خدا تعالےٰ کی تجلّی دیکھ کر بنی اسرائیل کے سامنے جو کچھ حضرت موسٰیؑ نے پایا اُس کے برحق ہونے کی شہادت ادا کریں۔ مگر جب وہاں جا کر اُنھوں نے یہ کہا کہ ہم تو جب مانیں گے جب کہ خدا تعالےٰ کو عیاناً دیکھ لیں گے لن نؤمن لک حتے نری اللہ جہرۃ فاخذتہم الصاعقۃ: رجفۃ سے مراد صاعقۃ ہے (لاے الصاعقۃ او رجفۃ الجبل فصعقوا منہا۔ ابوالسعود) تب حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ بات ان بیوقوفوں سے سرزد ہوئی اس کی سزا میں ہم سے مواخذہ نہ کیجئے یوں تو آپ ہمیں پہلے ہی سے ہلاک کر سکتے تھے یہ تیری آزمائش ہے اس میں تو جس کو چاہے قائم رکھ کر ہدایت کرے۔ جس کو چاہے بے صبری میں مبتلا کر کے گمراہ کرے۔ تو ہمارا ولی یعنی کارساز ہے اس کارسازی کی وجہ سے اوّل تو ہماری بیماریاں دور کر دیجئے گناہ معاف کیجئے، فاغفر لنا اور پھر اس کے اثرِ بد کو بھی عائد نہ ہونے دیجئے وارحمنا اور پھر ہم کو سعادتِ دارین سے بھی

بہرہ ور کرو اکتب لنا الخ کیونکہ انا ہدنا الیک (ہدنا تبنا و رجعنا الیک قال اللیث الہود التوبۃ) ہم نے تیری طرف گناہ اور نافرمانی ترک کرکے رجوع کیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے عذابی اصیب الخ کہ مجھ میں وصفِ غضب بھی ہے جس کو چاہوں اس میں مبتلا کروں اور میری رحمت اُس سے بھی بڑھ کر ہے۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ
سو اُس کو تو میں اُنھیں کے لئے لکھے دیتا ہوں کہ جو پرہیزگاری کرتے
الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ ﴿۱۵۶﴾
اور زکوٰۃ دیتے اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ
اُن کے لئے جو رسول یعنی نبی اُمّی کی پیروی کریں گے جس کو
الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي
وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا
التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
پائیں گے۔ جو اُن کو اچھی باتوں کا حکم دے گا
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
اور اُن کو بُری باتوں سے روکے گا اور پاک چیزیں اُن کے لئے
الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ
حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرے گا اور
يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ
اُن سے بارگراں[ل] کو اور اُن طوقوں کو جو اُن کے گلے میں پڑے تھے
كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ
اُتار ڈالے گا۔ پھر جو کوئی اُس پر ایمان لاوے گا اور
عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ
اُس کی عزت مدد کرے گا اور اُسی روشنی پر چلے گا
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ
جو اُس کے ساتھ نازل کی جاوے گی سو وہی
الْمُفْلِحُوْنَ ۧ ﴿۱۵۷﴾ ع ۱۹
کامیاب ہوں گے۔

ترکیب

الذین الخ یہ جملہ محلاً مجرور ہے کیونکہ صفت ہے للذین مجرور کی اور مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور اس کی خبر یامرہم یا اولٰئک ہم المفلحون ہے النبی الامی الذی الرسول کی صفت مکتوبا حال ہے یجدونہ کی ضمیر سے والمراد یجدون اسمہ، عندہم، مکتوبا یا یجدون سے متعلق ہے۔ یامرہم اور ینہٰہم اور یحل اور یحرم اور یضع سب جملہ حال ہیں النبی سے یا مستانفہ ہیں فالذین مبتدا آمنوا و عزروہ و نصروہ واتبعوا اس کے صلہ اولٰئک الخ خبر۔

تفسیر

موجودات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو میری رحمت گھیرے ہوئے نہ ہو۔ ادنیٰ مرتبہ وجود ایک ایسی نعمت عام ہے جس سے کوئی شے بھی محروم نہیں مگر اس کے بعد جو اور صدہا نعمتیں ہیں اُن کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ علاوہ اس کے بالذات اُس کے نزدیک کوئی چیز مبغوض نہیں اگر اُس کو نفرت ہے تو بالعرض بندوں کے بُرے افعال پر۔ اے موسیٰ! بنی اسرائیل اور نسلِ ابراہیم کو اُس رحمت خاصہ سے کہ جس کا تو اپنی قوم کے لئے سوال کر رہا ہے کچھ خصوصیت نہیں بلکہ اس رحمت کو میں اُن لوگوں کے لئے لکھتا ہوں کہ جو یتقون ویؤتون الزکوٰۃ الخ یعنی جن لوگوں میں یہ اوصاف مذکورہ ذیل پائے جاتے ہیں وہ اس رحمت سرمدی کے مستحق ہیں۔

واضح ہو کہ احکام الٰہی جو بندے کی سعادت کا ذریعہ ہیں دو قسم کے ہیں **اوّل** ترک کرنا یعنی جو باتیں اُس کے حق میں

ل بارگراں وہ سخت احکام ہیں کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اہلِ کتاب کے لئے تھے اور اسی طرح طوق وہ اُس کی نافرمانی کی پھٹکاریں ہیں جو وقتاً فوقتاً ان کے گلوں میں ڈالی گئیں ان سب باتوں کو رسولِ اُمّی یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے دور کردیں گے ۱۲ منہ

بُری ہوں اور جن کا اثر بد اُس کی روح پر پہنچتا ہو اُن کو چھوڑ دینا
اُن سے بچنا الگ رہنا جیساکہ زنا، چوری، تکبر، حسد، قتلِ
ناحق، خیانت، دغابازی، جھوٹ بولنا، ناپاک چیزوں کا کھانا،
ماں باپ سے بدسلوکی کرنا، اقارب اور دوستوں سے بُرائی کرنا،
وغیرہ، سو اُن کی طرف اجمالاً اس لفظ میں اشارہ کردیا یتقون
یعنی جو تقوےٰ کرتے ہیں، بُری باتوں سے باز رہتے ہیں۔ دوم
کرنا یعنی اچھی باتوں کو عمل میں لانا پھر عمدہ کاموں کی دو نوع
ہیں۔ نوعِ اول وہ جو مال سے متعلق ہیں صدقہ وخیرات،
اقارب کے ساتھ نیک سلوک اس کو یؤتون الزکوٰۃ میں
بیان فرمایا اگر سب برّ واحسان کے کاموں میں مال صرف نہ
کرسکے تو چالیسواں حصہ جس کو زکوٰۃ شرعی کہتے ہیں ادا کرنا
ضرور ہے اسی لئے بعض علماء نے زکوٰۃ سے مراد اس جگہ زکوٰۃِ
فرض لی ہے۔ نوعِ دوم وہ افعال جو اُس کی ذات سے متعلق
ہیں پھر اُن کی بھی دو قسم ہیں اوّل وہ جو قوتِ نظریہ یعنے
علم سے متعلق ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ اور قیامت و رسولوں
پر ایمان لانا۔ دوم وہ جو قوّتِ عملیہ سے متعلق ہیں سجدہ کرنا،
روزہ رکھنا وغیر ذٰلک ان دونوں قسموں کی طرف والذین
ھُم بایاتنا یؤمنون میں اشارہ ہے۔ نظریات تو ظاہر ہیں باقی
عملیات اس سے اس طرح پر سمجھے جاتے ہیں کہ جب کوئی شے
پائی جاتی ہے تو اُس کا مقتضےٰ بھی پایا جاتا ہے اور آیاتِ الٰہی
پر ایمان لانے کا مقتضےٰ یہی ہے کہ اعمالِ صالحہ بھی کرے
کس لئے کہ ایمانِ کامل کے اندر تینوں باتیں ہونی چاہییں تصدیق
بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان (اعضاء)۔ اس کے بعد
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے موسیٰؑ! جس رحمتِ
خاصہ کا تو خواستگار ہے تیرے عہد میں تو یہ اُس شخص کو
حاصل ہوگی جس میں اوصاف مذکورۂ بالا ہوں گے اور نبیٔ
آخرالزّماں صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ اس کو نصیب
ہوگی کہ جو نبیٔ اُمّیؐ پر ایمان لائے گا اور اُن کا اتباع کرے گا
تاکہ فلاح نصیب ہو ورنہ اُس کا تقویٰ اور زکوٰۃ دینا کافی

نہ ہوگا۔ اس جگہ نبیٔ آخرالزّماں صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسےٰ
سے ۹ صفتیں بیان فرمائیں (۱) وہ رسول ہوگا (۲) نبی ہوگا۔
رسول کے بعد نبی کا ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ
عام طور کا رسول نہ ہوگا بلکہ رسولوں میں نبی ہوگا۔ جس طرح کہ
سادات کے سردار کو شیخ السّادات کہتے ہیں یا کہتے ہیں بادشاہوں
کا سردار اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ رسالت میں شانِ توجہ
الی المخلوق اور نبوّت میں شانِ توجہ الی الخالق غالب ہوتی ہے
یا بالعکس۔ (۳) باوجود اس رسالت اور نبوّت کے وہ اُمّیؐ ہوگا
علومِ رسمیہ اور نوشت خواندِ رسمیہ حاصل نہ کی ہوگی مگر باوجود
اس کے تمام علم الاوّلین والآخرین کا سرچشمہ ہوگا۔ حقیقت میں
یہ ایک بڑا ظاہر معجزہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
علامتِ خاص ہے۔ (۴) کہ یہ لوگ اُس نبیؐ کو توراۃ وانجیل
میں لکھا ہوا پاویں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہود ونصاریٰ کی دینی
کتابوں میں کہ جن کو وہ توریت وانجیل سمجھتے تھے اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پاک نہ ہوتا تو آپ کو الزام دیتے اور آپ بھی
باوجود خواستگاری ایمان قبول کرنے کے افترا نہ باندھتے جو
باعثِ نفرت اور بد اعتقادی ہوتا اُس وقت یہود ونصاریٰ کا
اس امر میں الزام دینا اور گردن نیچے جھکا لینا بغیر اُس کے ممکن نہ
تھا کہ یہود ونصاریٰ کے پاس توراۃ وانجیل میں آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلّم کا نام پاک اور صفات اور مولد سب کچھ لکھا ہوا تھا
جیساکہ اُس وقت کے بہت سے علمائے اہلِ کتاب کے اقرار اور شہادات
سے ثابت ہوا ہے اور جب کہ انبیائے بنی اسرائیل نے اور اشلیم اور
شام اور بیت المقدس کی بابت چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دی

ا؎ اُمّی بضمِ ہمزہ منسوب بطرف اُم یعنے اصل، اعنی یہ شخص جس اصل فطرت پر پیدا ہوا
ہے اُسی پر قائم ہے یا امت عرب کی طرف منسوب ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے نحن امۃ امّیۃ
لانکتب و لانحسب، یا اُمّ القریٰ کہ کی طرف منسوب ہیں ؛ اور بفتح ہمزہ بھی آیا ہے بمعنے
قصد کیونکہ آپ مقصود ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ کو خدا تعالےٰ نے وہ علوم عطا کئے تھے جو کسی
کو بھی نہیں دیئے گئے۔ پھر آپ کو امّی کہنا اور یہود سے پوچھنے کا محتاج ثابت کرنا جیساکہ
بعض خفیہ کرسٹین لکھ چکے ہیں صریح کفر ہے ۱۲ منہ

تو کیا اس عظیم حادثہ کی کوئی بھی خبر نہ دیتا کہ سیکڑوں برسوں تک شام اور بیت المقدس کے درودیوار سے اسلام جلوہ گر ہے اور رہے گا پس ضرور خبر ہو گی حالانکہ آج کل ہم کو اس توریت وانجیل میں آنحضرت علیہ السلام کا نامِ پاک اور صفات نہیں ملتے جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے تحریف کر دی یا وہ اصل کتاب مفقود ہو گئی مگر آفتاب کہیں فانوس میں چھپ سکتا یا اس پر کوئی چادر کا پردہ ڈال سکتا ہے؟ دیکھو آج کل کی توریت سفر استثنا باب ۱۸ اور انجیل یوحنا باب ۱۴ اور دیگر صحائف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بشارات کس قدر جلوہ گر ہیں۔ انجیل مذکور کے مقامِ مذکور میں اور انجیل برنباس میں اس وقت تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہے اور لفظ فارقلیط کہ جو لفظ احمد کا ترجمہ ہے قدیم نسخوں میں صاف موجود ہے اور اس بحث کو ہم بارہا بحوالہ کتبِ مسلمۂ اہلِ کتاب ثابت کر چکے ہیں۔ (۵) یہ کہ وہ لوگوں کو نیک باتیں تعلیم کرے گا۔ (۶) یہ کہ وہ بری باتوں سے منع کرے گا۔ اس میں کوئی مورخ شک نہیں کرتا کہ عہدِ آدمؑ سے لے کر جس قدر آنحضرت علیہ السلام کے وعظ و پند نے دنیا میں اثر کیا عالمِ تاریک کو منور کر دیا بت پرستی کی جڑ کاٹ دی، درندوں کو ملکی صفات بنا دیا ایسا کسی کے وعظ نے اثر نہیں کیا پھر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل نبوت کی ہو گی۔ مثلاً کوئی کاتب ہونے کا دعوای کرکے نہایت عمدہ لکھ کر دکھا دے تو اب بجز کوڑ مغز کے اور کون اس کے کاتب بلکہ خوش نویس ہونے میں شک کر سکتا ہے اس کا کمال ہی اس کی دلیل ہے ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب ﴿ (۷) لوگوں کے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال کرے گا۔ (۸) ناپاک اور گندی چیزیں حرام کرے گا یعنی اس کی شریعت عقلِ سلیم کے فطرتی اصول پر مبنی ہو گی اہلِ عقولِ صافیہ کو آپ کی شریعت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہو گا ہر بات حکمت پر مبنی دیکھ کر۔ (۹) وہ بنی اسرائیل پر احکامِ سخت شریعتِ موسویہ کے بارِ گراں اور جو طوق ان کے گلوں میں پڑے ہوئے ہوں گے سب اتار دے گا۔ اور شریعتِ موسویہ کی سختی دیکھنی منظور ہو تو توریت موجودہ میں سے سفرِ احبار و سفرِ خروج و عدد دیکھے تو معلوم کرے گا کہ بنی اسرائیل کی گردنوں پر کیسے بھاری طوق ڈال کر ان کو مسخر کیا تھا اس کے بعد فرماتا ہے کہ پھر جو کوئی اس رسول اور اس کی کتاب پر جو نور ہے ایمان لائے گا اور رسولؐ کی عزت و مدد کرے گا تو فلاح پائے گا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
(اے نبیؐ!) کہدو لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے
اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ
بھیجا ہوا آیا ہوں کہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود
هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، سو اللہ تعالےٰ اور اس کے
النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
اس رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالےٰ اور اس کی
كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم کو رستہ ملے۔
وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ
اور موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک ایسا بھی گروہ ہے کہ جو حق کی
بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
رہنمائی کرتا اور حق سے انصاف کرتا ہے۔

ترکیب

جمیعًا حال ہے الیکم سے الذی آلخ جملہ صفت ہے اللہ کی جو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے امۃ موصوف یہدون و یعدلون صفت مجموعہ مبتدا مؤخر من قوم موسیٰ خبر مقدم۔

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تھا کہ میں اس رحمت خاصہ کو متقیوں کے لئے مقرر کرتا ہوں شرطیہ قرار پائی تھی کہ وہ نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی اتباع کریں کہ جس کا لقب نبیِ اُمّی ہے۔ اب اس جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپؐ اُس عہد کے مطابق سب بنی آدم کو خبر دیجئے کہ وہ نبیِ اُمّی جس پر ایمان لانے پر حصولِ رحمت کا مدار ہے میں ہی ہوں میں تم سب کی طرف نبی ہو کر آیا ہوں سو تم ایمان لاؤ اور اتباع کرو۔ الیکم جمیعاً جمہور اہلِ اسلام اس آیت سے یہ بات کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم تمام عالم کے لئے نبی ہیں۔ دنیا میں آپؐ کے ظہور کے بعد بموجب اُس وعدے کے جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا کسی کی کوئی طاعت قابل پذیرائی نہ ہوگی جب تک کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا جیسا کہ آپؐ نے بھی فرمایا ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی میری خبر پاکر جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا جہنم میں جائے گا، رواہ مسلم۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ پہنچی تو وہ معذور ہیں بشرطیکہ توحید پر قائم ہوں۔ یہاں سے یہود و نصاریٰ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے نبی ہیں۔ یہ نبوتِ عامہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حصہ ہے۔ الّذی لہٗ ملک السمٰوات الخ یہ دعویٰ چونکہ بڑا بھاری دعویٰ ہے اس لئے اوّل تو اس کا امکان ثابت کرنا چاہیے کیونکہ بہت سے نبوت کے قائل ہی نہیں جیسا کہ آج کل آریہ اور پھر بعد امکان کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہونا اول بات کا ان لفظوں سے اثبات کیا۔ مگر یہ ثبوت تین باتوں پر موقوف تھا۔ اوّل یہ کہ اس جہان کا کوئی مالک و متصرف بھی ہو کیونکہ اگر خدا نہیں تو پھر اُس کی طرف سے پیغام کیسا اور پیغمبری کیا؟ اس لئے اس بات کو الّذی لہٗ ملک السمٰوات والارض میں ثابت کیا کہ آسمانوں اور زمین کے حالات و تصرفات میں نظر کرنے سے یہ تو ہر اہل عقل مانتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا بنانے والا ہے جس کی ان پر بادشاہت ہے۔ دوم یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ایک شخص ہو کیونکہ اگر کئی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ رسول جو ایک خدا تعالےٰ کی عبادت کا حکم دیتا ہے دوسرے خدا کا بندہ ہو اور یہ احکام اُس کی مرضی کے برخلاف ہوں اس بات کو لا الٰہ الا ھو میں ثابت کیا۔ سوم یہ کہ عالم حشر و نشر بھی ہو جہاں رسول کی اطاعت و نافرمانی کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہو کیونکہ اگر یہ نہیں تو مرنے کے بعد نیست ہو گئے رسول کو مانا تو کیا ملا اور نہ مانا تو کیا گیا اس لئے .... اس بات کو یحیی و یمیت میں ثابت کیا جو یہاں زندہ کرتا ہے وہ کیا دوبارہ نہیں کر سکتا؟۔

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے رسولِ برحق ہونے کے دلائل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نبوت کا ثبوت معجزات سے ہے سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے معجزات دو قسم پر ہیں ایک وہ جو آپؐ کی ذات کریم میں ودیعت رکھے گئے ہیں وہ بہت سے ہیں۔ ازانجملہ آپؐ کا اُمّی ہو کر تمام اسرار الٰہیہ مبدء و معاد و احکام و قصص انبیائے سابقین کا بیان کرنا اس کی طرف رسولہ النبیّ الامّیّ میں اشارہ ہے اور اس میں اُس وعدہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت موسیٰؑ سے ہوا جس کا حضرت موسیٰؑ نے اپنی اُمّت کو اعلان کیا جیسا کہ سفر استثناء میں ہے۔ دوم وہ جو خارقِ عادت باتیں آپؐ سے سرزد ہوئیں جیسا کہ چاند کا شق کرنا، اُنگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا جن کو کلماتِ الٰہی کہا جاتا ہے اُن کی طرف یؤمن باللہ و کلماتہ میں اشارہ مع لحاظ تقدیم اہم بالذات ایمان باللہ کے ہے اس کے بعد اتبعوہ فرمانا کلام کو مدلل کرکے نتیجہ نکالنا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کی طرف التفات کرتا ہے کہ ان میں سے بعض حق پرست اور منصف بھی ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن سلام وغیرہ سو اُنہوں نے بے تردد اس رسول کو مان لیا۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا
اور بنی اسرائیل کے ہم نے بارہ ۱۲ قبیلے الگ الگ
اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ
کر دیئے۔ اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف جب کہ اُس کی قوم نے
اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ
اُس سے پانی مانگا تو یہ وحی کی تھی کہ اپنا عصا پتھر
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ
پر مارو۔ (چنانچہ مارا) پھر تو اُس سے بارہ ۱۲
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ
چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر ایک شخص کو اپنا اپنا
اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ
گھاٹ معلوم ہوگیا۔ اور اُن پر بادل کا سایہ
الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ
کر دیا اور اُن پر منّ و سلویٰ
السَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ
اُتارا۔ (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے کھاؤ (پیو)
وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
اور ہم نے تو اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا لیکن وہی خود اپنی جانوں
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
پر ظلم کرتے رہے۔

ترکیب

قطعنا بمعنے صیّرنا تب اثنتے عشرۃ ممیز اسباطاً تمیز بلکہ بدل لانہ جمع۔ اُمَمًا دوسرا بدل مجموعہ مفعول ثانی ورنہ تقدیر یوں ہوگی فرقنا ہم فرقا۔ ان اضرب ان مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اس تقدیر پر یہ مفعول اوحینا ہوگا اور بمعنے اے بھی ہوسکتا ہے تب یہ اوحینا کی تفسیر ہوگی اثنتا عشرۃ ممیز عینًا تمیز یہ انبجست کا فاعل منہ اُس سے متعلق انفسہم منصوب ہے یظلمون سے

الانبجاس الانفجار۔ والاسباط جمع السبط ہو ولد الولد والمراد بہا القبائل۔

تفسیر

یہاں بنی اسرائیل پر جو کچھ اُس نے اُن بیابانوں میں انعام وعنایت کی اُن کا ذکر فرماتا ہے کہ باوجودیکہ اُنھوں نے قلزم کا معجزہ دیکھا جس میں اُن پر بڑی عنایت تھی کہ اُن کو اس سمندر کی کھاڑی سے خشک نکال دیا اور اُن کے مخالف اور دشمن کو اُن کی آنکھوں کے رُوبرُو مع فوج وحشم غرق کیا مگر پھر پار اُتر کر حضرت موسیٰؑ سے ایک اور معبود کی استدعا۔ کی اور پھر اُس کی غیبت میں جب کہ وہ کوہِ سینا پر چالیس روز غائب رہے تو سونے کا بچھڑا بنا کر پوجا مگر اُس کے بعد بھی ہم نے ان پر یہ عنایت کی اور اُس پر وہ دن بدن یہ نافرمانیاں اور سرکشیاں کرتے تھے۔

یہ واقعات کوہِ سینا سے کوچ کرنے کے بعد ظہور میں آتے تھے۔ اس تمام قصہ کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بضمن تاریخ بنی اسرائیل بیان ہوچکی ہے وقطعناہم یعنی انتظام بنی اسرائیل کے لئے ہم نے اُن کے بارہ ۱۲ فرقے مقرر کردیئے ہر ایک کو اسباط کہتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ ۱۲ بیٹے تھے اُن میں سے ہر ایک کی اولاد ایک سبط جداگانہ تھا۔

واوحینآ الیٰ موسیٰ یہ ایک بیابان کا ذکر ہے جہاں کہ بنی اسرائیل نے اپنے خیمے قائم کئے اور وہاں پانی نہ تھا نہ کوئی دریا تھا نہ چشمہ نہ کنواں نہ تالاب۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کی درخواست کی تو ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مار جس سے اس میں سے بارہ ۱۲ چشمے بہنے لگے جس میں سے ہر ایک سبط نے جدا گھاٹ مقرر کرکے پانی پیا۔ یہ بات اُن بیابانوں میں دو ایک بار وقوع میں آئی یہ نہیں کہ ہمیشہ اسی پتھر میں سے پانی پیا کرتے تھے اور اس کا بھی قرآن مجید سے کچھ ثبوت نہیں کہ بنی اسرائیل

اُس پتھر کو ساتھ لاد ے پھرتے تھے اور یہ کہ یہ وہ پتھر تھا جو حضرت موسیٰؑ کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔ وظللنا علیہم الغمام اُن بیابانوں میں سایہ دار درخت اور سایہ کا تمام قوم کے لئے سامان بھی کم تھا لوگوں کو سخت تکلیف تھی اس لئے خدا تعالےٰ نے اُن پر ابر قائم کر دیا کہ اُن کا خیمہ اُن کے ساتھ رہتا تھا وانزلنا علیہم المنّ والسلوےٰ جب خدا تعالےٰ نے اس بیابان میں پانی اور قدرتی سائبان عطا کیا تھا تو وہاں نہ کھیتی ہوتی تھی نہ اناج بہم پہنچ سکتا تھا اُن کے کھانے کے لئے منّ وسلوٰی بھیجا جس کی تفسیر سورۃ بقرہ میں ہو چکی مگر اس پر بھی بنی اسرائیل کانوا انفسہم یظلمون اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جو نافرمانی پر نافرمانی کرتے تھے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

اور جب کہ اُن کو (بنی اسرائیل کو) حکم ہوا کہ اس گاؤں میں چل رہو ۔

وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ

اور وہاں (جاکر) جہاں جی چاہو کھاؤ (پیو) اور اُس کے دروازہ میں سے

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ

سجدہ کرتے ہوئے جانا ، تو ہم تمہارے سب گناہ

خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۶۱)

معاف کر دیں گے۔ (اور) نیکوں کو ہم عنقریب زیادہ انعام دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا

پھر تو اُن میں سے نالائقوں نے جو کچھ اُن سے کہا گیا تھا اُس کو دوسری بات

غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

سے فبدل دیا تب ہم نے بھی اُن پر آسمان سے ایک بڑی بلا نازل

رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (ع)

کر دی (یہ ضرور) اُن کی بدکاریوں کی وجہ سے ۔

ترکیب

قیل سے لہم متعلق ہے اسکنوا الخ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ ہٰذہ القریۃ صفت وموصوف مفعول فیہ۔ حطۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے امرنا حطۃ سجداً حال ہے ادخلوا کے فاعل سے نغفر مجزوم ہے جواب امر کی وجہ سے قولاً بدّل کا مفعول موصوف غیر الذی صفت یا حال قیل کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ ضمیر ہے جو الذی کی طرف راجع ہے

تفسیر

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا قصّہ ہے اُن کے خلیفہ یوشع ابن نون کا جب کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد ملک شام میں پہنچے اور یردن ندی کو عبور کیا۔ اس قریہ سے مراد شہر یریحو ہے جس کو اریحا بھی کہتے ہیں یہ شہر یروشلم سے بیس۲۰ میل اور دریائے یردن سے ۹ یا سات میل کے فاصلہ پر آباد تھا اب اس جگہ یا اس کے متصل ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے جس میں اعراب یعنی بدوی لوگ اکثر رہتے ہیں۔ اس شہر پر بنی اسرائیل سے اور کنعانیوں سے بڑی لڑائی ہوئی اور آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور شہر کو غارت کر دیا۔

اسی شہر کے اس واقعہ کا خدا تعالےٰ یہاں ذکر فرماتا ہے کہ اُن سے یعنی بنی اسرائیل سے کہا گیا (غالبًا حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے وصیّت کی ہوگی) کہ جب تم اس شہر میں گھسو تو اُس کے پھاٹکوں میں سے سجدہ یعنی سرنگونی اور فروتنی کرتے اور خدا تعالےٰ سے اپنے جرموں کی جو تم نے میرے روبرو کئے ہیں معافی مانگتے گھسنا تاکہ ملکِ شام میں ہمیشہ تم پر خدا تعالےٰ کی نظرِ عنایت رہے اور تمہارے دشمن مغلوب رہیں۔ (یا خاص اسی وقت یشوعؑ نے حکم دیا ہوگا)۔ مگر یہ جو وہاں پہنچے تو بجائے عاجزی اور فروتنی کے اِترانے لگے اور وہاں کی لوٹ چھپانے لگے جس کا چھپانا اُن پر سخت جرم تھا اصلی حکم کو بدل دیا اس لئے اُن پر آسمانی بلا نازل ہوئی یعنی عی کے لوگوں نے بنی اسرائیل کو شکست دے کر اُن کے لوگوں کو قتل

ف۱ بجائے حطۃ کے حنطۃ کہنے لگے ۱۲

ع ۲۰ / ۵

کیا یہ واقعہ کتاب یشوع کے ۷ باب میں کسی قدر مذکور ہے:
تب یشوع اور سارے اسرائیلی بزرگوں نے کپڑے پھاڑے اور خداوند کے عہد کے صندوق کے آگے شام تک پڑے رہے اور اپنے سروں پر خاک دھری۔ اور یشوع بولا ہائے اے خداوند مالک! تو اس قوم کو کس لئے یردن پار لایا الخ تب خداوند نے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو کس لئے یوں اوندھا پڑا ہے؟ بنی اسرائیل نے گناہ کیا اور انھوں نے اس عہد سے جس کی بابت میں نے ان کو حکم دیا عدول کیا کیونکہ انھوں نے حرام چیزوں میں سے بھی کچھ لیا اور چوری بھی کی اور ریاکاری بھی کی اور اپنے اسباب میں ملا بھی لیا اس لئے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے لعنتی ہوئے۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ
اور (اے نبی ص) آپ ان (یہود) سے اس شہر والوں کا حال تو پوچھیے جو
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي
سمندر کے کنارہ آباد تھا۔ جب کہ وہ سبت کے دن حد سے
السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ
بڑھنے لگے جب کہ ان کے سبت کا دن ہوتا تو ان کے پاس
سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ
مچھلیاں پانی پر تیرتی ہیں اور جس دن سبت کا نہ ہوتا تو نہ
مع لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم
آتیں، یوں ان کو ہم آزمانے لگے۔
النصف بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ
ان کی بدکاری کی وجہ سے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک
أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ
جماعت نے کہا کہ کیوں ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہو کہ جن کو اللہ تعالیٰ
مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ
ہی ہلاک کرنا یا سخت عذاب دینا چاہتا ہے۔
قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ
وہ بولے خدا تعالیٰ سے بری الذمہ ہونے کے لئے اور شاید کہ وہ
يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
ڈر بھی جاویں پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے
أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ
لوگوں کو تو بچا لیا کہ جو برائی سے منع کرتے تھے
وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ
اور گنہگاروں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے بڑے
بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا
عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر جب کہ
عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ
وہ جس چیز سے منع کئے گئے تھے باز نہ آئے۔ تو ہم نے حکم کر دیا کہ
كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾
پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔

ترکیب

اذ یعدون حاضرۃ کا ظرف بھی ہو سکتا ہے یہ اصل میں یعتدون تھا اب اس کو مخفف بھی پڑھ سکتے ہیں اور مشدّد بھی۔ اذ تاتیہم ظرف ہے یعدون کا حیتان جمع حوت و کو ی سے بدل دیا گیا شرّعًا حال ہے حیتانہم سے یوم لا یسبتون ظرف ہے لا تاتیہم کا معذرۃ مفعول لہٗ ہے لے وعظنا للمعذرۃ۔

تفسیر

یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں گزرا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آگئے اور یہاں کی سلطنت ان کی قوم میں ایک عہد سے قائم ہو گئی۔ یہ قصہ بھی سورۃ بقرہ کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے

عن القریۃ۔ اس قریہ سے مراد وہ گاؤں ہے جہاں یہ واقعہ گزرا ہے جس کو علمائے مورّخین ایلہ کہتے ہیں اور اس گاؤں سے سوال کرنے سے مراد ان لوگوں کے حال سے سوال

کرتا ہے اور سوال کس سے کرے؟ بنی اسرائیل یعنی یہود سے جو آنحضرت علیہ السلام سے مقابل تھے۔ اور سوال کرنے کا جو حضرت کو حکم دیا تو یہ کوئی فرض واجب کی طور پر نہیں بلکہ وَسْئَلْهُمْ سے مقصود یہ ہے کہ یہ واقعہ یہود کو بخوبی معلوم ہے اس کا تواتر اُن کے ہاں چلا آتا ہے خواہ اُن سے پوچھ دیکھ وہ ہرگز انکار نہ کریں گے نہ یہ کہ آپ ضرور اُن کے پاس جاکر پوچھیے جس کے مطابق آپ پوچھنے بھی گئے ہوں بلکہ آپ کو خود یقین تھا پوچھنے کی کیا ضرورت؟ یہ ایک محاورہ کی بات ہے جس سے مقصود یہ کہ مخاطب کو بھی اس بات کا اقرار ہے۔ اور غرض اس قصہ سے یہود کی پشتینی سرکشی ظاہر کرنا ہے جو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی برسرپرخاش تھے۔ خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ یہود کو سبت یعنے ہفتے کے روز شکار اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی اُس گاؤں کے لوگ سمندر کے کنارے بستے تھے۔ پانی کی نالیاں مچھلیاں آنے کے لئے کھود رکھی تھیں۔ سو ہفتہ کے روز مچھلیاں آتیں اور دنوں میں نہ آتیں انھوں نے ہفتہ کے روز شکار کرنا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے منع کیا اور بعض نے کہا ان لوگوں پر کوئی بلا آیا چاہیے منع کرنے سے یہ نہ مانیں گے انھوں نے کہا بیشک مگر ہم تو بری الذمہ ہو جاویں۔ آخر جب کھلم کھلا سرکش ہوگئے تو اُن کے چہروں میں اس قسم کا ورم ہوا جس سے بندروں کی شکل معلوم ہونے لگی آخر اسی میں تین روز بعد مر گئے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ
(اور یاد کرو) جب کہ اُن کے رب نے (بنی اسرائیل کو) اعلان کر دیا تھا کہ ان پر
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ
قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا کہ جو اُن کو سخت تکلیف پہنچاتے
الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ
رہیں گے۔ البتہ آپ کا رب جلد عذاب کرنے والا
الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾
ہے۔ اور وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان بھی ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ
اور بنی اسرائیل کو ہم نے زمین پر متفرق جماعتیں کرکے بکھیر دیا، کچھ تو
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ز
اُن میں سے نیک ہیں اور کچھ اُن میں سے دوسری طرح کے بھی ہیں
وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ
اور ہم نے اُن کو نعمتوں اور سختیوں سے (دونوں طرح سے) آزمایا
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ
تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف
بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ
کتاب کے وارث ہوئے جو اس دنیائے خسیس کی
عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ
چیزیں (ناجائز طور پر) لینے جاتے اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ
سَيُغْفَرُ لَنَا ج وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ
ہم کو معاف ہی ہو رہے گا۔ اور اگر ایسا ہی اور اسباب (دنیا) ان کے پاس
مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ط اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ
آجاوے تو اُسے بھی لے کر رہیں۔ کیا اُن سے کتاب[1] میں یہ عہد نہیں
مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى
لیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی نسبت سچ بات کے سوا اور کچھ نہ
اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ
کہیں گے اور جو کچھ اس کتاب میں ہے اُس کو پڑھ بھی چکے ہیں۔ اور
الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ
آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے۔
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور جو لوگ کتاب کو خوب پکڑے
بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا
ہوئے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں تو ہم بھی

[1] یعنے کیا توریت میں عہد نہیں لیا ہے کہ سچ ہی کہیں گے رشوت نہ لیں گے انصاف کریں گے اس کو پڑھ چکے ہیں ۱۲ منہ

۲۸

لَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

نیکوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

ترکیب

تاذن بمعنے اذن اے اعلم الٰی یوم القیامۃ تاذن سے متعلق سوء العذاب مصدر مضاف ہے امماً مفعول ثانی ہے یاحال ہے منہم الصّالحون امم کی صفت یا بدل دون ذٰلک ظرف یا خبر ورثوا الکتاب صفت ہے خلف کی یاخذون حال ہے ضمیر ورثوا سے ودرسوا معطوف ہے ورثوا پر الم یؤخذ جملہ معترضہ ہے۔ میثاق الکتاب مفعول مالم یسم فاعلہٗ یؤخذ کا ان لایقولوا الخ تفسیر ہے میثاق کی والدار الآخرۃ مبتدا خیر الخ والذین مبتدا واقاموا اس پر معطوف انا لانضیع خبر۔

تفسیر

ان خوفناک واقعات سننے کے بعد یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا ہم سے پہلے لوگوں پر ہوا ہم پر نہ ہوگا بلکہ ہم سے خدا تعالےٰ کا عہد ہے کہ ہم کو ابد تک آبرومند کرے گا۔ اس خیال فاسد کو دفع کرتا ہے کہ یہ عہد نیکوں اور انبیاءؑ کے فرمانبرداروں کی نسبت ہے نہ کہ بدکاروں کے لئے کیونکہ واذ یاد کرو جس وقت تاذن ربک الخ خدا تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل کی معرفت یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر تم بدی کروگے تو وہ ابد تک تم کو تمہارے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے دیگا جو تم کو سخت تکلیف میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ سفر استثناء کے گیارہویں باب ۲۸ ورس میں اور نیز ۸ باب ورس ۱۹ میں بھی موجود ہے۔ گر بنی اسرائیل نے بدکاری کی اس لئے داؤدؑ کے بعد سے جو اُن پر دشمن مسلّط ہونے شروع ہوئے آج تک ہیں کبھی بابل اور نینویٰ کے بادشاہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا، کہیں شاہان مصر نے برباد کیا پھر

٢١ ع ٩ ١١

سکندر اعظم کے عہد سے لے کر آج تک یہودی محکوم و اسیر چلے آتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اُن پر قہر الٰہی بھڑک اٹھتا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں سے سخت سخت اذیتیں پاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ فرماتا ہے کہ سب بنی اسرائیل برابر نہ تھے وقطعناہم الخ اُن میں نیک بھی تھے اور بد بھی مگر اس کے بعد تو اکثر ناخلف وارث و مالک کتاب یعنی توراۃ کے بن گئے جو لوگوں سے دینی امور میں رشوت لیتے اور کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ معاف کرے گا مگر آئندہ بھی وہی قصد رکھتے ہیں یعنی باوجود اس لغافہ کی توبہ کے اگر پھر کوئی دے تو لینے کو موجود ہیں باوجودیکہ اُن سے عہد لیا گیا تھا کہ حق بیان کرنا مگر اب اپنی دنیاوی آمدنی فوت ہونے کے خوف سے امر حق یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کو چھپاتے ہیں اور آخرت کو دُنیا کے بدلے میں کھو بیٹھے ہیں حالانکہ دنیا سے آخرت کا گھر بہتر ہے جہاں سدا رہنا ہے لیکن یہ احمق سمجھتے نہیں۔ مگر اب بھی جو ان میں راہِ راست پر قائم ہیں ہم اُن کے اجر ضائع نہ کریں گے۔ اس میں عبد اللہ بن سلام رضؓ وغیرہ خدا پرست اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے۔

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ

اور جب کہ ہم نے بنی اسرائیل پر سائبان کی طرح پہاڑ

ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا أَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ

اُٹھایا اور انھیں گمان ہوا کہ وہ ان پر آہی پڑا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

(تو ان سے کہا گیا) جو کچھ ہم نے[له] تم کو دیا اُس کو مضبوطی سے لو اور جو اس میں

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع وَإِذْ أَخَذَ

ہے اس کو یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور جب کہ آپ کے

رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ

رب نے بنی آدم کی پشت سے اُن کی اولاد کو باہر

ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ۚ

نکالا اور انہی کو اُن پر گواہ بنا کر (یہ کہا)

عه قال فی الکشاف نتقنا قلعناه ورفعناه کقوله ورفعنا فوقہم الطور ۱۲ منہ نتق: فتشاندن وجنبانیدن ۱۲ صراح منہ

له یعنی توریت اور اس کے احکام ۱۲ منہ

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ

کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ کہا کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں۔

أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ

یہ اس لئے (کیا) تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم کو تو اس کی

هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿۱۷۲﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا

خبر ہی نہ تھی۔ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ

أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا

دادانے ہم سے پہلے کیا تھا اور ہم تو اُن کے بعد

ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا

اُن کی اولاد سے تھے۔[1] پھر (اے خدا تو) کیا تو ہم کو

بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذَٰلِكَ

بیہودہ لوگوں کے کام سے ہلاک کرتا ہے۔ اور ہم یوں کھول کر

نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۷۴﴾

آیتیں بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ رجوع کریں۔

ترکیب

الجبل مفعول ہے نتقنا بمعنے رفعنا کا اور فوقہم اُس کا ظرف ہے وظنوا جملہ معترضہ یا معطوف ہے نتقنا پر یا حال۔ انہ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے من ظہورہم بدل ہے بنی آدم سے بدل الاشتمال باعادۃ الجار ذریتہم اخذ کا مفعول الست بربکم بیان ہے اشہدہم کا ان تقولوا مفعول لہٗ ہے اشہد کا ای مخافۃ ان تقولوا اور اسی طرح اوتقولوا جملہ محل تعلیل میں ہے۔

تفسیر

اس جملہ معترضہ کے بعد پھر حضرت موسٰی علیہ السلام کے عہد کا یہ واقعہ (جو کوہِ سینا کے پاس گزرا تھا) یہ بات بتلانے کے لئے بیان کرتا ہے کہ بنی اسرائیل سے اُن کے سر پر پہاڑ اُٹھا کر عہد لیا گیا تھا اس پر بھی وہ اُس عہد کے پابند نہ رہے۔ یہ قصہ بڑی تفصیل

ع ۷

کے ساتھ تاریخ بنی اسرائیل میں تفسیر سورۂ بقرہ کے ذیل میں بیان ہوچکا اعادہ کی ضرورت نہیں؛

واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ چونکہ بنی اسرائیل سے عہد لینے کا ذکر آیا تھا اس لئے مناسب ہوا کہ بلا خصوصیت بنی اسرائیل اپنے اُس عہد کو بھی یاد دلائے جو اُس نے تمام بنی آدم سے لیا ہے، تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ عہدِ الٰہی کی پابندی صرف بنی اسرائیل پر ہے۔ اس عہد کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔

اوّل جمہور مفسرین اہل سنت کا ہے کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تمام ذریت سے جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اس طور سے لیا گیا تھا کہ خدا تعالےٰ نے آدمؑ کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں کی طرح سے نکل پڑے پھر اُن کو عقل اور گویائی عطا کرکے کہا کہ الستُ بربکم کہ کیا میں تمھارا خدا نہیں؟ سب نے کہا بلٰی کیوں نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں تم پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور تمھارے باپ آدمؑ کو گواہ کرتا ہوں تاکہ تم قیامت کو یہ نہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی تم کو معلوم رہے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تم میرا کسی کو بھی شریک نہ بنانا میں تمھارے پاس اس عہد کو یاد دلانے کے لئے اپنے رسول بھیجوں گا اور کتابیں نازل کروں گا، وہ تم کو میرا عہد یاد دلائیں گے۔ سب نے اقرار کیا اور کہا ہم گواہ ہیں کہ تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے، تیرے سوا اور کوئی نہ معبود ہے نہ رب ہے سب نے اقرار کرلیا (رواہ احمدؒ) اس مضمون کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے چنانچہ ابن عباسؓ اور اُبیّ بن کعبؓ سے امام احمدؒ نے اس مضمون کو روایت کیا ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں اور ابوہریرہؓ نے بھی آنحضرت علیہ السلام سے روایت کیا ہے جس کو ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔ اور مسلم بن یسارؒ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ سے کسی نے اس آیت کے معنے پوچھے، اُنھوں نے کہا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

[1] جیسا بڑوں کو کرتے پایا ویسا ہم نے بھی کیا ۱۲ منہ

لوگوں نے پوچھا۔ آپؐ نے اُس میں یوں فرمایا، پھر یہی مضمون اخیر تک نقل کیا کسی قدر کمی زیادتی کے ساتھ۔ اس کو مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح سے اور بھی محدثین نے مختلف عنوان سے اس آیت کی تفسیر میں روایات بیان کی ہیں۔ اور بڑے بڑے مفسرین اس پر متفق ہیں جیساکہ سعید بن المسیبؒ اور سعید بن جبیرؒ اور ضحاکؒ اور عکرمہؒ اور کلبی۔

دوسرا قول جمہور معتزلہ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے صاف معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بنی آدم کے ظہور یعنی پُشتوں سے اُن کی ذرّیت اس طرح سے نکالی کہ وہ نطفہ پُشت آبا میں تھے پھر اپنی ماؤں کے رحم میں آئے پھر اُن کو علقہ پھر مضغہ پھر کامل الخلقۃ بناکر نکالا پھر عقل و حواس عطا کیا جس سے وہ اُس کے مصنوعات میں غور و فکر کرکے اُس کی وحدانیت پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے سو یہ دلائل گویا خدا تعالیٰ کی طرف سے عہد اور خود اُن کو اس بات پر گواہ بنانا ہے اور ان کی حالتِ احتیاج و حدوث گویا اُس عہد کو تسلیم اور قبول کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کا وہ دلائل پیدا کرنا گویا اقرار لینا اور اُن کا اس حالت میں ہونا زبانِ حال سے اقرار کرلینا اور گواہ بننا ہے۔

اس عہد کی رُو سے ہر عاقل توحید پر قائم رہنے کے لئے مامور ہے تاکہ کسی کو اس کے بعد یہ عذر باقی نہ رہے کہ "ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے وہی بُری رسمیں جاری کر گئے تھے ہم اُن کے بعد پیدا ہوئے اُنھیں کی پابندی کرتے رہے اگر گناہ کیا تو اُنھوں نے قصوروار ہیں تو وہ"۔ کس لئے کہ ہر ایک شخص پر اُس عہد کی پابندی ضروری ہے جب تم کو عقل و ادراک ہے تو کیوں ایسی بُری باتوں میں جو تمہارے عہدِ خداوندی کے برخلاف ہیں اُن جاہلوں کی پابندی کرتے ہو۔ دنیا میں خدا تعالیٰ کے رسول اسی عہد کو یاد دلانے کے لئے آتے ہیں۔

دلائل معتزلہ کے یہ ہیں **اوّل** یہ کہ من ظہورہم بدل ہے بنی آدم سے پس اس صورت میں آیت کے یہ معنے ہوئے کہ بنی آدم کی پُشتوں سے اُن کی ذرّیت نکال کر اُن سے عہد لیا نہ کہ آدمؑ کی پُشت سے بلکہ آدمؑ کا تو اس میں کچھ ذکر بھی نہیں ہے اس کے علاوہ اگر آدمؑ کی پُشت سے ذریت نکالنا مراد ہوتا تو من ظہورہم نہ فرماتا بلکہ من ظہرہ کیونکہ آدمؑ ایک شخص تھا جس کے لئے ضمیر مفرد چاہیے نہ کہ جمع اور انما اشرک آباؤنا کہنا بھی ذریتِ آدمؑ کی نسبت صادق آسکتا ہے نہ کہ آدمؑ کی نسبت کیونکہ آدمؑ کا کون باپ دادا مُشرک تھا؟

دوم عہد کسی اہلِ عقل و ادراک سے لیا جاتا ہے نہ کہ غیر اہلِ فہم و ادراک سے۔ پس اُس وقت اولادِ آدمؑ کو ضرور عقل و ادراک ہونا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو اس وقت بھی ہم کو یاد ہونا چاہیے تھا حالانکہ کسی کو بھی یاد نہیں۔ علاوہ اس کے بنی آدم کروڑوں بلکہ ان گنت ہیں پھر اس قدر لوگ آدمؑ کی پُشت سے چیونٹی کیا ذرّہ سے بھی کم فرض کئے جاویں تو بھی نکل نہیں سکتے کیونکہ اُن کے اجسام کا مجموعہ ایک پہاڑ ہونا چاہیے تھا جو دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہو۔ اور جو اب عالمِ وجود میں لوگ پیدا ہوتے ہیں ان کو ان ذرّات کا عین کہا جاوے تو بھی ممکن نہیں کیونکہ عین تو کیا یہ ذرّات ان انسانوں کے (جو اجسام مخلوق از مادۂ منویہ ہیں) جزو بھی نہیں رہیں۔ احادیث سو وہ اخبار احاد ہیں جو نصِ قرآنی اور بداہتِ عقل کے مقابلہ میں قابلِ التفات نہیں۔

اہلِ سُنّت

ان دلائل کا یہ جواب دیتے ہیں۔ امّا الاوّل فجوابہ مراد خدا تعالیٰ کی یہ ہے کہ سلسلہ وار ہر ایک بنی آدم کی پُشت سے اُن کی ذرّیت نکالی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے مثلاً زید کو عمرو کی پُشت سے اور عمرو کو اُس کے باپ خالد کی علیٰ ہذا القیاس تو لامحالہ اوپر کی طرف سے حضرت آدمؑ

پر سلسلہ منتہی ہوگا چونکہ سب کا مبتدء آدمؑ ہیں تو گو صراحۃً آدمؑ کی پُشت سے نکلنا نہ کہا مگر جب کہ اس طرح سے ایک دوسرے سے نکلنا کہا تو گویا سب کا آدمؑ کی پشت سے نکلنا کہا اس غرض کے لئے من ظہر آدم نہ کہا بلکہ من ظہورہم فرمایا اور اسی لئے انما اشرک آباؤنا کہنا بھی بلحاظ مشرک نسلوں کے ان سلاسل میں سے صحیح ہوا۔

اما الثانی فجوابہ۔ واضح ہو کہ انسان درحقیقت نفس ناطقہ یا روح ہے اور گو حادث ہے مگر اجسام کے پیدا ہونے سے بہت پہلے سے ہے اور اس کا ادراک اس عالم حسی میں بذریعہ آلاتِ جسمانیہ کے ہے اور دوسرے عالم میں اُن کی کچھ احتیاج نہیں۔ جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اخذ من ظہورہم کی تفسیر ہے کہ گو ارواح جو جواہر باقیہ اور نفوس صافیہ ہیں آدمؑ کے حدوث میں ہم قدم ہیں مگر دنیا میں ظہور ترتیبی ہونے کی وجہ سے سب کا آدم علیہ السلام پیش خیمہ ہیں سو خدا تعالٰی نے جب آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تو اُن کے ذریعہ سے تمام نفوس و ارواح کو جو دنیا میں ظاہر ہونے والے تھے اور اُن کا ظہور جسم آدمی کے وسیلہ سے تھا آدمؑ کی پُشت سے ترتیب وار نکالا۔ رہا اُن کا چیونٹیوں کے مانند ہونا سو یہ تشبیہ ہے بلحاظ حالتِ اجمالیہ کے جو اُن ارواح کو اُس وقت عارض تھی اور اسی لئے یہ بھی آیا ہے کہ اُن میں کچھ نورانی اور کچھ ظلماتی تھے۔ یعنی اہلِ سعادت کی روحیں منوّر تھیں اور اہلِ شقاوت پر ازلی تاریکی تھی۔ سو وہ دراصل اجسام عنصریّہ نہ تھے کہ جن کا مجموعہ بڑے پہاڑ سے زیادہ فرض کر کے آدمؑ کی پُشت سے نکلنا محال خیال کیا جاوے۔

رہی یہ بات کہ پھر ہم کو وہ عہد یاد کیوں نہیں اور جب یاد نہیں تو ایسے وقت کے عہد سے فائدہ ہی کیا ہوا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ اس جسم سے جب نفوس متعلق کئے جاتے ہیں تو اس کے آثار اُس پر فائض ہوتے ہیں اور اس عالم میں روح جو عالم قدس کا ناز پروردہ طائر ہے جب جسم عنصری کے پنجرے میں بند ہوتا ہے تو وہاں کے حالات بالکل بھول جاتا ہے اسی کی تدبیر و تصرّف میں مصروف رہتا ہے اور اسی لئے خاص دنیا کے سیکڑوں معاملات ہم بالکل بھول جاتے ہیں سو اس عہد کے تمسک کا یہ فائدہ ہے کہ جب انسان اُس عالم میں جاوے گا اور حجاب جسمانی اُٹھ جاوے گا تو اُس کو اپنی اگلی پچھلی سب باتیں یاد آجاویں گی سو یہ تمسک اُس عدالت میں پیش کیا جاوے گا اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ دنیا میں ہم کو اس سے آگاہی نہ تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے نائبین کہ جن میں سے ایک عقل سلیم بھی ہے اُس کو یاد دلا چکے ہیں۔

اور جو مراد معتزلہ عہد سے لیتے ہیں وہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں علاوہ اس کے اخذ صیغہ ماضی تو ہمارے ہی قول کی تائید کرتا ہے۔ ہٰذا تحقیق المقام والعلم عند اللہ العلام

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا

اور آپ اِن کو اُس شخص کا حالؔ[1] بھی سُنا دیں کہ جس کو ہم نے اپنی

فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

آیتیں دی تھیں سو وہ اُن سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان پڑ گیا سو وہ

مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ

گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو اُن آیات کے سبب

بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

بلند مرتبہ کرتے لیکن وہ خود پستی کی طرف مائل ہو گیا

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج

اور اپنی خواہش پر چلا۔ تو اس کی کہاوت کتّے کی کہاوت ہو گئی کہ

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

اگر تو اُس کو کھدیڑے تو بھی ہانپےؔ[2] اور جو اُس کو یوں ہی چھوڑے تو

زبان باہر نکالے

[1] بنی اسرائیل کو یہ قصہ معلوم تھا کہ باوجود آیات یعنی کرامات عطا ہونے کے نفس کی خواہش پر چل کر بلعم باعور نے یہ خلعت بزرگی اپنے تن سے اُتار ڈالا اور دین و دنیا میں خراب ہوا یہود کو عبرت پکڑنی چاہیئے کہ وہ رشوت اور دیگر خواہشوں میں آکر یہ کچھ کر رہے ہیں ۱۲ منہ

[2] مشتق از لہث معناہ از تشنگی زبان بیرون آوردن صراح۔

يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

بھی ہانپے[1] یہی حال اُن لوگوں کا (اہلِ مکہ کا) ہے کہ جنھوں نے ہماری

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ

آیتوں کو دانستہ جھٹلایا　سو آپ اُن سے یہ حالات بیان کرتے

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا

رہیے تاکہ وہ غور کریں۔　جن لوگوں نے ہماری

الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

آیتوں کو جھٹلایا　اور اپنی جانوں پر ستم ڈھایا اُن کی کیا ہی

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

بری کہاوت　ہے۔　جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو

فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ

وہی راہ پاتا ہے۔　اور جن کو گمراہ کرے تو　وہی

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

تباہ کار　ہیں۔

ترکیب

نبأ الذی جملہ مفعولِ اتل فمثلہ مبتدا کمثل الکلب خبر ان تحمل شرط یلہث جزا جملہ محلِ حال میں ہے ذٰلک مبتدا مثل القوم الّذین الخ خبر سآء بمعنے بئس اس کا فاعل مضمر ہے جس کی تمیز مثلاً ہے القوم موصوف الّذی موصول کذبوا الخ صلہ جملہ صفت یہ موصوف وصفت بحذفِ مضاف مخصوص بالذّم اور وہ مضاف مثل ہے کس لئے کہ مخصوص بالذّم جنس فاعل سے ہوتا ہے اور فاعل مثل ہے۔ وانفسہم الخ امّا ان یکون معطوفاً علےٰ کذبوا فیدخل فی حیز الصلۃ بمعنے الذین جمعوا بین التکذیب بآیات اللہ وظلم انفسہم وامّا ان یکون کلاماً منقطعًا عن الصلۃ (کشاف)۔

تفسیر

عہدِ الٰہی کا ذکر کر کے اس عہد کے توڑنے والوں کا حالِ پُروبال سُناتا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ جب مخصوص لوگوں پر عہد شکنی سے وبال آیا تو اور کسی کا کیا ٹھکانا ہے؟ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تو ان لوگوں کو اُس کا حال سُنا کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں، نشانیاں، کرامات یا علم کتابِ الٰہی دیا اور وہ خواہش نفسانی کے تابع ہو کر عالم باقی سے رُکا اور عالمِ فانی اور دُنیائے دُوں کی طرف جُھک پڑا اور اُس کا کُتے کا سا حال ہو گیا کہ جو دوڑنے میں بھی ہانپتا ہے اور بیٹھا بھی ہانپتا ہے یعنی بغیر اضطراری حالت کے بھی گناہ کی طرف مائل ہے اور حالتِ اضطرار میں بھی۔ اس طرح ازلی گمراہ ہیں کہ گو اُن کو بسببِ ضعف کے خواہش نہ ہو مگر تو بھی فسق و فجور میں مُبتلا ہوتے ہیں، بوقتِ غلبۂ نفس تو ہوتے ہی تھے۔

علمائے مفسّرین کے اُس شخص کی بابت کہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے چند قول ہیں۔ ابنِ عباسؓ و ابنِ مسعودؓ و مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے بلعم بن باعورا کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل موآب کے میدانوں میں نہرِ یردن کے اُس پار شہرِ یریحو کے مقابل اُترے تو بلق بن صفور جو موآبیوں کا بادشاہ تھا ڈرا اور اُس نے بلعم کے پاس قاصد بھیجے کہ آکر اُن پر بددُعا کر۔ اوّل اُس نے انکار کیا آخر آنے پر راضی ہوا اور راستہ میں اُس کی سواری کا گدھا بیٹھ گیا۔ جب اُس کو مارا تو خدا تعالےٰ نے اُس کو گویائی دی کہ میں از خود نہیں بیٹھا بلکہ فرشتہ مجھے روکتا ہے۔ بلعم بلق کے پاس گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر بنی اسرائیل کو دیکھا مگر اُس کے مُنہ سے بجائے لعنت کے کلماتِ برکت بنی اسرائیل کے حق میں بے ساختہ نکلے (یہ قصہ توریت کتابِ عدد کے ۲۳-۲۴ باب میں مفصّلاً مذکور ہے)

---

[1] یعنے کُتے کو بیٹھا رہنے دو تب بھی زبان لٹکا کر ہانپتا ہے اور جو دوڑایا جائے تو بھی ہانپتا ہے برخلاف اور حیوانوں کے کہ وہ دوڑنے میں ہانپتے ہیں یہی مثال ذلّت و دہشت میں خدا تعالیٰ کے منکروں کی ہے وہ راحت و مصیبت دونوں حالوں میں ہانپتے رہتے ہیں نہ راحت میں شکر نہ مصیبت میں صبر نہ نرم احکام کی برداشت نہ گرم کی ۱۲ منہ

اس آمادگی پر بلعم کی تمام کرامات و برکات جو خدا تعالیٰ نے اس کو دی تھیں سلب ہوگئیں۔ بنی اسرائیل کو سنایا جاتا ہے کہ جو مقبولِ الٰہی کا مقابلہ کرتا ہے اس کا یہ انجام ہوتا ہے۔ اب تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کرتے ہو کہ جس کا دین تمام عالم میں پھیلنے والا ہے وہ چشمہ تو نہ بند ہوگا مگر تم بلعم کی طرح خاک ہوکر بہہ جاؤ گے۔ عبداللہ بن عمرؓ و سعید ابن المسیبؒ و زید بن اسلمؒ و ابو روقؒ کہتے ہیں کہ امیہ ابن ابی الصلت کی طرف اشارہ ہے جو کتب سماویہ سے واقف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ماہر تھا مگر حسد سے برگشتہ ہوگیا۔ قتادہؒ و عکرمہؒ و ابو مسلمؒ کہتے ہیں کہ یہ عام ہے اس میں ہر ایک شخص کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ علم و ہدایت دے اور وہ خواہش نفسانی کا تابع ہوکر اس کو چھوڑ دے۔ علماء کو بھی اس قصہ کو سن کر پرحذر رہنا چاہیئے۔ اللّٰہم ثبتنا علی الہدیٰ۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
اور ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم ہی کے لئے
الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا
پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں کہ جن سے سمجھ نہیں
يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا
سکتے اور ان کی آنکھیں ہیں کہ جن سے
يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا
دیکھ نہیں سکتے، اور ان کے کان ہیں کہ جن سے
يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ
سن نہیں سکتے۔ وہ ایسے ہیں جیسے کہ چار پائے
بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾
بلکہ ان سے بھی بدتر۔ یہی ہیں وہ بے خبر۔
وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ
اور اللہ تعالیٰ کے سب ہی نام اچھے ہیں سو اس کو انہی سے پکارو۔
وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ
اور انھیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾
وہ ابھی اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے۔
وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ
اور ہماری مخلوقات میں سے ایک ایسا بھی گروہ ہے کہ جو حق کی رہنمائی
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٨١﴾ ع
کرتا اور حق سے انصاف کرتا ہے۔

ع ۲۲ / ۱۰ / ۱۲

ترکیب

کثیرا الخ مفعول ہے ذرأنا کا لجہنم اس سے متعلق من الجن والانس کثیرا کا بیان لہم قلوب جملہ نعت ہے کثیرا کی اولئک مبتدا کالانعام خبر وکذا مابعدہ الاسماء موصوف الحسنیٰ صفت مجموعہ مبتدا مؤخر للہ خبر مقدم الذین الخ جملہ مفعول ذروا کا وممن الخ نکرہ موصوفہ یا بمعنے الذی جار متعلق ہے خلقنا سے جملہ خبر ہے امۃ موصوف یہدون الخ صفت مجموعہ مبتدا۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا من یہد اللہ فہو المہتدی ومن یضلل فاولٰئک ہم الخسرون۔ کہ جس کو خدا تعالیٰ گمراہ کرتا ہے وہی زیان کار ہوتا ہے یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے کیا معنے ہیں؟ یہ نہیں کہ وہ بری باتوں کا حکم دیتا ہے شرک و کفر کی تعلیم کرتا ہے بلکہ یہ معنے کہ وہ ازل میں ہی ایسے برے پیدا ہوتے ہیں پھر دنیا میں جو وہ ظاہر ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت و اختیار کو اچھے کام میں صرف نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی نسبت فرماتا ہے

ف اسمائے الٰہی میں کجروی۔

ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس اور یہ کیوں جہنم کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس لئے کہ اپنی ازلی گمراہی کے مقتضیٰ سے اپنے اختیارات و قدرتِ خداداد کو کام میں نہیں لاتے کس لئے کہ آلاتِ مکاسب کو اُنھوں نے معطّل کر دیا۔ منجملہ اُن کے علوم وادراک کا چشمہ دل ہے سو لہم قلوب لایفقہون بہا وہ اپنے دلوں سے کچھ سمجھتے نہیں باوجودے کہ جانتے ہیں کہ یہ ہاتھ کے تراشے ہوئے بُت یا وہ اشخاص جن کے نام کے یہ بُت ہیں قضا و قدر میں کچھ اختیار نہیں رکھتے مگر پھر اُن کو پوجتے اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ عالَم کے تغیّرات اور اس میں گوناگوں تصرّفات دیکھتے ہیں جس سے ہر اہلِ قلب یہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی قادر مختار پسِ پردہ اُن کو ہلا جُلا رہا ہے مگر وہ نہیں سمجھتے دنیا کی ہر چیز آنی جانی اور ہر عیش کو فانی دیکھتے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ دنیا کی عجب سرائے فانی دیکھی + ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی ؛ آکے جو نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا + جاکر جو نہ آئے وہ جوانی دیکھی ؛ عزیزانِ لختِ جگر کو اپنے ہاتھ سے سپردِ خاک کرتے ہیں۔ دنیا کے کامگاروں پر درو دیوار کو حسرت کی آنکھوں سے روتے دیکھتے ہیں عمدہ قلعہ اور شاہی مکانات کے خرابات دیکھتے ہیں پھر یہ نہیں سمجھتے کہ آخر ایک روز ہمیں بھی جانا ہے اور ہم پر بھی یہی دن پیش آنا ہے۔ اسی طرح آنکھیں ہیں کچھ نہیں دیکھتیں، کان ہیں حق نہیں سُنتے سو ایسے لوگ چارپائے بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں کیونکہ چارپایوں کو جس قدر قدرت عطا ہوئی اس کو اپنے محل پر کام میں لاتے ہیں۔ حضرت علیؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر شخص کا ٹھکانا مقرر ہو چکا کسی کا دوزخ کسی کا جنّت لوگوں نے عرض کیا کہ پھر لکھے پر تکیہ کرکے کچھ نہ کیا کریں۔ فرمایا کئے جاؤ جو شخص جس چیز کے لئے پیدا ہوا ہے اُس سے ویسے ہی عمل آسانی سے سرزد ہوتے ہیں اچھّوں سے اچھے بُروں سے بُرے (متفق علیہ)۔ ان غافلوں کا ذکر کرکے مؤمنوں کو ذکرِ الٰہی کی ترغیب دیتا ہے اور اپنے اسماء سے یاد کرنے کا حکم کرتا ہے اور اپنے ناموں میں کجروی کرنے سے منع فرماتا ہے۔

ف تین قسم کی کجروی ہوتی ہے۔ ایک[1] یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کا اوروں پر اطلاق کیا جاوے۔ دوم[2] بُری صفات کے نام اُس کے لئے مقرر کئے جاویں۔ جیسا کہ نصاریٰ اُس کو آب کہتے ہیں۔ سوم[3] جو نام اُس کے شرع سے ثابت نہیں اور نامعلوم المعنیٰ ہوں اُن کا اطلاق کیا جائے۔

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُھُمْ
اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ہم اُن کو ٹھہر ٹھہر کر ایب

مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۸۲) وَاُمْلِیْ
پکڑیں گے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور ہم اُن کو

لَھُمْ ۚ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ (۱۸۳) اَوَ
ڈھیل دیتے جاتے ہیں، کیونکہ ہماری تدبیر مستحکم ہے۔ کیا

لَمْ یَتَفَکَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِھِمْ مِّنْ
وہ غور نہیں کرتے کہ اُن کا صاحب (پیغمبرؐ) دیوانہ

جِنَّۃٍ ۭ اِنْ ھُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۱۸۴)
نہیں۔ وہ تو محض کھلا کھلا ڈر سنانے والا ہے۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ
کیا اُنھوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام

وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ ۙ
اور خدا تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کی طرف نظر نہیں کی

وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ
اور اس کی طرف بھی کہ شاید اُن کی اجل قریب آ لگی

اَجَلُھُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَہٗ
ہے۔ پھر اس کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان

یُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵) مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا
لاویں گے؟ جس کو خدا تعالےٰ گمراہ کرے پھر اس کو کوئی

ھَادِیَ لَہٗ ۭ وَیَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ
بھی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور وہ اُن کو اُن کی گمراہی میں سرگرداں ہی

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

چھوڑے رکھتا ہے۔

ترکیب

والذین الخ مبتدا سنستدرجہم خبر۔ من حیث اُس سے متعلق۔ املی مبتدا محذوف کی خبر اے وانا املی اور ممکن ہے کہ نستدرج پر معطوف ہو کیدی اسم انّ۔ متین خبر مابصاحبہم ما نافیہ اور کلام میں حذف ہے تقدیرہٗ اولم یتفکّروا فی قلوبہم بہٖ جنّۃ اور ممکن ہے کہ ما استفہام کے لئے ہو اور ممکن ہے کہ بمعنے الّذی ہو۔ و ان عسٰی جائز ہے کہ ان مخففہ ہو مثقلہ سے اور مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اور دونوں صورتوں میں محلِ جر میں ہے عطفاً علٰے ملکوت۔ ان یکون عسٰی کا فاعل اور یکون کا فاعل مضمر اور قد اقترب الخ خبرہٗ

تفسیر

پہلی آیتوں میں یہ کہہ کر کہ ہم نے جہنّم کے لئے بہت سے جنّ و انسان پیدا کئے ہیں۔ اخیر میں یہ بھی فرمایا تھا وممّن خلقنا امۃ یہدون بالحق وبہٖ یعدلون کہ ہماری مخلوق میں سے نیک اور حق پسند بھی ہیں یعنی جنّت کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔ اب یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازلی جہنّمی جو ہماری آیتیں جھٹلایا کرتے ہیں یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہم دنیا میں فوراً اُن سے مواخذہ کریں تاکہ جہنمی اور جنّتی کی یہ پہچان ہو کہ جس کو دنیا میں سختی ہے وہ جہنّمی اور عتابِ الٰہی میں گرفتار ہے اور جو مرفہ الحال ہے وہ اُس کے نزدیک محبوب ہے بسنستدرجہم من حیث لایعلمون اُن کو دنیا میں باوجود گناہ اور کُفر کے نعمت و عیش ہر قسم کی کامیابی میں رکھ کر دفعۃً پکڑ لیں گے یعنی ایسی حالت ناز و نعیم میں ہوگا کہ موت آجائے گی یا تو یہاں عیش و عزت میں تھا یا دفعۃً وہاں عذاب و ذلت میں جا پڑا یا دنیا وی ناگہانی بلا میں گرفتار کیا جاوے کہ جس کی اُس کو خبر بھی نہ ہو۔

یہاں تک اُن لوگوں کے قصورِ فہم کا بیان تھا جو اپنی ازلی گمراہی کی وجہ سے اُس کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اب یہاں سے اُن کے بیہودہ شبہات کا جواب ہے جو وہ معلّم روحانی سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر کرتے تھے۔ منجملہ اُن کے یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ آپؐ کے افعال اُن کے افعال کے برخلاف تھے دُنیا و مافیہا کو چھوڑ کر طالب مولا ہونا اور لذائذ دنیا پر لات مارنا اور قوم کی تکالیف پر تحمل کرکے شب و روز اُن کی رہنمائی کی فکر میں رہنا البتہ دُنیا داروں کی نظروں میں جنوں ہے۔ دوم تمام مُرادیں اور کُل دلی خواہشوں کی کامیابی دارِ آخرت پر محمول کرنا اور بھی دیوانگی معلوم ہوتی تھی اس لئے فرماتا ہے اولم یتفکّروا مابصاحبہم من جنّۃ۔ الخ حالانکہ آپؐ کا عاقل ہونا بھی مسلّم تھا۔ وہ بات کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے سب سے بڑھ کر تعلیم توحید تھی اس لئے فرماتا ہے اولم ینظروا الخ کہ توحید کے امر میں تم آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کو دیکھو بلکہ ہر چیز میں غور کرو غور کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کائنات اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ایک ذرّہ کے حالات میں بھی غور کیجئے گا تو وہ سیکڑوں زبان سے اُس کی یکتائی کی گواہی دے گا۔ جب توحید و نبوّت برحق ہیں تو اپنی بے ثباتی کی طرف بھی دیکھو کہ دفعتاً اجل نہ آجائے پھر سعادت حاصل کرنے کا کونسا زمانہ آئے گا۔ اصل یہ ہے کہ جس کو

عہ الاستدراج الاستفعال من الدرجۃ بمعنے الاستنزال درجۃ بعد درجۃ الاملاء الامہال واطالۃ المدّۃ ونقیضہ الاعجال والملی زمان طویل من الدہر ومنہ قولہ واہجرنی ملیاً اے طویلا ویقال ملوۃ وملاوۃ من الدّہر اے زمان طویل فمعنے واملی لہم اے امہلہم واطیل لہم مدّۃ عمرہم لیتمادوا فی المعاصی ولا اعاجلہم بالعقوبۃ۔ ابومحمد عبدالحق رح من الکبیر للرازی۔

وہ گمراہ کرے کون ہدایت دے سکے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا

(اے رسولؐ) وہ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا کب وقت مقرر ہے۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

تو کہدیجئے اُس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے اُس کے وقت کو تو

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ

اُس کے سوا اور کوئی بھی ظاہر نہیں کرسکتا۔ وہ بھاری (حادثہ) ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ

اور زمین میں۔　وہ تو تم پر اچانک ہی آجاوے گی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ

آپؐ سے پوچھتے ہیں گویا کہ آپؐ اس کی تلاش میں ہیں۔　کہدیجئے کہ

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اُس کی خبر تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کو ہے　لیکن　اکثر آدمی

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷

جانتے　بھی　نہیں۔

ترکیب

مرساہا مبتدا　ایان خبر (اور یہ مبنی ہے اس لئے کہ یہ معنے استفہام اس میں پائے جاتے ہیں بمعنے متٰی) اور موضع جر میں ہے بدل ہوکر السّاعۃ سے تقدیرہٗ یسئلونک عن زمان حلول السّاعۃ　علمہا　مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف مبتدا　عندربّی خبرہٗ

تفسیر

جب کہ کلام توحید و نبوت و قضاء و قدر میں آیا تو اس کے بعد معاد کا ذکر بھی مناسب ہوا کیونکہ مقصود بالذّات قرآن میں یہی چار مطالب ہیں یا یوں کہو کہ پہلے آیات میں اجل کا قریب ہونا بیان کیا تھا جو بڑے کھٹکے کی بات تھی اس لئے تمام عالم کی اجل کا جس کو قیامت کہتے ہیں بیان کرنا بھی مناسب مقام معلوم ہوا تاکہ بندوں کے دلوں پر کھٹکا لگا رہے ہر وقت توبہ کرتے رہیں توشۂ آخرت تیار رکھیں۔

یسئلونک، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہود کے ایک گروہ نے آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے سوال کیا تھا کہ اے محمّد (صلے اللہ علیہ وسلّم) ہم کو خبر دے کب قیامت آئے گی؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حسنؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ قریش نے آپؐ سے پوچھا تھا۔

مُرساہا مصدر ہے بمعنے ارساء جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا۔ ارساء بمعنے اثبات، کہتے ہیں رسی یرسو اذا ثبت۔ مگر بھاری چیز کے ٹھہرنے کو ارساء کہتے ہیں جیسا کہ آیا ہے والجبال ارساہا چونکہ قیامت بھی سخت چیز ہے اس لئے اُس کے لئے بھی مُرساہا آیا۔ السّاعۃ اسماء غالبہ میں سے ہے جیسا کہ النجم ثریا کو کہتے ہیں۔ قیامت کو اس لئے السّاعۃ کہتے ہیں کہ دفعۃً آئے گی، یا حساب لوگوں کا ایک ساعت میں ہوجائے گا۔ قل انما علمہا عندربّی اسی طرح اور بہت سی آیات میں اُس کا وقت مخفی رکھا گیا ہے کقولہٖ تعالےٰ انّ السّاعۃ آتیۃ اکاد اُخفیہا۔ حدیث متفق علیہ میں بھی آیا ہے کہ جبرئیل نے آپؐ سے وقتِ قیامت پوچھا، آپؐ نے فرمایا میں تم سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ لایجلّیہا لوقتہا الّا ہو یہ جُملہ سابق جملہ کی تاکید ہے التجلیۃ اظہار الشیٔ والتجلّی ظہورہٗ اس کے اخفاء میں یہ مصلحت ہے کہ بندہ ہر وقت مستعد رہے۔ ثقلت الخ یہ وصف ہے الساعۃ کا جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے انّ زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم۔ اُس کے بھاری ہونے کی یہی وجہ ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ پڑیں گے سب فنا ہوجائیں گے پھر ایسا دن ثقیل نہ ہو تو کیا ہو۔

سدیؒ کہتے ہیں کہ ثقلت بمعنے خفیت ای لم یعلم احد من الملائکۃ المقربین والانبیاء المرسلین متٰی یکون حدوثہا۔ لاتاتیکم الّا بغتۃ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور الساعۃ کا وصف ہے۔ یسئلونک کانک حفیٌّ عنہا الحفی لطیف محسن کو کہتے ہیں۔

ابن الاعرابیؒ کہتے ہیں حفی بی حفاوۃ وتحفی بی تحفیا، والحفی الکلام واللقاء الحسن ومنہ قولہ تعالےٰ انہ کان بی حفیا اے بارالطیفا۔ یعنی تجھ سے وہ پوچھتے ہیں گویا کہ تو ان پر بڑا مہربان ہے کہ مخفی نہ رکھے گا۔ یا حفی فعیل من الاحفاء وہو الالحاف فی السؤال ومنہ احفاء الشارب۔ یعنی آپؐ سے پوچھتے ہیں گویا کہ آپؐ اس کی تلاش میں ہیں۔ قیامت کے قائل تمام اہل کتاب اور اہل اسلام ہیں۔ حکماء اور بت پرست قومیں نہیں ؁

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

(اور یہ بھی) کہدیجئے میں اپنے لئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ

مگر اس قدر کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اور اگر میں غیب دان ہوتا تو

الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ڔ

بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا۔

وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا

اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو ایمان لانے والی

۱۸۸ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿ع﴾

قوموں کے لئے نذیر اور بشیر ہوں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

وہی تو ہے کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا

وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اس کے پاس آکر

اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا

آرام پاوے۔ پھر جب کہ وہ اس سے لپٹ جاتا ہے تو ہلکا سا حمل لئے

خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ

پھرتی ہے۔ پھر جب کہ بوجھل ہو جاتی ہے تو (خاوند

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا

اور بیوی) اپنے رب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اچھا (بچہ) دیا

لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ

تو تیری شکر گزاری کیا کریں گے۔ پھر جب کہ وہ ان کو

اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ

(پورا پاٹھا بچہ) دیتا ہے تو خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کے اور

اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

حصہ دار بنا لیتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ ان کے حصہ دار بنانے سے برتر ہے۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـــًٔـا وَّهُمْ

کیا وہ ان کو حصہ دار بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا

يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ

کئے گئے ہیں۔ اور نہ ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں

نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

اور نہ خود اپنی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا

اور اگر تم ان کو راہ راست کی طرف بلاؤ تو وہ تمہارے پیچھے نہ

يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ

آویں۔ تو تم کو یکساں ہے کہ ان کو بلاؤ

اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

یا چپ رہو؛

مع ۸

۲۳ ع ۷ ۱۳

ترکیب

الا ما شاء اللہ استثناء ہے جنس سے ولو کنت شرط لاستکثرت جواب وما نافیہ مسنی الخ معطوف ہے لاستکثرت پر تتمہ جواب ہے جعل بمعنے خلق زوجہا اس کا مفعول تغشاہا شرط حملت الخ جواب فمرت بہ تشدید راء سے پڑھا جاوے گا تو مرور سے مشتق ہوگا اور بالتخفیف والالف مارت من المرور ہو الذہاب والمجئ۔ فلما آتاہما الخ شرط جعلا لہ جواب شرکاء جمع شریک مفعول جعلا۔ فیما آتاہما جار متعلق فعل سے۔

تفسیر

دوسرا **شبہ منکرین** کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ تھا کہ اگر آپؐ نبیٔ برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے موافق کیوں ہمارے دنیاوی مضرات دُور نہیں کر دیتے۔ قحط کھو دو۔ ہم محتاج ہیں غنی کر دو۔ ہمارے فلاں عزیز و اقارب قریب مرگ ہیں یا مر گئے ہیں اُن کو تندرست یا زندہ کر دو۔ اور ہم کو کیوں غیب کی باتیں نہیں بتلا دیتے ؟ ہم کو اس مال میں نفع ہوگا یا نقصان۔ مینہ کب برسے گا ؟ فلاں مفقود الخبر کہاں ہے ؟ کب آئے گا ؟ کوئی اُونٹ کھوئے گئے کو پوچھتا تھا کہ کہاں ہے ؟ اور اسی قسم کے طعن کرتے تھے چنانچہ جب آپؐ غزوۂ **بنی المصطلق** سے واپس لوٹے تو رستہ میں ایسی آندھی آئی کہ جس سے لوگوں کے جانور بھاگ گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے **رفاعہ** کا مدینہ میں مرنا بھی بیان فرمایا کہ لو آج وہ مر گیا۔ اتنے میں اپنی ناقہ کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ یہ سُن کر عبداللہ ابن اُبیؔ منافق نے ہنس کر کہا خوب مدینہ جو اس قدر دُور ہے وہاں کے آج کے واقعہ کی تو خبر دیتے ہیں مگر چار قدم پر اپنی ناقہ کا حال معلوم نہیں کہ کہاں ہے ؟ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں درخت میں اُس کی مہار اٹکی ہوئی ہے، جاؤ لے آؤ۔ چنانچہ لوگ گئے تو وہیں پایا۔ اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی قل لا املک الخ کہ نہ مجھے عالم قضاء و قدر میں اختیار ہے نہ میں غیب داں ہوں۔ میں تو صرف نذیر، خدا تعالیٰ کے عذاب اور بُری باتوں کے بُرے نتائج سے ڈر سُنانے والا، اور بشیر یعنی عالم آخرت کے ثواب اور نیکی اور فرمانبرداری کے عمدہ نتائج سے خوشخبری سُنانے والا ہوں۔

الا ماشاء اللہ میں بطور اعجاز و خرق عادات کے جس قدر نفع و ضرر کے اختیارات خدا تعالیٰ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے تھے اُن کا استثناء ہے۔ اسی طرح وہ غیب کی باتیں بھی مستثنیٰ ہیں جو اعجاز و رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں جیسا کہ سورۂ جنؔ میں فرماتا ہے فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ الخ۔ یہ کہنا کہ "اس آیت سے آنحضرت علیہ السلام میں اور عام لوگوں میں بجز نذیر و بشیر ہونے کے کوئی تفاوت ثابت نہیں اگر بالفخر ہے تو آپؐ کے لئے یہی نذیر و بشیر ہونا ہے نہ آپؐ خرقِ عادات پر قادر تھے نہ پیش گوئیوں پر اور اسی لئے نہ قرآن میں آپؐ کے خرق عادات ہیں نہ پیشین گوئیاں"۔ محض کم فہمی ہے کیونکہ آیت میں جو نفیٔ قدرت و غیب دانی ہے تو وہی ہے کہ جس کو مخالفین نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات و پیشین گوئیاں بہت سی صادر ہوئی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ کہ قدرتِ کاملہ اور علم محیط خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ میں بندہ ہوں خُدائی میں شریک نہیں۔ رہی نبوت سو اصل مقصود بالذات تو اُس سے بندوں کو اُن کی بھلائی بُرائی پر واقف کر دینا ہے الہام اور وحی کے ذریعہ سے اور یہ گو کافر و مومن کے لئے ہے مگر منتفع چونکہ مومن ہیں اس لئے انھیں کا ذکر کیا گیا۔ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ یہاں سے عما یشرکون تک پھر اثباتِ توحید میں کلام ہوتا ہے کس لئے کہ نبوت ثابت کی اور وہ اوصافِ الُوہیت جن کو لوگ غلطی سے نبی میں خیال کرتے تھے نبی سے سلب کئے گئے تو اُن اوصاف کا صحیح محل بیان کرنا کہ جس سے توحید اور مُشرکوں کی بیوقوفی ثابت ہو جاوے عین مقصود قرآن ہے۔ یعنی یہ قدرت و کمال مجھ میں نہیں میں تو بندہ ہوں بلکہ یہ قدرتِ کاملہ اور علم بسیط اُس ذاتِ پاک کے لئے ہے کہ جس نے تم سب کو (اُس میں میں بھی آگیا) ایک جان سے پیدا کر دیا۔ . . . . یعنی حضرت آدمؑ سے۔ اور پھر اُس کی بیوی حواؑ کو بھی اُس سے نکالا۔ مشہور ہے کہ حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ بعض احادیث اور توریت سے بھی ثابت ہے مگر بعض محققین جیسا کہ امام رازیؒ اور علامہ ابو السعودؒ و دیگر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وجعل منہا

میں مِنْ جزئیت کے لئے نہیں بلکہ جنسیّت کے لئے یعنے یہ بات نہیں کہ حوّا کو دراصل حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے بنایا کہ ایک پسلی کی حوّاؑ بن گئی ہوں بلکہ یہ مراد ہے جنسِ آدمؑ سے حوّاؑ کو پیدا کیا کس لئے کہ اُنس جنسیت سے ہوتا ہے نہ کہ جزئیت سے اور نیز جو ایک ہڈی سے بنا سکتا ہے وہ ابتدائً کیا نہیں بنا سکتا رہی روایت سو اس میں ایک کنایہ ہے یعنی عورت مرد کے پہلو میں رہتی ہے اس کو پسلی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا۔ اور بائیں پسلی سے اشارہ ہے اس کے زیر دست ہونے کی طرف کیونکہ دایاں بائیں سے زبردست ہوتا ہے، والعلم عند اللہ۔ اس توجیہ کے بموجب تو بعض ملحدوں کے اس اعتراض کو گنجائش ہی نہ رہی کہ "حوّاؑ حضرت آدمؑ کا جب جزوِ بدن تھی تو بیٹی تھی پھر کس حکمت سے خدا تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بیٹی کا خواستگار کیا۔ کیا اور عورت نہ دے سکتا تھا؟"

لیسکن الیہا یہ عورت کے پیدا کرنے کی غایت بیان فرماتا ہے کہ مرد کو عورت سے سکون حاصل ہوتا ہے یعنی دن کو ادھر اُدھر پھرتا ہے رات کو گردان کبوتر کی طرح پھر اپنے آشیانہ میں آرہتا ہے۔ اور سکون کے معنے راحتِ قلب کے بھی ہیں سو عورت سے بھی مرد کو راحتِ قلبی حاصل ہوتی ہے یہ اُس کے تمام غموم و ہموم کے لئے مُونس اور ہم پہلو رفیق ہے۔ آدمی کو کیا جانوروں کو بھی اپنے جوڑے سے دلی اُنس ہے فلمّا تغشّاہا الغشیان اتیان الرجل المرءۃ وقد غشاہا اذا علاہا۔ اس کے معنے عورت کو ڈھانک لینا یعنی صحبت کرنا کیونکہ جب مرد اُس پر پڑتا ہے تو اس کو ڈھانک لیتا ہے اور اسی رمز کے لئے ایک جگہ ھُنّ لباسٌ لکم وانتم لباسٌ لھنّ آیا ہے مگر اس شرمناک حالت کو کس تلطف کے ساتھ کن عمدہ لفظوں میں بیان کیا ہے۔ بنی آدم کا فطرتی توالد و تناسل بیان ہوتا ہے تاکہ انسان کو اپنی ابتدائی حالت سے خبر ہو اور یہ بھی کہ اُس کو کس نے بنایا ہے آیا خدا تعالیٰ نے یا اُس کے نکمّے اور نکھٹو معبودوں نے؟

یعنی جب میاں بیوی جمع ہوتے ہیں تو حملت حملاً خفیفاً فمرت بہ وہ حامل ہوتی ہے اور حمل خفیف ہوتا ہے جس سے وہ بخوبی چلتی پھرتی کاروبار کرتی ہے۔ والحَمل بالفتح وہ چیز جو عورت کے پیٹ میں یا درخت کے اوپر ہوتی ہے پھل پھول والحِمل بالکسر بوجھ جو پیٹھ پر لادا جاتا ہے فلمّا اثقلت دعوا اللہ ربہما الخ اور جب عورت بھاری ہو جاتی ہے تو خوف ہوتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے اس سے زندہ سلامت بھی رہتی ہے کہ نہیں اس لئے میاں بیوی دونوں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں (کیوں نہ ہو شدّت کے وقت خدا تعالیٰ ہی یاد آتا ہے) کہ اگر تو نے ہم کو اچھا اور جیتا جاگتا بچہ دیا تو ہم تیری شکرگزاری کیا کریں گے۔ پھر جب خدا تعالیٰ اُن کو بامُراد بچہ دیتا ہے تو خوشی میں آکر خدا تعالیٰ کے ساتھ اُس کام میں اَوروں کو بھی ملا لیتے ہیں، کوئی طبائع کی طرف منسوب کرتا ہے جیساکہ دہریہ کوئی کسی ستارہ کے طلوع و غروب کی طرف، کوئی اپنے بُتوں اور دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتا ہے، کوئی کہتا ہے فلاں کی نذر و نیاز مانی تھی تو خدا تعالیٰ نے یہ مراد دی۔

عام مفسّرین اس جگہ یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں حضرت آدمؑ و حوّاؑ کی طرف رُوئے سخن ہے اور ایک قصّہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حوّاؑ حاملہ ہوئیں تو ابلیس نے آکر ڈرایا کہ تیرے پیٹ میں ایسی اور ایسی چیز ہے کیونکر باہر آئے گی اچھا اگر میرے دُعا کرنے سے بیٹا پیدا ہو اور سہولیت سے ہو تو اُس کا نام **عبدالحارث** رکھنا اور حارث شیطان کا ملائکہ میں نام تھا یعنی شیطان کا بندہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بات پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ کا شریک بنایا۔ بعض نے یہ بھی روایت کی ہے کہ آدمؑ اپنی اولاد کے نام عبداللہ و عبدالرحمٰن خدا تعالیٰ کی عبدیت کے ساتھ رکھتے تھے اس میں اُن کے کئی بیٹے مر گئے۔ شیطان نے آکر کہا اگر تم عبدالحارث

لہ سمرہؓ سے حاکمؒ نے اس قصہ کو روایت کیا ہے اور نیز ترمذیؒ نے بھی مگر ان دونوں روایتوں میں کلام ہے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اور کلام بڑے بڑے نقادِ حدیث نے کیا ہے ۱۲ منہ

نام رکھو تو جیئے گا، چنانچہ ویسا ہی کیا۔

متقدمین میں حسنؒ اور عکرمہؒ اور ابن کیسانؒ آیت کے وہی معنے بیان کرتے ہیں جو ہم نے بیان کئے کہ اس میں عام بنی آدم کی طرف اشارہ ہے جو شرک کرتے ہیں اور جنس زوج اور زوجہ کی طرف جعلا اور دعوا کی ضمیریں پھرتی ہیں جو قرینۂ مقام سے سمجھی جاتی ہیں حضرت آدمؑ و حواؑ کا تو اس میں کہیں ذکر تک بھی نہیں اور اسی طرح متاخرین میں امام فخر رازیؒ وغیرہ محققین قاطبۃً اس قصہ کا ذکر کرتے ہیں بچند دلائل:

(۱) یہ کہ بعد میں تعالے اللہ عما یشرکون جمع کا صیغہ آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مراد ہے۔

(۲) یشرکون مالا یخلق کہا اگر شیطان نے ان کو بہکایا ہوتا تو ما کی جگہ لفظ من آتا جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

(۳) حضرت آدمؑ کو خدا تعالے نے ہر چیز کے نام تعلیم کر دیئے تھے وعلم آدم الاسماء کلہا اور نیز ایک بار شیطان سے زک بھی پا چکے تھے پھر کیا ممکن تھا کہ اس کا نام نہ معلوم ہوتا اور معلوم ہونے پر اس لعین کو خدا تعالے کا شریک کرتے

اور یہ قصہ بھی کسی سند صحیح سے ثابت نہیں نہ آدم علیہ السلام کے کسی بیٹے کا نام عبد الحارث کہیں دیکھنے میں آیا۔ ہاں عرب کے مشرکین عبد شمس، عبد العزیٰ، عبد مناف، عبد قصی، عبد اللات اپنی اولاد کے نام رکھتے تھے جس طرح کہ آج کل جمال سالار بخش، مدار بخش نام رکھتے ہیں سو انھیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

جن کو تم خدا تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو (وہ بھی تو) تم جیسے

اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ

بندے ہیں سو ان کو پکار دیکھو اگر تم سچے ہو

فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تو چاہیئے کہ وہ تمہاری فریادرسی

صَادِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ

کریں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں کہ جن سے چلتے

بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا

ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ جن سے پکڑتے ہیں۔

أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ

کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ جن سے دیکھتے ہیں، کیا

لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ

ان کے کان ہیں کہ جن سے وہ سنتے ہیں، (ان سے) کہہ دیجئے کہ

ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ

اپنے سب معبودوں کو بلا لو پھر سب مل کر مجھ پر داؤ کرو

فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ

اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ میرا مددگار تو وہ اللہ تعالے ہے کہ

الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ

جس نے کتاب نازل کی، اور وہی

يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِينَ

نیک بختوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ اور جن کو تم اس کے

تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۷﴾

کر سکتے ہیں اور نہ خود ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

ترکیب

عباد خبر ان امثالکم اس کی صفت فلیستجیبوا مجزوم ہے جواب امر فادعوا کی وجہ سے اور فادعوہم جملہ دال برجزا ہے ان کنتم صادقین سے۔ آ استفہام کے لئے ارجل رِجل بالکسر کی جمع موصوف یمشون بہا اس کی صفت مجموعہ مبتدا لہم خبر مقدم اسی طرح اس کے مابعد کے جملے ہیں اور یہ استفہام انکاری ہے کیدون اصل میں کیدونی تھا ی مفعول کو حذف کرکے کسرہ اس کے

قائم مقام چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ حذفِ یٰ پر دلالت کرے۔

تفسیر

یہاں سے اُن کے معبودوں کی ایک اور حالت بیان فرماتا ہے کہ جس سے وہ قابلِ پرستش نہیں ہو سکتے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو مانا کہ ان پتھروں کے بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ اُن کو کہ جن کی یہ فرضی مورتیں ہیں سو وہ بھی تمہاری طرح خدا تعالیٰ کے بندے ہیں حدوث و احتیاج میں تمہارے ہم پلّہ ہیں پھر ان میں کونسی بات الوہیت کی ہے؟ اچھا اُن کو پکارو دیکھیں وہ تمھیں جواب بھی دیتے ہیں کہ نہیں کہ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو ورنہ محض غلط اوہام کی پرستش کرتے ہو اور اگر ان مورتوں اور تراشے ہوئے پتھروں کو پوجتے ہو تو یہ تو بالبداہت تم سے بھی زیادہ محتاج ہیں تمہارے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان بھی ہیں یہ تو ان سے بھی بے بہرہ ہیں۔

الہم ارجل یمشون بہا پھر جب اُن کے نہ پاؤں ہیں کہ جن سے چل سکیں اور چل کر تمہاری مدد کو پہنچیں نہ ہاتھ ہیں کہ جن سے تمہارے دشمن کو روک سکیں نہ تم کو کچھ دے سکیں، نہ آنکھیں ہیں کہ تمہارا حالِ زار دیکھ کر تم پر رحم کریں، نہ کان ہیں کہ تم جو اُن کے نام کی دُہائی دیتے ہو، جے جے پکارتے ہو، الغیاث مچاتے ہو، اے فلاں میری مدد کیجیو، بوقتِ مصائب کہتے ہو اُٹھتے بیٹھتے یا اللہ کی جگہ یا فلاں پکارتے ہو ان باتوں کو سُن سکیں۔

مشرکین کے خیالات میں یہ بات بھی جمی ہوئی تھی کہ اگر ہم اُن کو نہ پوجیں اور اُن کی معمولی نذر و نیاز ادا نہ کریں تو یہ ہم کو مضرت پہنچاویں گے جیساکہ ہندوستان میں شیخ سدّو، زین خان، کالی بھوانی سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس خیال کے ردّ کرنے کو اپنے پیغمبر؎ کو فرماتا ہے کہ تم ان سے کہدو کہ سب سے زیادہ تو ان کا میں منکر اور مخالف ہوں۔ بھلا دیکھیں تو سہی کہ یہ میرا کچھ بھی نقصان کر سکتے ہیں تم ان سب کو پکارو اور میرے نقصان کی ترغیب دو قل ادعوا شرکاءکم الخ پھر خود ہی فرماتا ہے کہ ان سے کہدو دیکھو میرا کارساز، مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے کتاب نازل کی جس میں تمام عالم کی حیاتِ جاودانی و نفع دوجہانی ہے اور وہ کچھ میرا ہی کارساز و مددگار نہیں بلکہ سب نیک لوگوں کا مددگار ہے اُن پر بھی تمہارے معبودوں کا کچھ اثر نہیں چل سکتا انّ ولیّ اللہ الذی الخ بلکہ وہ لوگ کہ جن کو تم پوجتے ہو نہ تمھیں کچھ مدد دے سکتے ہیں نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں۔ بقولِ نصاریٰ مسیح؎ کو یہود نے سولی دی کچھ نہ کر سکے اسی طرح اور بزرگ جن کو تم پوجتے ہو موت اور مرض سے نجات نہ پا سکے۔

وَاِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا

اور اگر تم اُن (مشرکین) کو راہِ راست کی طرف بلاؤ تو

يَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ

سنیں گے بھی نہیں، اور آپ؎ اُن کو اپنی طرف تکتے ہوئے دیکھتے ہو

وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الۡعَفۡوَ

حالانکہ اُن کو کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ سو (اے نبی؎!) آپ (اُن) سے درگزر کرو

وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۱۹۹﴾

اور اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ

اور جو کبھی شیطان کی طرف سے آپ؎ کے دل میں گدگدی پیدا ہو جائے (کہ بدلہ

نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ

لینا چاہیئے) تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیا کرو۔ کیونکہ وہ سُنتا (اور)

له حقیقت میں ہادیٔ برحق؎ کو مخالفوں نے چشمِ دِل سے نہیں دیکھا تھا تم ہم وہم لا یبصرون میں اب تعارض نہیں رہا یا یہ معنی کہ اے نبی؎! کفار تجھے تو دیکھتے ہیں حیرت و تعجب سے کہ یہ شخص ہم کو ایک نئے رستہ کی طرف بلاتا ہے مگر لا یبصرون اندھے ہیں اس رستہ کی خوبی اور اس کے برکات و انوار نہیں دیکھتے اوّل معنی کی مناسب ایک نقل ہے کہ سلطان محمود؎ غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوالحسن؎ نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ جس نے بایزید بسطامی؎ کو دیکھا اس پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ محمود نے عرض کیا کیا شیخ قدس سرہٗ رسولِ کریم؎ سے

عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا
جانتا ہے، پرہیزگاروں کو جب کبھی کوئی شیطانی خیال
مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا
چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہوجاتے ہیں پھر وہ
فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾
اسی وقت (راہِ راست) دیکھنے لگتے ہیں۔

ترکیب

وان شرطیہ تدعو شرط لایسمعوا جواب ینظرون الیک مفعول ثانی وہم لایبصرون جملہ حال ہے فاعل ینظرون سے واما شرط فاستعذ باللہ جواب انہ الخ جملہ محل علت میں ہے۔ فاستعذ سے الذین موصول اتقوا صلہ مجموعہ اسم ان۔ اذا مسہم شرط تذکروا جواب مجموعہ خبر ان النزغ الوسوسۃ وکذا الغرز والنخس والنسغ ۔

تفسیر

بُت پرستی کرنے سے مشرکین کا حِسِ باطن جاتا رہا ہے اور اسی لئے سچی بات اُن کے دل تک نہیں پہنچتی یہاں اس کی تصویر کھینچی جاتی ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات ہی نہیں سُنتے یعنی سماعتِ باطنی جاتی رہی باوجودیکہ اے نبیؐ تجھ کو وہ ظاہر میں دیکھتے ہیں حالانکہ نہیں دیکھتے۔ بصارتِ باطنی جاتی رہی دکاش جمالِ مصطفویؐ کو ذرا بھی دیکھ لیتے تو اُس شمعِ عالم افروز کے نور سے بُت پرستی کی تاریکی میں نہ پڑتے) للہ درمن قال ؎ چشم باز و گوش باز واین ذکا + خیرہ ام بر چشم بندی خدا ؛ اس لئے جس نے آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ایک بار دیکھ لیا اس پر آتشِ دوزخ حرام ہوگئی۔ مگر افسوس عرب کے منکرین کی کوری پر چراغ کے نیچے اندھیرا اس کو کہتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت زار ہے تو اے نبیؐ! خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین معافی اور سہل گزاری اختیار کیجئے ملامت و تشدد نہ کیجئے۔ لیکن چونکہ آپؐ ہادی اور آپؐ کا کام ہدایت ہے، اچھی باتوں کا حکم دیئے جایئے، نصیحت کرتے رہیئے اور جو اُس پر جاہل آپؐ سے ناخوش ہوکر ایذا کے درپے ہوں اور زبانِ طعن و تشنیع کھولیں تو اُن سے اعراض کیجئے مقابلہ اور پُرخاش نہ کیجئے (عرف اور عارفہ اور معروف اس کام کو کہتے ہیں کہ جس کا کرنا نہ کرنے سے معروف ہو) جب یہ آیت نازل ہوئی تو جبرئیلؑ سے آپؐ نے پوچھا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اُس سے مل اور جو تجھ پر ظلم کرے تو معاف کر اور جو تجھے نہ دے تو اُس کو دے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تعلیم مکارمِ اخلاق کے بارہ میں اس سے بڑھ کر اور کوئی جملہ ہو نہیں سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیرؤوں نے جو کچھ بدی کے بدلہ میں لوگوں سے اُن کے ظلم و ایذا پر برداشت کرکے نیک سلوک کئے ہیں۔ بیان سے باہر ہیں۔

اور جو کبھی بشریت سے دل میں اُن کے بُرا کہنے اور ایذا دینے سے کچھ خیال آجاوے تو فاستعذ باللہ اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگ

(بقیہ حاشیہ ص۴۴۷) بھی بڑھ گئے آپؐ کو کفار نے دیکھا مگر اُن پر آتشِ جہنم حرام نہیں ہوئی۔ ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں اگر دیکھتے تو کفر پر نہیں رہتے اور یہ آیت پڑھ دی۔ محمود سُن کر حیران رہ گیا۔ آپ کی مراد یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کو کفار نے اپنی تیرہ باطنی سے نہیں دیکھا اس کو ابوبکرؓ وغیرہ نے دیکھا ۱۲ منہ ف ابن کثیر و ابو عمرو و کسائی طیف اور باقی طائف بالف پڑھتے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں طیف کو بعض مصدر کہتے ہیں ابو زید کہتے ہیں کہ اس کی یوں گردان ہے طاف یطوف طوفا وطوافا اور بعض اس کو مشدد بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ ہین و ہیّن و میت و میّت اس کے معنے ہرنے پھرنے کے ہیں اور اسی لئے خوابِ مشوش کو طیف کہتے ہیں اور خیال کو بھی۔ ازہری کہتے ہیں کہ کلام عرب میں طیف جنون کو کہتے ہیں اور غضب کو بھی کس لئے کہ غصہ میں انسان مجنون کے مشابہ ہو جاتا ہے اور وسوسہ کو بھی اور طائف بمعنے طیف ہے جیسا کہ عافیۃ اور عاقبۃ اس قسم سے کہ جن کے مصدر[۲]

[۲] بروزن فاعل و فاعلۃ آتے ہیں نقل الفراء فی ہذہ الآیۃ الطائف والطیف سواء وہو ماکان کالخیال الذی یلم بالانسان ۱۲ منہ

کیونکہ وہ سمیع وعلیم ہے تیرے دل سے اس خیال کو دُور کرے گا اور چونکہ عام مسلمانوں کی حالت نبی کے مانند نہیں اُن کو شیطانی وسوسہ کا مس کرجانا کچھ مشکل نہیں انّ الّذین اتقوا اذا مسّھم طآئف من الشیطٰن تو اُن کو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا لازم ہے۔ جب کہ انسان کو کسی پر غصّہ آتا ہے تو اُس کو مغلوب اپنے آپ کو غالب سمجھ کر آتا ہے تب اُس پر عالمِ اجسام کے ظلمات طاری ہوجاتے ہیں مگر جب وہ اپنے آپ کو عاجز خدا تعالےٰ کو قادر سمجھتا ہے تو اس اندھیرے سے نکل جاتا ہے۔

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ

اور اُن کے بھائی تو اُن کو گمراہی میں گھسیٹے لئے جارہے ہیں

ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ وَاِذَا لَمْ

پھر وہ کمی نہیں کرتے۔　اور جب اُن کے پاس آپ

تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ

کوئی آیت　نہیں لاتے تو کہتے ہیں کیوں کوئی آیت گھڑ نہیں لاتے؟

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ

تو کہدیجئے میں تو اُسی پر چلتا ہوں کہ جو مجھ کو میرے رب تو کی طرف سے

رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

وحی کیا گیا۔ یہ (قرآن) تمھارے رب کی طرف سے بینائی ہے اور اس قوم

وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

کے لئے جو ایمان لاتی ہے ہدایت اور رحمت ہے۔

ترکیب

اخوانہم مبتدا یمدونہم جملہ خبر واذالم الخ شرط قالوا الخ جواب لولا ہلّا اجتبیتہا انشاتہا من قبل نفسک ذٰلک مقولتہم ما موصولہ یوحٰے الیّ جملہ صلہ مجموعہ مفعول ہے اتبع کا من ربّی یوحٰی سے متعلق ہٰذا مبتدا بصائر موصوف من ربکم صفت۔ مجموعہ خبر وہُدًے وّرحمۃ خبر پر معطوف لقوم رحمۃ سے متعلق البصائر جمع بصیرۃ وہی الحجج والبراہین۔

تفسیر

غضب کی حالت میں پرہیزگاروں کی یہ حالت بیان کی تھی کہ وہ جب خدا تعالےٰ کو یا اُس کے صفاتِ قاہرہ کو یاد کرتے ہیں تو اس تاریکی جسمانیت سے باہر آکر دفعۃً بینا ہوجاتے ہیں یعنی یکایک آنکھیں سی کھُل جاتی ہیں برخلاف شیاطین کے بھائیوں کے یعنی غیر خداپرست لوگوں کے کہ غصّہ اور غضب کی کیا خصوصیت ہے وہ جس بُری بات میں پڑتے ہیں تو اُن کے بھائی شیاطین خواہ جِنّ ہوں خواہ انس اُن کو سرکشی میں اور بھی بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ پھر کمی نہیں کرتے۔

یہ بات نہیں کہ اگر بشریّت سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہوگیا تو اُس کا تدارک کریں، استغفار کریں، نادم ہوں، خدا تعالےٰ کو یاد کریں بلکہ اُس میں اصرار اور غلو کرتے کرتے حد کو پہنچا دیتے ہیں کہ رسول کے مقابلہ پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور بعض کج بحثی کی نظر سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے ہیں اور جب اُن کی خواہش کے موافق رسول وہ معجزہ نہیں دکھاتا تو کہتے ہیں لولا اجتبیتہا کہ تو از خود کیوں نہ بنالایا۔ یا تو نے خدا تعالےٰ سے اس کی درخواست کیوں نہ کی کیونکہ تُو کہتا ہے کہ وہ میری دعا ر قبول کیا کرتا ہے۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ اے نبیؐ! تو اُن سے کہدے میں تو صرف وحیِ الٰہی کا اتباع کرتا ہوں اپنی طرف سے کوئی درخواست نہیں کرسکتا۔ ہر امر میں جہاں ضرورت پڑتی ہے وحی کا منتظر رہتا ہوں نہ مجھے کچھ اس کی ضرورت ہے کہ تمھاری خواہشوں کی پیروی کروں۔ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے برابر کوئی معجزہ نہیں جب تم اس کو نہیں مانتے تو پھر اور کس معجزہ کے قائل ہوگے؟

اور یہ قرآن تمھارے ربّ کی طرف سے بصائر یعنی بینائی ہے اور ہدایت اور رحمت۔ قرآن مجید کی مدح میں تین لفظ

وارد ہوئے ہیں۔ بصائر، کیونکہ قرآن کی وجہ سے توحید اور نبوّت اور معاد کا حال معلوم ہوجاتا ہے اور انبیائے گزشتہ اور ان کے مطیع اور نافرمانوں کا حال بھی آئینہ ہوجاتا ہے اس لئے اس کو بصائر کہا تسمیۃ السبب باسم المسبب۔ دوم ہدایت، معارفِ توحید و نبوت و معاد میں لوگوں کی دو قسم ہیں ایک وہ ہیں جو ان چیزوں کا گویا مشاہدہ کرتے ہیں اُن کو اصحابِ عین الیقین کہتے ہیں۔ دوم وہ جو ایسے نہیں بلکہ مستدل ہیں جن کو اصحابِ علم الیقین کہتے سو اوّل قسم کے لئے قرآن بصائر ہے اور دوم کے لئے ہدایت اور عامۃ المومنین کے لئے رحمت اور چونکہ تینوں فریق مومنین میں سے تھے اس لئے لقوم یومنون فرمایا۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
اور جب کہ قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سُنا کرو (خاموشی کے ساتھ)
وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ
اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔ اور
رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّ
اپنے رب کو دل میں گڑگڑا کر اور ڈر ڈر کر
دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
نہ کر چلا کر صبح و شام یاد کیا
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾
کرو اور غافل نہ ہو جایا کرو۔
اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ
سرتابی نہیں کرتے۔ اور اسی کی پاکی بیان کرتے اور اسی کو
يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدۃ
سجدہ کیا کرتے ہیں۔

ع ۲۴ ۱۸ ۱۴

ترکیب

اذا قری شرط فاستمعوا جواب وانصتوا اس پر معطوف تضرعًا وخیفۃً حال ہیں فاعل اذکر سے مصدر ہیں ودون الجہر معطوف ہے تضرعًا پر والتقدیر مقتصدین بالغدو متعلق ہے اذکر سے والاٰصال اس پر معطوف وہی جمع الجمع لانّ الواحد اصیل وفعیل لایجمع علےٰ افعال بل علےٰ فعل ثم فعُل علےٰ افعال فالواحد اصیل وجمعہ اُصل وجمعہ آصال۔ لایستکبرون خبر ان۔

تفسیر

جب کہ قرآن مجید کو بصائر اور ہدایت اور رحمت فرمایا تو اس کے بعد یہی حکم دیتا ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے تو اُس کو چُپ ہو کر سُنو تاکہ تم اُس کو سمجھو اور اس کا بصائر اور رحمت و ہدایت ہونا تمہارے لئے متحقق ہو اور اسی لئے بعد اس کے لعلکم ترحمون بھی فرمایا کیونکہ بغیر اُس کے قرآن مجید کے برکات سے حصّہ نہیں لہٰذا آیت کے ظاہر الفاظ سے حکمِ عام سمجھا جاتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے اس کو چُپ ہو کر سُننا واجب ہے مگر علماء نے شانِ نزول کے لحاظ سے اُس کو خاص کیا ہے۔ اور اُن کے چند قول ہیں اوّل حسن اور اہلِ ظاہر کا قول ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے تو چُپ ہو کر سُننا چاہیئے خواہ رستہ چلتا سُنے خواہ مکتب میں خواہ امام پڑھے۔ یہ آیت کو عام رکھتے ہیں تخصیص نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ نماز میں کلام کرنے کی ممانعت کے لئے آیت نازل ہوئی ہے اُس میں سکوت اور قرآن مجید سننے کا حکم ہوا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں عین نماز میں لوگ کلام کر لیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوہریرہ رض سے بھی یہی مروی ہے۔ سوم یہ کہ جب امام قرآن مجید آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سُننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ ترمذی نے ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز جہری پڑھا رہے تھے فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت پڑھی ہے۔

؎ ایک آدمی نے کہا ہاں یا رسول اللہ ص! آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھ قرآن پڑھتے میں کشمکش ہو رہی ہے۔ راوی نے کہا کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی تو آپ ص کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں

قرأت پڑھنے سے رک گئے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ و عمران بن حصینؓ و جابر ابن عبداللہؓ سے منقول ہے اور اسی طرح مسلمؒ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ انما جعل الامام الخ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اذا قرئ فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو مقتدی کو چپ کرنا چاہیے اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اُس کی نماز نہ ہو گی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو۔ اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاویؒ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور احمدؒ اور مالکؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور دیگر محدثینؒ نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمدؒ و ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ لوگوں نے روایت کی ہیں۔ لہٰذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابو حنیفہؒ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور صحابہؓ میں عبداللہ بن مسعودؓ و جابرؓ بن عبداللہ و ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے۔ امام شافعیؒ اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں واختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جہر الامام بالقرأۃ و قالوا یتبع سکتات الامام اور دلیل اُن کی حدیث ابو ہریرہؓ ہے کہ من صلّٰی صلوٰۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اُس کی نماز ناقص ہو گی۔ مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو، امام کے پیچھے نہیں۔ چنانچہ ترمذیؒ کہتے ہیں و اما احمد بن حنبل فقال

معنے قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلے رکعۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام پس جب امام محدثین کے نزدیک اُس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنے ہوئے تو پھر اُس سے آیت خاص کرنا جو بقول بیہقی بالاجماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے۔ اور اس آیت کریمہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آ کر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے۔ نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن مجید سننا چاہیے۔

واذکر ربک الخ جب کہ قرآن مجید کے سننے کا حکم دیا جو ایک جماعت تھی تو اُس کے بعد بندہ کو از خود بھی ذکر الٰہی کرنے کا حکم دینا کلام سابق کا تتمہ بیان کر دینا ہے اور نیز قصص و احکام و عظ و پند بیان کر کے سورۃ کو ذکر الٰہی کے حکم پر تمام کرنا گویا تمام شریعت کا عطر کھینچ دینا ہے اور دنیا کے سب کاروبار کا آخر کار بتلا دینا ہے۔ ذکر خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان خواہ قرآن مجید کے پڑھنے سے ہو خواہ اُس کا کوئی نام پاک ورد کرنے سے، علیٰ حسب مراتب سب ذکر الٰہی ہے۔ آیت میں اس ذکر کے لئے چند قیدیں لگائی ہیں۔ (۱) فی نفسک اس سے مراد یہ کہ جن الفاظ کو زبان سے ادا کرتا ہو اُن کے معانی سے واقف ہو، دل سے بھی اُس کی طرف متوجہ ہو ورنہ ؎

برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر + این چنین تسبیح کے دارد اثر

(۲) تضرع کے ساتھ یعنی عجز و نیاز ہو بلحاظ جلال خوف اور بلحاظ جمال امید بھی ہو۔ (۳) خیفۃ۔ زجاج کہتے ہیں کہ اصل خوفۃ تھا و کو ی سے بدل لیا لانکسار ماقبلہا۔ اس خوف کے مراتب ہیں کبھی اپنی تقصیر عبادت کا کہیں اس کی بے نیازی کا ؎ یار بے پروا و فریاد من بے اثر + گہ ز دل فریاد میدارم گہ از فریاد رس ۔ (۴) ودون الجہر من القول مراد یہ کہ مخافت اور جہر کے درمیانی طور سے ذکر ہو جیسا کہ آیا ہے ولا تجہر

بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذٰلک سبیلا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ رضؓ چیخ چیخ کر تکبیر و تہلیل پہاڑوں پر چڑھتے اترتے (کسی سفرِ جہاد میں) کرتے تھے فرمایا کہ تمھارا رب بہرا اور غائب نہیں ہے ع نعرہ کمترزن کہ نزدیک ست یار ۃ یعنی اس قدر بلند آواز ہو کہ جس کو خود سُن سکے کیونکہ اس ذکر سے خیال متاثر ہوتا ہے اور خیال کے متاثر ہونے سے ذکرِ قلبی و روحانی میں قوت حاصل ہوتی ہے اور ان ارکانِ ثلاثہ میں سے ہر واحد دوسرے سے قوی اور ہر ایک کے انوار دوسرے میں منعکس ہوتے ہیں اور ان انعکاسات سے بہت کچھ قوت اور جلا اور انکشاف اور عالمِ اجسام کے ظلمات سے عالمِ انوار کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے۔ (۵) بالغدوّ والآصال غدو جمع غدوۃ آصال جمعِ اصل اور اصل کا واحد اصیل ہے۔ اوّل دن کو غدوۃ اور اخیر دن کو اصیل کہتے ہیں۔ یعنی صبح[۱] اور شام ذکر کیا کر کیونکہ ان دونوں وقتوں میں انقلابِ لیل و نہار سے ایک عجیب تغیر پیدا ہوتا ہے جو اُس کی کمال قدرت کی دلیل ہے اور ان اوقات میں ملأ اعلیٰ کی توجہ بھی بندوں کے قلوب کی طرف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے (۶) ولا تکن من الغافلین یعنی ہر وقت دل میں اُس کا دھیان رہے چلتے پھرتے، کھاتے بیٹھتے تاکہ ملائکہ سے مشابہ ہو جاوے۔

انّ الّذین الخ یہاں سے یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب ملائکہ کا باوجود اس تقدّس کے یہ حال ہے کہ وہ اُس کی عبادت سے تکبّر نہیں کرتے اور تسبیح اور سجدہ کرتے رہتے ہیں پھر تم کو تو انسان ہو کر الآتشِ شہوات و ظلماتِ جسمانیہ سے پاک ہونے کے لئے اور بھی ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اس جملہ کو سُن کر سجدہ کرنا واجب ہے۔

[۱] ذکر سے عام مراد ہے اور نماز کی فرضیت سے پہلے صرف صبح و شام ذکر الٰہی فرض تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد نماز ہے پھر نمازوں میں سے صبح و شام کی نماز کی تاکید خصوصیت سے یہاں اس لئے آئی کہ یہ دونوں وقت ملائکہ کے پہرہ بدلنے کے ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور بالخصوص صبح کی نماز کے لئے آیا ہے ان قرآن الفجر کان مشہودا مگر تعمیم اَولیٰ ہے ۱۲ منہ

۲ اور اپنی حالت کو درست کرو

تفسیر سورۃ انفال

مدنی ہے اور اس میں پچھتّر آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ
(اے رسولؐ) آپؐ سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں، کہدو کہ مالِ غنیمت تو

لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا ہے، سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور

اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا
باہمی[۲] معاملات درست رکھو، اور اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①
اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ
مؤمن تو وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو

اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں اور جب اُس کی آیتیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى
اُنھیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو اُس سے اُن کا ایمان (اور) زیادہ (تر و تازہ)

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ②ۚ الَّذِيْنَ
ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ جو نماز پڑھتے

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے

يُنْفِقُوْنَ ③ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
ہیں، یہی وہ سچے مسلمان ہیں،

[۲] اس آیت کو اگلی آیت فان للہ خمسہ الخ سے منسوخ قرار دینا ایک زائد بات ہے ۱۲

م (باقی ص ۴۵۳ پر)

حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ

(اور) انھیں کے لئے اُن کے رب تو کے ہاں　درجے

مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

ہیں　اور بخشش　اور عزت　کی　روزی۔

ترکیب

عن الانفال یسئلون سے متعلق الانفال مبتدا للہ والرسول خبر المؤمنون مبتدا الذین موصول اذا ذکر شرط وجلت جواب جملہ صلہ واذا تلیت شرط وجواب مل کر جملہ معطوف ہے پہلے صلہ میں داخل مجموعہ خبر وعلی ربہم جملہ یا حال ہے یا صلہ میں داخل بذریعہ عطف الذین یقیمون صلہ وموصول پہلے الذین سے بدل حقا مفعول مطلق ہے فعل محذوف سے عند ربہم درجات بمعنے اجر کا ظرف۔

تفسیر

یہ سورۃ ایام جنگ بدر میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے جیساکہ حسنؒ اور عکرمہؒ وجابر بن زیدؒ وعطارؒ وغیرہم ائمہ تفسیر سے منقول ہے۔ ابوالشیخؒ وابن مردویہ ونحاسؒ نے ابن عباسؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور اس کو سورۂ بدر بھی کہتے ہیں۔ اس کی پچھتر یا چھہتر آیات ہیں۔

انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل اور نافلہ اُس کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد چیز حاصل ہو۔ غنیمت کے مال کو اس لئے انفال کہتے ہیں کہ وہ برخلاف اور اُمتوں کے ایک نفع کی بات ثواب جہاد سے زائد (جو اصل ہے) خاص اس امت کو حلال ہے اُن کو حلال نہ تھا جیساکہ اب تک عہد عتیق کے مختلف مقامات سے ثابت ہے اور نماز نفل کو بھی اس لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرض سے زائد بات ہے۔ اور وہ جو جنگ میں سردار سپاہ اسلام کو انعام کے طور پر دیتا ہے　اس کو بھی نفل کہتے ہیں۔ اس جگہ مراد مال غنیمت ہے جو کفار سے مقابلہ کے بعد لیا جاتا ہے جس کو لُوٹ کہتے ہیں۔ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین کا مال قبضۂ اہل اسلام میں آیا تو اُس کی تقسیم میں لوگوں کا اختلاف ہوا جوانوں نے کہا ہمارا حق ہے ہم ہی نے شکست دی، بڈھوں نے کہا ہم تمہاری پُشت پر تھے اس لئے لوگوں نے آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تب یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس میں غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے لئے قرار پائی یعنی اللہ تعالیٰ کا مال ہے جس طرح وہ رسولؐ کو تعلیم کرے تقسیم کرے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو برابر تقسیم کر دیا جیساکہ حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو آپس میں سلوک رکھو، غنیمت پر جھگڑا نہ مچاؤ ہر بات میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا کہا مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ پھر آگے حقیقی ایمانداروں کا وصف بیان فرماتا ہے کہ اُن میں یہ پانچ۵ باتیں ہوتی ہیں۔ اوّل جب کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو محبت اور خوف کے مارے اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ دوم جب اُس کی آیتیں اُن کو سُنائی جاتی ہیں تو اور بھی سُنکر ایمان مستحکم ہو جاتا ہے۔ سوم وہ ہر کاروبار میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں یہ تینوں وصف تو قوت نظریہ سے متعلق تھے قوت عملیہ کے متعلق، (۴) نماز پڑھتے ہیں (۵) اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے دیتے ہیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ

(یہ حکم بھی بظاہر ایسا ہی ناگوار ہے) جیساکہ آپؐ کے رب نے آپ کے گھر سے حکمت کے

بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

ساتھ باہر نکلنے کا آپؐ کو حکم دیا تھا اور مسلمانوں کی ایک جماعت تو اُس سے

(بقیہ حاشیہ ص۴۵۲) کس لئے کہ الانفال للہ والرسول کے معنے یہ ہیں کہ انفال کا حکم اللہ تو ورسولؐ کے اختیار میں ہے سو یہ بات اگلی بات کے کہ اس کی یوں تقسیم ہونی چاہیئے کچھ منافی نہیں ف انفال میں اور دیگر معانی انعام وغیرہ کو اس جگہ مراد لینا

ممکن ہے گر مراد غنائم ہیں ۱۲ منہ

لَكٰرِهُوْنَ ⑤ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ

ناخوش ہی تھی۔ حق ظاہر ہو جانے پر بھی تو اے پیغمبر تم

مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ

سے ایسا جھگڑ رہے تھے گویا کہ وہ موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑥ وَاِذْ يَعِدُكُمُ

اور وہ اس کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ اور جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو دو چیزوں

اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

میں سے ایک کا وعدہ دیتا تھا کہ یہ تم کو ملے گی

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ

اور تم یہ چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو

تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ

ملے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے حق کو حق کرنا

بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ⑦

اور کافروں کی جڑ کاٹنا چاہتا تھا۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ

تاکہ حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے اور

كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ⑧

مجرم پڑے برا مانا کریں۔

ترکیب

کما صفت ہے مصدر محذوف کی اے ہٰذہ الحالۃ فی کراہتہم لہا مثل اخراجک فی حال کراہتہم وقد کان خیرا۔ پس یہ کما خبر ہوگی مبتدا محذوف کی جو ہٰذہ ہے وان فریقا جملہ حال ہے ک اخرجک سے۔ یجادلونک الخ جملہ حال ثانی ہے کانما جملہ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اذ یعدکم کا عامل اذکروا محذوف کم مفعول اول احدی الطائفتین مفعول ثانی یعد کا انہا لکم بدل ہے مفعول ثانی سے بدل الاشتمال ۔

تفسیر

کما اخرجک، اس تشبیہ میں علمائے مفسرین کے چند اقوال ہیں ازانجملہ سب سے راجح یہ ہے کہ یہ تقسیم بھی بظاہر مسلمانوں کو ایسی ہی ناگوار ہے جیسا کہ اے پیغمبر اس جنگ کے لئے آپ کا بحکم الٰہی گھر سے نکلنا ناگوار تھا لیکن جس طرح وہاں ان کی ناخوشی کا لحاظ نہیں کیا گیا ایسا ہی یہاں بھی لحاظ نہیں کس لئے کہ حکمت الٰہی اور انجام کار کے عمدہ نتائج تک ان کی عقلیں نہیں پہنچتیں۔ بندے تو بالفعل کی آسانی کو اور موجودہ فائدہ کو دیکھتے ہیں۔ اس جنگ کے لئے گھر سے نکلنے میں بظاہر تکلیف اور مشقت اور دشمنوں کی کثرتِ تعداد اور اپنی قلت کے سبب مارے جانے کا خوف تھا مگر اس قتال نے مشرکین مکہ کی جو اسلام میں سدِّ راہ تھے کمر ہی توڑ ڈالی اسی طرح غنیمت میں شرعی تقسیم کا قائم کرنا آئندہ لشکر کشی اور فتوحات کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ ان آیات میں جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخوں میں آنحضرت علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ابوسفیان شام سے ایک کاروانِ تجارت ساتھ لے کر آرہا ہے جس میں صرف چالیس آدمی ہیں اور بہت کچھ اسباب ہے اس کے تعاقب میں آنحضرت علیہ السلام تخمیناً تین سو انصار و مہاجرین لے کر نکلے۔ اس کو بھی خبر لگ گئی تو وہ سمندر کے کنارے کنارے دوسرے رستہ ہو لیا اور اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ مکرمہ کی طرف دوڑایا کہ جلد میری مدد کو پہنچو ورنہ مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذفران کی وادی میں پہنچے تو قریش مکہ کے آنے کی خبر ملی جو ابوسفیان کی مدد کو آتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل کی معرفت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں میں سے ایک کا وعدہ کر لیا ہے خواہ قافلہ کو گرفتار کر لو خواہ کفار مکہ پر فتح

ع ۱۰ / ۱۵

حاصل کرلو تمہاری کیا مرضی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کیا جو بہتر ہو کیجئے۔ اسی طرح انصار کے سردار **سعد بن معاذ** رضی نے کہا کہ ہم ہر حال میں آپؐ کے ساتھ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کفار سے مقابلہ کرو ان سے پہلے چل کر میدانِ بدر میں پانی پر ڈیرہ ڈال دو۔ مگر بعض لوگوں نے عذر کیا کہ ہم لڑائی کا سامان لے کر نہیں آئے۔ ہم تخمیناً تین سو، وہ تقریباً ایک ہزار۔ آخر اکثر مسلمان آمادہ جنگ ہوئے اور بدر میں لڑائی ہوئی جس میں کفار کو نمایاں شکست ہوئی۔ یہ تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حق بات پر جھگڑنا جو حضرت جبرئیلؑ کی معرفت ظاہر بھی ہو چکی تھی اور یہ تھا ان کا موت کی طرف کھینچ کرلے جانا۔ کیونکہ کثرت وشوکت قریش ادھر اپنی قلت وضعف موت کا ظاہری سبب تھا جو آنکھوں کے روبرو تھا اس لئے ان باتوں میں سے قافلہ کا لوٹنا جس میں کھٹکا نہ تھا پسند تھا اور اللہ تعالیٰ کو تو کافروں کی جڑ کاٹنی اور اسلام کا بول بالا کرنا منظور تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بہت سے کفار مارے گئے، بہت سے گرفتار ہو کر آئے۔ ان آیات میں ان باتوں کا ذکر اور مسلمانوں کا گلہ ہے:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ
(اور یاد کرو) تم اپنے رب سے فریاد کرنے لگے سو وہ تمہاری فریاد کو
لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَٰئِكَةِ
پہنچا (وعدہ کیا) کہ میں لگاتار تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد
مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا
کروں گا۔ اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لئے
بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَ
مژدہ اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے کیا تھا۔ اور
مَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ
فتح تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ

اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ ع إِذْ يُغَشِّيكُمُ
وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ (اور یاد کرو) جب کہ اللہ اپنی
النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم
طرف کی تسکین (دینے) کے لئے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان
مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَ
سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور
يُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ
شیطانی ناپاکی کو تم سے دور کردے اور تاکہ تمہارے
عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾
دلوں کو مضبوط کرے اور اس سے تمہارے قدم جمائے۔
إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي
جب کہ آپؐ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي
ہوں سو تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی
فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
کافروں کے دل میں رعب ڈالے دیتا ہوں
فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا
سو تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
ہر ایک جوڑ پر مارو۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے
شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے مخالفت کی، اور جو کوئی
يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے مخالفت کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کو)
الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ
سخت عذاب دیا کرتا ہے۔ (کافروں سے کہو) لو یہ چکھو اور (یاد رہے) کہ کافروں
لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾
کے لئے دوزخ کا عذاب (سخت) ہے۔

ترکیب

اذ تستغیثون ممکن ہے کہ اذ اوّل سے بدل ہو انّی سلے بانّی جملہ تفسیر ہے استجاب کی یا بیان۔ مُردفین بضمّ المیم وکسر الدّال واسکان الرّار من اردف مفعولہٗ محذوف ای مردفین امثالہم، یہ حال ہے الملائکۃ سے ولتطمئنّ معطوف ہے بشریٰ پر ای ماجعلہ الاّ لتطمئنّ

وما النصر الخ جملہ حال ہے فاعل جعل سے النعاس مفعول ثانی ہے یغشّیکم کا منہ صفت ہے امنۃ کی جو حال ہے النّعاس سے یا مفعول لہٗ۔ وینزّل معطوف ہے یغشّی پر ویذہب معطوف ہے یطہر پر وقس علیہ البواقی اذ یوحی بدل ہے اذ یغشّیکم سے اور عامل ان کا استجاب ہے وقیل انّی معکم سے لے کر کلّ بنان تک یوحی کا بیان ہے۔ النعاس النوم الخفیف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ ان دو باتوں میں سے کہ جن کا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا یہ ایک بات یعنی احقاقِ حق وابطالِ باطل مقصود تھی کما قال لیحقّ الحقّ ویبطل الباطل اور یہ جنگ کرنے سے حاصل ہوتی تھی۔ جنگ ہوئی اور اس جنگ میں جو جو کفر کو مٹانے اور اسلام کو بالا کرنے کے لئے اُس نے اپنی قدرت کے کرشمے دکھائے اور مسلمانوں پر فضل وکرم کیا اُن کا ان آیات میں ذکر فرماتا ہے ہر ایک بات کو اذ اذ سے ذکر فرماتا ہے وہ موقع یاد دلا کر۔ فقال (۱) اذ تستغیثون، غوث مدد استغاثۃ مدد طلب کرنا۔ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں جا پہنچے۔ گرمی کے دن تھے اور بدر میں جو پانی تھا اُس کو اوّل آکر مشرکین مکہ نے اپنے قبضہ میں کر لیا[1] تھا۔ اِدھر تو غنیم کی کثرت کہ وہاں مع سازوسامان کہ کرّ ومہ کے تخمیناً ہزار بہادر جنگ جُو تھے اِدھر تخمیناً تین سو آدمی بھوکے پیاسے بے سروسامان۔ ایسی حالت میں مسلمان اپنے پروردگار سے مدد کے خواہاں ہوتے اور اُسی سے فریادرسی کے اُمیدوار ہوئے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عمر بن الخطابؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اس حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ایک خیمہ میں گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رُو بقبلہ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر نہایت عجز وانکسار سے دُعاء کرنی شروع کی کہ الٰہی! تُو اپنے وعدہ کو پُورا کر۔ اگر اہل حق کی یہ جماعت ماری گئی تو پھر زمین پر تیرا کوئی نام لینے والا نہ رہے گا۔ دُعاء کرتے کرتے آپؐ کی رداء مبارک مونڈھوں سے گر پڑی حضرت ابوبکرؓ نے اُٹھا کر آپؐ کے کندھوں پر ڈال دی اور ہاتھ تھام کر عرض کی کہ یا نبی اللہؐ! بس کیجئے آپؐ کی دُعاء خدا تعالےٰ نے قبول کر لی وہ اپنا وعدہ ضرور پُورا کرے گا تب یہ آیت اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انّی ممدّکم بالف من الملائکۃ مُردفین لے کر جبرئیلؑ نازل ہوئے یعنی فریاد قبول کر لی۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو یہ جبرئیلؑ گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے مسلّح ہو کر آتے ہیں۔ مُردفین کے معنے یکے بعد دیگر۔ چنانچہ اوّلاً ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا تھا پھر تین ہزار ہو گئے پھر پانچ ہزار جیسا کہ آل عمران میں ہے۔ اس بات پر تو تمام اہل مفسّرین کا اتفاق ہے کہ بدر کے روز آسمان سے مسلّح ہو کر مسلمانوں کی مدد کو فرشتے نازل ہوئے جو مسلمانوں کو بھی دکھائی دیتے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اُنھوں نے جنگ کی کہ نہیں؟۔ کُتبِ احادیث سے جنگ کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص ایک مشرک پر حملہ کرنے دَوڑا تو اُس کے مارنے سے پیشتر ہی وہ زمین پر مرا پڑا تھا اور اُس کے مُنہ پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی آواز کے ساتھ یہ آواز بھی

[1] بعض مورخین کہتے ہیں کہ پانی پر تو اوّل ہی سے مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی قدر بارش وقت پر ہو جانے سے مشرکین نے بھی اسی لئے پانی کا زیادہ خیال نہیں کیا تھا ۱۲ منہ

سُنائی دی تھی: اقدم حیزوم . بعض کہتے ہیں جنگ نہیں کی صرف مسلمانوں کے اطمینان کے لئے نازل ہوتے تھے جیساکہ اس جملہ میں وما جعلہ اللہ الا بشریٰ الخ سے پایاجاتاہے کہ یہ صرف تمہارے اطمینان کے لئے تھا ورنہ مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔مگر یہ بات توجب بھی پائی جاتی ہے کہ جب فرشتوں کا جنگ کرنا تسلیم کرلیاجائے

(۲) اذ یغشیکم الخ یہ بھی اسی روز کا دوسرا واقعہ ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مضبوط کرنا چاہا تو خلافِ عادت اُن پر نیند مسلّط کردی اس نعاس یعنی نیند میں علماء کے دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ جنگ سے اول اُس رات کہ صبح کو جنگ ہوگی حق سبحانہٗ نے مسلمانوں کو راحت سے سُلایا جس سے ماندگی سفر کی دُور ہوگئی اور دل بھی صبح کو قوی تھے۔ایسے قلق واضطراب میں کہ موت سامنے دکھلائی دے رہی ہو نیند آنا انعام الٰہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بروقتِ جنگ ایک ایسی حالت طاری ہوگئی جس سے اطمینان اور دل سنبھل گئے یہ صاف معجزہ ہے عین صفِ جنگ میں سب کا اونگھنا خلافِ عادت ہے روایات سے اخیر قول کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم میں کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو نیند کے مارے جھک جھک نہ پڑتا ہو۔اس لئے اس کو امنۃ منہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے۔ امنۃ، امن واطمینان دلانے والی اُس پر خدا تعالیٰ نے یہ فضل کیا (۳) کہ ینزّل علیکم من السّماء ماءً مینہ برسایا جس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل لیطہرکم کہ مسلمان نہاکر پاک ہوگئے اور پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور ریت میں بھی قدم جمنے کے قابل ہوگئے۔ دوم یذہب عنکم رجز الشیطان وسوسہ شیطانی کہ بے پانی کے فتح مشکل ہے دُور کردیا (رجز) وسوسہ مشقت۔ سوم لیربط علےٰ قلوبکم مسلمانوں کے دل قوی کردیئے جسمانی آسایش سے بھی اور آسمانی مدد کے آثار سے بھی۔ چہارم ویثبت بہ الاقدام قدم جمادیئے ظاہری طور پر بھی کیونکہ ریتے میں دھنسے جاتے تھے ایسی حالت میں جنگ میں دشواری ہوتی ہے اور یوں بھی ثابت قدمی ہوگئی۔اس بارش میں بھی دو قول ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ اس اونگھ کے بعد ایک بادل اُٹھا اور پانی برسا جس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ دوم یہ کہ اس اونگھ سے پہلے بارش ہوئی۔بدر میں جو پانی کی جگہ تھی اُس پر مشرکین نے اوّل سے قبضہ کرلیا تھا مسلمانوں کو پانی نہ ملنے سے بڑی تکلیف تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمانی پانی برسادیا۔

(۴) اذ یوحی الخ یہ اُس روز کا جو تھا واقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم کرو یا بظاہر ان کے شریکِ حال ہو کیونکہ جب کوئی اپنے ساتھ ایک جماعت مددگار دیکھتا ہے تو دل قوی ہوجاتا ہے یا اس طور سے کہ جس طرح شیاطین کو دل میں وسواس ڈالنے کا قابو دیا گیا ہے اسی طرح ملائکہ کو نیک خیال پیدا کرنے کا بھی جس کو لمّۃ والہام کہتے ہیں. سو ملائکہ نے مسلمانوں کے دل میں بہادری القاء کی، اور دلوں ہی کی قوّت وضعف پر فتح وشکست ہے۔ سالقی فی قلوب الّذین کفروا الرُّعب یہ کلام بھی ملائکہ سے متعلق ہے کہ اُن سے یہ بھی کہا تھا سو ملائکہ نے کفّار کے دل میں رُعب ڈال دیا اور اسی طرح فاضربوا الخ کا بھی ملائکہ کو حکم ہوا تھا کیونکہ ملائکہ کو طریقِ جنگ معلوم نہ تھا سو اُن کو بتلایا کہ ان مقامات پر مارو کہ اُن سے آدمی جلد نکمّا ہوجاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مومنوں سے خطاب ہے، اور اس سے مقصود یہ کہ عضوِ رئیس سے لے کر جو گردن و سر ہے اخس تک جہاں قابو پاؤ مارو۔اس جنگ میں عین مقابلہ کے وقت آنحضرت علیہ السلام نے ریتے کی ایک مٹھی پھینکی اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کی دونوں آنکھوں میں نہ جا پڑا ہو اس موقع میں دلیرانِ اسلام نے مار مار کر ان کے ڈھیر کردیئے ستّر مارے گئے ستّر مدینہ طیبہ میں قید ہوکر آئے باقی بھاگ گئے۔ ابو جہل وغیرہ بڑے بڑے

سردار کفار مارے گئے۔ کفر کا آج زور ٹوٹ گیا۔ عرب میں مسلمانوں کی آج دھاک بچ گئی۔ پھر ان کی اس رسوائی کا سبب بھی بیان کرتا ہے ذٰلک بانہم کہ انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی جس کا یہ مزا چکھا اور آئندہ جو نافرمانی کرے گا سزا پاوے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ

مسلمانو! جب کہ تم کفار سے (صف بصف) مقابل ہو جاؤ ۱۵

كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (ج) ع ۲

تو ان کو پیٹھ نہ دینا۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ

اور جو کوئی ان کو اس روز پیٹھ دے گا

اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى

بجز اس کے کہ کوئی حیلہ جنگ کرتا ہو یا لشکر میں پناہ لینے کو

فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ

آتا ہو تو وہ خدا کا غضب لے کر پھرے گا اور اس کا

مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۶)

ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (ص)

پھر تم نے تو ان کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور (اے محمد!) آپ نے مٹی نہیں پھینکی تھی جب کہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

پھینکی تھی۔ اور (یہ) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنی طرف سے

بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱۷)

خوب احسان کیا چاہتا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ

بات یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو کافروں کا فریب بگاڑنا

الْكٰفِرِيْنَ (۱۸) اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

تھا۔ (اے کافرو!) اگر تم فتح کے خواستگار تھے تو

جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ

تو تمہارے پاس فتح بھی آچکی۔ اور اگر تم باز آؤ تو یہ تمہارے لئے

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

بہت ہی بہتر ہے۔ اور اگر تم پھر کرو گے تو ہم بھی پھر ویسا کریں گے۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ

اور تم کو تمہاری فوج کچھ بھی فائدہ نہ دے گی اگرچہ بہت ہی کیوں ۱۹

لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ع)

نہ ہو۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ تو ایمانداروں کے ساتھ ہے۔

ترکیب

اذا لقیتم شرط فلا تولوا جواب جملہ ندا ہے زحفًا مصدر موضع حال میں وقیل ہو مصدر للحال المحذوفۃ اے تزحفون زحفا الادبار جمع دبر مفعول ثانی ہے تولوہم کا ومن یولہم شرط یومئذ ظرف دبرہ مفعول ثانی فقد باء جواب الا متحرفًا استثناء فی ہذہ الاحوال اے لا یجوز التولی فی ای حال الا فی التحرف اے التعطف لقتال بان یریہم الفرۃ کیدا ویرید الوقوع علیہم کرۃ او متحیزًا اے منضمًا الی فئۃ اے جماعۃ المسلمین۔ ذٰلکم اے الامر ذٰلکم۔

تفسیر

چونکہ اس جنگ بدر میں کامیابی بظاہر اسباب استقلال اور ثابت قدمی سے واقع ہوئی اس لئے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ہر ایک جنگ میں صبر و استقلال کا حکم دیتا ہے بقولہ یا ایہا الذین آمنوا الخ، زحف کے معنے آہستہ آہستہ قریب ہونا اصل میں زحف چوتڑوں کے بل چلنے کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد لشکر سے دوسرے لشکر کا مقابلہ ہونا ہے

؎ کفار نے مکہ سے نکلتے ہی دعا کی تھی کہ الٰہی دونوں فریق میں سے جو حق پر ہو اس کو فتح دے۔ اب ان سے بطور طنز فرماتا ہے لو فتح مل گئی ۱۲ منہ

اس آیت میں بجز دو صورتوں کے مقابلۂ کفار سے بھاگنا حرام قرار دیا گیا۔ ایک (۱) یہ کہ حیلہ اور داؤ مقصود ہو بظاہر تو بھاگنا معلوم ہو مگر اُلٹ کر مارنا مقصود ہو۔ دوم (۲) یہ کہ بھاگ کر اسلام کے لشکر میں آملنا مقصود ہو۔ جمہور کے نزدیک یہ حکم عام ہے مگر اگلی آیت تخفیف سے (۱) بھاگنا اُس وقت میں حرام ہے کہ جب کافر برابر یا دو چند ہوں اور جب سہ چند یا اُس سے بھی زیادہ ہوں تو اس صورت میں جان بچانے کے لئے بھاگنا جائز ہے۔ اور احادیثِ صحیحہ میں مقابلۂ کفار (۲) میں بھاگنا اُن سات کبیرہ گناہ میں شمار ہوا ہے جو باعث ہلاکت ہیں۔ مگر ابو سعید رض و ابو نضرہ رح و عکرمہ رح و نافع رح و حسن رح و قتادہ رح و ضحاک رح کہتے ہیں کہ یہ حکم خاص جنگ بدر کے لئے تھا کیونکہ یہ اوّل جنگ تھی اور نیز یومئذٍ کی قید سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے اور یومئذ سے مراد یوم الزحف ہے نہ یوم بدر اور نیز جنگ بدر کے بعد یہ آیت اُتری ہے اور اس کے لفظ عام ہیں۔ فلم تقتلوھم الخ مجاہد رح کہتے ہیں کہ اس کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ بدر کے بعد بعض کہتے تھے کہ میں نے یوں کیا، کوئی کہتا تھا کہ میں نے بہادری کی تھی۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب کچھ اُس کے فضل سے ہوا بلکہ نبی علیہ السلام نے بھی جو بوقتِ مقابلہ ایک ریتے اور کنکروں کی مٹھی پھینکی تھی کہ جس سے وہ سب آنکھیں ملتے رہ گئے جس سے مسلمانوں نے اُن کا کام تمام کیا یہ بھی ہمارے یدِ قدرت کا کام تھا۔ اس جملے سے ہمیشہ کے لئے عُجب اور انانیت کا خاتمہ کر دیا۔

ان تستفتحوا (ب)، عام مفسرین کے نزدیک کفار کی طرف خطاب ہے کہ تم جنگ سے پہلے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہتے تھے کہ اے اللہ جو دینِ حق ہو اُس کو فتحیاب کر۔ چنانچہ ابو جہل نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سو تم نے فتح دیکھ لی بدر میں اسلام غالب رہا۔ اور اگر تم باز آؤ اور توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر مقابلہ کرو گے تو ہم پھر اسلام کو فتحیاب کریں گے اور

تمھاری کثرت وشوکت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ ہم ایمانداروں کے ساتھ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی
وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ
فرمانبرداری کیا کرو، اور اس کو سن کر منہ مت پھیرا
تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
کرو۔ اور تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو یہ کہتے
قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾
ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔
اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ
خدا تعالیٰ کے نزدیک سب زمین پر چلنے والوں میں سے بدتر وہ حیوانات
الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ
ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں جو کچھ سمجھ نہیں رکھتے۔ اور اگر
عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ
اللہ تعالیٰ اُن میں کچھ بہتری جانتا تو اُن کو سُنا ہی دیتا۔
وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾
اور اگر ان کو سُناتا بھی تو منہ موڑ کر اُلٹے پھر جاتے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا
مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور (اُس کے) رسول کا کہا مانا کرو جب کہ وہ تم کو
لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا
ایسی بات کی طرف بلاوے جو تم کو حیاتِ جاودانی
يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ
بخشے۔ اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر
بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ
مطلع رہتا ہے اور یہ بھی کہ تم اُس کی طرف جمع
تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ
کئے جاؤ گے، اور اُس فتنہ سے بھی ڈرتے رہو کہ جو تم میں سے

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاۤصَّۃً ۚ وَاعْلَمُوْۤا
خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا (بلکہ عام ہوگا) اور جان رکھو کہ
اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

ترکیب

وانتم تسمعون جملہ حال ہے ولا تولوا سے شر الدواب اسم ان الصم البکم موصوف الذین موصول لایعقلون صلہ جملہ صفت مجموعہ خبر ان اذا ظرف ہے استجیبوا کا للرسول جار اس فعل سے متعلق۔ وانہ معطوف ہے ان اللہ پر مجموعہ معطوف اور معطوف علیہ مفعول واعلموا۔ لاتصیبن جملہ مستانفہ اور جواب ہے قسم محذوف کا لے واللہ لاتصیبن الظالمین خاصۃ بل تعم، اور نہی بھی ہوسکتی ہے اور کلام معنے پر محمول ہوگا لے لاتدخلوا فے الفتنۃ فانہا عقوبۃ عامۃ۔

تفسیر

فرمایا تھا ان اللہ مع المؤمنین کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا تمہارے ساتھ ہونا کچھ تمہارے نام کے مسلمان کہلانے سے نہیں بلکہ ان شرائط سے ہے (۱) اطیعوا اللہ ورسولہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو (۲) ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون کہ رسولؐ کا حکم سُن کر روگردانی نہ کرو۔ حقیقت میں جب تک مسلمانوں میں یہ دونوں باتیں رہیں خدا تعالیٰ کا سایہ اُن پر رہا دنیا کی سرسبز سلطنتیں باوجود بے سروسامانی کے اُن کے ہاتھ میں دیدیں۔ پھر اسی مضمون کی تاکید فرماتا ہے کہ تم اُن منافقوں جیسے نہ ہوجاؤ کہ جو زبان سے تو سمعنا کہتے ہیں اور دل سے نہیں سُنتے قضا و قدر نے ان میں حق کے سُننے اور ماننے کا مادہ ہی نہیں دیا جیسا کہ چارپایوں میں نہیں جو زمین پر چلنے والوں میں مذموم سمجھے جاتے ہیں وہ حق کے سُننے سے بہرے اور حق کے بولنے سے گونگے ہیں اس کے سوا عقل بھی نہیں جو باعثِ شرف ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو اُن میں یہ قابلیت نہیں رکھی تو اس لئے کہ وہ ازلی گمراہ ہیں اگر سُنتے بھی تو اعراض کر جاتے۔

ولو علم اللہ فیہم الخ کی بابت بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ کفار نے آنحضرت علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ آپ **قصی بن کلاب** وغیرہ سیکڑوں برس کے مُردوں کو زندہ کردیں اگر وہ آپؐ کی نبوت کی گواہی دیں گے تو ہم بھی مان لیں گے کیونکہ وہ عرب کے بزرگ ہیں۔ اس کے جواب میں یہ جملہ ہے کہ اگر ان میں قابلیت ہوتی تو خدا تعالیٰ ان کو سُنوا دیتا مگر اُن میں قابلیت نہیں اگر وہ زندہ بھی ہوں اور سُن بھی لیں تب بھی نہیں مانیں گے۔ اس کے بعد اُسی کی اطاعت کی تاکید فرماتا ہے اُس کا نفع بتلا کر اور عدول حکمی کا نقصان جتلا کر۔ فقال لما یحییکم کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ تم کو کسی عبث اور ضرررساں بات کی طرف نہیں بلاتے بلکہ اُس کی طرف جس میں تمہاری زندگانی ہے (یعنی قرآن کیونکہ یہ حیات روحانی کا باعث ہے اور ممکن ہے کہ جہاد خصوصاً مراد ہو کیونکہ اُس میں شہادت ملتی ہے جو حیاتِ ابدی کا باعث ہے) کما قال ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون اور نیز اس میں دشمن پر فتحیابی اور ثروت حاصل ہوتی ہے جو اصل زندگانی دنیا ہے مغلوب اور مقہور قوم کی زندگی کیا بلکہ مُوت ہے ؎ بُرے حال جیا تو خاک جیا۔ مرے جینے کا کچھ بھی مزا ہی نہیں ﴿ یہ اطاعت کا فائدہ ہے اب خلاف کرنے میں نقصان بتلاتا ہے واعلموا الخ کہ نافرمانی کرکے غرہ نہ کرو کہ توبہ کرلیں گے دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ آدمی اور اُس کے دل کے درمیان آڑ ہوجاتا ہے یعنی اُس کام کے کرنے کی توفیق نہیں دیتا اور نیز ایک عام فتنہ پیدا کردیتا ہے جو نیک و بد سب کو مُبتلا کردیتا ہے۔

لے حاشیہ صفحہ ۴۶۱ پر ملاحظہ ہو۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اور (اس وقت کو) یاد کرو جب کہ تم زمین پر کم　اور　مغلوب

فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

تھے (مکہ میں) ڈرا کرتے تھے کہ لوگ تمھیں اُچک نہ

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

لیں　پھر اُس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ

اور اچھی روزی دی　تاکہ تم شکر کیا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کرو۔　مسلمانو!

لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا

اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی خیانت نہ کیا کرو　اور نہ اپنی امانتوں

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا

میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم (خوب) جانتے ہو (کہ خیانت بری چیز ہے)۔ اور آگاہ رہو کہ

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ

تمھارے مال　اور اولاد　فتنہ ہیں　اور

اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا

یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔　مسلمانو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ

اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے　تو　وہ تمھیں

لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

فیصلہ دے گا　اور تمھاری برائیاں　دور کر دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

اور تمھیں بخش دے گا۔　اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے

الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

والا　ہے۔

ترکیب

وتخونوا یحوز ان یکون مجزومًا عطفًا علی الفعل الاوّل اے لا تخونوا اماناتکم وان یکون نصبًا علی الجواب بالواو۔ وانتم تعلمون جملہ حال ہے فاعل لا تخونوا سے وانّ اللہ معطوف ہے انما اموالکم پر معطوف اور معطوف علیہ اعلموا کے مفعول ہیں ان تتقوا شرط یجعل لکم جواب۔

تفسیر

ان آیات میں اپنی نعمت اور مسلمانوں کی پہلی حالت جتلا کر جو اطاعت و توکّل پر محرک ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی اور آپس کی خیانت سے منع فرماتا ہے جو باہمی اتفاق اور محبّت میں خلل انداز اور اسلام کی جماعت میں خلل پیدا کرنے والی چیز ہے اور خیانت کا باعث بیشتر اولاد اور مال کی محبت ہوتی ہے سو اُس کو فتنہ قرار دیتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا وعدہ فرماتا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے، کفر و شرک و کبائر سے بچو گے تو ہم تمھارے لئے تین باتیں کریں گے۔ اوّل تم میں اور کافروں میں فرق کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں۔ دنیا میں تمھارے دل منوّر، چہرے روشن، مکارمِ اخلاق، فتحمندی، غلبہ دیں گے آخرت میں نجات جنّت اور اُن کے لئے اس کے برخلاف

(حاشیہ صفحہ ۴۶۰) لہ یعنی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا پر مصائب نازل ہوتے ہیں جن میں نیک و بد سب ہی آجاتے ہیں جیسا کہ وبا اور قحط یا غیر قوموں کا محکوم ہونا یا آپس کی پھوٹ جس کا بُرا اثر نیکوں پر بھی پہنچتا ہے چونکہ جب حضرت عثمانؓ کے عہد میں لوگوں نے معصیت اختیار کی خلیفہ برحق کو شہید کیا تو صحابہؓ میں عام فتنہ جنگ و جدل قائم ہوا جس میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ اور زبیر بن العوامؓ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ مبتلا ہوئے اس لحاظ سے بعض مفسرینؒ نے جو کہا ہے کہ آیت صحابہؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے تو اس فتنہ کے مبتلاؤں کو بُرا سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ آیت میں تصریح ہے کہ یہ فتنہ ظالم اور غیر ظالم سب پر پہنچے گا احادیثِ صحیحہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲ منہ

ف ۱ فرقان سے اس جگہ مراد یوم بدر ہے چونکہ یوم بدر کو یوم فرقان بھی کہتے ہیں ۱۲ حقانی

فرقان کے معنے مجاہدؒ نے دنیا اور آخرت کی رستگاری اور مقاتل ابن حیانؒ نے دینی شبہات سے چھٹکارا اور عکرمہؒ نے نجات پانا خوفناک چیزوں سے بیان کیے ہیں۔ یہ مصدر ہے جیسا کہ رجحان۔ دوم تمھاری بُرائیاں چھپا دیں گے۔ سوم آخرت میں معاف کردیں گے۔ اور واللہ ذوالفضل العظیم میں دنیا اور آخرت کی نعماء جلیلہ کی طرف اشارہ ہے۔ لا تخونوا اللہ الخ میں کسی خاص خیانت اور کسی شخص کا نام نہیں بلکہ عموماً ہر قسم کی خیانت کی ممانعت ہے خواہ مال کی ہو خواہ غنیمت کے مال کی خواہ آبرو اور کسی راز کی۔ مگر مفسرین نے اس کو بعض اشخاص کی خیانت اور اُن کے واقعہ کی طرف بھی لگایا ہے۔ چنانچہ سُدیؒ نے کہا کہ اس میں منافقوں اور بعض دیگر شخصوں کی طرف اشارہ ہے جو مشرکین سے میل و محبت رکھتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں جو جنگ سے متعلق ہوتی تھیں اُن کے پاس پہنچا دیتے تھے۔ زہریؒ اور کلبیؒ کہتے ہیں کہ اس میں ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر انصاریؓ کی طرف خطاب ہے کہ اُنھوں نے یہودِ بنی قریظہ ف کو اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے اُن کا قتل کیا جانا بتلا دیا تھا جس کے جُرم میں اُنھوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ؐ کے ستون سے باندھ دیا تھا کہ جب میری توبہ ہوگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود کھول دیں گے۔ چنانچہ سات روز کے بعد توبہ قبول ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا۔ بعض نے کہا ہے کہ حاطبؓ بن ابی بلتعۃ کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے اہلِ مکہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے مطلع کر دینا چاہا تھا کہ آپؐ اُن پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں، واللہ اعلم۔

ف بنی قریظہ یہود کا ایک قبیلہ مدینہ کے پاس رہتا تھا اُنھوں نے باوجود معاہدے کے جنگ احزاب میں جب کہ مشرکوں نے مدینہ کا آکر محاصرہ کرلیا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت بدعہدی کی تھی مشرکین کے جانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اکیس ۲۱ روز محاصرہ رہا جب وہ تنگ آگئے تو آپؐ نے ابولبابہؓ کو بھیجا جو انھیں کی گڑھی میں رہتے تھے کہ باہر نکلو ہم تم سے کوئی اقرار نہیں کرتے۔ ابولبابہؓ نے اشارہ سے آپؐ کا ارادہ اُنھیں بتلا دیا۔ یہ خیانت تھی ۱۲ منہ

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ

اور (اے نبیؐ یاد کرو) جب کہ کافر آپؐ پر داؤ کرتے تھے کہ آپؐ کو قید کرلیں

اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ

یا مار ڈالیں یا شہر سے نکال دیں۔ اور وہ داؤ کرتے تھے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ خوب داؤ کرنا جانتا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا

اور جب کہ اُن کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (اچھا جی) سن لیا۔

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ

اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو صرف پہلے لوگوں

اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا

کے قصے ہیں (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ انھوں نے یہ کہا کہ

اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

اے اللہ تعالیٰ اگر تیری طرف سے یہ (دین) حق ہے تو ہم پر

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

آسمان سے پتھر برسا دے

مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

یا ہم پر عذاب الیم بھیج دے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ

اور اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں کہ اُن کو عذاب دے اور آپؐ اُن میں موجود بھی ہوں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

اور اللہ تعالیٰ کو شایاں نہیں کہ وہ معافی مانگتے ہوں اور وہ (پھر) اُن کو

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ

عذاب دے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کو کس لئے عذاب نہ

اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

کرے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ

ہیں اور یہ اُس کے متولی بھی نہیں، اُس کے

أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ

متولی تو پرہیزگار ہی ہیں۔ لیکن بہت

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

سے اُن میں سے جانتے بھی نہیں۔ اور بیت اللہ کے پاس

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّ

سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا اُن کی نماز ہی کیا

تَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

تھی۔ (قیامت میں اُن سے کہا جائے گا) اپنے کفر کرنے کے

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾

بدلہ میں عذاب چکھو۔

ترکیب

واذ یمکر اور اذ قالوا کا عامل عامۃ مفسرین کے نزدیک اذکروا ہے والارجح ماذکرنا فی مقدمۃ تفسیرنا۔ واذ شرط قالوا جواب شرط ان شرطیہ ہٰذا کان کا اسم الحق خبر ہو دونوں میں فاصل۔ من عندک الحق کی صفت فامطر سالے عذاب الیم جواب شرط مجموعہ مقولہ ہے قالوا کا اللّٰھم نداء اے یا اللہ ان لایعذبہم لے فی ان لایعذبہم فہو فے موضع نصب او جر۔ صلاتھم جمہور صلاۃ کو بالرفع اور مکاء کو بالنصب پڑھتے ہیں اور اعمش بالعکس پڑھتے ہیں مکاء کی ہمزہ و سے بدل ہے من مکا یمکو[ع]۔

تفسیر

ان آیات میں خداتعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے قیام مکہ کے زمانہ کی چند باتیں یاد دلاتا ہے جو مسلمانوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتی تھیں کہ ہم نے تم کو ان حوادث سے بچایا جیساکہ یہ بیان کیا تھاکہ تم مکہ میں بہت کم اور نہایت کمزور تھے ہم نے تم کو مدینہ میں امن دیا تمہاری شوکت وقوّت پیدا کی۔ **ازانجملہ** واذ یمکر بک ہے، جب قریش نے دیکھاکہ مدینہ طیبہ کے لوگ آنحضرت علیہ السّلام پر ایمان لے آئے تو دل میں نہایت طیش کھاکر ایک مقام **دار النّدوہ** میں قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ اور شیبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابوجہل بن ہشام و ابوسفیان و طعیمہ بن عدی و نضر بن الحارث و امیّہ بن خلف و زمعۃ ابن الاسود و ابوالبختری بن ہشام و حکیم بن حزام وغیرہ جمع ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تجویزیں کرنی شروع کیں۔ کسی نے کہا ان کو ایک مکان میں قید کردو کہ یہیں مرجائے، کسی نے کہا اس کو جلاوطن کردو، ابوجہل نے کہاکہ قبائل قریش سے ایک ایک جوان تلوار لے کر ایک بار اس کو مارڈالے بنی ہاشم تمام قبائل قریش کے مقابلہ میں کچھ نہ کرسکیں گے آخر دیت پر فیصلہ ہوجاوے گا۔ یہ سب نے تسلیم کیا اور رات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ ٹھہرایا۔ جبرئیل ؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضؓ کو ساتھ لے کر جبلِ ثور کے غار میں جا چھپے۔ حضرت علی رضؓ کو اپنے بستر پر سُلا گئے۔ صبح کو جو دیکھا تو حضرتؐ نہ ملے۔ پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچے۔ اُس کے مُنہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر ہٹ گئے کہ اگر اس میں کوئی جاتا تو جالا نہ ہوتا اس بات کو اذ یمکر الخ میں یاد دلایا کہ اللہ تعالےٰ کا داؤ چل گیا ان کا رد ہوا۔ **ازانجملہ** اذا تتلیٰ الخ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب قرآنِ مجید کی آیات سُناتے تو نضر بن حارث جو فارس اور حیرہ میں تجارت کو جاتا تھا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کے قصّے سُن کر آیا کرتا وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ میں یہ کہتا تھاکہ ایسے قصّے میں بھی بیان کرسکتا ہوں۔ **ازانجملہ** واذ قالوا اللّٰھم ہے یہ بھی نضر بن حارث

ف یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اہلِ اسلام میں سے مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ کا مالک متولّی ہمیشہ متقی فریق رہے گا اور آج تک بھی ہوا ہے ۱۲ منہ

ع المکاء بروزنِ فعال جیساکہ الثغاء۔ اور الرغاء من مکا یمکو اذا صفر والمکاء الصفیر التصدیۃ من

ع صدی یصدی تصدیۃ اذا صفق بیدیہ۔ کشاف ۱۲ منہ

ع ۹ ۱۸

کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہا کرتا تھا۔ اور سأل سائل بعذاب واقع میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے انس بن مالک رضی کہتے ہیں اذ قالوا اللّٰھم ابو جہل نے کہا تھا سو بدر کے روز عذاب دنیاوی پالیا۔ وماکان اللّٰہ اُن کے قول کے جواب میں یہ فرمایا کہ بالفعل ہم اُن کو دو سبب سے عذاب نہیں کرتے اوّل یہ کہ اے محمد! آپ نبی الرحمۃ اُن میں موجود ہو تو تمہاری موجودگی میں عذاب کیونکر آوے۔ دوم وہ خود یا بعض مسلمان مکہ میں خدا تعالیٰ سے معافی مانگ رہے ہیں۔ مگر ان دونوں باتوں کے بعد مالھم الّا یعذبھم خدا تعالیٰ اُن کو کیوں عذاب نہ کرے گا حالانکہ قابلِ عذاب یہ باتیں اُن میں پائی جاتی ہیں اوّل یہ کہ ایمانداروں کو مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور خود اُس کے اہل نہیں کیونکہ اس کے اہل ایماندار ہیں۔ دوم ان کی عبادت مسجد الحرام کے پاس ایک لغو حرکت ہے سیٹیاں اور تالیاں بجانا جس سے مسلمانوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ
کافر تو اپنا مال اس لئے خرچ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ
لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا
کے رستے سے روکیں۔ سو ابھی اور بھی خرچ
ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ
کریں گے پھر تو وہ اُن کے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہوجائے گا پھر وہ مغلوب ہو کر رہیں گے
وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾
اور کفر کرنے والے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔
لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ
تاکہ خدا تعالیٰ ناپاک کو پاک سے جدا کرے اور
يَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ
ایک ناپاک کو دوسرے پر دھر کر ڈھیر بنائے
فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ
پھر سب کو جہنم میں ڈال دے۔
أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ ع قُلْ
یہی ہیں زیاں کار۔ (آپ)
لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ
کافروں سے کہدیں کہ اگر باز آجاویں تو ان کے گزشتہ قصور
لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا
معاف کردیئے جاویں گے۔ اور جو پھر وہی کریں گے تو
فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَ
پہلوں کا دستور بھی چلا آتا ہے۔ اور
قَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ
اُن سے اُس وقت تک لڑو کہ کچھ بھی فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور بالکل
الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ
اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش رہ جاوے۔ پھر اگر وہ باز آویں تو
اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِنْ
اللہ تعالیٰ اُن کے کام دیکھ رہا ہے۔ اور اگر نہ مانیں تو
تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ
(مسلمانو!) یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا بھی کارساز ہے۔
نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾
جو بہت ہی اچھا کارساز اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔

ترکیب

ینفقون اموالھم خبر ہے انّ کی لیصدّوا ینفقون سے متعلّق ویجعل کا الخبیث مفعولِ اوّل بعضہ اس سے بدل بدل البعض علیٰ بعض مفعول ثانی بواسطہ جر اے بعض الخبیث علیٰ بعض او بعض الخبیث عالیًا علیٰ بعض۔ ان ینتھوا شرط یغفر جواب ماقد سلف مفعول مالم یسمّ فاعلہ

لہ کہ اگر یہی دین کہ جس کی طرف (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) بُلاتے ہیں برحق اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسانے یا اور کوئی عذاب الیم نازل کردے لیکن تب بھی ہم اس کو نہ مانیں گے۔ اللہ رے ضد ۱۲ منہ

عہ ارکوم الجمع والضم یقال رکم الشئی یرکمہ اذا جمعہ والقی بعضہ علیٰ بعض من باب نصر والرکام الرمل المتراکم والسحاب ونحوہ ۱۲ منہ (مختار الصحاح)

يغفر کا فتنۃ اسم ہے کان تامۃ کا کلہ الدین کی تاکید یہ اسم اللہ خبر نعم المولیٰ مخصوص بالمدح اللہ محذوف۔

تفسیر

یہاں اُن کے قابل عذاب ہونے کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ بدر کی جنگ میں ابو جہل وغیرہ قریش کے مالدار خداپرستوں کے مقابلہ میں اُن کفاروں کو کھانا دیتے تھے جن کو ہدم اسلام کے لئے میدانِ بدر میں لاتے تھے۔ پھر بطورِ پیشین گوئی کے فرماتا ہے کہ ابھی اور بھی خرچ کریں گے چنانچہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بہت کچھ مال صرف کیا اور جنگِ اُحد میں لوگوں کو چڑھا لایا پھر اس خرچ کرنے کا مآل کار بتلاتا ہے کہ یہ اُن کے لئے آخرت میں یا اگر وہ مسلمان ہوگئے تو دنیا میں حسرت و افسوس کا باعث ہو جاوے گا۔ دوم وہ اس خرچ کرنے سے غالب نہ ہوں گے بلکہ دنیا میں مغلوب ہوں گے اور آخرت میں جہنم میں جاویں گے سو ایسا ہی ہوا۔ اور یہ خرچ کرنا اُن کا اس لئے ہے تاکہ دنیا میں خبیث اور طیب یعنی کافر اور مومن میں امتیاز ہو جاوے یا پاک اور ناپاک مال میں امتیاز ہو جاوے۔ ناپاک شیطانی کاموں میں اور پاک رحمانی کاموں میں صرف ہوا کرتا ہے پھر اس کُل ناپاک کا تودہ لگا کر جہنم میں ڈال دیا جاوے گا اور اس تجارت میں اُن کو سخت خسارہ ہوگا کیونکہ نفع کے لئے صرف کیا تھا اُلٹا نقصانِ دارین حاصل ہوا۔

اس کے بعد کفار کو اعلان دیا جاتا ہے کہ تم باز آؤ گے اور اسلام لاؤ گے تو تمہارے یہ گناہ کفر کی حالت کے معاف ہو جائیں گے اور نہیں تو عادتِ الٰہی جاری ہے کہ وہ جماعتِ انبیاء ؑ کو سرسبز کیا کرتا ہے۔ نمرود و فرعون سب ہلاک ہوئے۔ پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم ان سے جنگ کئے چلے جاؤ یہاں تک کہ فتنۂ کفر و معاصی ہٹ جائے اور زمین پر راستی قائم ہو جاوے اگر اس میں وہ باز آگئے تو خیر ورنہ تم اطمینان رکھو خدا تعالیٰ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ سب سے اچھا حامی و مددگار ہے کسی کی پروا نہ کرو۔

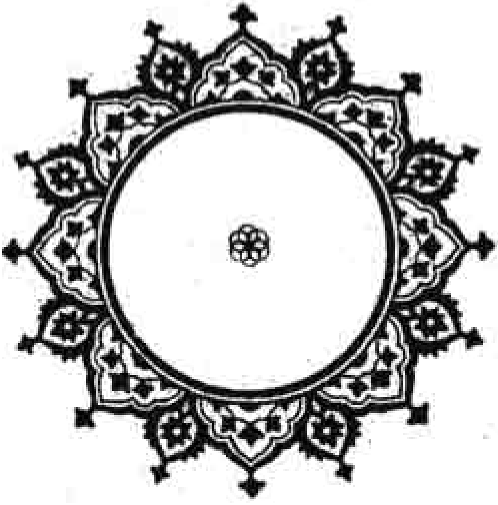

تفسیرِ حقانی

پارۂ وَاعلموا ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ
اور جان رکھو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو
فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی
تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اور قرابت
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ
داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور
السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ
مسافروں کے لئے ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور
مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ
اس پر جو ہم نے فیصلہ کے دن جب کہ دو لشکر آملے تھے اپنے بندے پر
یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی
نازل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ
قادر ہے۔ جب کہ تم ادھر کے ناکے پر
الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی
اور وہ اُدھر کے ناکے پر تھے ع
وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ
اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا۔ اور اگر تم آپس میں جنگ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ
کا وعدہ بھی کرتے تو وقت پر یکساں نہ پہنچتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تو
اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّیَهْلِکَ
ایک کام کرنا تھا جو مقدر ہو چکا تھا۔ تاکہ جو ہلاک ہو تو حجت
مَنْ هَلَکَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ
تمام ہو کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو
حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
حجت تمام ہو کر زندہ رہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ
لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾
سُنتا جانتا ہے۔

ترکیب

انما غنمتم ما بمعنے الذی والعائد محذوف من شیء حال من العائد المحذوف والتقدیر ما غنمتموہ قلیلاً وکثیراً یہ سب مبتدا فانّ للّٰہ خمسہ جملہ خبر و فے الفاء وجہان احدہا انہا دخلت فی خبر الذی لما فیہا معنے الشرط وانّ وما عملت فیہ فی موضع رفع خبر مبتدا تقدیرہ فالحکم

عہ العدوۃ بضم العین فی موضعین وکذا بالفتح والکسر وقرئ بہما ایضا ہی شط الوادی وحافتہ عدت لان یتجاوز ہا ما فی الوادی من ماء وغیرہ وقال ابو عمرو ہی المکان المرتفع (ٹیلہ)۔ والدنیا تانیث الادنی من الدنو لے القرب من المدینۃ والقصوٰی تانیث الاقصیٰ من قصے یقصوای البعد والمعنے انتم بالجانب القریب من المدینۃ وعدوکم بالجانب البعید ۱۲ منہ

ان للہ خمسہ والثانی ان الفاء زائدۃ وان بدل من الاولیٰ
اذ انتم بدل ہے یوم سے العدوۃ بالضم والکسر القصوٰی
علے الاصل والقیاس ان تکون القصیا کالدنیا لانہا صفۃ تقلب
واو ہا یاءً فرقا بین الاسم والصفۃ ؕ

تفسیر

چونکہ کفار کے ساتھ جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور نصرت و مددِ الٰہی کا وعدہ ہوا تھا جس سے کفار پر فتح و غلبہ اور ان کے مال پر قبضہ ہونا سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کے بعد اس مال کی تقسیم اور اس کے حصے بیان کرنے کی بھی ضرورت ہے اس لئے واعلموا انما غنمتم من شیء ، الانفال للہ والرسول کے بعد اس کی تصریح و تشریح کے لئے نازل کیا۔

واضح ہو کہ فئ اور غنیمت اکثر اہلِ علم کے نزدیک ایک ہی چیز ہے یعنی وہ مال کو جو غلبہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور فئ بعض اہلِ علم کے نزدیک وہ مال ہے کہ جو بغیر جنگ وجدل کفار سے ہاتھ آوے جیسا کہ وہ مسلمانوں سے دب کر جزیہ دینا قبول کریں یا وہ محصول جو ان سے لیا جاتا ہے یا ان کے لاوارث مال۔ غنیمت کی تقسیم خواہ وہ کسی قدر ہو (مگر غیر منقول اسباب جائداد واملاک محققین[1] کے نزدیک اس سے مستثنیٰ ہیں وہ امام کے اختیارات میں رہیں گے جن کو وہ حسب ضرورت خرچ کرنے کا مجاز رکھتا ہے) اس آیت میں یوں تقسیم کی گئی کہ کل مال کے پانچ حصے کر کے ان میں سے ایک حصہ جس کو خمس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اور رسول کے قرابت مندوں اور فقیروں اور یتیموں اور مسافروں کے لئے ہوگا۔ یعنی اس خمس کے پانچ حصے کئے جاویں گے۔ مگر ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اس کے چھ حصے کئے جاویں گے پانچ تو یہی اور چھٹا اللہ تعالیٰ کا حصہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے لئے ہوگا کیونکہ اللہ بھی مذکور ہے۔ جمہور کے نزدیک لفظ اللہ محض تعظیم کے لئے افتتاحِ کلام میں آیا ہے جیسا کہ قل الانفال للہ والرسول میں آیا ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اس کو حصہ کی کیا حاجت ہے اور تعمیر کعبہ امام اور اہلِ اسلام کا فرض ہے اور نیز خیبر کے غنائم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے یہی فرمایا تھا کہ صاحبو! میرے لئے تو اس میں سے خمس ہے سو وہ بھی تمہیں لوگوں کو الٹ کر دیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے مصارف خانہ داری میں صرف ہوتا تھا اور ذوی القربیٰ کے حصہ کو اپنے اقارب میں صرف کرتے تھے۔ حضرت کے اقارب کی تفسیر میں کہ جن کو حصہ دیا جاتا تھا اہلِ علم کے مختلف قول ہیں بعض نے سب قریش کو لیا ہے۔ مجاہد و علی بن حسین نے بنی ہاشم کو خاص کیا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بنی ہاشم اور بنی المطلب مراد ہیں نہ بنی عبد شمس نہ بنی نوفل۔ کیونکہ جبیر بن مطعم و عثمان نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ آپ نے بنو المطلب کو دیا حالانکہ ہم اور وہ آپ سے قرابت میں مساوی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اور بنی ہاشم ایک ہی ہیں یعنی انہوں نے جاہلیت میں اسلام کی مدد کی تھی (فی الصحیح) فقرا اور مسافرین اور یتامیٰ میں جمہور کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور غیر قرابت کی کچھ قید نہیں کوئی ہو۔ مگر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان میں بھی قرابت کی قید ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس خمس کی تقسیم میں علماء کے دو قول ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ جمہور کے نزدیک جن میں امام ابوحنیفہ اور شافعی بھی ہیں اسلام کے مصارف اور اس کی ضرورتوں میں صرف ہوگا کیونکہ اب[2] آپ کو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر آپ کا حصہ ہتھیاروں اور اسباب جہاد کی خرید میں

---

[1] امام ابو حنیفہ بھی یہی فرماتے ہیں ۱۲ منہ

[2] یعنے بعد وفات ۱۲ منہ

صرف کرتے تھے۔ (معالم) بعض نے کہا کہ وہ ذوی القربٰے اور یتامٰی اور مساکین اور ابن السبیل کو تقسیم ہوگا اسی طرح آپ کے اقارب کے حصّہ میں بھی اختلاف ہے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ بعد میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کو حصّہ ملے گا۔ مرد کو دوگنا عورت کو اکہرا۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ اقارب کی خبرگیری بھی انسان کے ذاتی حوائج میں داخل ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی حوائجِ بشریّہ سے مبرّا ہوگئے تو یہ حقوق بھی ساقط ہوگئے۔ پس اُن میں سے غُربار اور یتامٰی کی پرورش بیت المال کے ذمہ ہے۔ اس تقدیر پر وہ خمس اس زمانہ میں مساکین و یتامٰی و ابن السبیل کو بیت المال کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً دیا جاوے گا۔ رہے غنیمت کے چار حصّے باقی اُن کی تقسیم آیت میں مذکور نہیں احادیث سے علماء نے اُن کا مجاہدین میں تقسیم کرنا ثابت کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس طور سے کہ سوار کے لئے دو حصّے، پیدل کا ایک حصّہ۔ دیگر علماء نے تین حصے قائم کئے ہیں ایک گھوڑے کا دو اُس کی ذات کے۔

امام مالکؒ اور اکثر مالکیہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے ہر حاجت اور ضرورت میں حسبِ مصلحت صرف کرے[عہ] اور کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہؓ آپ کے بعد ایسا ہی کیا کرتے تھے کیونکہ ایسا نہ ہو تو امام کے پاس کوئی ذخیرہ کافی جمع نہ ہو جس کو بوقتِ ضرورت اُمورِ مُہمّہ میں صرف کیا جاوے اور نیز ایسی صورت میں سلطنتِ اسلام کا ضعف متصوّر ہے۔ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں صحابہؓ کو چند مواقع پر ضرورت سمجھ کر اس طرح سے تقسیم کیا مگر اب موقع اور مصلحت اسی کی مقتضی ہے، واللہ اعلم۔ اسی طرح فَیَ بھی اکثر کے نزدیک رائے امام کی طرف مفوّض ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اس کے بعد اس حکم تقسیم کو مؤکّد کرتا ہے کہ یہ جو ہم نے فرمایا ہے اس کو تسلیم کرو اور برحق جانو ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علٰے عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان اور اُس پر یقین کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر فیصلہ کے دن (یعنی بدر کے روز جب کہ دو لشکر اسلام اور کفر کے ملے تھے) نازل کیا ہے وہ کیا نازل کیا تھا آیات اور ملائکہ اور وہ دن جمعہ کا روز رمضان کی سترہویں تھی اور اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے کہ جس نے باوجود قلّت کے تم کو فتح دی۔ پھر یوم الفرقان یعنی بدر کے دن کا بیان کرتا ہے اذ انتم بالعُدوۃ الدّنیا، عُدوٰی ابنِ کثیر و نافع و ابو عمرو اس کو بالکسر باقی قرّاء بالضم پڑھتے ہیں اور دونوں طرح سے درست ہے عدوٰی کنارہ اور جانبِ وادی کو کہتے ہیں اور اُس کی جمع عدٰی آتی ہے۔ دنیا تانیثِ ادنٰی بمعنے قریب اس کی ضد قصوٰی جو اقصٰے کی تانیث بمعنے بعید جیساکہ اکبر کی تانیث کبرٰی ہے۔ عدوۃ الدّنیا یعنی وادیٔ بدر کا وہ کنارہ جو مدینہ کے رُخ ہے اور عدوۃ القصوٰی وہ کنارہ جو مکّہ معظّمہ کی جانب ہے اس مدینہ کی طرف کے گوشہ میں لشکرِ اسلام پڑا تھا اور پرلے کونہ پر لشکرِ کفّار اور وہیں پانی بھی تھا والرکب قافلہ جس کے لئے مسلمان نکلے تھے اسفل منکم نشیب میں تھا یعنی سمندر کا کنارہ اس میدان سے تین میل کے فاصلہ پر چلا گیا تھا پھر فرماتا ہے اگر جنگ کا کوئی وقت معیّن کیا جاتا تو اے اہلِ اسلام! تم اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے وقتِ معیّن پر نہ پہنچتے یہاں اتفاقاً تم کو اُن سے بھڑا کر کفر کا کام تمام کرا دیا تاکہ قدرتِ حق دیکھنے کے بعد جو کفر میں پڑ کر ہلاک ہو تو دیدہ و دانستہ یعنی حجّت دیکھ کر اور جو ایمان لائے تو حجّت دیکھ کر۔

اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ
جب کہ (اے نبی ص!) آپ ص کے خواب میں اللہ تعالٰے اُن کو کم کر کے دکھا رہا
قَلِيلًا ۗ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ
تھا۔ اور اگر اُن کو بہت کر کے تم کو دکھاتا تو تم بزدلی کرتے۔

[عہ] یعنے خمس کے بعد غنیمت کے چار حصّے ۱۲ منہ

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

اور کام میں جھگڑا ڈال دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے

سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۴۳﴾

بچالیا۔ کیونکہ وہ دلوں کے راز سے واقف ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي

اور جب کہ تم ان سے مقابل ہوئے تو ان کو تمھاری آنکھوں

أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ

میں کم کرکے دکھایا اور تم کو ان کی آنکھوں میں کم کرکے دکھایا

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَ

تاکہ اللہ تعالیٰ ایک ہونے والی بات کو پورا کرے۔ اور

إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۴۴﴾ ع ۵ ۷

سب کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے۔

ترکیب

اذ منصوب ہے باضمار اذکر یا بدل ثانی ہے یوم الفرقان سے یا متعلق ہے سمیع علیم سے یُری کا فاعل اللہ ک مفعول اوّل ہُم مفعول ثانی قلیلاً مفعول ثالث فی فعل سے متعلق ولو شرط لفشلتم الخ جواب واذ معطوف ہے اذ اوّل پر یہ بھی بدل ہے۔

تفسیر

یہ بھی یوم الفرقان کے بیان کا تتمہ ہے۔ مجاہدؒ اور مقاتلؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے بدر کا واقعہ دکھایا اس میں کفار تھوڑے دکھائی دیئے آپ نے اس بات کی صحابہؓ کو خبر دی اس سے ان کو اور بھی جرأت مقابلہ کے لئے ہوئی۔ پھر جب مقابلہ کا وقت آیا اور دونوں طرف سے صفیں بندھیں تو اُس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نگاہ میں کفار کو کم کرکے دکھایا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مخالفین ہم کو اس قدر کم دکھائی دیتے تھے کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو اُنھیں ستر سمجھتا ہے اُس نے کہا کہ سو خیال کرتا ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہزار تھے۔ مسلمانوں کی نظر میں بوقتِ مقابلہ کم کرکے دکھانا دو وجہ سے تھا۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب اور آپؐ کا فرمودہ غلط نہ نکلے۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو جرأت ہو رعب دل میں نہ آوے۔

ویقللکم فی اعینہم اسی طرح کافروں کی نظروں میں مسلمان کم نظر آتے تھے۔ سدیؒ کہتے ہیں کہ بعض مشرکین نے کہا کہ قافلہ تو سلامت نکل گیا تم بھی واپس چلے چلو۔ ابوجہل نے یہ سُن کر کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُس کے دوست آج تمھارے مقابلہ میں آتے ہیں ہم جب تک ان کا فیصلہ نہ کردیں گے واپس نہ جائیں گے وہ چند آدمی ہیں اُن کو قتل تو کیا کرو گے پکڑ کر باندھ دو۔ اگر کافروں کی آنکھ میں مسلمان بہت دکھائی دیتے تو ہیبت کے مارے بھاگ جاتے مقابلہ نہ ہوتا مگر لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً۔ اللہ تعالیٰ کو تو ایک بات جو مقدر ہو چکی تھی پوری کرنی تھی اور سب باتیں اُسی کے قبضہ میں ہیں۔

شُبہ۔ کیا خدا تعالیٰ نے پیغمبرؐ اور اُس کے اصحابؓ کو غلطی میں مبتلا کیا ہزار کو سو کرکے دکھایا؟ نفس الامری واقعہ کو مخفی کیا۔ جہلِ مرکب میں پھنسایا اور کیا عالمِ اسباب میں ایسا ممکن ہے؟ **جواب** یہ رؤیت باعتبار اُن کی قوت و دلیری کے تھی سو اس لحاظ سے وہ اُسی قدر تھے یہ جہل مرکب نہیں نہ غلطی ہے بلکہ چشمِ حقیقت بیں کو نفس الامر پر مطلع کیا اور کفار کا غرور و عجب مسلمانوں کی طاقتِ اصلی دیکھنے کے لئے حاجب ہو گیا، ان کو برعکس دکھائی دیا۔ دُنیا میں جس غلطی کرتی ہے خدا تعالیٰ قادرِ مطلق ہے انسان کے جمیع قوےٰ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں رات دن دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ کسی کو کوئی چیز اچھی کرکے دکھاتا ہے اُسی کو دوسرے کی نظر میں مکروہ بناتا ہے جس قوم اور دولت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے

اُن کی نظر میں مخالف کو کمزور دکھاتا ہے، مخالف کو اُن پر جرأت دلاکر مقابلہ کرادیتا ہے اُن کا کام تمام ہوجاتا ہے مسبب اسباب کی ہر روز نئی شان ہے آنکھ ہو تو دیکھ لو۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً

ایمان والو! جب تم کسی لشکر سے مقابل ہوا کرو تو ثابت قدم

فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ

رہاکرو اور اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح

تُفْلِحُونَ ﴿۴۵﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ

پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی فرمانبرداری

رَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَ

کیا کرو اور آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ نامرد ہوجاؤ گے اور

تَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ

تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور برداشت کیا کرو کیونکہ

اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُونُوا

اللہ تعالےٰ برداشت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم اُن جیسے نہ ہوجاؤ

كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

جو اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کے

بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

دکھانے کے لئے نکلے۔ اور لوگوں کو اللہ تعالےٰ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا

کے رستے سے روکنے لگے۔ اور جو کچھ وہ کررہے ہیں اللہ

يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۴۷﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ

تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور جب کہ اُن کو شیطان نے

الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ

اُن کے کام عمدہ کر دکھائے اور کہدیا کہ آج تم پر کوئی

لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ

شخص غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا ساتھی

لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ

ہوں، پھر جب دونوں لشکر مقابل ہوتے تو اپنے اُلٹے پاؤں

عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ

چلتا بنا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کچھ سروکار نہیں۔

إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ

کیونکہ مجھے وہ نظر آتا ہے جو تمہیں نہیں سوجھتا، میں اللہ تعالیٰ سے

اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

ڈرتا ہوں، اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ کی سخت مار ہے۔

ترکیب

فتفشلوا موضع نصب میں ہے کیونکہ جواب نہی ہے اور اسی طرح تذہب ہے بطرًا اور رئاء الناس مفعول لہٗ خرجوا کا ویصدّون معطوف ہے معنی مصدر پر غالب مبنی ہے اسم لا کی وجہ سے لکم اسکی خبر الیوم معمول خبر ہے من الناس حال ہے ضمیر لکم سے فلمّا ترائت شرط نکص رجع جواب علٰے عقبیہ حال ہے اے طاربًا وقال معطوف ہے نکص پر ۞

تفسیر

فتح بدر کے سامانِ غیبی ذکر فرماکر اور یہ بات جتلاکر اللہ تعالےٰ تمہارا مددگار ہے مسلمانوں کو یہ چند حکم دیتا ہے۔ اوّل یہ کہ جب تمہارا لشکرِ مخالفین سے مقابلہ ہواکرے تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ تعالےٰ کو خوب یاد کیا کرو کیونکہ یہ فتح و ظفر اُس کی طرف سے ہے اور نیز اُس کی یاد سے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے ۔ للہ درّ من قال ؎ ہرچند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم ✢ ہرگہ کہ یاد روئی تو کردم جواں شدم ۞ اور مخالفین پر ہیبت پڑتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مُراد جنگ میں تکبیر اور نعرۂ اللہ اکبر بلند کرنا ہے بعض کہتے

ھ ریح ہوا مگر مراد اقبال و شوکت ہے مشبہتہ الدّولۃ وقت نفاذ ہا وتمشیۃ امرہا بالریح وہو بہا یقال ہبت ریاح فلان اذا دلت لہ الدّولۃ ونفذ امرہٗ ۱۲ منہ

ہیں کہ عام ہے ذکرِ قلبی اور لسانی سب کو شامل ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ نامردی پیدا ہو جاوے گی اور تمہاری ہوا بگڑ جاوے گی کیونکہ اتفاق میں جو فرادی قوتیں مجتمع ہو کر ایک اثر پیدا کرتی ہیں اختلاف میں وہ بات کہاں رہتی ہے؟ سوم یہ کہ جب اعدا کے مقابلہ کو نکلو تو لوگوں کو بہادری دکھلاتے اور تکبر کرتے نہ نکلو جیسا کہ جنگِ بدر کے لئے قریش ابوجہل وغیرہ نکلے تھے اکڑتے جاتے تھے کہ ہم یوں کریں گے، یہ کریں گے اور فتح پا کر وہاں شراب نوشی کریں گے اور ناچ دیکھیں گے۔ پھر ان متکبرین کے چند حالات بیان فرماتا ہے اول تو یہی کہ وہ بطرًا اور ریاءً نکلے تھے۔ دوم یہ کہ لوگوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا کرتے تھے مکہ معظمہ میں غربا مسلمین پر آفت برپا کر رکھی تھی سوم یہ کہ شیطان نے اُن کے بُرے اعمال اُن کی آنکھوں میں اچھے کر دکھائے تھے، اس بدی کو وہ نیکی سمجھتے تھے اور شیطان نے اُن سے بدر کے روز یہ بھی کہا تھا کہ میں تمہارا حامی ہوں تم پر کوئی غالب نہ آئے گا مگر جب کہ اُس نے ملائکہ جبرئیل وغیرہ کو دیکھا تو یہ کہہ کر اُلٹا پھر گیا کہ میں تم سے الگ ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس روز شیطان سراقہ بن مالک سردارِ بنی بکر بن کنانہ کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ حسن اور اصم کہتے ہیں کہ بغیر کسی شکل میں ظاہر ہونے کے اُس نے دل میں کفار کے وسوسے ڈالے تھے۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب کہ منافقین اور وہ کہ جن کے
قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ
دلوں میں مرض ہے یہ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو تو (مسلمانوں کو) اُن کے دین نے مغرور کر دکھا ہے
وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ
حالانکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى
(کفایت کرتا ہے)۔ اور اگر آپ اُس وقت دیکھیں جب کہ ملائکہ

الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ
کافروں کی جان نکالتے ہوں گے اُن کے مُنہ اور پیٹھ پر
وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا
مارتے ہوں گے اور (کہتے جاتے ہوں گے کہ لو) دوزخ کا
عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا
عذاب چکھو، یہ بدلہ ہے تمہارے
قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ
ان کاموں کا جن کو تم نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر (کچھ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَدَأْبِ آلِ
بھی) ظلم نہیں کرتا۔ فرعونیوں اور
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ
اُن سے پہلوں جیسی گت ہوئی جنہوں نے
كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ
اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائیں تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے
بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ
گناہوں پر پکڑ لیا۔ کس لئے کہ اللہ تعالیٰ قوت والا سخت عذاب
الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ
کرنے والا ہے، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی نعمت کو
مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ
جو کسی قوم کو عطا کرتا ہے بگاڑتا نہیں جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو
يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ
خراب نہیں کر لیتی۔ اور اللہ تعالیٰ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ
سُنتا جانتا ہے۔ فرعونیوں
وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا
اور اُن سے پہلوں جیسی گت ہوئی ہے۔ جنہوں نے اپنے رب کی
بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ
آیتیں جھٹلائیں سو اُن کو ہم نے اُن کے گناہوں سے پکڑ لیا

ل ورنہ حقیقی تو معنے مراد ہی ہیں کہ فرشتے اُن کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے تھے ۱۲ منہ

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ

اور فرعونیوں کو غرق کردیا اور وہ سب

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾

ظالم تھے۔

ترکیب

اذ یقول ممکن ہے کہ معمولِ اذکرا ہو یا زیّن کا ظرف ہو۔ الّذین کفروا مفعول ہے یتوفّٰی کا الملائکۃ فاعل ذوالحال یضربون حال وذوقوا اے یقولون معطوف ہوگا یضربون پر یہ بھی حال ہو کر ملائکۃ کا مقولہ ہوگا اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو یعنی بعد موت کے ہم اُن سے کہیں گے۔

تفسیر

چونکہ تزیین شیطانی کا ذکر آیا تھا کہ شیطان نے مکّہ مکرمہ کے کافروں کو یوں گمراہ کر رکھا تھا۔ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ تزیین کچھ انھیں میں منحصر نہیں بلکہ مدینہ کے منافق کہ جن کے دل میں مرضِ شک و نفاق ہے، بدؔر کے واقعہ کی نسبت مسلمانوں کو یہ کہتے تھے کہ ان کو ان کے دین نے مغرور کردیا ہے۔ محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وعدوں پر تین سو تیرہ ٹوٹے پھوٹے مسلمان ہزار جنگجو اور بہادر قریش سے لڑنے چلے ہیں۔ اس کی نسبت خداتعالےٰ جواب دیتا ہے کہ یہ غرور نہیں بلکہ خداتعالےٰ پر توکّل ہے اور جو اس پر توکّل کرتا ہے تو وہ اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ زبردست بھی ہے اور حکیم بھی۔ اس کے بعد ان منکرین کا وہ حال بیان فرماتا ہے جو موت کے وقت ہوگا کہ اے نبیؐ! یا اے دیکھنے والے اگر تو اُن کا وہ وقت دیکھے کہ جب فرشتے اُن کی جان نکالتے اور اُن کے مُنہ اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے تو تجھے حیرت ہو۔ کفّار جب دُنیا سے جاتے ہیں تو ادھر اُن کو عالم آخرت کے ظلمات و عذاب میں جانے کا غم اُدھر لذتِ دنیا کے چھوڑنے کا قلق ہوتا ہے۔ سو اُن کے مُنہ اور پیٹھ پر مارنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے اس حالت میں فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ یہ تمہارے اعمال کے نتائج ہیں جو تم نے یہاں کے لئے بھیج رکھے تھے اللہ تعالےٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا یعنی اس تزیین کی قلعی اُس وقت کھل جائے گی جس طرح کہ فرعونیوں اور اُن سے پہلوں پر کھل گئی۔ دنیا میں اُن کے عرُوج و اقبال جاتے رہے اپنے گناہوں سے ہلاک ہوتے جو کوئی خداتعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کو پہلے آپ خراب نہیں کرلیتا تب تک از خود خداتعالےٰ اس سے وہ نعمت نہیں لیتا یعنی جب اُس نعمت کی ناقدری کر کے بیجا صرف کرتا ہے تو پھر خداتعالےٰ اُس سے چھین لیتا ہے جیساکہ فرعونیوں اور اُن سے پہلوں کے ساتھ کیا اُن کو ہلاک کیا فرعونیوں کو قلزم میں غرق کیا تم اب بھی تزیینِ شیطانی سے نہیں بچتے ؛

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

بے شک زمین پر چلنے والوں میں سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ بدتر ہیں کہ

كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ ۖ

جنھوں نے کفر کیا سو وہ ایمان نہیں لاتے۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ

(یہ) وہ لوگ ہیں کہ جن سے آپؐ نے عہد کیا تھا پھر وہ

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ

ہر بار عہد توڑ ڈالتے ہیں

وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

اور ڈرتے نہیں۔ پھر جو کبھی آپؐ اُن کو لڑائی

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ

میں پائیں تو ایسی سزا دیں کہ جس سے اُن کے پچھلے دیکھ کر بھاگیں

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ

تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ اور جو آپؐ کو

ع ۷/۳

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى

کسی قوم کی دغا کا اندیشہ ہو تو ان کے عہد کو ان کی طرف برابر پھینک ۵۸

سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

مارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دغاباز پسند نہیں کرتے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ

اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔

إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُمْ

وہ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے۔ اور ان کے مقابلہ کے لئے جو

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ

کچھ قوت بہم پہنچ سکے۔ بہم پہنچاؤ۔ اور منجملہ اس کے گھوڑے

الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ

باندھ رکھنا ہے کہ جس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں

عَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ ۵ه

پر دھاک بٹھاؤ اور ان کے سوا ان لوگوں پر بھی کہ جن کو تم

لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا

نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے۔ اور جو کچھ

تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ تمہیں

يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

ملے گا اور تمہارا کوئی حق رہ نہ جاوے گا۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ

اور اگر وہ کافر صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

اللہ تعالیٰ پر توکل کرو کیونکہ وہ سنتا

الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ

جانتا ہے۔ اور اگر وہ کافر آپ سے فریب

يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ

کرنا چاہیں گے تو آپ کا بھی اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ وہ ۶۲

الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾

کہ جس نے آپ کو اپنی فتح اور مسلمانوں سے قوت دی۔

ترکیب

الذین کفروا خبر انّ فامّا شرط تثقفنّهم تجدنهم چونکہ شرط کا کلمہ انْ ما کے ساتھ مؤکد ہوگیا اس لئے اس کے بعد فعل کو نون تاکید کے ساتھ لانا مستحسن ہوا فشرّد جواب شرط فرق بہم اے بسببہم متعلق ہے شرّد سے من موصولہ خلفہم ثبت کے متعلق ہوکر اس کا صلہ یہ سب شرّد کا مفعول ہوا خیانۃ مفعول ہے تخافنّ کا فانبذ اطرح عہدہم علٰی سواء حال ہے اے مستویًا سب جواب شرط من قوۃ ومن رباط الخیل ما کا بیان ہے الذین کفروا یحسبنّ کا فاعل سبقوا مفعول اور بعض نے تحسبنّ بھی پڑھا ہے ؛

تفسیر

کافروں کو کہا تھا کل کانوا ظالمین ۔ اب ان ظالموں میں سے زیادہ تر راندہ درگاہوں کا ذکر اور ان کی عادت کا بیان فرماتا ہے کہ ان سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے ؛ ان الشر الدواب کہ سب میں بدتر وہ کافر ہیں کہ جن میں دو وصف ہیں اول یہ کہ وہ اپنے کفر پر مصر ہیں ایمان نہیں لاتے دوسرا یہ کہ وہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اس کی کچھ رعایت نہیں کرتے۔ اب ان سے کیا کرنا چاہیے کہ اگر کہیں جنگ میں ہاتھ آجاویں تو ان کو ایسی سزا دے کہ جس کو سن کر ان کے بعد کے کفار پریشان ہو جاویں ۔ یہ تو ان کا حال تھا کہ جنھوں نے کھلم کھلا عہد توڑ ڈالا جیسا کہ بنو قریظہ یا جنھوں نے

۵ه وآخرین من دونہم لا تعلمونہم، مراد ایران وروم و دیگر بلاد کے وہ کافر ہیں کہ جن کو مسلمان اس زمانہ میں اچھی طرح جانتے بھی نہ تھے جیسا کہ کئی صدیوں سے فرانس و روس و انگلینڈ وغیرہ نئی طاقتیں پیدا ہوگئی ہیں جو اسلام کے جھنڈے کو زمین پر گرا دینا چاہتے ہیں جیسا کہ حرب صلیب میں چاہا تھا ۱۲ منہ

جنگِ بدر میں باوجود عہد کے کفار کو ہتھیاروں کی مدد دی پھر
قائل ہونے کے بعد بھی جنگِ احزاب میں مخالفوں سے جا ملے
اور جن سے عہد شکنی کا گمان ہو اور اُس کی علامات پائی جاویں
تو اُن کو آپؐ بھی صاف طور پر مطلع کر دیجئے کہ اب ہمارا
تمہارا عہد باقی نہیں رہا تاکہ آپؐ پر عہد شکنی کا دھبہّ نہ لگے۔
اور ایسے چالاک کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو میں ہیں
ہم اُن سے عاجز نہیں مگر اے اہلِ اسلام بظاہر تم بھی
اُن کے مقابلہ میں جہاں تک قوّت بہم پہنچ سکے بہم پہنچاؤ۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں علاوہ رباط الخیل یعنی جنگ
کے لئے گھوڑے باندھنے کے تیراندازی بھی عمدہ قوّت تھی مگر
اِس زمانہ میں بجائے اس کے عام مسلمانوں کو قواعد سکھلانا
عمدہ اور نو ایجاد توپیں اور بندوقیں اور دُخانی جہازات اور
دیگر سامانِ حرب بہم پہنچانا عمدہ موقعوں پر قلعہ اور ریل اور
تارِ برقی لگانا فرضِ کفایہ ہے۔ اس قوّت کا فائدہ دشمنوں
کو خوف دلانا ہے کیونکہ اعداء نہ کسی علم سے ڈرتے ہیں نہ کسی
معاہدے سے نہ کسی صنعت و حرفت سے نہ نئی روشنی کے لباس
وعادات سے وہ تو قوّت جنگ سے ڈرتے ہیں جس میں یہ ہے
اُسی کی عزّت اُسی کے لئے عہد ہے اس میں جو کچھ مسلمانوں کا
صَرف ہو اس کا اجر اللہ تعالےٰ کے ہاں سے پورا ملے گا پھر اس
طاقت و شوکت کے بعد بھی اگر وہ صلح پر مائل ہوں تو صلح
کر لیجئے اور اسلام پر بھروسہ رکھیئے اُن کے کید و مکر آپؐ پر
کچھ نہ چلیں گے اللہ تعالےٰ کافی ہے جس نے آپؐ کی بغیر اسباب
ظاہرہ اپنی فتح اور[1] مومنین سے بھی مدد کی ہے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا

اور (اے رسول ؐ) اللہ تو ہی نے مسلمانوں میں باہم محبت پیدا کر دی۔ اگر آپؐ دنیا بھر کی

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ

سب چیزیں بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی اُن کے دل میں اُلفت پیدا نہ

قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ

کر سکتے تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُن کے دل میں اُلفت پیدا کر دی۔

إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

کیونکہ وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (اے نبیؐ)

حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

آپؐ کو اللہ اور جس قدر آپؐ کے پیرو مسلمان ہیں بس

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ ع يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ! ایمانداروں کو جہاد کی

٨ع٦
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن

رغبت دلاؤ۔ اگر تم میں سے بیس[2]

مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا

بھی صابر (مستقل مزاج) ہوں گے تو دو سَو[2] پر غالب

مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ

آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے سَو[1] ہوں گے تو

يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

کافروں کے ہزار پر غالب آویں گے

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ

اس لئے کہ وہ ناسمجھ قوم ہے۔ اب خدا تعالےٰ

خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ

نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں

ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

ضعف ہے۔ سو اگر تم میں سے سَو[1] صابر ہوں گے تو

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ

دو سَو پر غالب آویں گے۔ اور جو تم میں سے ہزار ہوں گے

أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ

تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آویں گے۔

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾

اور اللہ تعالےٰ صابروں کے ساتھ ہے!

[1] اللہ تعالیٰ کی فتح ہر قسم کی کشائش جو نبی علیہ السلام کو میسر آئی یہ بڑی مدد تھی۔ منہ

ترکیب

والّف معطوف ہے ایّد پر حسبک اے کافیک مبتدا اللّٰہ خبر ومن اللّٰہ پر معطوف ان شرطیہ یکن تامہ عشرون فاعل منکم ان سے حال یہ شرط یغلبوا جواب شرط مائتین یغلبوا کا مفعول من الذین کفروا الفا کا بیان بانہم جملہ علت ہے یغلبوا کی ؛

تفسیر

اور اس نے اُن کے دل میں اُلفت دی جو کسی کے اختیار کی بات نہ تھی۔ جس وقت آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے جس طرح تمام رُوئے زمین پر کفر و بت پرستی کی تاریکی محیط تھی (کیونکہ اُس وقت خدا پرست رُوئے زمین پر یہود اور عیسائی خیال کئے جاتے تھے سو اُن کی جو کچھ حالت خراب تھی اور جس قدر اُن میں بُت پرستی تھی تو اریخ سے ظاہر ہے) اسی طرح ملکِ عرب میں علاوہ بُت پرستی و زناکاری کے باہمی عداوت اور خانہ جنگی کا بھی کچھ حساب نہ تھا جہاں کسی نے ایک قبیلہ کے لڑکے کو ایک طمانچہ ماردیا دوسرا قبیلہ اُن پر چڑھ آیا پھر یہ آتشِ جنگ قرنوں تک فرو نہ ہوتی تھی۔ مدینہ کے رہنے والوں اوس اور خزرج دو قبیلوں میں صدیوں سے عداوت اور کشت و خون تھا پس جونہی مکہ مکرمہ میں اس آفتاب ہدایت نے طلوع کیا جس طرح تمام عالم کو منوّر کیا اسی طرح تمام عرب میں محبت اور اتفاق پیدا کردیا۔ اگر یہ ایسا معجزہ نہیں کہ جو تمام معجزاتِ انبیاءِ سلف کا عطر ہے تو اور کیا ہے؟ اس نعمت کو خدا تعالےٰ ظاہر کرتا ہے اور عزیز حکیم میں اس مصلحت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جس سے رُوم و ایران پر غلبہ دیا گیا اور آسمانی سلطنت کا جھنڈا قائم کیا گیا۔ ان عربوں کو آسمانی بادشاہت کا لشکر قرار دے کر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو اپنی اور اپنی فوج کی مدد کا بھروسہ دلاکر دعوت عام اور مخالفین کے ساتھ جنگ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ اس پاکباز جماعت کے دس، سو پر بھاری ہیں (کیونکہ خاصانِ خدا تعالےٰ کی رُوح کی کہ جو نورِ الٰہی سے منوّر ہے باطنی طور پر مخالف پر بڑی ہیبت ہوا کرتی ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ اور دُنیا کے سردار اولیاء اللّٰہ کی ہیبت میں دب جاتے ہیں)۔ مگر خدا تعالےٰ نے تمہارے ضعف پر نظر کرکے تم پر تخفیف کردی کہ اگر اس پاکباز لشکر کے دس ہوں گے تو بیس پر اور سو دو سو پر بھاری ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات علماء نے ثابت کی ہے کہ ابتدائے اسلام میں خصوصًا بدر کی جنگ تک اپنے سے دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا مگر اس کے بعد دو چند سے مقابلہ کرنے کا حکم باقی رہ گیا۔ بانہم قوم لایفقہون میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ دارِ آخرت اور ثواب کو نہیں جانتے اس لئے تم سے برابری نہ کرسکیں گے ؛

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ

نبی کو جب تک زمین پر کافروں کا خون نہ بہالے کافروں کو صرف

حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ

قیدی بناکر رکھنا مناسب نہیں۔ مسلمانو! تم دنیا

عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ يُرِيدُ

کا مال و اسباب چاہتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ (تم کو) آخرت (دینا)

الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٦٧)

چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

اگر خدا تعالیٰ کا پہلے سے نوشتہ (تقدیر) نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے (بدر کے قیدیوں

فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (٦٨)

سے) لے لیا ہے اس پر تمہیں بڑی سزا ملتی۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَ

(خیر) جو کچھ تم کو غنیمت ہاتھ لگی ہے اس کو حلال طیب سمجھ کر کھاؤ۔ اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

اللہ تم سے ڈرا کرو (امید بھی رکھو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

اے نبی ! ان قیدیوں سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں (یہ)

مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ

کہدو کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں کچھ بھی نیکی معلوم

قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ

ہو گی تو تم کو اس سے بہتر دیدے گا کہ جو تم سے لیا گیا ہے

مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور

رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ

رحیم ہے۔ اور اگر آپ سے (اے نبی!) وہ دغا کرنی

فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ

چاہیں گے تو (کچھ پروا نہیں) اس سے پیشتر خود اللہ تعالیٰ سے دغا کر چکے

مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

جس نے ان کو گرفتار کرا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔

ترکیب

ان یکون کا جملہ کان کا اسم کتاب مبتدا من اللہ صفتِ اول سبق صفتِ ثانی یا سبق خبر لمسکم جملہ جوابِ لولا. لمن لام قل سے متعلق ہے فی ایدیکم صلہ من الاسرٰے من کا بیان ان یعلم اللہ جملہ مقولہ ہے قل کا وان یریدوا معطوف ہے ان یعلم پر یا مستانفہ

تفسیر

بدر کی لڑائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر قیدی کفار کے لے کر مدینہ طیبہ میں آئے۔ اُن قیدیوں کی بابت کہ جن میں حضرتؐ کے چچا عباسؓ اور حضرت علیؓ کے بھائی عقیلؓ بھی تھے لوگوں سے رائے طلب کی گئی۔ ابوبکرؓ نے کہا فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے آپؐ کی قوم ہے خدا تعالیٰ ان کو توفیق ہدایت دے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا قتل کرنا چاہیے تاکہ کفر کا زور ٹوٹے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا آگ میں جلا دیجئے۔ آخرکار آنحضرت علیہ السلام کو ابوبکرؓ کی رائے پسند آئی۔ ہر ایک سے چالیس [۴۰] اوقیہ [۱] لے کر چھوڑ دیا۔ عباسؓ سے خود اُن کا اور اُن کے بھتیجے عقیل کا اور نوفل بن حارث کا تاوان لیا جس پر عباسؓ نے کہا کہ میں فقیر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ سونا جو گھر میں دبا کر آیا ہے کہاں ہے؟ چونکہ اُس کی کسی کو بھی خبر نہ تھی، یہ سنتے ہی عباسؓ اسلام لائے۔ کتب حدیث میں یہ مضمون پایا جاتا ہے۔

فدیہ لینا اور قتل کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں فعل مباح [۲] تھے اور اسی لئے لوگوں سے مشورہ لیا تھا لیکن زیادہ تر مناسب وقت اُن کا قتل کرنا تھا تاکہ پھر سرکشی نہ کرتے اور انبیاء علیہم السلام پر ترکِ اولیٰ پر بھی عتاب ہوتا ہے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ نبیؐ کو زیبا نہیں کہ قیدی بنا رکھے اور خوب قتل نہ کر لے۔ کیا اے مسلمانو! تم فدیہ کی طرف مائل ہوئے جو دنیا کا اسباب ہے اللہ تعالیٰ تو تمہارے لئے عالمِ باقی کی تیاری کر رہا ہے وہ حکیم اور زبردست ہے

ف جب قیدی فدیہ لے کر چھوڑے جانے لگے تو جعفرؓ نے عباسؓ سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے عقیل اور نوفل کا بھی فدیہ دے کر چھڑا لو۔ تو عباسؓ نے کہا اتنا نقد کہاں سے لاؤں؟ اس پر سردارِ دوجہاںؐ نے فرمایا وہ سونا جو گھر میں مدفون کر آئے ہو کہاں ہے؟ نکالو۔ یہ سن کر عباسؓ مسلمان ہو گئے کیونکہ اس مدفون سونے کی خبر سوائے اُن کے اور اُن کی بیوی کے اور کسی کو نہ تھی ۱۲ حقانی

[۱] اوقیہ سونے کا ایک سو زن تھا جس کے چالیس [۴۰] درہم ہوتے تھے درہم کچھ کم چار آنے کا تھا ۱۲ منہ

[۲] امام کے اختیار میں چار باتیں ہیں یا قیدیوں کو فدیہ لے کر یا مفت چھوڑ دے یا مار ڈالے یا غلام بنا رکھے سب اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے بجز نیچریوں کے وہ بتقلیدِ یورپ غلام بنانا درست نہیں جانتے ۱۲ منہ (باقی صفحہ ۴۷۸)

مصلحت اور حکمت قتل کو خوب جانتا ہے اگر تقدیر الٰہی میں روزِ ازل نہ لکھا گیا ہوتا کہ تم اُن سے فدیہ لوگے پھر وہ تم پر چڑھائی کریں گے اور نیز یہ کہ اُن میں سے بہت لوگ اسلام لادیں گے اور یہ کہ تم کو فدیہ لینا درست ہے) تو تم کو اس فدیہ لینے پر عذاب الیم ہوتا (عمر رضؓ کی رائے عالم بالا کے منشاء کے مطابق تھی) خیر اب جو کچھ تم نے اُن سے لیا ہے یا غنیمت میں لائے ہو وہ تمہارے لئے حلال طیّب ہے کھاؤ پیو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے لیکن آئندہ ڈرتے رہو۔ اور لے نبیؐ! ان قیدیوں سے کہدو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس پر تاسّف نہ کرو اگر تمہارے دل میں نیکی ہوگی اور تم اسلام لاؤ گے تو اس سے بہتر تم کو دلایا جائے گا (زمین کی سلطنتیں کسرےٰ اور قیصر کے خزانے مسلمانوں کو ملنے ہیں) اور خدا تعالےٰ تمہارا یہ گناہ بھی معاف کردے گا وہ غفور رحیم ہے۔ اور اگر اے نبیؐ وہ تمہارے پاس سے جاکر پھر شرارت کریں گے تو کچھ پروا نہیں اوّل اللہ تعالےٰ سے شرارت کی تھی جس کا بدلہ یہ پایا کہ تمہارے ہاتھ میں قید ہوئے پھر اللہ تعالےٰ ہی اُن سے بدلہ لیگا وہ سب کچھ جانتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کرچکے اور

جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ

اُنھوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّ

اور وہ لوگ (انصار) کہ جنھوں نے (مہاجروں کو) جگہ

نَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

دی اور (اُن کی) مدد کی وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں ف

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم

اور جو ایمان تو لائے اور اُنھوں نے ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی

مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ

رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ

يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي

کریں، اور اگر تم سے دینی امر میں مدد چاہیں تو

الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ

تم ان کی مدد کرو مگر اُس قوم کے مقابلہ

قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ

میں نہیں کہ اُن میں اور تم میں عہد ہو۔ اور اللہ تعالےٰ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ

جو کچھ تم کررہے ہو دیکھ رہا ہے۔ اور جو کافر ہیں وہ

كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا

ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اگر

تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ

تم یہ (باہمی) مدد نہ کروگے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد

فَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ

مچ جائے گا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور

هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اُنھوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالےٰ کے رستہ میں جہاد (بھی) کیا

وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ

اور وہ کہ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ

ایماندار ہیں۔ اُنہی کے لئے بخشش

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اور عزت کی روزی ہے۔ اور وہ جو بعد میں ایمان لائے

ف بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مہاجرین و انصار میں (باقی صفحہ ۴۷۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۷) سلے گو یہ حکم قتل سخت تھا مگر مصلحت وقت کے مناسب تھا اور ایسے مصالح کو وہی خوب سمجھتے ہیں جو جنگ میں شریک ہوتے ہیں اور وہی ایسی مصلحت کا خیال کرکے باوجود رحم دلی اور مہذب ہونے کے کورٹ مارشل کا حکم دیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام چونکہ بالطبع رحیم و کریم تھے فدیہ لے کر چھوڑ دیا چونکہ دراصل مصلحت وقت کے خلاف تھا اس لئے ان آیات میں اس کی طرف اشارہ کرکے عتاب ہوتا ہے ۱۲ منہ

سلہ جب بحرین کا خراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا تو عباس رضؓ سے کہا جس قدر تجھ سے اُٹھ سکے اُٹھالے اس فدیہ کے معاوضہ میں۔ پھر اسی طرح مالا مال ہوگئے ۱۲ منہ

مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ
اور ہجرت کر بھی آئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا
فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ
سو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور قرابت دار آپس میں ایک
بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ
دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں (بموجب) کتاب
اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾
الٰہی۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبر دار ہے۔

ترکیب

الذین مع صلہ اسمِ ان والذین اس پر معطوف اولئک مبتدا بعضہم خبر جملہ خبرِ ان ۔ والذین مبتدا ما لکم الخ خبر ان استنصروکم شرط فعلیکم جواب اِلّا اے ان لاتفعلوہ الضمیر یعود الی النصر وقیل الی الولاء شرط تکن جواب فتنۃ وفساد کبیر اسم ہیں کان تامہ کے والذین مبتدا اولئک الخ جملہ خبر۔ حقا کی ترکیب بیان ہوچکی ۔ والذین مبتدا متضمن معنے شرط فاولئک جواب یا خبر۔

تفسیر

جب کہ بدر کے قیدیوں کو بشرط اطاعت عوض دینے کا وعدہ کیا اور ان کو دلاسا دیا تو ان آیات میں انصار و مہاجرین کو اجر آخرت کا دلاسا دیتا ہے یا یوں کہو کہ جب ان قیدیوں کو عہد لے کر چھوڑا اور ان میں سے بہت نے بدر کے موقع پر آسمانی مدد اور اسلام کا برحق ہونا دیکھا تھا اس لئے اسلام کی طرف مائل ہوتے اور نیز عرب کے قبائل نے بھی آنحضرت علیہ السلام سے عہد باندھنا شروع کیا اور عرب میں اس جنگ کی کرامات و اعجاز نے شہرت پائی جس سے مخالف قبائل خصوصاً مکہ معظمہ کے رہنے والوں میں سے بہت سے مشرف باسلام ہونے شروع ہوئے مگر ان میں سے بعض تو ترک وطن کر کے آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کیونکہ اُس وقت ہجرت فرض تھی اور بہت ایسے تھے کہ جن سے جورو بچے گھر بار خویش و تبار نہ چھوٹ سکے اس لئے تو مسلمانوں اور دیگر قبائل کی بابت کوئی قاعدہ اتحاد و ہمدردی کا مقرر ہونا ضروری تھا پس ان آیات میں مع فضائل مہاجرین و انصار اس کو بیان فرمایا اور مسلمانوں کے مرتبے بھی ظاہر کردیئے۔

ع ۱۰

ہجرت اور نصرتِ اسلام کے اعتبار سے اُس عہد میں مسلمانوں کی چار قسم تھیں، **اوّل قسم** وہ ہیں کہ جو ابتدا میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہجرت کر کے آپ کے ساتھ مدینہ میں آرہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و حضرت ابوذرؓ وغیرہم۔ اس جملہ میں چار صفات کے ساتھ ذکر کیا، ان الذین آمنوا الخ **صفتِ اوّل** یہ کہ وہ اللہ تعالےٰ اور ملائکہ اور قیامت اور انبیاءؑ پر صدقِ دل سے ایمان لائے اب ان کے ایمان میں شک کرنا ضعفِ ایمان ہے **صفتِ دوم** ہاجروا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے خویش و اقارب وطن اور فرزند و زن سب کو چھوڑ دیا یہ بات اپنے آپ کو قتل کردینے سے کچھ کم نہیں، جلاوطنی، کالا پانی بھی پھانسی سے کچھ کم سزا نہیں سو جس طرح انہوں نے اپنے مذہب قدیم کو چھوڑا اسی طرح وطن قدیم سے بھی منہ موڑا۔ اور ہجرت میں قبائح اخلاقی و روحانی کے ترک کی طرف بھی اشارہ ہے۔ **صفتِ سوم و چہارم** جاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ کہ انہوں نے اپنی جان سے اور مال سے اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ جان کو اللہ تعالےٰ کے لئے سخت تہلکوں میں ڈال دیا مگر نبی کریم پر آنچ نہ آنے دی۔ مکہ مکرمہ میں جب کہ مخالفوں کی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا خلفائے اربعہؓ نے رفاقت سے کبھی منہ نہیں موڑا نہ کبھی

(بقیہ حاشیہ ص۴۷۸) بھائی چارہ ہوگیا اور ایک دوسرے کے وارث ہوتے مثل قرابت داروں کے لیکن اولوالارحام بعضہم اولی ببعض سے یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے۔

تقیہ کیا نہ کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑا بدر
اور غارِ ثور ہر موقع میں ساتھ رہے اور مال کا تو کچھ ذکر
نہیں کئی بار حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے گھر کا تار تار دیدیا۔
اس میں جہادِ روحانی کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری قسم اُن سے دوسرے درجہ میں یہ لوگ ہیں
والذین آووا ونصروا کہ جنھوں نے اہلِ اسلام کو جگہ دی
اور اُن کی مدد کی یعنی انصار انھوں نے اپنی جان اور مال کو
اسلام کی اعانت میں صرف کر دیا ہے۔ ان دونوں قسموں
کی بابت فرماتا ہے اولٰئک بعضہم اولیاء بعض کہ آپس میں
ایک دوسرے کا رفیقِ جان و مال بلکہ دین و ایمان کا ساتھی
ہے۔ اور اولیاء میں جو ولایت ہے وہ ولایت نصرت و اتحاد
ہے کہ ایک دوسرے سے اتحاد رکھے۔ بعض مفسّرین نے
ولایتِ ارث بھی مراد لی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابتدائے اسلام میں انصار و مہاجرین میں سے ایک کو دوسرے
کا دینی بھائی بنا کر وارث قرار دیدیا تھا کیونکہ مہاجرین کے
اہلِ قرابت تو ہنوز وہاں آئے ہی نہ تھے مگر جب اسلام پھیل گیا
اور مکہ مکرمہ فتح ہو گیا ہجرت کی ضرورت نہ رہی۔ آیتِ میراث
یا انہی آیات کے اخیر جملہ واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض
فی کتاب اللہ سے اہلِ قرابت میں میراث قائم کر دی۔ اور اسی
جملہ سے امام ابو حنیفہؒ نے ذوی الارحام کو وارث قرار دیا ہے۔
اور فی کتاب اللہ سے مراد لوحِ محفوظ ہے نہ کہ قرآن تاکہ حصص
مقررہ مراد لے کر ذوی الارحام کو خارج کیا جاوے جیسا کہ امام
شافعیؒ کرتے ہیں اور اگر ایسا کریں گے تو عصبات کا بھی خارج
ہونا لازم آوے گا۔ یہ دونوں قسم کے مسلمان اسلام کے رئیس
اور سردار اور مقتدا ہیں۔

تیسری قسم کے وہ مسلمان جو ایمان تو لائے مگر ہجرت
کر کے مدینہ طیبہ میں نہ آئے جن کی نسبت فرماتا ہے والذین
آمنوا ولم یہاجروا ان کے حق میں دو حکم دیتا ہے اوّل
مالکم من ولایتہم من شیء کہ تم پر اُن کی حمایت کچھ ضروری
نہیں کہ جب تک کہ یہ ہجرت نہ کریں۔ فتح مکہ سے پہلے ہجرت
فرض تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بعد میں بھی فرض ہے اُس
جگہ سے کہ جہاں دین کو آزادی سے نہ ظاہر کر سکے۔ دوسرا
حکم یہ کہ اگر وہ تم سے دینی امر میں مدد طلب کریں تو ضرور مدد
دو کیونکہ وہ اہلِ ایمان ہیں مگر اُس قوم کے مقابلہ میں مدد
نہ دو کہ جن سے تمھارا عہد ہو۔ اور اس حکم کی تائید کرتا ہے کہ
کفار بھی باہم ایک دوسرے کے رفیق ہیں جنسیتِ کفر خواہ
وہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ مشرکینِ عرب سب کو تمھارے
مقابلہ پر آمادہ کرتی ہے ایک دوسرے کا مددگار بن جاتا ہے
اور اگر تم آپس میں مدد نہ کرو گے تو فتنۂ کفر اور بڑا فساد
قائم ہو جاوے گا۔ اب ان دونوں پہلی قسموں کے مسلمانوں
کی مدح فرماتا ہے والذین آمنوا الخ کہ وہ سچے مسلمان ہیں
اور اُن کے لئے آخرت میں مغفرت اور جنت میں عزت کی
روزی ہے (حیف ہے اُن متعصبین پر جو خلفائے اربعہ کو جھوٹے
مسلمان اور قابلِ عذاب کہتے ہیں)۔

چوتھی قسم کے وہ مسلمان ہیں جو بعد میں ایمان لائے
اور پھر ہجرت کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اخیر جہادوں میں شریک ہوئے اُن کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ
بھی تمھیں میں شمار ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

سورۂ توبہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک سو انتیس ۱۲۹ آیات سولہ ۱۶ رکوع ہیں؛

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى

(جن مشرکوں سے تم نے عہد (و پیمان) کر لیا تھا اب اللہ تعالیٰ اور رسول کی

ا؎ حقیقت میں آج کل جو مسلمانوں کی سلطنتیں معرضِ زوال میں ہیں اسی وجہ سے ہیں اندلس میں عیسائیوں نے تمام مسلمانوں کو مقہور کیا مسلمان بیٹھے رہے اور بادشاہ مدد کو نہ پہنچے۔ اسی طرح حضرت سلطانِ ترکی پر چڑھائی ہوئی ایران و کابل نہ اُٹھے برخلاف اُن کے ایک ادنیٰ عیسائی کی مدد میں سب مدد کو آمادہ ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ (بقیہ حاشیہ صفہ ۴۸۱ پر)۔

الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝١

طرف سے　اُن کو صاف جواب ہے۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

سو اے مشرکو! تم ملک میں چار مہینے تک پھرو چلو

وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَ

اور جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہ سکو گے　اور

أَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝٢ وَأَذَانٌ

یہ (بھی جان لو) کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ

اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن سب لوگوں کے لئے

الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ مشرکوں سے

الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ

دست بردار ہیں۔ پھر اگر تم توبہ کرو تو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو آپ بھی پھرے رہو تو یاد

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ

رہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور (اے نبیؐ! آپ) کافروں

كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣ إِلَّا الَّذِينَ

کو عذاب الیم کا مژدہ سُنا دیجئے۔　مگر وہ مشرک کہ

عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ

جن سے تم عہد کر چکے ہو　پھر انھوں نے تم سے

يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ

کچھ بدعہدی بھی نہیں کی　اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد

أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ

کی ہے　تو اُن کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک پورا

مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤

کرو۔　بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

پھر جب حرمت کے مہینے گزر چکیں　تو جہاں کہیں　مشرکین

الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَ

کو پاؤ　قتل کرو　اور

خُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا

ان کو گرفتار کر لو، اور ان کو گھیر لو، اور ان کی تاک میں

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا

ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔　پھر اگر وہ توبہ کریں　اور نماز

الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ

پڑھیں　اور زکوٰۃ دیں　تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥ وَإِنْ أَحَدٌ

بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔　اور جو کوئی

مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ

مشرکوں میں سے آپؐ سے پناہ مانگے　تو اس کو پناہ دو

حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ

تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُن سکے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝٦

یہ اس لئے کہ وہ ایک　بے علم　قوم　ہے۔

ع ۷

ترکیب

براءۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ورسولہ عطف ہے اللہ پر الی متعلق ہے براءۃ سے من المشرکین بیان ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۰) ۲؎ ذیقعدہ ذی الحجہ رجب محرم۔ یعنی ان چار مہینوں میں حسب دستور قدیم عرب امن ہے اس کے بعد جو کوئی مشرک مل جائے اس سے لڑو جن قبائل مشرکین سے عہد و پیمانِ امن ابتدائے اسلام میں ہوا تھا اب وہ بذریعہ اس اعلان کے توڑ دیا گیا۔ یہ سورۃ مدینہ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب کہ اسلام کا زور ہو گیا اور بڑے بڑے قبائل عرب اسلام میں آ گئے تھے اب اس عہد کی ضرورت نہیں ہی مگر کوئی عہد اس کی میعاد تمام ہونے پر ضروری ہے کہ پیشتر سے اعلان کر دیا اس سورۃ میں یہ اعلان ہے۔ براءۃ کے معنے ہیں بیزاری اور یہ سورۃ کے جس کا

مرادی ترجمہ "صاف جواب" بہت مناسب ہے ۱۲ منہ

الذین کا اربعۃ اشہر ظرف ہے فسیحوا کا وان اللہ معطوف ہے انکم پر مفعول ہے واعلموا کا واذان معطوف ہے براءۃ پر فاذا شرط فاقتلوا الخ جواب فان تابوا شرط فخلوا الخ جواب وان شرط احد فاعل استجارک محذوف کا جس کی تفسیر استجارک ثانی ہے فاجرہ جواب حتے غایۃ ہے اجرہ کی ذلک مبتدا بانہم خبر۔

تفسیر

چونکہ اخیر انفال میں اہل عہد پر چڑھائی کرنے کی ممانعت تھی اور اس سورۃ میں تمام عہدوں کو ختم کردیا ہے اور نیز ان دونوں کے مطالب بھی ملتے جلتے ہیں اس لئے دونوں سورتوں میں فصل کے لئے لوح محفوظ میں بسم اللہ نہیں گویا دونوں ایک ہی سورۃ ہیں گو نازل ہونے میں دونوں میں کئی برس کا فاصلہ ہے کس لئے کہ انفال دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور براءۃ کی بابت ابوالشیخ رح نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے جو آٹھواں سال تھا۔ اس سورۃ کے تیرہ ۱۳ نام ہیں فاضحہ، حافرہ، مخزیہ وغیرہا مگر دو ۲ نام زیادہ مشہور ہیں توبہ اور براءۃ۔ اس سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھنے کی چند وجہ علماء نے بیان کی ہیں (۱) وہ جو ترمذی نے ابن عباس رض سے نقل کیا کہ ہم نے پوچھا کہ بسم اللہ اس پر کیوں نہیں لکھی۔ جواب دیا کہ حضرت ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو کاتبوں سے اس کے موقع پر لکھوا دیتے تھے چونکہ ان دونوں کا مضمون یکساں تھا تو ہم نے دونوں کو ایک سورۃ سمجھ لیا مگر حضرت ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ یہ دونوں ایک سورۃ ہیں۔ (۲) صحابہ رض کا ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے میں اختلاف تھا بعض دونوں کو ایک، بعض دو ۲ کہتے تھے اس لئے بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر فصل کے لئے خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔ (۳) حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رض سے اس امر میں پوچھا۔ فرمایا کہ بسم اللہ امان کے لئے ہوتی ہے چونکہ اس سورۃ میں کفار کے لئے امن نہیں اس لئے بسم اللہ نہ لکھی گئی تاکہ آثار غضب الٰہی ظاہر ہوں۔ (۴) امام قشیری رح کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ نہ لائے اسی طرح لکھی گئی زیادتی نہ کی گئی (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری) اور یہ جو مشہور ہے کہ اس سورۃ کا اول منسوخ التلاوۃ ہوگیا اس کے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہوئی اس کو صاحب تیسیر وغیرہ نے ناپسند کیا ہے۔

براءۃ من اللہ الخ اس کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ آٹھویں سال مکہ مکرمہ فتح ہوا تو بہت سی قومیں اسلام لائیں اور بہت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کرلیا کہ ہم آپ سے اور آپ کے حلیفوں[۱] سے جنگ نہ کریں گے مدد کے موقع پر مدد بھی دیں گے۔ اسی طرح آنحضرت علیہ السلام نے بھی ان سے عہد کرلیا تھا۔ جب نویں سال ہجری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شام کی طرف غزوۂ تبوک[۲] کو تشریف لے گئے تو پیچھے بہت سی قوموں نے بدعہدی کی، منافقوں نے بہت افواہیں اڑائیں۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان بدعہدوں کی اور غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں اور غلط باتیں اڑانے والوں کی سرزنش ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سال حاجیوں کا قافلہ سالار حضرت ابوبکر رض کو کیا اور بعد میں حضرت علی رض کو اپنے ناقہ پر سوار

---

[۱] حلیف ہم سوگند۔ عرب میں دستور تھا کہ ایک دوسرے سے اتفاق و اتحاد کی بابت حلف کرلیا کرتا تھا اس کے بعد وہ حلیف کہلاتے تھے جو ایک دوسرے کے لئے خون بہانا اپنی نجابت کا جوہر جانتا تھا ۱۲ منہ

[۲] تبوک عراق عرب میں ایک چشمہ ہے لوگوں نے مشہور کیا تھا کہ ہرقل شاہ روم کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جرار آتا ہے اس کے مقابلہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیس ہزار آدمی لے کر وہاں تک گئے وہاں کچھ نہ پایا یہ چڑھائی (باقی صفحہ ۴۸۳ پر)

کر کے بھیجا کہ وہاں مجمعِ عام میں یہ آیات لوگوں کو سُنا دیں کہ
آئندہ سے ہم سے کسی مشرک کا کوئی عہد باقی نہیں رہا پس
حضرت ابوبکرؓ نے احکامِ حج تعلیم کئے۔ حضرت علیؓ نے یوم النحر
کو جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کو اس سورۃ کی تینتیس
یا چالیس و بقولِ مجاہدؒ تیرہ آیات سُنا دیں اور کہہ دیا کہ
سالِ آئندہ میں خانۂ کعبہ میں کوئی مُشرک نہ آوے نہ کوئی
برہنہ ہو کر طواف کرے جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ اور
ہر ایک عہد والے کا عہد تمام ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اے
علیؓ! اپنے بھائی سے کہہ دیجو کہ ہم نے خود عہد کو پسِ پشت
ڈال دیا اب تلوار ہے یا تیر۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے
مشرکین متعاہدین سے بیزاری اور برأت کی گئی ہے کہ اب
ہمارا تمہارا کچھ عہد باقی نہیں رہا اور یہ کہ خواہ اُن کا عہد
زیادہ مدت کے لئے ہو خواہ کم کے لئے سب کو چار[۴] مہینے کے
لئے مہلت دی گئی ان چار مہینوں کو اشہرِ حُرم فرمایا یعنے
وہ مہینے کہ جن میں جنگ حرام ہے۔ علماء میں اختلاف ہے کہ
اس جگہ اشہرِ حُرم سے کونسے چار مہینے مراد ہیں۔ بعض نے
کہا ہے وہی چار مہینے مشہور ہیں کہ جن میں جنگ کرنی عرب
میں ممنوع تھی یعنی ذی قعدہ[۱]، ذی الحجہ[۲]، محرم[۳]، رجب[۴]۔
پس جن کے لئے عہد معین نہ تھا اُن کے لئے حج اکبر کے دن سے
لے کر محرم تک مہلت تھی اور جن کی مدت چار مہینے یا زیادہ
ہے اُن کے لئے پورے چار مہینے حج اکبر کے روز سے لے کر
دسویں ربیع الثانی تک مہلت قرار پائی تھی۔ حج اکبر کی تفسیر
میں علماء کے چند قول ہیں عمرؓ اور ابن الزبیرؓ و ابن عباسؓ
وعطاءؒ و طاؤسؒ و مجاہدؒ کہتے ہیں کہ عرفہ کا دن کیونکہ بڑے
ارکان اسی روز ادا ہوتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نحر کا دن۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۲) گرمی کے دنوں میں تھی اور صحابہؓ میں افلاس بھی بہت
تھا اس لئے اس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں اسی مقام کے قریب خالد بن ولیدؓ نے
دومۃ الجندل کا محاصرہ کر کے وہاں کے حاکم نصرانی کو گرفتار کیا تھا ۱۲ منہ

پس اُس کے بعد کسی کا عہد باقی نہیں بجز اُن کے کہ جنھوں نے
آپؐ سے عہد شکنی نہ کی تھی وہ بنو ضمرہ کنانہ کا ایک قبیلہ تھا
پھر اس کے بعد جو کوئی کہیں مل جائے قتل کیا جائے یا غلام
بنایا جائے اُن کا محاصرہ کیا جاوے اُن کے راستے روکے
جاویں اگر توبہ کریں چھوڑ دیئے جائیں مگر ان میں سے جو کوئی
کلام الٰہی سُننے کے لئے آوے وہ قتل نہ کیا جاوے بلکہ اس کی
جگہ میں پہنچا دیا جاوے جب کہ وہ کلام الٰہی سُن چکے۔ یہ خلاصہ
احکام آیات ہے۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ
مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کیونکر عہد

اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ
ہو سکتا ہے مگر ان کا کہ جن سے تم نے

عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا
مسجدِ حرام کے پاس عہد کیا ہے۔ پھر جب تک

اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ
وہ عہد پر قائم رہیں تو تم بھی (اپنے عہد پر) قائم رہو۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾ كَيْفَ وَ
کیونکہ خدا تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے۔ (ان کا عہد) کیونکر باقی

إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ
رہ سکتا ہے) حالانکہ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو تمہارے لئے نہ قرابت کا لحاظ رکھیں

إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ
نہ عہد کا۔ وہ تم کو اپنے منہ کی چکنی چپڑی باتوں سے خوش (کرتے ہیں)

وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨﴾
اور دل اُن کے پھر رہے ہیں۔ اور اکثر تو اُن میں سے فاسق ہی ہیں۔

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا
وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ چکے ہیں

فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ
پھر لوگوں کو اس کے رستہ سے روک چکے ہیں، بہت ہی بُرا ہے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑨ لَا يَرْقُبُونَ

جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ وہ کسی ایماندار کے لئے بھی نہ

فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ

قرابت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ عہد کا۔ اور یہی لوگ حد سے

هُمُ الْمُعْتَدُونَ ⑩ فَإِن تَابُوا وَ

گزرے ہوئے ہیں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ

نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ

تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ اور ہم جاننے والوں کے لئے

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑪ وَإِن

کھول کر آیتیں بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر

نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ

وہ اپنے عہد کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ ڈالیں

وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ

اور تمھارے دین پر طعن کریں تو پھر کفر کے سرداروں کو قتل

الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ

ہی کر ڈالو کیونکہ اُن کی کچھ بھی قسمیں نہیں تا

لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ⑫

تاکہ وہ باز آویں۔

ترکیب

عہد اسمِ یکون اور خبر یا کیف ہے جو استفہام کے لئے متقدم کردیا گیا ہے یا للمشرکین ہے اور عند دونوں صورتوں میں عہد یا یکون کا ظرف ہے یا عند اللہ ہے فما زمانیہ یا شرطیہ ہے فاستقیموا لہم مدۃ استقامتہم لکم او ان استقاموا لکم فاستقیموا یرضونکم حال ہے یا جملہ مستانفہ فان تابوا شرط فاخوانکم جواب۔

تفسیر

اس مقام پر اُن کے عہد کو تمام کرنے کا سبب بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکر باقی رہ سکتا ہے؟ بجز اُن شخصوں کے کہ جن سے تم نے مسجد الحرام یعنے خانۂ کعبہ کے پاس سالِ حدیبیہ میں عہد کیا تھا۔ یعنی قریش کا ایک گروہ جس کو لوگوں نے بنوضمرہ بنوکنانہ کہا ہے جن کا پہلی آیات میں استثنا کیا گیا تھا۔ ان کے سوا اور کسی کا عہد باقی نہیں اور یہ بھی جب تک اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی اپنے عہد پر قائم رہو۔

اُن کے عہد پر قائم نہ رہنے کی وجہ بجز مشرکین کہنے کے اور کوئی نہ بیان کی تھی جس میں اشارہ تھا کہ انسان کے تمام اخلاق اور سب خوبیوں کے غارت کرنے کے لئے ایک شرک کافی ہے جو جہل اور حبِّ دُنیا اور خود غرضی اور مالکِ حقیقی کی احسان فراموشی پر مبنی ہے۔ کیف وان یظہروا اب یہاں سے اُن کی چند عاداتِ نامحمودِ عہد شکن کو ذکر کرتا ہے۔ (۱) یہ کہ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ (۲) وہ زبانی تم سے چپڑی چکنی باتیں کرتے ہیں مگر دل میں کاوش رکھتے ہیں۔ (۳) اُن میں اکثر فاسق ہیں اگرچہ سب کافر فاسق ہیں مگر بعض کافر اپنے مذہب کی رُو سے پرہیزگار بات کے پورے ہوتے ہیں مگر یہ عہد شکن ایسے بھی نہیں۔ (۴) اُنھوں نے تھوڑی سی دُنیا پر آیاتِ الٰہی کو بیچ ڈالا یعنے فوائدِ دنیا کو دین پر مقدم رکھا اس میں یہودِ بنی قریظہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو بد عہدی میں شامل تھے۔ (۵) کسی مؤمن کے بارے میں نہ عہد کا لحاظ رکھتے ہیں نہ قرابت کا۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں ورنہ مستوجبِ جنگ ہیں۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ

تم اُس قوم سے کیوں نہیں لڑتے کہ جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔

وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ

اور رسول کے نکالنے کی فکر میں ہو گئے اور انھوں نے پہلے تم سے

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ

(چھیڑ) شروع کی۔ کیا ان سے ڈرتے ہو؟ سو ڈر تو اللہ تعالےٰ

أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

ہی کا چاہیئے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَ

تم ان سے جنگ کرو اللہ تعالےٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور

يُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ

ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور مسلمانوں کی

صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ

ایک قوم کے دل ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دل کی

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ

جلن بجھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا توبہ نصیب

مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

کرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ خبردار حکمت والا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ

کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ہنوز خدا تعالےٰ نے

اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا

تم میں سے ان کو تو معلوم ہی نہیں کیا کہ جنھوں نے جہاد کیا، اور اللہ تعالےٰ

مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا

اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دلی

الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ

دوست نہیں بنایا۔ اور اللہ تعالےٰ کو

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ع

معلوم ہے جو کچھ کہ تم کر رہے ہو۔

ترکیب

قوماً موصوف نکثوا و ہمّوا صفت مفعول تقاتلون وہم الخ جملہ حال ہے تقاتلون سے اوّل مرّۃ منصوب ہے بدءوکم کا ظرف ہو کر فاللّٰہ مبتدا احق الخ خبر ہے ان تخشوہ مبتدا سے پھر یہ جملہ خبر ہے مبتدا سے۔ پھر یہ جملہ دال بر جزاء ان کنتم الخ سے۔ یعذب و یخز و ینصر ویشف جواب امر ہیں جو قاتلوا ہے ویتوب جملہ مستانفہ ہے ان تترکوا جملہ مفعول حسبتم۔

تفسیر

ان آیات میں کفّار سے جنگ کرنے کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو اُن سے نہ جنگ کرنے میں عار دلایا ہے کہ تم اُن مشرکوں سے کیوں نہیں لڑتے کہ جنھوں نے عہد توڑ ڈالے۔ اور اُنھوں نے مکہ مکرمہ سے رسولؐ کے نکالنے کا قصد کیا تھا۔ دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا تھا جس کی تفصیل اُوپر گذری۔ اور انھوں نے پہلے تم سے چھیڑ کی۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں اُس بدعہدی کی طرف اشارہ ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد اُن سے ظہور میں آئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت علیہ السلام نے عمرہ کے لئے مکہ کا قصد کیا آپؐ تخمیناً ستو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے قریب ایک جگہ آئے جس کا نام حدیبیہ ہے جو مکہ مکرمہ سے تخمیناً نو میل براہ قدیم مدینہ کی جانب واقع ہے، تو مشرکین مکہ آمادۂ جنگ ہوئے اور مانع آئے آخر باہم صلح ہو گئی کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے نہ تم ہم پر کرو اور نہ کوئی باہم ایک دوسرے کے حلیف کو ستائے۔ آپؐ وہیں سے مدینہ طیبہ واپس چلے آئے۔ اطراف مکہ میں قبیلۂ بنو بکر قریش کے عہد میں آگیا اور خزاعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آیا۔ ان دونوں میں مدّت سے عداوت تھی۔ ایک بار بنو بکر کا ایک شخص دف پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کر رہا تھا۔ خزاعہ کے ایک شخص نے منع کیا۔ اُس نے نہ مانا تو اُس کا دف توڑ ڈالا۔ اُس نے اپنی قوم سے فریاد کی۔ باہم دونوں قبیلوں کی لڑائی شروع

ع ۱۰
۸

ہوئی۔ بنو بکر نے قریش سے مدد طلب کی باوجود معاہدہ کے چند سفہائے قریش عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن اُمیہ و سہیل بن عمرو وغیرہم نے لباس بدل کر خزاعہ پر شبخون مارا۔ یہ وہ اوّل بار اُن کی عہد شکنی تھی جس پر خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضور میں فریادی آیا تب آپ نے آٹھویں سال ہجری میں مکہ پر لشکر کشی کرکے مکہ مکرمہ کو فتح کیا۔ فرماتا ہے کیا اُن سے ڈرتے ہو؟ ڈرنا تو اللہ تعالےٰ سے چاہیے۔ اُن سے لڑو اللہ تعالےٰ اُن کو تمہارے ہاتھ سے مغلوب کرے گا جس سے ایمانداروں کے دل ٹھنڈے ہوں گے اور دل کا غبار نکلے گا اور اُن میں سے جس کو چاہے گا توبہ بھی نصیب کرے گا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا کفارِ عرب مقہور و مقتول و مغلوب بھی ہوتے فتح مکہ میں اور اُس کے بعد ہزاروں اسلام بھی لائے۔ ام حسبتم یہاں مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ نہ ہوگا کہ جماعتِ اسلام میں آکر یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ اور امتحان نہ کیا جاوے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کون ہیں اور کس نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ؐ اور مومنین کے سوا غیر کو دلی دوست نہیں بنایا؟ یہ کسوٹی ہے تم اس پر کسے جاؤ گے جو اس پر کھرا رہا وہی حقیقی ایماندار ہے ورنہ منافق ہے۔ جہاد سے غرض قتال ہی نہیں بلکہ اخلاص۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی مسجدیں آباد
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
کریں اور خود کفر کا اقرار بھی کرتے
بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
جائیں۔ یہی ہیں جن کے عمل اکارت گئے۔
وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا
اور دوزخ میں بھی ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی

يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
مسجدیں تو وہی آباد کیا کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ پر اور قیامت پر
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ
ایمان رکھتا اور نماز پڑھتا اور
اٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
زکوٰۃ دیتا ہو اور خدا تعالےٰ کے سوا کسی سے ڈرتا بھی نہ ہو۔
فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ
انہی سے توقع ہے کہ ہدایت
الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ
پاویں۔ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ
اور مسجد الحرام کا آباد کرنا اُس شخص کے برابر کر دیا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ
ہے کہ جو اللہ تعالےٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالےٰ کی
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ
راہ میں جہاد کیا، وہ دونوں اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر نہیں ہوں گے۔
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾
اور اللہ تعالےٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہی نے ہجرت کی اور اللہ تعالےٰ کی
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد بھی کیا۔
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
تو اُن کے خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑے درجے ہیں۔ اور یہی ہیں کہ جو اپنی
هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
مُرادوں کو پاویں گے۔ اُن کا خدا تعالےٰ اُن کو اپنی رحمت
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ
اور خوشنودی اور ایسے باغوں کا مژدہ دیتا ہے کہ

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِينَ فِيهَآ
جن میں تاز و نعیم دائمی ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہا
أَبَدًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾
کریں گے۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔

ترکیب

شاہدین حال ہے فاعل یعمروا سے ان یعمروا کان کا اسم
للمشرکین خبر فی النار ظرف مقدم ہے تخصیص کے لئے
من موصولہ آمن الخ صلہ موصول سب فاعل یعمر بیت
سقایۃ مصدر کالعمارۃ و صحت الیاء لما کانت بعدہا تاء التانیث
والتقدیر اجعلتم اصحاب سقایۃ الخ مثل من آمن، الذین آمنوا الخ
مبتدا اعظم خبر۔

تفسیر

مکہ مکرمہ کے بُت پرست قدیم سے خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور ایامِ حج میں لوگوں کو پانی بھی پلایا کرتے تھے اسلام کے مقابلہ میں وہ اپنی نیکیوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم مجاورِ بیت اللہ اور اُس کے خادم ہیں ہم سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے نزدیک کس کا رُتبہ ہے؟ پھر اس پر بھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم سے لڑنے اور عہد تمام کردینے کا حکم دیتاہے۔ چنانچہ یہود نے بھی اس بارے میں تصدیق کرکے یہی کہا تھا کہ تم ہی عند اللہ بڑے درجے رکھتے ہو۔ اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مسلمانوں میں سے بھی جو مکہ میں رہتے تھے اور ہجرت کرکے مدینہ طیبہ میں نہ آتے تھے مسلمانوں کی ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ اور اعانت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنے ان اعمال، تعمیر مسجد الحرام اور پانی پلانے کو فوقیت دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عباس رضؓ نے (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے جواب میں جو اُنھوں نے ملامت کرکے ہجرت کی تاکید کی) یہی کہا تھا۔ فرماتاہے کہ مشرکین کا کام مساجد الٰہی کی تعمیر کرنا نہیں کس لئے کہ وہ کُفر کے مقر اور شرک کے مرتکب ہیں اور مساجد کی آبادی خواہ تعمیر عمارت خواہ اُس کی رونق اور وہاں رہ کر عبادت کرنا خلوص اور توحید پر مبنی ہے سو وہ اُن میں کہاں؟ بلکہ اُن کے کفر و شرک نے اُن کے اچھے کام تعظیم والدین، مہمان نوازی وغیرہ کو بھی اپنی تاریکی میں ڈھانک لیا اور اپنے شعلے سے جلادیا اس لئے یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ یعنی اُن کے اس کام کا کچھ ثواب نہیں یا ان کا یہ کام کالعدم ہے۔ فرماتاہے کہ مساجد کی تعمیر تو اُن لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں سو اُن کے لئے امید کی جاتی ہے کہ وہ ہدایت پر ہیں یعنی اُن کا راہ صواب پر ہونا قرین قیاس ہے۔ عسیٰ کلام الٰہی میں فائدہ یقین دیتاہے یہ اُن کی پہلی نیکی کا جواب ہے رہا حاجیوں کا پانی پلانا کہ جس کا حضرت عباس رضؓ کو بھی فخر تھا اور جس کو وہ جہاد اور ہجرت کی برابر سمجھتے تھے اس کی نسبت فرماتاہے کہ کیا یہ کام اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی برابر ہوسکتاہے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ کام اُن کو سعادت کا رستہ نہیں دکھاوے گا۔ سعادت تو جان اور مال اللہ تعالےٰ کی راہ میں صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے سو وہ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

واضح ہو کر انسان کے لئے تین چیزیں ہیں روح[1] بدن[2] مال[3]، جب تک وہ ان تینوں کو مہذب اور درست نہ کرے گا سعادت کا مُنہ نہ دیکھے گا۔ روح کی تہذیب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان لائے، مبدء و معاد ذکر کرنے سے یہ غرض کہ جو اُن کے وسائل ہیں ملائکہ اور اللہ تعالےٰ کی کتابیں اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانا موقوف علیہ ہے بغیر اُن کے مبدأ و معاد پر ایمان قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے اور جب روح منور ہوجاتی ہے تو وہ اپنے حیز طبعی عالم نور اور عالم سرور کی طرف بے خود ہو کر کھنچتی ہے اور اپنے ساتھ اس جسم اور اس کے مایۂ عیش اور شہوات کے اور مال کے

صرف کرنے کا موقع بنی نوع کی نفع رسانی اور اُن کو ورطۂ ہلاکتِ جاودانی سے نکال کر کرسیِ سعادت پر بٹھلانے میں ہے اور اپنے محبوبِ حقیقی کا نام پاک زمین پر روشن کرنے میں اور اس رستہ میں جو سدِّ راہ ہیں اُن کے دُور کرنے میں ہے اور اس کا نام جہاد ہے۔ **جہاد** کیا ہے گویا جلتوں کو آگ میں سے نکالنا یا ڈوبتوں کو تھامنا ہے اس میں جان اور بدن اور مال تینوں صَرف ہوتے ہیں اور اُن کی پوری تہذیب اور آراستگی ہو جاتی ہے اور یہ لوگ گویا ہمیشہ کے لئے توحید اور حق پرستی کا نشان زمین پر چھوڑ جاتے ہیں یا سعادت کا مدرسہ یا حیاتِ جاودانی کا چشمہ جاری کرتے ہیں جس کے صلہ میں اُن کو سعادتِ عظمیٰ اور حیاتِ جاودانی عطا ہوتی ہے اس لئے اوّل اُن کے مساعیِ جمیلہ کو بیان فرماتا ہے آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللّٰہ الخ یہ تین کام ہوئے ایمان لانا، ہجرت کرنا، جہاد کرنا۔ اب اُن کے نتائج ذکر فرماتا ہے اولٰئک اعظم درجۃ عند اللّٰہ کہ اُن کا درجہ خدا تعالٰے کے نزدیک بہت بڑا ہے یہ ایک بات ہوئی واولٰئک ہم الفائزون اور وہی کامیاب اور بامراد ہیں یہ دوسری بات ہوئی یبشرہم ربہم برحمۃ منہ کہ اُن کا رب اپنی رحمت کی اُنھیں بشارت دیتا ہے (اپنی رحمت اور اُن کا ربِّ نعم جو کچھ مقامِ عشق میں لُطف دے رہا ہے بیان سے باہر ہے) یہ تیسری بات ہوئی جس میں تین چیزیں ہیں اوّل رضوانٌ اپنی خوشنودی کی بشارت کہ اللہ تعالٰے اُن سے ہمیشہ خوش رہے گا۔ دوم جنّت یعنی ایسے باغ ملیں گے کہ جن میں نعیم و ناز دائمی ہیں۔ سوم اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہ تینوں انعام تو اُن کے تین مساعیِ جمیلہ کے بدلہ میں تھے مگر اپنی طرف سے خدا تعالٰے ایک اور بڑھ کر انعام کا مژدہ سُناتا ہے وہ کیا اجرٌ عظیم اس کی تفسیر میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ اجرِ عظیم دیدارِ الٰہی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں۔ اس بشارت میں خلفائے اربعہ رضہ بدرجۂ اولٰے شامل ہیں۔ اب ان فضائل اور ان اوصاف کے مقابلہ میں تعمیرِ مسجد اور حاجیوں کو پانی پلانا

فضائل خلفائے اربعہ

کیا ہے۔ فرض کرو کہ کسی نے سونے کی مسجد بنائی اور شربت اور دودھ کی سبیل لگائی پھر کیا یہ کام ابقائے اسلام اور احیائے ملّتِ خیر الانام کے حق میں اشاعتِ علوم اور بنائے مساجد اور جہاد فی سبیل اللّٰہ کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ آج کل جو مسلمانوں کا ستارہ پستی پر ہے یہی وجہ ہے کہ اُن کو نیکی بھی نہیں آتی۔ ایک فریق جو حامیٔ قوم اور ریفارمر اُٹھا تو اُنھوں نے دین اور اسلام کو سلام کر کے محض انگریزی تعلیم اور اُن کی وضع کو وسیلۂ ترقی جانا اوّل تو اس میں حصولِ دنیا نہیں اور جو ہو تو اسلام کی پروا نہیں مرتد ہی کیوں نہ ہو جائے پر کوئی نوکری مل جائے۔ اگر ایسا ہو تو اسلامیوں کو کیا خوشی ہوگی۔ سیکڑوں عیسائی دولتمند ہیں ہوا کریں۔ نہ اُن کو خدا تعالٰی کے کلام اور پیغمبر علیہ السّلام کے علوم باقی رہنے کی فکر نہ اس کی کوئی تدبیر۔ دوسرا فریق ایسا اُٹھا کہ اُس نے بدعات میں سرگرمی کرنا باعثِ اجرِ عظیم سمجھ لیا ہے اُن کے نزدیک ابقائے اسلام اور کارِ خیر ہے تو یہ ہے برخلاف اُن کے مخالفوں کی مفید کوششیں کیا غضب ڈھا رہی ہیں کہیں زنانہ مدارس ہیں، کہیں واعظ ملکوں میں پھرتے ہیں، کہیں تصانیف کا بازار گرم ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا
ایمان والو! تم اپنے باپ اور بھائیوں کو

اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ
رفیق نہ بناؤ اگر

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ
وہ کُفر کو ایمان سے عزیز رکھیں اور

مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ
جو کوئی تم سے اُن کی رفاقت کرے گا تو وہی

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ
ظالم ہے۔ (اے نبی صلعم!) کہدو اگر تم کو اپنے باپ

وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ
اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں
وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ٱِقْتَرَفْتُمُوْهَا
اور کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں
وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ
اور وہ تجارت کہ جس کے مندا ہو جانے سے ڈرتے ہو اور وہ مکانات کہ
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
جنھیں تم پسند رکھتے ہو تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے
وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ
رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہیں تو تم انتظار
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ
کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لا دے۔ ۲۴
وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۴﴾
اور اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ
البتہ بہت سے موقعوں میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا ہے (خصوصاً)
وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
حنین کے دن جب کہ تم اپنی کثرت دیکھ کر اترائے پھر تو
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ
وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور باوجود وسیع ہونے
عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ
کے تم پر زمین تنگ آ گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر
وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ
بھاگ نکلے۔ پھر خدا تعالیٰ نے
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى
اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر تسکین بھیجی
الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے

وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ
اور کافروں کو سزا دی، اور یہ ہے
جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ
کافروں کا بدلہ۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ
جس کو چاہا توبہ نصیب کی۔ اور
اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾
اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

اولیاء جمع ولی مفعول لاتتخذوا ان شرط جملہ ماقبل دال بر جزاء۔ احبّ خبر کان یہ تمام جملہ شرط فتربّصوا جواب۔ یوم حنین مواطن سے بدل جو نصرکم کا ظرف ہے۔ اذ کا عامل نصر ہے تغن کا فاعل ضمیر جو کثرت کی طرف راجع ہے۔

تفسیر

مسلمانوں کو کفّار سے اعلانًا جنگ کا حکم دیا گیا جہاں فریق مخالف میں سے اُن کو اپنے بال بچوں کنبہ برادری سے لڑنا پڑتا تھا ایک شخص مسلمان اور باقی کافر دشمن اسلام ایسی صورت واقع تھی۔ اور نیز عمومًا ہجرت کا بھی حکم نازل ہوا تھا جس میں کنبہ بھائی بند جگر کے ٹکڑے چھٹتے تھے، تجارت بگڑتی تھی، افلاس کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ یہ ساری باتیں ایسی تھیں جو انسان کو فطرتی طور پر جہاد و ہجرت سے باز رکھتی تھیں مگر ملأ اعلیٰ میں دنیا پر راستی اور توحید کے انوار پھیلانے کا ذریعہ مسلمانوں کا مدینہ طیبہ میں مجتمع ہو کر جہالت اور کفر و بت پرستی کی سیاہی کو آب شمشیر سے دھونا قرار پا گیا تھا اس لئے بتاکید حکم دیا گیا یا ایہا الذین آمنوا کہ اے گروہ مومنین! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر پسند کریں تو تم اُن کو دوست

نہ بناؤ اور جو ایسا کرے گا وہ بے انصاف و ظالم ہوگا۔ اور اگر تم کو اپنے اقارب اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بہتر اور محبوب معلوم ہوں تو دیکھو پھر خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے یعنی تم پر بھی بلائے آسمانی نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ تم اپنی کثرت و شوکت پر نازاں نہ ہونا صرف مددِ آسمانی تمہارے ساتھ ہے جس نے تم کو بہت مواقع میں فتحمند کیا جہاں کہ تمہاری کچھ بھی قوتِ ظاہری نہ تھی اور خصوصاً جنگِ حُنین[لہ] میں کہ جہاں تمہارے پاس بہت کچھ سامان اور بہت لشکر تھا جس پر تم کو ناز ہوا تھا باوجودے کہ تمہارے مخالف کم تھے وہاں تمہارا ناطقہ بند ہو چلا اور تم پر زمین تنگ ہوگئی تھی وہاں تمہاری کثرت کچھ بھی کام نہ آئی آخر پھر ہم نے تم پر مددِ غیبی بھیجی تمہارے دل میں جرأت ڈالی اور تمہاری مدد کو ایسی فوج ملائکہ کی اُتاری جس کو تم نہیں دیکھتے تھے جس سے مخالفین کو مقہور کیا ان کے کفر کی وجہ سے پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے توبہ نصیب کی بھاگنے والوں کو بھی جو جنگ سے بھاگے تھے اور نیز کفار میں سے بھی داخلِ زمرۂ اسلام ہوئے۔

غزوۂ حنین میں ملائکہ کا نازل ہونا

ع ۵

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
مسلمانو! مشرک تو نرے گندے

نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے پاس نہ

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ
آنے پاویں۔ اور اگر تم کو تنگ دستی[عہ]

عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ
کا ڈر ہے تو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے ابھی

فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ
غنی کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار حکمت

حَكِیْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
والا ہے۔ ان لوگوں سے بھی لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ
ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ حرام سمجھتے ہیں اس چیز کو

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ
کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہو اور نہ دین حق کو

دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
قبول کرتے ہیں اور اہل کتاب سے (لڑو) جب تک کہ

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ
وہ ماتحت ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ

صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ
دیویں۔ اور یہودی کہہ چکے ہیں کہ

عہ کہ ان کے نہ آنے سے تجارت بند ہوجاوے گی ۱۲ منہ

لہ آٹھویں سال ہجری میں جب آنحضرت علیہ السلام نے مکہ فتح کیا تو دو ہزار اس وقت کے نو مسلم اور بہت سے انصار و مہاجرین جن کے مجموعہ کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں کوئی دس ہزار کوئی بارہ[۱۲] ہزار کہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف چلے جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے جب کہ مکہ فتح کیا تو ہوازن اور ثقیف جو وہاں دو قبیلے تھے انھوں نے ازراہ تکبر یہ کہا کہ محمدؐ نے مکہ کو فتح کر لیا وہاں کے لوگ جنگ سے ناآشنا تھے، ہم سے لڑے تو معلوم ہو۔ لیجئے اس سے پہلے ہم ہی اس پر گرتے ہیں۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا ثقیف کا کنانہ بن عبد یالیل انھوں نے تخمیناً چار ہزار سپاہی جمع کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں پہاڑ کی تنگ گھاٹیوں میں تیر اندازوں کو بٹھا رکھا تھا شنبہ کے روز شوال میں کوچ کیا اور لشکر اسلام ان گھاٹیوں میں آیا نو مسلم تیروں کی تاب نہ لا کر بھاگ اٹھے ان کے ساتھ مسلمان بھی بھاگ پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ عباسؓ اور ابو سفیانؓ بن حارث اور چند لوگ ٹھیرے رہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مُشت خاک اٹھا کر مخالفوں کی طرف پھینکی جس سے وہ آنکھیں ملنے لگے اور سب کی آنکھوں میں جا پڑی اور عباسؓ نے انصار و مہاجرین کو پکارا تو سب دوڑ پڑے اور ملائکہ آسمان سے ابلق گھوڑوں پر نمودار ہوئے کفار نے ہزیمت پائی مع مال و اسباب لشکر اسلام کے اسیر ہوئے ۱۲ منہ

عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى
عزیرؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے　اور نصاریٰ کہہ چکے ہیں کہ

الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ
مسیح ؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔　یہ تو اُن کی منہ کی

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ
باتیں ہیں　اپنے سے پہلے کافروں کی ریس

كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى
کیا چاہتے ہیں۔　خدائے انھیں غارت کرے کہاں

يُؤْفَكُوْنَ (۳۰) اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ
بہکے جاتے ہیں۔　انھوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے

رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ
احبار اور رہبانوں کو　اور

الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا
مریم کے بیٹے مسیح کو بھی رب بنا لیا،　اور اُن کو تو حکم یہی دیا گیا تھا

لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
کہ خدائے واحد کی پرستش کرتے رہیں۔　جس کے سوا اور کوئی خدا

هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۳۱)
نہیں، وہ اُن کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

ترکیب

نجس بفتح الجیم بمعنے ناپاکی نجاستہ العین، مصدر ہے مذکر مؤنث پر اطلاق ہوتا ہے۔ بکسر الجیم ناپاک نجاستہ حکمی خبر ہے المشرکون کی۔ المسجد الحرام لایقربوا کا مفعول بعد متعلق ہے لایقربوا سے عامہم سے بدل یا بیان ہے وان خفتم شرط فسوف الخ جواب ولا معطوف ہے باللہ پر باعادۃ الجار ولا یحرمون معطوف ہے لایؤمنون پر اور اسی طرح ولا یدینون۔ من بیان ہے الذین کا حتے غایۃ ہے قاتلوا کی۔

تفسیر

ان آیات میں دوؔ حکم صادر فرماتے ہیں **اوّل** یہ کہ مشرکین اس سال کے بعد کہ جس میں یہ حکم سُنایا گیا ہے مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ میں نہ آنے پاویں کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔ف نجس کے لفظ سے بعض علماء ظاہریہؔ نے مشرکین کو نجس العین سمجھا ہے کہ اُن کا ہاتھ بھی کسی پاک چیز سے لگنا درست نہیں۔ امامیہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ مگر جمہور علماء اسلام اور ائمۂ اربعہ کہتے ہیں کہ وہ نجس العین نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان کا کھانا پینا حلال کیا اور اُن کے برتنوں سے مسلمانوں نے قرنِ اوّل میں پانی لیا اور پیا اُن کی نجاست باطنی ہے یعنی کفر اور شرک اور ظاہری بھی ہے تو بقولِ قتادہؒ یہ ہے کہ وہ غسلِ جنابت نہیں کرتے ناپاکی سے احتراز نہیں کرتے۔ مسجد الحرام کے سوا اور مساجد میں داخل ہونے کی بابت اختلاف ہے۔ اہلِ مدینہ جمیع مساجد سے منع کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ و امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اور مساجد میں آنے کی ممانعت نہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہؓ بن اثال کو اپنی مسجد میں باندھا تھا اور وفدِ ثقیف کو وہیں اُتارا تھا۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ میں بھی داخل نہ ہونے دینے سے یہ مراد ہے کہ زور و شوکت کے ساتھ نہ جاویں۔ لفظ نجس تو یہی کہہ رہا ہے کہ مقاماتِ مقدسہ میں نہ جانے پاویں اور اسی پر علماء کا عمل ہے۔ (ک) **دوسرا حکم** یہ ہے کہ زمین پر توحید و راستی پھیلاؤ، اس کے مخالفوں کی شوکت توڑو، یہ اسلام کا اعلےٰ کام ہے۔ پس جب اسلامیوں کو اُن سے مقابلہ کی قدرت

ل یعنے بے اصل باتیں ہیں ۱۲ منہ　ک پہلے بُت پرست قومیں بھی اپنے دیوتاؤں کو ایسا ہی سمجھتی تھیں۔ مصر کے لوگ اور روم کے باشندے اور کنعان کی قومیں سو اُنھوں نے اُن کی پیروی اختیار کی ہے حالانکہ انبیاء بنی اسرائیل کی معرفت خدائے واحد کی پرستش کا حکم ہوا تھا ۱۲ منہ　ف اسلام میں بھی جو لوگ اپنے مشائخ اور اُن کی قبور سے ایسا کرتے ہیں کہ ان کو سجدہ کرتے اور قاضی الحاجات جانتے اور خلاف شریعت باتوں کو مانتے ہیں اسی میں داخل ہیں اتخذوا احبارہم الخ (ک) مگر علمائے دین اور ائمۂ مجتہدین کے ان فتووں کے پیرو جو وہ کتاب و سنت سے استنباط کر کے دیتے ہیں اس میں داخل نہیں ہو سکتے اُن کا مسائلِ مذکورہ میں اتباع خدا تعالیٰ اور رسولؐ کا اتباع ہے ۱۲ منہ

ہو تو اول اُن کو ہدایت کی طرف بلایا جاوے اور اگر نہ مانیں تو اُن کو اعلانِ جنگ کر کے اطاعتِ اسلام اور جزیہ[1] دینے پر مجبور کیا جاوے خواہ وہ کافر اہلِ کتاب ہوں یا مجوس خواہ کسی ملک کے ہوں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خاص عرب کے مشرکوں سے جزیہ نہ لیا جاوے یا وہ ملک چھوڑ دیں یا وہ اسلام قبول کریں اور عرب کے اہلِ کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے۔ پھر جزیہ کی مقدار میں کلام ہے۔ عطار اور یحییٰ ابن آدم و ابو عبید و ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ شرع نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جیسا موقع ہو اور جو قرار پا جاوے لیا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اہلِ یمن، اہلِ بحرین وغیرہ سے لیا وہ کوئی مقرر تعداد نہیں ہوتی مگر امام شافعیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حد معین کر کے ایک دینار اور امام ابوحنیفہؒ بارہ ۱۲، چوبیس ۲۴، اڑتالیس ۴۸ درہم علےٰ حسب استطاعت مقرر کرتے ہیں۔ اہلِ کتاب سے جنگ کرنا اور جزیہ یعنی رعیت بنا کر ٹیکس لینا فرمایا تھا اب ان کی وہ حرکاتِ ناشائستہ بیان فرماتا ہے جن کے سبب یہ حکم دیا گیا۔ اوّل یہود سے شروع کیا کہ انھوں نے عزیر علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا فرزند کہا تھا۔ یہ سب یہود نے نہیں کہا تھا بلکہ ایک خاص فرقہ نے جو بقولِ بعض علماء یہود بنی قریظہ تھے اور پھر نصاریٰ کا حال بیان فرماتا ہے کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا بیٹا قرار دیا۔ بجز بعض فریق نصاریٰ کے جملہ فرقوں کا آج تک یہی عقیدہ ہے۔ فرماتا ہے کہ یہ انھوں نے اپنے سے پہلے گمراہوں کی تقلید کی ہے وہ بھی اپنے معتقد علیہ بزرگوں کو بڑھاتے بڑھاتے خدا یا اُس کا بیٹا ہی بنا کر چھوڑتے تھے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی مار کہاں بہکے جاتے ہیں۔ خلافِ عقل و نقل بات پر اَڑ رہے ہیں اُس کے سوا اُن دونوں فرقوں نے ایک اور غضب ڈھا رکھا تھا۔ وہ یہ کہ یہود نے اپنے احبار یعنی مولویوں کو اور نصاریٰ نے راہبوں اپنے درویشوں کو اور مسیحؑ کو خدا بنا رکھا تھا۔ احبار و رہبان کو خدا بنانے کی

النصف

[1] جزیہ دینا ہی اُن کی ذلت ہے جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں نہ کہ اور زیادہ اہانت ۱۲ منہ

یہ صورت تھی کہ خلافِ عقل و خلافِ توریت و انجیل جو کچھ فتوے دیتے تھے اُس کو خدا تعالےٰ کے حکم کی برابر جانتے تھے۔ رومہ کے پوپ خدائی کرتے تھے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں

بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ

اور اللہ تعالےٰ تو اپنے نور کو پورا کئے بغیر

يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾

نہ رہے گا اور کافر پڑے بُرا مانا کریں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ

وہی تو ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب

كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا

کرے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے۔ ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ

والو! بہت سے احبار

وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ

اور رہبان تو لوگوں کا فریب سے مال کھا رہے

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے رستہ سے روک رہے

اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو سونا اور چاندی گاڑ کر

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ

رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالےٰ کے رستہ میں خرچ نہیں

اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ

کرتے سو ان کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دو جس دن کہ

يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ

اس مال کو دوزخ کی آگ سے تپایا جائے گا پھر اس سے اُن کی

یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ

پیشانیوں اور پسلیوں اور پیٹھوں پر داغ دیا جاوے گا۔

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا

(اور اُن سے یہ کہا جاوے گا کہ) یہ وہ مال ہے کہ جس کو تم اپنے لئے گاڑ گاڑ کر

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

رکھتے تھے تو اپنے جمع کئے (ہوئے مال) کا مزہ چکھو؛

ترکیب

ان یطفؤا مفعول یریدون یا اس کی تفسیر۔ لیاکلون خبر ہے ان کی ویصدون اس پر معطوف والذین مبتدا یکنزون خبر علیہا مفعول مالم یسم فاعلہ یحمٰی کا جو یوم کا معنےً عامل ہے اے یعذب۔ فی یحمٰی سے متعلق جباہہم الخ مفعول مالم یسم فاعلہ تکوٰی کا۔ بہا تکوٰی سے متعلق اُس کا آلہ ہٰذا مبتدا ماکنزتم الخ خبر۔

تفسیر

کافروں کے پہلے تین عیب قابلِ جنگ و تقررِ جزیہ بیان فرمائے تھے اوّل یہ کہ وہ دینِ الٰہی کے برخلاف چلتے ہیں اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ یہود نے عزیرؑ اور نصارٰی نے مسیحؑ کو اللہ تعالےٰ کا بیٹا کہا۔ نصارٰی تو اب تک مسیح کو اللہ تعالےٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہود میں سے یہ بات سب نے نہیں کہی تھی بلکہ مدینہ طیبہ کے بعض یہود نے اور بعض شام کے یہود بھی ایسا کہتے تھے جس لئے اس حماقت کا قوم پر الزام دیا گیا ہے چواز قومے یکے بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را۔ سوم یہ کہ وہ اپنے مشائخ اور درویشوں کے یہاں تک تابع ہوئے کہ اُن کو خدا تعالےٰ کی طرح حرام وحلال کرنے کا مجاز سمجھنے لگے باوجودے کہ ایسی باتوں کی ممانعت کی گئی تھی مگر نہ مانا پہلی قوموں کی مانند جاہل ہو گئے تاریکی میں پھنس گئے۔ اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو اُن کو تاریکی میں سر ٹکرانے سے نجات دینے کے لئے ایک چراغِ ہدایت روشن کیا تو اُس کو پھونک پھونک کر بجھانا چاہتے ہیں اپنے منہ کی بیہودہ باتوں اور لغو اعتراضات سے پیش آتے ہیں پر کیا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ تو اپنے نور کو پھیلا ہی کر رہے گا گو وہ اُس کو نہ چاہیں یعنی اُس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ سب غلط اور بُرا ادیان مذہب پر غالب ہو کر بنی آدم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے سو وہ دینِ حق کو غالب ہی کر کے رہے گا۔ چنانچہ صحابہؓ کے عہد میں ایسا ہو چکا یعنی وہ روشنی مشرق سے مغرب تک پھیل گئی اور عہد مہدی علیہ السلام میں پھر پھیلے گی۔ یہود و نصارٰی کے عالم اپنی کتابوں میں تحریف کرنے کے عادی تھے وہ لوگوں کو طرح طرح کے شبہات میں مبتلا کرتے تھے جیسا کہ آج کل مشنری کرتے ہیں۔ اب مسلمانوں کو اُن کے فریب سے اُن میں ایک خباثت کا نشان بتلا کر مطلع فرماتا ہے کہ وہ مکارانہ فریبوں سے مال مارتے اور اُس کو جمع کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کی راہ میں خود صرف کرنا نہیں جانتے جیسا کہ ہندوؤں کے برہمن اور پنڈت کرتے ہیں سو ایسے لالچیوں کی بات کا کیا اعتبار ہے؟ ایسے مال سے قیامت میں تپا کر اُن کے منہ اور پیٹھ اور پہلو پر داغ دیئے جاویں گے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور بعد زکوٰۃ دینے کے مال جمع کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے؛

ف یہود و نصارٰی کے احبار و رہبان جو کچھ جال پھیلاتے اور بہروپ بدلتے تھے سب مال و زر کے لئے تھا جس کا انجام جہنم میں داغ دیا جانا ہوگا۔ یہود و نصارٰی پر کیا موقوف ہے یہ مال و زر کی طمع ایسی بلا ہے کہ جس سے بشر بمشکل نجات پا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے بعض گروہ کو بھی اس مرضِ مہلک نے ہلاک کیا اور اولیاء کرام کا بہروپ بدل کر درویشوں، پیرزادوں نے وہ ڈھنگ بنائے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ کہیں میلہ، کہیں نذر و نیاز کا طریقہ اور پھر اُس بزرگ کے خوارق اختیارات کی حکایات اور پھر اُن علماء سوء کا ان کی تاویلات کرنا اور علمی قلعی چڑھا کر رواج دینا، کہیں راگ رنگ کی مجالس کو اور جملہ لہو ولعب کو دین بنانا اور بحث میں علمی زور دکھانا۔ پھر پیر جی کا خلافِ شرع اپنی تعظیم و تکرمت کے احکام جاری کرنا سجدہ کرانا، نذرانے وصول کرنا اور در پردہ شہوات و لذّات کے مزے اڑانا سب اگلے احبار و رہبانوں کی تقلید ہے۔ حق سبحانہٗ اپنے نبی پاک کی محبت اور اتباع نصیب کرے آمین ۱۲ منہ

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے
شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
اُس دن سے اللہ تعالیٰ کے دفتر میں تو مہینوں کا شمار بارہ۱۲
وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ
مہینے ہیں جن میں سے چار ادب کے مہینے ہیں۔ یہ رستہ تو
الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ
سیدھا ہے، سو تم ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر
أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً
ظلم نہ کرو (ناحق لڑکر) اور سب مشرکوں سے لڑو جس طرح کہ وہ
كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ
سب تم سے لڑتے ہیں۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ
پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ مہینے کا ہٹا دینا صرف
زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ
کفر کی بدعت ہے جس سے کافر دھوکہ دیئے جاتے ہیں کہ
كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا
کسی سال میں تو اس کو (لوند کے مہینے کو) حلال اور کسی سال میں حرام
لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا
سمجھ لیتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ
کرکے جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو حلال بنالیویں۔ اُن کی بدکرداریاں اُن کو بھلی کرکے دکھائی گئی ہیں۔
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ ٥ ع ٨
اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ترکیب

اثنا عشر ممیز شہراً تمیز یہ خبر ہے ان کی عدۃ اے عدد الشہور اسم ان فی کتاب اللہ صفت ہے اثنا عشر کی یوم کتاب کا معمول ہے کیونکہ یہ مصدر ہے منہا الخ جملہ صفت ہے اثنا عشر کی اور یہ جملہ مستانفہ اور حال بھی ہو سکتا ہے النسیٔ کی خبر زیادۃ فی الکفر اس کی صفت یضل صفت ثانی یحلونہ جملہ صفت ہے فاعل کفروا کی لیواطئوا اے لیوافقوا عدۃ اے عدد۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبان کو خدا بنالیا یعنی حرام و حلال کرنے کا مجاز سمجھا۔ یہاں مشرکینِ عرب کی طرف خطاب ہوتا ہے کہ وہ کیا اس بات سے خالی ہیں؟ پھر اُن باتوں میں سے ایک بات بیان فرماتا ہے جو جہاد و قتال سے مناسب تھی۔

وہ یہ کہ عہدِ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ ان چار۴ مہینوں کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ ان میں مار دھاڑ چڑھائی سب موقوف ہوجاتی تھی کوئی اپنے دشمن کو بھی نہ چھیڑتا تھا، امنِ عام ہوجاتا تھا اور وہ مہینے یہ تھے ذوالقعدہ۱، ذی الحجہ۲، محرم۳، رجب۴ لیکن اُس کے ساتھ ایک عجیب بدعت بھی ایجاد کر رکھی تھی کہ جب اُن کو کسی سے لڑنے بھڑنے کی ضرورت آپڑتی تو ان میں سے ایک مہینے کو ہٹا دیتے تھے مثلاً محرم کو صفر کے بعد ڈال دیتے تھے اور باوجودیکہ لڑنا منع تھا محرم کو صفر قرار دے کر لڑتے بھڑتے۔ اور یہ ایجاد بعض کہتے ہیں کہ بنی کنانہ میں سے ایک شخص نعیم بن ثعلبہ کا تھا اُس کے جانشینوں میں سے حضرت کے عہد تک جنادہ بن عوف زندہ تھا۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں اس کا مُوجد عمرو بن لُحی تھا جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے اُس کو جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتے دیکھا۔ (صحیح مسلم)۔

اس کے ردّ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتابِ الٰہی یعنی لوحِ محفوظ میں تو جس دن سے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں بارہ۱۲ مہینے ہیں جن میں سے یہ چار۴ حرام ہیں یعنی واجب الاحترام سو

ان میں لے مسلمانو! زیادہ تر احتیاط کرو ظلم نہ کرو اور
جب کفار تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو (النسی مصدر
کالحریق وقیل مفعول کالجریح من النسیۃ بمعنے التاخیر ومنہ
النسیۃ فی البیع وقیل من النسیان علےٰ معنی المتروک) اور مہینے کا
ہٹا دینا کفر کی رسم ہے حرام کو حلال کرنے کے لئے۔ بعض کہتے
ہیں کہ سردی گرمی کے موسم کا لحاظ کرکے قمری مہینوں کو شمسیوں
کے مطابق کرتے تھے تاکہ حج موسمِ خاص میں آیا کرے۔ چنانچہ
جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو ہر مہینہ
قمری اپنے اصلی موقع پر تھا تب آپ نے فرمایا کہ الا ان الزمان
قد استدار کہیئتہٖ الحدیث (بخاری)۔ اکثر علماء کے نزدیک
اسلام میں ان چار مہینوں کی کوئی خصوصیت باقی نہیں ہر مہینہ
میں گناہ اور ظلم ممنوع ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی زیادہ رعایت
ہے اگر کافران میں چڑھائی نہ کریں تو ابتداءً مسلمانوں کو بھی
ان مہینوں اور مسجد الحرام کے پاس جنگ نہ چاہیئے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ
ایمان والو! تمھیں کیا ہوا کہ جب تم کو
لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ
خدا تعالےٰ کی راہ[1] میں باہر چلنے کو کہا جاتا ہے تو تم
إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ
زمین پر لیٹے جاتے ہو۔ کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو
الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ
پسند کر بیٹھے ہو۔ سو آخرت کے مقابلہ میں
الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (٣٨) إِلَّا
دنیا کی آسایش ہے کیا بہت ہی کم۔ اگر
تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَ
تم باہر نکلوگے تو خدا تعالےٰ تم کو دردناک عذاب دے گا اور
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ
تمھارے بدلہ اور لوگوں کو پیدا کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ
شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٣٩)
سکوگے۔ اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ
اگر تم رسولؐ کی مدد نہ کروگے (تو کیا ہوگا) خود اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر چکا ہے جبکہ
أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ
اس کو کافروں نے (اس طرح) نکال دیا تھا کہ دو میں دوسرا یہی تھا
إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اس وقت وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
کہ کچھ غم نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اس پر
سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ
اپنی تسکین نازل کی اور اس کی ایک ایسے لشکر سے مدد کی کہ
تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا
جس کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کی بات کو ھیٹا
السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَ
کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کی بات اونچی ہے۔ اور
اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٤٠)
اللہ تعالےٰ زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

اثاقلتم الکلام فیہا مثل الکلام فی ادارآتم ماضی بمعنے مضارع
اے مالکم تتثاقلون اور موضع اس کا نصب ہے اے ای
شئی لکم فی التثاقل من الآخرۃ فی موضع الحال اے بدلاً
من الآخرۃ۔ ثانی اثنین حال ہے نصرہ کی ضمیر مفعول سے اے
احد اثنین والآخر ابوبکر اذ بدل ہے پہلے اذ سے اذ یقول
بدل ثانی ہے۔

تفسیر

ہجرت کے نویں سال آنحضرت علیہ السلام نے غزوۂ طائف سے

[1] جہاد میں۔

واپس آتے ہی جنگِ تبوک کا اعلان کر دیا تھا کیونکہ شام سے ایک قافلہ نے آکر خبر دی تھی کہ ہرقل شاہِ روم کو اس کے خوشامدیوں نے یہ خبر دی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور اُس کے ملک میں قحط ہے، لوگ پریشان بے سر و سامان ہیں ایسے وقت میں اس کا ملک آسانی سے ہاتھ آسکتا ہے۔ اس لئے اُس نے ایک شخص **قباد** کو چالیس ہزار فوج کا کمان افسر مقرر کیا اور عرب کے نصرانی قبائل لخم و جذام و عاملہ و غسان وغیرہ کو مدد کے لئے معین کیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے یہ خبر پاکر لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کیا اور مسلمان قبائلِ عرب میں نقیب بھیجدیئے کہ جلد مع ساز و سامان آویں۔ چونکہ اس سال قحط تھا اور وہ دن گرمی کے تھے اور کھجوروں کا موسم تھا اور سفر بھی دُور کا تھا اور شاہِ روم سے مقابلہ کی خبر تھی مسلمانوں میں نہایت تنگدستی تھی کہ فقراء صحابہؓ میں دس کے پاس ایک سواری اور کرم خوردہ اور سڑی ہوئی چربی کے سوا خوراک نہ تھی منزلوں پانی نہ تھا اس لئے اس کو غزوۃ العُسرۃ و جیش العُسرۃ و غزوۃ فاضحہ بھی کہتے ہیں کہ جس میں منافقوں کی فضیحت ہوئی ان وجوہ سے لوگ خصوصاً منافقین آرام طلب چلنے سے درنگ کرتے تھے تب یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا نازل ہوئی جس میں مسلمانوں پر تہدید و تاکیدِ شدید ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اُس سخت وقت میں مدد کی ہے کہ جب اُس کے پاس کوئی سامان بھی نہ تھا اور وہ واقعہ آنحضرت علیہ السلام کی ہجرت کا ہے جس کی تشریح صحیح بخاری و دیگر کتب میں بہت کچھ ہے جس کا خلاصہ جو آیت کے الفاظ سے متعلق ہے یہ ہے کہ جب مکہ میں کافروں کا ظلم و ستم حد سے گزر گیا اور دار الندوہ میں جمع ہو کر آپ کے قتل کی تدبیر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس راز سے ابو بکرؓ کو مطلع کیا تو شب کو موقع پاکر دونوں صاحب جبلِ ثور میں جو مکہ مکرمہ سے تخمیناً تین میل ہے ایک غار ع ۵ ۶ ۱۲

میں آچھپے آپؐ کے ساتھ دوسرے صرف حضرت ابو بکرؓ تھے ثانی اثنین، اس جگہ تین رات رہے۔ کفارِ قریش ڈھونڈھتے ہوئے آئے اُن کے پاؤں اوپر پھرتے چلتے غار میں سے دکھائی دیتے تھے تو حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خیال کر کے کہ مبادا کہ گرفتار ہو جاویں غم کرتے تھے جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کچھ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تب اللہ تعالیٰ نے اُس پر اطمینان نازل کیا اور ملائکہ کی فوج سے مدد کی جو کفار کو اُدھر سے اُن کے دل میں خیالِ واپسی پیدا کر کے واپس کرتے تھے۔ آخر کافروں کی بات پست ہوئی اور خدا تعالیٰ کا بول بالا ہوا وہ نور جو فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا تھا آخر کار تمام عالم میں پھیلا۔ وہ حکمت والا زبردست ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا
ہلکے اور بوجھل ہو کر (یعنی سامان اور بے سامانی کے غرض ہر حال میں) جہاد کے لئے نکلو

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرو۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۴۱)
یہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
اگر سر دست نفع ہوتا اور سفر بھی کم ہوتا تو وہ

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
آپؐ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو دُور دراز کی مشقت دکھلائی

الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
دی۔ اور وہ ابھی اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم کو

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
قدرت ہوتی تو آپؐ کے ساتھ نکلتے (جھوٹی قسمیں کھا کر) اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۴۲) ع
اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

عفا الله عنك ۚ لم اذنت لهم حتى

الله تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ان کو اجازت ہی کیوں دی

يتبين لك الذين صدقوا وتعلم

یہاں تک کہ آپ کو سچے خود ہی ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو (الگ)

الكاذبين ﴿۴۳﴾ لا يستأذنك الذين

معلوم کر لیتے۔ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے

يؤمنون بالله واليوم الآخر أن

ہیں وہ تو اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے میں آپ سے

يجاهدوا بأموالهم وأنفسهم ۗ و

(گھر رہنے کی) اجازت نہیں مانگتے [له]۔ اور

الله عليم بالمتقين ﴿۴۴﴾ إنما يستأذنك

اللہ تعالیٰ ہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے رخصت تو وہی

الذين لا يؤمنون بالله واليوم

مانگا کرتے ہیں کہ جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت

الآخر وارتابت قلوبهم فهم في

پر اور ان کے دل میں شک پڑے ہوتے ہیں سو وہی اپنے

ريبهم يترددون ﴿۴۵﴾ ولو أرادوا

شک میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ اور اگر باہر نکلنا چاہتے تو

الخروج لأعدوا له عدة ولكن

اس کی کچھ تیاری بھی کرتے لیکن خود اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا

كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل

اٹھنا پسند نہ ہوا سو ان کو بہلا دیا اور کہہ دیا گیا کہ اور بیٹھنے والوں کے

اقعدوا مع القاعدين ﴿۴۶﴾ لو خرجوا

ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔ (اور اگر تمہارے ساتھ

فيكم ما زادوكم إلا خبالا ولا

نکلتے بھی تو تم میں کچھ خرابی ہی پیدا کرتے اور تم میں فتنہ

أوضعوا خلالكم يبغونكم الفتنة ۚ

پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے۔

وفيكم سماعون لهم ۗ والله عليم

اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں

بالظالمين ﴿۴۷﴾ لقد ابتغوا الفتنة

کو خوب جانتا ہے۔ انہوں نے پہلے بھی فتنہ پیدا کرنا

من قبل وقلبوا لك الأمور حتى

چاہا تھا اور آپ کے لئے (بہت کچھ) جوڑ توڑ

جاء الحق وظهر أمر الله وهم

لگائے تھے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا

كارهون ﴿۴۸﴾

اور وہ ناخوش ہی رہ گئے۔

ترکیب

خفافاً و ثقالاً حال ہیں ضمیر فاعل انفروا سے لو کان کا اسم محذوف اے ما دعوتھم الیہ عرضاً خبر جملہ شرط لاتبعوک جواب حتیٰ متعلق ہے محذوف سے اے ہلا اخرتھم الیٰ ان یتبین، والباقی واضح۔

تفسیر

آخر آنحضرت علیہ السلام کے پاس تیس ہزار لشکر جمع ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ستر ہزار۔ تو پنجشنبہ کے دن رجب کے مہینے میں نویں سال آپ نے کوچ کیا۔ ادھر منافق ہیں کہ ہر منزل سے اجازت لیتے اور بہانے بناتے اور پیچھے رہے جاتے ہیں۔ بہتوں نے مدینہ طیبہ ہی میں عذر کرنے شروع کر دیئے ہزاروں جھوٹی قسمیں کھانی شروع کیں کہ ہمیں یہ عذر ہے، یہ ضرورت ہے، ہم کو چلنے کی طاقت نہیں۔ بخدا اگر طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو باہر نکلنے اور جہاد کرنے کا حکم دے کر ان منافقوں کے عذرات بارد کو رد فرماتا ہے کہ اگر غنیمت ہاتھ لگتی اور پاس کا سفر ہوتا تو آپ کے ساتھ چلتے۔ وہ ابھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ

[له] کہ اجازت مانگ کر بہانہ بنا کر جہاد سے بیٹھ رہیں ۱۲ منہ

اگر ہمیں قدرت ہوتی تو چلتے اور آپؐ سے اجازت مانگتے ہیں اگر آپؐ اجازت نہ دیتے تو خود پیچھے رہ جاتے ان کا جھوٹ سچ معلوم ہوجاتا اور بے ایمان لوگ اجازت مانگتے ہیں ایمانداروں کا کام نہیں۔ اگر آپؐ کے ساتھ جاتے بھی تو کیا کرتے جھوٹی خبریں اُڑاتے جیسا کہ پہلے بھی کر چکے ہیں الخ۔ انفروا خفافاً و ثقالاً، حسنؒ و ضحاکؒ و مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جوان اور بڈھے سب چلیں۔ بعض کہتے ہیں ملکے سے مراد تنگدست اور بھاری سے غنی۔ بعض کہتے ہیں کہ سامان لے کر اور بے سامان بھی، یا پیادہ اور سوار یعنی ہر حال میں چلو۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا
اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ

تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ
ڈالئے۔ دیکھو فتنہ[1] میں تو خود ہی پڑے ہوئے ہیں۔

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾
اور بیشک کافروں کو جہنم نے گھیر رکھا ہے۔

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن
اگر آپؐ کو بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو رنجیدہ کرتی ہے، اور جو آپؐ کو

تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا
کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا

أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ
کام ٹھیک کر رکھا تھا اور خوشیاں کرتے ہوئے جاتے

فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا
ہیں۔ کہدیجئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے

كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ۖ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى
اس کے سوا ہم پر کوئی مصیبت نہیں پڑے گی، وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی

اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ
ہمارا کارساز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ بھی کرنا چاہیے۔ (اور) کہدیجئے

هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى
تم تو ہمارے حق میں دو خوبیوں میں سے ایک نہ ایک کا انتظار

الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ
کرتے رہو۔ اور ہم تمہارے حق میں اس بات کا انتظار کرتے ہیں

أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ
کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی اپنی طرف کا عذاب بھیجے یا ہمارے

عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا
ہاتھوں سے کوئی سزا دلائے۔ سو انتظار کرو

إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنفِقُوا
ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ (اور یہ بھی) کہدیجئے کہ تم خوشی

طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ
سے دو یا بے دلی سے تمہاری خیرات تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔

إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا
کیونکہ تم ایک فاسق قوم ہو۔ اور ان کی خیرات

مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ
قبول نہ ہونے کی سوا اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ انھوں نے

إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا انکار کردیا ہے

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ
اور وہ نماز کو بھی آتے ہیں تو محض سستی سے

وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٥٤﴾
اور کچھ دیتے بھی ہیں تو محض بُرے دل سے۔

ترکیب

منہم خبر ہے من یقول کی اور جملہ معطوف ہے کلام سابق پر۔ ان تصبک شرط تسوہم جواب الا ما فاعل یصیب کا ان یصیبکم مفعول ہے نتربص کا بکم اس سے متعلق۔ ان تقبل کا مفعول مالم یسم فاعلہ نفقاتہم جملہ موضع نصب میں ہے بدل ہو کر مفعول منہم سے۔

[1] یعنی رسولؐ کی نافرمانی کیا کم فتنہ ہے ۱۲ منہ

تفسیر

منافقوں میں سے ایک شخص جد بن قیس تھا اس نے یہ عذر کیا کہ میں رُومی عورت دیکھ کر صبر نہیں کرسکتا مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے، اجازت دیجئے، آپؐ نے تُرش رُو ہوکر فرمایا اجازت ہے۔ ومنهم من يقول میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ باقی اُن کے حالات ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ ہمارے لئے دوؔ خوبیوں میں ایک تو ضرور ہے یا شہادت یا فتح و غنیمت۔ بعض منافق خود نہ جاتے تھے روپیہ اور سامان بُرے دل سے دیتے تھے اُن کی نسبت فرمایا یہ قبول نہ ہوگا۔ آخر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الوداع میں آکر لشکر کی ترتیب دی تو بڑا جھنڈا ابوبکر صدیق رضؓ کو دیا اور ایک نشان زبیرؓ بن العوام کو اور ہر قبیلہ کا ایک جُدا نشان مقرر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو پیچھے مدینہ طیبہ میں خبرگیری کے لئے چھوڑا۔ یہ لشکر ہرقل کے مقابلہ میں چلا اور مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان جو **تبوک** ایک قلعہ یا پانی کا چشمہ تھا مدینہ طیبہ سے چودہ ۱۴ منزل جہاں ہرقل کے لشکر سے مقابلہ ہونے کی خبر تھی وہاں دو ۲ مہینے یا بقول بعض بیس ۲۰ روز یا بقول بعض بارہ ۱۲ روز قیام کرکے ہرقل کے لشکر کا انتظار کیا۔ چونکہ ہرقل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ نبوت کُتبِ سابقہ سے معلوم تھے اور وہ پہلے سے معجزات وخرقِ عادات سُن چکا تھا اس لئے اس کا حوصلہ نہ پڑا۔ آنحضرت علیہ السلام سالماً غانماً مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ اس معرکہ اور سفر میں لوگوں نے بہت سے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے اس لشکر کشی سے نہ تنہا عرب بلکہ اطراف و جوانب عرب میں بھی شوکتِ اسلام نمودار ہوگئی۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ط

پس آپؐ اُن کے مال اور اولاد سے تعجب [1] نہ کریں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

خدا تعالےٰ یہی چاہتا ہے کہ اُن کو اس سے دنیا کی زندگی میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ

بھی عذاب دے اور مریں بھی تو بے ایمان ہی

هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

مریں۔ اور اللہ تعالےٰ کی قسمیں کھاتے

اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ

ہیں کہ ہم تو تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایک قوم

قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً

(ظاہر و باطن میں) فرق رکھنے والی ہے۔ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی

اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ

غار یا سر گھسانے کی جگہ مل جائے تو رسّیاں تڑاتے ہوئے اسی کی طرف دوڑ

وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پڑیں۔ اور کچھ ان میں سے ایسے بھی ہیں

يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج فَاِنْ اُعْطُوْا

جو آپؐ پر زکوٰۃ کی تقسیم میں الزام لگاتے ہیں۔ پھر اگر ان کو بھی اس میں سے (ان کی

مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

خواہش کے موافق) مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً ہی بگڑ

يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ

بیٹھتے ہیں۔ اور اگر اسی پر راضی ہو جاتے کہ جو اللہ تعالےٰ

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا

اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا۔ اور (یہ) کہتے کہ

اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ

ہم کو اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ ہم کو اپنے فضل سے

[1] یعنی اس نافرمانی پر جو اُن کو مال اور اولاد کی ترقی ہے اس سے حیرت نہ کرو کہ نافرمانی میں کیوں پھلتے پھولتے ہیں؟ یہ اس لئے کہ یہ اولاد اور مال ان کے لئے وبال ہے دنیا کا بھی کہ اس کے تلف ہونے پر جو لازمی بات ہے ان کو سخت صدمہ پہنچے اور آخرت کا بھی کہ مریں تو بدنصیب اسی دُھن میں بے ایمان ہی مریں ۱۲ منہ

ع ۱۷ / ۱۳

وَرَسُولُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾
اور دے گا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی سے رغبت رکھتے (تو بہت بہتر ہوتا)۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ
زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
اور اس کے ملازموں کے لئے ہے اور جن کے دل پرچاسئے جاتے ہیں ان کے

وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ
اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اور قرض داروں کے لئے اور خدا تعالیٰ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
راہ میں اور مسافروں کے لئے ہے۔ (یہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾
مقرر ہو چکا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَ
اور اُن میں سے وہ بھی ہیں جو نبیؐ کو ایذا دیتے ہیں اور

يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ
کہتے ہیں کہ وہ کانوں کا کچا ہے۔ (سو اُن سے) کہدیجئے وہ تو تمھاری

لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
بہتری کو بہت جلد سُنتا ہے (اور) اللہ پر یقین رکھتا ہو اور مسلمانوں کی بات مانتا ہے

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ
اور جو تم میں سے ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اور

الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ
جو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو ستاتے ہیں اُن کے لئے دُکھ کی

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
مار ہے۔ وہ تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں

لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ
کھایا کرتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ بھی

اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ النصف
راضی رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں، اگر وہ ایمان رکھتے ہوں۔

ترکیب

تزہق منصوب ہے معطوف ہے یعذب پر ان مقدر ہے۔ لو یجدون شرط ہے لولوا جواب منہم خبر مقدم ہے من یلمزک کی اذا مفاجات کے لئے ظرف زمان یہ ف کی جگہ جواب شرط میں واقع ہے ہم مبتدا یسخطون خبر اور یہ اذا کا عامل ہے للفقراء الصّدقات کی خبر والمساکین و مابعدہا اس پر معطوف اذن خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہو ویقرء بالاضافۃ والتنوین ؛

تفسیر

اُن کے قبائح اور دارِ آخرت سے محرومی ذکر فرما کر اُن کے مال و اولاد کا انجام کار ذکر کرتا ہے کہ جس پر بیشتر دنیاداروں کو ناز اور افتخار ہوتا ہے کہ اے دیکھنے والے تو اُن کے مال و اولاد کو دیکھ کر تعجب وحیرت نہ کر، یہ اُن کے لئے دنیا میں باعث عذاب ہوگا یا بایں معنے کہ اُس کی محبت میں گرفتار ہو کر مصائب میں مبتلا ہوں گے یا یہ اولاد کی موت اور ناہنجاری کی وجہ سے بھی اُن کو رنج پہنچاوے گی، مال میں رُوح لٹکی رہے گی۔ اب ان کے اور چند بدخصائل ذکر فرماتا ہے۔ **اوّل** یہ کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہیں اور حال یہ ہے کہ اگر اُن کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتے تو وہیں چلے جائیں۔ **دوم** یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تقسیم صدقات وزکوٰۃ وغنائم میں الزام لگاتے ہیں۔ وہ الزام چند وجہ سے تھے بعض اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب حاجت وحسب مصالح جو لوگوں کو کم زیادہ دیتے دیکھتے تھے اُس پر اُن کو اعتراض تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غنائم تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص بنی تمیم میں سے جس کا نام حرقوص بن زہیر اور لقب ذوالخویصرہ تھا آیا اور کہا انصاف کیجئے، الحدیث۔ اور بعض

اس طور سے کہ زکوٰۃ لینا بے فائدہ بات ہے پیغمبر کو کیا پڑی جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور پھر اس کو تقسیم کرے (آج کل کے پوادر بھی یہی کہتے ہیں) اول تو ان کا یہ جواب دیا کہ یہ اعتراض اُن کا خود غرضی سے ہے اگر خود ان کو مل جائے تو خوش ہو جائیں ورنہ ناراض۔ دوسرا جواب اصلی یعنی اس کام کی مصلحت بضمن مصارف بیان فرمائی کہ ان صدقات کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنے اقارب کے لئے نہیں لیتے بلکہ دنیا میں خدا تعالےٰ کے نائب بن کر اُس سے بیچاروں اور درماندوں کی حاجت روائی اور سلطنتِ آسمانی کا انتظام کرتے ہیں کیونکہ صدقات فقراء ومساکین وغیرہ آٹھ جگہ دیئے جاتے ہیں سوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت کچھ باتیں بناتے ایذا دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ کچھ پروا نہیں محمد اُذن ہے یعنی جو سُنتا ہے باور کر لیتا ہے ہم انکار کر دیتے ہیں وہ اس کو بھی باور کر لیتے ہیں۔ منجملہ ان منافقوں کے ایک جلاس بن سوید اور نبتل بن حارث تھا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس کا شنوا ہونا تمہاری بہتری کے لئے ہے، آگے وجوہ بہتری فرماتا ہے یؤمن الخ؛

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ؐ کو ناخوش

رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے کہ جس میں

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ

ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔ منافق ڈر رہے

الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ

ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے جو اُن کے

تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ

دل کی بات ظاہر کر دے۔ کہو

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا

ہنسا کرو۔ اللہ تعالےٰ وہ بات ظاہر ہی کر دے گا جس سے تم

تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ

ڈرتے ہو۔ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں گے تو کہدیں گے

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ

کہ ہم تو صرف ہنسی دل لگی کرتے تھے۔ تو (اے نبی ؐ) کیا ہنسی بھی

وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾

کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول ؐ ہی سے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ

بہانے مت بناؤ تم ایمان لا کر ضرور کافر ہو چکے۔

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ

(اچھا) اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں گے تو دوسرے گروہ

ع ۱۴/۷ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ ع

کو اس لئے عذاب دیں گے کہ وہ تو مجرم ہی تھا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب آپس میں ایک

وقف لازم مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ

ہیں جو بری باتیں (یعنی کفر) بتاتے اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ

اچھی باتوں سے (یعنی ایمان و اسلام لانے) روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سکیڑ

اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ

لیتے ہیں۔ (خیرات نہیں کرتے) اللہ تعالےٰ کو بھول گئے سو اللہ تعالےٰ بھی انھیں بھول گیا۔ کچھ

ف آٹھ یہ ہیں فقراء مساکین اور مسکین فقیر سے بھی زیادہ محتاج ہے عاملین یعنی زکوٰۃ کے وصول کرنے والے اُن کی تنخواہ اس میں سے دی جاتی ہے مؤلفۃ القلوب یعنی وہ لوگ کہ جن کو اسلام کی طرف ممنون احسان کر کے لایا جاتا تھا جیسا کہ ابوسفیان وحارث بن ہشام وسہیل بن عمرو وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے مگر اب ایسے لوگوں کو دینا کچھ ضروری نہیں ان کا حصہ ساقط ہو گیا غلاموں کے آزاد کرانے میں۔ قرضداروں کو۔ فی سبیل اللہ یعنی جہاد اور مصالح ملکی میں اور مسافروں کو ان میں سے جس کی زیادہ ضرورت سمجھی جائے دیا جائے ۱۲ منہ

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ

شک نہیں کہ منافق بڑے ہی بد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ

نے منافق مردوں اور عورتوں اور کفار سے

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ

دوزخ کا وعدہ کر لیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے یہی ان کو بس ہے۔

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار کردی اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ

جس طرح کہ تم سے پہلے امت (ہلاک ہوئی) جو تم سے (بھی) بہت زیادہ

مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا

قوی اور (تم سے) زیادہ مال اور اولاد رکھتی تھی۔

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

اپنا حصہ برت گئے۔ سو تم نے (بھی) اپنا حصہ

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ

برت لیا جیساکہ تم سے پہلوں نے (بھی) اپنا حصہ

قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ

پا لیا۔ تم نے ہنسی کی جیساکہ انھوں نے ہنسی

خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

کی تھی۔ یہی وہ ہیں کہ جن کی کمائی دنیا اور

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

آخرت میں کلیا میٹ ہو گئی۔ اور یہی خسارہ میں پڑے

الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ

ہوئے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان سے پہلوں کی خبریں

مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ

نہیں آئیں؟ نوح ؑ اور عاد کی قوم کی اور

ثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ

ثمود اور قوم ابراہیم ؑ کی اور مدین کے

مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

باشندوں کی اور ان کی کہ جن کی بستیاں الٹی گئیں۔ ان کے رسول ان کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

معجزات لے کر آئے۔ پھر خدا تعالیٰ ان پر کاہے کو ظلم کرنے لگا تھا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ

ایماندار مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے

اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

رفیق ہیں۔ اچھی باتیں سکھاتے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ

اور بری باتوں سے منع کرتے رہیں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ

پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ

اس کے رسول ؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ ان پر رحمت

وقف لازم

عہ المؤتفکات المنقلبات یقال افکہ فائتفک ای قلبہ فانقلب والمادۃ تدل علی التحول والصرف ومنہ قولہ تعالیٰ یؤفک عنہ من افک ۱۲۔

ف منافق کئی طرح کے تھے ایک تو بالکل اسلام کے منکر مگر کسی مصلحت سے اسلام قبول کر لیا تھا یہی تمسخر اور سنتے طعن کرتے تھے اور دوسرے شکی کہ کچھ اسلام کو بھی برحق جانتے تھے وہ کمبخت ان اول قسم کے منافقوں کے کہنے سننے میں آکر ان کی باتوں میں شریک ہو جایا کرتے تھے پھر جب ان پر تنبیہ ہوتی تو حیلے بہانے اور عذر کرنے لگتے کہ یوں تھا اور یہ تھا۔ فرماتا ہے خیر اچھا اگر ہم نے تمہارے عذرات قبول بھی کر لئے تو اس سے تو وہی لوگ معاف کئے جاویں گے جو دوسروں کے کہنے سننے میں آکر شریک ہو گئے تھے مگر وہ لوگ جو بانی مبانی اور دل میں اسلام کے بدخواہ ہیں ضرور ہی سزا پاویں گے اپنے جرم کے بدلہ میں۔ پھر فرماتا ہے کہ بعضہم من بعض کہ یہ سب آپس میں ایک ہیں "سگ زرد برادر شغال" سب کج طبع بد باطن ہیں اچھے کاموں کے بدلہ برے پسند کرتے ہیں، فرماتا ہے کہ ان کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہے ان سے پہلی امتوں میں بھی ایسے تھے یہ بھی ان کی روش پر چل رہے ہیں پھر جو ان کا انجام ہوا ان کا بھی ہوگا ۱۲ منہ

اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ

کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔　اللہ تعالیٰ

اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

نے ایماندار مردوں　اور عورتوں سے　لیے　باغوں کا وعدہ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

کرلیا ہے کہ جن کے نیچے　نہریں بہہ رہی ہیں اُس میں ہمیشہ رہا

وَمَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ

کریں گے اور ہمیشہ کی بہشت میں اچھے مکانوں کا بھی (وعدہ کرلیا ہے)۔ اور

رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ ؕ ذٰلِکَ هُوَ

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر (ہوگی)۔ یہ ہے بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (ع)

کامیابی۔

ترکیب

انہ جملہ قائم مقام دو مفعولِ یعلموا کے من شرطیہ موضع مبتدا میں فان جواب ان کا فتح مشہور ہے، یہ خبر ہے بتدا محذوف کی لے فجزاؤہم ان لہم نار الخ اسیم ان لہٗ اس کی خبر ان تنزّل موضع نصب میں ہے یحذر کا مفعول ہوکر باللہ اور اُس کے معطوفات مجرور ہیں ب کے جو تستہزؤن سے متعلّق ہے۔

تفسیر

ان آیات میں منافقین کے حالات ذکر کرکے اُن پر تہدید و تنبیہ کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ کا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور یہ بات بھی کہ اُن کے مرد و عورت یکساں ہیں جیسے مرد خبیث بے دین ہیں اُسی طرح عورتیں بھی جو کہ منافق اور بے دِین ہیں بُری باتوں کی تعلیم کرنے والیاں ہیں بھلی باتوں سے منع کرتی ہیں۔

منجملہ اُن کے حالات و اقوالِ ذمیمہ کے (جو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ مخلصین کے حق میں کہتے تھے جنگِ تبوک سے پیچھے رہ کر اعنی مدینہ طیبّہ میں بیٹھ کر اور نیز فوج میں شامل ہوکر جو کہ شرماشرمی چلے گئے تھے) ایک یہ کہ وہ تحقیر اِسلام کرتے اور گستاخانہ کلمات بکا کرتے تھے جن پر بسا اوقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بذریعۂ وحی مطلع کئے جاتے تھے۔ پھر جب پوچھا جاتا تھا تو کہدیتے تھے کہ ہم تو ہنسی دل لگی کے طور پر کہتے تھے۔ پس جب وحی نازل ہوتی تھی تو آیات سے بہت ڈرتے تھے کہ کہیں وہ باتیں آشکارا نہ ہوجائیں اور ہمارے دل کے راز نہ کھُل جائیں اس کی طرف یحذر المنافقون الخ میں اشارہ فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیوں ناحق کے عذر کرتے ہو تم کافر ہوچکے اگر تمہارا ظاہری کچھ ایمان تھا بھی تو وہ رخصت ہوا۔ اسی جگہ سے علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ جو دینِ محمدیؐ کے ساتھ تمسخر کرتا ہے کافر ہوجاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اچھا ہم اُن لوگوں کو جو صدق دل سے توبہ کرتے ہیں یا جن کے کلمات حدِّ کفر تک نہ پہنچے تھے معاف کردیں گے تو اُس کے برخلاف دوسرے گروہ منافقین کو جو دل سے توبہ نہیں کرتے، جھُوٹے عذرات پیش کرتے ہیں ضرور عذاب کریں گے۔ ازانجملہ یہ کہ وہ بُری باتیں سکھلاتے اچھی باتوں سے منع کرتے، اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں سو وہ اللہ تعالےٰ کو بھُول گئے اللہ تعالےٰ اُن کو بھُول گیا۔ یہ علےٰ سبیلِ مشاکلت فرمایا مُراد یہ کہ جس طرح اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے اعراض و بے اعتنائی کی اُسی طرح عالمِ آخرت میں اعراض و بے اعتنائی خدا تعالےٰ کی طرف سے ظہور میں آئے گی۔ جیسا کوئی بوئے گا ویسا کاٹے گا۔ اس کا بدل اور اس جرم کی سزا اُن کے لئے بیان فرماتا ہے کہ وعد اللہ الخ اُن کو ابدی جہنم ہے، اور لعنت اور عذاب دائمی۔ ہر صفت بد کے مقابلہ میں ایک سزا۔

پھر ان بادۂ غفلت اور مئے نخوت کے مستوں کو متنبہّ فرماتا ہے کہ ذرا آنکھ کھول کر تو دیکھو کہ کدھر ہیں وہ صاحبانِ جاہ و حشم

۹ ع ۶ ۱۵

اور کہاں گئے وہ والیانِ فوج و خدم؟ وہ اُن کے نعیم و ناز اور وہ اُن کے ماہ رویانِ خوش انداز، کہاں ہیں؟ وہ عمدہ مکان و باغِ جنت نشان کس طرف ہیں؟ دیکھو وہ تم سے زیادہ مال و اولاد رکھتے تھے جس کے نشہ میں انبیائے الٰہی سے نافرمان ہوتے، اُن کی باتوں کو ٹھٹھول میں اڑانے لگے تو شعلہ قہرِ الٰہی نے اُن کو نیست و نابود کردیا اور دریائے عدم کی موجوں میں ٹکرلاتے ٹکراتے قعرِ جہنم میں پہنچے اب بجز خرابات اور مکانوں کی بنیادِ شکستہ کے اُن کے حالِ زار پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ پھر تم بیچارے کیا ہو، چلو تم بھی چندروزہ مزے اُڑا چکے، اُن کی چال چل چکے، اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔

اس کے بعد اپنے پاکباز بندوں کے لئے اُن کے افعالِ حمیدہ ایمان و صلوٰۃ و زکوٰۃ بیان کرکے اُن کے لئے عالمِ قدس میں حیاتِ جاودانی اور جنان الفردوس میں سرور و شادمانی کا وعدہ فرماتا ہے جس سے سعیدِ ازلی کا دل بے خود عالمِ قدس کی طرف کھچا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اے نبیؐ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ

اور اُن پر سختی کرو۔ اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

اور (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ

مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ

(یہ باتیں) ہم نے نہیں کہیں حالانکہ وہ ضرور کفر کا کلمہ کہہ چکے۔ اور

كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا

اسلام لاکر کافر ہو چکے ہیں اور اس بات کا ارادہ کر چکے ہیں کہ جس کو

لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ

نہ پاسکے۔ اور یہ اُسی کا بدلہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ

نے اُن کو اپنے فضل سے غنی کردیا۔ پس اگر

يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا

توبہ کریں تو اُن کے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر نہ مانیں گے تو

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي

اللہ تعالیٰ اُن کو دُنیا اور آخرت میں دردناک عذاب

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي

دے گا۔ اور روئے زمین پر

الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَ

اُن کا نہ کوئی حامی ہوگا نہ مددگار۔ اور

مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ

کچھ اُن میں سے وہ بھی تو ہیں کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر

فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

ہم کو اپنے فضل سے دے گا تو ضرور خیرات کریں گے اور نیک ہو کر

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

رہیں گے۔ پھر جب کہ اُس نے اُن کو اپنے فضل سے دیا تو

بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾

اس میں بخل کیا اور مُنہ موڑ کر پھر گئے۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى

پس اُس دن تک کہ وہ اُس سے ملیں اُن کے دلوں میں نفاق قائم کردیا

يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ

اس لئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی اور اس لئے کہ

وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

جھوٹ بولا کرتے تھے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ

اللہ تعالیٰ اُن کا بھید اور خفیہ مشورہ جانتا ہے۔ اور یہ کہ

اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾

وہ بڑا غیب داں ہے۔

ترکیب

ما قالوا جوابِ قسم یحلفون قسم کے قائم مقام۔ ما نقموا

کا مفعول ان اغناہم اللہ سے وما کر ہوالاغناء اللہ ایاہم لئن
شرط لنصدقن جواب۔

تفسیر

ان آیات میں اُن گمراہانِ ازلی کے شجرِ حیات کو قطع و بُرید کر دینے
کا حکم دیتا ہے کہ جن میں کسی قسم کا مادۂ اصلاح باقی نہیں رہا۔
فقال جاہد الکفار و المنافقین واغلظ علیہم کہ ان لوگوں سے
جہاد کر اور ان پر نرمی نہ کر جیساکہ آپؐ کی عادتِ حمیدہ ہر شخص
سے نرمی اور لُطف کی ہے۔ کُفّار سے جہاد تلوار سے اور منافقین
سے زبان سے کرو (ابن عباسؓ)۔ کیونکہ منافقین بظاہر مسلمان
تھے ان کے قتل نہ کرنے کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
فرمائی تھی کہ عرب یہ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قابو پاکر قتل
کرتا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں ملحدین کے ساتھ
بحث و مناظرہ کرنا بھی جہاد ہے۔ یحلفون باللہ الخ یہ بھی ان
منافقوں کا ایک حال بیان ہوتا ہے کہ کلمۂ کفر کہہ کر مُکر جاتے
ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک
روز ایک حجرہ کے سایہ میں بیٹھے فرما رہے تھے کہ تمہارے پاس ایک
آدمی کرنجی آنکھوں کا آتا ہے جو شیطان کی طرح دیکھتا ہے اس سے
بات نہ کیجیو۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص ایسا ہی آیا۔ آپؐ نے
بُلا کر پوچھا کہ تُو اور تیرے دوست مجھے کس بات پر گالیاں دیا
کرتے ہیں؟ وہ شخص اپنے یاروں کو جاکر لایا سب قسم کھا گئے کہ
ہم نے گالیاں نہیں دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معالم)۔
وہموا بما لم ینالوا کے معنے علماء نے مختلف بیان کئے ہیں۔
سدیؒ کہتے ہیں کہ جنگِ تبوک میں منافقوں نے یہ قصد کیا تھا
کہ مدینہ طیبہ میں جاکر عبداللہ بن اُبی کو تاج پہنا دیں گے سو
یہ بات اُن کو نصیب نہ ہوئی۔ فرماتا ہے کہ یہ باتیں اس لئے کرتے
ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ نے غنائم سے غنی کر دیا پہلے
مفلس تھے۔ ومنہم من عاہد اللہ اس میں بھی بعض منافقوں
کی اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کا ذکر فرماتا ہے۔ مفسرین کہتے
ہیں اس میں ثعلبۃ بن حاطب انصاری کی طرف اشارہ ہے اس نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس عہد پر دُعا کرائی تھی
کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو مال دے گا تو خیرات دوں گا اور نیکی کروں گا
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اُس کے پاس اس قدر
بھیڑ بکریاں ہوگئیں کہ مدینہ طیبہ کے جنگل میں بھی نہ سما سکیں
تو دُور لے گیا اور جمعہ جماعت ترک کر دی پھر جو آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو شخص زکوٰۃ لینے گئے تو نہ دی اس
پر یہ آیت نازل ہوئی پھر وہ لایا تو نہ آپؐ نے نہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے
اپنی حیات میں قبول کی۔

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ
(اے رسولؐ!) وہ جو بامقدور مسلمانوں کی خیرات میں طعن کرتے ہیں
الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ
اور وہ جو اپنی مزدوری
لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ
کے سوا کچھ نہیں رکھتے ان سے (بھی) ہنستے
مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ
ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے ہنسے گا، اور ان کو عذاب
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ
الیم ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یا
لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
نہ مانگو۔ اگر آپؐ ان کے لئے ستر بار بھی
سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ
بخشش چاہیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی نہیں بخشے گا۔
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ
یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا انکار کیا۔
ع ۸ ۱۰ ۱۶ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾
اور اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔
فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ
پیچھے رہ جانے والے (رسول اللہؐ سے) ٹل کر بیٹھنے پر خوش

رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
ہو گئے		اور اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
مال اور جان سے جہاد کرنا بُرا سمجھا

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ
اور کہدیا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ (پس آپ) کہدیں کہ جہنم کی

جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾
آگ تو سخت ہی گرم ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
سو تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت کچھ رو دیں۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ
اُن کاموں کے بدلہ میں جو کیا کرتے تھے۔ اور اگر

رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ
خدا تعالیٰ آپؐ کو اُن کے[ا] کسی گروہ کی طرف لائے پھر وہ آپؐ کے

لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ
ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو کہدینا کہ تم میرے ساتھ کبھی نہ

اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ
چلوگے اور نہ میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑو گے۔ کیونکہ اول

رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا
مرتبہ تم گھر میں بیٹھ رہنے پر راضی ہو گئے تھے سو اب بھی اور پیچھے رہ جانے

مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾
والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔

ترکیب

الذین مبتدا من المؤمنین المطوعین کا بیان فی الصدقات متعلق ہے یلمزون سے والذین مبتدا فیسخرون خبر جملہ معطوف ہے اول الذین پر سخر اللہ منہم خبر سبعین منصوب علی المصدر والعدد یقوم مقام المصدر کقولک ضربتہ عشرین ضربۃ قلیلاً و کثیراً صفت ہیں مصدر محذوف کی ؛

تفسیر

ان آیات میں منافقین کی عادت طعنہ زنی کو بیان کرتا ہے کہ جو اہل اسلام مقدور والے ہیں اُن پر بھی طعن کرتے ہیں کہ یہ ریاکار ہیں اور جو مفلس اور مزدور اپنی مزدوری میں سے صدقہ دیتے ہیں اُن پر بھی ہنستے ہیں۔ غزوۂ تبوک کے لئے جب تیاری کا حکم دیا اور لوگوں کو اس میں مال وزر سے مدد دینے کی ترغیب دی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا کہ آٹھ ہزار تھے چار اہل و عیال کے لئے باقی رکھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعائے برکت دی۔ پھر عاصم بن عدی عجلانی رضؓ سَو وسق[عہ] کھجور کے لاتے پھر ابو عقیل انصاری رضؓ اڑھائی سیر چھوارے لائے اور عرض کیا کہ رات بھر مزدوری کرکے ۵ سیر حاصل کئے تھے نصف گھر میں دیئے نصف یہاں حاضر کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کے اُوپر رکھوا دیئے۔ منافقوں نے اشارے کرنے شروع کئے کہ وہ دونوں اس قدر لائے کہ اُن کا نام ہو اور یہ میاں اس لئے لائے کہ میرا بھی صدقہ دینے والوں میں ذکر ہو۔ اس قصہ کی طرف ان جملوں میں اشارہ ہے الذین یلمزون الخ فرماتا ہے کہ ان سیاہ دلوں کے لئے اے نبیؐ! اگر آپؐ ستر بار بھی مغفرت طلب کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا کیونکہ یہ کافر ہیں اور کافر کی بخشش نہیں۔ مدینہ طیبہ کے جو منافق جنگِ تبوک میں شریک نہ ہوتے تھے اور اپنے کھجور کے باغوں میں بیٹھ کر خوشیاں کرتے تھے اور لوگوں کو بھی جانے سے منع کرتے تھے کہ سخت گرمی ہے، اُن کی دونوں باتوں کے جواب میں دو ۲ باتیں بیان فرماتا ہے۔ دنیا کی گرمی کے

[ا] یعنی جہاد سے آپؐ اے پیغمبر علیہ السلام اگر صحیح وسالم ان منافقوں کے پاس واپس آویں اور یہ آپؐ کے ساتھ جانے کی اجازت مانگیں تو آپؐ اجازت نہ دیں ۱۲ منہ

[عہ] عرب میں ایک پیمانہ تھا جس میں کئی من غلہ آتا تھا ۱۲ منہ

مقابلہ میں جہنم کی سخت گرمی ہے یعنی اگر یہ نہ برداشت کی تو وہ کیونکر برداشت کروگے جو تمہارے لئے مقرر ہو چکی ہے اور اس چند روزہ خوشی کے مقابلہ میں آخرت کے غموم و ہموم پر ہمیشہ رویا کروگے اب عقل ہے تو کم ہنسو بہت روؤ کہ بڑی مصیبت پڑے گی (ماضی کو بصیغہ امر تعبیر کیا قطعی ہونے کے سبب سے) اُن کی ایک اور حیلہ گری کی پیشتر سے خبر دیتا ہے کہ اے نبیؐ! اگر تم تبوک سے واپس آؤ گے ان کے ایک گروہ کی طرف جو اس وقت تک زندہ ملیں گے یا نفاق پر قائم رہیں گے تو وہ آپؐ سے کہیں گے اگر آپؐ چلیں گے تو ہم آپؐ کے ساتھ چلیں گے فاستأذنوک للخروج، حکم دیتا ہے کہ اُن سے کہہ دیجیو کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ چلو نہ میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑو کیونکہ تم اوّل بار بیٹھ رہے سو بیٹھے رہو جیسا کہ اور بیٹھ رہتے ہیں۔ یہ نہایت عتاب ہے۔ یہ جملہ خبر ہے بمعنی نہی تاکید کے لئے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا

اور جو کوئی اُن میں سے مرجاوے تو (اے نبیؐ!) کبھی اس کی نمازِ جنازہ نہ

وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تو اور اس کے

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

رسولؐ کا انکار کیا اور وہ بدکاری کرتے کرتے مر گئے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ

اور آپؐ اُن کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کریں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى

خدا تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اس سے اُن کو دنیا میں عذاب دے

الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور اُن کی جان بھی نکلے تو کفر ہی میں نکلے۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا

اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان

بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ

لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے

اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ

آپؐ سے رخصت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو چھوڑ جائیے کہ

مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا

ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ انہیں تو عورتوں کے ساتھ رہنا

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

پسند آیا۔ اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی سو وہ

فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ

نہیں سمجھتے۔ لیکن رسولؐ اور جو اس کے ساتھ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

ایمان لائے انہوں نے اپنے مال اور جان سے

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ

جہاد کیا اور انہیں کے لئے خوبیاں ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ

اور یہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے

اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا

ان کے لئے بہشتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ

اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہی بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

کامیابی ہے۔

ع ۱۱ ۹ ۱۷

ترکیب

منہم و مات دونوں احد کی صفت ہیں ابدًا ظرف ہے لاتصل کا اذا انزلت شرط استأذن جواب خوالف جمع خالفۃ وہے المرأۃ لہم اعدّ سے متعلق جنّٰت

۱؎ خوالف خالف کی جمع۔ گھر بیٹھنے والی عورتوں کو خوالف کہا کرتے ہیں کیونکہ یہ خلف یعنی بعد مردوں کے گھروں میں رہتی ہیں جب کہ وہ باہر چلے جاتے ہیں ۱۲ منہ

موصوف تجری الخ صفت خالدین حال ہے ضمیر لھم سے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں منافقین کے لئے آنحضرت علیہ السلام کو استغفار سے منع کیا تھا۔ اب یہاں اُن کی نماز جنازہ اور اُن کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہونے سے بھی منع فرماتا ہے جو انسان کے لئے نجات کا بڑا وسیلہ تھا یعنی مغفرت اور رسول کی شفاعت کے دائرہ سے خارج کر دیا گیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین مرگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے لوگوں نے بلایا، آپ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا کہ اس نے ایسا ایسا کہا ہے، آپ اس کی نماز نہ پڑھئے، ہٹ آئیے۔ آپ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ میرے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ اُس کو بخش دے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا۔ آپ نے نماز پڑھی اس کے بعد یہ آیت ولا تصل الخ نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تو یہ بات منظور تھی کہ منافقوں پر یہ حال کھل جائے کہ اُن کا سردار خواستگار شفاعت ہوا جس سے اُن کے دل میں بھی اسلام کی حقیقت راسخ ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ نفاق کی رسوائی ہو کہ اُن پر نماز و استغفار کا بھی حکم الٰہی نہیں۔ ولا تعجبک اموالھم۔ یہاں سے لا یفقھون تک ان کے مال و اسباب و اولاد کی بے ثباتی اور دار آخرت میں کار آمد نہ ہونا اور دنیا میں مصیبت کا سبب ہو جانا بیان فرماتا ہے اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر عتاب ظاہر کرتا ہے۔ اولاد و مال کا وبال ہونا اہل عقل پر مخفی نہیں بہت سے آدمیوں کو اولاد و مال کے وبال میں گرفتار دیکھا ہے اولاد کو پالا اور پرورش کیا جب وہ کسی لائق ہوئے یا بات چیت کرنے لگے طوطے کی طرح بولتے بولتے چل دیئے، اب ماں باپ کے دل کا ناسور ہے کہ رات دن آنکھوں سے غم کے آنسو جاری ہیں، دنیا سیاہ ہو گئی۔ یا وہ ہوشیار ہو کر آوارہ اور بدچلن ہوئے، ماں باپ کی جان کے لیوا، خون کے پیاسے، الٰہی توبہ۔ اسی طرح مال کا حال ہے کہ کوئی مصیبت آپڑی تو اُس کو یاد کر کے عمر بھر روتے ہیں۔ اور یہ کچھ نہیں تو یہ ضرور ہے کہ اُن کی محبت میں دل چور ہے، مرتے وقت ہر چیز کو آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے۔ مولیٰ سے غافل ہو کر مرتا اور داغ مفارقت دنیا ساتھ لے کر جاتا ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اور کچھ دیہاتی بہانہ ساز بھی آئے تاکہ اُن کو بھی رخصت[1] دی جائے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا

(کہ گھر میں رہیں) اور جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

جھوٹ بولا تھا وہ تو بیٹھ ہی رہے (آئے تک بھی نہیں) سو ابھی اُن میں سے کافروں کو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ

دردانگیز سزا ہونی ہے۔ ضعیفوں پر

عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ

کوئی الزام نہیں اور نہ بیماروں پر اور

لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

نہ اُن پر کہ جن کو سفر خرچ میسر نہیں بشرطیکہ گھر بیٹھ کر بھی وہ اللہ تعالیٰ

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۗ مَا عَلَى

اور رسول ہی کی خیر خواہی کرتے ہوں۔ نیکوکاروں پر

[1] رخصت مانگتے تھے پیچھے رہ جانے کے لئے کہ جہاد میں یعنی جنگ تبوک میں جانا نہ پڑے جو گرمی اور افلاس کے زمانہ کی لڑائی تھی اور مقابلہ میں قیصر روم تھا جس کی دہشت ان کم اعتقادوں کے دلوں پر تھی یہ وقت بڑے امتحان کا تھا سچے ایماندار ہی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جان نثاری کے لئے تیار ہو گئے اور ساتھ بھی گئے اور باقی جو دعوائے اسلام میں جھوٹے تھے یا سست اور بزدل یا آرام طلب تھے وہ بہانے اور حیلہ سے رخصت اور اجازت مانگنے لگے کہ چلنے میں ہمیں یہ عذر ہے کہ فلاں کام ضروری درپیش ہے۔ اس سورۃ میں انھیں لوگوں پر عتاب ہو رہا ہے اور اُن کے حیلے اور بہانے اور رخصت (باقی صفحہ ۵۰۹ پر)

الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

کوئی الزام نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا

رَّحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا

مہربان ہے۔ اور نہ اُن پر بھی کچھ الزام ہے جب کہ وہ آپؐ

أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ

کے پاس آتے کہ آپؐ انھیں سوار کرائیں، آپؐ نے کہہ دیا کہ تمھارے سوار کرانے کو میرے پاس

عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

کچھ نہیں۔ تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوتے اس رنج میں کہ اُن کو

الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿ط﴾

سفر خرچ میسّر نہیں واپس لَوٹ گئے۔

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

الزام تو صرف ان پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے آپؐ سے

وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ

اجازت مانگتے ہیں۔ اُن کو تو عورتوں کے ساتھ رہنا پسند

الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

آگیا، اور اُن کے دلوں پر اللہ تعالےٰ نے مہر کر دی ہے

فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

اس لئے وہ نہیں جانتے۔ ؎

ترکیب

حرج اسمِ لیس۔ علے الضعفاء الخ خبر۔ اذا کا عامل حرج ہے۔ ولا علے الذین معطوف ہے علی المرضےٰ پر اذا ما کا جواب تولّوا قلت حال ہے فاعل تولّوا سے۔ من بیان ہے تفیض کا حزنًا منفعول لہٗ ہے تفیض کا۔

تفسیر

مدینہ طیبہ کے منافقوں کے سوا عرب کے دیگر قبائل میں سے بھی ایسے لوگ تھے جو جنگِ تبوک میں شامل نہ ہوتے تھے۔ ازانجملہ عامر بن الطفیل کے چند لوگ تھے؎ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عذر کرنے لگے کہ ہم کو رخصت دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پہلے ہی سے تمھارا حال اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا تھا اور بعض ایسے تھے کہ وہ عذر کرنے بھی نہیں آئے متکبّرانہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اوّل فریق کی طرف وجاء المعذرون میں اور دوسرے کی طرف وقعد الّذین میں اشارہ کرتا ہے۔ قسمِ ثانی کے لوگ منافق تھے اُن کی نسبت عذاب الیم کا حکم سُنایا گیا۔ چونکہ پیچھے رہ جانے والے عذراتِ باطلہ پیش کرتے تھے اس لئے اس کے بعد اصلی عذر والوں کا ذکر کر دیا کہ یہ لوگ نہ جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کا عذر صحیح ہے فقال لیس علے الضعفاء الخ، یہ چار قسم کے لوگ ہیں کہ جن کا عذر قبول ہے اور جن پر جہاد میں جانا فرض و واجب نہیں۔ اوّلؔ ضعفاء اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ وغیرہ نے فرمایا کہ ضعیف سے مراد ہے لنگڑے، لُولے، اپاہج، بہت بوڑھے اور لڑکے اور عورتیں۔ دوؔم مرضےٰ جمع مریض یعنی بیمار۔ اب رہے مالی حالت کے معذور سو اُن کی بھی دو قسم ہیں ایکؔ وہ جو لایجدون ماینفقون کہ نہایت تنگدست بے سروسامان ہیں خواہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عذر آور ہوتے ہوں یا نہ ہوں۔ دوؔم وہ کہ اُن کا عذر اور وجہ معقول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرُو بعد آپؐ کے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸) مانگنے پر اُن کی سُست اعتقادی اور بُزدلی اور آرام طلبی پر جو بمقابلہ دارِ آخرت کے درجات کے تھی تشنیع کی جارہی ہے اور اُن سچے ایمانداروں، جانبازوں کی جنھوں نے دارِ آخرت اور خدا تعالےٰ اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشش کی مدح اور اُن کے درجات اور فضائل بیان ہو رہے ہیں خلفاء اربعہؓ اور جلیل القدر صحابہؓ انصار و مہاجر انھیں میں داخل ہیں جن کو شیعہ زبردستی اسلام اور نیکی سے خارج کرتے ہیں اور باہمی خلافت کے تزاع سے اُن کی ان تمام مساعیٔ جمیلہ پر پانی پھیرتے ہیں جو انصاف سے بعید ہے ۱۲ منہ ؎ اللہ تعالےٰ اور رسولؐ سے جھوٹ بولا یعنی اسلام کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا یا اعانت و تائیدِ اسلام کا اقرار جو بوقتِ اسلام لانے کے کیا جاتا تھا اُس میں جھوٹے نکلے وہ اپنے گھر ہی بیٹھ رہے عذر کرنے بھی نہیں آئے ۱۲ منہ

؎ کہ جہاد میں دنیا و آخرت کے کیا کیا فوائد ہیں ۱۲ منہ

امام کے حضور) ثابت ہوگیا ہو جن کی طرف ولا علی الذین الخ
میں اشارہ ہے۔ معقل بن یسار و صخر بن خنساء و عبد اللہ
ابن کعب انصاری و علبہ بن زید انصاری و سالم بن عمیر و
ثعلبہ بن عنمہ و عبد اللہ بن مغفل مزنی یہ سات شخص حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم کو سواری
دیجئے، چونکہ سواری نہ تھی آپ نے فرمایا میرے پاس تمہارے
لئے کوئی سواری نہیں تب وہ اپنی ناداری پر روتے
ہوئے واپس چلے آئے۔

تفسیرِ حقانی

پارۂ یعتذرون

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ

جب تم (جہاد سے) لوٹ کر آؤ گے تو تمہارے آگے عذر

اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

کریں گے۔ کہدو عذر نہ کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى

تمہارے حالات تو اللہ تعالیٰ ہم کو بتا چکا ہے۔ اور ابھی تو

اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى[1]

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ تمہارے عمل دیکھے گا۔ پھر تم اس چھپے اور

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

کھلے جاننے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو بتا دے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ تمہارے آگے جب کہ تم ان کے پاس

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ

لوٹ کر آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ ان سے درگزر کرو۔

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءً

سو ان سے منہ پھیر لینا کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (یہ) بدلہ ہے اس کا

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ

جو وہ کیا کرتے تھے (دنیا میں)۔ تمہارے خوش کرنے کے لئے

لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ

قسمیں کھائیں گے۔ پھر اگر تم ان سے خوش بھی ہو جاؤ تو

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

اللہ تعالیٰ تو بدکار قوم سے خوش ہونے کا بھی نہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ

گاؤں[2] والے کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہوتے ہیں اور وہ

اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر نازل کئے ہیں

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

ان کو نہ جانیں۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

اور بعض بدو ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس کو

مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ

تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے برے زمانہ کے منتظر رہتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

انھیں پر برا زمانہ آوے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتا اور

عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ

جانتا ہے۔ اور کچھ بدو ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ

[1] یعنی وہ دیہاتی جو تبوک میں شریک نہیں ہوتے یا عموماً گنوار کہ جو جہالت کے کفر و نفاق میں بڑے سخت ہوا کرتے ہیں ۱۲ منہ [2] عربی کی جمع عرب جیسا کہ یہودی کی یہود اور اعرابی جنگلی کو کہتے ہیں یعنی گنوار اس کی جمع اعراب یا اعاریب ۱۲ ک

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ

اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو

مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

اللہ تعالےٰ کے نزدیک تقرّب اور رسول ؐ کی دعاء کا وسیلہ بھی جانتے

الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ

ہیں۔ ہاں یہ اُن کے لئے موجب تقرّب ہے۔

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ

بہت جلد اللہ تعالےٰ اُن کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ

ع ۱۲ / ۱۰

اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور مہاجرین و انصار میں سے جو

الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

(نیک کاموں میں) پیش قدمی[1] کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ

اور جو نیکی میں اُن کے پیرو ہیں اُن سب سے اللہ تعالےٰ

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ

راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے۔ اور اُن کے لئے اللہ تعالےٰ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

نے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے تلے نہریں جاری ہیں اُن میں

فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

ہمیشہ (ہمیشہ) رہا کریں گے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔

ترکیب

جزاءً مفعول مطلق ہے یجزون کا ذلک جزاءً مفعول لہٗ بھی ہو سکتا ہے من الاعراب خبر ہے من کی مغرماً مفعول ہے یتخذ کا ویتربّص کا مفعول الدّوائر جمع دائرۃ ہے یہ معطوف ہے یتخذ پر السّوء بالضم مصدر ہے و بالفتح بمعنے الفساد۔ السابقون مبتدا رضی اللہ عنہم الخ جملہ خبر ہے۔

[1] پیش قدمی اسلام میں کہ سب سے اوّل ایمان لائے یا عموماً ہر نیک کام میں دوڑ پڑنا اور پیش قدمی کرنا اُن کا شیوہ ہے ۱۲ منہ

تفسیر

چونکہ جھوٹ بولنا، زمانہ سازی کرنا منافقوں کا کام ہے خدا تعالےٰ کو معلوم تھا کہ بوقتِ واپسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور حیلہ بنائیں گے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اُن سے درگذر کریں اور راضی ہوجاویں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو ایسا ہی ہوا کہ جدّ بن قیس وغیرہ ۸۰ منافق آکر عذر کرنے لگے قسمیں کھانے لگے۔ اُن کی نسبت فرماتا ہے سیحلفون الخ پھر فرماتا ہے کہ ان ناپاکوں سے منہ پھیر لو یعنی مُنہ نہ لگاؤ اور اگر تم اُن کی قسمیں کھانے سے خوش بھی ہوگئے تو بدکار لوگوں سے خدا تعالےٰ تو خوش نہ ہوگا۔ الاعراب جنگل کے رہنے والے اہلِ بادیہ عرب کے قبائل جنگلوں میں رہا کرتے تھے بلکہ اب بھی ان کو بدو یا بدوی کہتے ہیں ان قبائل میں بھی دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو شوکتِ اسلام سے دب کر مسلمانوں کا ساتھ دیتے اور اسلام ظاہر کرتے تھے اور صدقہ اور زکوٰۃ کو صرف ایک تاوان اور چٹی خیال کرتے تھے اور مسلمانوں کے بُرے وقت کا انتظار کرتے تھے کہ کہیں ان پر کوئی حادثہ پڑ جائے جس کے جواب میں بطورِ دُعاء کے فرماتا ہے کہ انھیں پر کوئی گردش آوے یا خبر دیتا ہے جس کا ظہور بھی ہوا۔ اُن کی نسبت فرماتا ہے اشدّ کفراً ونفاقاً کہ یہ کُفر و نفاق میں بڑے اشدّ ہیں اور بسبب جنگلی ہونے کے مجالست اور مکالمتِ اہلِ علم نصیب نہیں ہوتی۔ کتاب و سُنّت اور احکامِ الٰہی سے جاہل ہیں جیساکہ اسد اور غطفان اور تمیم، اور اُن کے برعکس بعض ایسے بھی تھے کہ اللہ تعالےٰ قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور اپنے صدقہ و خیرات کو باعثِ ثواب اور رسول ؐ کی دعاء کا وسیلہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ دینے والوں کے لئے دُعاءِ خیر و استغفار کرتے تھے جیساکہ عبداللہ ذی البجادین[ف]

[ف] بجاد بروزن کتاب موٹی لنگی کو کہتے ہیں جس میں خط دار (باقی صفحہ ۵۱۳ پر)

اور اس کی قوم ان کو ومن الاعراب من یؤمن الخ میں ذکر کرتا ہے۔ اس کے بعد صحابہؓ انصار و مہاجرین کے محامد بیان فرماتا ہے جو اسلام کے رکن اور اسلامیوں کے پیشوا ہیں۔ ان کی دو قسم ہیں اول سابقون اولون، سو مہاجرین میں سے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ وغیرہم وہ لوگ ہیں جو جنگِ بدر میں شریک تھے سعید بن مسیبؒ و قتادہؒ و ابن سیرینؒ کہتے ہیں وہ ہیں کہ جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ شعبیؒ کے نزدیک بیعت رضوان والے۔ اور انصار میں سے عقبۂ اولیٰ والے سات شخص اور عقبۂ ثانیہ والے ستّر اور اور پھر وہ جو مصعب بن عمیرؓ کی تعلیم سے مسلمان ہوئے۔ دوم وہ جو اتبعوہم باحسان یعنی ان کے علاوہ اور صحابہؓ مہاجرین اور انصار۔ بعض کہتے ہیں اس میں وہ بھی شامل ہیں جو قیامت تک ایمان و ہجرت و نصرتِ دین میں ان کے پیرو ہیں۔ ان کے لئے دو وعدے کرتا ہے اول یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی۔ دوم یہ کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اب شیعہ کو اس آیت کے بعد صحابہؓ مہاجرین و انصار سابقین اولین کی نسبت بدگمانی نہ کرنا چاہیئے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ

اور بعض تمہارے آس پاس کے گنوار بھی منافق

مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ

ہیں۔ اور بعض مدینہ (طیبہ) والے بھی

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ

نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ

ہم ان کو جانتے ہیں۔ سو ابھی ہم ان کو دوہری سزا دیں گے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) پڑے ہوئے ہوں یہ عبداللہؓ صحابی کا لقب اس لئے ہوا کہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا تو صرف ایک چادر تھی جس کو پھاڑ کر ان کی والدہ نے آدھی تہبند کی جگہ باندھ دی اور آدھی اوڑھادی۔ ملخص از قاموس وغیرہ ۱۲ منہ

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾

پھر بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جاویں گے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا

اور کچھ اور بھی ہیں کہ جنھوں نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا ہے انھوں نے ملے

عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۖ عَسَى اللّٰهُ

جلے کام کئے ہیں کچھ نیک اور کچھ بد۔ کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ

أَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ان کی توبہ قبول کر لے۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا (نہایت)

رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

مہربان ہے۔ ان کے مالوں کی زکوٰۃ لے لیا کرو کہ اس سے

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ

ان کو پاک و صاف کرو اور ان کے لئے دعائے خیر

عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ

بھی کرو۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے راحت ہے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوْا

اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔ کیا وہ (یہ) نہیں جانتے کہ

أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے کہ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کیا

عِبَادِهٖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَأَنَّ

کرتا اور صدقہ لیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

منافقون مبتدا وممن خبر مقدم۔ مردوا اس کی صفت ومن اہل المدینۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ومن اہل المدینۃ قوم کذلک لا تعلمہم صفت ثانیہ وآخرون معطوف ہے منافقون پر اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو اور اعترفوا صفت خلطوا خبر وآخر معطوف ہے عملاً پر۔

تفسیر

باہر کے گنواروں ہی پر کچھ موقوف نہیں کہ وہ منافق اور حیلہ باز ہیں بلکہ بعض اہلِ مدینہ اور مدینہ طیبہ کے آس پاس کے گنوار جن کو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وعظ و پند سُننا بھی ممکن ہے اور اہلِ اسلام سے بیشتر میل جول رکھتے ہیں مردوا علے النفاق نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں اور اس فن میں ایسے چالاک ہیں کہ باوجود فراستِ تامہ کے اے نبی! ان سے تم واقف بھی نہیں ہاں ہم اُن کو جانتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے منافق بنی اوس و خزرج میں سے تھے اور اردگرد کے قبیلہ مُزینہ و جُہینہ و اشجع و اسلم و غفار میں سے تھے آخرکار بہت سے تائب ہوگئے تھے فرماتا ہے کہ ہم ان کو دُگنا عذاب کریں گے کیونکہ یہ کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ دُگنے عذاب کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک قتل اور قید ہونا اور دوسرا عذاب قبر۔ بعض کہتے ہیں کہ دیکھا دیکھی اسلام کے سخت کاموں میں شریک ہونا، زکوٰۃ دینا، شوکتِ اسلام کو دیکھنا، اُس کے احکام کی جبراً و کرہاً پابندی کرنا ایک عذاب ہے موت اور قبر کا دوسرا۔ جہنم کا عذابِ عظیم کہ جس کی طرف لوٹ کر جائیں گے ان دونوں کے علاوہ ہے۔ وآخرون الخ اب یہاں سے اُن لوگوں کا ذکر فرماتا ہے کہ جو جنگ تبوک سے کچھ نفاق کی وجہ سے نہ بیٹھ رہے تھے بلکہ سُستی اور کاہلی سے جس پر وہ نادم اور تائب بھی ہوئے۔

ان کا جہاد میں نہ جانا بُرا کام تھا اور پھر توبہ و ندامت کرنا اچھا یا اور دیگر حسنات۔ نیک اور بد عمل کے مخلوط کرنے سے یہ مراد ہے۔ ان کے حق میں تین باتیں ذکر فرماتا ہے اوّل عسی اللہ ان یتوب علیہم الخ کہ اللہ تعالےٰ ان کو معاف کرے گا یا اُن کی توبہ قبول کرے گا۔ لفظ عسیٰ کلام الٰہی میں تحقیق کے معنے دیتا ہے اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ بندہ کو اپنی توبہ اور ندامت پر ناز نہ کرنا چاہیے بلکہ اُس سے قبولیت کی اُمید رکھے۔ دوم یہ کہ اے رسول! ان کے مال سے صدقہ جو وہ دیویں تو قبول کرلے اس سے وہ پاک ہوں گے یہ اُن کے گناہوں کا کفارہ اُن کے لئے باعث برکت ہوگا۔ عام ہے کہ زکوٰۃ ہو یا صدقۂ نافلہ ہو۔ اور اُن کے لئے دُعاء کرو۔ سوم یہ کہ ایسے تائبین و نادمین کے لئے توبہ قبول کرنے کا اور اُن کے صدقات قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چند آدمی تھے جو آرام طلبی کی وجہ سے شریکِ جہاد نہ ہوئے تھے پھر جب آپؐ مدینہ طیبہ کے قریب آپہنچے تو ندامت کے مارے انھوں نے اپنے آپ کو مسجدِ نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کھولیں گے تو کھلیں گے۔ آپؐ نے مسجد میں آکر دیکھا پھر پوچھا۔ پس فرمایا کہ میں بھی جب ہی کھولوں گا کہ جب اللہ تعالےٰ حکم دیگا۔ چنانچہ کئی روز وہ بندھے رہے روتے رہے آخر یہ آیت نازل ہوئی تب کھلے۔ پھر انھوں نے اُس کے کفارہ میں بہت دیا۔ اُن میں ابو لبابہؓ بھی تھےعہ۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ

اور (اے نبیؐ!) کہدو کام کئے جاؤ۔ ابھی اللہ تعالےٰ اور اس کا رسولؐ اور

وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ

ایمان والے تمہارا کام دیکھ لیں گے۔ اور ابھی تم اُس کے پاس

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

واپس لوٹائے جاؤگے جو چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے پس وہ تم کو بتلا دیگا کہ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ

تم کیا کیا کرتے تھے۔ اور بعض اور بھی ہیں کہ جو

مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ

حکم الٰہی کے انتظار پر رکھے گئے ہیں یا وہ ان کو عذاب کرے

عہ ان کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دس تھے بعض کہتے ہیں کہ سات تھے۔ ابو لبابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے شکریہ میں اپنا گھر بار لِلّٰہ دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ثلث بہت ہے ۱۲ منہ

إِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾
یا معاف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا حکمت والا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا
اور ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے (مدینہ میں) ایک مسجد ضرر دینے کے لئے

وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
اور کفر کرنے کے لئے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس کو بنایا

وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَ
(ابو عامر) کے لئے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے پیشتر لڑ چکا ہے ف

رَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ
تیار کی ہے۔ اور قسمیں کھانے لگیں گے کہ

أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ
ہم تو محض خیر کا ارادہ کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ

إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ
وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی جا کر

أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ
کھڑے نہ ہونا۔ (ہاں) وہ مسجد کہ جس کی اول ہی دن سے پرہیزگاری پر بنیاد رکھی

مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ
گئی ہے اس لائق ہے کہ آپ وہاں کھڑے ہوں لے

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ
اس میں ایسے لوگ ہیں کہ جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾ أَفَمَنْ
اور اللہ تعالیٰ کو (بھی) پاک رہنے والے پسند ہیں۔ بھلا جو اپنی

أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ
عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھے

اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ
وہ بہتر یا وہ جو اپنی بنیاد نرم ریتلے

بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ
کراڑے کے کنارہ پر قائم کرے جو گرنے کو ہو۔ پھر وہ اس کو جہنم

بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
کی آگ میں (دھم سے) لے بھی گرے۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف قوم کو

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ
ہدایت نہیں دیتا۔ وہ بنیاد کہ جس کو انھوں نے

الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا
قائم کیا تھا ان کے دلوں میں ہمیشہ شک قائم کرتی رہے گی یہاں تک کہ

أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
ان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں۔ اور اللہ تعالیٰ علیم

حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ ع
حکیم ہے۔

ع۱۳ ۲

ترکیب

و آخرون مرجون معطوف ہے وآخرون اعترفوا پر والذین معطوف ہے وآخرون مرجون پر لے ومنہم الذین اتخذوا اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو والخبر افمن اسس الخ والعائد محذوف لے منہم۔ ضرارا ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو اتخذوا کا وکذلک مابعدہ والمصادر کلہا واقعۃ موضع اسم الفاعل لے مضرا ومفرقا لمسجد مبتدا اسس الخ اس کی صفت احق ان تقوم لے بان تقوم الخ خبرہ

تفسیر

اب اُن عذر کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں اور دیگر بندگان

ف اشارہ ہے ابو عامر کی طرف جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ قبیلہ بنی غنم نے اس مسجد کو بنایا اور ابو عامر کو اس کا امام بنانا چاہا لیکن ابو عامر مر گیا یہی مسجد مسجد ضرار ہے ۱۲ حقانی

لے امامت کریں ۱۲ منہ

؎ شفا بالفتح کنارہ۔ جرف ندی کا وہ کراڑا جو پانی کی ٹکروں سے گر رہا ہو۔ ہار اس کا مصدر ہور ہے، بولتے ہیں کہ الجرف ہور جب کہ وہ کراڑا پیچھے سے پھٹ جائے اسی کو جرف ہار کہتے ہیں اور جب گر پڑے تو انہار ۱۲ حقانی

کے لئے ترغیب و ترہیب میں ایسی بات کہتا ہے کہ اگر کوئی اس کا لحاظ رکھے تو معاصی سے بچنے اور طاعتِ الٰہی کے اختیار کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہے فقال وقل اعملوا الخ کہ تم اعمال کئے جاؤ آیندہ جو کچھ اسلام میں کوشش کروگے وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ اور ایمانداروں کو آپ معلوم ہو جاوے گی۔ اور بعد مرنے کے اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤگے جو چھپی اور کھلی سب باتیں جانتا ہے تمہارا دلی خلوص، یا ظاہری اصلی عذر یا بناوٹ سب وہ تم کو بتلاوے گا اُس سے کوئی بات مخفی نہیں۔

جہاد سے بیٹھ رہنے والوں کی تین قسم بیان فرمائیں۔ اوّل وہ منافق کہ جو مردوا علی النفاق۔ دوم وہ جو توبہ کر گئے جن کو اس قول میں بیان فرمایا وآخرون اعترفوا بذنوبہم اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ سوم وہ جو حالتِ توقف میں تھے جن کا اس آیت میں ذکر ہے وآخرون مرجون لامر اللہ ان کو حکم الٰہی کے انتظار میں رکھا گیا ہے کہ جیسا چاہے اُن کے حق میں حکم دے معاف کرے توبہ نصیب کرے یا عذاب دے۔ یہ وہ تین شخص ہیں کہ جن کا قصہ آگے آتا ہے کعبؓ بن مالک و ہلالؓ بن امیہ و مرارہؓ بن ربیع انھوں نے توبہ میں مبالغہ نہیں کیا نہ عذر کیا جیسا کہ ابولبابہ اور اُس کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ منافقین بجائے اعانتِ اسلام اُس کے مٹانے اور کسرِ شان میں بھی کوشش کرتے تھے منجملہ اُن باتوں کے جو وہ کرتے تھے ایک یہ تھی والذین اتخذوا مسجدا ضرارا الخ کہ اسلام اور مسجدِ تقویٰ کو ضرر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کہ کچھ اس میں بھی آنے لگیں گے اور خدا تعالیٰ کے دشمن ابو عامر راہب کے انتظار اور ٹھہرنے کے لئے ایک مسجد جدید بنائی تھی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں ایک شخص ابوعامر تھا اُس نے روم میں کیتھولک عیسائیوں سے کچھ کتب قدیمہ توریت و انجیل پڑھ لی تھیں اور ان کے مذہب باطل کے اوہام اور خیالاتِ خام اس کے دل پر نقش حجر ہو گئے تھے جس پر اُس کو عرب میں پیشوا بننے کا خبط سمایا تھا مگر جب نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو پھر آفتابِ جہاں تاب کے مقابلہ میں ذرہ کو کیا رتبہ! اس لئے رشک و حسد میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا حالانکہ اُس کا بیٹا ابو حنظلہؓ اسلام میں وہ برگزیدہ تھا کہ جس کو ملائکہ نے غسل دیا تھا اُحد کی جنگ میں۔ بھی ابو عامر نے یہ کہا تھا کہ جو قوم تیرے مقابلہ کے لائق لے محمدؐ میں پاؤں گا ان کے ساتھ ہو کر تجھ سے لڑوں گا۔ چنانچہ عرب کے قبائل کو ابھارتا رہا آخر جب قبیلہ ہوازن نے بھی اسلام سے شکست پائی تو اب یہ عرب سے ناامید ہو گیا اور شام کی طرف نکل گیا وہاں بھی کچھ منصوبے باندھتا رہا۔ وہیں سے اس نے مدینہ طیبہ کے منافقوں سے کہلا بھیجا کہ تم قوت اور ہتھیار، ہم پہنچا رکھو اور ایک مسجد بھی بنا رکھو کہ میں قیصرِ روم کے ہاں سے ایک لشکر لاتا ہوں کہ جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُس کے یاروں کو شکست دے کر مدینہ طیبہ سے نکال دوں گا۔ مدینہ طیبہ کے منافقوں میں سے بارہ کم عقلوں نے ایک مسجد انہیں اغراض فاسدہ سے بنائی جس کو اسلام میں مسجد ضرار کہتے ہیں یہ مسجد بمقابلہ اس مسجد کے بنائی تھی جو تقوای اور دینداری پر بنائی گئی تھی جس کو مسجد قوت اسلام کہتے تھے اس کی تعمیر سے یہ لوگ ان دنوں میں فارغ ہوئے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کے لئے سفر کرنے کی تیاری کر چکے تھے آکر خواستگار ہوئے کہ بطور تبرک آپ بھی ایک روز وہاں چل کر نماز پڑھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں برسرِ سفر ہوں انشاء اللہ واپس آکر۔ پس جب واپس آئے تو ان لوگوں نے آکر پھر درخواست کی۔ اتنے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں مسجد ضرار کی برائی بیان ہوتی اور ان کے راز سے آگاہی دی گئی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن دخشم و معن بن عدی و عامر بن سکن وغیرہ کو

۱؎ یہ قبا میں ایک پہلی مسجد تھی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر بنی تھی جس کو مسجد قوت الاسلام کہتے ہیں ۱۲ منہ

فرمایا کہ جا کر اُس کو ڈھا دو۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کو جلا دیا اور کوڑی بنا دیا۔ لیکن وہ غضب الٰہی کے شعلہ اُس میں سے دِنوں تک نکلتے رہے۔ اب بھی قبا میں مسجد ضرار کی جگہ پر کوڑا کرکٹ پڑا رہا کرتا ہے۔ لمن حارب اللہ سے ابو عامر کی طرف اشارہ ہے۔

فرماتا ہے کہ یہ مسجد اُنھوں نے بنا تو ان وجوہ فاسدہ سے کی ہے مگر چونکہ جھوٹ کے عادی ہیں قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہماری غرض تو اس سے یہ تھی کہ مینھ بوندی میں اور سردی گرمی میں آسانی ہو مہمان کے ٹھیرنے کی جگہ ہو جاوے۔ فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں لے نبیؐ! آپؐ اس میں جا کر کھڑے بھی نہ ہوجیے جو مسجد کہ اوّل روز سے خدا ترسی پر بنائی گئی تمھارا کھڑا ہونا اس میں مناسب ہے۔ اُس مسجد کو کہ اوّل روز تقویٰ سے بنائی گئی بعض مسجد قبا قرار دیتے ہیں جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہفتہ میں ایک بار تشریف لے جایا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اکثر علماء اس کو مسجد نبویؐ قرار دیتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے۔ اس مسجد کی مدح دو سبب سے ہے ایک یہ کہ تقوے سے بنائی گئی دوم یہ کہ اس میں ایسے لوگ، فیہ رجال یحبون ان یتطہروا، رہتے ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عقائد فاسدہ اور اعمالِ سیۂ سے پاکی مراد ہے جو طہارتِ ظاہری کو بھی شامل ہے یعنی پاخانہ میں ڈھیلا لینے کے بعد پانی سے استنجا بھی کرتے ہیں جیسا کہ بعض آثار سے ثابت ہے۔ اس کے بعد ان دونوں مسجدوں کا موازنہ کرکے یہ ثابت کرتا ہے کہ کجا یہ اور کہاں وہ کہ جس کی بنیاد جہنم کے کنارہ پر ہو اور اس میں گر پڑنے کے قریب ہو دونوں برابر ہو سکتی ہیں! جہنم کے کنارہ پر بنائے جانے سے مراد نفاق اور بدنیتی سے بنایا جانا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس میں استعارہ مکنیہ ہے تقوٰی و رضوان کو دل میں بنیاد سے تشبیہ دی ہے اور پھر بنیاد کی تاسیس کا ذکر تخئیل ہے یا یہ ایک تمثیل ہے اس

بات کی کہ ایک نے تو اپنے دینی محل کو تقویٰ اور نیک اعمال اور اخلاص پر قائم کیا اور مستحکم بنیادوں پر اس محل کو چُنا اور دوسرے نے اس کو ریاکاری و کفر کے ریتلے کنارے پر قائم کیا جو گرنے کو ہو اور پھر لے کر دم سے گر بھی گیا ہو جہنم کے عمیق گڑھے میں ڈال دیا ہو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
بے شک اللہ تعالےٰ نے ایمانداروں کی جان اور مال کو

اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ
جنت کے عوض میں خرید چکا ہے

الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
کہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑتے رہیں

فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ
پس ماریں اور مارے جائیں۔ اس نے اپنے اوپر سچا

حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ
وعدہ قائم کر لیا ہے جو توراۃ اور انجیل اور قرآن میں لے لکھا گیا ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ
سو اس سودے پر جو تم نے کیا ہے خوشیاں

بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

لے توریتِ موجودہ کے بھی متعدد مقامات سے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرنے پر اور مال و جان سے اُس کو عزیز رکھنے پر جس کو ان اللہ اشتریٰ الخ سے تعبیر کیا ہے بہبودی اور فلاح کے وعدے نکلتے ہیں جن کو اس اُمت کے لئے جنت کے ساتھ تعبیر کیا ہے چنانچہ سفر استثنار کے ۲۸ باب میں ۱۴ درس تک یہی بیان ہے اور ۳۲ باب ۶ درس میں ان اللہ اشتریٰ کا بعینہ مضمون موجود ہے، انجیل متی کے ۵ باب ۴۲ درس میں اس کی عوض پانی کا وعدہ ہے اور دیگر مقامات میں بھی ۱۲

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
(یہ وہ ہیں جو) توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے شکر کرنے والے خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے والے

الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ
رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے اچھی باتوں کے سکھانے

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
والے اور بُری باتوں سے روکنے والے

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ
اور احکامِ الٰہی کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور آپ ایمانداروں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ
خوشخبری سُنادیں۔ نبی اور ایمانداروں کو زیبا نہیں

اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ
کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعائیں مانگا کریں گو وہ اُن کے

كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ اُن کو معلوم ہوچکا ہو کہ وہ

لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا
دوزخی ہیں۔ اور ابراہیمؑ

كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا
کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا صرف ایک وعدہ سے تھا جو

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
اُس نے اُس سے کر لیا تھا۔ پھر جب کہ اُس کو

تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ
یہ معلوم ہوگیا کہ وہ خدا تعالیٰ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہو گئے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾
کیونکہ ابراہیمؑ بڑے نرم دل (اور) بُردبار تھے۔

ترکیب

بانّ الباء ہنا للمقابلۃ وعدًا مصدر لے وعدہم بذالک وعدًا حقًا اس کی صفت فی التوراۃ الخ ثابت کے متعلق ہو کر صفت ثالث التائبون خبر ہے مبتدا محذوف کی لے وہم التائبون ویجوز ان یکون مبتدا والخبر الآمرون وما بعدہٗ وہو ضعیف۔

تفسیر

جب کہ جہاد سے کنارہ کشی کرنے کی وجہ سے منافقین کے قبائح اور فضائح اور اُن کے اقسام اور ہر قسم کی لائق سزا دُنیا و آخرت میں واقع ہونے والی بیان فرماچکا تو فضائلِ جہاد اور اُس کی حقیقت کی طرف پھر رجوع کرتا ہے پس فرماتا ہے ان اللہ اشتری الخ محمد بن کعبؒ قرظی کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں لیلۃ العقبۃ میں ستّر انصارؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تب عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا کہ اپنے لئے اور اللہ تعالےٰ کے لئے یارسول اللہؐ جو چاہے ہم سے شرط کرالیجئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے لئے یہ کہ اُسی کی عبادت کرو کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ اور میرے لئے یہ کہ جس چیز سے اپنے نفس اور مال کو محفوظ رکھو اُس سے مجھے بھی۔ لوگوں نے کہا جب ہم نے ایسا کیا تو کیا ملے گا؟ فرمایا جنّت۔ لوگوں نے عرض کیا بہت فائدہ مند بیع ہے ہم اس کو ہرگز واپس نہ کریں گے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم) اس آیت میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جنّت کے عوض میں ایمانداروں کی جان اور مال کو خرید لیا بائع روح و مُشتری اللہ تعالےٰ مبیعہ جسم و مال قیمت جنت۔ پھر فرماتا ہے کہ خریدنے سے ہمارا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ تم جان و مال سے اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ مارو یا مرجاؤ۔ یعنی یہ جان و مال گو اللہ تعالےٰ ہی کا عطیہ ہے مگر اس کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں صرف کرو اس کے بدلہ میں تم کو حیاتِ جاودانی اور سعادتِ روحانی ملے گی۔ اس بات کو خرید فروخت کے پیرایہ میں ادا کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ جنّت کا طالب ہو کر جان و مال کو اپنا نہ سمجھے بلکہ اس کو بیچ چکے، مالک جہاں اس کے صَرف کرنے کا حکم دے دریغ نہ کرے حقیقت میں کیا ارزاں سودا ہے کجا یہ مال و جسم فانی کہاں وہ حیات

جاودانی کہاں یہ دُنیا کا مال کہاں اُس کا جمالِ باکمال ؎
قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ + نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوزؔ
پھر آگے اُن لوگوں کی نَو صفت بیان فرماتا ہے جو اخلاقِ حمیدہ
اور تنویرِ رُوح اور تمدّن اور باہمی اصلاح کا عطر ہیں۔
(۱) التائبون الخ یعنے ہر قسم کی بُرائی سے جو بشریت سے
صادر ہو گئی توبہ کرتے ہیں نہ کہ اس پر اَڑتے ہیں۔ (۲) عابدون
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے (۳) الحامدون خدا تعالیٰ
کی ہر حال میں حمد کرتے ہیں جو کچھ اُس نے عنایت کیا ہے اُسی
حالت میں اُس سے خوش ہیں۔ (۴) السائحون روزہ رکھنے
والے کیونکہ روزہ میں جب انسان خواہشوں کے دروازے بند
کرلیتا ہے تو اُس پر معارف کے دروازے کھُل جاتے ہیں پھر
وہ اس میں عالم جلال کی سَیر کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے
مراد خدا تعالیٰ کے لئے سفر کرنے والے ہیں طلب علم یا جہاد
کے لئے یا ہجرت کے لئے من السیاحۃ۔ (۵-۶) رکوع
اور سجدہ کرنے والے یعنی نماز پڑھنے والے تخصیص بعد التعمیم۔
(۷-۸) اس سے اپنی تکمیل پر بس نہ کرنے والے بلکہ اوروں
کو بھی اس میں شریک کرنے والے یعنی بھلی باتوں کا حکم دینے
والے بُری باتوں سے منع کرنے والے۔ (۹) الحافظون لحدود
اللہ ہر امر میں احکامِ الٰہی کی رعایت رکھنے والے اس میں
ہزاروں باتیں آگئیں۔ جہاد میں چونکہ مخالفین یگانہ لوگ تھے
اُن سے لڑنا شاق تھا اس لئے اوّل اُن سے بیزاری ظاہر
کرکے یہاں اُن کے لئے استغفار سے بھی منع کرتا ہے اور
حضرت ابراہیمؑ نے جو اپنے باپ کے لئے استغفار کی تھی اس کی
وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو اُس نے
اپنے باپ سے کر لیا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ کفر پر مرا تو علیحدگی
اختیار کی۔ خدا تعالیٰ کے سپاہی کو اپنے بیگانہ سے کچھ مطلب
نہیں حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ
اور خدا تعالیٰ کا کام نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے بعد گمراہ کر دے

إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ
جب تک کہ اُن کو وہ باتیں نہ بتلادے کہ جن سے وہ بچتے رہیں۔
إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾
بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے۔
إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔
يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
(وہی) زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ
حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ البتہ
تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اور مہاجرین اور اُن انصار پر بڑا
وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ
فضل کیا جنھوں نے تنگ دستی کے وقت نبیؐ کا ساتھ
الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ
دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا ہی
فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ
چلے تھے پھر اس نے ان پر بھی رحم کیا (کہ ان کو سنبھال لیا)
بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ
کیونکہ وہ اُن پر نہایت نرم بہت مہربان ہے۔ اور اُن تینوں پر بھی (مہربانی
الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ
کی) کہ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ باوجود فراخی کے اُن پر
عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ
زمین تنگ ہو گئی تھی اور وہ اپنی جان سے بھی
عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ
تنگ آگئے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ اُس کے قہر سے
مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
اُس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں۔ پھر ان پر بھی رحمت کی (کہ ان کو توفیق دی)

لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ ۱۴ ع ۸ ۳

کہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترکیب

ماکاد کا فاعل ضمیر شان والجملۃ بعدہ فی موضع نصب۔ وعلے الثلٰثۃ معطوف ہے النبی پر اے تاب علی النبی وعلے الثلٰثۃ الذین الخ بمارحبت اے مع رحبہا۔ من اللہ خبر ہے لا کی ملجا اسم تھا الا الیہ استثنا۔ ہے مثل لا الٰہ الا اللہ کے۔

تفسیر

اس سے پہلی آیت میں جو مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت تھی اور یہ کہا تھا کہ نبیؐ اور مسلمانوں کی یہ شان نہیں حالانکہ اس سے پہلے بہت لوگ اپنے اقارب مشرکین کے لئے جو مر گئے تھے استغفار کیا کرتے تھے اور بہت سے لوگ جو استغفار کرتے تھے اس ممانعت سے پیشتر مر چکے تھے اور جو زندہ تھے ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور خوف تھا کہ ہم گمراہ ہو گئے۔ اس کے جواب میں تسلی کے لئے فرماتا ہے وماکان اللہ لیضل الخ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو ہدایت کر کے بغیر اُن باتوں کے بیان کئے کہ جن سے اُن کو بچنا چاہیے گمراہ کر دے یعنی چونکہ تم کو استغفار کی ممانعت بتلائی نہیں گئی تھی اگر اس سے پہلے تم نے اُن کے لئے استغفار کی تو اس سے تم گمراہ اور گناہ گار نہیں ہوئے اور ممنوعات کا بیان کرنا اُس کا کام ہے کیونکہ وہ ہر شے سے واقف ہے۔ مگر اس کے بعد اہلِ اسلام کے دل میں یہ کھٹکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار عزیز و اقارب بلکہ جمیع کُفّار کی دوستی سے منع کر دیا اور سب سے لڑنے کا حکم دیا اور ہماری قدرت و طاقت معلوم ہے پھر اُن کی معاونت بغیر کیا ہوگا، اس شک کے دُور کرنے کو فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی مارتا زندہ کرتا ہے، وہ قادرِ مطلق تم کو بس کرتا ہے اُسی کی اعانت تمہیں کافی ہے، اُس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی مددگار نہیں، نہ اُن کی تمہیں کچھ حاجت ہے۔ اور نیز یہ جملہ انّ اللّٰہ لہٗ ملک السمٰوٰت اُس کے ہر شے کے عالم ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ جو ایسا قادر ہے وہ عالم بھی ہے بغیر علم کے یہ قدرت کاملہ ہو نہیں سکتی۔ اور نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سب ملک اُسی کے ہیں جس سے چاہے لے کر کسی اور کو دیدے۔ چنانچہ اُس نے صحابہؓ کو سلطنتیں دیں مخالفوں کو زیر کر دیا۔

چونکہ مہاجرین و انصار نے اس جنگ میں نہایت شدت کی گرمی اور گرسنگی اُٹھائی اور طرح طرح کی تکالیف پائی تھیں تو ایسی حالت میں انسان کا مقتضٰے طبعی ہے کہ اُس کے دل میں کچھ وسواس فاسدہ گزریں گو یہ کوئی گناہ نہیں مگر ایسے مقربین کے دل میں بے ساختہ ایسے خیالات کا گزرنا بھی عالم محبت میں قابلِ گرفت ہے۔

جیسا کہ خود ہی اُن خیالات کی طرف اشارہ کرتا ہے من بعد ماکاد یزیغ قلوب فریق منہم کہ قریب تھا کہ اس شدت کے وقت میں ایک فریق مومنین کا دل پھر جاوے واپسی اور پیچھے رہ جانے کا قصد کریں۔ اور نیز یوں بھی بشریت سے انسان کچھ کر گزرتا ہے لیکن اُن کا یہ کام کہ اُنھوں نے ایسے تنگ اور شدت کے وقت رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آسمانی لشکر سے تخلف نہ کیا نہایت قابل قدردانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوا اس کے انعام میں اُن کے لئے لقد تاب اللہ علے النبی والمہاجرین الخ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو خلعتِ معافی عطا فرمایا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی معافی اور رحمت کا واسطہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اس لئے اس میں سب سے اوّل آپؐ کو بھی شریک کر لیا اور ثم تاب علیہم

کے لفظ کو پھر تاکید کے لئے اعادہ فرمایا جس طرح خوشی میں بادشاہ اپنے نوکر وفادار سے کہتا ہے ہم نے تم کو یہ چیز دی، اچھا دی۔

اس جنگ میں تین شخص سچے مسلمان محض آرام طلبی کی وجہ سے شریک نہ ہوتے تھے جن کی نسبت پہلے آیا تھا وآخرون مرجون لامر اللہ اب یہاں اس فیضِ رحمت کے طفیل میں ان پر بھی رحمت کرتا اور اُن کی توبہ قبول فرماتا ہے فقال وعلے الثلاثۃ۔ الذین الخ

اب ہم اُن تینوں صاحبوں کا قصہ صحیح بخاری سے بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان پر زمینِ فراخ کا تنگ ہونا اور جان کا تنگ آجانا اور خدا تعالیٰ کے سوا کوئی ٹھکانا نظر نہ آنا معلوم ہوجائے۔ یہ تو آپ کو پیشتر ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تین صحابی کعب بن مالک شاعر، مرارۃ بن الربیع، ہلال بن اُمیہ انصاری تھے۔ بخاری کعب رضؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں بجز موقع بدر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے کبھی پیچھے نہیں رہا تھا اور میں لیلۃ العقبۃ میں شریک تھا۔ اس سال میرے پاس دو سواریاں بھی تھیں جو کبھی نہ ہوئی تھیں اور فراخ دست بھی تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غزوۂ تبوک کی تیاری کردی اور لوگوں کو اعلان کردیا مگر موسم وہ تھا کہ جس میں سایہ اور پھل اچھے معلوم ہوتے تھے لوگ تیاری کرتے تھے میں یہ کہتا تھا کہ کرلوں گا یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ چل دیتے مگر میں یہ خیال کرتا تھا کہ جانے دو، دو روز بعد میں بھی جا کر ان سے مل جاؤں گا۔ الغرض اسی شش و پنج میں رہ گیا۔ بعد آپ کے جب کہ میں مدینہ طیبہ میں دیکھتا تھا کہ یا تو منافق نہیں گئے یا صاحب عذر، تو میں اپنے دل میں نہایت غمگین ہوتا تھا یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں پہنچ گئے وہاں آپ نے لوگوں کے روبرو مجھے یاد فرمایا تو بنی سلمہ میں سے ایک نے کہا یارسول اللہ! وہ اپنے عیش و آرام کی وجہ سے نہیں آیا۔ معاذ بن جبل رضؓ نے کہا تو نے بُرا کہا وہ شخص نیک ہے۔ پس جب مجھ کو یہ خبر ملی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت ہی قریب آگئے تب مجھ کو فکر ہوئی کہ کیا حیلہ کروں جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دُور ہو۔ سب سے مشورہ کرتا پھرا مگر دل میں قصد کیا کہ جھوٹ تو ہرگز نہ بولوں گا پس جب آپ تشریف لائے اور حسب عادت مسجد میں دو رکعت پڑھ کر صبح کو بیٹھے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اسّی کے قریب تھے آئے اور عذر کرنے لگے۔ آپ اُن کے ظاہر قول پر اعتبار کرتے جاتے اور اُن سے بیعت لیتے جاتے اور اُن کے لئے معافی مانگتے تھے اور اُن کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اس میں میں بھی آیا اور میں نے سلام کیا، آپ نے غضب آلود تبسم سے فرمایا کہ آئیے۔ میں آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پوچھا کہ تم کس لئے نہیں گئے تھے؟ میں نے کہا کہ سچ ہی سے نجات ہے آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولنے کا، مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا چلو اٹھو تمہارے حق میں اب جو کچھ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا، اور اسی طرح اُن دونوں کے لئے ہوا۔ لوگوں کو ہم سے کلام سلام سے منع کردیا۔ وہ دونوں تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے مگر میں نمازِ جماعت میں آکر شریک ہوتا اور آپ کو سلام کرتا اور دیکھتا تھا کہ جواب میں آپ کے لب مبارک بھی ہلتے ہیں؟ جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آنکھ چرا جاتے اور جب میری آنکھ پھرتی تو گوشۂ چشم سے مجھے دیکھتے۔ کوئی شخص ہم سے بات یا سلام نہ کرتا تھا اسی عرصہ میں میں اپنے چچازاد بھائی ابو قتادہ رضؓ کے باغ میں گیا اُس سے بہت کچھ ترحم آمیز کلمات سے کلام کیا، مگر اُس نے جواب نہ دیا۔ تب تو ہم پر باوجود فراخی کے زمین تنگ ہوگئی۔ اس عرصہ میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں اپنے کوٹھے کی چھت پر تھا کہ کسی نے سلع پہاڑ سے پکار کر آواز دی کہ اے کعب رضؓ! بشارت ہو اور اسی طرح اُن کی طرف بھی لوگ دوڑے ہوئے بشارت دینے آئے۔ میرے پاس

بھی ایک سوار آیا اور جس کی میں نے آواز پہلے سنی تھی اُس کو اپنے کپڑے اُتار کر دیئے۔ اُس روز کی خوشی کا کچھ بیان نہیں پھر میں مسجد میں گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ بیٹھے تھے وہ مجھے مبارکباد دینے لگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے سلام کیا اور آپؐ کا خوشی میں چاند کی طرح مُنہ چمکتا تھا۔ فرمایا کہ آج تجھے ایسی خوشی کا مژدہ ہو کہ جب سے پیدا ہوا ہے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنی توبہ میں اپنا تمام مال للہ دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کچھ رکھ بھی لے۔ انتہے ملخصاً مع تقدیم وتاخیر مایناسب ؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا

ایمان والو! اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور سچے

مَعَ الصَّادِقِينَ (١١٩) مَا كَانَ لِأَهْلِ

ہو کر رہو۔ اہل مدینہ

الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ

اور ان کے آس پاس کے بدوؤں کو لائق نہ

أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا

تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاویں اور نہ

يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ

یہ کہ اپنی جان کو اُس کی جان سے عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے کہ

بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

ان کے لئے ہر پیاس اور ہر تکلیف اور بھوک میں ع ١٥ ٤

وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا

جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں ان کو پہنچتی ہے اور جن مقامات پر

يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

اُن کا پھرنا کفار کو ناگوار گزرتا ہے اور جو کچھ دشمنوں سے وہ چھین

مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ

جھپٹ لیتے ہیں (ہر حال میں) اُن کے لئے نیک عمل

عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

لکھا جاتا ہے [1]۔ بے شک اللہ تعالےٰ نیکوں کا اجر ضائع

الْمُحْسِنِينَ (١٢٠) وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً

نہیں کرتا۔ اور جو کچھ بھی وہ صرف کرتے ہیں

صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ

تھوڑا یا بہت اور جو میدان وہ طے

وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ

کرتے ہیں سب (کا اجر) اُن کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ

اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٢١)

اُن کے کام کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا کرے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً

اور مسلمانوں کو یہ بھی مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوا کریں

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ

یوں کیوں نہیں کیا کہ اُن کی ہر جماعت میں سے کچھ کچھ نکلتے

طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ

تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور

لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

واپس جا کر اپنی قوم کو ڈراتے

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (١٢٢) ع

شاید وہ بھی بچتے [2]۔

ترکیب

ان یتخلفوا اسم کان لاہل المدینۃ خبر ذالک مبتدا بانہم خبر ظما فاعل لایصیب ولانصب اس پر معطوف ولایطؤن لایصیبہم پر معطوف الا استثنا۔ من کل واحدۃ فی کل منہا کتب لہم عمل صالح فلولا ہلا طائفۃ فاعل نفر۔

[1] یعنے پیچھے رہ جانا اس لئے نامناسب ہے کہ جہاد میں یہ کچھ فضائل ہیں کہ بھوک پیاس سفر کی ماندگی اور دشمن پر فتحیابی ہر حال میں اُن کے لئے اجر اور یہ کام نیک ہے سعادت کے دفتر میں لکھا جاتا ہے پھر ایسے کام سے تخلف نازیبا نہیں تو اور کیا ہے ١٢

[2] بُرے کاموں سے ١٢ منہ

تفسیر

اُن لوگوں کی توبہ قبول کرکے جواُن کو صدق یعنی سچائی کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی آئندہ اورلوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور صدق اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے فقال اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ صادقوں کے جو کچھ فضائل آئے ہیں بیان سے باہر ہیں۔ جب آدمی اپنے اللہ تعالیٰ سے سچا رہتا ہے تو دین و دنیا کی برکات نصیب ہوتی ہیں چونکہ صدق بھی نبوت کا ایک جزوِ اعظم ہے اس لئے صدیق کا مرتبہ نبی کے بعد ہے اورچونکہ صدق کا حاصل ہونا بغیر استقلال ان حوادثِ جانکاہ کے (کہ جو صادق اور کاذب کے لئے کسوٹی ہیں یعنی مُرشدِ کامل سرورِ کائنات کا ہرامر میں ساتھ دینا) ممکن نہ تھا اس لئے اس کے بعد مدینہ طیبہ کے آس پاس والوں اورخاص مدینہ والوں کو جو اُس وقت میں وہی اُس فیضِ تعلّم اور صحبتِ ہادیٔ برحق سے سرفراز تھے یہ فرماتا ہے ماکان لاہل المدینۃ الخ کہ مدینہ والوں اوراس آس پاس کے اعراب کوکسی واقعہ میں رسولؐ سے پیچھے رہ جانا سزاوار نہیں اور نہ یہ بات کہ وہ اپنے نفس کو رسولؐ کے نفس سے عزیز سمجھیں یعنی جس مشقت یا تکلیف کے کام کو رسولؐ کرے وہ وہاں آپ آرام طلبی اختیار کرکے بیٹھ رہیں کس لئے کہ اس کام میں جو کوئی تکلیف اُن کو پہنچے گی وہ اُن کے لئے ثواب اور اجرِ آخرت کا باعث ہوگی ذٰلک بانہم لایصیبہم ظمأ الخ صحیح یہی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمادیں تو کسی کو جہاد سے باز رہنا درست نہیں اور بعد میں یہ بات حسبِ ضرورت ہے وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ الخ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں پر تشدّد ہوا تو پھر سب جانے لگے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ جاتے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ دو فریق ہوکر ایک تو جہاد میں جایا کرے اورایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ کر مسائلِ دینیہ وحی نازل شدہ سیکھا کرے جب جہاد والے واپس آویں تو یہ لوگ اُن کو جو کچھ پیچھے سیکھا ہے بتادیا کریں۔ یہ اس تقدیر پر کلام سابق کا تتمہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح جہاد اور ہجرت فرض ہوئی اسی طرح تفقہ یعنی دینی مسائل سیکھنے کا بھی اس آیت میں حکم ہوا اور اسی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مدینہ طیبہ آنا ہوتا تھا اورچونکہ سب لوگوں کا آنا موجبِ دشواری تھا اس لئے فرمایا کہ ایک گروہ جاکر سیکھ آوے اور اُن کو آکر سکھادے تب یہ کلام مستقل ہے۔ بقدرِ ضرورت سیکھنا فرضِ عین اور زیادہ فرض کفایہ ہے ؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ

اے ایمان والو! اپنے آس پاس کے کفار سے لڑو اور

يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

چاہیئے کہ اُن کو تم میں کرارا پن معلوم

غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

ہو۔ اور معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ

ساتھ ہے۔ اور جب کہ کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ

تو[1] اُن میں سے ایک[2] دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اس نے تم میں سے کس کا

هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ایمان زیادہ کردیا۔ لیکن وہ جو ایمان لاچکے ہیں سو اُن کا تو

فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ایمان زیادہ کردیا اور وہی خوش بھی ہوتے ہیں۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور جن کے دلوں میں مرض[3] ہے تو اُن کی خباثت پر اور خباثت

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا

بڑھادی۔ اور وہ مریں گے

[1] یعنی اگر سب کے جانے کی مقابلہ کے لئے ضرورت ہو تو سب ورنہ بعض کا جانا کافی ہے۔ ۱۲

[2] یعنی منافق ۱۲ منہ　　[3] نفاق کا مرض ۱۲ منہ

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ
بھی تو کافر ہو کر۔ کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ

يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ
وہ ہر سال میں ایک یا دو بار آزمائے جاتے ہیں

ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ
اور جب کہ کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو

اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ
تکتا ہے کہ کوئی ہمیں دیکھتا تو نہیں پھر اٹھ کر چل دیتے

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ
ہیں۔ (رسول کی مجلس سے کیا پھرے) اللہ تعالے نے ان کے دلوں ہی کو پھیر دیا

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ
کس لئے کہ یہ نادان قوم ہے۔ (لوگو!) بیشک تمہارے پاس تمہیں

رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا
میں سے ایک ایسے رسول آ گئے کہ جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے

عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
جس کو تمہاری بھلائی کا شوق ہے وہ مسلمانوں پر نہایت شفیق (اور)

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ
مہربان ہیں۔ پھر اگر اس پر بھی نہ مانیں تو کہہ دو کہ

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ
مجھ کو اللہ تعالیٰ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے

تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۶ / ۷ / ۵
بھروسہ کر لیا ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

ترکیب

من الکفار الذین کا بیان۔ غلظۃ بکسر الغین و ضمہا مفعول لیجدوا۔ فمنہم خبر من مبتدا جملہ جواب اذا ما۔ ایمانا تمیز ہے زادت سے۔ ہل یرٰکم لے یقولون ہل یرٰکم

من انفسکم رسول کی صفت اول عزیز علیہ ما عنتم صفت ثانی حریص علیکم صفت ثالث بالمؤمنین رء وف رحیم صفت رابع ؂

تفسیر

ان قوانین آسمانی کا ذکر فرما کر اور مسلمانوں کو آئندہ تخلف سے منع کر کے عام جہاد کا حکم دیتا ہے اور قریب والوں سے شروع کرتا ہے کہ پہلے پاس والوں سے پھر اور وں سے رفتہ رفتہ سب سے لڑو قاتلوا الذین یلونکم۔ اور چونکہ اس کام کے لئے سختی اور بہادری بھی شرط ہے اس لئے فرماتا ہے ولیجدوا فیکم غلظۃ کہ ذرا کرارا پن بھی دکھاؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے تاریک زمانہ میں ہوئی کہ روئے زمین پر کفر و بدکاری کی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور صدہا بنی آدم کا مزاج فطرتی بگڑ گیا تھا ان میں اصلاح کی قابلیت ہی نہ رہی تھی۔ ان کا وجود اس قابل تھا کہ نیست و نابود کر دیا جائے وہ شجر پُر زہر کشت بنی آدم سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاوے اور ایسے زمانہ کی اگلے انبیاء حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ خبر دیتے چلے آتے تھے اس وجہ سے خدا تعالے نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا کہ حتے المقدور سمجھایا جاوے اور جن میں مادہ اصلاح نہ ہو ان سے دنیا کو صاف پاک کر دیا جاوے۔
اس کام کا لشکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم قرار پائی۔ اور جنگ و قتال میں کبھی شوکت و غنیمت کا بھی خیال ہوتا ہے جو منشائے الٰہی کے برخلاف ہے اس لئے فرمایا کہ اعلموا ان اللہ مع المتقین اور تقوے ایک بڑا وسیع المعنے لفظ ہے جس میں ہر قسم کی منہیات سے بچنے کی طرف اشارہ ہے لیکن ان سب میں بڑھ کر نفاق ہے خصوصاً لشکر میں شمار ہو کر اور اس دفتر میں نام لکھوا کر اس لئے واذا ما انزلت سے لے کر بانہم قوم لا یفقہون تک نفاق اور منافقین کی مذمت اور ان کی بیہودہ حرکات ذکر فرما کر لوگوں کو متنبہ کر دیا۔ اور نفاق

منشا یہی تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عادات خورد و نوش جملہ انسانی باتوں میں اپنا مانند دیکھ کر باوجود معجزات دیکھنے کے آپ کی نبوت اور وحی میں شک کرتے تھے جو محض حماقت تھی جیساکہ لایفقہون میں اشارہ ہے اس لئے اس سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چند اوصاف حمیدہ ذکر فرماتے جن سے شک جاتا ہے۔ (۱) من انفسکم یعنی تمہیں میں کا رسول تمہارے پاس بھیجا جس کے حالات صدق و امانت و عفاف و صیانت ابتدائے عمر سے تمہیں معلوم ہیں کوئی غیر نہیں کہ جس سے واقف نہ ہوں اور نیز یہ کہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کا شخص ہے جو تمہارے لئے فخر اور رحمت ہے۔ انفس نفیس سے بھی لیا ہے یعنی تم سب میں سے افضل واشرف۔ (۲) عزیز علیہ ما عنتم کہ تمہارا دلی درد مند خیر خواہ (۳) حریص علیکم تمہاری بھلائی چاہنے کا نہایت خواہشمند کہ دنیا و آخرت کی خوبی تمہیں پہنچائے۔ (۴) بالمومنین رؤف رحیم کہ وہ مسلمانوں پر نہایت نرم اور مہربان ہے۔ فان تولوا پس اگر اس پر بھی نہ مانیں تو کہدو کہ مجھے تمہاری کچھ پروا نہیں حسبی اللہ مجھے اللہ تعالے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

سورۂ یونس (علیہ السلام) مکیہ ہے۔ اس کی ایک سو نو آیات گیارہ رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ①

یہ آیتیں ہیں پُر حکمت کتاب کی۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى

کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انھیں میں سے ایک

رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ

شخص کی طرف (یہ) وحی بھیجی کہ لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ اور ایمانداروں

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ

کو بشارت دو کہ ان کا پایہ اُن کے رب کے نزدیک

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؔؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ

مضبوط ہے۔ کافر کہہ اٹھے یہ تو صریح

هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ

جادوگر ہے۔ تمہارا رب تو اللہ تعالے

الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ

ہے کہ جس نے چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو

فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ

بنایا۔ پھر تخت پر بیٹھ کر انتظام

يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ

کرنے لگا۔ کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی

بَعۡدِ اِذۡنِهٖ ؕ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ

اجازت کے بعد۔ یہ ہے اللہ تو تمہارا رب تو

فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ③ اِلَيۡهِ

سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم (پھر بھی) نہیں سمجھتے۔ اسی کے پاس

مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

تم سب کو پھر کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا ہے۔ وہی

يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ لِيَجۡزِىَ

اوّل بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی بار دیگر پیدا کرے گا تاکہ جو ایمان

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ

لاتے اور انھوں نے اچھے کام کئے اُن کو انصاف سے بدلہ دے۔

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ

اور جنھوں نے انکار کیا ہے اُن کے لئے کھولتا پانی اور عذاب

حَمِيۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا

الیم ہے اُن کے انکار کرنے کے

يَكْفُرُوْنَ ④ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ

بدلہ میں۔ وہی تو ہے کہ جس نے سورج کو چمکتا ہوا

ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

بنایا اور چاند کو روشن کر دیا اور اس کی منزلیں[۱] مقرر کر دیں

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ

تاکہ تم کو برسوں کی گنتی اور حساب معلوم رہے۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے۔ وہ سمجھ داروں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑤ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ

ع ۱ ۱۰ ۶

کے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے۔ بے شک رات دن کے

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ

بدلنے میں اور جو کچھ کہ اس نے آسمانوں اور زمین میں پیدا

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ⑥

کر رکھا ہے (اس میں) البتہ پرہیزگاروں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا

جو لوگ کہ ہم سے ملنے کی[۲] امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ

پر ریجھ گئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ⑦

وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑧

ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے ان کاموں کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کئے تو

يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ

ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا رب تو ان کو رہنمائی کریگا (مقاماتِ سعادت کی طرف) ان کے نیچے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑨

جنات النعیم میں نہریں بہتی ہوں گی۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

جہاں ان کی گفتگو سبحانک اللہم (یعنی اے خدا تو تیری ذات پاک ہے) اور ان کی باہمی دعا[۳]

فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ

سلام (علیک) ہو گی۔ اور ان کی آخر بات الحمد للہ رب العالمین[۳]

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَوْ يُعَجِّلُ

ہو گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بھی ویسی

اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

ہی سزا دینے میں جلدی کیا کرتا جیسا کہ لوگ اپنے فوائد کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں

لَقُضِیَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۚ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ

تو ان کا وقت بھی پورا ہو چکا ہوتا۔ (لیکن) ہم ان لوگوں کو کہ جو ہم سے

لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪

ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کی گمراہی میں سرگرداں ہی چھوڑے رکھتے ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا

اور جب کہ انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہم کو

لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا

پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس کا

كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ

دکھ اس سے دور کر دیتے ہیں تو ایسا ہو کر چلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی ہم کو

اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ

اس دکھ کے رفع کرنے کے لئے جو اس کو پہنچا تھا پکارا ہی نہ تھا یہ بیہودہ لوگوں کے کام ان کی (نگاہ میں)

[۱] چاند کی منزلیں یہ ہیں کہ وہ نمودار ہونے کے بعد ہر روز تھوڑا تھوڑا چلتا آتا ہے یہاں تک کہ تیس[۳۰] یا انتیس[۲۹] دن میں پھر وہیں آ نمودار ہوتا ہے۔ اس بات کی اہلِ تقویم و اہلِ نجوم نے یہ تشریح بیان کی ہے کہ آسمان کے بارہ[۱۲] حصے ہیں یعنی فرضی ٹکڑے جیسے خربزہ کی پھانکیں جن کو برج کہتے ہیں اپنی ذاتی رفتار سے چاند ایک رات دن میں ایک برج کے نصف حصہ سے کم کو طے کرتا ہے جس طرح کہ آفتاب اپنی رفتار سے برس بھر میں ان بارہ[۱۲] برجوں کو طے کرتا ہے یہ مہینے بھر میں۔ اس سے موسمیں اور رات دن بدلتے ہیں جن سے دنیا بھر کے اسباب زندگی غلہ اور پھل پھول وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور اسی سے شمسی اور قمری مہینوں کا حساب قائم ہوا ہے۔ حقانی [۲] یعنی ان کو یقین نہیں کہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہو ۱۲ منہ [۳] ہر قسم کی خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے ۱۲ منہ

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑫ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

یوں آراستہ کئے گئے ہیں۔　اور تم سے پہلے ہم بہت سی

الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَ

امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جب کہ وہ ظلم کرنے لگے تھے۔　اور

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا

ان کے پاس ان کے رسول معجزے (بھی) لے کر آئے تھے، اور وہ کیا ماننے

لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

والے تھے۔　ہم نافرمانوں کو یوں　بدلہ دیا　کرتے

الْمُجْرِمِينَ ⑬ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي

ہیں۔　پھر ان کے بعد ہم نے　تم کو زمین پر

الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

جانشین　کیا　تاکہ ہم دیکھیں　کہ تم کیسے کام

تَعْمَلُونَ ⑭ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

کرتے ہو۔　اور جب کہ ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی

بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا

جاتی ہیں　تو وہ لوگ کہ جن کو ہم سے　ملنے کی امید نہیں یہ کہتے ہیں کہ اس کے

ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ

سوا کوئی　اور قرآن لے آیا اس کو بدل دے۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ

(سوائے رسول آپ ان سے) کہہ دیجئے　میرا کیا مقدور کہ میں　اس کو اپنی طرف سے

تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ

بدل دوں۔　میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا

إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

گیا۔　اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑮ قُلْ لَوْ شَاءَ

سے ڈر لگتا ہے۔　کہو اگر　اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں

اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ

اسے پڑھ کر نہ سناتا (اور) نہ　اس کی تمھیں خبر　کرتا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ

کیونکہ میں تو اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں،

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ⑯ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ

پھر تم کیا نہیں سمجھتے۔　سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ

افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ

تعالیٰ پر جھوٹ باندھے　یا اس کی آیتوں کو جھٹلا دے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ⑰

بے شک نافرمانوں کو ہرگز فلاح نہ　ہو گی۔

ترکیب

للناس کان سے متعلق ان اوحینا اسم عجبًا خبر ان انذر تفسیر ہے اوحینا کی وعد اللہ اور اسی طرح حقًا منصوب ہیں فعل محذوف کے مصدر ہو کر لآیات اسم ان فی اختلاف الیل خبر اور والنہار الیل پر معطوف وما الخ بھی یہ سب مجرور ہیں فی کے جو خبر میں شامل ہیں الذین اسم انّ والذین ہم اس پر معطوف اولئک خبر دعوٰہم مبتدا سبحانک اللّٰہم خبر استجابہم منصوب ہے بنزع خافض اے کاستجابہم۔

تفسیر

اس سورۃ میں چونکہ حضرت یونس علیہ السّلام کا عبرت انگیز ایک نیا قصہ ہے اس لئے اسی نام سے یہ سورۃ صحابہ رضؓ میں نامزد ہو گئی۔ یہاں تک　وہ سورتیں تھیں جو مدینہ طیّبہ میں نازل ہوئیں تھیں جن میں نکاح طلاق میراث قصاص جہاد و سیاست کے احکام اور حلال و حرام چیزوں کا بیان تھا اب یہاں سے وہ سورتیں شروع ہوتی ہیں جو ہجرت سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئیں جب کہ مکّہ مکرّمہ اور اس کے اطراف بلکہ برّ عرب بلکہ تمام دنیا پر گمراہی اور الحاد اور بدکاری اور بت پرستی اور اوہام باطلہ کے دریا

موج زن تھے خاص عرب میں چند گروہ تھے (۱) وہ کہ جو سرے سے خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے قائل نہ تھے صرف دہر اور طبائع اجسام کو مُوجِد و مغنی خیال کرتے تھے وما یہلکنا الا الدہر نہ حشر و نشر نہ حساب کے قائل اور نہ سلسلۂ نبوت کے قائل تھے۔ (۲) خدا تعالیٰ کے تو قائل تھے مگر حشر بالاجساد اور سلسلۂ نبوت کے منکر تھے بتوں اور جنوں اور دیگر مخلوقات کی پرستش کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ اور دنیاوی کامیابی کا وسیلہ جانتے تھے جیسا کہ ہنود کا قول ہے، ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ پھر اُن چیزوں میں سے کسی کو اپنے زعم فاسد میں خدا تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی کسی کو غیب داں کسی کو اُس کے کارخانہ کا مدار المہام خیال کرتے تھے جس کے جواب میں اس سورۃ میں اپنی نسبت یدبّر الامر کہنا پڑا۔ (۳) کچھ حکیمانہ خیالات کے لوگ بھی تھے کہ نبوت کے منکر تھے اور عقل کو حسن و قبح کے ادراک میں کافی جانتے تھے الہام اور آسمانی کتابوں کے منکر تھے خصوصاً آدمی کا رسول ہو کر آنا بھی تعجب انگیز امر تھا کہ انسان باہم مساوی ہیں پھر ایک شخص کو خدا تعالیٰ سے ایسا قرب حاصل ہونا ایک امر خلاف عقل ہے خصوصاً آنحضرت علیہ السلام کو اُمّی اور فقیر خیال کرکے اور بھی تعجب کرتے تھے۔ یہود اور نصاریٰ اور مجوس اُن کے علاوہ تھے جو اطراف عرب عراق و یمن میں رہتے تھے اور اب بھی دنیا میں جس قدر گمراہ فریق ہیں وہ انہیں اقسام ثلثہ کی کوئی نہ کوئی شاخ ہیں۔ خدا تعالیٰ اس سورۃ میں ان تینوں فریق کا رد کرتا ہے اور اُن کے اقوال و عقائد کا مفصلاً جواب دیتا ہے فقال الرٰ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جن سے سارے فصحائے عرب تمہارے کلام مرکب ہوتے ہیں پھر اگر اس میں کوئی بات انسان کی قوت سے بڑھ کر نہیں تو پھر تم بھی معمولی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ہم قوم ہم ملک ہو ایسا تم بھی کہہ لاؤ۔ لیکن نہیں کہہ سکتے کس لئے کہ تلک آیات الکتاب المبین کہ یہ آیات کتاب مبین کی آیات ہیں کہ جو انسان کی سعادت و شقاوت اور عالم آخرت کا حال اور حرام و حلال، نجاست و پاکیزگی کے احکام اور قتل و میراث اور جملہ معاشرت کے قوانین بیان کرتی ہے کہ جو خاص الہام الٰہی کا کام ہے۔ سب سے اوّل قرآن مجید کا کلام الٰہی ثابت کرنا آئندہ مطالب کے لئے ضروری تھا اس لئے سب سے اوّل اسی بات کو ثابت کیا اس کے بعد مسئلۂ نبوت شروع کیا فقال اکان للناس عجباً ان اوحینا الیٰ رجل منہم کہ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُنہیں میں سے ایک شخص کی طرف (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف) وحی بھیجی اور وہ اس لئے کہ ان انذر الناس وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم کہ لوگوں کو اُن کے بُرے اعمال اور بُرے عقائد کے بُرے نتائج سے جو دنیا میں اور بیشتر مرنے کے بعد پیش آتے ہیں ڈراوے اور ایمانداروں کو اس بات کا مژدہ سُنا وے کہ اُن کے رب کے پاس اُن کا راستی کا پایہ ہے وہ اُس کے ہاں راستباز اور اجر عظیم کے مستحق ہیں اس بات پر تعجب ہی نہیں کیا بلکہ قال الکٰفرون ان ہٰذا لسحر مبین کافر یہ بول اُٹھے کہ یہ نبی تو کُھلا کُھلا جادوگر ہے۔

مسئلۂ نبوت پر جو کچھ منکرین کا شبہ اور اعتراض تھا تو یہی تھا اور اس کے سوا بطلانِ نبوت پر اور کوئی دلیل بھی نہیں رکھتے اور جب اغراض و مقاصد نبوت پر غور کیا جاوے جیسا کہ آیت میں مذکور ہوا تو یہ شبہ خود بخود لچر اور پوچ ہو جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے کیونکر بنی آدم کو وادیٔ ضلالت میں ٹکراتے چھوڑ دیتا یہاں تک کہ قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ثابت کر دیا تیسرے فریق کا جو اُن کا ہم مشرب تھا اُن کا بھی رد ہو چکا نبوت ثابت ہو گئی تو منصب نبوت کے پیرایہ میں فریق اوّل کا رد کرتا ہے فقال ان ربکم اللہ الذی سے افلا تذکرون تک کہ تمہارا رب تو وہ ہے کہ جس نے چھ روز کے عرصہ میں آسمانوں اور زمین کو بنایا اور تخت حکومت پر بیٹھ کر ہر کام کی تدبیر و انتظام کرتا ہے یعنی یہ محسوسات از خود

نہیں بن گئے ہیں یہ حادث ہیں اُن کے لئے محدث ضرور ہے اور محدث بھی علیم و حکیم جو ہر شئے کا انتظام شائستہ کرتا ہو اور وہی اللہ تعالےٰ ہے اس میں فریقِ اوّل کا بکمال خوبی ردّ ہے اور نیز اُن اوہام پرست قوموں کا بھی جو خُدائی کارخانوں میں اُس کی مخلوق کو ساجھی جان کر پوجتے نذر و نیاز کرتے ہیں یہ اس لئے کہ سب چیزوں کو تو اللہ تعالےٰ نے بنایا اور پھر وہی سب کچھ تدبیر و تصرّف بھی جہان میں کرتا ہے پھر اُس کا کس بات میں شریک بن سکتا ہے اُنھوں نے کیا پیدا کیا ہے وہ کیا تدبیر و تصرّف جہان میں کرتے ہیں اس میں دوسرے فریق کا بھی ردّ ہے جو مخلوق پرستی کرتا ہے۔ یہاں تک تو مبدء کا ذکر کرتا تھا اب معاد کا ذکر کرتا ہے فقال الیہ مرجعکم جمیعًا کہ تم سب کو اُسی کے پاس پھر کر جانا ہے جدھر سے وجود عطا ہوا تھا اُس کی طرف پھر کر جائے گا اور بڑی دلیل اس کی یہ ہے وعد اللہ حقًّا کہ اللہ تعالےٰ نے سچّا وعدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالےٰ بھی وہ کہ جس نے آسمان اور زمین بنائے نبیؐ بھیجا قرآن اُتارا اُس کے نزدیک اس کا ایفاء کیا بات ہے اور کیونکر جھوٹ ہو سکتا ہے۔ اور لے بنی آدم! کچھ تمہارے ہی وجود کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ انہٗ یبدؤ الخلق اُس نے مخلوق کو پیدا کیا یا کہو ہر وقت پیدا کرتا ہے کسی شئے کا وجود ایسا نہیں کہ اس کو ایک آن بھی استقلال نصیب ہو بلکہ ہر لحظہ اُسی کی طرف محتاج ہے پھر جس نے یہ بساطِ مخلوق بچھایا ہے ثم یعیدہٗ وہی بار دگر نیست کے بعد ہست کردیگا۔ یہ اس لئے لیجزی الذین آمنوا الخ اوّل وجود کا رنگ وجود ثانی میں نمایاں ہو جائے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایمانداروں کو نیک بدلہ انصاف سے دے اور منکروں کو عذابِ الیم اُن کے کُفر کا بدلہ ملے۔ یہاں حشر کا مسئلہ تھا اور اُس کے منکرین کی پُر اثر الفاظ میں تسکین کر دی گئی اس کے بعد جو کچھ مخلوق آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اُس کے اندر اپنی قدرت و کمال کے دلائل اپنے حیرت انگیز تصرفات سے ثابت کر کے

امکانِ حشر اور اپنے وجود اور صفات کا ثبوت اور شرک کا ردّ کرتا ہے فقال ھو الذی جعل الشمس ضیاءً الخ کہ وہی تو ہے کہ جس نے آفتاب کو روشنی عطا کی ورنہ مادۂ اجسام تو ایک ہی ہے پھر یہ خصوصیت کہاں سے از خود آگئی ہے اور چاند کو اُس کی منازل پر روانہ کیا اُس میں اپنی قدرت بھی دکھادی اور اُس سے بندوں کا فائدہ بھی کر دیا کہ برسوں کا اندازہ اور ہر شئے کی عمر کا حساب اس سے ہوتا ہے اور اسی طرح رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اُس نے پیدا کیا ہے اُس میں خدا ترس کے لئے بہت نشانِ قدرت ہیں۔ آسمانوں کے اندر ہزاروں نیّرات اور بادل اور بجلی اور بارش اور اُن میں جو جو قدرت کی رنگینیاں ہیں حیرت بخش ہیں مگر نہ سب کے لئے بلکہ پرہیزگاروں کے لئے۔ کیونکہ جو لذائذِ دنیا اور اُس کے نشے میں مست ہو کر اندھے ہو گئے ہوں ھم عن آیاتنا غافلون وہ تو ہماری آیاتِ قدرت سے غافل ہیں۔

اب یہاں سے پھر عالم آخرت کی کیفیت شروع ہوتی ہے فقال اولٰئک ماوٰھم النار کہ ان کا ٹھکانا آگ ہے نہ زبردستی سے بلکہ بما کانوا یکسبون انھیں کی بُری کرتوتوں سے اس کے مقابلہ میں نیکوں کا حال بیان فرماتا ہے ان الذین آمنوا کہ جو ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس کر کے نہیں بیٹھ گئے بلکہ وعملوا الصالحات اُنھوں نے نیک کام بھی کئے ہیں یہدیھم اُن کا ربّ اُن کے ایمان کی برکت سے کیونکہ اصل وہی ہے اُن کو ایسے باغوں کی طرف رہنمائی کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اُن کے ایمان و اعمالِ صالحہ کی نہریں ہیں۔ اور وہ جنت میں خدا تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس کیا کریں گے۔ دعوٰھم فیہا سبحٰنک اللّٰھم الخ۔ منکرینِ حشر جو دنیا کی نعماء میں مسرور تھے اس بیان پر یہ شبہ پیدا کیا کرتے تھے کہ اب کیوں خدا تعالےٰ ہم کو ہمارے بُرے کاموں کی سزا نہیں دیتا؟ حشر پر کیوں موقوف کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے ولو یعجل اللہ الخ کہ اگر خدا تعالےٰ لوگوں کی بُرائی کی سزا ایسی جلد دیا کرے کہ جیسا وہ نیکی یعنی بھلائی

کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں تو اُن کا فیصلہ کبھی کا ہو چکتا۔ ہم ایک وقت تک مہلت دیتے ہیں پر وہ اس میں بھی اپنی سرکشی ہی میں اندھے بنے رہتے ہیں توبہ وزاری نہیں کرتے۔ اب فرماتا ہے کہ دنیا میں بھی ہم بُرائی کے بدلہ میں مصیبت بھیجدیا کرتے ہیں مگر اُس وقت تو انسان کھڑا اور پڑا ہم کو پکارتا ہے پھر جب اُس سے وہ مصیبت دُور کر دیتے ہیں تو پھر آنکھیں پھیر لیتا ہے گویا ہم سے کوئی سابقہ ہی نہیں پڑا تھا۔ یہ بیہودہ لوگ اپنی ان باتوں پر خوش ہوتے ہیں ہم نے بھی اُن کی نظروں میں بیہودگی کو کھُبا رکھا ہے۔ اس کے بعد پہلی اُمتوں کا تذکرہ کرتا ہے جس سے یہ ثابت کرتا ہے کہ (۱) اوّل لوگوں کو بھی ہم نے کبھی دنیا ہی میں اُن کی بدکاری سے ہلاک کر دیا ہے (۲) اور اوّل بھی رسول آئے تھے اُن سے بھی یہی معاملات پیش آتے تھے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے فقال ولقد اھلکنا القرون الخ۔ اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اُن کے ہلاک کرنے کے بعد اُن کے جانشین بر پاکئے تاکہ دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں۔ اور کیا کرنے کے ذیل میں جو کچھ قریش مکہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کرتے تھے اس کا ذکر کرتا ہے فقال واذا تتلے علیہم اٰیتنا الخ کہ جب اُن کو ہماری آیات روشن جن میں کچھ ابہام واخفار نہیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں اور اُن میں اُن کی بُت پرستی اور بُرے کاموں کی مذمت ہوتی ہے تو قرآن سے ناراض ہو کر کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بدلے اور لا یا اس کو بدل ڈال کہ اُس میں یہ مذمت نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اُن سے کہدو میں نہیں بدل سکتا۔ میں تو حکم کا تابع ہوں جو مجھے ارشاد ہوتا ہے تم سے کہتا ہوں اگر ذرا بھی بدلوں تو عذاب عظیم تیار ہے۔ اور تم نے یہ کیوں خیال کر لیا کہ میں اپنی طرف سے تمہیں سُناتا ہوں۔ میری تم میں ایک عمر گزر گئی ہے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا افلا تعقلون پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔ پس میں مامور من اللہ ہوں۔ خدا تعالے پر کوئی بہتان باندھ کر نہیں لایا ہوں۔ کیونکہ جو ایسا کرتا ہے انہ لا یفلح المجرمون

اور مجرموں کو کبھی فلاح نہیں۔ اگر تم دیکھو کہ مجھے فلاح اور فتح مُبین ہے تو یقین کر لینا کہ من اللہ ہوں۔ توریت سفر استثنا کے ۱۸ باب میں ہے کہ "جو کوئی نبی کوئی بات میرا نام لے کر اپنی طرف سے کہے گا وہ مارا جاوے گا" اب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روز افزوں کامیابی سے بڑھ کر اور کونسا صریح معجزہ اور آپ کی صداقت کا نشان ہو سکتا ہے، آمنّا بہ۔ ان آیات میں سعادتِ ازلیہ سے محروم ہونے والوں کی چار صفتیں ذکر فرمائیں۔ (اوّل) لا یرجون لقاءنا۔ حضرت ابن عباسؓ و مقاتلؒ و کلبیؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنے ہیں کہ وہ حشر سے نہیں ڈرتے۔ بعض کہتے ہیں کہ الرجاء الطمع وھو محمول علے ظاہرہ لا وجہ لعدولہ کہ اس عالمِ فانی کے لذائذِ حسیہ اکل وشرب وجماع وغیرہ میں یہاں تک مستغرق ہیں کہ اس خیال نے ہمارا شوق اُن کے دل سے بھلا دیا۔ ایسوں کے خاسر ہونے میں کیا کلام ہے؟ بعد مرنے کے اُن کی جُدائی میں تڑپیں گے۔ **دوم** رضوا بالحیٰوۃ الدنیا، صفتِ اوّل میں اس طرف اشارہ تھا کہ ان کے دل میں لذاتِ روحانیہ اور سعادتِ معارفِ ربانیہ کا شوق بھی نہیں اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لذائذِ جسمانیہ پر غش ہیں اسی کو بس سمجھتے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ دنیا ہر کار میں مقدّم ہے شب و روز اسی کے حاصل کرنے میں سرگرداں اور ہمہ وقت اسی پر شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ بڑے مستحکم مکان بنائے جاتے سیکڑوں برسوں کے پٹے لکھوائے جاتے ہیں ادھر چند روز کے بعد دم نکل گیا سب کچھ دھرا رہ گیا۔ **سوم** اطمأنوا بہا کہ اس پر اطمینان بھی ہے کہ جس طرح اہلِ سعادت کو ذکرِ الٰہی سے اطمینان ہوتا ہے اسی طرح اُن کو حیاتِ دُنیا سے۔ **چہارم** والذین ہم عن اٰیٰتنا غافلون کہ اُن کو خدا تعالے کی آیاتِ قدرت اور آیاتِ کتاب سے محض غفلت ہے۔ محبتِ دُنیا نے عالمِ آخرت کی جگہ ہی دل میں باقی نہیں رکھی، موت کا نام سُن کر گھبراتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ذکر فرماتا ہے اولٰئک ماوٰہم النار بما کانوا یکسبون

ان چیزوں کی محبت بعد مفارقت بدن آتشِ جہنم بن کر جلائے گی ان کے مقابلے میں اہلِ سعادت کے درجات ذکر کرتا ہے فقال (۱) ان الذین آمنوا۔ (۲) وعملوا الصالحات انسان کی دو قوت ہیں نظری اور عملی۔ پہلی قوت کی تکمیل تو ایمان اور معارف سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری ہر قسم کا عمدہ کام کرنے سے سو ان کی دونوں قوتیں کامل ہیں اور یہی سعادت کا پورا سامان ہے۔ ان مجمل لفظوں میں تمام حسنات کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ ان کے درجات ذکر فرماتا ہے: (۱) یہدیہم ربہم بایمانہم کہ ان کے ایمان کی وجہ سے جو ایک نور اور چراغِ ہدایت ہے اُس عالم میں جنت کی طرف رہنمائی کرے گا اور نیز دُنیا میں بھی ایمان ہر مراتبِ سعادت کی طرف ترقی کرنے کا محرک ہوتا ہے اور ذاتِ حق اور دیگر اسرارِ معرفت کی طرف بھی یہی انسان کو کھینچ کرلے جایا کرتا ہے۔ (۲) تجری من تحتہم الانہار فی جنات النعیم کہ ناز و نعیم کے ایسے باغوں میں رہا کریں گے جہاں اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن کے معارفِ جاریہ اور اعمالِ صالحہ جن پر وہ اس عالم میں سوار ہیں وہاں انہارِ الطافِ رحمانی کی صورت میں ظہور کریں گے۔ یہاں تک جنت اور نعماءِ جسمانیہ کی طرف اشارہ تھا اس کے بعد نعماءِ روحانیہ کا ذکر کرتا ہے۔ (۳) دعوٰہم فیہا سبحانک اللّٰہم دعوٰی بمعنے دُعاء۔ (یقال دعا یدعو دعاء و دعوی کما یقال شکے یشکو شکایۃ و شکوی) یعنے وہاں اُن کی دُعاء ان الفاظ سے ہوگی بعض کہتے ہیں کہ دُعاء سے مراد عبادت ہے کہ وہاں بجز اس قول کہنے کے اور کوئی عبادت نہ ہوگی۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ دعوٰی سے مراد بات چیت آپس میں پکارنا سو وہ اُس قول سے ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد طریقہ ہے کہ اُن کا وہاں یہ طریقہ ہوگا۔ (۴) تحیتہم فیہا سلام کہ بوقتِ ملاقات آپس میں تحیۃ بلفظِ سلام ہوگا۔ (۵) آخر دعوٰہم ان الحمد للّٰہ رب العالمین، ان تینوں جملوں کی تفسیر میں مفسرین نے بہت سے احتمالات بیان فرماتے ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اوّل بار جب جنت میں وعدہ الٰہی کے موافق نعماء دیکھیں گے تو سبحانک اللّٰہم کہیں گے اور جب ایک دوسرے سے ملے گا تو سلام اور جب کلام تمام کرچکیں گے تو الحمد للّٰہ رب العالمین کہیں گے اور اقوٰی یہ ہے کہ معارفِ الٰہی میں جب ترقی کریں گے تو سُبحانک اللّٰہم کہیں گے یعنی ملائکہ کی طرح اُس کے انوار و تسبیح و تقدیس میں مستغرق رہیں گے اور جب باہمی اختلاط ہوگا تو ایک دوسرے کو سلامتی کے ساتھ خطاب کرے گا اور وہاں کی لذائذِ روحانیہ و جسمانیہ پر محظوظ ہو کر الحمد للّٰہ رب العٰلمین کہیں گے یعنی شادی اور سرور میں ہوں گے، والعلم عند اللّٰہ۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ

اور وہ اللہ تعالےٰ کے سوا اس چیز کو پوجتے ہیں کہ جو نہ اُن کو ضرر ہی دے سکے

وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہماری سفارش

عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا

کرنے والے ہیں۔ (سو کہہ دیجئے) کہ کیا تم اللہ تعالےٰ کو وہ بات بتلاتے ہو

لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ

کہ جس کو نہ وہ آسمانوں میں پاتا ہے نہ زمین میں۔ [۱]

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ⑱ وَمَا

(اُن سے کہہ دو کہ) وہ پاک اور برتر ہے اُن کے شریک مقرر کرنے سے۔ اور (شروع میں)

كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ

لوگ ایک ہی گروہ کے تھے پھر مختلف ہو گئے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ

اور اگر آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک بات [۲] نہ ہو چکی ہوتی تو جس میں کہ وہ

بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ⑲ وَيَقُولُونَ

اختلاف کرتے ہیں اُن کا اس میں فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ اور کہتے ہیں (کہ)

[۱] یعنی اُس کا کہیں بھی وجود نہیں فرضی بات ہے ۱۲ منہ [۲] یعنے حق و باطل کی حقیقت کا انکشافِ کُلّی قیامت ہی پر منحصر ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دنیا میں بھی کر دکھاتے ۱۲ منہ

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ
اس کے رب کی طرف سے کوئی بڑا معجزہ کیوں نہ اترا؟
فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ
تو کہدو کہ غیب کی خبر تو اللہ ہی کو ہے (لیکن) تم انتظار کرو تمہارے ساتھ
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَآ
میں بھی انتظار کر رہا ہوں۔ اور جب کہ لوگوں کو
اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ
مصیبت کے بعد جو ان پر پڑتی ہے ہم رحمت کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں
مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ
تو فوراً ہماری آیتوں میں حیلہ سازی کرنے لگتے ہیں۔
قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا
(اے نبی ص!) کہدو اللہ تو حیلہ تو بہت تیز ہے بیشک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)
يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ
تمہاری حیلہ گری لکھ رہے ہیں۔ وہی تو ہے جو تم کو جنگل
يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا
اور دریا میں لئے پھرتا ہے، یہاں تک کہ جب تم
كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ
کشتی میں ہوتے ہو اور موافق ہوا سے وہ کشتیاں ان کو
طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ
لے جا رہی ہیں اور وہ خوش خوش ہیں کہ (دفعتاً) اُن کشتیوں پر تند
عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ
ہوا چلنے لگی اور ہر طرف سے اُن پر پانی کی دھڑیں گرنے لگیں
مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ
اور یقین ہو گیا کہ اب تو (برے) گھر گئے
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
جب تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کو مان کر اُس کو پکارنے لگتے ہیں۔
لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
کہ اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دی تو ضرور ہم تیرا شکر کیا
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ
کریں گے۔ پھر جب وہ اُن کو نجات دے دیتا ہے تو
يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ
زمین پر اُترتے ہی ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي
لوگو! تمہاری سرکشی تمہاری ہی جان کا وبال ہے زندگی
اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ
دنیا کے مزے ہیں لے لو۔ پھر لوٹ کر
اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
ہمارے ہی پاس آنا ہے تب ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم کیا کیا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
کرتے تھے۔

لہ آخیر نتیجہ کا ۱۲ منہ ٭ ریح عاصف ہی ذات عصف وقیل العصوف م

ترکیب

مالا یضرہم مفعول ہے یعبدون کا من دون اللہ مفعول کی صفت سبحانہٗ منصوب ہے مصدر ہو کر فعل محذوف کا واذا اذقنا شرط اذا مفاجاتیہ جواب اذاہم فلما کا جواب ؛

تفسیر

لا یفلح المجرمون کے بعد اُن کے جرم صریح اور اعتقادِ قبیح کی تصریح فرماتا ہے کہ یعبدون الخ خدا تعالیٰ کے سوا ایسی بے سود چیزوں کی عبادت کرتے ہیں کہ نہ اُن کو کچھ نفع دے سکتی ہیں عبادت کرنے سے نہ نقصان ترک عبادت سے اور اپنے زعم فاسد میں اُن کا ان سے یہ نفع خیال کرنا بھی غلط ہے کہ ہٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ یہ ہماری خدا تعالیٰ کے ہاں سفارش کرتے ہیں ہم اِن مورتوں یا اپنے بزرگوں سے مانگتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے ہمارے مطالب دلاتے ہیں کیونکہ اتنبئون اللہ الخ جب اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ایسے سفارشیوں کا وجود نہ آسمانوں میں

م مختص بالریح فلا حاجۃ الے الفارق وقیل الریح قد یذکر و یؤنث (ابو السعود) ومعنے العصف السرعۃ یقال ناقۃ عاصف (کبیر) ۱۲ منہ

ہے نہ زمین میں تو پھر تم کہاں سے خدا تعالےٰ کے سفارشی بتلاتے ہو سُبحانہ، الخ یہ تمہارے سب خیالات فاسدہ ہیں اس قسم کے سفارشی اُس کے کارخانۂ قدرت میں شریک ٹھہرتے ہیں وہ شریکوں سے پاک اور بَری ہے۔ عرب کے مشرک (بلکہ ہند وغیرہ بلاد کے اب تک کے مشرکین) ایسی بدیہی البطلان باتوں پر الزام کھا کر یہ کہدیا کرتے تھے کہ یہ دستور آج سے نہیں قدیم سے ہے اس کے جواب میں فرماتا ہے ماکان الناس الخ کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کس لئے کہ ابتدائے آفرینش آدم سے مدتِ دراز تک سب اپنی فطرت کے موافق ایک ہی امت یعنی موحّد اور خدا پرست تھے یہ تو بعد میں کج رَووں نے فطرتِ الٰہیہ میں اختلاف کرکے بُت پرستی اور گمراہی نکالی ہے۔ جن کی تم مورتیں پُوجتے ہو اُنھیں کو دیکھو کہ وہ اکثر موحّد اور خدا پرست تھے نہ وہ کسی کو پوجتے تھے نہ کسی قبر پر سجدہ کرتے تھے نہ اُن کی نذر و نیاز کرکے منتیں مانگتے تھے۔ نوشتۂ ازلی یوں ہے ورنہ ابھی فیصلہ ہوجاتا۔ عرب کے جاہلوں کی ایک یہ بھی عادت تھی کہ دل میں قائل ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی خواہش کے موافق معجزہ طلب کیا کرتے تھے چونکہ ایسے عنادیوں کے کہنے پر معجزہ ظاہر کرنا قانونِ[۱] نبوت اور قاعدۂ قضاء وقدر کے خلاف ہے اُن کے قول لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ کے جواب میں انما الغیب الخ فرمایا گیا کہ یہ اُسی کے اختیار میں ہے جانتے وہ کب ظاہر کرے یہ غیب کی بات وہی جانتا ہے اور ممکن ہے کہ آیت سے مراد اُن کی وہ ہلاکی اور کفار کی مغلوبی ہو کہ جس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا تھا سو وہ اس کا پوچھتے ہوں گے جس پر یہ فرمایا گیا۔ اس لئے اس کے بعد اُن سے دو واقعے ایسے بیان کئے جاتے ہیں کہ جن میں آیت اللہ آنکھوں سے دیکھ کر منحرف ہوجاتے ہیں۔ **اوّل** کی طرف اذا اذقنا الناس الخ میں اشارہ ہے (رُسلنا سے مراد ملائکہ ہیں جو انسان کے نیک و بداعمال لکھتے ہیں)۔ **دوم** کی طرف ھوالذی یسیرکم الخ میں دریائی سفر میں جب تم طوفان اور گرداب میں پھنستے ہو تو ہمیں کو خالص پکارتے ہو پھر منحرف ہوجاتے ہو یہ کیا کم نشانی ہے؟۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ

زندگیٔ دنیا کی مثال تو بس پانی کی سی ہے کہ جس کو ہم نے آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

برسایا جس سے زمین سلگی وہ بوٹیاں اس سے رل کر نکلیں کہ جن کو

مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى

آدمی اور چارپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب

اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ

زمین اپنی تازگی پر آئی اور ہری بھری ہوگئی اور

ازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ

زمین والوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ ہمارے قابو میں آگئی

عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

(کہ یکایک) رات یا دن میں اس پر ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس کا

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

ایسا ستھراؤ کردیا کہ گویا یہاں کل کچھ بھی

[۱] چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جب بوقتِ صلیب یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تو نہ دکھایا جیسا کہ انجیل متی کے ۲۷ باب میں ہے پھر پادری صاحب اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکار کیوں کرتے ہیں ۱۲ منہ

[۲] یعنی پانی سے۔ پانی جب زمین میں پیوست ہوتا ہے تو اس امتزاج سے نباتات پیدا ہوتی ہیں جن کو انسان و بہائم کھاتے ہیں آسمان کا پانی بمنزلۂ زوج کے پانی کے اور زمین بمنزلۂ رحم انثیٰ کے ہے یہ اختلاط ان کے اختلاط کے مشابہ ہے نباتات کی روئیدگی انسانی توالد سے مشابہ ہے یا برعکس کہو کیونکہ مشابہت طرفین سے ہے اب جس طرح یہ نباتات لہلہاتی اور بہار پر آتی ہیں اسی طرح انسان بھی جوانی اور بالیدگی کے ایام میں لہلہاتا ہے پر جس طرح اس چند روزہ بہار کے بعد اس روئیدگی پر فنا کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں کہ زرد پڑتی گئی آخر گر پڑی اور ہوا میں ذرہ ذرہ ہوکر اُڑنے لگیں اور پاؤں میں روندی گئی اور خاک سے نکلی تھی پھر خاک میں جا ملی، آثارِ پیری نمودار ہونے لگتے ہیں آخر مرجاتا ہے اور خاک میں جا ملتا ہے اس کی زندگی کے عیش اور (باقی صفحہ ٥٣٤ پر)

بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

نہ تھا۔ ہم اس طرح سے کھول کھول کر سوچنے والوں کے لئے (اپنی

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا

قدرت کی) دلائل بیان کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (تم) کو دار السلام

اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

(جنت) کی طرف بلا رہا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا

دکھاتا ہے۔ نیکوں کو نیک بدلہ

الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ

ہے اور کچھ بڑھ کر بھی۔ اور نہ ان کے مونہوں پر سیاہی

قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ

چڑھے گی اور نہ رسوائی۔ یہی ہیں جنت والے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا

وہی اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور جنھوں نے کہ برائیاں کمائی

السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَ

ہیں اُن کو ویسا ہی برائی کا بدلہ ملے گا۔ اور

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اُن پر رسوائی طاری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اُن کو کوئی بچانے والا

مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ

نہ ہوگا۔ گویا کہ اُن کے چہروں پر سیاہ رات کا

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ

ایک ٹکڑا اُڑھایا گیا ہے۔ یہی ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

دوزخی جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترکیب

کمآء خبر مثل الحیوۃ، بہ الباء قیل للسبب اے اختلط النبات بسبب اتصال الماء بہ وقیل المعنے خالطہ نبات الارض۔ مما یاکل حال من النبات۔ اتیہا جواب اذا۔ بالامس یراد بہ الزمان الماضی مطلقاً واذا ارید بہ الیوم الذی قبل یومک کان بغیر اللام۔ والذین کسبوا مبتدا اُس کی خبر یا مالہم یا کانما اولئک جزاء سیئۃ جملہ معترضہ مبتدا بمثلہا خبر۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ یہ دنیا جس میں تم سرکشی کرتے ہو متاع ہے یعنی برتنے کی ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اب یہاں دنیا کی بے ثباتی بیان فرماتا ہے بارش کے پانی اور اُس کی روئیدگی کے ساتھ تشبیہ دے کر، کہ جس طرح بارش سے زمین پر گھانس، اناج اُگتا ہے اور اُس کی سبزی دلکش ہوتی ہے جس کو دیکھ کر کھیتی والا خوش ہوتا ہے کہ اب ہم اس سے نفع حاصل کریں گے کہ یکایک اُس پر اولے پڑ جاویں یا کوئی اور مصیبت آجاوے کہ کھیت صاف نظر آوے، اُس وقت مالک کے دل میں کس قدر حسرت ہوتی ہے؟ اسی طرح انسان منی کے پانی سے عورت کے رحم میں پیدا ہوتا اور باہر آکر جوان رعنا ہوتا ہے، دنیا کی چیزیں بڑی بڑی امیدوں پر سمیٹتا پھرتا ہے کہ یکایک اجل کا پیغام آتا ہے پھر دُنیا سے ایسا ناپید ہوتا ہے کہ گویا یہاں کبھی آیا ہی نہ تھا اُس ہری گھانس کی طرح جس کی عمر طبعی چند ایام تھی۔ چند برسوں کے بعد رو مدن ہو جاتا ہے کہیں ہڈی کہیں سر کی کھوپری کہیں ٹانگ، کہیں ہاتھ پڑا پھرتا ہے پھر اس کی خاک ہو کر ذرہ اور غبار میں اُڑتی پھرتی ہے۔ اُس عالم میں اُس کو ہزاروں حسرتیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۳) اسباب کامرانی کا کہیں پتہ بھی نہیں ملتا۔ پھر اس بے ثبات عمر پر یہ سرکشی یہ نافرمانی۔ پھر جس طرح سالِ گزشتہ کی نباتات پھر سالِ آیندہ میں بارش ہوتے ہی زمین سے نکل پڑتی ہے اسی طرح قیامت کے روز ایک پانی برسے گا جو ماء الحیات کے نام سے موسوم ہوگا اس سے تمام انسان نباتات کی طرح زمین سے یکبارگی نکل پڑیں گے اور وہ حیاتِ حیاتِ ابدی ہوگی جہاں نیکی بدی کا ثمرہ ملے گا۔ انسان کی آسمانی بارش اور اُس کی روئیدگی سے کیا ہی عمدہ مثال ہے گویا اس کی ابتداء سے انتہاء

تک کی حالت کا اس کو مشاہدہ کرا دیا ۱۲ منہ

اور اس کے مرنے پر اس کے اعزہ کے دل میں داغ رہ جاتے ہیں اس کے بعد عالم باقی کی طرف رغبت دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دار السلام یعنی جنت کی طرف بلا رہا ہے وہ سلامتی کا گھر ہے نہ وہاں کوئی دکھ ہے نہ درد مگر یہ بے خبر جس طرح ماں کے پیٹ کو عمدہ جگہ سمجھ کر اس فضا میں آنے پر روتا تھا اسی طرح اس تنگ و تار دنیا سے عالم نور و سرور کی طرف جانے میں کوتاہی کر رہا ہے۔ پھر اس عالم کے لئے اس کشت دنیا میں عمدہ اور برے پھل بونے اور ان کے نتائج پیدا ہونے کا ذکر کرتا ہے کہ للذین الخ نیکوں کو نیکی اور زیادہ یعنی دیدار الٰہی اور بروں کے لئے عذاب دائمی اور روسیاہی ہے۔ ہائے غفلت! خدا تعالیٰ دار السلام کی طرف بلا رہا ہے اور ہم دار الآلام میں پھنسے جاتے ہیں:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ
اور جس روز کہ ہم ان سب کو جمع کریں گے　پھر شرک کرنے والوں کو

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَ
کہیں گے کہ تم اور جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے یہیں

شُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ
ٹھہرے رہو۔　پھر ان میں ہم جدائی کر دیں گے اور ان کے

شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾
معبود کہیں گے کہ تم تو ہماری بندگی نہیں کرتے تھے۔

فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
پس (اب) ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت بس ہے کہ

إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾
کہ ہم کو تو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ
وہاں ہر شخص جو کچھ اس نے آگے بھیجا تھا جانچ لے گا،

وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَ
اور سب اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا مالکِ حقیقی ہے لوٹا کر لائے جائیں گے، اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾
جو کچھ وہ منصوبے باندھتے تھے سب کھوئے جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ
پوچھئے وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور

الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ
زمین سے روزی پہنچایا کرتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جس کے بس میں شنوائی اور

الْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
بینائی ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردے سے اور مردے کو

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
زندہ سے نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو ہر کام

وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ
کا انتظام کیا کرتا ہے؟ سو وہ عنقریب کہیں گے کہ

اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۱﴾ فَذَٰلِكُمُ
اللہ تعالیٰ۔ پس ان سے کہو کہ کیوں نہیں ڈرتے؟ پھر یہی اللہ تعالیٰ

اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ
تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور

إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿۳۲﴾
ہے کیا؟ پس کدھر پھرے چلے جا رہے ہو۔

كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
آپ کے رب تم کا فرمان نافرمانوں پر یوں صادق ہو کر رہا کہ

الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾
وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ترکیب

عامل یوم اذکر محذوف۔ مکانکم ظرف مبنی ہے لوقوعہ موقع الامر ای الزموا وفیہ ضمیر فاعل انتم توکید لہ والکاف والمیم فی موضع جر عند قوم وعند آخرین الکاف للخطاب لا موضع لہا کالکاف فی ایاکم۔ وشرکاؤکم عطف علی الفاعل

ف لے یعنی توحید اور ایمان قبول نہ کرنے میں ان بدبختوں کے پاس کوئی حجت نہیں، اب بھی جو نہیں مانتے تو نصیبۂ ازلی کی مار ہے ۱۲ منہ

ربع ۸/۱۰ انصاف

فزیلنا عین الکلمۃ واوالانۃ من زال یزول[ع] وقیل ہو من زلت الشیٔ ازیلہ فعینہ یاء ۱۲

تفسیر

ویوم نحشرہم یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے یعنی اُن بُت پرستوں کے ساتھ حشر کے روز یہ کیا جاوے گا۔ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو پُوجتے ہیں خواہ ملائکہ کو خواہ جنوں اور ارواحِ انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کو خواہ عناصر اور کواکب کو خواہ اُن کے نام کی مورتیں بناکر یا یونہی اُن کو پکارتے ہر کار میں اُن کو حاجت روا مشکل کُشا جانتے ہیں اُن کی نذر بھینٹ کرتے ہیں جیسا کہ مکہ اور عرب کی قومیں کرتی تھیں سو یہ چیزیں اُن کے شرکاء یعنی فرضی معبود ہیں۔ اور بڑا حیلہ اُن کی پرستش کا یہ تھا کہ اُن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنا سفارشی خیال کرتے تھے۔

اب جو حشر کے دن ان سے اور اُن سے معاملہ درپیش ہوگا حق سُبحانہٗ اس کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم سب کو یعنی عابدین و معبودین کو جمع کرکے یہ کہیں گے کہ ٹھہرو پھر اُن عابدین اور معبودین میں فرق کردیں گے یعنے ان کو اُن سے الگ کردے گا تاکہ ان کو وہ گمانِ فاسد کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں غلط ثابت ہوجاوے اور اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ وہ معبود خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاکر کہیں گے اے مشرکین تم ہماری ہرگز عبادت نہ کرتے تھے (بلکہ اپنے شیطانی خیالات و وسواسات کی) اور ہم کو تمھاری عبادت کی خبر بھی نہیں۔ فرماتا ہے اس وقت ہر شخص کو حقیقتِ حال معلوم ہوجاوے گی، تبلوا الابتلاء الاختبار قال تعالیٰ (و بلونہم بالحسنات والسیّئات) کہ اس نے دنیا میں کیا کیا تھا یہاں کھرا کھوٹا پرکھا جاوے گا اور جب یہ معلوم ہوگا تو ردّوا الی اللہ الخ سب معبودوں کو چھوڑ اپنے حقیقی مولےٰ کی طرف پھیر کر لائے جائیں گے اور سب منصوبے بھول جائیں گے۔ قل من یرزقکم حشر کا واقعہ جان گداز بیان فرماکر اُن کے فسادِ مذہب پر دلائل قائم کرتا ہے۔

دلیلِ اوّل یہ چار باتیں، کہ جو اُلوہیت کا خاصہ مختصہ اور عبودیت کے مقتضےٰ ہیں، کافر اور بُت پرست بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے تھے (۱) آسمان و زمین سے روزی دینا بارش کرنا آفتاب و ماہتاب کی گرمی سردی موافق رکھنا اولوں اور دیگر مصائب سے محفوظ رکھنا زمین سے یہ کہ اُس سے طرح طرح کی نباتات اُگانا اُن کا اچھا پھل پھُول لانا (۲) امّن یملک الخ انسان کے حواس سمع بصر پر قادر ہونا اُن سے بندوں کو منتفع کرنا۔ (۳) ومن یخرج الخ مُردے سے زندہ کو پیدا کرنا اور اُس کے برعکس جیسا کہ درخت یا انسان کا تخم مُردہ چیز ہوتی ہے اُس سے سرسبز درخت یا چلتا پھرتا انسان پیدا کرنا پھر درخت میں سے وہ دانہ اور انسان سے وہی مُردہ منی پیدا کردینا یہ اُلٹ پلٹ اُسی کا کام ہے۔ یا کافر سے مؤمن مؤمن سے کافر پیدا کرنا وغیرہ۔ (۴) من یدبّر الامر تمام نظام عالم کے کاروبار تندرستی، بیماری، فقیری، امیری۔ پھر فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو یہ کس کے بس میں ہیں؟ وہ جب کہیں کہ اُسی کے، تو کہو قابل پرستش تو یہ اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ جن کو تم پوجتے ہو، ہدایت کے چھوڑنے کے بعد بجز گمراہی کے اور کیا ہے؟ پھر فرماتا ہے کہ باوجود اس کے جو وہ باز نہیں آتے تو یہی بات ہے کہ ازلی نوشتہ کی مار ہے:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا

(اے رسولؐ ان سے) پوچھیے تمھارے معبودوں میں سے بھی آیا کوئی ایسا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا

ہے کہ جو اوّل بار پیدا کرکے پھر بار دیگر پیدا کرتا ہو؟ کہدیجیے اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

اوّل بار پیدا کرتا پھر وہی اُن کو لوٹائے گا پھر تم کدھر بہکے جارہے ہو۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ

(پھر) پوچھیے تمھارے معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی

اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ

رہنمائی کرسکے۔ کہدو اللہ تعالیٰ ہی حق کی رہنمائی کیا کرتا ہے۔

[ع] المزایلۃ المفارقۃ والتزایل التباین ۱۲ منہ

أَفَمَنْ يَّهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ
بھلا جو حق کی رہنمائی کرتا ہے اس کا کہا ماننا چاہیے یا اُس کا جو اور کی
يُّتَّبَعَ أَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ إِلَّا أَنْ يُّهْدٰى
رہنمائی تو کیا آپ ہی رہنمائی کا محتاج ہو۔
فَمَا لَكُمْ ۚ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (٣٥) وَمَا
پھر تمہیں کیا ہوگیا؟ کیسا انصاف کر رہے ہو۔ اور ان میں سے
يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۭ إِنَّ الظَّنَّ
اکثر تو خیالات ہی کے تابع ہیں۔ حالانکہ خیال حق کے
لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــــًٔا ۭ إِنَّ اللّٰهَ
مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آتا۔ بے شک خدا تعالیٰ خوب
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (٣٦) وَمَا كَانَ هٰذَا
جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کر رہے ہیں۔ اور یہ قرآن مجید ایسا نہیں
الْقُرْاٰنُ أَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ
کہ خدا تعالیٰ کے سوا از خود گھڑ لیا گیا
اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ
ہو بلکہ اگلی (کتابوں) کی تصدیق
يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ
اور تفصیل ہے اس میں کوئی شبہ
فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٣٧) قف أَمْ
نہیں (یہ) تمام جہان کے رب کی طرف سے ہے۔ کیا
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ
یہ کہتے ہیں کہ اس کو از خود بنا لیا ہے۔ کہو ایسی کوئی ایک سورۃ تم بھی
مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ
تو بنا لاؤ اور جس کو چاہو خدا تعالیٰ کے سوا (مدد
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٣٨)
کے لئے) بلا لو اگر تم سچے ہو۔
بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ
بلکہ جس کو تم سمجھ نہ سکے اسے جھٹلانے لگے
وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ
اور ابھی تو اُن کو اس کا موقع ہی نہیں آیا تھا کہ ان سے پہلوں نے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ
بھی اسی طرح جھٹلایا تھا پھر دیکھو ظالموں کا
كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (٣٩)
کیسا برا انجام ہوا۔

ترکیب

من الخ مبتدا من شرکائکم خبر جملہ استفہامیہ افمن یہدی مبتدا احق خبر ہذا القرآن اسم کان ان یفتریٰ خبر ای افتراءً من دون اللہ تفصیل مفعول لہٗ انزل محذوف کا۔

تفسیر

قل ہل من شرکائکم یہ **دوسری دلیل** ابطالِ شرک پر ہے۔ اس کی تشریح اور آیات میں ہے کہ وہ انسان کو نطفہ سے علقہ پھر مضغہ سے انسان کیونکر بناتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور اُن کے اندر کی چیزوں کو کس طرح سے بنایا اور پھر کیونکر دوبارہ پیدا کرے گا؟ اس لئے یہاں اجمال اور استفہام پر اکتفاء کیا گیا۔ اور جو بات مخالف کے نزدیک ظاہر ہو اور اس میں غور کرنے سے یقین کر سکتا ہو تو فصحاء و بلغاء اُس کو بطور استفہام کے ذکر کرتے ہیں جس سے مخاطب کے دل پر بڑا اثر پڑتا ہے گو وہ اعادہ کے قائل نہ تھے اور حشر و نشر کے منکر مگر جب کہ

ل‍ه الافتراء افتعال من فریت الادیم اذا قدرتہ للقطع ثم استعمل فی الکذب کما استعمل قولہم اختلق فلان ہذا الحدیث فی الکذب ۱۲ منہ

۲ه یعنی قرآن مجید میں دو[2] طرح سے اعجاز ہے اول[1] بلاغت و فصاحت سے سو اس پر بھی غور نہیں کیا کہ ہماری قدرت سے باہر ہے دوم[2] اس میں آنے والی باتیں مذکور ہیں جیسا کہ مرنے کے بعد کا حال اور آنے والے مصائب یا فتوحات سو ان کو بھی بے دھڑک جھٹلا دیا اور ہنوز ان کے پورا ہونے کا وقت بھی انھیں نہیں ملا کہ وقت پر پورا نہ ہونے سے تکذیب کا مضائقہ نہ ہوتا ۱۲ منہ

دلائل سے ثابت کر دیا گیا تو گویا اقرار کرایا اس لئے اس کو بھی اُن کے مسلّمات میں سے قرار دے کر استفہام میں داخل کیا گیا اور اس کا لطف اہلِ مناظرہ ہی جانتے ہیں۔

ہل من شرکائکم الخ یہ **تیسری دلیل** ہے۔ دوسری میں مخلوقات کے پیدا کرنے اور اُن کے اعادہ سے استدلال تھا اس میں اُن کی ہدایت سے استدلال ہے اُس میں مخلوق کے جسم سے استدلال تھا تو یہاں روح سے ہے کیونکہ بینائی شنوائی و دیگر حواس و ادراکات جو روح سے متعلق ہیں ہدایت میں کام آتے ہیں۔ ہدایت کا سلسلہ بڑا وسیع ہے ہر شخص انسان سے لے کر چرند و پرند بلکہ نباتات تک اس سے فیضیاب ہے۔ دُنیاوی امور اُس کی معاش کی اصلاح، مضرات کے دفع کرنے کی تدابیر وہی سجھاتا ہے ہر نوع کو اس کے متعلق ہزارہا علوم اُس نے سکھائے ہیں حتیٰ کہ نہایت آبدار کپڑا سا کڑی بنتی ہے، مکھیاں شہد نکالتی ہیں، انسان کیسی کلیں ایجاد کرتا اور کیا کیا بناتا ہے؟ اسی طرح امورِ آخرت اور خداپرستی کی رہنمائی بھی اسی کا کام ہے۔ ہدایت عام ہے۔ وما کان ہذا القرآن الخ ان مطالبِ عالیہ کے بعد پھر اُن کے اس تعجب کو جو انہیں قرآن کی بابت تھا رفع کرتا ہے کہ قرآن کے یہ مطالبِ عالیہ خود اُس کے برحق ہونے کی دلیل بیّن ہیں وہ اس بات کو ان چند دلائل سے ثابت کرتا ہے (۱) تصدیق الذی بین یدیہ کہ محمد علیہ السلام مکہ میں پیدا ہوتے وہیں جوان ہوتے وہاں نہ کوئی اہلِ علم تھا نہ کوئی کتب خانہ، نہ آپ نے کسی سے کچھ پڑھا نہ اُس کے لئے کہیں کا سفر کیا باوجود اس کے ایسا قرآن اُن سے ظاہر ہونا کہ جس میں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات و ملائکہ و دیگر اصولِ دینیہ و قصصِ انبیائے سابقین اس کثرت سے ہوں اور پھر بھی اُن امور میں پہلے انبیاء اور اُن کی کتابوں سے مخالف نہ ہو بلکہ ان کا مصدّق یہ بات بغیر الہامِ ربّانی و وحیِ الٰہی ممکن نہیں۔ (۲) تفصیل الکتاب کہ یہ قرآن کتابِ فطری یا لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے۔

بے شمار علومِ الٰہیات و عملیات کا اس میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح طور پر اور اُسی کے مطابق ہونا اس کے من اللہ ہونے کی دلیلِ بیّن ہے اسی لئے اس کی نسبت من ربّ العالمین کہنا بہت صحیح ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اب بھی اس کو جھوٹا کہیں تو ان سے کہہ دو کہ تم اس کی ایک سورۃ کے برابر تو بنا کر دکھا دو اور جس سے چاہو مدد بھی لے لو۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کو اس کی حقیقت نہ معلوم ہوئی اس لئے اپنی نادانی سے جھٹلاتے ہیں اور قرآن مجید کی خبریں پورا ہونے کا تو ابھی وقت بھی نہ آیا تھا پہلے سے جھٹلا دیا پھر جھٹلانے والوں کا انجام بھی بہت ہی بُرا ہوتا ہے۔

وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن
اور کچھ تو انہی میں سے اس کو مانتے ہیں اور کچھ ان میں سے ایسے

لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۴۰﴾
اس کو نہیں مانتے۔ اور آپ کا رب تو مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ ع ۴/۹

وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَ
اور اگر آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دو میرا عمل میرے لئے اور

لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا
تمہارا عمل تمہارے لئے۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں تم اُس کے ذمہ دار

أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۴۱﴾
نہیں اور نہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ
اور کچھ ان میں سے آپ کی طرف کان بھی لگایا کرتے ہیں۔ پھر کیا آپ

تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۲﴾
بہروں کو بھی سنا سکتے ہیں؟ اور گو وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔

وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ
اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کو تاکا کرتے ہیں۔ پھر کیا آپ ایسے

تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿۴۳﴾
اندھوں کو بھی راہ دکھا سکتے ہیں جو دیکھ بھی نہ سکتے ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَ
بے شک اللہ تعالیٰ تو کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا
لَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۴﴾
لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کر رہے ہیں۔
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا
اور جس روز کہ وہ اُن کو (دوبارہ زندہ کرکے) جمع کرے گا تو گویا کہ (خیال
سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ
کریں گے کہ) دنیا میں وہ کچھ بھی نہ رہے تھے مگر دن کی ایک گھڑی بھر ایک دوسرے کی پہچانیں گے بھی۔
قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ
جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کو جھٹلایا وہ تو خرابی میں پڑ گئے،
وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۴۵﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ
اور وہ ہدایت پر آنے والے بھی نہ تھے۔ اور اگر ہم آپ کو جس کا آپ اس
بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ
میں سے وعدہ کر رہے ہیں کچھ دکھائیں (تو یہ بھی ہو سکتا) یا آپ کی عمر پوری کر دیں
فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ
پھر آنا تو سب کو ہمارے ہی پاس ہے۔ پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُس پر اللہ تعالیٰ
مَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ
آپ گواہ ہے۔ اور ہر قوم کا ایک رسول ہوا ہے۔
فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم
پھر جب اُن کے پاس اُن کا رسول آئے گا تو اُن کا انصاف سے فیصلہ
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۴۷﴾ وَ
کیا جائے گا۔ اور اُن پر (کچھ بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور
يَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ
وہ پوچھتے ہیں کہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ)۔
صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي
(سو) کہدو مجھے تو اپنے نقصان و نفع
ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ
کا بھی اختیار نہیں مگر جس قدر کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔
لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ
ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب اُن کا وقت آجاتا ہے پھر تو نہ
فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۴۹﴾
ایک ساعت کی دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی۔

لہ آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک رسول ہے پھر جب قیامت میں رسول آئے گا اُس کے روبرو ان کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا اور ظلم نہ ہوگا ۱۲ منہ

ترکیب

کَاَنْ مخففۃ من المثقلۃ واسمہا محذوف ای کانہم۔ لم یلبثوا خبر ساعۃ ظرف لہ من النہار صفۃ لساعۃ واِمّا فیہ ادغام نون اِن الشرطیۃ فی ما الزائدۃ وجواب الشرط محذوف ای فذاک ۔

تفسیر

باوجود ایسے دلائل قاہرہ و براہین باہرہ کے اُن منکرین میں سے کچھ تو دل میں ایمان لائے ہیں اور کچھ نہیں۔ یہ حالت بھی اُن کی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں کہ دل میں قائل مگر عناد یا کسی غرض دُنیا سے اظہار نہیں کرتے پھر جب عناد اور ضد کی یہ نوبت ہے تو اے نبیؐ! اُن سے کہدو کہ اچھا اگر میں ناحق پر ہوں تو تمھیں میرے اعمال سے کیا، پھر کس لئے ایذا دیتے ہو؛ یعنی جاہلوں سے اعراض کرنا چاہیئے اور اس بات کا اے نبیؐ! کچھ ملال نہ کیجئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے؛ کس لئے کہ وہ اس کے قابل ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو حواس سلیمہ آنکھ کان دیئے تھے مگر ضد اور شقاوتِ ازلی نے نکما کر دیا، ومنہم من یستمعون الخ کا یہی مطلب ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا۔ اب یہ اس دنیا کی راحت اور حشمت اور مال و اسباب پر نازاں ہو کر حق سے اندھے بہرے بنے ہیں مگر حشر کے روز یہ دُنیا کا جینا وہاں کے ابدی عذاب کے

مقابلہ میں ایک ساعت کے برابر معلوم ہوگا۔ پھر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ یہ بات کچھ آپؐ ہی کی امت
پر منحصر نہیں ہمیشہ یوں ہی ہوتا آیا ہے۔ رسولوں کی
نافرمانی کرنے والے برباد ہوتے ہیں۔ اس پر کافر کہتے تھے
کہ اچھا وہ وقت کب آئے گا؟ اس کے جواب میں کہا،
کہدو کہ میرے اختیار میں نہیں جب اللہ تعالےٰ چاہے گا
آئے گا تقدیم و تاخیر اس میں کچھ نہ ہوگی؛

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا
(اے پیغمبرؐ ان سے) کہدو دیکھو تو سہی اگر اُس کا عذاب تم پر شبا شب یا دن میں

اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾
آپڑے (تو کون روک سکتا ہے) تو گنہگار اُس کے لئے کیا جلدی مچا رہے ہیں۔

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ
کیا جب آ ہی پڑے گا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔ (کہا جاوے گا) کیا اب ایمان لاتے ہو

وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ
اور تم تو اُس کی جلدی کرتے تھے۔ پھر تو

قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ
ظالموں کو یہی کہا جاوے گا کہ عذاب دائمی کا مزہ چکھو

الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ
صرف تم کو اسی کی سزا دی جاتی ہے کہ جو تم کیا

تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ
کرتے تھے۔ اور آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وعدہ حق

هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚ
ہے؛ کہدیجئے مجھے اپنے رب تو کی قسم البتہ وہ برحق ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ ع وَلَوْ اَنَّ
اور تم اس کو روک نہ سکو گے۔ اور اگر ہر ایک شخص

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ
کے لئے کہ جس نے ظلم کیا ہے جتنا کچھ زمین پر ہے سب ہو تو وہ تاوان میں دے

لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا
ڈالے گا (تاکہ عذاب سے بچے) اور جب کہ عذاب دیکھیں گے تو دل میں

رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ
بڑے نادم ہوں گے۔ اور اُن میں انصاف سے فیصلہ کیا

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ
جاوے گا اور اُن پر کچھ (بھی) ظلم نہ کیا جاوے گا۔ دیکھو

اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالےٰ ہی کا ہے۔

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ
سُن رکھو اللہ تعالےٰ کا وعدہ بے شک سچا ہے۔ لیکن اُن میں سے

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْىٖ
اکثر جانتے ہی نہیں۔ وہی زندہ کرتا

وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا
اور مارتا ہے اور اُسی کے پاس پھر کر جاؤ گے۔ لوگو!

النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ
تمہارے پاس تمہارے رب تو کے ہاں کی نصیحت

رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ
اور دلی امراض کی شفا

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
کہدو اللہ تعالےٰ کے فضل اور اُس کی رحمت سے ف پس اسی پر خوش

فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾
ہونا چاہیئے۔ جس کو وہ جمع کر رہے ہیں یہ اس سے بہت بہتر ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
کہو دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے لئے روزی اُتاری ہے تم نے

مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ
اُس میں سے کچھ حرام بنا رکھی ہے اور

ف اصل الکلام بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا والتکریر للتاکید والتقریر الخ
ویجوز ان یراد قد جاءتکم موعظۃ بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ۱۲
کشاف

وقف النبی علیہ السلام　وقفۃ ۵　ع ۱۳ - ۱۰　وقف النبی علیہ السلام

حلالاً ط قل آللّٰہ أذن لکم أم
کچھ حلال، کہدو کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی یا یوں ہی
علی اللّٰہ تفترون ﴿۵۹﴾ وما ظن
اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر
الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب
بہتان لگاتے ہیں وہ قیامت کے دن کو کیا سمجھے
یوم القیٰمۃ ط إن اللّٰہ لذو فضل
ہوئے ہیں۔ ف بے شک اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بڑا فضل
علی الناس ولکن أکثرهم لا یشکرون ﴿۶۰﴾
کرتا ہے، لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔

ترکیب

ماذا مرّ ترکیبہ فی البقرۃ عند قولہ ماذا ینفقون وقیل ماذا اسم واحد مبتدأ ویستعجل خبرہ وقد ضعف ذلک وفیہ ما فیہ ہو مبتدأ احق خبرہ والجملۃ منصوب یستنبئونک الاستنباء طلب کردن خبر۔

تفسیر

قل ارایتم سے لے کر بمعجزین تک یہ بات بتلاتا ہے کہ وہ وقت اچانک آجاوے گا پھر تم کیا کرسکوگے اس وقت کا ایمان لانا بھی فائدہ نہ دے گا۔ ولوانّ سے لے کر لایظلمون تک یہ ظاہر کرتا ہے کہ حشر کے دن تمہارا مال و اسباب دنیاوی کچھ کام نہ آوے گا۔ تم یہ چاہوگے دنیا بھر کا مال لے کر ہم کو چھوڑ دے۔ الاان سے لے کر ترجعون تک یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہارے یہ مال و اسباب بھی سب اُسی کے دیئے ہوئے ہیں جس پر تم نازاں ہو اور وہ قادرِ مطلق مارتا جلاتا ہے اُس کا وعدہ کسی مالی یا بدنی زور سے رد کا نہیں جاسکتا۔ یاایہاالناس سے یجمعون تک یہ مطلب کہ اے لوگو!

تمہارے مال و دولت سے تو ہزار درجہ بہتر تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی ہدایت و رحمت اور دلوں کے امراضِ شکوک و حبِّ شہوات کی شفا ایمانداروں کے لئے رحمت و ہدایت آچکی، یعنی قرآن جو سرورِ دائمی کا وسیلہ ہے تم کو اسے غنیمت جاننا چاہیئے اور اس پر خوش ہونا چاہیئے مال فانی ہے یہ باقی۔ قل ارایتم سے لے کر لایشکرون تک ان کی بدعقلی اور ناشکری پر تنبیہ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم بغیر تم نے بہت سی پاک چیزوں کو بتوں کے تقرّب کے لئے حرام کر رکھا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ پر بہتان ہے اور بہتان باندھنے والوں کو قیامت میں سزا ہے جانے وہ اُس کو کیا سمجھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے جو ایسی کتاب نازل کرتا ہے جس میں شفا ہے پھر بندے بڑے ناشکرے ہیں۔

ع ۷ ۶

وما تکون فی شأن وما تتلوا منہ
اور آپ جس کسی حال میں ہوں اور قرآن کی کوئی سی آیت بھی
من قرآن ولا تعملون من عمل
پڑھ کر سناتے ہوں اور (لوگو!) تم کوئی سا کام بھی کر رہے ہو (ہر حال
إلا کنا علیکم شهودا إذ تفیضون
میں) جب کہ تم اُس کام میں مشغول ہوتے ہو ہم تمہیں دیکھتے رہتے
فیہ ط وما یعزب عن ربک من
ہیں۔ اور آپ کے رب پر ذرّہ بھر بھی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی
مثقال ذرۃ فی الأرض ولا فی
نہ زمین میں نہ آسمان میں اور ذرہ سے بھی کم چیز ہو
السماء ولا أصغر من ذٰلک ولا
یا زیادہ ہو سب کھلے دفتر میں
أکبر إلا فی کتٰب مبین ﴿۶۱﴾ ألا إنّ
درج ہے [1] دیکھو

ف یوم القیامۃ منصوب بالظن وہو ظن واقع فیہ ۱۲ کشاف

[1] کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے وہ علم الٰہی کا دفتر ہے اور مبین یعنی واضح اور صاف کوئی ابہام نہیں ہوتا یعنی علم الٰہی سے کوئی (باقی صفحہ ۵۴۲پر)

أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
کریں گے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور

كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي
پرہیزگاری کرتے رہے۔ انھیں کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا
ہے اور آخرت میں بھی، اللہ تعالیٰ

تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ
کی باتیں بدلتیں نہیں۔ یہی بڑی کامیابی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ　وقف لازم
ہے۔ اور آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوا کریں۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ
کیونکہ عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ وہی سنتا جانتا

الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي
ہے۔ دیکھو آسمانوں اور زمین والے سب

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا　ع ۱۰ / ۱۲
اللہ تعالیٰ کے (محکوم) ہیں۔ اور

يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
وہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کو پوجتے

اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
ہیں۔ محض خیالات کی پیروی کرتے ہیں

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ
اور وہ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ
تمہارے آرام کے لئے رات بنائی اور

النَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
دیکھنے کے لئے دن بنا دیا، البتہ اس قوم کے لئے جو سن سکتی ہے اس میں بڑی

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
(بڑی) قدرت کی نشانیاں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا حالانکہ

وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا
وہ پاک ہے (اور) بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ
اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (پھر بیٹے کی کیا ضرورت؟) تمہارے

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ
پاس اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں۔ کیا بے جانے

عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ
بوجھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہو۔ (اے نبیؐ!) کہدو ضرور

الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ
جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بناتے ہیں فلاح نہیں

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ
پائیں گے۔ کچھ دنیا میں برت لینا ہے پھر تو ان سب کو

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ
ہمارے پاس پھر کر آنا ہے پھر تو ہم ان کو ان کے کفر کی وجہ سے عذاب

الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾
شدید کے مزے چکھادیں گے۔

ترکیب

فی شان خبر کان وما تتلوا ما نافیۃ منہ اے الشان أی من اجلہ من قرآن مفعول تتلوا اذ ظرف لشہودا من مثقال فی موضع رفع یعزب اے یغیب بضم الزاے وکسرہا ولا اصغر ولا اکبر بفتح الراء فی موضع جر صفۃ لذرۃ او لمثقال ویقرآن بالرفع حملا علی موضع من مثقال شرکاء مفعول یدعون ومفعول یتبع محذوف دل علیہ ان یتبعون الخ ان العزۃ مستانف والوقف علی قولہم لازم ان عندکم ان بمعنی ما بہذا یتعلق بسلطان۔ الذین مبتدا وخبرہ لا یفلحون۔ متاع خبر مبتدا محذوف ؛

(بقیہ حاشیہ ص۵۴۱) چیز باہر نہیں، بڑی سے بڑی ہو یا چھوٹی سے چھوٹی اور نہ انسان کا کوئی حال اس سے مخفی ہے ۱۲ منہ

تفسیر

مخالفین کے اعتقاداتِ فاسدہ اور خیالات کا سدّ کا براہینِ قاہرہ و دلائلِ باہرہ سے ابطال کر کے ایک ایسی بات فرماتا ہے کہ جس سے مطیع کو خوشی و سرور اور عاصی کو خوف پیدا ہو جاوے کہ ماتکون فی شان الیٰ قولہ کتاب مبین کہ ہم کو تمہاری ہر ایک بات معلوم ہے اور موجودات میں سے کوئی چیز ہم سے مخفی نہیں نیک کا بدلہ نیک اور بد کو سزا ضرور دیں گے (الشان الخطب والجمع الشئون تقول العرب ماشان فلان اے ماحالہ) ماتتلوا اور ماتکون میں آنحضرت علیہ السلام کی طرف خطاب ہے اور ولاتعلمون میں عام اُمّت کی طرف۔ و ماتتلوا منہ کی ضمیر میں تین احتمال ہیں اوّل شان کی طرف پھرائی جائے کیونکہ تلاوتِ قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے منجملہ اور شانوں یعنی حالات کے۔ دوم یہ کہ قرآنِ مجید کی طرف راجع ہو یعنی قرآن میں سے جو یا جس قدر قرآن آپ پڑھتے ہیں کیونکہ قرآن کا اطلاق کُل اور بعض پر ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرآن آپ پڑھتے ہیں۔ اذ تفیضون (الافاضۃ ہٰہنا الدخول فی العمل علےٰ جہۃ الانصباب الیہ و ہو الانبساط فی العمل یقال افاض القوم فی الحدیث اذا اندفعوا فیہ و قد افاضوا من عرفۃ اذا دفعوا منہ بکثرتہم فتفرقوا)۔ ولایعزب، اصل العزوب من البُعد یعنے اس کے معنے دُور اور غائب ہونے کے ہیں اور اسی لئے جس کے اہل و عیال بعید ہوتے ہیں اُس کو عرب میں عزب کہتے ہیں۔ کسائی نے یعزب کو بکسر الزاے و باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے بعد اپنے مخلصین صادقین کا رتبہ بیان فرماتا ہے بقولہ الا ان اولیاء اللہ الخ۔ علم اشتقاق میں یہ بات مانی گئی ہے کہ و ل ی کا مادّہ قُرب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور ولی کی جمع اولیاء آتی ہے جس طرح نبی کی انبیاء۔ لغوی معنی سے ولی قریب کو کہتے ہیں آدمیوں میں بھی اہلِ قرابت کو ولی کہتے ہیں، بولتے ہیں یہ اُس کا ولی ہے۔ ولی اللہ کا قریب لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی سے نہ رشتہ کی قرابت ہے نہ جسمانی کیونکہ وہ جسم بلکہ مکان سے بھی پاک ہے۔ پس اُس کی قرابت جو ہے تو روحانی ہے جس کی تفسیر خود اُس نے اپنے کلامِ پاک میں متعدد مقامات پر اور خاص اس جگہ فرما دی والذین آمنوا و کانوا یتقون کہ جو ایمان اور تقوٰی کے زیور سے آراستہ ہیں یعنی جن کی قوّتِ نظریہ اور عملیہ مکمل ہیں اس لحاظ سے ہر مؤمن دیندار کو **ولی اللہ** کہا جا سکتا ہے اور کبھی اس پر ایک اور قید بڑھائی جاتی ہے وہ یہ کہ اس کی روح پر اُس کے تقرّب اور اُس کے ذکر و فکر سے ایک نورانیتِ خاص ہوتی ہے پھر اُس کے مراتب بے شمار ہیں یہاں تک کہ جب اُس کے دل اور رُوح پر اُس کی محبّت کا استیلاء ہو جاتا ہے تو اُس کو محویت کا ایسا مرتبہ حاصل ہوتا ہے کہ جس میں فنا فی اللہ اور بقاء باللہ ہو جاتا ہے۔ مگر خواہ یہ کسی مرتبہ میں پہنچے اور کوئی حالت کشف و کرامت و ظہور خرق عادات اس پر طاری ہو یہ بندگی کے حلقہ سے باہر نہیں ہوتا نہ تقوٰی کا لباس اس کے تن سے جُدا ہوتا ہے پھر وہ جو آج کل بے نماز، شراب خوار، بھنگ نوش، ملحد منش صوفیہ کرام کے بہروپ میں دنیا کو ٹھگتے پھرتے اور خدائی اختیارات کے مدعی ہوتے ہیں، کہیں بیٹے بانٹتے پھرتے ہیں، کہیں جاہ و اقبال عمر و دولت دیتے ہیں، کسی سے لیتے ہیں اور پھر سیکڑوں ڈھلمل یقین اُن کے مُرید ہو کر اُن کی پرستش کرتے اور ہزاروں افسانے اُن کے مشہور و معروف کرتے ہیں محض ایک **شیطانی دام** ہے ؎

کارِ شیطان می کند نامش ولی ✣ گر ولی این است لعنت بر ولی

اولیاء اللہ کے لئے لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون فرماتا ہے کہ بعد مردن نہ اُن کو کسی مصیبتِ آیندہ کا خوف* و حزن کے لئے جگہ ہی باقی نہیں رہتی کیسی ہی مصائب پیش آئیں اور کتنی ہی سختیاں آجائیں مگر وہ محوِ تماشائے جمالِ باکمال ہیں اس لذّت کے آگے ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرونِ ثلاثہ کے بعد

* ہوگا نہ کسی گذشتہ بات پر حزن (غم) ہوگا۔ اور نیز استغراق اور قربِ الٰہی کی وجہ سے ان کے دل ایسے ہو جاتے ہیں کہ جن میں خوف

حضرت محبوب سبحانی سیّدنا **عبدالقادر جیلانی** اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت خواجہ بہاء الدّین نقشبند رضی اللہ تعالےٰ عنہم وغیرہم بہت سے اس اُمّتِ مرحومہ میں گزرے ہیں کہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے خرقِ عادات وکرامات میں ہم پلہ تھے اور ہمیشہ کم زیادہ ایسے ہوتے رہیں گے یہ بھی آنحضرت سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک فیض جاری ہے۔ منکر کی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی کیا کرے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ لہم البشریٰ فے الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ، اس میں چند اقوال ہیں (۱) بُشریٰ سے مراد وہ جنت کی خوش خبری ہے جو ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب اور انبیاء علیہم السّلام کی معرفت دی ہے جیساکہ فرماتا ہے یبشرہم ربہم برحمۃ منہ ورضوان۔ (۲) دوم یہ کہ موت کے وقت اُن کو ایک خوشی اور فرحت حاصل ہوگی کہ آج قفسِ تاریک سے طائرِ روح باغِ خُلد میں جاتا ہے آج محبوب حقیقی اپنے پاس بُلاتا ہے قال تعالےٰ تتنزّل علیہم الملآئکۃ ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ۔ (۳) یہ کہ خلقِ خُدا خصوصًا ایمانداروں کے دلوں میں ان کی محبّت اور ذکرِ خیر اور عزّت وعظمت پیدا کی جاتی ہے کیونکہ جو محبوبِ حقیقی کے قریب ہوجاتا ہے اُس پر بھی اُس محبوبیت کا اثر ڈالا جاتا ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی وغیرہ اولیاء اللہ کی محبّت وعظمت کیسی اُمّت کے دل میں پھیلائی گئی ہے سیکڑوں اس حرص میں مرگئے ہوں گے مگر یہ مرتبہ بجز محبوبانِ خُدا کس کو نصیب ہوتا ہے؟ اس کے بعد وہ جو مخالفین اپنی شوکت وہیبت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے تھے اس کی نسبت فرماتا ہے: ولایحزنک قولہم آپ ان کی باتوں سے غم نہ کیجئے کس لئے کہ ان العزۃ للہ جمیعا کہ عزّت وآبرو اُسی کے ہاتھ میں ہے اُس نے بڑے بڑے مشرکوں کو خاک میں ملایا ہے۔ پھر الاانّ الخ سے اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے وہی رات دن کو گردش دے رہا ہے پھر اور کون ہے کہ جس کے اختیار میں عزت وذلّت ہو۔ اور اس کے ضمن میں یہ بھی جتلاتا ہے کہ جب ہم ہی آسمانوں اور زمین کی چیزوں کے مالک اور غنی یعنی بے پروا ہیں کسی کے کسی بات میں محتاج نہیں اور خالق لیل ونہار بھی ہم ہی ہیں تو پھر جو تم اُس کے سوا اور معبودوں کو پُوجتے ہو علاوہ بدعقل ہونے کے ذلیل بھی ہو جو مالک کو چھوڑ کر غلام کے آگے ہاتھ جوڑتے ہو۔ اور اُن معبودوں کو بجز غلام اور مخلوق اور بندہ ہونے کے اُس کے ساتھ فرزندی یا برادری یا شرکت کی کوئی بھی نسبت نہیں کس لئے کہ کم سے کم رات دن کا تمہارے فوائد کے لئے بنانا بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں، جو تم نے اپنے خیالِ فاسد سے بعض شخصوں کی نسبت تجویز کر رکھی ہے جیساکہ عرب ملائکہ کو خدا تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور نصاریٰ مسیح علیہ السّلام کو اُس کا بیٹا۔ جب آسمان وزمین سب کچھ اُس کے ہیں تو بیٹے کی ضرورت کیا ہے؟ اس اعتقاد پر کوئی بھی دلیل اُن کے پاس نہیں۔ محض قیاسی ڈھکوسلے ہیں اور ایسے مفتریوں کی سزا جہنم ہے اُن کو آخرت میں فلاح نہیں۔ اولیاء اللہ رح کے مراتب بیان کرنے کے بعد اولاد ہونے سے پاکی اور استغناء ظاہر کرنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ محبّت اور برگزیدگی سے بیٹا اور شریک نہیں ہو جایا کرتا۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ

اور انکو نوح کا حال سُنادو جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ

بھائیو! اگر تم کو میرا کھڑا ہونا اور اللہ تعالےٰ کی

مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

نشانیوں سے سمجھانا بھی شاق گزرتا ہے

ل وعظ کرنے کے لئے یا یہ معنے ہوسکتے ہیں کہ میرا رہنا ۱۲ منہ **ف** مقامی مکانی یعنی نفسہ او قیامی ومکثی بین اظہرکم مدداً طوالا او مقامی دباقی ص ۵۴۵

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ
(تو لو) میں نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے پھر تم اور تمہارے
وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ
معبود مل کر (میرے مارنے کا) پکا ارادہ کر لیں اور تمہارا وہ
عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَ
ارادہ تم میں سے کسی پر مخفی بھی نہ رہے۔ پھر مجھ سے جو کچھ کرنا ہے کر لو اور
لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا
مجھے مہلت بھی نہ دو۔ پھر اگر نہ مانو تو میں نے تم سے کچھ اجرت
سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
بھی نہیں مانگی ہے۔ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ ہی
عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
پر ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہو کر
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ
رہوں۔ پھر اس کو جھٹلا دیا۔ پس ہم نے نوحؑ کو اور
مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ
جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے ان کو تو بچا لیا اور ان کو جانشین بھی
خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
کیا۔ اور ان سب کو کہ جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا غرق
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
کر دیا۔ پھر دیکھو جن کو ڈر سنایا گیا تھا ان کا کیا انجام
الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ
ہوا۔ پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولؑ

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
ان کی قوم کی طرف بھیجے پھر وہ ان کے پاس معجزات
فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ
لے کر آئے لیکن جس کو وہ اول بار جھٹلا چکے تھے کا ہے کو ماننے
مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ
لگے تھے۔ ہم اس طرح سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیا
الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
کرتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ
مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں
مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا
دے کر بھیجا پھر انہوں نے تکبر کیا اور وہ بھی ایک نافرمان
قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ
قوم تھی۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے
مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ
حق آچکا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو
مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ
ہے۔ موسیٰؑ نے کہا جب تمہارے پاس حق بات آچکی تو
لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَ
اس کی نسبت کہتے ہو کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ
لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
جادوگروں کو کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تو اس لئے
لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ
ہمارے پاس آیا ہے کہ جس طریقہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے

(بقیہ حاشیہ ص ۵۴۴) وتذکیری لانہم کانوا اذا وعظوا الجماعۃ قاموا علی ارجلہم لیکون مکانہم بیّنا وکلامہم مسموعًا۔ فاجمعوا امرکم وشرکاءکم من اجمع الامر اذا نواہ وعزم علیہ والواو بمعنی مع یعنی فاجمعوا امرکم مع شرکاءکم وقرء الحسن وشرکاؤکم بالرفع عطفا علی الضمیر المتصل وقری فاجمعوا من الجمع وشرکاءکم نصبا للعطف علی المفعول۔ ما معنی الامرین قلت الامر الاول الوارد فی قولہ فاجمعوا امرکم بمعنی القصد الی اہلاکہ والامر الثانی فی قولہ لا یکن امرکم علیکم غمۃ لہ معنیان الاول ان یراد مصاحبتہم لہ وما کانوا فیہ معہ من الحال الشدیدۃ علیہم یعنی اہلکونی لئلا یکون عیشکم بسببی غصۃ وحالکم علیکم غمۃ ای غما والثانی ان یراد بہ ما ارید بالامر الاول والغمۃ السترۃ یعنی ولا یکن قصدکم الی اہلاکی مستورا علیکم من الکشاف۔ ابو محمد عبدالحق رح

تَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ ؕ

ملک میں تم ہی دونوں کی سرداری[۱] ہو جائے۔

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ

اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے ہیں نہیں۔ اور فرعون نے

فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿۷۹﴾

کہا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادوگر کو لاؤ۔

ترکیب

اذ ظرف والعامل فیہ نبا والجملۃ بدل من نبا نوح۔ فعلی اللہ جواب کان کبر فاجمعوا معطوف علیہ اتقولون اس کا مفعول سحر محذوف الکبریاء اسم تکون لکما خبرہ۔

تفسیر

توحید و رسالت و معاد و نبوت کے مسائل کو دلائلِ شافیہ
و حججِ کافیہ سے ثابت کرکے اور نیز مخالفین کے شکوک و ع ۸ ۱۲ ۱۳
شبہات کا عمدہ طور سے رد کرکے انبیائے سابقین کے حالات بیان کرنا شروع کرتا ہے ان چند فوائد کے لئے (۱) یہ کہ ایک قسم کے کلام سے مخاطب کے دل پر قدرے ثقل پیدا ہوجاتا ہے پھر جب ایک فن سے دوسرے فن کی طرف یا ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف انتقال ہوتا ہے تو رفع ملال ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ہر جگہ یہ عادت ہے۔ (۲) یہ کہ آنحضرت علیہ السلام و صحابۂ کرام رض کو ان واقعات کے سننے سے تسلی ہو کہ پہلے بھی منکرین اہلِ ایمان کے ساتھ ایسا کرتے آئے ہیں کفار و اشرار کو عبرت ہو کہ پہلے بھی انبیاء ع کے مقابلہ سے ہلاک ہوتے ہیں ہم کو بھی ڈرنا اور بچنا چاہیے۔ (۳) اس میں آنحضرت علیہ السلام کا اعجاز ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجود نہ لکھے پڑھے ہونے کے ایسے شہر پر جہالت و بت پرستی کا رہنے والا انبیائے سابقین کے ایسے صحیح صحیح حالات مع نتائج بیان کرے جو اصل سے سرِ مو تفاوت نہ ہو پورا اعجاز ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے ابتدا کرتا ہے جو سب کے جدِ امجد اور آدم ثانی ہیں کہ ان کی قوم کی نافرمانی سے ان پر طوفان آیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ذکر کرتا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

پھر جب اس کے پاس جادوگر آگئے تو ان سے موسیٰ ع نے کہا

أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا

لاؤ ڈالو کیا ڈالتے ہو؟ پھر جب انھوں نے ڈالا تو

قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ إِنَّ

موسیٰ ع نے کہا یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ

اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ؕ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ

ضرور اس کو ابھی بگاڑے دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کے

عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ

کام راست نہیں لاتا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے

الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿۸۲﴾

حق کو حق ہی کرکے رہے گا مجرم بیٹھے بُرا مانا کریں۔

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِنْ

پھر موسیٰ ع پر کوئی بھی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم کے کچھ لوگ

قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ

(چونکہ) فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے تھے کہ ان کو

مَلَئِهِمْ أَنْ يَفْتِنَهُمْ ؕ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ

تکلیف نہ دیں اور بے شک فرعون تو زمین پر

ف موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بڑی غور طلب بات یہ بتلائی جاتی ہے کہ دنیا میں قوائے بہیمیہ کے اثر سے خلافِ فطرت اللہ افعال سرزد ہونے لگتے ہیں جو انجام کار انھیں کی بربادی اور عذابِ اخروی کا باعث ہوجاتے ہیں اور اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے بھیجے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا وعظ و پند ہر چند نافع ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا مگر جب تک افرادِ انسانیہ کو کوئی قوی محرک نہیں ابھارتا عموماً اثر نہیں ہوتا اور دنیا میں حکومت و سلطنت بھی ایک بڑا قوی محرک اور انقلاب عظیم ہے پھر جب سلطنت ہی دباتی (صـ ۵۴۷ پر)

[۱] یعنے تیری اور تیرے بھائی ہارون ع کی ۱۲ منہ

لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّهُ لَمِنَ

بڑا سرکش اور حد سے گزرا ہوا

الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ

تھا۔ اور موسیٰ نے کہا اے قوم!

إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا

اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ بھی رکھو

إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوا عَلَى

اگر تم حکم بردار ہو۔ تب انھوں نے کہا کہ ہم نے

اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ

بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر کرلیا ہے۔ اے رب ہمارے! ہم کو ظالم قوم کے ہاتھ میں نہ

الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ

پھنسانا۔ اور ہم کو اپنی رحمت سے کافر قوم سے

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ

نجات دے۔ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے

مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا

بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر

بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً

بناؤ اور اپنے گھروں کو ہی مسجد میں قرار دے لو

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾

اور (وہیں) نماز پڑھا کرو، اور ایمانداروں کو بشارت دو۔

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ

اور موسیٰ نے کہا اے رب ہمارے! تو نے تو فرعون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۶) اس بدکاری کی مؤید ہو تو جب تک اس سے بڑا محرک نہ پیدا کیا جائے اصلاح ممکن نہیں اور وہ سلطنت سے بھی زیادہ محرک نبوت بصورت خلافت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اب نبوت و سلطنت کی جو جنگ ہوئی اور آخر کار نبوت غالب آئی اس کا ان آیات میں ذکر ہے اور آنحضرت صلعم اور ان کے معاصروں کو سنایا جاتا ہے کہ اب بھی نبوت بصورت خلافت جلوہ گر ہوئی ہے اور یہ دوسری باری ہے اور اب پہلے سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ پہلے تو صرف فرعون اور عمالیق وغیرہ اقوام مخصوصہ سے ہی مقابلہ تھا اب تو تمام دنیا اور سرسبز سلطنتوں سے مقابلہ ہے جو کفر و بت پرستی اور بدکاری کی حامی ہیں اس لئے

فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي

اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں کروفر اور

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ

بہت سے مال دے رکھے ہیں اے رب ہمارے! اس لئے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ

سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ

سے روکیں۔ اے رب ہمارے! ان کے مالوں کو ملیا میٹ کردے

وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا

اور ان کے دلوں کو صدمہ کردے سو وہ جب تک عذاب

حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ

دردناک نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔ فرمایا

قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَ

اچھا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ سو سیدھے رہو اور

لَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو کہ نادان ہیں۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ

اور بنی اسرائیل کو ہم نے بحر قلزم سے پار اتارا۔

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا

اور فرعون اور اس کے لشکر نے عداوت اور سرکشی سے ان کا

وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ

پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے کو ہوا تو

قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي

کہنے لگا کہ مجھے یقین آگیا کہ بجز اس خدا کے کہ جس پر

آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ

بنی اسرائیل ایمان لائے اور کوئی معبود نہیں۔ اور میں بھی فرمانبرداروں

الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ

میں سے رہوں۔ (فرشتے نے کہا) اب یہ کہنے لگا اور اس سے پیشتر تو

قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾

تو نافرمان اور مفسد تھا۔

؎ اس شریعت میں مسلمانوں پر قیام خلافت کا انتظام، جہاد و سرگرمی بھی فرض ہوئی جس کے بڑے درجات بیان فرمائے ۱۲ منہ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ
پس آج کے دن تیری لاش کو باہر ڈالتے ہیں تاکہ وہ تیرے پیچھے والوں کے لیے
خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
نشانی رہے۔ اور بہت سے آدمی تو ہماری نشانیوں سے بے
عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا 9 ع 14
خبر ہیں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عمدہ
بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم
جگہ رہنے کو دی ١ اور اچھی چیزیں کھانے کو
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ
دیں۔ پس بنی اسرائیل نے جان بوجھ کر (دین میں) اختلاف
الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ
ڈالا۔ قیامت کے دن آپ کا رب تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے
الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾
رہے ہیں ان کا فیصلہ کر دے گا۔
فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ
پھر اگر آپ کو اس چیز میں کہ جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے کچھ شک ہو تو
فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِن
ان لوگوں سے پوچھ دیکھو کہ جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے
قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ
تھے۔ البتہ آپ کے پاس آپکے رب تو کی طرف سے حق آچکا
فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾ وَ
پس ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ اور
لَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ
نہ ان لوگوں میں سے ہونا کہ جنھوں نے اللہ تعالے کی آیتیں
اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ
جھٹلائیں۔ ورنہ آپ خسارہ میں پڑ جائیے گا۔ جن لوگوں پر

الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
کہ آپکے رب تو کی بات ٢ پوری ہو گئی وہ تو ایمان
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ
نہیں لائیں گے۔ گو ان کے پاس ہر طرح کے معجزے بھی
آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾
آجاویں جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں گے۔
فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا
پھر کوئی گاؤں بھی تو ایسا ہوتا کہ اس کا ایمان لانا اس کو نفع
إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا
دیتا مگر یونس کی قوم جب کہ ایمان لائی تو زندگی دنیا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ
میں ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا لیا اور ایک
الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾ وَ
مدت تک ہم نے انکو بسایا۔ اور
لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ
اگر آپ کا رب تو چاہتا تو دنیا بھر کے سب لوگ ایمان ہی لے
كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
آتے۔ پھر کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ
حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ
وہ ایمان لے آویں۔ اور کسی کے بھی بس میں نہیں کہ
لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَ
اللہ تعالے کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے۔ اور
يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾
بے عقل لوگوں پر تو وہ خباثت ڈال دیا کرتا ہے۔
قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
(اے رسول) کہو دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔

١ شام کے ملک میں یہ ان بنی اسرائیل کو جو حضرت موسیٰ کے بعد تھے ۱۲ منہ
٢ نوشتہ تقدیر کہ یہ جہنمی ہیں ۱۲ منہ ٣ یعنی ہر قسم کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر عذاب الیم آجاوے تب مجبوراً ایمان لائیں گے مگر اس وقت کا ایمان کیا۔ اس وقت کسی قوم کے ایمان نے نفع نہیں دیا ہاں یونس کی قوم کے ایمان نے البتہ عذاب آنے کے بعد نفع دیا ۱۲ منہ

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ

اور بے ایمان قوم کو معجزے اور ڈر سنانے والے کچھ

قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ

فائدہ نہیں دیتے۔ پھر کیا وہ انہیں لوگوں کے

اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

دنوں کا سا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے

قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

ہیں۔ (اے نبیؐ!) کہدو اچھا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

انتظار کر رہا ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا

کو بچا لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم پر ایمانداروں کا بچا لینا

عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

بھی لازم ہوتا ہے۔

ترکیب

ماجئتم بہ السحر ما استفہامیہ مبتدا جئتم خبر السحر بدل منہ اور ما کو خبریہ کہا جائے تو یہ موصولہ جئتم بہ صلہ یہ سب مبتدا السحر خبر جملہ محلاً منصوب قال کا مفعول ہو کر۔ ملائہم الضمیر عائد الی الذریۃ ولم یونث لان الذریۃ قوم فہو مذکر وقیل یرجع الی القوم ان یفتنہم بدل من فرعون تقدیرہ علی خوف فتنۃ (من) فرعون۔ ان تبوا تفسیر ہے اوحینا کی قبلۃ مفعول اجعلوا اے مصلے تصلون فیہ لتامنوا من الخوف وکان فرعون منعہم من الصلوٰۃ (جلالین)۔

ف امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر کی پانچویں جلد صـ۳۹ مطبوعہ استنبول میں فرماتے ہیں وقد تقرران مافی ایدیہم من التوراۃ والانجیل فالکل مصحف محرف الخ کہ اہل کتاب سے اگر حضرتؐ کو پوچھنے کا حکم ہوتا تو اس سے بھی آپؐ کا شبہ اگر ہوتا تو رفع نہ ہوتا کیونکہ یہود کے پاس جو توراۃ و انجیل تھی تو محرف کتابیں تھیں ۱۲ منہ

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان فرما کر آنحضرت علیہ السلام کو مخاطب کر کے سامعین سے فرماتا ہے کہ ان باتوں میں شک ہو تو جو تم سے پہلے لوگ یہود و نصاریٰ کتاب پڑھتے ہیں اُن سے پوچھ دیکھو۔ گو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس میں کچھ بھی شک نہ تھا نہ صحابہؓ کو اور اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی اہل کتاب سے اُن کی تصدیق کے لئے سوال بھی نہیں کیا اور کیونکر کرتے حالانکہ آپؐ کی نسبت بعد کے جملہ میں فرما دیا فلا تکونن من الممترین و لا تکونن من الذین کذبوا بآیات اللہ لیکن جن لوگوں کو شک تھا جیسا کہ کفار قریش و دیگر عرب اُن کے اطمینان کے لئے ارشاد ہوا اس سے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال
ع ۱۱/۱۰ ۱۵ کرنا یا یقرءون الکتاب سے توریت و اناجیل موجودہ کی اصلیت ثابت کرنا جیسا کہ بعض پادریوں اور اُن کے کاسہ لیسوں کے رسائل میں دیکھا جاتا ہے محض نافہمی اور سراسر جہالت ہے ان الذین حقت الخ سے لے کر اخیر تک اُن واقعات کے نتائج بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ یوں ہلاک ہوئے اور برباد ہوئے اور کفار یوں ایمان نہیں لاتے کہ ان پر نوشتہ ازلی غالب آگیا ہے یعنی اُن کی تقدیر میں گمراہی ہے اس لئے ان قصص کو سن کر عبرت نہیں کرتے اور ایمان بھی لاتے ہیں تو عذاب کے وقت مگر اُس وقت کا ایمان بجز قوم یونسؑ کے اور کسی کو فائدہ مند نہ ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ایمان لانا یا نہ لانا تقدیری بات ہے آپؐ کی خواہش تو دنیا بھر کو ایماندار بنا دینے کی ہے مگر جن کی تقدیر میں ایمان نہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں اُن پر تقدیری خباثت پڑی ہوئی ہے۔ پھر حکم دیتا ہے کہ آسمان اور زمین کے عجائب قدرت کو دیکھو اور غور کرو مگر نہیں کرتے ان کو خدا تعالےٰ کے نذیر رسولؐ اور حوادث دہر

اور اُس کی آیاتِ قدرت اور آیاتِ کتاب کچھ بھی مفید نہیں۔ اب ان اندھوں کو پہلی غارت شدہ قوموں کے عذاب ہی کا انتظار ہے اور ایسے وقت ہم رسول اور اُس کے پیرووں کو بچا لیتے ہیں اور یہ بچا لینا ہمارا کام ہے۔ اور سب ہلاک ہوتے ہیں۔

حضرت **یونس** علیہ السلام کے واقعہ کی طرف بڑے عبرت آمیز الفاظ میں اشارہ کرتا ہے فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الخ لولا کو بعض نے کلمہ نفی سمجھا ہے امام واحدی کا اسی طرف رجحان ہے اُن کے نزدیک یہ معنے ہوتے فما کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس کہ اُن گمراہ بستیوں میں سے کوئی بھی ایسی بستی نہیں ہوتی کہ جو ایمان لائی اور اُن کا ایمان نفع دیتا بجز قوم یونس کے۔ یہ استثناء منقطع ہے اوّل سے بعض علماء اس کو کلمۂ تحریص و تخصیص کہتے ہیں بمعنے ہلا۔ اُن کے نزدیک یہ معنے ہوتے کہ کوئی ایسی بستی بھی ہوتی کہ جو ایمان لاتی اور اس کا ایمان نفع دیتا مگر قوم یونس کہ وہ ایمان لائی۔ **یونس** بن متی جس کو عبرانی محاورہ میں یونہ کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً آٹھ سو باسٹھ برس پیشتر ملک یہود میں خاندانِ اسرائیل سے نمودار ہوئے یہ نبی تھے اُن کو حکم ہوا تھا کہ تم ملکِ شام سے **نینوہ**[1] میں جا کر لوگوں کو ہدایت کرو، بت پرستی اور قسم قسم کی بدکاری سے روکو اور نہ مانیں تو کہدو کہ چالیس روز کے بعد شہر پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ انھوں نے یہ خیال کر کے کہ خدا تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنی اس قدر مخلوق کو کاہے کو ہلاک کرے گا، ناخوش ہو کر نینوہ جانا پسند نہ کیا اور شہر یافہ میں آئے اور وہاں سے شہر ترسیس (یہ دونوں شہر ملکِ شام کے مغربی حصہ میں سمندر یعنی بحرِ روم کے کنارہ پر آباد ہیں اور نینوہ شام سے مشرق کی جانب موصل کے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر آباد تھا) کی طرف بھاگنا چاہا اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ سے اس طرف اشارہ ہے۔ ایک جہاز میں سوار ہوئے جہاز پر ایک سخت طوفان آیا گو جہاز کا بوجھ ہلکا کیا گیا مگر تب بھی وہی حالت رہی تب قرعہ ڈالا تاکہ معلوم ہو کہ کس کے سبب سے یہ آفت آئی ہے۔ قرعہ حضرت یونس کے نام پر نکلا، اُن سے پوچھا تو نے کیا کیا؟ کہا میں آقا سے بھاگا ہوا ہوں۔ آخر اُن کو دریا میں ڈال دیا اور سمندر کا تلاطم موقوف ہوا، اُن کو ایک بڑی مچھلی نگل گئی۔ جس کے پیٹ میں تین رات دن رہے۔ وہاں انھوں نے بڑے عجز و انکسار اور نہایت بے قراری کے ساتھ تہ در تہ اندھیریوں میں خدا تعالیٰ سے دعاء کی فنادیٰ فی الظلمات ان لا الٰہ الا انت سبحانک الخ مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کو خشکی پر اُگل دیا (خدا تعالیٰ نے وہاں پر اُن کی غیبی سامان سے پرورش کی) جب تندرست ہو گئے تو پھر حکم ہوا کہ اُٹھ نینوہ کو جا اور خدا تعالیٰ کا حکم پہنچا۔ چنانچہ یہ اب نینوہ کی طرف گئے اور چالیس روز بعد عذاب الٰہی آنے کا وعدہ کیا۔ جب لوگوں کو آثار قہر الٰہی معلوم ہونے لگے تو بہت سے ایمان لائے اور بادشاہ سے فقیر تک سب کھانا پینا چھوڑ ٹاٹ پہن کر گناہوں سے تائب ہو کر دعاء اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے جس کی برکت سے وہ عذاب ٹل گیا۔ اس کے بعد مدت تک وہ شہر رستا بستا رہا متعناھم الی حین۔ مگر یونس علیہ السلام اس عذاب کے ٹل جانے سے

[1] ایک بڑا وسیع شہر دریائے دجلہ کے شرقی کنارے پر آباد تھا اس کی شہر پناہ تین روز کی مسافت تھی شہر موصل اس کے ایک محلہ میں آباد ہے حضرت یونس علیہ السلام کی قبر یہیں ہے۔ شہر بابل کا پہلا بادشاہ بلس ہے اس کے بڑے بیٹے نے نس نے تختِ حکومت پر بیٹھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار انہتر برس پیشتر ملک اسیریہ میں شہر نینوہ کی بنیاد ڈالی یہ خاندان بابل کہ جن کا لقب نمرود ہے جیسا کہ شاہانِ مصر کا فرعون اس عہد میں ہندوستان ایک حکمران تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے عہد تک اسی خاندان کی سلطنت تھی۔ بعد میں ایرانیوں کے ہاتھ آئی۔ آج کل بابل اور نینوہ کے خرابات منزلوں تک دکھائی دیتے ہیں ۱۲ - حقانی

نہایت ناخوش تھے کہ میری بات جھوٹی پڑگئی اور خدا
تعالیٰ سے التجا کی کہ ہیں اسی لئے ترسیس کو بھاگا تھا
کہ تو رحیم کریم غصہ کرنے میں دھیما ہے اب مجھ کو موت دے
یونس علیہ السلام نے شہر کے باہر پورب کی طرف اپنے رہنے
کے لئے چھپر بنا رکھا تھا تاکہ دیکھئے شہر کا کیا حال ہوتا ہے
خدا تعالیٰ نے وہاں کدو کی بیل یا ارنڈی کا ایک درخت
پیدا کیا تھا جس کے سایہ میں یہ آرام پاتے تھے وانبتنا علیہ
شجرۃ من یقطین۔ ایک روز کیڑے نے اس کو ایسا کاٹا کہ وہ
سوکھ گیا اور دھوپ کا یونسؑ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس پر
خدا تعالیٰ نے کہا تو ایک اس درخت پر اتنا رنجیدہ ہے پھر
مجھے کیا لازم تھا کہ نینوہ شہر پر کہ جہاں ایک لاکھ بیس ہزار
آدمیوں سے زیادہ رہتے ہیں شفقت نہ کروں۔ بعض محققین
کہتے ہیں کہ جب عذاب نہ آیا اور یونسؑ علیہ السلام غصہ ہو کر
بھاگے تب دریا میں مچھلی کے پیٹ میں جانے کا واقعہ پیش
آیا تھا۔ ان تبوآ لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ ابن
انباریؒ کہتے ہیں واجعلوا بیوتکم قبلۃ اے قبلاً یعنی مساجد
فاطلق لفظ الوحدان والمراد الجمع۔ خلاصہ یہ کہ بعض مفسرین
بیوت یعنی مصر میں گھر بنانے اور قبلہ کرنے سے مراد نماز کی
جگہ اپنے گھروں میں قائم کر لیتے ہیں کیونکہ فرعون کا
خوف تھا اور بعض کہتے ہیں گھر بنانے کا حکم تھا۔ اوّل
قوی ہے۔ پر ان بیوت کے قبلہ بنانے سے کیا مراد ہے اس میں
دو احتمال ہیں الاوّل المراد بجعل تلک البیوت قبلۃ اے
متقابلۃ والمقصود منہ حصول الجمعیۃ واعتضاد البعض بالبعض
یعنی اپنے گھر قریب قریب آمنے سامنے بناؤ تاکہ ایک دوسرے
سے قوت رہے۔ وقال آخرون المراد واجعلوا دورکم قبلۃ اے
صلوا فی بیوتکم (کبیر)۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد صرف
گھروں میں نماز پڑھنا تھا کیونکہ نماز کی جگہ کو عرب میں قبلہ
کہتے ہیں کہ اس کے سامنے نماز پڑھی جاتی ہے لیکن قرآن
سے یہ کہیں نہیں نکلتا کہ ان کو اپنے اپنے گھر قبلہ یعنی بیت
المقدس یا کعبہ کی طرف بنانے کا حکم ہوا تھا اور جو کسی نے
کہا ہے تو یہ اس کا قول ہے پس یہود و نصاریٰ کا اس
امر میں قرآن کو خلاف گو کہنا محض تعصب ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ
کہو لوگو! اگر تم کو میرے دین میں شک ہے تو (سن لو کہ)
شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ
اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں تو ان کو
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ
پوجنے کا نہیں، بلکہ میں اللہ تعالیٰ
اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ
کو پوجوں گا کہ جو تمہاری جان قبض کرتا ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ
ایمان والوں میں سے ہو کر رہوں۔ اور
اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ
یہ بھی (حکم ہوا ہے) کہ یک طرفہ ہو کر دین کی طرف رُخ کئے رہوں۔ اور
لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا
ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ
تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
کے سوا ان چیزوں کو ہرگز نہ پکارنا کہ جو نہ تجھے نفع دے سکتی ہیں
وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ
نہ نقصان۔ پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو بےشک
اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ
دکھ پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا بھی نہیں۔
وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ
اور اگر آپ کے لئے بہتری چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔

یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ؕ
اس کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔
وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ یٰٓاَیُّھَا
اور وہ غفور رحیم ہے۔ کہہ دے لوگو!
النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ ج
تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا۔
فَمَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ ج
پھر جو کوئی ہدایت قبول کرتا ہے تو اپنے بھلے کو۔
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا ج وَ
اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنی خرابی کو۔ اور
مَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا
(دیکھو) میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اور جو کچھ آپ کی
یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ ج
طرف وحی کیا گیا ہے اسی پہ چلو اور صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے
وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۱۱ ع ۱۲
اور وہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

ترکیب

ان کنتم شرط فلا اعبد جواب۔ وان اقم معطوف ہے ان اکون پر مالا ینفعک لاتدع کا مفعول۔ من دون اللہ حال یا صفت بخیر یرد کا مفعول ثانی ۃ

تفسیر

توحید اور مسائلِ معاد پر ہر قسم کے دلائل قائم کر کے اب خاتمۂ سورۃ میں حجت تمام کرتا ہے کہ قل یا ایہا الناس الخ کہ اے نبی ؐ! لوگوں سے کہہ دو اگر اب بھی تمہیں میرے دین میں شک باقی ہے تو اس کی طمع نہ رکھنا کہ میں تمہارے دین کو اختیار کر لوں گا بلکہ مجھے توحید پر مستقیم رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر دین کے اصل الاصول اور اس کی پرستش کرنا خدا تعالیٰ کی صفاتِ باکمال کے ضمن میں بیان فرماتا ہے اور تبعاً ان کی بُت پرستی پر بھی تعریض کرتا ہے کہ یہ چیزیں قابلِ پرستش نہیں۔ ہو الغفور الرحیم تک صفتِ اول الذی یتوفٰکم یہ اس لئے بیان کیا کہ موت سے زیادہ کوئی مسئلہ انسان کے نزدیک مسلّم الثبوت نہیں جس میں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں اور جو نہایت خوفناک چیز ہے جو دارِ آخرت کی کلید ہے وہ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو پھر اور کسی کی پرستش بے فائدہ بات ہے۔ قطع نظر اس بات کے (کہ جب ہم تنہا بیٹھ کر آج سے سَو برس تک کا زمانۂ گزشتہ خیال میں لاتے ہیں اور اُس عہد کے نامور باکمال اہلِ مال باجمال لوگوں کے تذکرہ بھی دوسری آنکھ کے سامنے رکھ لیتے ہیں تو دل میں ایک دھواں سا اٹھتا ہے اور یہ عالم دریائے رواں کی موج سا معلوم ہوتا ہے کہ یارب اس عہد کے حسینوں اور شہ زوروں اور دولت مندوں، رئیسوں، امیروں، غریبوں میں سے آج ایک بھی باقی نہیں کہ جس سے اُس عہد کا حال پوچھتے) ہر رات کو اُس کا نمونہ دیکھتے ہیں سناٹا ہوتا ہے کہیں سے آواز بھی نہیں آتی بازار اور شہر اُجاڑ معلوم ہوتے ہیں اسی لئے یتوفٰی مضارع کا صیغہ ذکر کیا۔ (۲) نفع و نقصان دینے والا بجز اُس کے اور کوئی نہیں اس عالم میں پتا بھی اُس کے حکم بغیر نہیں ہلتا۔ (۳) غفور ہے، بندوں کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ رحیم اپنی رحمت کا دستر خوانِ عام پھیلا رکھا ہے۔ اس کے بعد قل یا ایہا الناس قد جاءکم الحق میں اعلانِ عام کرتا ہے کہ حق آچکا اب جو کوئی نہیں مانتا اپنا بُرا کرتا ہے اور جو مانتا ہے تو اپنا بھلا کرے گا۔ رسول ؐ کا کام خبر دینا ہے وہ کسی کا ذمہ دار نہیں۔ اس کے بعد صبر کرنے اور وحی کی پیروی کرنے اور مددِ غیبی کا انتظار کرنے کا حکم دے کر سورۃ تمام کر دی۔

سورۃ ہود مکیہ ہے اس کی ایک سو تیئیس ۱۲۳ آیات دس ۱۰ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان و رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں حکیم دانا کی طرف سے مستحکم کر دی گئیں

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

پھر مفصل بیان کی گئیں ہیں۔ (یہ مضمون) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ

کسی کی عبادت نہ کرو اور کہدو) میں تمہارے لئے اس کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری

بَشِيْرٌ ۝۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ

دینے والا ہوں۔ اور یہ بھی (کہو) کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف

تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

رجوع کرو تاکہ وہ ایک وقت مقررہ تک تم کو

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ

اچھی طرح سے رہائے بسائے، اور جس نے بڑھکر نیکی کی ہو اس کو

فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ

بڑھکر بدلہ دے۔ اور اگر تم پھر نہ مانو تو مجھے تم پر بڑے

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳

دن (قیامت) کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم کو پھر کر جانا ہے اور وہی ہر بات پر قادر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ[1]

ہے۔ (اے رسول) دیکھو وہ مشرکین اپنے سینہ دوہرے

صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا

کرتے ہیں تاکہ اس سے چھپے رہیں۔ دیکھو

حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا

جب کہ وہ کپڑے ڈھانکتے ہیں (اس وقت سے بھی) جو کچھ وہ چھپا کر اور ظاہر

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

کر کے کرتے ہیں، سب کو خدا تعالیٰ جانتا ہے بے شک وہ دل کے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

بھیدوں سے خوب واقف ہے۔

ترکیب

الٓرٰ اسم ہے اس سورۃ کا مبتدا کتاب موصوف احکمت الخ صفت مجموعہ خبر یا مبتدا محذوف کی خبر یا بالعکس الا تعبدوا الخ مفعول لہ ہے فصلت کا لاے فصلت لاجل ان لا تعبدوا۔ وقیل ان مفسرۃ لان فی تفصیل الآیات معنے القول وان استغفروا اس پر معطوف الا حین کا عامل یعلم ؛

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں اسی ہنگامہ میں نازل ہوئی ہے کہ جب جہالت اور بت پرستی کا بازار گرم تھا خدا پرستی کے نام لینے والے پر نہ صرف انگلیاں ہی اٹھتی تھیں بلکہ زہر آلود تیروں کا تودہ بنایا جاتا تھا۔ اس میں منجملہ حالات دیگر انبیاءؑ کے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ نہایت عبرت انگیز ہے جس لئے ان کے نام سے یہ سورۃ نامزد کی جاتی ہے اس میں ایک سو تیئیس ۱۲۳ آیات ہیں۔ الٓرٰ میں بہت کچھ امورِ مخفیہ کی طرف اشارہ فرما کر کہ جن کو کما ینبغی اس کا رسول کریم ہی سمجھتا تھا (صلے اللہ علیہ وسلم) سب سے اول قرآن مجید کی خوبی اور اس کا منجانب اللہ ہونا بیان فرماتا ہے بقولہ کتاب احکمت آیاتہ الخ احکام کی مضبوطی اور خلل و فساد کا

[1] یثنون اس کی ماضی ثنا اس کے معنے پھیرنا یا موڑنا یا لپیٹنا یقال ثنیت الشیٔ اذا عطفتہ وطویتہ ۱۲ منہ

دفع کرنا یعنی یہ کتاب قرآن وہ ہے کہ جس کی آیات محکم ہیں جن میں عقل سلیم اور فہم مستقیم کو غور و فکر کرنے سے کوئی بھی خرابی اور نقص معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے اخبار ماضیہ سچے سچے" واقعات عبرت خیز کا فوٹو ہیں۔ اس کے احکام تہذیب اخلاق سے لے کر سیاست ملک تک اور عالم آخرت میں سعادت عظمیٰ حاصل کرنے کے طریق حکماء کا دستور العمل ہیں۔ اس پر عبارت کی صفائی تہذیب اور سچائی کا زیور علاوہ ہے ایسی کتاب اگر آسمانی کتاب نہیں تو کیا پھر محض تاریخی کتابیں کہ جن میں مبالغہ آمیز الفاظ اور توہمات ہوں یا وہ کہ جن میں عناصر اور مخلوقات کی پرستش ہو عالم آخرت اور انسان کی سعادت کا طریقہ ندارد ہو وہ آسمانی کتابیں ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ثم فصلت یعنی حالت مجموعی کے لحاظ سے تو یہ محکم تھی ہی مگر حالت تفصیلی پر بھی غور کیا جاوے اور ہر ایک معاملہ کی آیات کو ان کے مطالب پر جداگانہ لحاظ کیا جاوے تو بھی یہی کہنا پڑے گا کہ یہ تفصیل (کہ دلائل توحید اپنے موقع پر احکام اور مواعظ اور قصص اپنی جگہ پر ترغیب و ترہیب دنیا کی بے ثباتی عالم آخرت کی خوبی اپنے محل پر) من لدن حکیم خبیر ہے یعنی بشر کا کام نہیں اسی حلیم خبیر نے ان موتیوں کو اپنے اپنے موقع پر لڑیوں میں پرو دیا ہے۔ پھر جس کی اجمال اور تفصیلی دونوں حالت ایسی ہوں تو پھر اس میں شک کرنا آفتاب کا انکار کرنا ہے۔ پھر الا تعبدوا سے لے کر وہو علی کل شیء قدیر تک ان چند باتوں کی تفصیل فرماتا ہے کہ جن پر دنیا و آخرت کی سعادت اور خلاف کرنے میں ہلاکت منصور ہے جن کے ظاہر کرنے کو دنیا میں انبیاء بھیجے جایا کرتے ہیں جس لئے اول امر کے لحاظ سے بشیر اور ہلاکت سے مطلع کرنے کے اعتبار سے نذیر کہلاتے ہیں اننی لکم منہ نذیر و بشیر۔ (۱) الا تعبدوا الخ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہ وہ پہلا حکم ہے کہ جس کی عدول حکمی میں نہ صرف برّ عرب بلکہ اس عہد میں روئے زمین کے بنی آدم گرفتار ہلاکت تھے۔ یہ اس لئے کہ عبادت و پرستش کا استحقاق اسی کے لئے ہے کہ جس نے پیدا کیا ہو اور وہ ہر ایک کے حال سے مطلع بھی ہو کہ جو اپنے مطیع و عابد کو بھلائی سرکش کو برائی پہنچا سکے یعنی علم ہونا چاہیے۔ سوم حالت روا اور اقل مرتبہ رزاق مطلق تو ہو سو یہ تینوں باتیں بجز اس کے اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ ان تینوں باتوں کو الا انہم الخ سے شروع کریگا۔

(۲) استغفروا ربکم کہ اپنے گزشتہ گناہوں پر خدا تعالیٰ سے معافی مانگو استغفار کرو۔ اس میں ضمناً تمام بری باتوں کے ترک کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (۳) ثم توبوا الیہ کہ اس کی طرف رجوع کرو یا توبہ کرو کیونکہ انسان جب گناہوں سے استغفار کرکے اور موحد بن کے پاک اور باطنی گندگیوں سے صاف ہو جاتا ہے تب اس کی بارگاہ اقدس کی طرف رجوع کرنے کے لائق ہوتا ہے اور اس کی بارگاہ میں جانا یا اس کی طرف رجوع کرنا بغیر اس کے آلات صوم و صلوٰۃ صلہ رحمی حلم ذکر و فکر دعاء و مناجات کے ممکن نہیں اس میں ضمناً اصول حسنات کو عمل میں لانے کی طرف اشارہ ہے جب اس کو یہ رتبہ حاصل ہوا تو وہ مستحق فضل و عنایت ہوا۔ اور عنایت دو قسم پر ہے دنیا کی عافیت آخرت کی نجات و ترقی درجات اس لئے اول کی طرف یمتعکم متاعاً حسناً میں اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف یؤت کل ذی فضل فضلہ میں اور نیز وہاں کے درجات کا باعتبار مراتب سعادت تفاوت بھی ظاہر فرماتا ہے۔ ہر چند دنیا کی فراخ دستی اور خوشحالی ایمان و کفر پر موقوف نہیں بلکہ بعض اوقات امتحاناً ایمانداروں کے لئے ایسی مصیبت اور تنگی پیش آتی ہے کہ دنیا قید خانہ ہو جاتا ہے اور کفار کو عیش و نشاط بے حد دے کر پھر کشتی ڈبو دی جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمانداروں اور نیکوں کو عمومی حالت میں فراخ دستی، تندرستی غیر قوموں کے ہاتھ سے رستگاری

دے گا اور دیا کرتا ہے جیساکہ توریت کے بھی متعدد مقامات میں اس امر کی تصریح ہے الیٰ اجل یوں کہاکہ ہمیشگی تو اُسی کے لئے ہے آخر دُنیا سے کوچ کرنا ہے۔ پھر ان تولّوا سے قدیر تک خلاف کرنے میں قہر کا آنا دنیاوی سزا اور مرنے کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف جانا اُخروی سزا اور نیز مسئلہ حشر ثابت کرتا ہے وہو علےٰ کُلّ شئ قدیر اس کی دلیل ہے کہ یہ سب کچھ وہ کرسکتا ہے، ہر بات پر قادر ہے کوئی اسباب ظاہر پر مغرور نہ ہووے۔ الا انہم اب یہاں سے اُن تینوں اوصاف کی توضیح کرتاہے اور سب سے پہلے وصفِ علم کو بیان فرماتاہے جس کی نسبت مکہ معظّمہ کے کفار کو، جیساکہ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عباس رضؓ سے منقول ہے، یہ گمان تھاکہ وہ بوقتِ قضاء حاجت اپنے اُوپر کپڑا ڈال لینا خدا تعالےٰ سے مخفی ہونا سمجھتے تھے یا دل میں بُرے اراد رکھنے کو (یثنون صدورہم) اور کپڑے یا پردے میں گناہ کرنے کو خدا تعالےٰ سے مخفی رہنا جانتے تھے۔ کیونکہ وہ یعلم ما یسرّون الخ کہ اُس کو ہر ایک چھُپی اور کھُلی بات معلوم ہے۔ اس میں انسان کے باطنی حالات پر سخت تنبیہ بھی ہے۔ پھر اس کی دلیل ذکر کرتا ہے۔

[redacted]

تفسیرِ حقانی

پارۂ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ ۱۲

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

اور زمین پر کوئی بھی جانور چلنے والا ایسا نہیں کہ جس کی

إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور وہ اس کے رہنے اور (مرکر زمین

وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٦﴾

میں) سونپے جانے کی جگہ بھی جانتا ہے۔ ہر ایک چیز کتاب مبین میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

اور وہی تو ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى

بنا دیا۔ اور اس کا تخت پانی پر تھا

الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَ

تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے اچھے عمل ہیں۔ اور

لَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ

اگر آپؐ ان سے کہیں کہ بلا شک تم مرنے کے بعد زندہ کیے

الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

جاؤ گے تو منکرین یہ کہہ اٹھیں گے کہ

إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ وَلَئِنْ

تو صریح جادو ہے۔ اور اگر

أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ

ایک وقت معین تک ہم ان سے عذاب روکے

مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ

رکھیں گے تو کہنے لگیں گے کہ اس کو کس نے روک رکھا ہے؟ دیکھو

يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ

جس دن کہ وہ (عذاب) ان پر آئے گا تو ان سے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس کو

١ ع ٨ ١ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٨﴾

وہ ٹھٹھوں میں اڑایا کرتے ہیں وہ ان پر الٹ پڑے گا۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے

ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾

ہیں، تو ناامید (اور) ناشکر ہو جاتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ

اور اگر مصیبت کے بعد نعمتوں کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو

لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّـَٔاتُ عَنِّي ۗ إِنَّهُ

کہنے لگتا ہے کہ میری سختیاں جاتی رہیں۔ کیونکہ وہ

لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا

اترانے والا شیخی خورہ ہے۔ مگر وہ لوگ کہ جنھوں نے صبر کیا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور اچھے کام کرتے رہے انھیں کے لیے مغفرت

مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ

اور بڑا اجر ہے۔ پھر کیا آپؐ اس میں سے جو آپؐ کی طرف

بَعۡضَ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ وَ ضَآئِقٌۢ بِہٖ
وحی کیا گیا ہے کچھ چھوڑ بیٹھیں گے، اور کیا اُن کے اس کہنے

صَدۡرُکَ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ
سے کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہ آترا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں

کَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ
نہ آیا؟" آپ کا دل تنگ ہوگا۔ آپ تو محض خوف دلانے

نَذِیۡرٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ (١٢)
والے ہیں۔ اور ہر بات کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ
کیا وہ کہتے ہیں کہ (قرآن کو) از خود بنالیا ہے۔ کہدو تم ایسی دس

سُوَرٍ مِّثۡلِہٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّ ادۡعُوۡا
سورتیں تو بناکر لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے

مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ
سوا جس سے چاہو مدد بھی لے لو اگر

کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (١٣) فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا
تم سچے ہو۔ پھر اگر تمہارا کہا نہ کرسکیں تو

لَکُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ وَ
جان لو کہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل کیا گیا ہے، اور

اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ
یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اب بھی تم حکم ماننے ہو

مُّسۡلِمُوۡنَ (١٤) مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡحَیٰوۃَ
(یا نہیں)۔ جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش

الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَہَا نُوَفِّ اِلَیۡہِمۡ اَعۡمَالَہُمۡ
چاہتا ہے تو ان کے اعمال (کا نتیجہ) ہم یہیں پورا کردیتے ہیں

فِیۡہَا وَ ہُمۡ فِیۡہَا لَا یُبۡخَسُوۡنَ (١٥) اُولٰٓئِکَ
اور ان کو کچھ بھی خسارہ نہیں دیا جاتا ہے۔ یہ وہی

الَّذِیۡنَ لَیۡسَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا
ہیں کہ جن کے لئے آخرت میں بجز آگ کے اور کچھ

النَّارُ ۫ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِیۡہَا وَ بٰطِلٌ
نہیں۔ اور جو کچھ دنیا میں انہوں نے کیا تھا گیا گزرا ہوا اور جو کچھ

مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (١٦) اَفَمَنۡ کَانَ
کیا کرتے تھے وہ بھی برباد ہوا۔ آیا وہ جو اپنے رب کی طرف

عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَ یَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ
سے ایک دلیل (عقلی) پر ہو اور (اس کے بعد) اس کے پاس خدا کی طرف کا

مِّنۡہُ وَ مِنۡ قَبۡلِہٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا
شاہد (قرآن) بھی آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی شاہد ہو جو امام

وَّ رَحۡمَۃً ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ
اور رحمت تھی (کیا وہ منکر ہو سکتے ہیں؟) یہی لوگ اس پر ایمان بھی لاتے ہیں۔

وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ
اور دوسرے فرقوں میں سے جو اس کا منکر ہوگا اس کا ٹھکانا

فَالنَّارُ مَوۡعِدُہٗ ۚ فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ
آگ ہے۔ سو آپ قرآن مجید کی طرف سے شک میں

مِّنۡہُ ٭ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ وَ لٰکِنَّ
نہ رہیں۔ بے شک یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے لیکن

اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (١٧)
اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ترکیب

صدرک مرفوع ہے ضائق کا فاعل ہو کر جو معتمد علی المبتدا ہے اور محمن ہے کہ وہ مبتدا اور ضائق خبر مقدم ہو ان یقولوا اے مخافۃ ان یقولوا۔ افمن کان موضع رفع میں ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور خبر محذوف ہے تقدیرہٗ افمن کان علٰی ہٰذہ الاشیاء کغیرہ۔

تفسیر

وما من دابۃ الخ کہ دنیا پر کوئی ایسا جانور نہیں کہ جس کو وہ روزی نہ دیتا ہو اور یہ اسی کا کام ہے جو علم رکھتا ہوگا اس میں

وصفِ دوم رازقیت کا بھی ثبوت ہو گیا اس پر ترقی کرتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مستقر یعنی ٹھیرنے کی جا ماں کے پیٹ سے لے کر شب کے آرام گاہ تک اور اس کے منازلِ وجود تک اور مستودع یعنے اخیر سپرد کئے جانے کی جگہ قبر یا جہاں اُس کی ہڈیاں پڑیں گی یا کہاں جائے گا، کیا انجام ہو گا یعنی ازابتدا تا انتہا سب جانتا ہے۔ تیسرے وصف کو ہو الذی خلق السمٰوٰت الخ میں ثابت کرتا ہے اور اس کو ثبوتِ علم کے لئے بھی دلیل بنا سکتے ہیں (کان عرشہ الخ کی تفسیر سورۃ بقرہ میں دیکھو) اس کے بعد عالم آخرت اور موت کے بعد زندہ ہونے پر جو اُن کا تعجب تھا اس کو ذکر فرماتا ہے کہ جس کو وہ سحر مبین کہتے تھے اور عذاب دنیاوی کی روک رکھنے پر جو وہ کہتے تھے کہ کیوں روک رکھا ہے؟ اس سے ان کی نادانی اور بدبختی کا اظہار فرما کر کلام تمام کرتا ہے۔

فرمایا تھا کہ منکروں سے جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا انکار کرتے ہیں اور اُن کے اس کفر کی سزا یعنی عذاب کو جو ہم نے ابھی اُن پر نہیں بھیجا ذکر کیا جاتا ہے تو کس دلیری اور استقلال سے کہتے ہیں کہ وہ کیوں نہیں آتا؟ کس نے روک رکھا ہے؟ اب یہاں فرماتا ہے کہ اُن کی یہ سب باتیں ہماری دُنیاوی نعمت اور راحت کی وجہ سے ہیں اور اُن پر کچھ موقوف نہیں بجز ایمانداروں اور نیکوں کے انسان کا عموماً یہ دستور ہے کہ ولئن اذقنا الخ جب ہم اس کو اپنی نعمت و راحت دے کر لیتے ہیں تو نا اُمید اور ناشکر ہو کر طرح طرح کی بیہودہ باتیں بکنے لگتے ہیں۔ اور جو سختی کے بعد راحت دیتے ہیں تو اپنے پہلے دنوں کو بھول جاتے اور اُس کے نشہ میں پھول جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میری سختی کا زمانہ گیا اب دوبارہ نہ آئے گا اور خوب اتراتے ہیں چونکہ عالمِ حِسّی اور اُسی کے لذائذ اور شہوات ہی پر یہ غش ہے، لذائذِ روحانی اور عالمِ جاودانی سے غافل ہے: یہیں کی کامیابی کو سعادتِ عظمیٰ سمجھ کر اس پر اتراتا اور عالم آخرت کی تکذیب کرتا اور منکر ہو کر خدا تعالیٰ سے مقابلہ کا دعویٰ کرتا اور خم ٹھونک کر اُس کے عذاب کا خواستگار ہوتا ہے اور جو کہیں مصیبت آگئی تو اس محرومی کو سخت محرومی اور عذاب اور نکالِ حقیقی جان کر نا امید اور ناشکر ہو جاتا ہے۔ الغرض ذراسی نعمت (کیونکہ اذقنا یعنے چکھانا فرمایا ہے، پیٹ بھر کر دینا تو عالم باقی میں ہوگا اگر یہاں ہوتا تو جانے حضرت انسان کیا کرتے) پر اتراتے اور باغی بن جاتے ہیں شکر نہیں کرتے، رسولوں سے مقابلہ عذاب کی خواستگاری جتلاتے ہیں اور . . . .

. . . . ذراسی مصیبت میں صبر نہیں کرتے مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں وہ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں کیونکہ اُن کو مقصود بالذات اس عالم فانی کے نعماء نہیں بلکہ وہ عالم۔ سو اُن کو وہاں مغفرت اور اجر عظیم ہے اور چونکہ وہ اس نعمتِ دُنیا کے نشہ میں بہت سی ایسی باتیں پیغمبر علیہ السلام کے مقابلہ میں کرتے تھے جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا، کبھی یوم موعود کا وقت پوچھا کرتے تھے جیسا کہ گزرا اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تمسخر اور عناد کی راہ سے یہ کہتے تھے کہ ہم تجھے جب مانیں گے جب تو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو سونے کا کر دے گا یا تیرے ساتھ کوئی آسمان سے فرشتہ آکر تیرے برحق ہونے کی گواہی دے گا ان یقولوا لولا انزل علیہ کنز او جاء معہ ملک اور جب تو ایسا نہ کر سکے تو ہمارے بتوں کی مذمت نہ کر۔ ان رنج آمیز باتوں سے بمقتضائے بشریت یہ خیال آتا ہو گا کہ ایسے بیہودوں کے سامنے توحید و تلقینِ آخرت کا بیان کرنا قرآن اور وحی پر قہقہہ اُڑوانا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے کر اُن کے فرضِ منصبی پر مستحکم کیا جاتا ہے بقولہ فلعلک تارک بعض مایوحی الیک الخ کہ کیا آپ اُن کی ان بیہودہ باتوں سے دل تنگ ہو کر بعض احکام (تحقیر بُت پرستی وغیرہ)

چھوڑ بیٹھیں گے ؟ نہیں ایسا نہ کرو۔ آپؐ کا کام صرف
اندیشہ ناک باتوں سے مطلع کر دینا ہے انما انت نذیر۔ رہا
ہدایت پر لانا اور حسب خواہش معجزات کا صادر کرنا وہ آپ
کے قبضۂ قدرت میں ہے، واللہ علٰی کل شیءٍ وکیل۔
ام یقولون افتراہ چونکہ وہ قرآن مجید کے بھی منکر تھے اور
اُس کو منجانب اللہ بھی نہیں کہتے تھے، ان کے جواب میں
فرماتا ہے قل فأتوا بعشر سور الخ کہ اُن سے کہدو اگر یہ
اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تو پھر حضرت محمدؐ علیہ السلام میں
تم سے زیادہ کونسے اسباب فصاحت و بلاغت جمع ہیں بلکہ
وہ ان باتوں میں تم سے بدرجہا کم ہیں سو تم ایسی دس سورتیں
تو بنالاؤ اور خدا تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے ہو
سب سے مدد بھی لے لو پھر تم جب ایسا نہ کر سکو تو یقین
کرلو کہ یہ بشر کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ علّام کا جس نے
اس میں دُنیا و آخرت کے علوم کا دریا بہا دیا ہے انما انزل
بعلم اللہ اور اس سے یہ بھی جان لو کہ تمہارے معبود جو
اس کام میں عاجز رہ گئے معبود نہیں۔ بس عالم وجود میں
صرف معبود تو ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے وان لا الٰہ الا ہو۔
پھر اب بھی مانتے ہو یا کہ ضد میں پڑے رہو گے۔ اس وقت
کے کفّار ایک یہ بھی حجّت پیش کیا کرتے تھے کہ اتباع قرآن و
اسلام کی کیا ضرورت ہے ؟ مسافروں کو کھانا کھلانا، یتیم
کی پرورش کرنا، بھوکوں کی خبر گیری کرنا، رستوں پر کنوئیں
کھدوانا، سایہ دار درخت لگانا، بہت سے نیک کام ہم
کرتے ہیں اور اُن کا مقبول ہونا بھی ثابت ہے کہ ہم
ایسے کاموں سے دنیا میں پھلتے پھولتے ہیں اولاد و مال
میں برکت، امن و تندرستی نصیب ہوتی ہے۔ سو یہی بات کافی
ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے من کان یرید الحیوۃ الدنیا الخ کہ
یہ لوگ عالم آخرت پر تو کچھ نظر رکھتے ہی نہیں، ان کاموں
سے ان کی غرض حیات الدنیا اور اُس کی زینت، کثرت اولاد
و مال ہوتی ہے سو ان کا بدلہ پورا پورا ہم ان کو یہیں دیدیتے

ہیں اب رہا دارِ آخرت، سو اس کے تو وہ منکر ہیں اور نیز
وہاں کے لائق اعمال و ایمان و اخلاص ان کو نصیب
نہیں کیونکہ ان چیزوں کے معلم الٰہی پیغمبر کا وہ اتباع
نہیں کرتے صرف عقل بغیر مدد الہام کچھ کام نہیں کر سکتی
سو اس لئے وہاں اُن کے لئے آتش جہنم ہے اور یہ دُنیا کا
عمل جو ریاء اور غرض حصول دنیا پر مبنی تھا سب نکما
ہو جاوے گا اس میں ریا کاروں کے لئے سخت چشم نمائی
ہے احادیث صحیح میں بھی ریا کاری کی نماز اور تلاوت قرآن
درس تدریس علوم اسلامیہ جہاد و صدقات کا باطل ہونا اور
آخرت میں جرمانی و پریشانی اُٹھانا بکثرت وارد ہے۔ اس کے
بعد ان لوگوں کا کامیاب ہونا دارِ آخرت میں بیان فرماتا
ہے کہ جو اسلام کی سیدھی سڑک پر چلتے ہیں۔ افمن کان
علٰی بینۃ الخ ان آیات میں یہود کی طرف بھی خطاب ہے
اور ان کا ان سلیم الطبع یہود سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو
اسلام میں داخل ہو گئے تھے یا اُن کا قلبی میلان تھا۔
مقابلہ اور موازنہ کی تقریر یہ ہے کہ بھلا وہ شخص کہ جن کے
پاس اسلام قبول کرنے کے لئے یہ تین۳ دلیلیں ہیں اور اسی
سبب سے وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اُن منکروں کے برابر
ہو سکتے ہیں جو اور قبائل یہود و نصاریٰ میں سے بے دلیل
قرآن مجید کا انکار کر کے جہنم میں گھر بناتے ہیں۔ ہرگز برابر نہیں۔
اور وہ تین۳ دلیل یہ ہیں۔ (۱) علٰی بیّنۃ۔ کہ خدائی دلیل
پر قائم ہیں وہ کیا ہے ؟ نورِ فطرت، دل کی آنکھ جو حق
و باطل میں تمیز کرتی ہے اور جب وہ قرآن اور اسلام کے
اصول و فروع میں نظر کرتی ہے تو اُس کو خلاف عقل نہیں
پاتی اس کی ذاتی صداقت و نورانی اصول پر فریفتہ ہو جاتی
ہے۔ (۲) یتلوہ شاہد منہ خدا تعالیٰ کا گواہ بھی ان کے
رُوبرُو شہادت دے رہا ہے۔ وہ کون؟ پیغمبر علیہ السلام جس کی
صورت و سیرت اُس کے شاہد ہونے پر آپ واضح دلیل ہے
یا جبرئیل فرشتہ جس نے ظاہر ہو کر بارہا شہادت دی اور

تصدیق کی ہے۔ (۳) ومن قبلہ کتاب موسیٰ الخ اس سے پہلے
موسیٰؑ کی کتاب توریت جس کے اصول اور قرآن مجید
کے اصول میں سرِ مو بھی فرق نہیں اور اس میں بہت سی
اس کے برحق ہونے کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ پھر ان تین دلائل
کے بعد جو خواہ مخواہ راستباز کو اسلام قبول کرنے پر مجبور
کر رہے ہوں اس کو نہ ماننے یہ اس کی بدبختی ہے اور اس کا
مقام جہنم ابدی کا مقتضے ہے۔ ان دلائل کے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر اور ہر ایک صاحب عقل سلیم
سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے یعنی قرآن مجید و اسلام سے شک
میں نہ رہنا چاہیے یہ آفتاب کی طرح روشن اور برحق ہے مگر
اس پر بھی بدبخت ایمان نہیں لاتے۔ توریت کو امام یعنی پیشوا
اور رحمت فرمایا سو کتاب الٰہی میں یہ دونوں وصف ظاہر ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى
اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ
باندھے۔ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو پیش کئے
رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ
جاویں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی تو ہیں جنھوں نے اپنے
الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا
رب پر جھوٹ بولا تھا۔ دیکھو
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ
ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ وہ جو اللہ
يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَ
کے رستہ سے روکتے اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے
يَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ
رہے۔ اور وہی آخرت کے بھی منکر
كَافِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا
رہے۔ یہ لوگ زمین پر بھی ہمارے قابو

مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم
سے باہر نہ تھے اور نہ اللہ تعالیٰ کے
مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ
مقابلہ میں ان کا کوئی حمایتی تھا،
يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا
ان کو دو چند عذاب دیا جائے گا۔ وہ نہ (حق بات)
يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا
سن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے
يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا
تھے۔ انھوں نے خود اپنے آپ کو خسارہ میں
أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا
ڈالا اور جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے وہ سب
يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي
کھویا گیا۔ بے شک یہی لوگ آخرت میں
الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ
زیادہ زیاں کار ہیں۔ بے شک وہ جو
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ
ایمان لائے اور نیک کام کئے اور
أَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
اپنے رب کے آگے عاجزی کرتے رہے وہی جنتی
الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ
ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ دونوں
الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَ
فریق کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک اندھا اور بہرہ ہو (کفار) اور
الْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ
دیکھنے والا اور سننے والا (مومن) کیا دونوں کا حال برابر
مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ ع
ہے؟ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے!

وقف لازم

ع ۲/۲

ل الاخبات ہو الخشوع والخضوع وہو ماخوذ من الخبت وہو الارض المطمئنۃ فاذا یتعدی بالی فمعناہ الاطمینان اخبت الیہ ای اطمأن الیہ واذا یتعدی باللام فمعناہ الخشوع اخبت لہ ای خشع لہ ۱۲ عبد الحق رح

ترکیب

یضاعف جملہ مستانفہ ہے۔ ما کانوا میں تین وجہ ہیں اول یہ کہ نافیہ ہے والثانی مصدریۃ وفیہ مافیہ والثالث بمعنے الذی لاجرم الخ اس میں دو قول ہیں اول یہ کہ لا کلام سابق کے رد کے لئے لیس الامر کما زعموا۔ جرم فعل ضمیر اس میں مضمر اس کی فاعل وانہم الخ جملہ محل نصب میں دوم لاجرم بمعنے حق بمنزلہ ایک کلمہ کے انہم جملہ محل رفع میں فاعل ہو کر۔

تفسیر

کفار مکہ کی عادت تھی کہ وہ طرح طرح کے شبہات وارد کیا کرتے تھے کبھی نئے نئے معجزات طلب کیا کرتے، کبھی قرآن مجید کا انکار کرتے تھے، کبھی اپنے پرانے ڈھکوسلوں کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ ان بتوں کی پرستش کا اسی نے ہم کو حکم دیا ہے، اسی نے ان کو اپنے کارخانۂ قضاء وقدر کا مختار کل کیا ہے، اسی کے حکم سے ہم بعض چیزوں کو حلال بعض کو حرام قرار دیتے ہیں، چونکہ یہ سب باتیں بے بنیاد اور خدا تعالیٰ پر ناحق کا بہتان تھا، اس لئے ان کے جواب میں فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتریٰ کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے پھر اولئک یعرضون الخ میں خدا تعالیٰ کی عدالت میں ان کا پیش کیا جانا اور گواہوں کا ان کی تکذیب کرنا بیان فرماتا ہے۔ (اشہاد جمع شاہد کصاحب واصحاب یا جمع شہید کشریف واشراف، گواہوں سے مراد مجاہدؒ کے نزدیک وہ ملائکہ ہیں جو اعمال لکھتے تھے۔ قتادہؒ اور مقاتلؒ کے نزدیک عامۃ الناس مراد ہیں جیسا کہ کہتے ہیں یہ بات علی رؤس الاشہاد ہوئی، اور مفسرینؒ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام مراد ہیں) پھر جب عدالت آسمانی میں ان کا جھوٹ ثابت ہو جاوے گا تو اعلان کر دیا جاوے گا الا لعنۃ اللہ علی الظالمین جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اس کے بعد ان کے کچھ اوصاف و حالات بیان فرماتا ہے کہ اور لوگ بھی ان اوصاف سے دور رہیں۔ (۱) یہ کہ وہ آپ تو گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے ہیں۔ (۲) اس راہ الٰہی میں شبہات پیدا کر کے کجی نکالنا چاہتے ہیں یبغونہا عوجا جیسا کہ آج کل پادری نئے نئے رسالے اور کتابیں طبع کرتے ہیں کہ جن میں اسلام کی ہجو اور اس میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ پھر عورتوں کے ذریعہ سے زنانہ سکول قائم کر کے پردہ نشین عورتوں پر بھی جال ملتے ہیں۔ (۳) یہ کہ آخرت کے منکر ہیں۔ (۴) اولئک الخ یہ لوگ اپنے اسباب و مال کے زور میں اور اپنی کامیابیوں کے نشہ میں آکر یہ نہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر ہو گئے۔ اس نے عذاب بھیجنے میں جو دیر کر رکھی ہے کسی مصلحت اور اپنے حلم کی وجہ سے کر رکھی ہے۔ (۵) خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کا کوئی فرضی معبود جس کو وہ پوجتے ہیں اس کے عذاب سے بچا نہیں سکتا جب آپڑتی ہے تو کوئی دیوتا اس کا ہاتھ نہیں روکتا۔ (۶) ان کو دوچند عذاب ہوگا گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔ (۷) نہ حق سن سکتے تھے نہ دیکھ سکتے تھے یعنی ان کے تعصب نے ان کے سمع و بصر باطنی کو بے کار کر دیا لاکھ دلائل پیش کرو مگر پرانی لکیر کے فقیر ہیں بھلا کسی کی کب مانتے ہیں؟ (۸) یہ لوگ زیاں کار ہیں آخرت میں ان کے یہ فرضی ڈھکوسلے کھوٹے جائیں گے نہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت و تثلیث و کفارہ پر ایمان لانا نجات دے گا نہ گائے کی دم پکڑ کے (ترک) جہنم سے پار ہوں گے نہ اور کسی کی نذر و نیاز کام آئے گی۔ اس کے بعد اہل ایمان اور نیک لوگوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہا کریں گے۔ پھر ان دونوں فریق یعنی اہل ایمان و کفار کا فرق ظاہر کرتا ہے کہ ایک فریق اندھا اور بہرہ۔ دوسرا دیکھنے اور سننے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ پہلا کفار و مشرکین کا فریق اور دوسرا اہل ایمان اور نیکوں کا ؏

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ

اور بے شک ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کر (ان سے کہیں) میں

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

تمھیں صاف (صاف) ڈر سنانے والا ہوں۔ (اور یہ بھی) کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تمھاری نسبت ایک دکھ دینے والے دن کے عذاب کا

يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

ڈر لگ رہا ہے۔ تب اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے کہ

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا

ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے

مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ

ہیں۔ اور ہم کو تو تمھارے پیرو وہی دکھائی دیتے ہیں جو

هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا

ہم میں سے رذیل ہیں سرسری نظر سے (پیرو ہو گئے ہیں)۔ اور ہم

نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ

تمھارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے بلکہ

نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نوحؑ نے کہا اے قوم!

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ

دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک سند پر ہوں

رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

اور میرے پاس اس کے ہاں سے رحمت بھی آچکی ہو

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ

پھر وہ تمھیں دکھائی نہ دیتی ہو تو کیا میں زبردستی سے تمھارے گلے

لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ

مڑھ دوں اور تم اس سے نفرت کرتے جاؤ۔ اور اے قوم! اس پر میں تم سے کوئی

عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي

مال بھی تو نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو اللہ تعالیٰ ہی پر

اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ

ہے اور میں تو ایمان والوں کو دھتکارنے کا نہیں۔

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

کیونکہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے ملنا چاہتے ہیں لیکن میں تم کو ایک جاہل

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ

قوم دیکھتا ہوں۔ اور اے قوم! مجھے اللہ تعالیٰ سے کون

مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا

چھڑا سکتا ہے جو میں انھیں دھتکار دوں۔ پھر تم کیا نہیں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ

سمجھتے؟ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس

خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ

اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ

اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کو کہ جنھیں تمھاری

تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ

آنکھیں حقیر جانتی ہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہتری نہ

خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کے دل کی بات خوب جانتا ہے۔

اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا

بے شک ایسا کروں تو میں بے انصاف ہوں۔ وہ بولے کہ

يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا

اے نوحؑ! تو نے ہم سے جھگڑا کیا پس بہت جھگڑ چکا،

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اب جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے تو اس کو

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ

لے آ۔ نوحؑ نے کہا اس کو تو اگر چاہے گا

اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اور تم اس کو روک نہ سکو گے۔

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ
اور میری نصیحت تم کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دے گی۔ گو میں کتنی ہی نصیحت کرنا

أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ
چاہوں　اگر خدا تعالیٰ کو تمہارا گمراہ رکھنا ہی　منظور

يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾
ہے۔　وہ تمہارا رب ہے۔ اور اس کی طرف تم کو پھر جانا ہے۔

أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهٗ
کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود بنالیا ہے؟ تو کہدو اگر میں نے از خود بنالیا ہے تو

فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ وَأَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع
اس کا گناہ مجھ پر ہے　اور میں تمہارے گناہوں سے بری　ہوں۔

ع ۳ ۱۱ ۳

ترکیب

اِنّی بالکسر علیٰ تقدیر فقال اِنّی و بالفتح باَنّی ان لا تعبدوا بدل ہے کلام سابق انّی الخ سے ماترٰىک اگر رؤیۃ العین سے ہے تو اس کے بعد کا جملہ حال اور قد مقدّر لانّہ مفعول ثانی اراذل جمع ارذال اور یہ رذل کی جمع ہے وقیل ارذل واحد وجمعہ اراذل بادی بمعنے ظاہر اگر دال کے بعد ہمزہ سے پڑھا جائے تو بدا یبدأ اذا فعل الشیَ اولاً سے ہوگا ورنہ بدا یبدو سے جس کے معنے ظاہر ہونے کے ہیں۔ یہ منصوب ہے ظرف ہونے کی وجہ سے اور عامل اس کا اتبعک ہے۔ لن یؤتیہم الخ جملہ مقولہ ولا اقول کا تزدری دال بدل ہے تت سے اصلہ تزتری وہو یفتعل من زریت تت دال سے بدل گئی لتجانس الزّای فی الجہر۔ اور تت چونکہ حروفِ مہموسہ میں سے ہے اس لئے زَ کے ساتھ جمع نہ ہوئی۔

تفسیر

مضامین مذکورہ بالا کے بعد چند عبرتناک واقعات بیان فرماتا ہے جن میں سے اوّل قصّہ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی بدبخت قوم کا ہے کہ حضرت نوحؑ نے سیکڑوں برس وعظ و پند کیا طرح طرح سے سمجھایا مگر ان کی بدبختی اور شامت کہاں ہے کو راہِ راست پر آنے دیتی تھی آخر سب غرق ہوئے طوفان آیا۔ گرچہ یہ قصّے آگے بھی کئی بار آچکے ہیں خصوصاً سورۂ یونسؑ میں بھی جو مکیّہ ہے مگر لطف اور اعجاز یہ ہے کہ ایک ایک قصّے کو کس کس رنگ سے پلٹ کر بیان کیا جاتا ہے جو اپنے موقع پر نیا قصّہ معلوم ہوتا ہے اور ایک جداگانہ عبرت پیدا کرتا ہے توریت میں بھی یہ قصّۂ طوفان نہایت وضاحت سے مذکور ہے مگر توریتِ موجودہ میں اور قرآن مجید میں بجز دو۲ تین۳ باتوں کے جن کو بیان کرتے ہیں اور کچھ اختلاف نہیں۔ اب اس کا سبب غالباً وہی سبب ہے کہ توریتِ موجودہ میں بے شمار مواقع ہیں کہ اس کے مصنّف یا کاتبوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا بعد میں کچھ کمی زیادتی ہو گی جیسا کہ اس کا ثبوت ہم نے اپنی اس کتاب میں متعدّد جگہ کیا ہے اور کُتبِ مناظرہ اظہار الحق وغیرہ میں بڑی تشریح ہے۔ ان اختلافی باتوں میں اہلِ کتاب قرآن پر غلطی کا الزام لگایا کرتے ہیں اور بعض برائے نام مسلمان جو اُن کے مُرید اور توریتِ موجُودہ کو اصلی توریت بنانے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں کچھ دُور از کار توجیہیں کرکے باہم توافق پیدا کرتے ہیں کہ اس سے یہ مُراد اور اُس سے

وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ أَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ
اور نوحؑ کی طرف (یہ) وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے اب کوئی

مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا
ایمان　نہ لائے گا مگر جسے (لانا تھا) لاچکا،[1]　پھر تم

تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ
ان کی باتوں پر جو وہ کررہے ہیں کچھ غم　نہ کرو۔　اور

[1] یعنی ازل میں جس کی نسبت حکم ہوچکا کہ یہ دنیا میں ایمان نہیں لائے گا اس کے سوا ایماندار وں اور اپنے خاندان کو بھی کشتی میں سوار کرلے ۱۲ منہ

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَ
اور ہماری مدد اور وحی سے کشتی بناؤ
لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ
ستمگاروں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ
مُّغْرَقُوْنَ ۝۳۷ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا
غرق کئے جائیں گے۔ اور نوح کشتی بنا رہے تھے اور جب ان کی
مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ
قوم کے لوگ اس کے پاس سے ہو کر گزرتے تھے تو اس سے ہنسی کرتے تھے۔
قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ
(نوح) کہتے تھے اگر تم ہم سے ہنسی کرتے ہو تو اسی طرح ہم بھی تم سے
كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝۳۸ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ہنسی کریں گے۔ تم کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ
کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کرے گا۔ اور کس پر
عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۹ حَتّٰۤى اِذَا جَاۗءَ
دائمی عذاب اترتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آچکا
اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ
اور تنور (غضب الٰہی) جوش میں آگیا تو ہم نے کہدیا کہ (اے نوح) اس
فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ
کشتی میں ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے نر و مادہ کے دو دو جوڑوں کو اور اپنے
اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
گھر والوں کو مگر ان کو کہ جن کی بابت ہمارا فیصلہ ہو چکا اور جو ایمان لایا سب کو
وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا
سوار کر لو۔ اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت ہی کم لائے
قَلِيْلٌ ۝۴۰ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ
تھے۔ اور نوح نے کہا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ ہی کے نام
مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ
سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ کیونکہ میرا رب تو معاف کرنے والا

ف بسم اللہ متعلق بارکبوا مجریہا و مرسیہا بضم المیم من اجریت وارسیت

رَّحِيْمٌ ۝۴۱ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ
مہربان ہے۔ اور وہ کشتی انہیں لے کر پہاڑ سی موجوں میں
مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُ ۨابْنَهٗ
چلنے لگی۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ
وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ
وہ کنارے پر تھا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو لے
مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۲
اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔
قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰي جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ
اس نے کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے
الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ
بچا لے گا۔ (نوح نے) کہا آج تو اس کے حکم (عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا
اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا
نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہی جس پر مہربانی کرے (تو بچے) اور ان کے درمیان
الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝۴۳ وَ
موج حائل ہوئی سو وہ ڈوب کر رہ گیا۔ اور
قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ
حکم ہوا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان
اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ
تھم جا اور پانی اتر گیا اور کام ہو چکا

اسماء زمان ومکان منصوبان علی الظرفیۃ ای وقت اجراءہا وارسائہا قری الاول بفتح المیم والثانی بضمہا وقری بفتحہا وقری مجریہا و مرسیہا بلفظ اسم الفاعل مجرور المحل علی انہما صفتان للہ والرسو الثبات فی موج جمع موجۃ کالجبال صفت الموج شبہہا بالجبال فی تراکمہا وارتفاعہا ۱۲ منہ

البلعی من البلع ہو الشرب وتغویر الماء ومنہ البالوعۃ وہی موضع یشرب الماء ویجذبہ وبلع الطعام اذا ازدردہ اقلعی الاقلاع الامساک وقیل من القلع بمعنی الجذب وغیض الماء ای نقص یقال غاض الماء وغضتہ انا ۱۲ ف اس آیت وقیل یارض سے ظالمین تک میں جو کچھ فصاحت و بلاغت کے اسرار ہیں ان سے منکرین کے بھی ہوش جاتے رہے تھے لطیفہ یہ کہ اس آیت کے ۱۹ کلمات اور ان میں ۲۱

ـــ قرء حفص بفتح المیم وامالۃ الی ۱۲ منہ　　صہ اقسام بدیع موجود ہیں، مناسبت لفظی۔ (باقی صفحہ ۵۶۶ پر)

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا

اور کشتی جودی پر جا لگی۔ اور کہدیا گیا کہ ظالموں پر

الربع

لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۴﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ

پھٹکار ہے۔ اور نوحؑ نے اپنے رب کو

رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ

پکار کر کہا اے رب! میرا بیٹا تو میرے کنبے میں سے

أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ

تھا۔ اور تیرا وعدہ بھی برحق ہے۔ اور تو

أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يَا نُوحُ

حاکموں کا حاکم ہے۔ (خدا تعالیٰ نے) فرمایا اے نوحؑ!

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ

وہ تمہارے کنبے میں سے نہیں۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے

غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ

نہ تھے۔ پھر تم جس چیز سے واقف ہی نہیں اس کی ہم سے

بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ

درخواست نہ کرو۔ میں تمہیں نصیحت کئے دیتا ہوں نادانی نہ

مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي

کیا کرو۔ (نوحؑ نے) کہا اے رب! میں اس بات کے

أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي

سوال کرنے سے کہ جس کا مجھے علم نہیں تیری پناہ

بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي

مانگتا ہوں۔ اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور (مجھ پر) مہربانی

أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۴۷﴾ قِيلَ

نہ فرمائے گا تو میں خراب ہو جاؤں گا۔ حکم ہوا

يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ

اے نوحؑ! ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ

وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ

والوں پر رہیں گی کشتی سے اترو۔ اور (بعد میں) ایسے گروہ

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ

بھی ہوں گے کہ جن کو ہم (دنیا میں) آبرومند کریں گے۔ (پھر آخرت میں ان کی بدکاری

أَلِيمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ

سے) انہیں ہماری طرف کا دردناک عذاب پہنچے گا۔ یہ ہیں غیب کی خبریں کہ جن کو ہم آپ کی

نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ

طرف وحی کر رہے ہیں۔ ان کو اس سے پہلے نہ تو آپ ہی جانتے تھے

وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ

اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی، پس صبر کرو

إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِلَىٰ

کیونکہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اور ہم نے قوم عاد کی

عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا

طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت

اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ

کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹی

إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿۵۰﴾ يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ

باتیں بنایا کرتے ہو۔ اے قوم! میں تم سے اس پر کچھ مزدوری بھی تو

عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى

نہیں چاہتا، میری مزدوری تو اسی پر ہے کہ جس نے مجھ کو

الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۵۱﴾

پیدا کیا۔ پھر تم کیا نہیں سمجھتے؟

(بقیہ حاشیہ ۵۶۵) مطابقت[2]، مجاز[3]، استعارہ[4]، اشارہ[5]، تمثیل[6]، ارداف[7]، تعلیل[8]، صحت التقسیم[9]، احتراس[10]، ایضاح[11]، مساواۃ[12]، حسن نسق[13]، ایجاز[14]، تسہیم[15]، تہذیب[16]، حسن بیان[17]، تمکین[18]، تجنیس[19]، مقابلہ[20]، ذم و وصف[21]۔ اس کی شرح میں علما نے بڑی بڑی نادر تصانیف کی ہیں۔ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی نے اپنی تفسیر میں اور سید محمد بن اسماعیل بن صلاح نے اپنے رسالہ نہر المورود فی تفسیر آیت ہود میں بہت کچھ لکھا ہے اور بشرط فرصت اردو میں ہم بھی ایک جداگانہ کتاب لکھ کر دکھائیں گے ۱۲ منہ

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا
وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا
بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ
قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾
اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا
بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا
اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ
فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾
اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ
مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا
اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ

اور اے قوم! اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو،
وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا،
اور تمہاری قوت کو اور بڑھائے گا، اور تم نافرمان ہو کر
نہ پھر جاؤ۔ کہنے لگے اے ہود! تو تو ہمارے پاس کوئی بھی
معجزہ نہیں لایا اور ہم تو تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے
نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لاویں گے۔
ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھ کو ہمارے کسی دیوتا نے بُری طرح سے جھپٹ
لیا ہے۔ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ
رہو کہ میں ان چیزوں سے کہ جنہیں تم اس کے سوا شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں۔
سو تم سب مل کر میرے لئے داؤ کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو۔
میں نے تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے
کوئی بھی زمین پر ایسا چلنے والا نہیں کہ جس کی چوٹی اس نے نہ پکڑ رکھی ہو۔
بے شک میرا رب تو سیدھے رستہ پر ہے۔ پھر اگر
تم نے نہ مانا تو جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ تو تم کو

اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ
غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ
كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ
عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا
لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع

پہنچا دیا۔ اور تمہاری جگہ میرا رب تو اور قوم کو پیدا کر دے گا۔
اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ البتہ میرا رب تو ہر چیز کا
نگہبان ہے۔ اور جب کہ ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے
ہود کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے
بچا لیا، اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات
دی۔ اور یہ تھی قوم عاد کہ جس نے اپنے رب کی آیتوں کا
انکار اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور ہر ایک جبار سرکش
کا حکم مانتے تھے۔ اور اس دنیا میں بھی اپنے پیچھے
لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن بھی۔ (دیکھو) قوم عاد نے
اپنے رب کا انکار کیا تھا۔ دیکھو عاد جو ہود کی
قوم تھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے دُور کئے گئے۔

ع ۵ / ۵

یہ مُراد۔ اگر توافق اور تطابق کسی وجہ وجیہ کے ساتھ ہو تو کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں: **اوّل** فار التنور تنور کا جوش مارنا اور موافق قولِ اکثر مفسرین تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا طوفان کی علامت قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ توریت میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں۔ اگر تنور سے روٹیاں پکانے کا مراد ہے تو اس کا وہی جواب ہے جو گزرا اور

اگر مفسرین اسلام میں سے دوسرے فریق کا قول مان لیا جاوے کہ جس کو امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ تنور سے مراد روٹیاں پکانے کا تنور نہیں بلکہ عرب روئے زمین کو تنور کہتے ہیں، تب یہ معنے ہوں گے کہ زمین سے پانی پھوٹ نکلا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے ففتحنا الخ۔ القول الثانی لیس المراد من التنور تنور الخبز وعلیٰ ھذا التقدیر ففیہ اقوال (الاول) انہ انفجر الماء من وجہ الارض کما قال تعالیٰ ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علیٰ امر قد قدر۔ والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا، تو کچھ بھی باہم مخالفت نہیں رہتی۔ کیونکہ توریت سفر پیدائش کے ساتویں باب میں آسمان سے پانی برسنا اور زمین کے سوتوں میں سے نکلنا لکھا ہے۔ **دوم** ونادیٰ نوح ن ابنہ الخ کہ نوحؑ نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کو کہا لیکن وہ سوار نہ ہوا اور غرق ہو گیا حالانکہ توریت کے سفر مذکور میں نوحؑ کے تین بیٹے لکھے ہیں سامؔ، حامؔ، یافثؔ اور تینوں کا کشتی میں سوار ہونا اور طوفان سے نجات پانا لکھا ہے اور نیز مفسرین اسلام اس بیٹے کا نام کنعان بتلاتے ہیں حالانکہ کنعان حام کا بیٹا نوحؑ کا پوتا ہے جیسا کہ توریت میں تصریح ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو بیان ہوا کہ توریت میں غلطی ہے اور توریت کی غلط بیانی پر ہم اسی سفر اور اسی مقام سے چند نمونے پیش کرتے ہیں کہ جن میں اضطراب پایا جاتا ہے جن کی تفسیر میں علمائے اہل کتاب بھی بہت مضطرب ہیں۔ **شاہد اول** توریت سفر پیدائش ۷ باب ۱۷ ورس میں ہے "اور چالیس دن طوفان کی باڑھ زمین پر رہی" اور اس کی چند سطر بعد پھر یہ بھی ہے (۲۴) اور پانی کی باڑھ ڈیڑھ سو دن تک زمین پر رہی۔ اب دونوں میں ایک ضرور غلط ہے یا وہم مصنف ہے۔ علاوہ اس کے اول بات کی تائید اسی باب کے گیارہویں ورس سے ہوتی ہے اور نیز ۸ باب میں بھی ڈیڑھ سو دن کے بعد پانی کا کم ہونا لکھا ہے اور اس کے بعد کا بیان چالیس دن کے بعد نوحؑ نے کشتی کی کھڑکی کھول کر کوے کو اڑایا اور اس کے بعد کبوتری کو اڑایا اور وہ واپس آئے پھر سات روز کے بعد اڑایا تو درخت کے پتے منہ میں لائے (اور پتے منہ میں لانا پانی اترنے کی دلیل میں ہے) اس کی تغلیط کرتا ہے۔ **شاہد دوم** ۹ باب میں ہے کہ حامؔ نے اپنے باپ نوحؑ کو خیمہ میں بحالت مخموری برہنہ دیکھا جبکہ سامؔ اور یافثؔ نے اس پر کپڑا ڈھانکا (۱۸ تا ۲۳)۔ پھر ورس ۲۴ میں ہے کہ جب نوحؑ اپنے مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم کیا۔ ۲۵۔ تب وہ بولا کہ **کنعان** ملعون ہو وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔ ۲۶۔ پھر بولا خداوند سام کا خدا مبارک اور کنعان اس کا غلام ہوگا۔ ۲۷۔ خدا یافث کو پھیلاوے اور وہ سام کے ڈیروں میں رہے اور کنعان اس کا غلام ہو۔ اب غور کرنا چاہیے کہ چھوٹے بیٹے سے مراد (جس نے برہنگی دیکھی) حام ہے تو اس کے بیٹے کنعان غریب کی کیا خطا ہے جو اس پر لعنت کی گئی اور سام کو حام کا غلام بنایا گیا؟ اگر کہو نسل حام کے لئے بددعا ہے تو پھر کیا حام کی نسل میں یہی تھا بلکہ کوش اور مصرا اور فوط اس کے تین بھائی اور بھی تھے اور اگر چھوٹے بیٹے سے مراد کنعان ہے تو مدعا حاصل ہے۔ اب رہا اس نافرمان کا غرق ہونا تو یہ قرین قیاس ہے۔ اس اختلاف سے صرف یہ بات دکھانی منظور ہے کہ مصنف توریت نے ضرور یہاں کچھ خلط ملط کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ کنعان دو ہوں ایک حام کا بیٹا دوسرا نوحؑ کا چھوٹا بیٹا جو طوفان میں غرق ہوا شاید اسی بات کو مورخ توریت نے خلط کر دیا۔ **مخالفت سوم** واستوت علی الجودی کہ نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر آٹھہری۔ حالانکہ توریت سفر پیدائش ۸ باب ۴ ورس میں ہے "اور ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کو اراراط کے پہاڑوں پر کشتی ٹک گئی"۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ مستر

میتھر جو پادری ہیں اپنی اس کتاب لغات بائبل کے ۶۰-۶۱ صفحہ میں جو اپنی بیوی کے نام سے تصنیف کی ہے یہ کہتے ہیں ارارات یہ سرزمین ملک آرمینیہ کا ایک صوبہ ہے لیکن ملک کے کونسے پہاڑ پر نوحؑ کی کشتی ٹکی معلوم نہیں ہے۔ سکندر کے دنوں میں بروسس نے ٹھہرایا کہ جبالِ جودی جو کردستان کے پہاڑوں میں اور آرمینیہ کے دکھن کی طرف ہے وہی پہاڑ ہے اور اُس وقت لوگ سمجھتے تھے کہ کشتی کے ٹکڑے چوٹی پر اب تک موجود ہیں ایک خانقاہ بھی اس جگہ پر تعمیر ہوئی جو کشتی کی خانقاہ کے نام سے نامزد تھی یہ خانقاہ ۷۷۶ء میں بجلی سے نیست ہوئی لیکن اُتر طرف ایک اور پہاڑ ہے جس کو اکثر عالم ٹھیک سمجھتے ہیں ولایتی ارارات، آرمینی مے سیس، ترک اگری داغ یا بھاری پہاڑ اور فارسی کوہ نوحؑ لنتے۔ ولیم پنک اپنے جغرافیہ میں کہتا ہے کہ شہر ایروان جو کبھی آرمینیہ کا پایۂ تخت تھا اور بالفعل اس کا قصبہ ہے اس کے پاس کوہِ ارارات واقع ہے جس پر کشتی ٹھیری تھی۔ صاحبِ مراصد کہتے ہیں الجودی بیاء مشددۃ جبل مطل علٰی جزیرۃ ابن عمر فی شرقی دجلۃ من اعمال الموصل استوت علیہ سفینۃ نوحؑ لما نضب الماء۔ ان اقوال سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ کوہِ ارارات اور کوہ جودی کا سلسلہ ملتا ہے پس توریت کے بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ ملکِ ارارات آرمینیہ کا ایک صوبہ ہے جس کے پہاڑوں کا سلسلہ جارجیہ یعنی کردستان کے پہاڑوں سے آملتا ہے اس کی انتہا۔ اور اُس کی ابتداء کا موقع جودی پہاڑ ہے۔ اس خاص جگہ کا نام نہ لیا تو تسعًا کوہِ ارارات کہدیا۔ قرآنِ مجید نے اس کا ٹھیک موقع بتلا دیا۔ پس جو صاحب ارارات کے ان پہاڑوں کو لحاظ کرتے ہیں جو جودی سے فاصلہ پر واقع ہیں وہ دونوں بیانوں میں تفاوت سمجھتے ہیں ورنہ دراصل تفاوت نہیں۔ **فوائد** (۱) طوفانِ نوحؑ کی بابت دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ صرف آرمینیہ اور کردستان وغیرہ اُن ملکوں میں آیا تھا کہ جہاں وہ بُت پرست قومیں آباد تھیں جن کے لئے نوحؑ بھیجے گئے تھے اور اُس عہد میں زیادہ تر آباد یہی ملک تھے۔ گویا ان پر طوفان آنا تمام جہان پر آنا ہے۔ اکثر علمائے اہلِ اسلام و اہلِ کتاب تمام دنیا پر طوفان آنے کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں صرف حضرت نوحؑ سے نسل جاری ہوئی جس کی بابت خدا تعالٰے نے وعدہ کر لیا ہے کہ پھر کبھی میں دُنیا کو اس طرح ہلاک نہ کروں گا (پیدائش باب ۹ ورس ۱۱)۔ (۲) نوحؑ کی کشتی کی بابت قرآن مجید میں صرف اسی قدر ہے اصنع الفلک باعیننا ووحینا جس کا یہ مطلب ہے کہ نوحؑ نے الہامِ الٰہی سے ایسی کشتی بنائی کہ جس میں اُس کے تینوں بیٹے اور اُن کی بیویاں اور اسّی ۸۰ کم زیادہ ایماندار اور ہر جانور کا جوڑا نر و مادہ آسکتا تھا مگر توریت میں ہے کہ اُس کی لمبائی تین سو ۳۰۰ ہاتھ اور چوڑائی پچاس ۵۰ ہاتھ اور اونچائی تیس ۳۰ ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے اور اس میں روشندان اور دروازے اور کھڑکیاں اور کوٹھریاں تھیں اور اندر باہر رال لگائی گئی تھی۔ اُس کو خشکی میں بنتے دیکھ کر کافر ہنستے تھے کہ نوحؑ سچ مچ دیوانہ ہے۔ جس پر اُنھوں نے فرمایا تھوڑی دیر کے بعد ہم تم پر اسی طرح ہنسیں گے طوفان کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آسمان سے بھی بے شمار مینہہ برسا اور زمین سے بھی جا بجا چشموں کی طرح پھوٹ کر پانی اُبلنے لگا، بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا کہ جو بلند سے بلند پہاڑ تھے اُن پر بھی پندرہ ۱۵ ہاتھ پانی بڑھ گیا تھا۔ چالیس ۴۰ دن یا کم زیادہ مدت تک یہ حال رہا۔ کشتی پانیوں کی پہاڑ جیسی موجوں میں تیرتی پھرتی تھی۔ پھر خدا تعالٰے نے رحمت کی۔ آسمان کا پانی بند ہوا، زمین کا زمین میں پیوست ہوگیا۔ نوحؑ کشتی سے اُتر کر ملکِ آرمینیہ میں ایک جگہ آرہے جہاں ایک گاؤں ارگوری نام تھا جو ۱۸۴۰ء میں اس پہاڑ کی آتش فشانی سے غارت ہوگیا۔ پہلے زلزلہ آیا اور لال دھواں نکلا پھر میلوں تک بڑے بڑے پتھر پہاڑ سے جاکر گرتے تھے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ

اور (قوم) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا اے قوم!

اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ

اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں تم کو آباد کیا۔

فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ

پس اس سے (پہلے گناہوں کی) معافی مانگو پھر (آئندہ) اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک

رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ٦١ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ

میرا رب تو نزدیک ہے (دعا) قبول کرنیوالا ہے۔ انھوں نے کہا اے صالحؑ! اس سے

كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا

پہلے تو ہمیں تجھ پر (بڑی) امید تھی، کیا تم ہم کو ان معبودوں کے

أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي

پوجنے سے منع کرتے ہو کہ ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آتے ہیں اور جس طرف

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ٦٢

تم ہمیں بلاتے ہو اس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ

(صالحؑ نے) کہا اے قوم! دیکھو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً

کوئی کھلی دلیل رکھتا ہوں اور اس کی طرف سے میرے پاس رحمت (نبوت)

فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ

بھی آچکی ہو پھر اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو مجھے اس سے کون بچا سکتا ہے؟

فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ٦٣ وَ

پھر تم مجھے نقصان کے سوا اور کیا دے سکو گے۔ اور

يَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً

اے قوم! تمہارے لئے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ایک نشانی ہے

فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَ

پس اس کو خدا تعالیٰ کی زمین پر چرتی پھرنے دو اور

لَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ

اس کو برائی سے چھونا بھی نہیں (ورنہ) تم کو فوراً کوئی آفت

قَرِيبٌ ٦٤ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا

آ لے گی۔ پھر انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تب (صالحؑ نے) کہا

فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ

(اچھا) تین روز تک اپنے گھروں میں اور مزے کر لو۔ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا

غَيْرُ مَكْذُوبٍ ٦٥ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا

ہونے والا نہیں۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے

نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

صالحؑ کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لاتے تھے اپنی مہربانی سے

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ

بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی نجات دی۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ٦٦ وَ

بے شک آپؐ کا رب تو ہی قوی زبردست ہے۔ اور

أَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا

ستمگاروں کو سخت آواز نے آ لیا[1]۔ پھر تو وہ اپنے

فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ٦٧ كَأَن لَّمْ

گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا کہ ان میں کبھی رہے

يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا

ہی نہ تھے۔ دیکھو (قوم) ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا

رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ٦٨ وَلَقَدْ

تھا دیکھو پھٹکار ہے (قوم) ثمود پر۔ اور ہمارے بھیجے

جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ

ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لے کر آئے،

قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ

کہنے لگے سلام، اس نے بھی کہا سلام، پھر کچھ بھی دیر نہ لگی کہ

[1] زلزلہ کی ہیبت ناک آواز تھی یا فرشتہ کی ۱۲ منہ

اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآٰ
ابراہیمؑ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے (کھانے کو)۔ پھر جب ابراہیمؑ نے

اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ
دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس تک نہیں پہنچتے تو ان کو اجنبی سمجھے اور

اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ
ان سے ڈرے۔ وہ بولے خوف نہ کرو

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَ
ہم تو قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور

امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا
اس کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تب (خوش ہو کر) ہنس پڑی پھر تو اس کو ہم نے

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾
اسحاقؑ کی اور اس کے بعد یعقوبؑ کے (پیدا ہونے کی) بشارت دی۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ
وہ بولی اے کمبختی کیا میں بڑھیا ہو کر جنوں گی اور

هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ
یہ میرا خاوند بھی بڑھا ہے۔ یہ تو ایک عجیب بات

عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ
ہے۔ وہ بولے کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعجب

اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ
کرتی ہے؟ اے گھر والو تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ
اور برکتیں، بے شک وہ ستائش کے

مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾
قابل بڑا بزرگ ہے۔

(۳) اس کے بعد دوسرا واقعہ قوم عاد اور ان کے پیغمبر ہود علیہ السّلام کا بیان فرماتا ہے جو حضرت نوحؑ کے بعد عرب کے جنوبی حصہ ملک یمن میں گزرا ہے۔ اس قوم کی ثروت اور اس پر بدکاری اور بت پرستی حد سے گزر گئی تھی۔ بھلا یہ معزز اور جنٹلمین جو دنیا کی وجاہت اور ثروت کے بندے تھے کوئی غریب بیچارے خدا ترس لوگ تھوڑے ہی تھے کہ جو حضرت ہود علیہ السّلام کی نصیحت مانتے۔ ان کی حقانی باتوں پر ٹھٹھا اڑانا شروع کر دیا کہ ایسے ملانے یونہی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ لو ان کے کہنے میں آویں تو دنیا چھوڑ بیٹھیں، دیوانہ ہے اس پر ہمارے معبودوں کی پھٹکار پڑ گئی ہے۔ آخر پھر قہر الٰہی جوش میں آیا سب سامان دھرے رہے وہ آندھی کا طوفان بھیجا کہ گھروں اور جنگلوں میں لاشیں ہی پڑی پائیں۔ صنعاء یمن میں ایک مکان جس کا غمدان نام تھا حضرت عثمانؓ کی خلافت تک باقی تھا جس کی نسبت صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ وہ ایک بلند قصر تھا جس کے سات درجے تھے ہر درجہ دوسرے درجے سے چالیس[1] گز مرتفع تھا یہ قصر عجائب روزگار بھی اسی بدنصیب قوم کی یادگار تھی جس کو شعراء عرب اپنے اشعار میں ذکر کر کے زمانہ کی فسوں سازی یاد دلاتے آئے ہیں۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ
پھر جب کہ ابراہیمؑ کے دل سے خوف دور ہو گیا اور

جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ
ان کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری آ چکی (تو) ہم سے قوم لوطؑ کے معاملہ میں

لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ
جھگڑنے لگے۔ بے شک ابراہیمؑ بڑے بردبار نرم دل خدا کی طرف رجوع

ف الضحک ہو السرور و انبساط الوجہ و ہذا قول الجمہور وقیل ضحکت بمعنے حاضت العرب یقول ضحکت الارنب اذا حاضت وانکرہ اکثر اہل اللغۃ۔ یعقوب بالنصب مفعول بشرنا وقری بالجر ومنعہ الفراء وقری بالرفع علی الابتداء وخبرہ الظرف الذی قبلہ اہل البیت نصبہ علی المدح او علی الاختصاص وفیہ دلیل علی ان ازواج الرجل من اہل بیتہ ۱۲ منہ

ف الروع الخوف وقیل الفزع یقال ارتاع من کذا اذا خاف۔ ضاق بہم ذرعاً قال الازہری الذرع یستعمل بمعنے الطاقۃ قیل ہو من ذرعہ القی اذا غلبہ وضاق عن جلسۃ وقیل اصل الذرع انما ہو البسط الید وکانک ترید مددت یدی علیہ

[1] قلم تنلہ ۱۲ صراح

مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ
کرنے والے تھے۔ (فرشتوں نے کہا) اے ابراہیمؑ! اس خیال کو
هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ
چھوڑ دو۔ کیونکہ آپؑ کے ربّ کا حکم آچکا۔
وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾
اور ان پر تو عذاب آکر ہی رہے گا ٹلنے والا نہیں۔
وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ
اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوط ان کے
وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا
آنے سے رنجیدہ اور تنگ دل ہوئے اور (دل میں) کہنے لگے کہ یہ تو
يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ
مصیبت کا دن ہے۔ اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑ پڑی
يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا
(اور گھر گھیر لیا)۔ اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے
يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ
کام کیا کرتے تھے۔ (لوطؑ نے) کہا اے قوم! یہ میری بیٹیاں
بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
(موجود ہیں) تمہارے لئے پاکیزہ ہیں (ان سے نکاح کر لو) سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ
مجھ کو میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ
بھلا آدمی نہیں؟ وہ بولے تجھے معلوم ہے کہ ہم کو
مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ
تیری بیٹیوں سے کچھ کام نہیں۔ اور ہمارے ارادے
لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ
سے تم خوب واقف ہو۔ (لوطؑ نے) کہا اے کاش تمہارے مقابلہ کا
بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾
مجھے زور ہوتا یا میں کسی زبردست آسرے کی پناہ جا لیتا۔

سه یہرعون یسرعون الاہراع الاسراع ۱۲ منہ

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ
(فرشتوں نے) کہا اے لوطؑ! ہم تمہارے ربّ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم
يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ
تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔ پس تم اپنے گھر کے لوگوں کو کچھ رات رہے
مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ
لے نکلو، اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے
اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ
مگر تمہاری بیوی (وہ نہ چلے گی) اس پر بھی وہی بلا آنے والی ہے جو ان پر آوے گی۔
اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
ان کا وعدہ صبح ہے۔ کیا صبح قریب
بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا
نہیں؟ پھر جب کہ ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے وہ بستیاں
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً
الٹ دیں اور ان پر پتھر برسائے جو کھنگر
مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً
رہتہ بہ رہتہ تھے۔ جن پر آپؐ کے ربّ تعالیٰ کی
عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
طرف سے نشان لگے ہوئے تھے، اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ بھی دور
بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع
نہیں ہیں۔

تیسرا واقعہ قوم ثمود اور ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا یاد دلاتا ہے جو حادثہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی حصہ میں گزرا ہے۔ اس کی تشریح بھی پہلے ہو چکی۔ اس قوم کی یادگار بھی کچھ کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھی جو ان کے حالِ زار پر آنسو بہاتی اور

ف سجیل تیل ہی کلمۃ معربۃ من سکیل بدلیلہ قولہ حجارۃ من طین۔ حق تعالےٰ کا اس آیت میں اہل مکہ پر وعید ہے۔ وعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ سأل جبرئیل فقال یعنی ظالمی امتک مامن ظالم منہم الا وہو بعرض حجر یسقط علیہ من ساعۃ الےٰ ساعۃ۔ کشاف

ع ۱۵

دیکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈراتی تھی۔

ولقد جاءت الخ یہ **چوتھا** ہیبت ناک واقعہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں شامل کر کے بیان فرماتا ہے۔ اس کی بھی تشریح ہو چکی مگر ہم کسی قدر الفاظ آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر کے باہر کھڑے تھے کہ کئی شخص مسافرانہ شکل میں نمودار ہوئے۔ حضرتؑ کی عادت مہمان نوازی کی تھی۔ گھر میں لاتے کھانے کو ایک بچھڑا تلا ہوا آگے لا کے رکھ دیا۔ مگر وہ فرشتے تھے انھوں نے کھانے سے ہاتھ روکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈرے کہ کہیں دشمن تو نہیں۔ کیونکہ اس عہد میں جس کا کھانا پانی کھا پی لیتے تھے اس کے ساتھ بدی نہیں کرتے تھے۔ آج کل کا سا دستور نہ تھا کہ ساری عمر ممنونِ احسان ہو کر بدی کرنا اور بھی ہنرمندی سمجھتے ہیں۔ اس سے سمجھ گئے کہ ان کا ارادہ کچھ بد ہے۔ فرشتے بھی سمجھ گئے کہ حضرتؑ کو بمقتضائے بشریت خوف ہوا۔ پھر تو انھوں نے اصل ماجرا کھول دیا کہ حضرت! ہم فرشتے ہیں قوم لوطؑ کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں آپ کے دشمن بدخواہ نہیں۔ حضرتؑ کی بیوی بھی وہیں کھڑی تھیں اپنی ہلاکی سے نجات پانے کی خبر سن کر خوشی میں آ کر ہنس پڑیں، جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے۔ اس موقع پر فرشتوں نے وہ بات بھی ان سے کہہ دی کہ جس کی خوشخبری کے لئے ان کے پاس بھیجے گئے تھے یعنی فرزند پیدا ہونے کی بشارت دی کہ تمہارے ہاں اسحاقؑ نام بیٹا ہوگا پھر اس کا بیٹا یعقوبؑ ہوگا۔ یہ بڑھیا ہو چکی تھیں تعجب کرنے لگیں کہ بھلا اس عمر میں اولاد ہوگی؟ فرشتوں نے کہا خدا تعالیٰ قادر ہے کچھ تعجب نہ کرو۔ جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف دور ہوا تو اپنے بھتیجے لوطؑ کی بابت فکر ہوئی۔ فرشتوں سے سفارش کرنی شروع کی۔ انھوں نے کہا لوطؑ کو کچھ خوف نہیں مگر قوم کی ہلاکی ٹھہر چکی آپ اس میں کچھ گفتگو نہ کریں۔ باقی صاف ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو (بھیجا)۔ اس نے کہا
يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ
اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ
نہیں۔ اور پیمانہ اور تول کم
الْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي
نہ کرو میں تم کو آسودہ پاتا ہوں (کمی کرنے کی ضرورت نہیں) اور مجھے
أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (۸۴)
پر اس دن کے عذاب کا خوف ہے جو گھیر لے گا۔
وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ
اور اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا
بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ
کر کے دیا کرو۔ اور لوگوں سے خیانت نہ کیا کرو
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۸۵)
اور نہ زمین پر فساد مچاتے پھرا کرو۔
بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم
اللہ تعالیٰ کا دیا جو باقی بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر
مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ (۸۶)
تم کو ایمان ہے۔ اور میں تمہارا نگہبان بھی نہیں ہوں۔
قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ
وہ بولے اے شعیبؑ! کیا تیری نماز ہی تجھے حکم دیا کرتی ہے کہ ہم
أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن
ان چیزوں کو چھوڑ بیٹھیں کہ جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے
نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّكَ
مالوں میں اپنی خواہش کے موافق معاملہ نہ کریں۔ تو ہی تو
لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (۸۷) قَالَ يَا قَوْمِ
ایک بردبار سدھرا ہوا ہے۔ اس نے کہا اے قوم!

أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن

دیکھو تو اگر میں اپنے رب ہی کی طرف سے ایک سیدھے طریق پر ہوں

رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ

اور اس نے مجھے نیک روزی دی ہو۔ (تو تمہارا کہا کیونکر مان لوں ؟)

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ

میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تم کو منع کروں (پھر) میں اس کے خلاف

عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا

کروں میں تو جہاں تک چاہتا ہوں اصلاح کرنے کا ارادہ

اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ

رکھتا ہوں۔ اور میرا توفیق دیا جانا تو اللہ تعالےٰ ہی سے ہے۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ وَ

کہ جس پر میں نے بھروسہ کر لیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور

يَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَن

اے قوم! کہیں میری ضد سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا کہ جس سے تم پر وہی

يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ

مصیبت نہ آپڑے جیسی کہ قوم نوحؑ

أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا

اور قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر پڑ گئی تھی۔ اور لوطؑ

قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوا

کی قوم (کے کھنڈر) بھی تم سے کچھ دور نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي

معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ البتہ میرا رب تو

رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوا يَا شُعَيْبُ

مہربان پیار کرنے والا ہے۔ وہ بولے اے شعیبؑ!

مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا

تیری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور تجھ کو تو ہم ع ۱۲ ۸

لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا ۖ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

اپنے لوگوں میں کمزور پاتے ہیں۔ اور اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے

لَرَجَمْنَاكَ ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٩١﴾

تو ہم تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔ اور تو کچھ ہم پر غالب بھی نہیں۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم

اس نے کہا اے قوم! کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ تعالےٰ سے

مِّنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ

زیادہ ہے۔ اس کو تو تم نے پس پشت ڈال

ظِهْرِيًّا ۖ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٩٢﴾

دیا۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو (سب) میرے رب ہی کے قابو میں ہے۔

وَيَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي

اور اے قوم! اپنے گھر بیٹھے کام کئے جاؤ میں بھی

عَامِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ

کر رہا ہوں تمہیں ابھی معلوم ہو جائیگا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب

عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ

آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿٩٣﴾ وَ

اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اور

لَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ

جب کہ ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے شعیبؑ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ

ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور ستمگاروں کو

الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا

کڑک نے[1] آلیا۔ پھر تو اپنے گھروں میں اوندھے

فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩٤﴾ كَأَن لَّمْ

پڑے رہ گئے۔ گویا کہ وہاں کبھی بسے

يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا

ہی نہ تھے۔ دیکھو پھٹکار ہے مدین پر جس طرح کہ قوم ثمود پر

بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿٩٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

پھٹکار پڑی۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اپنی

[1] زلزلہ کی آواز تھی بعض کہتے ہیں کہ فرشتہ کی چیخ تھی جس سے کلیجے پھٹ کر دفعۃً مر گئے

موسی بایتنا وسلطن مّبین ﴿۹۶﴾ الی

کو آیتیں اور سند واضح کے ساتھ فرعون اور اس کے

فرعون وملا۟ئہ فاتّبعوا امر

سرداروں کی طرف بھیجا، سو وہ تو فرعون کے تابع

فرعون وما امر فرعون برشید ﴿۹۷﴾

ہو گئے تھے۔ اور فرعون کا حکم ٹھیک بھی نہ تھا۔

یقدم قومہ یوم القیمۃ فاوردھم

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو آگ میں لا

النّار وبئس الورد المورود ﴿۹۸﴾

ڈالے گا۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے کہ جس میں جا پڑیں گے۔

واتبعوا فی ھذہ لعنۃ وّیوم

اور اپنے پیچھے اس جہان میں بھی لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن کے لئے

القیمۃ بئس الرّفد المرفود ﴿۹۹﴾

بھی۔ وہ برا ہی انعام ہے جو انہیں دیا جائے گا۔

ذلک من انبآء القری نقصّہ علیک

یہ چند بستیوں کے حالات ہیں جنہیں ہم آپ کو سناتے ہیں کہ ان میں سے

منھا قآئم وّحصید ﴿۱۰۰﴾ وما ظلمنھم

کچھ تو اب تک باقی ہیں اور کچھ اجڑی پڑی ہیں۔ اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہیں

ولکن ظلموا انفسھم فما اغنت

کیا بلکہ خود انہوں ہی نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا، پھر ان کے وہ معبود

عنھم الھتھم الّتی یدعون من

جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام

دون اللہ من شیء لّمّا جآء امر ربّک

نہ آئے جب کہ آپ کے رب کا حکم آ پہنچا۔

وما زادوھم غیر تتبیب ﴿۱۰۱﴾ وکذلک

اور ان معبودوں نے بجز ہلاکت کے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ اور آپ کے رب کی

اخذ ربّک اذآ اخذ القری و

ایسی ہی گرفت ہوا کرتی ہے جب کہ وہ ظالم بستیوں کو

ھی ظالمۃ انّ اخذہ الیم

پکڑتا ہے۔ بیشک اس کی گرفت سخت رنج دہندہ

شدید ﴿۱۰۲﴾ انّ فی ذلک لایۃ

ہے۔ البتہ اس بیان میں اس کے لئے جو عذاب آخرت سے

لّمن خاف عذاب الاخرۃ ذلک

ڈرتا ہے بڑی نشانی ہے۔ یہ ایک ایسا دن

یوم مّجموع لّہ النّاس وذلک

ہوگا کہ جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور یہ ایک دن ہوگا کہ

یوم مّشھود ﴿۱۰۳﴾ وما نؤخّرہ الّا

جس میں سب حاضر کئے جائیں گے۔ اور اس کو جو ہم نے ہٹا رکھا ہے تو

لاجل مّعدود ﴿۱۰۴﴾ یوم یات

ایک وقت معین تک۔ جس دن وہ آ جائے گا تو کوئی

لا تکلّم نفس الّا باذنہ فمنھم

شخص کسی سے اس کی اجازت بغیر کلام بھی نہ کر سکے گا۔ پھر کچھ ان میں سے

شقیّ وّسعید ﴿۱۰۵﴾ فامّا الّذین

بدبخت اور (کچھ) نیک بخت ہوں گے۔ پھر جو بد ہوں گے تو وہ آگ میں

شقوا ففی النّار لھم فیھا زفیر وّ

ہوں گے کہ جہاں ان کو چیخنا اور دھاڑنا

شھیق ﴿۱۰۶﴾ خلدین فیھا ما دامت

ہوگا۔ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے جب تک کہ آسمان اور زمین

السّموت والارض الّا ما شآء

رہیں گے (کہ دوزخ میں رہیں گے)۔ مگر جب کہ اللہ تعالیٰ

ربّک انّ ربّک فعّال لّما یرید ﴿۱۰۷﴾

چاہے۔ البتہ آپ کا رب تو جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

ف الورد بمعنی الدخل المورود المدخول فیہ الذی وردوہ واصل الورد الوارد الذی یرد الماء لدفع العطش ۱۲ منہ۔ الرفد العون والعطاء المرفود المعطی ۱۲ منہ۔ الحصید الخراب شبہ ما بقی من آثار القری بالزرع القائم علی ساقہ وشبہ المقطوع منہا بالحصید والحصاد قطع الزرع ۱۲ منہ

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ
اور جو نیک ہیں سو وہ جنت میں ہمیشہ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ
رہا کریں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم
الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ
رہیں گے، مگر جب کہ آپ کا رب ہی چاہے۔ (یہ ہے) بے انتہا
مَجْذُوْذٍ ۱۰۸ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا
عنایت۔ پھر آپ ان چیزوں سے کہ جنھیں وہ پوجتے ہیں
يَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا
شک میں نہ رہنا۔ (کسی کو بھی خدائی نہیں) یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر اسی طرح
يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِنَّا
سے کہ جیسا کہ طرح اس سے پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے۔ اور ہم ان کو
لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۱۰۹ ع ۹
عذاب کا پورا (پورا) حصہ دے کر رہیں گے۔
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ
اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر تو اس میں اختلاف کیا
فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ
گیا۔ اور اگر آپ کے رب ہی کی طرف سے ایک بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی کہ فیصلہ
لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ
قیامت میں ہوگا) تو ان میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور یہ لوگ بھی اس سے (قرآن کی طرف سے)
مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۱۱۰ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا
ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے ان کو خبطی کر رکھا ہے۔ اور بیشک ہر ایک کو آپ کا رب تو
لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ اِنَّهٗ بِمَا
ان کے اعمال کا پورا (پورا) بدلہ دے گا۔ اس کو خوب معلوم ہے جو
يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۱۱۱ فَاسْتَقِمْ كَمَآ
کچھ وہ کر رہے ہیں۔ پھر جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ بھی اور وہ جو
اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا
آپ کے ساتھ کفر چھوڑ کر خدا ہی کی طرف رجوع ہوئے ہیں اس پر قائم رہیں اور حد سے نہ بڑھیں۔

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۱۱۲ وَلَا تَرْكَنُوْٓا
تم جو کچھ کر رہے ہو اس کو وہ دیکھ رہا ہے۔ اور مسلمانو! استمگاروں
اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ
کی طرف التفات بھی نہ کرنا ورنہ تم کو بھی آگ چھو جائے گی۔ اور
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ
اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہوگا
ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۱۱۳ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ
نہ پھر تمہاری مدد کی جائے گی۔ اور (اے نبی!) دن کے اول سرے
طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ
اور آخر سرے میں اور کسی قدر رات گئے نماز پڑھا کرو۔
اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ
کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔
ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۱۱۴ وَاصْبِرْ
یہ یاد رکھنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اور صبر کرتے رہو
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۱۱۵
کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کیا کرتا۔
فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
پھر تم سے پہلے قرنوں ف میں سے کچھ ایسے (عمدہ) لوگ بھی تو ہوتے
اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
ہوتے کہ جو زمین پر فساد کرنے سے منع کرتے
الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا
مگر کچھ تھوڑے لوگ کہ جن کو ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا (ایسے بھی تھے)
مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا
اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ تو انھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہ
فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۱۱۶ وَمَا كَانَ
گئے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ تھے بھی بدکردار۔ اور آپ کا رب تو

ف فلولا فہلا اولو بقیۃ اولو فضل وخیر وسمی الفضل والجودۃ بقیۃ لان الرجل یستبقی مما یخرجہ اجودہ وافضلہ فصار مثلاً فی الجودۃ والفضل ومنہ قولہم فی الزوایا خبایا وفی الرجال بقایا (من الکشاف) ۱۲ ابو محمد

ف قرن زمانہ یعنی پہلی امتوں میں سے اچھے لوگ کم اٹھے اور پہلی امتوں میں وہی امتیں مراد ہیں جو ہلاک ہوئیں ۱۲ منہ

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
ایسا بھی نہیں کہ ناحق بستیوں کو ہلاک کر ڈالے حالانکہ وہاں کے لوگ
مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ
نیک ہوں۔ اور اگر آپ کا رب تو چاہتا تو سب لوگوں کو
النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
ایک ہی گروہ کر دیتا۔ (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف ہی کرتے
مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ
رہیں گے۔ مگر جس پر آپ کے رب نے رحم کیا۔
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ
اور ان کو اسی لئے پیدا بھی کیا ہے۔ اور آپ کے رب کا یہ فرمودہ پورا
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
ہو کر رہے گا کہ میں جن اور آدمیوں (دونوں) سے جہنم
اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ
بھر دوں گا۔ اور (اے نبی!) ہم رسولوں کے حالات آپ سے
اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ
اس لئے بیان کرتے رہتے ہیں کہ ان سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں۔
وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّ
اور ان واقعات کے ضمن میں آپ کے پاس حق بات بھی پہنچ جائے گی اور
ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ
ایمانداروں کیلئے نصیحت اور یادگار بھی آئے گی۔ اور بے ایمانوں سے کہدو کہ
لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
اپنی جگہ پر تم عمل کئے جاؤ،
اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا
ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ اور تم منتظر رہو ہم بھی
مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ
انتظار کر رہے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بات
وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ
اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور سب کام اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں
فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ
پس اسی کی عبادت کر اور اس پر توکل کرتے رہو۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ ع ١٠
اس سے آپ کا رب تو بے خبر نہیں ہے۔

اس کے بعد **پانچواں واقعہ** حضرت شعیب علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے جو اہل مدین کی طرف رسول بنا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھیجے گئے تھے۔ اس قوم کی عادت بُت پرستی اور بدکاری کے علاوہ کم تولنا، خیانت، دغا بازی کرنے کی بھی تھی جس کو وہ اپنے مال میں تصرف جائز سمجھ کر طعن کی راہ سے کہتے تھے کہ ایک آپ ہی تو بڑے اچھے شخص ہیں۔ اور ان کی نماز پر طعن کرکے کہتے تھے کہ کیا آپ کی نماز ہم کو بُت پرستی سے منع کرتی ہے؟ باقی قصہ صاف ہے۔ یہ مدین وہی جگہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ فرعون سے بھاگ کر آئے تھے اور یہ وہی شعیب ہیں کہ جن کی ایک صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی تھی یہیں آپ برسوں تک بکریاں چرایا کرتے تھے، وطن جاتے ہوئے یہیں کوہ حوریب کے قریب ایک درخت پر حضرت موسیٰ کو تجلی ہوئی اور نبوت ملی تھی۔ اس کے بعد **چھٹا قصہ** حضرت موسےٰ علیہ السلام کا بیان فرما کر سورۃ کو چند باتوں پر تمام فرماتا ہے۔

اوّل وکذٰلک اخذ ربک سے لے کر لاجل معدود تک انبیائے سابقین کے قصے بیان فرما کر اُن کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ ان بُت پرستوں پر جو یہ بلا نازل ہوئی اور اُن کی بستیاں غارت کر دی گئیں یہ کچھ انھیں کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ آئندہ جو ایسا کرے گا دنیا میں بھی ویسی سزا پاوے گا۔ (اس میں عذاب آخرت سے ڈرنے والوں کے لئے نشانی اور عبرت ہے) اور پھر قیامت کا عذاب بھی ہے۔ پھر قیامت کی تین صفات ذکر فرماتا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس دن سب اوّلین

وآخرین جمع ہوں گے۔ دوم یوم مشہود، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں سب حاضر ہوں گے، دیگر مفسرین کہتے ہیں یہ معنے کہ ملائکہ اور انبیاءؑ وصلحاء گواہی دیں گے۔ سوم ما نؤخرہ الا لاجل معدود کہ وہ ایک وقت معین تک ہٹائی گئی ہے۔ کیونکہ دنیا کی فنا کا ایک زمانہ معین ہے آنے والی چیز گو کتنی ہی دور ہو مگر قریب ہے۔

دوم یوم یأت سے لے کر عطاءً غیر مجذوذ تک اس دن میں سعیدوں اور شقیوں کا جو حال ہوگا اُس کو بیان فرماتا ہے۔ مادامت السموٰت والارض اور الا ما شاء ربک سے بعض علماء اسلام نے یہ بات سمجھی ہے کہ کفار ایک مدت تک سزا پاکر جہنم سے نکالے جائیں گے کیونکہ جرم متناہی کی سزا غیر متناہی انصاف سے بعید ہے مگر جمہور ہمیشگی کے قائل ہیں اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہاں کے آسمان و زمین بھی ہمیشہ رہیں گے اور مشیت اس کی نہ ہوگی کہ خلاصی پاویں گو مشیت کا اختیار ہے اور خالدین اور ابدًا الفاظ بھی قرآن میں آچکے ہیں۔ جرم کفر متناہی نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا جرم متناہی ہے اور نیز غیر متناہی عمر بھی پاتا تو کفر نہ چھوڑتا۔

سوم فلا تک سے لے کر غیر منقوص تک انبیاءؑ اور اُن کی اقوام کے قصص اور آخرت میں سعداء و اشقیاء کے درجات بیان فرما کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی قوم کا حال بتلاتا ہے کہ ان جاہلوں کے انکار سے کچھ دل میں شک نہ لاویں (خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں) یہ جُہّال اپنے باپ دادا کی تقلید سے بُت پرستی کرتے ہیں کوئی عقل و فہم سے یہ بات نہیں ہے تک اصل میں تکن تھا کثرت استعمال سے فصحاء عرب نون کو حذف کر دیتے ہیں وانا لموفوہم نصیبہم کے یہ معنے ہیں کہ اُن کی بُت پرستی اور بدکاری پر فراخ دستی دیکھ کر تعجب نہ کرو دنیا میں جو کچھ اُن کے حصہ میں لکھ دیا وہ پورا ملتا ہے یا یہ معنے کہ آخرت میں اپنے عذاب کا پورا حصہ پاویں گے۔

چہارم ولقد آتینا موسی الکتٰب سے لے کر انہٗ بما یعملون خبیر تک کفار عرب کا جس طرح انکار توحید پر اصرار بیان فرمایا تھا اسی طرح انکار نبوت آنحضرت علیہ السلام پر اصرار کا ذکر کرتا ہے کہ یہ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کیونکہ عرصہ ہوا ہم نے موسیٰؑ پر توراۃ نازل کی تھی سو اُس کو کب سب نے تسلیم کر لیا تھا۔ بلکہ اُس میں اختلاف ہوا کہ بنی اسرائیل نے مانا دیگر اقوام نے انکار کیا۔ اس میں یہ بھی رمز ہے کہ خود بنی اسرائیل کا اس کی تعمیل اور عدم تعمیل حکم میں اور نیز خود نفس توریت میں بھی اختلاف ہو کر بے شمار فرقے پیدا ہو گئے پھر فرماتا ہے کہ اگر ہمارے ہاں سے یہ بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی کہ ہم قیامت میں اُن کا فیصلہ چکا دیں گے تو باہم فیصلہ کر دیتے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر آخرت میں عذاب دینا اور دنیا میں بسانا نوشتۂ ازلی نہ ٹھہر گیا ہوتا تو منکروں کا فیصلہ کر دیتے۔

پنجم پہلی امتوں اور اُن کے اختلاف کا ذکر فرما کر فاستقم کما اُمرت سے ثم لا تنصرون تک آنحضرت علیہ السلام اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو (اوّلاً) دین پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ جس میں عقائد سے لے کر اعمال معاملات و عبادات مکارم اخلاق تک سب آگئے۔ (۲) ولا تطغوا یعنی اس راہ راست سے انحراف نہ کرنا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ معنی کہ اللہ تعالےٰ کے لئے فروتنی اور تواضع اختیار کرو کسی سے تکبّر نہ کرو۔ اس میں یہ بھی مراد ہے کہ قرآن اور اسلام کی حدود مقررہ سے تجاوز نہ کرو۔ (۳) ولا ترکنوا (الرکون ہو السکون الی الشیٔ والمیل الیہ بالمحبۃ ونقیضہ النفور عش) یعنی بے دینوں ناانصافوں کی دنیا میں شان و شوکت دیکھ کر اُن کی طرف

دل مائل بھی نہ کرنا۔ محققین کے نزدیک اس سے مراد اُن کے
ظلم اور مذہبیہ رسوم کو پسند کرنا اور اُن میں شامل
ہونا ہے نہ کہ دنیاوی امور (کبیر)۔
ششم واقم الصلوٰۃ سے لے کر لایضیع اجر المحسنین
تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کو نماز
کی تاکید فرماتا ہے جو واستقم کا امرت کا ایک فرد کامل ہے
اس آیت میں نماز قائم کرنے کا تین وقتوں میں حکم دیتا ہے
اوّل ودوم طرفی النہار دن کے دونوں سروں پر یعنے
شروع دن میں اور اخیر دن میں۔ عرب کی رائے پر دن کا
شروع صبح صادق سے لیا جاتا ہے اور دن ڈھلنے سے
آخر دن شمار کرتے ہیں جس طرح ہماری زبان میں پچھلا
پہر کہتے ہیں۔ پس اوّل دن میں نماز قائم کرنے سے
مراد صبح کی نماز ہے اور آخر دن سے ظہر کی اور عصر
کی (امام ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ صبح کی نماز اندھیرے
میں نہ پڑھے بلکہ جب خوب روشنی ہو جاوے آفتاب
نکلنے سے پیشتر اور اسی طرح عصر کی نماز اخیر دن میں یعنی
جب سایۂ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو چند ہو جاوے۔
امام فخر رازی رح اس مقام پر قول امام ابو حنیفہ رح کی اس
آیت سے یوں تائید کرتے ہیں کہ گو حقیقۃ طرفی النہار کے حقیقی
معنے آن طلوع آفتاب و غروب آفتاب ہے وہ تو مراد ہے
نہیں بلکہ مجازی معنے کہ طلوع و غروب سے ملا ہوا وقت۔
پس ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب کہ تنویر صبح اور تاخیر عصر
افضل ہے معنے مجازی معنے حقیقی سے اقرب ہیں اور جہاں
تک مجاز حقیقت سے اقرب لیا جاوے بہتر ہوتا ہے (اذا
عرفت ہذا کانت الآیۃ دلیلاً علے قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ الخ)
سوم زلفاً من الیل۔ لیث کہتے ہیں زلفۃ رات کے پہلے
حصہ کو کہتے ہیں جس کی جمع زلف ہے من ازلفہ اذا قربہ۔
اور زلف کو بضم ز و سکون ل بھی پڑھا ہے۔ چونکہ
زلف جمع ہے یعنی رات کے حصے تو بقاعدہ جمع اقل مرتبہ
تین حصے لئے جاویں گے پس اوّل حصہ میں جو غروب
آفتاب سے شروع ہوتا ہے نماز مغرب اور دوسرے
حصے سے جو شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے
نماز عشاء مراد ہوگی اور تیسرے حصے میں جس کی
انتہاء صبح صادق تک ہے وتر مراد ہوں گے۔ امام
ابو حنیفہ رح کے نزدیک وتر بھی واجب ہیں۔ اس آیت
سے اُن کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے۔ اور علماء
صرف مغرب اور عشاء مراد لیتے ہیں اس کے بعد فرماتا
ہے ان الحسنات یذہبن السیّاٰت کہ یہ نماز جو بڑی نیکی
ہے انسان کے گناہ دور کر دیتی ہے۔ بخاری نے ابن مسعودؓ
سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کا بوسہ
لے لیا تھا اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں آکر اپنے گناہ کا اظہار اور مغفرت کی درخواست کی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اقم الصلوٰۃ الخ
نازل ہوئی۔ اُس شخص نے پوچھا کہ یا حضرتؐ! کیا یہ حکم
خاص میرے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا میری امت میں
جو کوئی ایسا عمل کرے سب کے لئے ہے۔ حسنات سے
ابن عباسؓ نے پنجگانہ نماز مراد لی ہے کہ اس سے صغائر
معاف ہو جاتے ہیں۔ مجاہد رح کہتے ہیں حسنات سے مراد یہ کہنا
ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔
ہفتم فلولا کان سے لے کر کانوا مجرمین تک امم
ماضیہ کے قصے بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اُن کی اس
تباہی کے دو سبب تھے (۱) یہ کہ اُن میں ایسے لوگ نہ رہے
تھے کہ جو اُن کو ملک میں فساد کرنے سے منع کرتے اولوبقیۃ
اے اولو فضل وخیر (وسمی الفضل والجود بقیۃ) پھر فرمایا
الا قلیلاً یہ استثناء متصل نہیں بلکہ منقطع ہے لکن
قلیلاً ممن انجینا من القرون نہوا عن الفساد وسائرہم تارکون
للنہی، یعنی تھوڑے ایسے بھی تھے جو فساد سے منع کرتے
تھے۔ (۲) واتبع الذین کہ ظالم اپنی جسمانی خواہشوں

اور کرّ و فرِّ دنیاوی میں ہمہ تن غرق ہوگئے تھے۔

ہشتم وللہ غیب السمٰوٰت والارض الخ میں سورۃ کو نہایت مطالبِ عالیہ پر تمام کیا۔ (اول) اللہ تعالےٰ کی صفاتِ کمالیہ کا اظہار کیا للہ غیب السمٰوٰت والارض میں اُس کے علم کا کہ کوئی چیز آسمان و زمین کی اُس پر مخفی نہیں مطیع اور عاصی کو بھی جانتا ہے۔ والیہ یرجع الامر کلہ میں قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ اور یہی دونوں ایسی صفت ہیں کہ جن سے عبادت کی جاتی ہے پھر جب یہ دونوں خاص اُسی کا حصہ ہیں تو پھر اُس کے سوا اور کسی کو نافع و ضار سمجھنا عبث اور فضول بلکہ نامعقول ہے۔ یہ پہلا مرتبہ تصحیح عقائد کا تھا (دوم) فاعبدہ کہ اُس کی عبادت کیا کر۔ عبادت ایک وسیع المعنی لفظ ہے مال سے جان سے روح سے اعضاء سے۔ یہ دوسرا مرتبہ تقویٰ و طہارت کا ہے۔ (سوم) توکل علیہ کہ اس کے سوا ہر چیز سے انقطاع کرکے ہر کاروبار میں اُسی کا بھروسہ رکھے اسباب کو اسباب جانے مؤثر حقیقی اور مسبّب الاسباب پر نظر رکھے یہ تیسرا مرتبہ معرفت و حقیقت کا ہے۔ پس جب انسان ان تینوں مراتب کو حاصل کرکے کامل بن گیا تو پھر ایک مجمل عبارت میں اُس کے لئے دارِ آخرت میں لذائذ روحانیہ ملنے کی طرف اشارہ فرماتا ہے وما ربک بغافل عما تعملون کہ وہ تمہارے کام سے بے خبر نہیں ضرور جزا و سزا دے گا۔ سُبحان اللہ! مبادی اور اوساط اور مقاطع میں کس خوبی کو ملحوظ رکھا ہے کہ جس کے ادراک میں ہزاروں لطف آتے ہیں۔

سُورۂ یوسف مکیّہ ہے اس کے ایک سو گیارہ ۱۱۱ آیات بارہ ۱۲ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان رحیم ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾

یہ ہیں کھلی کتاب کی آیتیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

ہم نے اس قرآن مجید کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لئے

تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ

نازل کیا ہے۔ آپ کو اس (قرآن کے ذریعہ) جو آپ کی طرف

اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

وحی کیا گیا ہے ہم سب سے بہتر قصہ

هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ

سناتے ہیں۔ اور البتہ اس سے پہلے تو

قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ

آپ کو خبر بھی نہ تھی۔ جب کہ یوسفؑ نے

يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ

اپنے باپ سے (یہ) کہا کہ ابا جان! میں نے

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ

لئے (خواب میں) سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ اُس نے کہا بیٹا اپنا

لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

(ورنہ) وہ تیرے لئے کوئی نہ کوئی فریب بنادیں گے۔ کس لئے کہ شیطان تو

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ

انسان کا صریح دشمن ہے۔ اور اسی طرح

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

(یعنی خواب کے موافق) خدا تعالیٰ تجھ کو برگزیدہ کریگا اور خواب کی تعبیر سے

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ

دینی سکھلائے گا اور اپنی نعمتیں تجھ پر اور

عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ

یعقوبؑ کے گھرانے پر پوری کرے گا جس طرح کہ اس سے پہلے تیرے باپ

مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

دادا ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ پر پوری کر چکا ہے۔ کیونکہ تیرا رب علیم ؎۱

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۚ ۝۶ ع

(اور) حکیم ہے۔

ترکیب

قرآنًا مصدر موضع مفعول میں، یہ حال ہے ضمیر انزلناہ مفعول سے عربیًا اس کی صفت۔ احسن منصوب ہے، مفعول نقصّ کا ہو کر بما مصدریہ ہٰذا مفعول ہے اوحینا کا قرآن نعت ہے یا بیان ہے۔ وان کنت مخفف ہے مثقلہ سے فیکیدوا جواب نہی۔

تفسیر

مفسّرین کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مکہ معظمہ کے کفار سے یہود نے یہ کہلا بھیجا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو عاد و ثمود کے حالات بیان کرتا ہے سو یہ کچھ مشکل بات نہیں عرب کے مشہور واقعات میں سے ہیں۔ ہاں اس سے یہ پوچھو کہ یعقوبؑ کی اولاد مصر میں کیوں گئی تھی؟ اور یوسفؑ اور اس کے بھائیوں میں کیا معاملہ گزرا؟ اور یوسفؑ کیونکر مصر میں پہنچا؟ یہ باتیں بجز مؤرخین اہلِ کتاب کے ان پڑھ آدمی خصوصًا مکہ کا رہنے والا کہ جہاں ان باتوں سے کان بھی آشنا نہیں ہرگز نہ بتلا سکے گا۔ چنانچہ اہلِ مکہ نے حضرتؐ سے سوال کیا جس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس کو یہود نے سن کر دل میں اقرار کیا، الہام کے قائل ہوئے مگر زبان سے کب اقرار کرتے تھے۔

الٓرٰ سے لے کر لمن الغافلین تک بطورِ تمہید کے یہ فرماتا ہے: (۱) یہ یعنی سورۃ یوسف کتاب مبین یعنی قرآن کی آیات ہیں یعنی منزّل من اللہ ہیں، قرآن کو مُبین کہنا گویا یہ بات بتلانا ہے کہ زبانِ الہام ہے یہی غیب کی باتیں بیان کر رہا ہے، (۲) قرآن کو جو اے اہلِ مکہ ہم نے عربی زبان میں صاف صاف طور پر نازل کیا تو تمہارے سمجھنے کے لئے اس کو ہلکی بات نہ سمجھنا چاہئے، (۳) اس قرآن کے وحی کرنے میں اے محمدؐ! تم پر اچھا قصہ وحی کرتے ہیں حالانکہ تم اس سے پہلے واقف بھی نہ تھے۔ اس قصہ کو احسن القصص اس لئے کہا کہ اس میں بہت سی عبرتناک باتیں ہیں یعقوبؑ کا مصیبت کے بعد راحت کا منہ دیکھنا، بھائیوں کے حسد کی وجہ سے یوسفؑ کا محکوم ہونا، عصمت و عفت کی بدولت یوسفؑ کو مرتبۂ صدّیقیت حاصل ہونا۔

ع ۱ / ۶ / ۱۱

اذ قال سے قصہ شروع کرتا ہے کہ یوسفؑ نے خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔ باپ سمجھ گئے کہ اس کو ایک روز یہ دن نصیب ہوگا کہ اس کے

ف شانِ نزول

لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ

البتہ یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے (قصے میں) سوال کرنے والوں کے لئے

لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ

بہت کچھ نشانیاں ہیں۔ جب کہ (بھائیوں نے) کہا کہ البتہ یوسفؑ

وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ

اور اس کا بھائی تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم جماعت

عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ

ہیں۔ البتہ ہمارا باپ تو صریح خطا میں

؎۱ بہت کچھ جانتا ہر حکمت و تدبیر سے واقف ہے قابلِ نعمت کو اپنی مصلحت سے دیتا ہے ۱۲ منہ ؎۲ یعنی جو حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے حالات سے سوال کرتے ہیں اس بیان میں ان کے لئے پوری نشانی نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کس لئے کہ باوجود توریت پاس نہ ہونے اور نہ ان کے پڑھے لکھے ہونے کے اتنے بڑے قصے کو ان باریکیوں اور پہلوؤں کے ساتھ جو اس واقعہ کے ساتھ متعلق ہیں اس طرح سے بیان کر دینا کہ توریت کے سر مو بھی خلاف نہ ہو البتہ ایک معجزہ ہے ۱۲ منہ

مُّبِينٍ ۝٨ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ
پڑا ہے۔ یوسفؑ کو مار ڈالو یا کہیں پھینک آؤ

أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَ
تاکہ باپ کی توجہ اکیلی تم ہی پر رہے اور

تَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝٩
اس کے بعد نیک قوم ہو جانا (یعنی توبہ کر لیں گے)۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ
ان میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر تم کو کرنا ہی ہے تو

وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ
یوسفؑ کو مارو تو نہیں (پر) اندھے کوئیں میں ڈال دو تاکہ

بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۝١٠
کوئی قافلہ والا اٹھا کر لے جائے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ
(باپ سے جا کر) کہا کہ ابا جان! آپ کس لئے یوسفؑ پر ہمارا اعتبار

وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝١١ أَرْسِلْهُ مَعَنَا
نہیں کرتے؛ حالانکہ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے

غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ
کہ وہ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی نگہبانی

لَحَافِظُونَ ۝١٢ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن
کریں گے۔ اس نے کہا مجھے اس کے لے جانے سے غم ہوتا ہے

تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ
اور ڈرتا ہوں کہ تمہاری غفلت میں اس کو

الذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ۝١٣
بھیڑیا نہ کھا جائے۔

قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ
انھوں نے جواب دیا باوجودیکہ ہم ایک جماعت ہوں اور اس کو

عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَاسِرُونَ ۝١٤ فَلَمَّا
بھیڑیا کھا جائے تو ہم گئے گزرے ہوئے۔ پھر جب کہ

ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ
اس کو لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اس کو اندھے

فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ
کوئیں میں ڈال دیں۔ تو ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی

لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝١٥
بھیجی کہ تو ضرور ان کو ایک روز اس (بدسلوکی) سے آگاہ کرے گا اور وہ بے خبر

وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۝١٦
اور پچھلے رات گئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے

قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ
(اور) کہنے لگے کہ ہمارے باپ ہم تو آپس میں دوڑنے میں مصروف ہوئے اور

تَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ
یوسفؑ کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے سو اس کو بھیڑیا (آ کر)

الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا
کھا گیا۔ اور آپ ہمارے کہنے کا کبھی یقین نہ کریں گے خواہ

وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝١٧ وَجَاءُوا عَلَىٰ
ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اس کے کرتے پر جھوٹا

قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ
موٹا کا خون بھی لگا لائے۔ (یعقوب نے) کہا نہیں بلکہ

سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ
تم نے دل سے ایک بات بنائی ہے۔ پس (اب) صبر ہی

جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ
اچھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے تمہاری باتوں پر مدد

مَا تَصِفُونَ ۝١٨ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ
چاہتا ہوں۔ اور (کوئیں کے پاس) قافلہ آیا

فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ
انھوں نے اپنے سقے کو بھیجا تو اس نے ڈول ڈالا۔

قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ
(یوسفؑ کو دیکھ کر) کہا اے لو مژدہ ہو یہ تو ایک لڑکا (کنوئیں سے نکل) آیا ہے اور اس کو

بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲

اپنے اسباب میں چھپا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ

(بھائیوں کو خبر ہوئی) اور اُس کو کم قیمت (یعنی) چند درہموں پر بے رغبتی سے

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ⑳ ع

بیچ ڈالا۔

گیارہ[۱] بھائی اور ماں باپ سجدہ کریں گے۔ ستاروں سے بھائی اور چاند اور سورج سے ماں باپ کی طرف اشارہ تھا۔ یہ سمجھ کر بھائیوں کے آگے بیان کرنے سے منع کیا کہ سوتیلے بھائی ہیں حسد میں آکر کہیں اس کے ساتھ کچھ بدی نہ کریں۔ واضح ہو کہ حاران سے کوچ کر کے حضرت ابراہیمؑ ملک کنعان میں آرہے تھے۔ اُن کی بود و باش خیموں میں تھی حبرون کے پاس رہا کئے اسحاقؑ بھی یہیں رہے اُن کے بڑے بیٹے عیص شعیر پہاڑ میں جا بسے اور یعقوبؑ اپنے باپ کی وصیت سے حاران کی طرف اپنے حقیقی ماموں نحور کے بیٹے لابن کے ہاں گئے اُن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی لیاہ جس کی آنکھیں چوندھی تھیں چھوٹی راحیل یا رخیل جو بہت خوب صورت تھی یعقوبؑ اُس پر عاشق ہوئے۔ سات برس لابن کی بکریاں اس لئے چرانے پھرے آخر نکاح ہوا تو صبح کو اپنے پاس لیاہ کو دیکھا ماموں سے شکایت کی اُس نے ہفتہ بھر کے بعد راحیل سے بھی نکاح کر دیا۔ لیاہ کے پیٹ سے روبن پھر شمعون پھر لاوی پھر یہوداہ اور اشکار اور زبلون پیدا ہوئے اور لیاہ کے ساتھ جو جہیز میں زلفہ لونڈی دی گئی تھی اُس سے جد اور آشر پیدا ہوئے اور راحیل سے یوسفؑ جو نہایت خوب صورت تھے پھر بنیمین کہ جن کو جن کر پھر راحیل نے انتقال کیا اور اُس کے ساتھ جو بلہ لونڈی جہیز میں دی گئی تھی اس سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے بیس برس کے بعد یعقوبؑ اپنی بیویوں اور لڑکوں کو اور گلہ کو لے کر اپنے وطن ملک کنعان میں آئے اور ایک گاؤں میں رہے جس کا نام سیلون تھا جو سنجل اور نابلس کے درمیان تھا۔

ع ۱۴ ۱۲

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ

اور اُس مصر والے نے کہ جس نے یوسفؑ کو (اہل قافلہ سے) خریدا

لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ

تھا اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا شاید کہ ہمارے کام آوے

يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ

یا ہم اُس کو بیٹا بنا لیویں۔ اور ہم نے

مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ

یوسفؑ کو زمین مصر میں یوں جگہ دی اور تاکہ ہم اُس کو

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ

خواب کی تعبیر سکھا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے

عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

کام پر قادر ہے لیکن اکثر جانتے

يَعْلَمُوْنَ ㉑ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ

نہیں۔ اور جب کہ یوسفؑ اپنی جوانی کو پہنچا تو

حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ㉒

ہم نے اس کو حکمت اور علم دیا۔ اور ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ تھا وہ اُس کو رجھانے لگی

---

۱ یا تو اس عہد میں غیر اللہ کے لئے سجدۂ تعظیم درست تھا یا سجدہ کے معنے جھکنا اور تعظیم کرنا ہیں ۱۲ منہ

۲ تاویل الاحادیث کے معنے تعبیر خواب بھی ہے اور ہر بات کی اصل حقیقت بیان کرنا اور اُس کی حکمت اور مصلحت اور اُس کے ہر پہلو پر واقفیت حاصل کرنا بھی۔ یعنی یوسفؑ کو ہم نے اس تدبیر سے ملک مصر میں عزت و وقعت دی اور حکمت و علم بھی دیا جس میں تعبیر خواب بھی ہے ۱۲

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ
اور دروازہ بند کر دیئے اور کہنے لگی لو آؤ۔
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ
اس (یوسفؑ) نے کہا خدا کی پناہ[۱] وہ تو میرا آقا ہے جس نے
مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾
مجھے عزت سے رکھا ہے۔ بے انصاف فلاح کو نہیں پہنچا کرتے۔
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ
اور اس عورت نے تو اس پر ارادہ (بد) کر لیا تھا اور وہ بھی کر ہی چکا تھا اگر
اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ
اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ (یوں ہوا) تاکہ ہم اس سے
عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ
برائی اور فحش کو ٹال دیں۔ کیونکہ وہ ہمارے خالص
عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ
بندوں میں سے تھا۔ (جب یوسف بھاگ کر جانے لگے) اور دونوں
وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا
دروازہ تک دوڑتے گئے اور عورت نے پیچھے سے اس کا کرتہ چیر ڈالا۔ اور دروازہ کے
سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ
پاس دونوں نے اس کے خاوند کو پایا۔ عورت کہنے لگی (پیش بندی کے طور
مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ
پر) کہ جو تیرے گھر کے لوگوں سے برا ارادہ کرے اس کی تو بس یہی سزا ہے کہ قید
اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ
ہو یا سخت مار ماری جاوے۔ (یوسفؑ نے) کہا یہ خود تو مجھ پر
عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ
ریجھ گئی تھی، اور اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک دیکھنے والے نے
اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ
یہ شہادت دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو وہ سچی
وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ
اور یہ جھوٹا۔ اور اگر اس کا کرتا
قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ
پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی اور یہ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ
سچا۔ پھر جب کہ اس کا کرتہ پیچھے سے چرا
قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ
دیکھا تو (اس کے خاوند نے) کہا یہ تو (اے عورتو!) تمہارا مکر ہے۔
اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
بے شک تمہارا بڑا مکر ہوتا ہے۔ یوسفؑ! اس سے درگزر
عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ
کرو، اور تو (اے عورت!) اپنے گناہ کی معافی مانگ
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع
کیونکہ تو ہی خطا وار ہے۔

ع ۹ ۳ ۱۲

[۳۰] نابلس جس کو پہلے سکم کہتے تھے بیت المقدس سے تیس میل اور سرنا سے سات میل ہے اس کے قریب دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر وہ کنواں ہے جس میں بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو ڈالا تھا اور اسی کے قریب ایک احاطہ بنا ہوا ہے جس میں حضرت یوسف اور ان کے والد حضرت یعقوب علیہما السلام کے مزار مقدس ہیں۔ یوسف علیہ السلام سترہ برس کی عمر میں تھے کہ بھائیوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ چونکہ راحیل متوفیہ کی یادگار تھے یعقوب علیہ السلام ان کو سب سے زیادہ چاہتے تھے جس پر بھائیوں کو رشک تھا۔ انھیں دنوں میں یوسفؑ نے یہ خواب دیکھا باوجود منع کرنے کے بھائیوں سے کہدیا اور بھی ان کی آتش رشک میں تیل ڈال دیا۔ نابلس کی وادی میں یعقوبؑ کے بیٹے بھیڑ بکریاں، گائے بیل چرانے کے لئے گئے تھے، وہاں جاکر قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر سب میں بڑے بھائی روبن نے منع کیا کہ خونریزی نہ کرو بلکہ اس کو کنوئیں میں ڈال دو جو بیابان میں ہے۔ اس کی وہ بوقلموں قبا اتار لی جو باپ نے

[۱] وہ یعنی تیرا شوہر ۱۲ منہ

پہنائی تھی۔ اور اُس کو اندھے کوئیں میں ڈال دیا کہ جس میں ایک بوند بھی پانی نہ تھا۔ یہ کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ اسماعیلیوں کا ایک قافلہ آتا دکھائی دیا جو جلعاد سے گرم مصالح اور روغن بلسان اور مُر اونٹوں پر لادے ہوئے مصر جاتا تھا۔ قافلہ نے آکر ڈیرا کیا اور اسی کوئیں پر پانی پینے کسی کو بھیجا۔ یوسفؑ نے ڈول تھام لیا۔ اُس نے دیکھا تو ایک لڑکا معلوم ہوا۔ قافلہ میں خبر کی۔ انھوں نے یوسفؑ کو نکالا اپنے اسباب میں چھپا لیا۔ رُوبن نے کوئیں پر جاکر دیکھا تو یوسفؑ کو نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اسماعیلی قافلہ والوں نے نکال لیا۔ پھر یہوداہ کی صلاح سے سب نے متفق ہو کر یوسفؑ کو قافلے والوں کے ہاتھ بیس[۲] روپیہ کو بیچ دیا اور اُس کے قبا پر بکری کے بچے کا خون لگا کر یعقوبؑ کے پاس لے گئے کہ بھیڑیئے[۱] نے پھاڑ کھایا۔ تب یعقوبؑ اس کے لئے رویا کئے اور کہا کہ میں اُس کے غم میں روتا ہوا گور میں اُتروں گا۔ قافلہ والوں نے مصر میں جاکر فوطیفار یا بوتیفار کے ہاتھ فروخت کر دیا جو فرعون کا ایک امیر اور لشکر کا سردار تھا جس کو عزیز کہتے تھے۔ عزیز نے یوسفؑ کو اپنے گھر اور تمام کارخانوں کا مختار کر دیا اور اپنی بیوی کو اس کی عزت و توقیر کرنے کی تاکید کی۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ

اور شہر میں عورتوں نے چرچا کیا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو چاہتی

الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ

ہے بے شک اُس کی محبت میں فریفتہ ہو گئی

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ

ہے۔ ہم تو اُس کو صریح خرابی میں

مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ

دیکھتے ہیں۔ پھر جب عزیز کی بیوی نے اُن کی ملامت سُنی

[۱] اس جنگل میں بھیڑیئے بہت تھے ۱۲ منہ

اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ

تو اُن کو بلا بھیجا اور اُن کے لئے ایک مجلس تیار کی اور

مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ

(پھل تراشنے کے لئے) ہر ایک کو ایک ایک چھری[۲] دے دی

سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا

اور بولی یوسفؑ ان کے سامنے نکل آ۔ پھر جب کہ

رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ

انھوں نے اُسے دیکھا تو حیرت میں رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ

اور کہنے لگیں حاشاللہ یہ تو بشر نہیں۔ ہو نہ ہو

هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ وہ بولی یہی تو وہ

فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَ

ہے کہ جس کے امر میں تم نے مجھے ملامت کی تھی۔ اور

لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ

بے شک میں نے اس سے دلی خواہش کی تھی پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔

وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ

اور اگر وہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید میں پڑے گا اور

لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ

بے عزت ہو کر رہے گا۔ یوسفؑ نے دعا کی اے

السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ

رب! مجھے تو قید بہتر ہے اس کام سے کہ جس کی طرف وہ مجھے بلا رہی ہیں۔

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ

اور اگر تو مجھ سے اُن کے مکر کو نہ ٹالے گا تو میں ان کی طرف مائل

اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

ہو جاؤں گا اور نادان بن جاؤں گا۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ

سو اُس کے رب نے اس کی دعا قبول کی تب اُن کا فریب اُس سے

[۲] پھل تراش کر کھانے کو ۱۲ منہ

عہ یہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۶ پر۔

كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾
دور کر دیا۔ کیونکہ وہ سنتا جانتا ہے۔
ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ
پھر ان کو نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اس کا ایک وقت تک قید کرنا بہتر معلوم
لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ
ہو اور (اتفاقاً) اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان
السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي
(اور بھی) داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں
أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ
کہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں
إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا
کہ اپنے سر پر روٹی رکھے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں
تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ
ہم کو اس کی تعبیر بتلا۔
إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾ قَالَ
کیونکہ ہم تجھے نیک سمجھتے ہیں۔ یوسف نے کہا جو
لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا
کھانا تمھیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس کے آنے سے آگے میں
بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا
تمھیں تعبیر دے دوں گا۔ (تعبیر دینا بھی) منجملہ ان چیزوں کے ہی جو میرے
مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ
رب تعالیٰ نے مجھے سکھائی ہیں۔ کیونکہ میں نے اس قوم کا مذہب ترک کر دیا

ل یوسفؑ کی بزرگی اور پارسائی کے نشان اور وجوہ دیکھنے کے بعد لازم تھا کہ فوراً قید سے رہا کرتے مگر اپنی کسی مصلحت سے چند روز اور قید میں رکھنا مناسب جانا ۱۲ ۲ اصلی خواب میں جس کو رؤیا صادقہ کہتے ہیں انسان کی روح کو عالم غیب کی چیزیں جو ہنوز عالم ظہور میں نہیں آئیں دکھائی دے جاتی ہیں لیکن قوتِ متوہمہ ان معانی مجردہ کو ان کے مناسب اشکال میں ڈھال کر دکھاتی ہے پھر اس کے حل کا نام تعبیر ہے یہ کام اسی سے عمدہ بن سکتا ہے جس کو عالم قدس سے مناسبت ہوتی ہے اور یہ مناسبت مع

قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُم بِالْآخِرَةِ
جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ آخرت کے بھی
هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي
منکر ہیں۔ اور میں اپنے باپ دادا ابراہیمؑ
إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ
اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے مذہب کا تابع ہو گیا۔ ہمیں جائز
لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ
نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں۔ یہ
مِن فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور جو ہم پر اور لوگوں پر بھی ہے
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾
لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔
يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ
اے قیدیو! کیا چند متفرق معبود بہتر ہیں،
خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾
یا اکیلا اللہ تعالیٰ جو زبردست ہے۔

یوسفؑ خوب صورت اور نور پیکر تھے عزیز کی بیوی (زلیخا) ان پر فریفتہ ہو گئی اور اپنے ساتھ ہم بستر ہونے کی خواستگار ہوئی۔ آخر جب یوسفؑ نے نہ مانا ایک روز تخلیہ پا کر یوسفؑ کا پیراہن پکڑ کر کہنے لگی کہ میرے ساتھ ہمبستر ہو وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگے پیچھے یہ بھی بھاگی اور باہر سے آتے ہوئے دونوں کو عزیز دروازہ پر مل گیا۔ زلیخا نے الٹا یوسفؑ پر دعویٰ کیا کہ یہ مجھ سے برا ارادہ رکھتا تھا میں چلائی تو پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

آثار چہرے پر بھی نمودار ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نورانی چہرے سے انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ بھی انہی مقدس لوگوں میں سے ہے اس لئے ان سے تعبیر پوچھی ۱۲ منہ ۳ ولیکونا قرئ بالتشدید والتخفیف والتخفیف اولی لان النون کتبت فی المصحف الفا علی حکم الوقف وذلک لایکون الا فی الخفیفۃ۔ کشاف۔ والحاصل ۵

۵ الالف بدل من النون الخفیفۃ ۱۲ منہ

یوسفؑ نے انکار کیا۔ تب زلیخا کے خاندان میں سے ایک شخص
نے یہ کہا کہ اگر کُرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی اور اگر
پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ سچا۔ جب پیچھے سے پھٹا دیکھا
تو عزیز سمجھ گیا کہ اسی کی چالاکی ہے۔ مگر اس بات کا شہر
کی عورتوں میں چرچا ہوگیا۔ زلیخا کو بھی خبر ملی۔ اُس نے
دعوت کرکے ان عورتوں کو بلایا اور ترنج کاٹنے کے لیے
ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی اور یوسفؑ کو بنا سنوار کر چھپا
رکھا تھا اور کہا کہ میں اُس کو بلاتی ہوں اُس وقت تم کھانا
شروع کرنا جب یوسف علیہ السلام برآمد ہوئے تو سب
دیکھ کر حیرت میں آگئیں اور بجائے ترنج کے اپنے ہاتھ چھری
سے کاٹ لئے (یعنی زخمی کرلئے) تب زلیخانے تعریضاً کہا کہ
یہی تو وہ ہے کہ جس کی نسبت تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔
تب زلیخانے پھر کہا کہ اگر میرا کہنا نہ مانے گا تو یہ ذلیل ہوگا
اور قید میں جائے گا۔ یوسفؑ نے کہا مجھے قید بہتر ہے۔
باوجودیکہ یوسفؑ کی صداقت اور عصمت بہت نشانیوں
سے دیکھ چکے تھے مگر دفع طعن کے لئے یوسفؑ کو ناحق قیدخانہ
بھیجا۔ اس کے ساتھ دو شخص اور بھی اتفاقاً قیدخانہ میں
بھیجے گئے ایک فرعون کا ساقی اور دوسرا نان پزوں کا
داروغہ۔ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا۔ یوسفؑ سے

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۤءً
تم اس کے سوا کچھ نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۤؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ
اور تمہارے بڑوں نے مقرر کرلئے ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ
کوئی بھی سند نازل نہیں کی ہے۔ حکومت بجز خدا کے کسی کی نہیں۔
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ
جس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
دین ہے۔ لیکن اکثر انسان جانتے

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٤٠ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ
نہیں۔ (اس نصیحت کے بعد کہا) اے قیدیو! تم میں سے ایک تو اپنے
اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا
آقا کو (بدستور) شراب پلائے گا، اور لیکن
الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ
دوسرا سو وہ سُولی پر لٹکایا جائے گا۔ پھر پرندے اُس کے سر کو
رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ
نوچیں گے۔ جس بات کو پوچھتے ہو وہ تو فیصل
تَسْتَفْتِيٰنِ ۝٤١ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ
ہو چکی۔ اور اُن دونوں میں سے جس کو یوسفؑ
اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ
نے بچنے والا سمجھا تھا (اُس سے یہ) کہہ دیا کہ تو اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کر دینا
فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي
پھر اُس کو اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے سے شیطان نے غافل کردیا تب
ع ۵/۷ ۱۵ السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝٤٢ ع وَقَالَ الْمَلِكُ
چند برس یوسفؑ قیدخانہ میں بند رہے۔ اور بادشاہ نے کہا میں نے
اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ
دیکھا (خواب میں) کہ سات موٹی گائے ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی
سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ
ہیں اور سات سبز خوشہ ہیں اور
اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ
سات خشک۔ اے دربار والو! میرے خواب کی
فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝٤٣
تعبیر دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر دینی آتی ہے۔
قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ
انھوں نے کہا دیا ایک پریشان خواب ہے۔ اور پریشان خوابوں کی
بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝٤٤ وَقَالَ
تعبیر ہمیں نہیں آتی۔ اور وہ شخص

ع ٧ / ١٦ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ

کہ جو اُن دونوں میں سے بچ گیا تھا اور جس کو عرصہ کے بعد یاد[1] آیا کہنے لگا

أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾

اس کی تعبیر میں تمھیں بتاتا ہوں تم مجھ کو (قید خانہ تک) جانے دو۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي

(وہاں جا کر یوسف ؑ سے کہا) اے سچے یوسف ؑ اس کی تعبیر بتلا کہ

سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ

سات موٹی گایوں کو سات دُبلی کھا رہی ہیں۔

عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ

اور سات ہری بالیں ہیں اور سات

يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ

خشک تاکہ میں لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں کہ

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ

اُنھیں معلوم ہو۔ (یوسف ؑ نے) کہا کہ تم سات برس تک

سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ

لگے تار کھیتی کرو گے، پھر جو فصل کاٹو تو اس کو اُس کے

فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا

خوشوں ہی میں لگا رہنے دو (تاکہ وہ خراب نہ ہو) مگر تھوڑا سا کہ جس کو تم

تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ

کھاؤ۔ پھر اُس کے بعد سات برس سخت آویں گے کہ جو ذخیرہ اُن

سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ

کے لئے جمع کر رکھا تھا اُس کو کھا جاویں گے مگر قدرے قلیل کہ

إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ

جو احتیاط[2] سے رکھا ہو گا۔ پھر اس کے بعد

يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ

ایک ایسا سال آوے گا کہ جس میں لوگوں کے لئے بارش ہو گی اور اس میں

النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ

انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔ (اور تعبیر سننے کے بعد) بادشاہ نے

الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ

کہا اس کو (یوسف ؑ کو) میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب یوسف ؑ کے پاس

الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ

ایلچی پہنچا تو کہا اپنے آقا کے پاس جا کر پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے

فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ

کہ جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے

أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾

تھے ف البتہ میرا رب تو اُن کے مکر سے خوب واقف ہے۔

ساقی نے بیان کیا کہ میں نے ایک انگور کا درخت دیکھا اُس کی تین شاخیں نکلیں اور اُس کے پھل پھول آئے اور اُس کے گچھوں میں انگور پکے اور فرعون کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے اُس میں انگوروں کو نچوڑا اور فرعون کے ہاتھ میں دیا۔ دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر تین ٹوکرے روٹیوں کے ہیں فرعون کے لئے۔ اُوپر کے ٹوکرے میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ یوسف ؑ نے تعبیر بیان کرنے سے پہلے اُن کو دینِ حق کی تعلیم کی اور پیشتر بطورِ تمہید کے یہ فرمایا لا یاتیکما طعام الخ کہ خواب کی تعبیر پر کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت سی باتوں پر مطلع کیا ہے ادنیٰ مرتبہ یہ کہ جو تم کو قید خانہ میں ہر روز کھانا دیا جاتا ہے میں اُس کے آنے سے پہلے اُس کا حال تمھیں بیان کر دوں گا کہ وہ کس قسم کا اور کتنا ہو گا۔ (تاویل الشیٔ ما یرجع الیہ و ہوالذی یؤل الیہ آخر ذلک الامر یعنی جس بات پر کوئی شے آخرالامر آ ٹھہرتی ہے اُس کو تاویل کہتے ہیں، اس میں خواب کی تعبیر بھی آگئی) یا یوں کہو کہ یوسف ؑ نے یہ فرمایا کہ کھانا آنے سے پہلے میں تمھارے خواب کی تعبیر

[1] حضرت یوسف ؑ کا تعبیر دینا عرصہ کے بعد یاد آیا تب اُس نے دربار سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دو کہ میں قید خانہ میں جا کر ایک قیدی سے تعبیر لوں ١٢ منہ

[2] یعنے وہ جو تخم ریزی کے لئے چھوڑو گے یا جو بڑی احتیاط سے جمع رکھا جاتا ہے ١٢ منہ

ف آیا میں نے اُن سے کوئی بد ارادہ کیا تھا یا خود اُنھوں نے مجھ سے بد ارادہ کیا تھا۔ یوسف ؑ قید خانہ سے نکلنے سے پہلے اپنی برأت کرنا چاہتے تھے ١٢ منہ

بیان کرچکوں گا اس نصیحت کرنے میں دیر ہونے سے نہ
گھبراؤ۔ پھر ذلک مما علمنی سے لے کر لایعلمون تک
اپنا خاندانی موحد ہونا اور بت پرستوں کے مذہب سے
الگ ہونا اور خدائے واحد کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور خدا پر دوستوں
پر اُس کے افضال و انعام کا صادر ہونا بیان فرمایا صاحبی
السجن سے اُن کے لئے تعبیر شروع کی کہ تین خوشوں سے
مراد تین روز ہیں سو تین روز کے بعد تو فرعون کو شراب پلانے
کے عہدہ پر مقرر ہوگا اور دوسرے سے کہا تین ٹوکروں سے
مراد تین دن ہیں تین دن کے بعد تو سولی دیا جائے گا
پرندے تیرے سر کا بھیجا کھاویں گے۔ چنانچہ تین روز کے
بعد فرعون نے جشن سالگرہ کیا اور اُن دونوں کی روبکاری
ہوئی ساقی کو پھر اُسی عہدہ پر مقرر کیا اور خان ساماں کو
اُس کے جرم پر پھانسی دی گئی۔ ساقی سے حضرت یوسف
علیہ السلام نے کہدیا تھا کہ فرعون سے میرا حال کہنا کہ ایک غریب
پردیسی کہ جس کو بھائیوں نے غلام بنا کر بیچ دیا اور وہ مصر
میں تیرے عزیز کے ہاتھ آکر بکا عزیز کی جورو نے اُس پر
تہمت لگا کر قید میں ڈلوا رکھا ہے۔ مگر ساقی جا کر ایسے مست
ہوئے کہ کہنا ہی بھول گئے۔ پھر فرعون نے دوسرے سال کے
آخر دنوں میں ایک خواب دیکھا کہ وہ لب دریا کھڑا ہے کہ دریا
سے سات موٹی اور خوب صورت گائیں نکلیں اور نیستان میں
چرنے لگیں، اور کیا دیکھتا ہے کہ اُن کے بعد اور سات گائیں
بدشکل اور دُبلی دریا سے نکلیں اور گھاٹ پر آکر کھڑی ہوئیں
اُن موٹی اور خوب صورت گایوں کو کھا گئیں تب فرعون
جاگا اور پھر سو گیا دوبارہ پھر دیکھا کہ سبز اور اناج کی
بھری ہوئی سات بالیں ایک ٹہنی میں ظاہر ہوئیں اور اُن کے
بعد سات بالیں پتلی اور خشک نکلیں اور اُن بالوں کو کھا گئیں
صبح کو فرعون جاگا اور اُس کا جی گھبرایا۔ مصر کے تمام
دانشمندوں کو بلایا کسی سے تعبیر[1] نہ دی گئی تب اُس ساقی
کو یاد آیا فرعون سے بیان کیا کہ جب میں اور خان ساماں قید
میں ڈالے گئے تھے وہاں ایک ہی رات ہم دونوں نے خواب[2]
دیکھا تھا اور ایک عبری جوان بھی وہاں قید تھا اُس نے
ہمارے خوابوں کی تعبیر دی اور جیسی تعبیر دی تھی ویسا ہی
ہوا۔ مجھے اپنے منصب پر قائم کیا اُس کو پھانسی دی گئی۔
مجھے حکم ہو تو اُس سے پوچھ کر آؤں۔ ساقی یوسف علیہ السلام
کے پاس آیا اور فرعون کا خواب بیان کیا۔ یوسف علیہ السلام
نے تعبیر دی کہ یہ ایک ہی خواب ہے خدا تعالیٰ نے اُس کو دوبارہ
یوں دکھایا کہ یہ بات ہونے والی ہے خدا تعالیٰ کے ہاں سے

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ

(بادشاہ نے پوچھا اُس وقت تمہارا کیا حال تھا یعنی اصل کیا بات تھی) جب کہ

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا

تم نے یوسف کو پھسلایا تھا۔ (انھوں نے) جواب دیا کہ حاشا للہ ہم کو اُس میں کوئی

عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ

برائی معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب تو سچی بات ظاہر

الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ

ہی ہوگئی۔ (بات یہ تھی کہ) میں نے ہی اُس کو پھسلانا

عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٥١﴾

چاہا تھا اور وہ سچا ہے۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ

(یوسف نے کہا یہ) اس لئے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ میں نے عزیز کی غائبانہ خیانت

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٢﴾

نہیں کی تھی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کے فریب کو سرسبز نہیں کیا کرتا۔

ف عورتوں کو بلا کر اصل مقدمہ کی تحقیق کرنی شروع کی عورتوں نے یوسف کی پاکدامنی کی شہادت دی ١٢ منہ

[1] خدا تعالیٰ نے انسان کی روح یا نفس ناطقہ میں جو جوہر نورانی ہے یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ عالم بالا کی طرف صعود کر وہاں کے بعض واقعات پر مطلع ہو جاتا ہے۔ لیکن قوت خیالیہ ان مطالب کو مخلوط کر دیتی ہے تعبیر دینے والا اس خلط کو علیحدہ کر کے اصل مطلب بتلا دیتا ہے ١٢ منہ [2] رویا کو حدیث میں نبوت کا ایک جزو قرار دیا ہے اور قرآن اور برہان اس کے حق ہونے پر شاہد عدل ہے ١٢ منہ

مقرر ہو چکی وہ اچھی سات گائیں اور سات ہری بالیں سات سال ارزانی اور سستے سمے کے ہیں اور وہ سات دُبلی اور بدشکل گائیں اور سات خشک بالیں قحط کے سال ہیں۔ مصر میں سات برس تک نہایت ارزانی اور پیداواری ہو گی پھر اس کے بعد سات برس سخت قحط پڑے گا۔ فرعون کو چاہیے کہ ایک ہوشیار آدمی مصر کی زمین پر مختار مقرر کرے کہ وہ تحصیلدار مقرر کرے اور ارزانی کے سالوں میں ضرور خوراک چھوڑ کر ایک ذخیرہ جمع کریں، فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تاکلون اور پھر قحط کے سالوں میں اس سب ذخیرہ کو کھا لیا جاوے گا مگر قدرے قلیل جو احتیاط سے رکھا ہو گا وہ بچ رہے گا پھر اس کے بعد بارش ہو گی اور تاکستان سے لوگ شیرہ نچوڑیں گے (یہ جملہ خواب سے نہیں بلکہ الہام سے فرمایا ہو گا)۔ ساقی نے آکر فرعون سے بیان کیا۔ اس نے سن کر بہت پسند کیا اور تمام ارکانِ دولت نے تحسین کی۔ فرعون مشتاقِ ملاقات ہوا۔ چوبدارِ شاہی حضرتؑ کو لینے آئے۔ آپ نے فرمایا پیشتر میرے اس جرم کی تحقیق کر لو کہ جس میں مجھ کو قید کیا گیا ہے۔ ان عورتوں سے تحقیق فرمایا جاوے کہ جن کے روبرو عزیز کی بیوی نے مجھے بلایا تھا اور انکے ہاتھ چھری سے کٹ گئے تھے۔ فرعون نے ان سے دریافت کیا سب نے اور خود عزیز کی بیوی نے ان کی پاکدامنی کا اقرار کیا ؛ ؛ ؛

تصدیق

کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کا

یہ نسخہ اغلاط سے مبرّا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ

سید محمد عثمان ابدالی	معراج محمد غفرلہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

لا الہ الا اللہ

اللہ اکبر

(محکمہ اوقاف حکومت سندھ)

تسلیم محمد عبید اللہ غفرلہ (رجسٹریشن آفیسر)

کتبہ محمد یعقوب بلوچ

فوائدِ جامعہ

عجالۂ نافعہ

تالیف: شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی ★ شارح: مولانا محمد عبد الحلیم چشتی

- علمِ حدیث کی گوناگوں ــــــ نادر اور اہم معلومات
- کتبِ حدیث کے انواع و اقسام کا تفصیلی بیان اور صدہا علمی کتابوں کا تعارف
- مشاہیر فقہاءِ محدّثین، اور اُن کی تالیفات کا مختصر و جامع تذکرہ
- عجالۂ نافعہ کی مبسوط شرح جس کا ہر مقالہ نہایت جامع، مدلّل، دلچسپ اور بصیرت افروز ہی نہیں، بلکہ ہر صفحہ معلومات کا مرقع اور پوری کتاب گنجینۂ تحقیقات ہے

قیمت: روپے

تقویۃ الایمان

مع تذکیر الاخوان

مؤلفہ علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید

ونصیحۃ المسلمین

مؤلفہ: مولانا خرم علی بلہوری رح

جس میں مشرکانہ خیالات اور جاہلی رسوم و بدعات کو بے نقاب کیا گیا ہے، خالص توحید کا درس اور صحیح اسلام کی طرف دعوت ہے۔ یہ کتاب اصلاحِ اعتقاد میں بےنظیر ہے

ناشر: نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ، کراچی

قیمت مجلد روپے